لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ

قرآن میں آئے ہوئے خواتین کے واقعات

مع

عبر و نصائح

جلد اوّل

مفتی محمود بن مولانا سلیمان حافظجی بارڈولی

مدرس: جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل گجرات

ناشر نورانی مکاتب

لَقَدۡ كَانَ فِي قَصَصِهِمۡ عِبۡرَةٌ لِّاُولِي الۡاَلۡبَابِ

قرآن میں آئے ہوئے خواتین کے واقعات

مع

عبر ونصائح

جلد اول

مفتی محمود بن مولانا سلیمان حافظ جی بارڈولی

مدرس: جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، گجرات

ناشر

نورانی مکاتب

تفصیلات

نام کتاب: ....قرآن میں آئے ہوئے خواتین کے واقعات (جلد اول)

مرتب: ....مفتی محمود صاحب بارڈولی دامت برکاتہم

ناشر: ....نورانی مکاتب(www.nooranimakatib.com)

صفحات: 424

طبعِ اول ....ربیع الثانی ۱۴۴۰ھ جنوری ۲۰۱۹ء

ملنے کے پتے

مولانا یوسف صاحب بھانا، محمود نگر، ڈابھیل۔9558174772

Email id: yusuf_bhana@hotmail.com

ادارۃ الصدیق ڈابھیل، گجرات۔99048,86188 \ 99133,19190

جامعہ دارالاحسان، بارڈولی، سورت، گجرات

جامعہ دارالاحسان، نواپور، نندوربار، مہاراشٹر

اجمالی فہرست

۱	دین کی مجلس کے آداب اور عورتوں کے لیے کچھ ضروری باتیں	۴۹
۲	دنیا کی سب سے پہلی خاتون ماں حوّا رضی اللہ عنہا (پہلی قسط)	۷۱
۳	دنیا کی سب سے پہلی خاتون ماں حوّا رضی اللہ عنہا (دوسری قسط)	۱۰۹
۴	حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کا واقعہ	۱۴۱
۵	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پہلی زوجۂ محترمہ: حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ	۱۵۹
۶	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری بیوی ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا مبارک قصہ (پہلی قسط)	۱۹۵
۷	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا مبارک قصہ (دوسری قسط)	۲۲۱
۸	حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کا عبرت ناک واقعہ	۲۵۵
۹	حضرت یوسف علیہ السلام کی والدۂ محترمہ کا پاکیزہ قصہ	۲۷۹
۱۰	عزیزِ مصر کی بیوی زلیخا اور حضرت یوسف علیہ السلام کا حیرت انگیز واقعہ	۲۹۳
۱۱	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا ایمان افروز واقعہ (پہلی قسط)	۳۵۳
۱۲	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اور بہن کا واقعہ (دوسری قسط)	۳۹۱

تفصیلی فہرست

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر
	پیش خدمت	۳۹
	پیش لفظ	۴۱
	دین کی مجلس کے آداب اور عورتوں کے لیے کچھ ضروری باتیں	
۱	اس بیان کے چنندہ جواہر پارے	۵۰
۲	دین کی نسبت پر سفر یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے	۵۲
۳	دین کی مجلس میں باوضو اور نیک نیت کے ساتھ آنا چاہیے	۵۲
۴	گھر سے باہر نکلتے وقت چند باتیں ذہن میں رہیں	۵۳
۵	مجلس میں خلل ہو ایسا کام کرنا بے ادبی ہے	۵۳
۶	مسلمان کی خوبی	۵۴
۷	دین پر عمل کرنا اور دوسروں کو پہنچانا	۵۵
۸	اولاد کے لیے بہترین تحفہ	۵۶
۹	بچوں کی تعلیم و تربیت والدین پر ضروری ہے	۵۶
۱۰	عورتوں میں تعلیم کا اہتمام	۵۷
۱۱	مستورات میں بیان کے متعلق حضور ﷺ کا عمل مبارک	۵۸

۱۲	یہ علمِ دین کی مجالس ہیں	۵۸
۱۳	علمِ دین کی مجلس میں آنے کے فوائد	۵۹
۱۴	ملاوی کی عورتوں کا ایک مبارک عمل	۶۰
۱۵	کم سے کم ۳۰۰/مرتبہ درود پڑھنا چاہیے	۶۰
۱۶	عورتوں کے لیے ایک عجیب حدیث	۶۱
۱۷	شوہر کو خوش رکھنے کا مطلب	۶۳
۱۸	کس عورت کے لیے بربادی ہے؟	۶۳
۱۹	آپ ﷺ کا ایک خواب	۶۴
۲۰	قرآن پڑھنا نہ چھوڑے	۶۵
۲۱	قرآنِ مجید کی تلاوت	۶۵
۲۲	شیطان کے دو کام	۶۶
۲۳	مال اور گھر برباد	۶۶
۲۴	قضا نمازوں کو ادا کرنے کی ترتیب	۶۷
۲۵	جب تک فرض نماز باقی ہو نفل نہیں پڑھنا چاہیے	۶۸
۲۶	حیض کی نمازیں	۶۹
دنیا کی سب سے پہلی خاتون ماں حوّا رضی اللہ عنہا (پہلی قسط)		
۲۷	مختصر تعارف	۷۲

۲۸	نیک خواہش	۷۴
۲۹	دنیا کی سب سے پہلی خاتون	۷۵
۳۰	سب سے پہلے انسان اور نبی	۷۶
۳۱	حضرت آدم علیہ السلام کا شرف	۷۶
۳۲	تفسیر کی ایک عجیب بات	۷۷
۳۳	نیند نعمتوں سے محرومی کا سبب ہے	۷۷
۳۴	حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا کی سب سے پہلی بات چیت	۷۸
۳۵	عورتوں کے لیے ایک اہم سبق	۷۸
۳۶	حضرت حوا رضی اللہ عنہا کی پیدائش کا عجیب واقعہ	۷۹
۳۷	عورت پسلی سے بنی ہے اس لیے!!!	۸۰
۳۸	ماں ''حوا'' دنیا کی سب سے زیادہ خوب صورت عورت	۸۰
۳۹	مرد کا اپنی بیوی سے محبت کرنے کا راز	۸۱
۴۰	نکاح سے پہلے مرد اور عورت کا ملنا جائز نہیں	۸۱
۴۱	نکاح کا مہر: ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود	۸۲
۴۲	نکاح کے وقت لین دین	۸۳
۴۳	نکاح خود اللہ تعالیٰ نے پڑھایا	۸۳
۴۴	عرشِ اعظم کو اٹھانے والے فرشتے نکاح کے گواہ	۸۳
۴۵	شوہر سے بیوی کی پیدائش	۸۴

۴۶	رہائش میں بیوی شوہر کے تابع ہے	۸۵
۴۷	حضرت آدم علیہ السلام اور حوا رضی اللہ عنہا کونسی جنت میں رہتے تھے؟	۸۵
۴۸	جنت میں قیام کی حکمت	۸۶
۴۹	’’حوا‘‘ نام رکھنے کی وجہ	۸۷
۵۰	جنت میں رہنے کی مدت	۸۷
۵۱	جنت میں کھانے کی عام اجازت	۸۸
۵۲	جنت میں بغیر تکلیف کے نعمتیں ملیں گی	۸۹
۵۳	دنیا میں کوئی نعمت تکلیف کے بغیر نہیں ملتی	۸۹
۵۴	جنت کی نعمتیں کبھی ختم نہیں ہوں گی	۸۹
۵۵	عورت کھانے پینے میں مرد کے تابع نہیں ہے	۹۰
۵۶	روٹی، کپڑے اور مکان کا انتظام مرد کی ذمے داری ہے	۹۰
۵۷	عورت کے ذمے کمانا نہیں ہے	۹۱
۵۸	عورت کی ذمے داری کیا ہے؟	۹۲
۵۹	درخت کے پاس جانے کی ممانعت	۹۲
۶۰	درخت کے پاس جانے سے ممانعت کی وجہ: اللہ تعالیٰ کے حکم میں چون وچرا کی گنجائش نہیں	۹۳
۶۱	ہماری تربیت مقصود تھی	۹۴
۶۲	درخت کے قریب بھی جانے سے ممانعت کی وجہ	۹۵

۶۳	وہ کونسا درخت تھا؟	۹۶
۶۴	درخت کے پھل کیسے تھے؟	۹۷
۶۵	تمام گناہ ظاہر میں خوش نما معلوم ہوتے ہیں	۹۷
۶۶	ایک غلط فہمی کا ازالہ (شیطان نے ماں حوا کونہیں بہکایا تھا)	۹۸
۶۷	اللہ تعالیٰ کی تین بڑی مخلوقات	۹۹
۶۸	ایک لطیفہ	۹۹
۶۹	شیطان سب سے بڑا عبادت گزار تھا	۱۰۰
۷۰	شیطان میں تین ''عین'' تھے، چوتھا ''عین'' نہیں تھا	۱۰۰
۷۱	شیطان کے عارف باللہ ہونے کی دلیل	۱۰۰
۷۲	اس آیت میں ایک اہم نکتہ	۱۰۲
۷۳	عاشق کس کو کہتے ہیں؟	۱۰۳
۷۴	شیطان صرف وسوسہ ڈال سکتا ہے	۱۰۴
۷۵	شیطان نے وسوسہ کیسے ڈالا؟	۱۰۴
۷۶	وسوسہ سے بچنے کی چند دعائیں	۱۰۵
۷۷	وسوسہ سے بچنے کی پہلی دعا	۱۰۵
۷۸	وسوسہ سے بچنے کی دوسری دعا	۱۰۶
۷۹	وسوسے سے بچنے کی تیسری دعا	۱۰۷
۸۰	وسوسے سے بچنے کی ایک دوا	۱۰۷

دنیا کی سب سے پہلی خاتون ماں حوا رضی اللہ عنہا (دوسری قسط)

۸۱	قرآن میں قصے بیان کرنے کا مقصد	۱۱۰
۸۲	عبرت کا مطلب	۱۱۰
۸۳	شیطان کا عجیب وسوسہ	۱۱۵
۸۴	سفر میں صحت کو باقی رکھنے کا ایک عجیب نسخہ	۱۱۵
۸۵	شیطان کا ایک وسوسہ: ممانعت وقتی اور طبی تھی	۱۱۶
۸۶	شیطان کا دوسرا وسوسہ: ایک خاص درخت کھانے سے منع فرمایا ہے	۱۱۶
۸۷	شیطان کا تیسرا وسوسہ: دائمی جنت ملے گی	۱۱۶
۸۸	امام طبریؒ کی روایت	۱۱۷
۸۹	شیطان کا چوتھا وسوسہ: تم فرشتے بن جاؤ گے	۱۱۷
۹۰	شیطان کا ایک عجیب لالچ دلانا	۱۱۸
۹۱	لالچ بڑی خطرناک چیز ہے	۱۱۸
۹۲	لالچ نیک کام کی کرنی چاہیے	۱۱۸
۹۳	دنیا کے غموں سے حفاظت کی نبوی دعا	۱۱۹
۹۴	شیطان نے اللہ کے مبارک نام کی جھوٹی قسم کھائی	۱۱۹
۹۵	اللہ کا نام لے کر کوئی جھوٹی قسم نہیں کھا سکتا	۱۲۰
۹۶	اِس قصے کا ایک بہت ہی اہم سبق	۱۲۰

۹۷	ممانعت کو شفقت سمجھا، قانون نہیں سمجھا	۱۲۱
۹۸	پہچان نہ ہوسکی	۱۲۱
۹۹	حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا کا درخت میں سے کھالینا	۱۲۱
۱۰۰	پھل توڑ کر کھانے کے نقصانات	۱۲۲
۱۰۱	جنتی کپڑے خود بہ خود اتر گئے	۱۲۲
۱۰۲	وہ کپڑے کس چیز کے بنے ہوئے تھے؟	۱۲۳
۱۰۳	آدم علیہ السلام اور حوا رضی اللہ عنہا نے کبھی ایک دوسرے کا ستر نہیں دیکھا تھا	۱۲۳
۱۰۴	انجیر کے درخت کے پتوں سے ستر چھپایا	۱۲۳
۱۰۵	شرم وحیا کا مادہ انسان میں طبعی اور فطری ہے	۱۲۴
۱۰۶	ایک بہت قیمتی بات	۱۲۴
۱۰۷	حرام کھانے سے زندگی میں بے حیائی اور بے شرمی آتی ہے	۱۲۵
۱۰۸	بغیر ضرورت کے ننگا رہنا یہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں	۱۲۵
۱۰۹	آج کل یہ گناہ عام ہوگیا ہے	۱۲۵
۱۱۰	ایک بہت ہی اہم حدیث	۱۲۶
۱۱۱	اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی	۱۲۷
۱۱۲	ایک اہم نکتے کی بات	۱۲۷
۱۱۳	اتنی ساری حلال نعمتیں؛ پھر بھی حرام کی طرف کیوں؟	۱۲۸
۱۱۴	اقرارِ گناہ یہی شانِ عبدیت ہے	۱۲۸

۱۱۵	حضرت آدم علیہ السلام کو ہندوستان میں اتارا گیا	۱۲۸
۱۱۶	ماں حوا رضی اللہ عنہا کو جدہ میں اتارا گیا	۱۲۹
۱۱۷	جنت سے کیا ساتھ لائے؟	۱۲۹
۱۱۸	حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا بہت نرم دل تھے	۱۳۰
۱۱۹	پہلی مرتبہ غلطی، معافی کیسے مانگے؟	۱۳۱
۱۲۰	حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا کتنا روئے؟	۱۳۱
۱۲۱	اللہ تعالیٰ نے بہت پیاری دعا سکھلائی	۱۳۲
۱۲۲	توبہ قبول؛ لیکن!	۱۳۲
۱۲۳	نبیوں کی معصومیت پر ایمان لانا ضروری	۱۳۳
۱۲۴	اب دنیا میں کیا ہوگا؟	۱۳۳
۱۲۵	دنیا میں کامیابی کا راستہ	۱۳۴
۱۲۶	رونے والی آنکھیں اللہ تعالیٰ کو بہت پیاری ہیں	۱۳۴
۱۲۷	دنیا اور آخرت کی ہر بھلائی اللہ سے مانگنی چاہیے	۱۳۴
۱۲۸	ایک بہت ہی قیمتی بات	۱۳۵
۱۲۹	دنیا میں جنّتی میوہ یاد آیا	۱۳۶
۱۳۰	حضرت آدم علیہ السلام کا کفن دفن اور قبر	۱۳۶
۱۳۱	حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد	۱۳۷
۱۳۲	کفّارے کے ساٹھ روزے کی حکمت	۱۳۷

۱۳۳	آخر ایک دن موت آنے والی ہے	۱۳۷
۱۳۴	آخرت کی یاد دلانے والے بہترین اشعار	۱۳۸
	حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کا واقعہ	
۱۳۵	مختصر تعارف	۱۴۲
۱۳۶	حضرت نوح علیہ السلام کا اصلی نام اور نوح نام کی وجہ تسمیہ	۱۴۵
۱۳۷	حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کی چند بری عادتیں: (۱) کفر	۱۴۵
۱۳۸	اگلی شریعتوں اور شروع اسلام میں کافر کے ساتھ نکاح جائز تھا	۱۴۵
۱۳۹	(۲) جاسوسی	۱۴۶
۱۴۰	(۳) نفاق	۱۴۷
۱۴۱	(۴) اللہ کے نبی کو پاگل کہنا	۱۴۷
۱۴۲	(۵) خیانت	۱۴۸
۱۴۳	عورتوں کی بہترین صفت: شوہر کی ہر چیز میں امانت داری	۱۴۹
۱۴۴	بیوی کو شوہر کے دینی کاموں میں معاون بننا چاہیے	۱۵۰
۱۴۵	اے کاش کہ میں بھی کوئی کتاب ہوتی!	۱۵۰
۱۴۶	اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلانِ جنگ	۱۵۱
۱۴۷	نوح علیہ السلام کا بیٹا بھی کافر تھا	۱۵۲
۱۴۸	بیوی کا شوہر کے معاملے میں خیانت کرنا بڑا خطرناک ہے	۱۵۳

۱۴۹	عورت کو شوہر کے تابع رہنا چاہیے	۱۵۳
۱۵۰	تنّور کا مطلب	۱۵۴
۱۵۱	تنور جنت سے ماں حوا رضی اللہ عنہا لائی تھی	۱۵۴
۱۵۲	عورتوں کا پرانا مزاج	۱۵۴
۱۵۳	عذاب کی ایک نشانی: تنور میں سے پانی کا ابلنا	۱۵۴
۱۵۴	عذاب کی کیفیت اور ہولنا کی	۱۵۵
۱۵۵	ایمان کے بغیر نیک لوگوں کی صحبت فائدہ نہیں دیتی	۱۵۵
۱۵۶	ایمان کے بغیر نبی یا نیک لوگوں کی رشتے داری بھی کوئی فائدہ نہیں دیتی	۱۵۶
۱۵۷	ہائے بدنصیبی!	۱۵۶
	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجۂ محترمہ: سارہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ	
۱۵۸	مختصر تعارف	۱۶۰
۱۵۹	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقام و مرتبہ	۱۶۱
۱۶۰	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شہر اور آپ کا قوم کو دعوت دینا	۱۶۱
۱۶۱	قوم کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ستانا	۱۶۲
۱۶۲	اِس آیت کا ایک فائدہ	۱۶۳
۱۶۳	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی استقامت	۱۶۳
۱۶۴	ایک وفادار عورت: حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۱۶۳

۱۶۵	عورت کو دینی کاموں میں شوہر کا ساتھ دینا چاہیے	۱۶۴
۱۶۶	نیک کام میں دوسرے کی مدد کرنی چاہیے نہ کہ برے کام میں	۱۶۴
۱۶۷	گھر والوں کی اصلاح	۱۶۵
۱۶۸	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنی بیوی سے محبت کی وجوہات	۱۶۶
۱۶۹	دوسری وجہ	۱۶۶
۱۷۰	تیسری وجہ	۱۶۶
۱۷۱	ایک غلط سوچ کی اصلاح	۱۶۶
۱۷۲	چوتھی وجہ: دنیا کی سب سے زیادہ حسین عورت	۱۶۷
۱۷۳	دوسرے نمبر کی خوب صورت عورت	۱۶۷
۱۷۴	پانچویں وجہ	۱۶۸
۱۷۵	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت	۱۶۸
۱۷۶	اس دور کی ہجرت	۱۶۹
۱۷۷	رفیقِ ہجرت	۱۷۰
۱۷۸	’’سینان‘‘ بادشاہ کی بری عادت	۱۷۰
۱۷۹	ضرورت کے وقت ’’تَوۡرِیَہ‘‘ کرنا جائز ہے	۱۷۱
۱۸۰	ابراہیم علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خصوصی دعا	۱۷۲
۱۸۱	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دل اللہ تعالیٰ نے عجیب بنایا تھا	۱۷۲
۱۸۲	بہت بڑی تباہی کا ذریعہ	۱۷۳

۱۸۳	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد	۱۷۴
۱۸۴	حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی دعا	۱۷۵
۱۸۵	مجبوری کے وقت کیا کرنا چاہیے	۱۷۵
۱۸۶	حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی دعا کی برکت	۱۷۶
۱۸۷	گناہ کی عادت جلدی چھوٹتی نہیں ہے	۱۷۷
۱۸۸	بادشاہ کی دوسری مرتبہ پکڑ	۱۷۷
۱۸۹	بادشاہ کی تیسری مرتبہ پکڑ	۱۷۸
۱۹۰	بادشاہ کا حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو انعام دینا	۱۷۹
۱۹۱	مصر سے ملکِ شام کی طرف	۱۸۰
۱۹۲	برکت والا ملک، ملکِ شام	۱۸۰
۱۹۳	ملکِ شام کی برکت کا ایک راز	۱۸۲
۱۹۴	حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا دوسرا قصہ	۱۸۲
۱۹۵	وفادار بیوی	۱۸۴
۱۹۶	فرشتے مہمان کی شکل میں	۱۸۴
۱۹۷	اس دنیا میں سب سے پہلے مہمان نوازی کرنے والے	۱۸۵
۱۹۸	مہمان نوازی کا عجیب قصہ	۱۸۵
۱۹۹	اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کتنے مہربان ہیں	۱۸۶
۲۰۰	ایسے مہربان اللہ کا میں کیسے انکار کروں؟	۱۸۶

۲۰۱	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مہمانوں کے لیے بچھڑا ذبح کرنا	۱۸۷
۲۰۲	عجیب مہمان	۱۸۷
۲۰۳	اس زمانے کا عجیب رواج	۱۸۷
۲۰۴	پہلے قیمت لے لو تو ہم کھانا کھائیں گے	۱۸۸
۲۰۵	کھانے کی عجیب قیمت	۱۸۸
۲۰۶	اللہ تعالیٰ کا خلیل بننے کا آسان نسخہ	۱۸۸
۲۰۷	کھانے کی دعائیں	۱۸۹
۲۰۸	''اے سی ڈی ٹی''(ACIDITY) سے حفاظت کے لیے دعا	۱۸۹
۲۰۹	بڑھاپے میں اولاد کی خوش خبری	۱۹۰
۲۱۰	خدا کی عجیب شان	۱۹۰
۲۱۱	مہمان سے بھی پردہ کرنا چاہیے	۱۹۱
۲۱۲	ماں سارہ رضی اللہ عنہا کا تعجب سے ہنسنا	۱۹۱
۲۱۳	حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش	۱۹۲
	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا قصہ (پہلی قسط)	
۲۱۴	مختصر تعارف	۱۹۶
۲۱۵	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کوئی اولاد نہیں تھی	۱۹۷
۲۱۶	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مصر کے بادشاہ کی لڑکی سے نکاح	۱۹۷

۲۱۷	شادی کے بعد میاں بیوی کو یہ دعا مانگنی چاہیے	۱۹۸
۲۱۸	سوکنوں کا آپسی اختلاف پہلے سے چلا آرہا ہے	۱۹۸
۲۱۹	حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا پہلے خادمہ تھیں اب بیوی بن گئیں	۱۹۹
۲۲۰	نیک اولاد عزت کا ذریعہ ہیں	۱۹۹
۲۲۱	حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خانۂ کعبہ بنانے کا حکم	۱۹۹
۲۲۲	مدینۃ الخلیل	۲۰۰
۲۲۳	مقام ومرتبہ آدمی کے طور وطریق کو بھی بدل دیتا ہے	۲۰۰
۲۲۴	حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی دھمکی اور قسم	۲۰۱
۲۲۵	قسم پورا کرنے کا عجیب طریقہ	۲۰۱
۲۲۶	سب سے پہلے کان اور ناک میں سوراخ کروانے والی عورت	۲۰۲
۲۲۷	ناک میں سوراخ کر کے نتھ (کانٹا) پہننا جائز ہے	۲۰۲
۲۲۸	حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش حَبرون میں	۲۰۲
۲۲۹	ان مبارک ہستیوں کی قبروں پر حاضری کی سعادت	۲۰۲
۲۳۰	بڑی عمر میں بچہ پیدا ہونا کوئی بری بات نہیں ہے	۲۰۳
۲۳۱	اسماعیل نام رکھنے کی وجہ اور اس کا معنی	۲۰۳
۲۳۲	بُراق کیا ہے؟	۲۰۴
۲۳۳	حَبرون سے وادئ غیر ذی زرع کی طرف روانگی	۲۰۴
۲۳۴	وادئ غیر ذی زرع	۲۰۵

۲۳۵	مصر کی شہزادی سنسان جنگل کے ایک چھپر میں	۲۰۶
۲۳۶	جدائی کا غمناک منظر	۲۰۶
۲۳۷	ہمیں کس کے حوالے چھوڑ کر جا رہے ہو؟	۲۰۶
۲۳۸	کیا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے؟	۲۰۷
۲۳۹	عجیب جواب: تب تو وہ اللہ تعالیٰ ہم کو ضائع نہیں کریں گے	۲۰۷
۲۴۰	اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کرنے سے کبھی کوئی برباد نہیں ہوتا	۲۰۸
۲۴۱	''ثنیہ'' نامی جگہ پر بیوی بچے کی یاد کا ستانا	۲۰۸
۲۴۲	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بہترین اور عجیب دعا	۲۰۹
۲۴۳	بیوی بچوں کے ساتھ محبت یہ فطری چیز ہے	۲۱۰
۲۴۴	دعا میں دین و دنیا دونوں کی بھلائی کا سوال	۲۱۰
۲۴۵	اللہ تعالیٰ کی رحمت کو متوجہ کرنے والے الفاظ	۲۱۲
۲۴۶	جنگل کو شہر بنا دیجیے	۲۱۲
۲۴۷	شہر کو امن والا بنا دیجیے	۲۱۳
۲۴۸	پھلوں کا رزق عطا ہونے کی دعا	۲۱۳
۲۴۹	ملکِ شام کا ایک شہر مکہ میں	۲۱۳
۲۵۰	طائف کا مطلب	۲۱۴
۲۵۱	طائف کی کچھ یادیں	۲۱۴
۲۵۲	مکہ میں آج بھی کھیتی نہیں ہوتی	۲۱۵

۲۵۳	ایک خاص اور اہم دعا	۲۱۵
۲۵۴	توشے کا ختم ہونا اور دودھ کا سوکھ جانا	۲۱۶
۲۵۵	حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی بے چینی	۲۱۷
۲۵۶	کبھی صفا پر کبھی مروہ پر	۲۱۷
۲۵۷	اللہ تعالیٰ نے ماں کا دل عجیب بنایا ہے	۲۱۷
۲۵۸	حج وعمرہ میں حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی نقل	۲۱۷
۲۵۹	حضرت جبرئیل علیہ السلام کی آمد اور زمزم کے چشمہ کا جاری ہونا	۲۱۸
۲۶۰	زم زم (یعنی رک جا)	۲۱۸
۲۶۱	اے کاش کہ!	۲۱۹
۲۶۲	ایک عورت ذات کی قربانی کی برکت	۲۱۹
۲۶۳	زمزم کے پانی کی برکتیں	۲۱۹
۲۶۴	زمزم کی برکت سے شفا	۲۲۰

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ (دوسری قسط)

۲۶۵	اقتباس	۲۲۲
۲۶۶	گذشتہ سے پیوستہ	۲۲۴
۲۶۷	اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتلائے ہوئے مبارک نام	۲۲۴
۲۶۸	اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت پیارے نام	۲۲۴

۲۶۹	باقی قصہ	۲۲۴
۲۷۰	خانۂ کعبہ کی بنیاد کی حفاظت کا عجیب وغریب خدائی نظام	۲۲۵
۲۷۱	قبیلۂ جُرہم کی آمد	۲۲۵
۲۷۲	قبیلۂ جرہم کا ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے وہاں رہنے کی اجازت لینا	۲۲۶
۲۷۳	اجازت ہے؛ لیکن پانی پر حق میرا رہے گا	۲۲۶
۲۷۴	جنگل میں آبادی	۲۲۷
۲۷۵	سب سے پہلے مکہ شہر کی بنیاد رکھنے والے	۲۲۷
۲۷۶	حضرت اسماعیل علیہ السلام کا نکاح	۲۲۷
۲۷۷	حضرت اسماعیل علیہ السلام کا عربی زبان سیکھنا	۲۲۷
۲۷۸	ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا انتقال اور ان کی قبر	۲۲۸
۲۷۹	ایک بہت ہی اہم سبق	۲۲۸
۲۸۰	حلال روزی تلاش کرنا یہ انبیا کا طریقہ رہا ہے	۲۲۸
۲۸۱	دروازے کی چوکھٹ بدل ڈالے	۲۲۸
۲۸۲	نبی کی نورانیت اور خوشبو کا احساس	۲۲۹
۲۸۳	اسماعیل علیہ السلام اور ان کی پہلی بیوی کے درمیان سوال وجواب	۲۲۹
۲۸۴	حضرت اسماعیل علیہ السلام کا اپنی بیوی کو طلاق دینا	۲۳۰
۲۸۵	ناشکری کی وجہ سے طلاق	۲۳۰
۲۸۶	ناشکری بڑی خطرناک چیز ہے	۲۳۱

۲۸۷	آج دنیا میں بہت سارے لوگ خیموں میں زندگی گزار رہے ہیں	۲۳۱
۲۸۸	اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی نورانیت وبرکت	۲۳۱
۲۸۹	ہمارا سلسلہ	۲۳۲
۲۹۰	چھتیس سال تک ایک جگہ بیٹھ کر قرآن سکھانا	۲۳۲
۲۹۱	ڈیڑھ سو (۱۵۰) سال گذرنے کے باوجود کمرے میں نورانیت	۲۳۲
۲۹۲	حضرت اسماعیل علیہ السلام کا دوسرا نکاح	۲۳۳
۲۹۳	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دوبارہ مکہ آنا	۲۳۳
۲۹۴	حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نئی بیوی کے حسن اخلاق	۲۳۳
۲۹۵	شکر گزار عورت	۲۳۳
۲۹۶	گوشت اور پانی میں برکت کی دعا	۲۳۴
۲۹۷	خسر کو اپنی بہو اور بیٹے کے حالات معلوم کرتے رہنا چاہیے	۲۳۴
۲۹۸	مکہ کے کھانے پینے میں برکت کی وجہ	۲۳۴
۲۹۹	روٹی اور چاول کے بغیر صرف گوشت کھالینا	۲۳۵
۳۰۰	دروازے کی چوکھٹ باقی رکھنا	۲۳۵
۳۰۱	حضرت اسماعیل علیہ السلام کے اپنی دوسری بیوی سے سوالات	۲۳۵
۳۰۱	شکر کی وجہ سے طلاق دینے سے منع فرمایا	۲۳۶
۳۰۲	شکر گزاری بہت بڑی نعمت ہے	۲۳۷
۳۰۳	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تیسری مرتبہ مکہ کی حاضری	۲۳۷

۳۰۴	خانۂ کعبہ کی تعمیر	۲۳۷
۳۰۵	نیک کام کرکے فخر اور تکبر نہیں کرنا چاہیے	۲۳۸
۳۰۶	اللہ تعالیٰ کے حکم سے کعبۃ اللہ کی تعمیر اس کے باوجود اس کی قبولیت کی دعا	۲۳۸
۳۰۷	ہر نیک عمل کی قبولیت کی دعا کرتے رہنا چاہیے	۲۳۸
۳۰۸	ذبح والا واقعہ	۲۳۹
۳۰۹	عجیب خواب	۲۴۰
۳۱۰	بڑے کی ملاقات کے لیے	۲۴۱
۳۱۱	اللہ تعالیٰ سے بڑا کون ہوسکتا ہے؟	۲۴۱
۳۱۲	منیٰ میں مسجد الکبش تک لے گئے	۲۴۱
۳۱۳	شیطان مردود کا ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو بہکانے کی کوشش کرنا	۲۴۲
۳۱۴	ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا ایمان افروز جواب	۲۴۲
۳۱۵	کیسے جذبے والی وہ مائیں ہوا کرتی تھیں!	۲۴۳
۳۱۶	شیطان حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس	۲۴۳
۳۱۷	شیطان حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے پاس	۲۴۴
۳۱۸	کنکریوں کا مارنا	۲۴۵
۳۱۹	عظیم باپ کے عظیم بیٹے	۲۴۶
۳۲۰	ہر چیز اللہ تعالیٰ کے حکم کی پابند ہے	۲۴۷
۳۲۱	تکبیرِ تشریق	۲۴۷

۳۲۲	جنتی جانور	۲۴۸
۳۲۳	کمر پر پٹہ باندھنے کی شروعات	۲۴۸
۳۲۴	کمر پر پٹہ باندھنے کی ایک وجہ	۲۴۹
۳۲۵	کمر پر پٹہ باندھنے کی دوسری وجہ	۲۴۹
۳۲۶	گناہ سے بچنے کی برکت	۲۴۹
۳۲۷	کسی کو گناہ سے عار نہ دلاؤ	۲۵۱
۳۲۸	کسی مسلمان کے عیب کے پیچھے نہیں پڑنا چاہیے	۲۵۱
۳۲۹	شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی نصیحت	۲۵۲
۳۳۰	دوسروں کو دھوکہ دینے سے بچو	۲۵۳
۳۳۱	اپنے بھائی کی تکلیف پر خوش نہیں ہونا چاہیے	۲۵۴

حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کا عبرت ناک واقعہ

۳۳۲	مختصر تعارف	۲۵۶
۳۳۳	یہ واقعہ قرآن میں آٹھ (۸) جگہ آیا ہے	۲۵۹
۳۳۴	کاش یہ عورت اپنی خوش نصیبی سے فائدہ اٹھالیتی!	۲۶۰
۳۳۵	حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کا نام	۲۶۰
۳۳۶	حضرت لوط علیہ السلام کا کچھ تعارف	۲۶۰
۳۳۷	حضرت لوط علیہ السلام سدوم شہر میں	۲۶۱

۳۳۸	سدوم والوں کی بعض بری عادتیں	۲۶۱
۳۳۹	بعض بیوی بچے دشمن ہوتے ہیں	۲۶۲
۳۴۰	بیوی کوشوہر کے دینی کاموں میں رکاوٹ نہیں بننا چاہیے	۲۶۳
۳۴۱	قوم کا حضرت لوط علیہ السلام پر زبردستی ایک قانون	۲۶۴
۳۴۲	حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کی جاسوسی کا عجیب طریقہ	۲۶۴
۳۴۳	مہمانوں کا اکرام کرنا چاہیے	۲۶۵
۳۴۴	مسلمانوں کی ایک خوبی	۲۶۵
۳۴۵	ایک صحابی کی مہمان نوازی کا عجیب واقعہ	۲۶۵
۳۴۶	حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کی چند بری عادتیں	۲۶۶
۳۴۷	بوڑھاپے کے باوجود گناہ نہیں چھوڑے	۲۶۶
۳۴۸	گناہ کے کام میں مدد کرنا بھی گناہ ہے	۲۶۷
۳۴۹	حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی ایک خطرناک عادت جو آج عام ہورہی ہے	۲۶۷
۳۵۰	نیکی کرنے والے کی مذاق اڑانے سے ایمان کے خطرے میں پڑجانے کا اندیشہ	۲۶۸
۳۵۱	میرا ایسے غلط کاموں سے کوئی تعلق نہیں ہے	۲۶۹
۳۵۲	ایک اہم نصیحت	۲۷۰
۳۵۳	گناہ سے توبہ کی دعا	۲۷۰
۳۵۴	قومِ لوط پر خطرناک عذاب	۲۷۱

۳۵۵	مجرموں کے نام لکھے ہوئے پتھر	۲۷۳
۳۵۶	عذاب کی وجہ سے آج بھی خوف کا ماحول	۲۷۳
۳۵۷	اللہ نے ایمان والوں کو بچالیا	۲۷۴
۳۵۸	نافرمان بیوی کو ہلاک کردیا	۲۷۴
۳۵۹	نبی کے ساتھ رہنے کی قدر نہ کی تو عذاب نے آ پکڑا	۲۷۶
۳۶۰	جو نصیحت نہیں مانتا اس کے دل پر زنگ لگ جاتا ہے	۲۷۷
۳۶۱	ایک خاص حدیث	۲۷۷

حضرت یوسف علیہ السلام کی والدۂ محترمہ کا پاکیزہ قصہ

۳۶۲	مختصر تعارف	۲۸۰
۳۶۳	زیادہ اولاد یہ نبیوں کا طریقہ ہے	۲۸۲
۳۶۴	زیادہ اولاد کی ترغیب	۲۸۲
۳۶۵	حضرت مولانا رضا اجمیریؒ کی میرے نکاح کے موقع پر ایک جامع دعا	۲۸۳
۳۶۶	خود حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں کثرتِ اولاد	۲۸۳
۳۶۷	سورج اور چاند سے مراد کون؟	۲۸۴
۳۶۸	حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ کے متعلق مختلف اقوال	۲۸۵
۳۶۹	حضرت یوسف علیہ السلام کی پیدائش اور وطن	۲۸۶
۳۷۰	وطن سے دور بھی گھر والوں کی خیر خواہی	۲۸۷

۳۷۱	دیہاتی زندگی سے شہری زندگی	۲۸۷
۳۷۲	دیہات کے رہنے والوں کی سخت مزاجی	۲۸۹
۳۷۳	حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کا شاندار استقبال کیا	۲۹۰
۳۷۴	جدائی کی مدّت	۲۹۰
۳۷۵	مصر میں امن وسکون	۲۹۱
۳۷۶	بچپن کے خواب کی تعبیر پوری ہوئی	۲۹۱
۳۷۷	اولاد کی ترقّی دیکھ کر والدین کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے	۲۹۲
۳۷۸	اولاد والدین کی تکلیف دور کرنے کا ذریعہ بنے	۲۹۲
عزیزِ مصر کی بیوی اور حضرت یوسف علیہ السلام کا حیرت انگیز واقعہ		
۳۷۹	مختصر تعارف	۲۹۴
۳۸۰	حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ ترتیب سے بیان کرنے کی حکمت	۲۹۶
۳۸۱	عجیب خواب! آفتاب وماہتاب گر پڑے قدموں میں	۲۹۷
۳۸۲	عقل مند بھیڑیا	۲۹۸
۳۸۳	وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے!!!	۲۹۸
۳۸۴	حضرت یوسف علیہ السلام کی صحیح قیمت پہچاننے والا	۲۹۹
۳۸۵	زلیخا کے دل میں یوسف علیہ السلام کی محبت کے کچھ ظاہری اسباب	۲۹۹
۳۸۶	یک طرفہ محبت (One Side Love)	۳۰۰

۳۸۷	ایک دل کو ہلا دینے والا واقعہ	۳۰۱
۳۸۸	حضرت یوسف علیہ السلام کو پھسلانے کی خطرناک سازش	۳۰۱
۳۸۹	جانور صرف منہ سے موٹا ہوتا ہے اور انسان منہ اور کان دو راستوں سے موٹا ہوتا ہے	۳۰۲
۳۹۰	زلیخا کا یوسف علیہ السلام کی تعریف کرنا اور آپ علیہ السلام کا جواب	۳۰۲
۳۹۱	بال رکھنے کا سنت طریقہ	۳۰۳
۳۹۲	زلیخا کے دل و دماغ میں خواہش کا نشہ چڑھا ہوا تھا	۳۰۴
۳۹۳	گناہ سے بچنے کا مضبوط ذریعہ	۳۰۵
۳۹۴	نفس کا دھوکا خطرناک ہوتا ہے	۳۰۵
۳۹۵	حضرت یوسف علیہ السلام کی احسان شناسی	۳۰۶
۳۹۶	قرآن کا ایک بہت نازک مرحلہ	۳۰۷
۳۹۷	فرشتے حیرت میں	۳۰۸
۳۹۸	ثواب کمانا بہت آسان ہے	۳۰۹
۳۹۹	حفاظت کا غیبی انتظام	۳۱۰
۴۰۰	عرش کا سایہ نصیب ہوگا	۳۱۱
۴۰۱	تین چیزوں کی پابندی ان شاء اللہ! گناہوں سے حفاظت کا ذریعہ	۳۱۱
۴۰۲	اخلاص کی برکت سے گناہ سے بچنے میں اللہ کی مدد	۳۱۲
۴۰۳	اس کمرے میں ایک بت تھا	۳۱۳

۴۰۵	ٹی وی یعنی سانپوں کا پٹارہ	۳۱۴
۴۰۶	دینی و دنیوی عزت کا مقام گناہ سے روکنے والا ہونا چاہیے	۳۱۴
۴۰۷	گناہ کی جگہ کو چھوڑ دینا چاہیے	۳۱۵
۴۰۸	جمعہ کی نماز کی کوشش کے متعلق حضرت شیخ الہندؒ کا جیل والا واقعہ	۳۱۶
۴۰۹	نبی کسی کی برائی ظاہر نہیں کرتے	۳۱۷
۴۱۰	زلیخا کا حضرت یوسف علیہ السلام پر الزام لگانا	۳۱۷
۴۱۱	غلط تہمت کی صفائی کر دینا نبیوں کا طریقہ ہے	۳۱۸
۴۱۲	عزیزِ مصر کی پریشانی اور سنجیدگی	۳۱۸
۴۱۳	ایسے مواقع پر اللہ کی اپنے نیک بندوں کی مدد	۳۲۰
۴۱۴	چھوٹے بچوں کے سامنے احتیاط کرنا چاہیے	۳۲۰
۴۱۵	دودھ پیتے بچے کی عجیب گواہی	۳۲۱
۴۱۶	آگے سے پھٹا ہوا ہونا (جیسے پینٹ کی چین) یہ مجرموں کی علامت	۳۲۲
۴۱۷	بچپن میں بولنے والے چار بچے	۳۲۳
۴۱۸	خاموش گواہ	۳۲۳
۴۱۹	عورتوں کا مکر	۳۲۴
۴۲۰	شیطان کا جال، عورتوں کی چال	۳۲۵
۴۲۱	عزیزِ مصر کی یوسف علیہ السلام سے معاف کرنے کی اور زلیخا سے معافی مانگنے کی درخواست	۳۲۷

۴۲۲	آخر بات پھیل ہی جاتی ہے	۳۲۸
۴۲۳	چپکے چپکے بات مناسب نہیں	۳۲۹
۴۲۴	مصری عورتوں کے چرچا کی اصل بنیاد	۳۳۰
۴۲۵	زلیخا کو چرچے کا پتا چلنا اور اس کی جوابی چال	۳۳۰
۴۲۶	مہمان کے سامنے پھل رکھنے کا ایک ادب	۳۳۱
۴۲۷	زلیخا کا حضرت یوسف علیہ السلام کو کمرے میں آنے کا حکم دینا	۳۳۱
۴۲۸	یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر مصری عورتوں کا حال، اگر قرآن بیان نہ کرتا تو ہمیں یقین نہ ہوتا!	۳۳۲
۴۲۹	ایک اہم نکتہ	۳۳۳
۴۳۰	اگر میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو مصر کی عورتیں دیکھ لیتیں تو!	۳۳۳
۴۳۱	زلیخا نے طعنوں کا جواب دیا	۳۳۴
۴۳۲	سب کے سامنے گناہ کا اقرار اور کھلم کھلی دھمکی	۳۳۴
۴۳۳	یوسف علیہ السلام نے گناہ کے مقابلے میں قید خانے کو پسند کیا	۳۳۵
۴۳۴	ایک نبی کا عورتوں کے مکر سے ڈر	۳۳۶
۴۳۵	جہالت سے گناہ	۳۳۷
۴۳۶	احسان یا خدمت کے بدلے گناہ بڑی خطرناک بات	۳۳۷
۴۳۷	فتنوں کی جگہوں سے بچنا چاہیے	۳۳۸
۴۳۸	دعا کی قبولیت اور یوسف علیہ السلام جیل میں	۳۳۸

۴۳۹	اللہ سے ہمیشہ عافیت مانگنی چاہیے	۳۳۹
۴۴۰	جیل کی مصیبت حقیقت میں رحمت بن گئی	۳۴۰
۴۴۱	خود بادشاہ کی حضرت یوسف علیہ السلام سے ملنے کی خواہش	۳۴۰
۴۴۲	حضرت یوسف علیہ السلام کی عجیب ہمّت	۳۴۱
۴۴۳	حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا امّت کی خیر خواہی میں ارشاد	۳۴۲
۴۴۴	حضرت یوسف علیہ السلام کے اعلیٰ اخلاق	۳۴۳
۴۴۵	بادشاہ کی مصری عورتوں سے تحقیق	۳۴۳
۴۴۶	عورتوں کا اقرار	۳۴۴
۴۴۷	خود زلیخا کا اقرار	۳۴۴
۴۴۸	آدمی خود اچھا رہے چاہے دنیا والے کچھ بھی کہے	۳۴۵
۴۴۹	کبھی کسی کا احسان نہیں بھولنا چاہیے	۳۴۵
۴۵۰	حقیقت کا اعلان	۳۴۶
۴۵۱	مدرسے کے مال میں خیانت کا ایک عبرت ناک واقعہ	۳۴۷
۴۵۲	تقویٰ کی بدولت عزت	۳۴۸
۴۵۳	حضرت یوسف علیہ السلام کی زلیخا کے ساتھ شادی	۳۵۰
۴۵۴	زلیخا کو اپنے کیے ہوئے کام پر افسوس	۳۵۰
۴۵۵	حضرت یوسف علیہ السلام کی برکت سے زلیخا کی عبادت	۳۵۱

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا ایمان افروز واقعہ (پہلی قسط)

۴۵۶	مختصر تعارف	۳۵۴
۴۵۷	موجودہ دور میں مسلمانوں کی دو اہم فکریں (ٹینشن)	۳۵۶
۴۵۸	ہماری ہر پریشانی کا علاج قرآن میں موجود ہے	۳۵۶
۴۵۹	موجودہ حالات میں ہمارے لیے اِس واقعے میں بہت بڑا سبق	۳۵۷
۴۶۰	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا نام	۳۵۷
۴۶۱	مصر کی حکومت قبطی خاندان میں	۳۵۸
۴۶۲	چار سو سال زائد سے رہنے کے باوجود حقِ شہریت حاصل نہیں	۳۵۸
۴۶۳	فرعون کا خواب	۳۵۸
۴۶۴	فرعون کی حیرانی اور خواب کی تعبیر	۳۵۹
۴۶۵	فرعون کا اپنے درباریوں سے مشورہ	۳۵۹
۴۶۶	بنواسرائیل کے بچوں کو قتل کرنے کا مشورہ	۳۵۹
۴۶۷	ظالم حکمرانوں کا معصوم بچوں کو قتل کرنا فرعون کے زمانے سے چلا آرہا ہے	۳۶۰
۴۶۸	سب بچوں کو قتل کردیں گے تو ہمارا کام کون کرے گا؟	۳۶۰
۴۶۹	حالات کی وجہ سے مشورے بھی بدلنے پڑتے ہیں	۳۶۰
۴۷۰	ایک سال بچوں کو قتل کرنا اور ایک سال قتل نہ کرنا	۳۶۱
۴۷۱	فرعون نے بنی اسرائیل کی حاملہ عورتوں کی فہرست بنوائی	۳۶۱

۴۷۲	ہر زمانے میں اہلِ حق آزمائش میں ہوتے ہیں	۳۶۱
۴۷۳	اللہ تعالیٰ کی طرف سے عجیب حفاظت	۳۶۲
۴۷۴	چیکنگ بھی بڑی سخت تھی	۳۶۲
۴۷۵	غزوۂ خندق کے موقع پر صحابہ کا حال	۳۶۲
۴۷۶	آج کے سخت حالات میں اِس دعا کا بہت اہتمام کرنا چاہیے	۳۶۳
۴۷۷	عام طور پر حاملہ عورت کی حالت	۳۶۴
۴۷۸	امام المفسرین عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت	۳۶۵
۴۷۹	دایہ سے ام موسیٰ کی دوستی ہمارے لیے ایک اہم سبق	۳۶۵
۴۸۰	حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ کی ایک عجیب بات	۳۶۶
۴۸۱	لائٹ بل والے ملازم کے ساتھ حسنِ برتاؤ کا ایک ذاتی واقعہ	۳۶۷
۴۸۲	دایہ نے موسیٰ علیہ السلام کی خدمت کی	۳۶۸
۴۸۳	پیدائش کے وقت موسیٰ علیہ السلام کی آنکھوں کے درمیان سے نور نکلنا اور دایہ پر اس کا اثر	۳۶۸
۴۸۴	محبوبیت کی ایک مثال	۳۶۹
۴۸۵	اگر ہم حقیقت میں اللہ کی عبادت کرنے والے بن جائیں تو!!!	۳۷۰
۴۸۶	اللہ والوں اور نمازیوں کا کٹر ہندؤوں پر اثر: ایک حقیقت	۳۷۰
۴۸۷	جاسوسوں کی آمد	۳۷۱
۴۸۸	موسیٰ علیہ السلام تنور میں اور خدا کی قدرت	۳۷۱

۴۸۹	پولیس کے سامنے ام موسیٰ کی بے خوفی	۳۷۱
۴۹۰	پولیس والے چلے گئے تب موسیٰ علیہ السلام روئے	۳۷۲
۴۹۱	موسیٰ علیہ السلام تین مہینے تک ایک باغ میں، روئے تک نہیں	۳۷۳
۴۹۲	حضرت موسیٰ علیہ السلام تین مہینے کے بعد روئے	۳۷۳
۴۹۳	عورتوں کو اپنے بچوں کو دودھ پلانا چاہیے	۳۷۴
۴۹۴	عورت کا دودھ پتلا؛ لیکن اس کی طاقت !!!	۳۷۴
۴۹۵	دودھ نہ پلانے سے کینسر کے خطرات	۳۷۴
۴۹۶	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو کیسے معلوم ہوا؟	۳۷۵
۴۹۷	دریا میں ڈالنے کا حکم	۳۷۵
۴۹۸	جان بچانے کی تدبیر جان کو خطرے میں ڈالنے والی	۳۷۷
۴۹۹	اللہ کا حکم پورا کرنا اگر کسی کو سیکھنا ہو تو امِ موسیٰ سے سیکھے	۳۷۷
۵۰۰	اللہ کا حکم چھوڑنے کی تدبیر مت کرو	۳۷۷
۵۰۱	اولاد سے اصل شفقت	۳۷۸
۵۰۲	اولاد سے شفقت کا طریقہ	۳۷۸
۵۰۳	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے جذبات	۳۷۹
۵۰۴	بھوک، پیاس اور محتاجگی کا سمندر	۳۷۹
۵۰۵	اللہ کا حکم پورا کرنے کا انعام: عزت کا تاج	۳۸۰

۵۰۶	علم اور دین کی برکت	۳۸۰
۵۰۷	نظامِ کائنات خدا کا حکم پورا کرنے والے کے تابع	۳۸۱
۵۰۸	اللہ کا حکم پورا کرنے والا کبھی ناکام نہیں ہوتا	۳۸۲
۵۰۹	اللہ تعالیٰ کی طرف سے ام موسیٰ کو چار وعدے	۳۸۲
۵۱۰	کمزوروں پر اللہ تعالیٰ کا احسان کا وعدہ	۳۸۳
۵۱۱	اِس آیت کو پڑھنے یا سننے کے وقت دل کی کیفیت	۳۸۴
۵۱۲	امِ موسیٰ کا فرعونی بڑھئی کے پاس صندوق لینے جانا	۳۸۴
۵۱۳	بڑھئی کے سامنے ام موسیٰ کا سچ بولنا	۳۸۴
۵۱۴	بڑھئی کا جاسوسی کے لیے پولیس کے پاس جانا	۳۸۵
۵۱۵	اللہ کی قدرت: بڑھئی پولیس کے سامنے گونگا ہوگیا	۳۸۵
۵۱۶	دوسری مرتبہ جاسوسی کا ارادہ اور خدا کا ڈبل عذاب	۳۸۵
۵۱۷	بڑھئی کا گھڑے میں گر جانا	۳۸۶
۵۱۸	سچی توبہ کی برکت	۳۸۶
۵۱۹	دریائے نیل میں صندوق چھوڑ دیا	۳۸۷
۵۲۰	وسوسہ شیطان کی بڑی طاقت ہے	۳۸۷
۵۲۱	شیطان کا ام موسیٰ کے دل میں وسوسہ ڈالنا	۳۸۸
۵۲۲	شیطان بات کو سنوار کر پیش کرتا ہے	۳۸۸

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اور بہن کا واقعہ (دوسری قسط)

۵۲۳	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کا مختصر تعارف	۳۹۲
۵۲۴	نفع اور نقصان ہر چیز اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہے	۳۹۳
۵۲۵	اللہ تعالیٰ حفاظت کرنے سے تھکتے نہیں ہیں	۳۹۴
۵۲۶	نفاس کے متعلق چند ضروری باتیں	۳۹۵
۵۲۷	ام موسیٰ کو نفاس کا خون نہیں آیا	۳۹۵
۵۲۸	پیٹی کے دریا میں چلے جانے کے سلسلے میں دوسری روایت	۳۹۶
۵۲۹	دریا کے کنارے گہوارہ	۳۹۶
۵۳۰	لکڑی کی پیٹی	۳۹۶
۵۳۱	دنیا دارالاسباب ہے	۳۹۷
۵۳۲	پیٹی کو بہہ جانے سے بچانے کے لیے لمبی رسی	۳۹۷
۵۳۳	عورتوں میں بھولنے کی بیماری زیادہ ہوتی ہے	۳۹۸
۵۳۴	ایک مرد کے مقابلے میں دو عورتوں کی گواہی کی حکمت	۳۹۸
۵۳۵	عورت کی بھول کی سزا بے چارے مرد کو بھگتنی پڑتی ہے	۳۹۸
۵۳۶	ماں کی بے چینی	۳۹۹
۵۳۷	ماں کی شفقت کا عجیب واقعہ	۳۹۹
۵۳۸	موت کے نقشے میں حفاظت کا انتظام	۴۰۰

۵۳۹	دریامیں فرشتے کے ذریعے صندوق کی حفاظت	۴۰۰
۵۴۰	پیٹی دشمن کے محل کی طرف	۴۰۱
۵۴۱	پیٹی فرعون کے محل میں کیسے پہنچی؟	۴۰۱
۵۴۲	پہلی روایت	۴۰۲
۵۴۳	موسیٰ علیہ السلام کی برکت سے فرعون کی بیٹی کا برص کی بیماری سے	۴۰۲
۵۴۴	دوسری روایت	۴۰۲
۵۴۵	یہ بھی چوری ہے	۴۰۳
۵۴۶	فرعون کی خادماؤں کی امانت داری	۴۰۳
۵۴۷	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی محبوبیت: بچہ دیکھتے ہی آسیہ کے دل میں محبت	۴۰۳
۵۴۸	تیسری روایت	۴۰۴
۵۴۹	پردے کے اہتمام کے ساتھ گھر والوں کے ساتھ تفریح ثابت ہے	۴۰۵
۵۵۰	حسنِ معاشرت میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ عمل	۴۰۵
۵۵۱	قتل کرنے والی پولیس آگئی	۴۰۵
۵۵۲	فرعون کی بیوی کی سفارش	۴۰۶
۵۵۳	اللہ تعالیٰ کے عجیب حفاظتی انتظامات!	۴۰۶
۵۵۴	ماں کے دل کی بے قراری ہوتی ہے وہ ماں بننے کے بعد معلوم ہوگی	۴۰۷
۵۵۵	’’فؤاد‘‘ کا مطلب	۴۰۸

۵۵۶	’’فارغا‘‘ کے مختلف مطلب	۴۰۸
۵۵۷	بیٹی کونگرانی کا حکم	۴۰۹
۵۵۸	قابلِ رشک بہن	۴۱۰
۵۵۹	کسی کا دودھ نہ پینے کی حکمت	۴۱۱
۵۶۰	کچھ کے زلزلے میں حفاظتِ خداوندی کا عجیب واقعہ	۴۱۱
۵۶۱	آٹھ دن دودھ کے بغیر	۴۱۲
۵۶۲	موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں لکنت کی ایک روایت	۴۱۲
۵۶۳	ماں کا دودھ اولاد کے لیے بہت بڑی نعمت	۴۱۳
۵۶۴	اللہ کی طرف سے ام موسیٰ کی دل جمعی	۴۱۳
۵۶۵	ایک ضروری سمجھنے کی بات	۴۱۴
۵۶۶	نیکی اور بھلائی میں دوسروں کی رہبری کرنی چاہیے	۴۱۴
۵۶۷	دین خیرخواہی کا نام ہے	۴۱۵
۵۶۸	موسیٰ علیہ السلام کی بہن کی چالاکی	۴۱۵
۵۶۹	’’لہ‘‘ کی ضمیر کا مرجع	۴۱۵
۵۷۰	حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ کے پاس	۴۱۶
۵۷۱	فرعون کا سوال اور امِ موسیٰ کا جواب	۴۱۷
۵۷۲	اللہ پر توکل کا بدلہ	۴۱۸

۵۷۳	اگر ہم ان کو نہ سنبھالتے تو!!!	۴۱۸
۵۷۴	صبر اور ایمان کی برکت سے دل کا جماؤ	۴۱۹
۵۷۵	گھر کے نظام کو اچھا بنانے کے لیے دلوں کا جوڑ بہت ضروری ہے	۴۱۹
۵۷۶	ساس انتقام کا جذبہ نہ رکھے	۴۱۹
۵۷۷	تنظیموں اور کمیٹیوں کے لیے بھی دلوں میں جوڑ ضروری ہے	۴۲۰
۵۷۸	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ پر اللہ تعالیٰ کے خصوصی انعامات	۴۲۱
۵۷۹	فرعون کے محل میں رہ کر دودھ پلانے پر آسیہ کا اصرار	۴۲۱
۵۸۰	آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں عجیب بات ارشاد فرمائی	۴۲۲
۵۸۱	دودھ کی مدت پوری ہونے کے بعد شاہی محل میں واپسی	۴۲۳
۵۸۲	خلاصہ	۴۲۳
۵۸۳	آج بھی کعبہ کو صنم خانے سے پاسباں مل سکتے ہیں ؛ مگر!!!	۴۲۴

اجمالی فہرست

۱	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیوی حضرت صفورا رضی اللہ عنہا کا واقعہ	۴۱
۲	فرعون کی بیوی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا ایمان تازہ کرنے والا واقعہ	۹۵
۳	بنی اسرائیل کی مظلوم عورتوں کا واقعہ	۱۱۵
۴	سورۂ کہف میں آیا ہوا ایک لڑکے کی ماں کا قصہ	۱۲۷
۵	سبا کی رانی: بلقیس کا عجیب واقعہ (حصہ: اول)	۱۵۱
۶	سبا کی رانی: بلقیس کا عجیب واقعہ (حصہ: دوم)	۱۸۷
۷	حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی کی قربانی اور وفاداری کا عجیب واقعہ	۲۲۱
۸	حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی کا عجیب واقعہ	۲۵۷
۹	حضرت عمران کی بیوی کا اور ان کی لڑکی حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی پیدائش کا عجیب واقعہ	۲۹۹
۱۰	حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا عجیب واقعہ (پہلی قسط)	۳۱۹
۱۱	حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا عجیب واقعہ (دوسری قسط)	۳۴۷
۱۲	حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا عجیب واقعہ (تیسری قسط)	۳۷۴
۱۳	ایک عورت کا ایمان تازہ کرنے والا واقعہ (پہلی قسط)	۳۹۹
۱۴	ایک عورت کا ایمان تازہ کرنے والا واقعہ (دوسری قسط)	۴۲۹

تفصیلی فہرست

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر
	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیوی حضرت صفورا رضی اللہ عنہا کا واقعہ	
۱	مختصر تعارف	۴۲
۲	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ ہمارے لیے ایک سبق	۴۴
۳	مظلوموں کی مدد کرنی چاہیے	۴۵
۴	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مصر سے مدین کی طرف روانگی	۴۶
۵	فرشتے کا رہبر بننا	۴۷
۶	سفرِ بامشقت	۴۸
۷	مدین شہر	۴۸
۸	موسیٰ علیہ السلام کا دو بے سہارا عورتوں کی مدد کرنا	۴۹
۹	اپنے مفاد کے لیے کمزوروں پر ظلم اور حق تلفی	۴۹
۱۰	مدین کے کنویں کے قریب دو باحیا لڑکیاں	۵۰
۱۱	انبیاء علیہم السلام اپنی امت کے لیے دنیوی بھلائی کی بھی فکر کرتے ہیں	۵۰
۱۲	آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے سہاروں کی مدد فرماتے تھے	۵۱
۱۳	ضعیفوں کی خدمت نجات کا ذریعہ ہے	۵۲

۱۴	خسر کی خدمت کا عجیب واقعہ	۵۲
۱۵	بھیڑ بھاڑ کے موقع پر ان دونوں عورتوں کا پاکیزہ طرزِ عمل	۵۴
۱۶	بے پردگی کی نحوست	۵۴
۱۷	آج کی شادیاں انتخابی میلے	۵۵
۱۸	کالجوں میں ہونے والی خرابیاں	۵۵
۱۹	مدین کی ان دو بہنوں کی مجبوری	۵۶
۲۰	ایک مہلک چیز عورتوں کا ملازمت (Job) کرنا	۵۷
۲۱	عورتیں ہوں تو ایسی!	۵۸
۲۲	دل کو ہلا دینے والے دو واقعے	۵۹
۲۳	دوسرا واقعہ علاج و معالجہ کی لائن سے فتنہ	۶۰
۲۴	پیغمبرانہ جذبۂ خدمت	۶۱
۲۵	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برکت کا ظہور	۶۱
۲۶	پاک دامنی کا عجیب نمونہ	۶۲
۲۷	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مثالی پاک دامنی	۶۲
۲۸	خدمت محض اللہ کے لیے	۶۳
۲۹	ہمارا عمل اخلاص سے بھرا ہوا ہو	۶۳
۳۰	سوال اللہ ہی سے ہو	۶۳
۳۱	ایک اہم تنبیہ	۶۴

۳۲	سالی بہنوئی کے لیے نامحرم ہے	۶۵
۳۳	ایک عبرت ناک واقعہ: سالی کے ساتھ ناجائز تعلقات نے گھر اجاڑ دیا	۶۵
۳۴	حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دونوں لڑکیوں پر دو احسان کیے	۶۶
۳۵	اولاد کی نگرانی	۶۶
۳۶	ہماری اولاد کی دوستی کن لوگوں سے ہے اس کی نگرانی رہے	۶۷
۳۷	کام پورا ہوجائے تو جلدی گھر واپس آجانا چاہیے	۶۸
۳۸	احسان کرنے والے کو اس کا بدلہ دینا چاہیے	۶۸
۳۹	ایک لڑکی کو بھیجنے کی وجہ	۶۹
۴۰	اللہ تعالیٰ کو کیسی چال پسند ہے؟	۷۰
۴۱	عورت کی سب سے بڑی خوبی حیا ہے	۷۰
۴۲	شادی کے لیے چھوٹی بڑی کرتے رہنا	۷۱
۴۳	عورتیں ضرورت کے وقت گھر سے کس طرح نکلیں؟	۷۲
۴۴	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حیا	۷۳
۴۵	مجبوری کے وقت پرائے مرد سے بات کرنے کا طریقہ	۷۳
۴۶	عامل یا پیر صاحب سے تعلق کا ایک بہترین طریقہ	۷۴
۴۷	خوب صورت جوان کا تنہائی میں آنا اور مریم رضی اللہ عنہا کا طرزِ عمل	۷۵
۴۸	بے احتیاطی کا ایک واقعہ	۷۵
۴۹	دوسرا دردناک واقعہ	۷۶

۵۰	ایک تیسرا واقعہ	۷۶
۵۱	عورتوں کے سامنے ظاہری اچھے عنوان سے بھی بعض فتنے	۷۶
۵۲	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پاکیزگی	۷۷
۵۳	محسن کو خود بلوانا شرافت کی علامت	۷۸
۵۴	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حضرت شعیب علیہ السلام سے ملاقات	۷۸
۵۵	اللہ سے موسیٰ علیہ السلام کا جو سوال تھا کیسے پورا ہوا؟	۷۹
۵۶	موسیٰ علیہ السلام اور شعیب علیہ السلام دونوں کا کمالِ اخلاص	۷۹
۵۷	ابتدائی گفتگو اور کھانے کے بعد مسئلہ قیام کا مستقل حل	۸۰
۵۸	نوکر کے اندر کونسی خوبیاں ہونی چاہیے؟	۸۰
۵۹	نوکر سے پردہ ضروری ہے	۸۱
۶۰	تین آدمی انسان کو صحیح پہچاننے والے	۸۲
۶۱	حضرت شعیب علیہ السلام کی عجیب فراست	۸۳
۶۲	دین داری دیکھ کر شادی کرنی چاہیے	۸۳
۶۳	جس کے دل میں اللہ کا خوف ہوگا وہ بیوی کے حقوق ادا کرے گا	۸۴
۶۴	شادی کا پیغام کون دیوے؟	۸۴
۶۵	رشتہ طے کرنے میں مشفق والدین کو ہی آگے رکھو	۸۶
۶۶	خود انتخاب کرنا مستقبل میں بڑے نقصان کا ذریعہ بن سکتا ہے: معاشقے والی شادی میں خیر و برکت نہیں	۸۷

۶۷	انٹرنیٹ اور موبائل کی نحوست	۸۸
۶۸	تین کاموں میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے	۸۹
۶۹	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شادی	۹۰
۷۰	انبیا علیہم السلام حق داروں کو زیادہ دیتے ہیں	۹۱
۷۱	معاملات کے موقع پر اللہ کو یاد رکھو	۹۱
۷۲	نوکروں کے حقوق	۹۱
۷۳	سسرال میں داماد کا قیام	۹۲
۷۴	خسر کی طرف سے داماد کو کچھ دینا	۹۲
۷۵	حلال طریقہ سے ضروریات کی تکمیل میں پیغمبروں کا طریقہ	۹۲
۷۶	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مصر کی طرف روانگی	۹۳
	حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا ایمان تازہ کرنے والا واقعہ	
۷۷	مختصر تعارف	۹۶
۷۸	فرعون کے کارنامے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت	۹۷
۷۹	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بچپن کا واقعہ	۹۸
۸۰	چہرے پر نیکی یا گناہ کے اثرات	۹۹
۸۱	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چہرے کی نورانیت	۱۰۰
۸۲	حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنا بیٹا بنالیا	۱۰۰

۸۳	عورتوں کی ضد میں عجیب طاقت	۱۰۱
۸۴	عورتیں اپنی ضد کو دینی امور میں استعمال کریں	۱۰۱
۸۵	انسان کی زبان سے نکلنے والا ایک جملہ جس پر ایمانی نوازش یا ایمان سے محرومی کا فیصلہ ہوتا ہے	۱۰۲
۸۶	جو کچھ بولو سوچ کر بولو	۱۰۳
۸۷	ایک عورت کی بد دعا کا واقعہ	۱۰۳
۸۸	حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا ایک اچھا جملہ اللہ تعالیٰ کو پسند آیا	۱۰۵
۸۹	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جادوگروں سے مقابلہ	۱۰۵
۹۰	حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا پر فرعون کا ظلم	۱۰۶
۹۱	اللہ ہم سب کو حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا جیسا ایمان نصیب فرمائے	۱۰۶
۹۲	حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا مثالی ایمان	۱۰۷
۹۳	وہ عورت جس پر دنیا میں ملائکہ سایہ کرتے تھے	۱۰۷
۹۴	وہ عورت جس نے دنیا میں جنت کے محل کا مشاہدہ کیا	۱۰۸
۹۵	حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا حسنِ خاتمہ	۱۰۸
۹۶	حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی تین زبردست دعائیں	۱۰۹
۹۷	حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا عشقِ الٰہی میں مقام	۱۱۰
۹۸	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح	۱۱۱
۹۹	ایک لطیفہ	۱۱۲

۱۰۰	حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی دعا ہم سب کے لیے سبق ہے	۱۱۲
۱۰۱	ایک مشاہدہ	۱۱۳
۱۰۲	اپنے ایمانی اعمال کی فکر کرو	۱۱۳
۱۰۳	ہم گناہوں سے بچیں اور اللہ کو راضی کریں	۱۱۳
	بنی اسرائیل کی مظلوم عورتوں کا واقعہ	
۱۰۴	درسِ عبرت	۱۱۶
۱۰۵	ایمان اور حالات	۱۱۸
۱۰۶	مؤمن کے لیے بھلائی اور برائی دونوں نعمت	۱۱۹
۱۰۷	حکومت کا نشہ	۱۲۰
۱۰۸	بچوں کے قتل کی پہلی وجہ	۱۲۱
۱۰۹	بچوں کے قتل کی دوسری وجہ	۱۲۲
۱۱۰	اپنی کرسی بچانے کے لیے معصوم بچوں کا قتل	۱۲۳
۱۱۱	بنی اسرائیل کی عورتوں کو زندہ رکھنے کی وجہ	۱۲۳
۱۱۲	عورتوں سے مراد؟	۱۲۴
۱۱۳	عورتوں کو زندہ رکھنے میں آزمائش کا مطلب	۱۲۴
۱۱۴	بچوں کو قتل کرنے کا ظلم دو مرتبہ ہوا	۱۲۴
۱۱۵	اولاد کو قتل کرنے کی ایک شکل	۱۲۵

۱۱۶	اس واقعے سے سیکھنے کی باتیں اور نصیحتیں	۱۲۶

سورۂ کہف میں آیا ہوا ایک لڑکے کی ماں کا قصہ

۱۱۷	مختصر تعارف	۱۲۸
۱۱۸	اقتباس	۱۲۸
۱۱۹	اس بچے کی ماں کا نام	۱۳۰
۱۲۰	ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے	۱۳۰
۱۲۱	کافروں کی خوش نصیب اولاد: اہلِ جنّت کے خادم	۱۳۱
۱۲۲	واقعہ کا پس منظر	۱۳۱
۱۲۳	حضرت خضر علیہ السلام کا اس لڑکے کو قتل کر دینا	۱۳۲
۱۲۴	اس لڑکے کو کیسے قتل کیا؟ مفسرین کے اقوال	۱۳۲
۱۲۵	کیا معصوم بچے کو قتل کرنا جائز ہے؟ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال	۱۳۳
۱۲۶	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا جواب	۱۳۳
۱۲۷	قتل کی حکمت	۱۳۳
۱۲۸	بچوں کی محبت میں خلافِ شرع کام نہیں کرنا چاہیے	۱۳۴
۱۲۹	اس بچے کی بعض بری عادتیں: بڑا شرارتی اور لوگوں کا مال لوٹ لیتا تھا	۱۳۴
۱۳۰	لوگ اس کے لیے اور اس کے والدین کے لیے بددعا کرتے تھے	۱۳۵

۱۳۱	اس کے والدین کی غلط طرف داری	۱۳۶
۱۳۲	بچے کی غلط طرف داری نہیں کرنی چاہیے	۱۳۶
۱۳۳	انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو؛ چاہے کوئی بھی ہو	۱۳۶
۱۳۴	اگر بچے کے غلط رویے کی طرف داری کی تو!!!	۱۳۷
۱۳۵	غلط طرف داری کا نتیجہ: ایک واقعہ	۱۳۷
۱۳۶	اس بچے کے قتل کی وجہ سے والدین غمگین	۱۳۸
۱۳۷	اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندے کے لیے بہتر فیصلہ فرماتے ہیں	۱۳۸
۱۳۸	بچپن میں انتقال والدین کو جنّت میں لے جانے کا ذریعہ ہے	۱۳۹
۱۳۹	بزرگوں کا حال	۱۴۰
۱۴۰	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اعتراض	۱۴۰
۱۴۱	بچے کو تو قصاص میں بھی قتل کرنا جائز نہیں	۱۴۰
۱۴۲	”نُکْرًا، اِمْرًا“ ان دونوں میں زیادہ سخت لفظ کونسا؟	۱۴۱
۱۴۳	اس بچے کو قتل کرنے کا راز	۱۴۲
۱۴۴	اس بچے کے والدین پر اللہ تعالیٰ کا انعام	۱۴۲
۱۴۵	تقریباً ستر (۷۰) پیدا ہوئے	۱۴۳
۱۴۶	کافروں کے ساتھ رہنے کے سلسلے میں شریعت کی پاکیزہ تعلیمات	۱۴۴
۱۴۷	آج کے نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کا حال	۱۴۵
۱۴۸	دین و مذہب کے معاملے میں غیر مسلموں سے احتیاط	۱۴۵

۱۴۹	والدین کا نیک ہونا اولاد کے نیک ہونے کا ذریعہ	۱۴۶
۱۵۰	ایمان والوں کے چھ(۶)اوصاف	۱۴۶
۱۵۱	ان چھ اوصاف پر اللہ تعالیٰ کا عظیم وعدہ	۱۴۷
۱۵۲	ہر چیز کی حکمت نبیوں کو معلوم ہو جائے ضروری نہیں	۱۴۸
۱۵۳	خلاصۂ کلام	۱۴۸
۱۵۴	ایک عبرت ناک واقعہ	۱۴۹
سبا کی رانی: بلقیس کا عجیب واقعہ (حصہ: اول)		
۱۵۵	مختصر تعارف	۱۵۲
۱۵۶	آیات کا ترجمہ مع فوائد	۱۵۳
۱۵۷	کُل چوبیس آیتوں میں واقعہ ذکر کیا گیا ہے	۱۵۵
۱۵۸	واقعہ شروع کرنے سے پہلے چند ضروری باتیں	۱۵۶
۱۵۹	’’سَبا‘‘ کا تعارف	۱۵۶
۱۶۰	سبا کون تھا؟	۱۵۷
۱۶۱	بلقیس کے خاندان کا تعارف	۱۵۷
۱۶۲	بلقیس کے باپ کا نکاح ایک جنّی عورت سے	۱۵۸
۱۶۳	اس جنی عورت کا نام؟	۱۵۸
۱۶۴	’’جنّ‘‘ سے شادی کرنے کا مسئلہ	۱۵۸

۱۶۵	ایک بہت ہی اہم بات	۱۵۹
۱۶۶	آج کا بگڑا معاشرہ جو جانوروں سے جنسی تعلقات رکھتا ہے	۱۵۹
۱۶۷	قرآن کا فرمان	۱۵۹
۱۶۸	انسان کی جنسی ضرورت انسان ہی سے پورا ہونا بھی ایک بہت بڑی نعمت ہے	۱۶۰
۱۶۹	’’کُفُو‘‘ کا مسئلہ اور اہمیت	۱۶۱
۱۷۰	انٹرنیٹ پر جوڑے کا انتخاب ایک نقصان دینے والا عمل	۱۶۲
۱۷۱	ماں کے جنّی ہونے کا اثر بلقیس میں	۱۶۲
۱۷۲	ماحول کا اثر انسان کو ایمان سے بھی محروم کر دیتا ہے	۱۶۳
۱۷۳	ملکہ بلقیس اور اس کی پارلمینٹ	۱۶۳
۱۷۴	ملکہ بلقیس کا لشکر	۱۶۳
۱۷۵	عالی شان محل اور تخت	۱۶۴
۱۷۶	تخت کی مقدار	۱۶۴
۱۷۷	حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر	۱۶۵
۱۷۸	حضرت سلیمان علیہ السلام کا سفرِ مکہ	۱۶۵
۱۷۹	سلیمان علیہ السلام کی سیدنا حضرت محمد ﷺ کے متعلق پیشین گوئی	۱۶۶
۱۸۰	حضرت سلیمان علیہ السلام مکہ سے یمن کی طرف	۱۶۷
۱۸۱	ہدہد کا تعارف	۱۶۷

۱۸۲	ہدہد کہاں ہے؟	۱۶۸
۱۸۳	حاضری کی اہمیت	۱۶۹
۱۸۴	ماتحتوں کی نگرانی رکھنی چاہیے	۱۶۹
۱۸۵	کوتاہی کی نسبت اپنی طرف	۱۶۹
۱۸۶	ماتحتوں کو سزا	۱۷۰
۱۸۷	نبی کے اعلیٰ اخلاق	۱۷۰
۱۸۸	حضرت سلیمان علیہ السلام کونسی سزا دینے کی دھمکی دی تھی؟	۱۷۱
۱۸۹	ہدہد کی حاضری اور عاجزی	۱۷۱
۱۹۰	جو اپنی غلطی کا اقرار کرلے اس کو معاف کردینا چاہیے	۱۷۲
۱۹۱	یقینی خبر	۱۷۲
۱۹۲	چھوٹوں کی بات بھی سننی چاہیے	۱۷۲
۱۹۳	پرندوں کو بھی یہ علم تھا کہ اللہ کے نبی عالم الغیب نہیں ہوتے	۱۷۳
۱۹۴	وہ یقینی خبر کیا تھی؟	۱۷۳
۱۹۵	بلقیس اور سلیمان علیہ السلام کی حکومت میں فرق	۱۷۳
۱۹۶	بلقیس کی حکومت	۱۷۵
۱۹۷	سزا سے بچنے کے لیے چھوٹوں کی عادت	۱۷۵
۱۹۸	ماتحتوں کی بات کا امتحان لینا چاہیے	۱۷۶
۱۹۹	خط کے ذریعے دین کی دعوت نبیوں کا مبارک عمل	۱۷۶

۲۰۰	آپ ﷺ نے بھی بادشاہوں کے نام خط لکھے	۱۷۶
۲۰۱	دین کی دعوت کے لیے انٹرنیٹ کا بھرپور استعمال کرنا چاہیے	۱۷۷
۲۰۲	جب کسی کو کہیں بھیجیں تو اس کو آداب سکھا کر روانہ کرنا چاہیے۔	۱۷۷
۲۰۳	وہ کیا جواب دیتے ہیں؟	۱۷۸
۲۰۴	بیٹی کو سسرال بھیجے تو اس کو نصیحت کر کے بھیجنا چاہیے	۱۷۹
۲۰۵	ہدہد کا عجیب طریقے سے محل میں داخل ہونا	۱۷۹
۲۰۶	سورج کو سجدہ	۱۸۰
۲۰۷	سورج نکلنے کے وقت نماز پڑھنے کی ممانعت کی وجہ	۱۸۰
۲۰۸	بلقیس کی حیرانگی	۱۸۰
۲۰۹	خط کا مضمون	۱۸۱
۲۱۰	مشورے کے لیے ہنگامی مجلس (Emergency meeting)	۱۸۱
۲۱۱	کافرہ عورت کے نزدیک مشورے کی اہمیت !!!	۱۸۱
۲۱۲	ماتحتوں سے بھی مشورہ لینا چاہیے	۱۸۲
۲۱۳	بلقیس کی زبان سے خط کی تعریف	۱۸۲
۲۱۴	’’کِتابٌ کَرِیْمٌ‘‘ کہنے کی حکمتیں	۱۸۲
۲۱۵	خط پر مہر لگانا	۱۸۳
۲۱۶	نرم انداز میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت	۱۸۴
۲۱۷	میسیج وغیرہ اچھے لکھنے چاہیے	۱۸۴

۲۱۸	خط، میسیج وغیرہ میں اپنا نام لکھنا چاہیے	۱۸۴
۲۱۹	بے ادبی کا خطرہ نہ ہو تو اللہ کا نام بھی لکھنا چاہیے	۱۸۵
۲۲۰	خط میں مختصر بات	۱۸۶

ملکہ بلقیس کا عجیب واقعہ (حصہ:۲)

۲۲۱	اقتباس: قرآن کی طاقت کا کیا حال ہوگا؟	۱۸۸
۲۲۲	گذشتہ سے باقی بات	۱۸۹
۲۲۳	بلقیس کا سرداروں سے مشورہ طلب کرنا	۱۸۹
۲۲۴	سرداروں کا جواب	۱۹۰
۲۲۵	بڑوں کے سامنے ہمت والا جواب دینا چاہیے	۱۹۱
۲۲۶	جوان لڑکیوں کو ایک اہم نصیحت	۱۹۱
۲۲۷	امیر کسی کی رائے کا پابند نہیں ہے	۱۹۱
۲۲۸	بلقیس کا عقل مندی والا فیصلہ	۱۹۲
۲۲۹	بادشاہوں کی عادت	۱۹۳
۲۳۰	حضرت سلیمان علیہ السلام کے امتحان کا ارادہ	۱۹۳
۲۳۱	بلقیس کی چالاکی	۱۹۴
۲۳۲	بلقیس کے تحفوں کی تفصیل	۱۹۴
۲۳۳	عورتوں کا مردوں کے کپڑے پہننا پرانی فیشن	۱۹۵

۲۳۴	نبوی فراست سے جان لیا کہ لڑکے کون ہیں اور لڑکیاں کون؟	۱۹۵
۲۳۵	پہلی نشانی	۱۹۵
۲۳۶	دوسری نشانی	۱۹۶
۲۳۷	ہدیے سے آپس میں محبت بڑھتی ہے	۱۹۶
۲۳۸	غلط مقصد کے لیے ہدیہ	۱۹۶
۲۳۹	کافر کا ہدیہ قبول کرنا؟	۱۹۷
۲۴۰	سونے چاندی کا راستہ اور دوسری عجیب تیاریاں	۱۹۷
۲۴۱	بلقیس کے قاصدوں کی مرعوبیت	۱۹۸
۲۴۲	تحفے دیکھ کر حضرت سلیمان علیہ السلام کا جواب	۱۹۹
۲۴۳	بلقیس کی آپ علیہ السلام کے پاس آنے کی تیاریاں	۲۰۰
۲۴۴	ہوا میں دھول اڑتی ہوئی نظر آئی	۲۰۱
۲۴۵	سامنے والے پر شروع ہی میں اچھا اثر ڈالنا چاہیے	۲۰۱
۲۴۶	سسرال میں جانے والی بہنوں کو ایک قیمتی نصیحت	۲۰۱
۲۴۷	کون تخت لائے گا؟	۲۰۲
۲۴۸	ایک راکشش کا جواب	۲۰۲
۲۴۹	اس جن کا نام	۲۰۳
۲۵۰	کتنی دیر میں لاؤ گے؟	۲۰۳
۲۵۱	کام کرنے والے کی دو اہم صفات	۲۰۴

۲۵۲	ایک عالم کی طرف سے پیش کش	۲۰۴
۲۵۳	آسمانی کتاب کی برکت	۲۰۴
۲۵۴	یہ کون انسان تھے؟	۲۰۵
۲۵۵	ان کے پاس کیا علم تھا؟	۲۰۵
۲۵۶	اسمِ اعظم کیا ہے؟	۲۰۶
۲۵۷	ہر موقع پر نماز پڑھ کر اللہ سے مدد مانگنی چاہیے	۲۰۷
۲۵۸	پلک جھپکنے سے پہلے تخت حاضر	۲۰۷
۲۵۹	قرآن کی طاقت کا کیا حال ہوگا!!!	۲۰۷
۲۶۰	ایسے موقع پر کیا بولنا چاہیے؟	۲۰۸
۲۶۱	نعمت کا شکر ادا کرنے والے بنیں	۲۰۸
۲۶۲	شکر سے نعمت بڑھتی ہے	۲۰۸
۲۶۳	امتحان کی غرض سے تخت میں تبدیلی	۲۰۹
۲۶۴	جناتوں کا ڈر اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو بلقیس کے ساتھ نکاح سے روکنے کی چال	۲۱۰
۲۶۵	پاگل اور پیر گدھے جیسے	۲۱۰
۲۶۶	تحقیق کے بغیر کسی کی بات نہیں مان لینی چاہیے	۲۱۱
۲۶۷	کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے؟	۲۱۱
۲۶۸	بلقیس کی الجھن اور عاقلانہ جواب	۲۱۱

۲۶۹	’’وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ‘‘ کی دوسری توجیہ	۲۱۲
۲۷۰	’’وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ‘‘ کے دو مطلب	۲۱۲
۲۷۱	گندے ماحول کا اثر	۲۱۳
۲۷۲	دوسری بات کا امتحان	۲۱۳
۲۷۳	شیشے کا محل	۲۱۴
۲۷۴	دونوں پنڈلیاں کھول دیں	۲۱۴
۲۷۵	مخطوبہ کو دیکھنا جائز ہے	۲۱۵
۲۷۶	نظر کی غلطی	۲۱۵
۲۷۷	شروع میں بلقیس کی بدگمانی	۲۱۵
۲۷۸	ایمان کا اعلان	۲۱۶
۲۷۹	صحیح بات سامنے آوے تو قبول کر لینی چاہیے	۲۱۶
۲۸۰	ایمان لانا بہت بڑی عقل مندی کی علامت ہے	۲۱۷
۲۸۱	’’مع سلیمان‘‘ کا دل نشین نکتہ	۲۱۷
۲۸۲	بال صاف کرنے کے لیے پاوڈر کا سب سے پہلا استعمال	۲۱۷
۲۸۳	بلقیس کی یمن واپسی اور اس کے لیے قلعے کی تعمیر	۲۱۸
۲۸۴	آپ ﷺ کا جانوروں سے بات کرنا	۲۱۹
۲۸۵	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک کرامت: یا سارية! الجبل	۲۱۹
۲۸۶	حضرت سلیمان علیہ السلام کے انتقال کے بعد حکومت ختم	۲۲۰

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی کی قربانی کا عجیب واقعہ

۲۸۷	مختصر تعارف	۲۲۲
۲۸۸	حضرت لیّا رضی اللہ عنہا کا حضرت ایوب علیہ السلام سے نکاح	۲۲۴
۲۸۹	حضرت لیّا رضی اللہ عنہا ایک نبی اور بادشاہ کی بیٹی	۲۲۴
۲۹۰	دین اور دنیا دونوں ملنا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے	۲۲۵
۲۹۱	حضرت لیّا رضی اللہ عنہا کی آزمائش	۲۲۶
۲۹۲	واقعہ سنانے کا مقصد	۲۲۶
۲۹۳	آزمائش کی ابتدا	۲۲۷
۲۹۴	سب سے زیادہ آزمائش انبیائے کرام کی	۲۲۷
۲۹۵	عافیت کی ایک دعا	۲۲۷
۲۹۶	عافیت کا مطلب	۲۲۸
۲۹۷	حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری	۲۲۸
۲۹۸	زبان اور دل بیمار نہیں تھے	۲۲۹
۲۹۹	بیماری میں عام طور پر کوئی کام نہیں آتا	۲۲۹
۳۰۰	مصیبت کے وقت لوگ پہچانے جاتے ہیں	۲۳۰
۳۰۱	محتاجوں کی مدد کرنا بڑا ثواب کا کام ہے	۲۳۰
۳۰۲	عجیب آزمائش	۲۳۰

۳۰۳	قرآن میں حضرت ایوب علیہ السلام کی تعریف	۲۳۱
۳۰۴	حضرت ایوب علیہ السلام اٹھارہ سال بیماری میں رہے	۲۳۱
۳۰۵	لیّا کا سوال اور حضرت ایوب علیہ السلام کا عجیب جواب	۲۳۲
۳۰۶	حضرت لیّا رضی اللہ عنہا کی خدمت	۲۳۲
۳۰۷	عورت کی خوبی	۲۳۳
۳۰۸	خدمت کرنے والی عورت سے اللہ تعالیٰ راضی رہتے ہیں	۲۳۳
۳۰۹	بیوی کی وفاداری کا ایک واقعہ	۲۳۴
۳۱۰	حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی بیوی کا واقعہ	۲۳۵
۳۱۱	حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ کی آپ سے محبت	۲۴۱
۳۱۲	حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت کی برکت	۲۴۲
۳۱۳	حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ کا مقام	۲۴۳
۳۱۴	حضرت لیّا رضی اللہ عنہا کی خوب صورتی	۲۴۴
۳۱۵	غریبی میں بال بھی بیچنے پڑے	۲۴۴
۳۱۶	بدن کا کوئی حصہ بیچنا جائز نہیں	۲۴۵
۳۱۷	بال کٹوانا درست نہیں ہے	۲۴۵
۳۱۸	شیطان کا حضرت لیّا رضی اللہ عنہا کو بہکانا	۲۴۶
۳۱۹	حضرت ایوب علیہ السلام کی ایمانی غیرت اور قسم	۲۴۷
۳۲۰	نبیوں کو شرک سے بے انتہا نفرت ہوتی ہے	۲۴۸

۳۲۱	نبی کی بیوی کیسی وفادار ہوتی ہے	۲۴۸
۳۲۲	حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا	۲۴۹
۳۲۳	تکلیف دور کرنے کی دعا	۲۴۹
۳۲۴	حضرت ایوب علیہ السلام کو شفا	۲۵۰
۳۲۵	سونے کی ٹڈیاں	۲۵۱
۳۲۶	کھیتوں میں برکت	۲۵۲
۳۲۷	اولاد بھی واپس مل گئی	۲۵۳
۳۲۸	قسم کیسے پوری ہوئی؟	۲۵۳
۳۲۹	عورت میں کیسی صفات ہونی چاہیے	۲۵۴
۳۳۰	حضرت ایوب کی بیماری کے متعلق ایک خاص وضاحت	۲۵۵
۳۳۱	کیا یہ اسرائیلیات مقبول ہے؟	۲۵۶
۳۳۲	خلاصۂ کلام	۲۵۶

حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی کا عجیب واقعہ

۳۳۳	مختصر تعارف	۲۵۸
۳۳۴	قرآن میں حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی کا قصہ	۲۶۰
۳۳۵	اللہ بڑھاپے میں بھی اولاد دے سکتا ہے	۲۶۱
۳۳۶	اللہ جو چاہتا ہے وہ پورا ہو کر رہتا ہے	۲۶۱

۳۳۷	دعا اللہ کی رحمت بندوں کی طرف کھینچتی ہے	۲۶۱
۳۳۸	حضرت زکریا علیہ السلام اور ان کی بیوی کے اوصاف	۲۶۱
۳۳۹	اَصۡلَحۡنَا لَهٗ زَوۡجَهٗ کا ایک مطلب	۲۶۲
۳۴۰	دنیا کی سب سے بڑی دولت	۲۶۲
۳۴۱	وَاَصۡلَحۡنَا لَهٗ زَوۡجَهٗ کا دوسرا مطلب	۲۶۳
۳۴۲	اَصۡلَحۡنَا لَهٗ زَوۡجَهٗ کا تیسرا مطلب	۲۶۳
۳۴۳	نیک کام میں جلدی کرنے والے	۲۶۳
۳۴۴	اللہ تعالیٰ کو شوق اور ڈر کے ساتھ پکارنے والے	۲۶۴
۳۴۵	خشوع کرنے والے	۲۶۴
۳۴۶	کامیاب مؤمنین	۲۶۵
۳۴۷	خشوع کا مطلب	۲۶۵
۳۴۸	بیوی کے بانجھ ہونے کے باوجود حضرت زکریا علیہ السلام کا صبر	۲۶۶
۳۴۹	دعا کی برکت سے نیک بیٹا	۲۶۶
۳۵۰	بے موسم پھل	۲۶۶
۳۵۱	حضرت زکریا علیہ السلام کی امید کی نئی کرن	۲۶۷
۳۵۲	کیا دعا مانگی؟	۲۶۷
۳۵۳	عورت کی ایک خداداد شرافت	۲۶۸
۳۵۴	دعا کا ایک ادب	۲۶۸

۳۵۵	دعا آہستہ آہستہ مانگنی چاہیے	۲۶۹
۳۵۶	دعا کا دوسرا ایک ادب	۲۶۹
۳۵۷	اللہ کے یہاں ٹوٹے دل کی قدر	۲۷۰
۳۵۸	اللہ سے ناامید نہیں ہونا چاہیے	۲۷۰
۳۵۹	اولاد کی چاہت دین کی اشاعت کے لیے	۲۷۱
۳۶۰	اولاد کے لیے دین داری مانگو	۲۷۲
۳۶۱	ایک واقعہ	۲۷۳
۳۶۲	علما وصلحا سے تعلق کا فائدہ	۲۷۳
۳۶۳	حصولِ علمِ دین میں والدین کی غلط نیت	۲۷۴
۳۶۴	دعا کی قبولیت اور اولاد کی خوش خبری	۲۷۴
۳۶۵	ولادت کے سلسلہ کو رکوانا انبیا علیہم السلام کی متفقہ سنت کی مخالفت	۲۷۵
۳۶۶	یحییٰ نام کی حفاظت	۲۷۶
۳۶۷	دو مبارک نام ''احمد'' اور ''محمد''	۲۷۶
۳۶۸	حضرت زکریا علیہ السلام کی ایک درخواست: اللہ تعالیٰ سے علم وفہم کا سوال نبیوں کی سنت	۲۷۶
۳۶۹	علامت بھی، عبادت بھی	۲۷۷
۳۷۰	نعمت ملنے پر خدا کا شکر بجالاؤ	۲۷۸
۳۷۱	عمر میں حضرت یحییٰ علیہ السلام بڑے، مرتبے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام	۲۷۹

۳۷۲	حضرت عیسیٰ اور یحییٰ علیہما السلام کو خالہ زاد بھائی کہنے کی توجیہ	۲۷۹
۳۷۳	حضرت یحییٰ علیہ السلام کا ایک اہم کارنامہ	۲۸۰
۳۷۴	اللہ سے بڑی امیدیں قائم کرو	۲۸۰
۳۷۵	اولاد کے لیے دعا	۲۸۱
۳۷۶	اولاد کے لیے نیک لوگوں سے دعائیں بھی کروانی چاہیے	۲۸۱
۳۷۷	اولاد کے لیے ایک جامع دعا	۲۸۲
۳۷۸	نرالی خوبیوں والا لڑکا: بچپن میں کتاب وحکمت کا عطا ہونا	۲۸۲
۳۸۹	نرم دلی	۲۸۳
۳۸۰	پاکیزہ اخلاق	۲۸۳
۳۸۱	والدین کے خدمت گزار	۲۸۳
۳۸۲	بچپن کی عمر میں بھی کھیل سے نفرت	۲۸۴
۳۸۳	اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی	۲۸۴
۳۸۴	اللہ تعالیٰ کا سلام	۲۸۵
۳۸۵	حیرت انگیز کارناموں والے ہمارے دو بزرگ	۲۸۵
۳۸۶	انسانی زندگی کے تین نازک اوقات	۲۸۶
۳۸۷	لوگوں کی نظر میں پسندیدہ	۲۸۷
۳۸۸	دعا کی برکت باکمال اولاد	۲۸۷
۳۸۹	عبادت کی طاقت	۲۸۷

۳۹۰	میاں بیوی کو ضروری ہدایات	۲۸۸
۳۹۱	میاں بیوی کا ایک جنس سے ہونا اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے	۲۸۹
۳۹۲	میاں بیوی میں سکون ہو تو دنیا ان کے لیے جنت کا نمونہ ہے	۲۸۹
۳۹۳	آج دنیا کی نئی ترتیب جس نے سکون چھین لیا ہے	۲۸۹
۳۹۴	حمل کی حالت میں میاں بیوی کی فکر	۲۹۰
۳۹۵	سنت پر عمل کرنے کا نقد انعام	۲۹۱
۳۹۶	حیض کے زمانے میں ہم بستری سے بچہ عیب والا	۲۹۲
۳۹۷	اولاد اللہ ہی دیتا ہے	۲۹۲
۳۹۸	بچے کے نام اسلامی رکھنے چاہیے	۲۹۲
۳۹۹	پاک دامنی کا ایک عجیب قصہ	۲۹۳
۴۰۰	آج کے گندے ماحول سے حفاظت کے لیے حدیث میں آئی ہوئی چند اہم دعائیں: پہلی دعا	۲۹۵
۴۰۱	دوسری دعا	۲۹۵
۴۰۲	تیسری دعا	۲۹۶
۴۰۳	چوتھی دعا	۲۹۶
	حضرت عمران کی بیوی حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی والدہ کا واقعہ	
۴۰۴	مختصر تعارف	۳۰۰

۴۰۵	حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا کے شوہر	۳۰۲
۴۰۶	حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا کی حسرت ودعا	۳۰۲
۴۰۷	اولاد حاصل کرنے کا نسخہ	۳۰۳
۴۰۸	اولاد دینا اللہ کی قدرت میں ہے	۳۰۴
۴۰۹	مبارک عورت: جس کے بطن سے پہلے لڑکی پیدا ہو	۳۰۴
۴۱۰	حصولِ اولاد کا دوسرا قرآنی نسخہ	۳۰۵
۴۱۱	ہماری ایک غلطی	۳۰۶
۴۱۲	قبولیتِ دعا	۳۰۶
۴۱۳	اولاد کو دین کے لیے فارغ کرنا	۳۰۷
۴۱۴	حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا کی منّت	۳۰۷
۴۱۵	عمل کی قبولیت کے لیے دعا کا اہتمام	۳۰۸
۴۱۶	بغیر ضرورت سونوگرافی کروانا گناہ ہے	۳۰۸
۴۱۷	لڑکی کی پیدائش اور حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا کی پریشانی	۳۰۹
۴۱۸	حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا کا اللہ کی بارگاہ میں معذرت پیش کرنا	۳۰۹
۴۱۹	معذرت پیش کرنے کی وجوہات	۳۰۹
۴۲۰	اللہ کی مرضی	۳۱۰
۴۲۱	مرد اور عورت میں امتیاز	۳۱۰
۴۲۲	حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا نے نام ''مریم'' رکھا	۳۱۱

۴۲۳	اولاد کے اچھے نام اور اس کے اچھے اثرات	۳۱۱
۴۲۴	اچھے نام کون سے ہیں؟	۳۱۲
۴۲۵	گجرات والوں کی ایک خوبی	۳۱۳
۴۲۶	نامناسب نیت سے نام رکھنے کی ایک معروف مثال	۳۱۳
۴۲۷	بچوں کے نام کون رکھے؟	۳۱۴
۴۲۸	حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا کی دعا	۳۱۴
۴۲۹	ولادت کے وقت شیطان کی حاضری	۳۱۴
۴۳۰	بچوں کی حفاظت کے لیے بہترین دعا	۳۱۵
۴۳۱	ماں کی فکر	۳۱۵
۴۳۲	منت پوری کرنے کا جذبہ	۳۱۶
۴۳۳	ماں اور بیٹی بیت المقدس میں	۳۱۶
۴۳۴	حیض آنا بعض مرتبہ عجیب رحمت بنتا ہے	۳۱۷
۴۳۵	حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا نے منت پوری کی	۳۱۷

حضرت مریم رضی اللہ عنہا پر اللہ کی عنایتوں کا عجیب واقعہ (پہلی قسط)

۴۳۶	مختصر تعارف	۳۲۰
۴۳۷	بنی اسرائیل کا تعارف	۳۲۱
۴۳۸	بنی اسرائیل کی عورتوں کی سردار	۳۲۲

۴۳۹	عظیم عورت	۳۲۲
۴۴۰	حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی کفالت کون کرے؟	۳۲۳
۴۴۱	حضرت زکریا علیہ السلام کی پیشکش	۳۲۳
۴۴۲	ایک انوکھی تجویز	۳۲۴
۴۴۳	ایک عجیب بات	۳۲۴
۴۴۴	ضرورتِ مرشد	۳۲۵
۴۴۵	حضرت مریم رضی اللہ عنہا نورانی ماحول میں	۳۲۵
۴۴۶	حیرت انگیز نشوونما	۳۲۶
۴۴۷	پیغمبر کی احتیاطی تدبیر	۳۲۶
۴۴۸	حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے پاس بے موسم پھل	۳۲۷
۴۴۹	آج کل کے حالات میں ماں باپ کی ایک خاص ذمہ داری	۳۲۷
۴۵۰	حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا ایمان تازہ کرنے والا جواب	۳۲۸
۴۵۱	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ایمان تازہ کرنے والا واقعہ	۳۲۹
۴۵۲	نعمت پر خدا کا شکر	۳۳۱
۴۵۳	عجیب عبادت	۳۳۲
۴۵۴	ہمارا حال	۳۳۲
۴۵۵	حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت	۳۳۳
۴۵۶	عورتوں کی سردار	۳۳۴

۴۵۷	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت	۳۳۴
۴۵۸	نعمت کی قدردانی	۳۳۵
۴۵۹	دارالعلوم دیوبند کے طلبہ کا عمل	۳۳۶
۴۶۰	اہلِ مدینہ کا طرزِ عمل	۳۳۶
۴۶۱	اونچا مقام زیادہ عبادت	۳۳۷
۴۶۲	حضرت مریم رضی اللہ عنہا میں خداداد خوبیاں	۳۳۷
۴۶۳	جنت کسی کا ٹھیکہ نہیں	۳۳۸
۴۶۴	اللہ کی قدرت کی عجیب نشانی	۳۳۹
۴۶۵	حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں خداداد خوبیاں اور عجیب معجزات	۳۴۰
۴۶۶	ایک قابلِ توجہ بات	۳۴۳
۴۶۷	ایک غلط مشہور بات کی اصلاح	۳۴۳
۴۶۸	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بقیہ خوبیاں	۳۴۴
۴۶۹	نبیوں کی ایک خاص خوبی	۳۴۴
۴۷۰	جیسی ماں ویسی اولاد	۲۴۵

حضرت مریم رضی اللہ عنہا (دوسری قسط)

۴۷۱	اس بیان کے چند جواہر پارے	۳۴۸
۴۷۲	عورتوں میں فطری حیا	۳۵۰

۴۷۳	حیض کے دنوں میں عورتوں کے لیے ایک مسئلہ	۳۵۰
۴۷۴	تنہائی میں خوب صورت نوجوان	۳۵۱
۴۷۵	اللہ کا ڈر ہر جگہ ہونا چاہیے	۳۵۱
۴۷۶	دو طرف سے گناہ کی دعوت	۳۵۲
۴۷۷	نظر نیچی رکھنے کا حکم	۳۵۲
۴۷۸	نظروں کا ملنا فتنہ کا ذریعہ	۳۵۳
۴۷۹	اجنبی مرد حقیقت میں فرشتہ، اللہ کے نام کا ادب	۳۵۴
۴۸۰	گناہ سے بچنے کا آسان نسخہ: فکرِ آخرت	۳۵۴
۴۸۱	حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا امتحان	۳۵۵
۴۸۲	اللہ کی طرف سے بندہ کا امتحان	۳۵۵
۴۸۳	پردہ ہر غیر محرم سے ضروری	۳۵۶
۴۸۴	حضرت جبرئیل علیہ السلام کے آنے کا مقصد	۳۵۸
۴۸۵	بشارت پر تعجب	۳۵۸
۴۸۶	خدا تعالیٰ کا نظامِ تخلیق	۳۵۹
۴۸۷	اللہ تعالیٰ کی قدرت اور رحمت	۳۶۰
۴۸۸	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت	۳۶۲
۴۸۹	کے پیٹ میں کتنے مہینہ رہتا ہے؟	۳۶۳
۴۹۰	میرے مشاہدے کی بات	۳۶۳

۴۹۱	عورت ولادت کے وقت کہاں جائے؟	۳۶۴
۴۹۲	اللہ کی مدد: بے جان میں جان	۳۶۴
۴۹۳	عورت کو حمل کی وجہ سے درد	۳۶۴
۴۹۴	ماں کو ستانے سے پہلے سوچو	۳۶۵
۴۹۵	ایک ماں کی درد بھری نصیحت	۳۶۵
۴۹۶	دیکھو! اللہ کی شان، آخر ماں، ماں ہوتی ہے	۳۶۶
۴۹۷	ماں باپ کو ستاؤ گے تو اولاد تم کو ستائے گی	۳۶۷
۴۹۸	سمجھانے کے لیے ایک لطیفہ کے انداز کا واقعہ	۳۶۷
۴۹۹	اللہ کا نظام	۳۶۸
۵۰۰	حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے یہاں اولاد	۳۶۸
۵۰۱	موت کی آرزو	۳۶۹
۵۰۲	جنگل میں سہارا	۳۷۰
۵۰۳	خود حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی لحاظ کر رہے ہیں	۳۷۰
۵۰۴	تسلی	۳۷۰
۵۰۵	جنگل میں پانی کا نظم	۳۷۱
۵۰۶	جنگل میں پانی کا نظم	۳۷۱
۵۰۷	مردہ درخت زندہ ہو گیا	۳۷۲
۵۰۸	بے موسم کھجور اللہ کا انعام	۳۷۲

۵۰۹	بچہ پیدا ہونے کے زمانے میں کھجور بہت فائدہ والی چیز ہے	۳۷۳
حضرت مریم رضی اللہ عنہا (تیسری قسط)		
۵۱۰	اس بیان کی اہم اہم باتیں	۳۷۵
۵۱۱	حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے لیے اللہ تعالیٰ کی چار بڑی نعمتیں	۳۷۶
۵۱۲	کھانا، پانی اور دسترخوان کی ترتیب	۳۷۷
۵۱۳	میرے پیرومرشد کے یہاں کا معمول	۳۷۸
۵۱۴	ACDT سے بچنے کا نسخہ	۳۷۸
۵۱۵	کھانے کا ادب	۳۷۸
۵۱۶	تکمیلِ ضروریات کے اسباب کا انتظام، یہ بھی اللہ کی نعمت ہے	۳۷۹
۵۱۷	نیک اولاد آنکھوں کی ٹھنڈک	۳۷۹
۵۱۸	اللہ کے نیک بندوں کی ایک جامع دعا	۳۸۰
۵۱۹	نافرمان شوہر یا بیوی یا اولاد کے لیے ایک قیمتی نسخہ	۳۸۱
۵۲۰	حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا یقین	۳۸۱
۵۲۱	لوگوں کے سوال پر اللہ کی طرف سے بتایا گیا ایک عجیب طریقہ	۳۸۲
۵۲۲	فتنوں سے حفاظت کا مجرب نسخہ	۳۸۲
۵۲۳	میرے پیرومرشد رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ملفوظ	۳۸۳
۵۲۴	اِس امت پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی کرم	۳۸۳

۵۲۵	دوعورتوں کا عجیب واقعہ	۳۸۴
۵۲۶	رمضان مشق کا زمانہ ہے	۳۸۴
۵۲۷	حضرت مریم رضی اللہ عنہا تنہائی سے آبادی کی طرف	۳۸۵
۵۲۸	ایک غلط فہمی	۳۸۵
۵۲۹	حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی گود میں بچہ دیکھ کر لوگوں کا سوال	۳۸۶
۵۳۰	دوسروں کی بے جا فکر میں رہنے والے افراد	۳۸۷
۵۳۱	لوگوں کا طعنہ	۳۸۷
۵۳۲	طعنہ زنی خطرناک گناہ	۳۸۷
۵۳۳	گناہوں میں مبتلا ہونے کی ایک وجہ	۳۸۸
۵۳۴	حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت ہارون	۳۸۸
۵۳۵	خاندان کے کسی نیک فرد کی برکت سے پورے خاندان کی نیک نامی	۳۸۹
۵۳۶	حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی اللہ تعالیٰ کی جانب سے نصرت	۳۹۰
۵۳۷	حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی کا اعلان	۳۹۰
۵۳۸	اللہ تعالیٰ کی قدرت: ایک دن کے بچے کی بے مثال تقریر	۳۹۱
۵۳۹	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تقریر کا خلاصہ	۳۹۳
۵۴۰	بندہ ہونے کا اعلان	۳۹۳
۵۴۱	ایک غلط عقیدہ کی اصلاح	۳۹۴
۵۴۲	تعلیم کے نام پر کفریہ عقائد	۳۹۵

۵۴۳	اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ زندگی گذارو	۳۹۸
۵۴۴	تہمت لگانا ایک گناہ	۳۹۸

ایک عورت کا ایمان تازہ کرنے والا واقعہ (اصحابِ اخدود کا واقعہ) (پہلی قسط)

۵۴۵	اقتباسات	۴۰۰
۵۴۶	پہلی قسم	۴۰۲
۵۴۷	اللہ تعالیٰ کا مخلوق کی قسم کھانا	۴۰۲
۵۴۸	ہم صرف اللہ تعالیٰ کی قسم کھا سکتے ہیں	۴۰۲
۵۴۹	گناہ کے کام کی قسم	۴۰۳
۵۵۰	اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی قسم مت کھاؤ	۴۰۳
۵۵۱	دوسری قسم	۴۰۴
۵۵۲	تیسری قسم	۴۰۴
۵۵۳	شاہد سے مراد	۴۰۴
۵۵۴	چوتھی قسم	۴۰۵
۵۵۵	مشہود سے مراد	۴۰۵
۵۵۶	عرفہ کے دن روزہ رکھنے کی فضیلت	۴۰۵
۵۵۷	یہ واقعہ کب ہوا؟	۴۰۶

۵۵۸	برے لوگوں سے بچنا چاہیے	۴۰۷
۵۵۹	ہماری دینی بہنوں کا حال	۴۰۸
۵۶۰	جادوگر کی ایک درخواست لڑکے کے بارے میں	۴۰۹
۵۶۱	اللہ تعالیٰ کا عجیب نظام اور اس کی کتاب کی نورانیت	۴۱۱
۵۶۲	ہمیں اپنے بچوں کے اوقات کی خاص فکر کرنی چاہیے	۴۱۲
۵۶۳	بچوں کو اللہ تعالیٰ کا ولی بنانے کا طریقہ	۴۱۳
۵۶۴	بچوں کے بارے میں ہماری ایک بری عادت	۴۱۳
۵۶۵	خادمِ رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات	۴۱۳
۵۶۶	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل شفقت اور کریمانہ اخلاق	۴۱۴
۵۶۷	میاں جی نور محمد جھنجھانوی رحمہ اللہ کے ذکر اور صحبت کی برکت	۴۱۶
۵۶۸	معصوم بچے کے سامنے دو چیزیں	۴۱۷
۵۶۹	امتحان کا ایک عجیب موقع	۴۱۸
۵۷۰	جنگِ بدر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کنکر پھینکنا	۴۱۹
۵۷۱	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عجیب شان	۴۱۹
۵۷۲	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کی دوسری مثال	۴۲۰
۵۷۳	ہم بہت خوش نصیب ہیں	۴۲۱
۵۷۴	ایک اور خوش نصیبی کی بات	۴۲۱
۵۷۵	پچاس مرتبہ درود شریف پڑھنے کی فضیلت	۴۲۲

۵۷۶	آپ ﷺ کا معجزہ	۴۲۲
۵۷۷	اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت سے جانور مر گیا	۴۲۲
۵۷۸	اللہ تعالیٰ کو پیارے نام	۴۲۳
۵۷۹	بچوں کو سکھانے کی بات	۴۲۳
۵۸۰	مکہ میں افطاری کے وقت عرب بچوں کی خدمت	۴۲۴
۵۸۱	جنت کمانے کا بہت آسان راستہ	۴۲۴
۵۸۲	بادشاہ کے دربار کے ایک اندھے آدمی کا واقعہ	۴۲۵
۵۸۳	اللہ تعالیٰ کے نیک بندے پر ظلم	۴۲۶
ایک عورت کا ایمان تازہ کرنے والا واقعہ (اصحابِ اخدود کا واقعہ) (دوسری قسط)		
۵۸۴	اقتباسات	۴۳۰
۵۸۵	معصوم بچے کو قتل کرنے کی بادشاہ کی سازش	۴۳۱
۵۸۶	دشمنی ایمان کی خاطر بھی ہوتی ہے	۴۳۲
۵۸۷	بچے کو پہاڑ پر لے جانا	۴۳۲
۵۸۸	بچے کو قتل کرنے کا دوسرا پلان	۴۳۳
۵۸۹	دعا کی برکت سے مصیبت دور ہو جاتی ہے	۴۳۴
۵۹۰	بچے نے اپنے قتل کا طریقہ خود بتایا	۴۳۵

۵۹۱	بچے کی شہادت اور اس کی برکت	۴۳۶
۵۹۲	ایمان قربانی سے پھیلتا ہے	۴۳۷
۵۹۳	بادشاہ کا خندق کھدوانا	۴۳۸
۵۹۴	تکلیف آئے تو گھبرانے کی ضرورت نہیں	۴۳۹
۵۹۵	اللہ تعالیٰ کی دوز بردست نصیحتیں	۴۴۰
۵۹۶	ایک خوشی کی بات	۴۴۰
۵۹۷	بارہ ہزار مسلمانوں کو جلا دیا	۴۴۱
۵۹۸	ایک عورت کا پیچھے ہٹنا اور چھوٹے بچہ کا بولنا	۴۴۱
۵۹۹	اللہ تعالیٰ کی مسلمانوں کے ساتھ مدد	۴۴۲
۶۰۰	اللہ تعالیٰ کی مہربانی	۴۴۳
۶۰۱	توبہ نہ کرنے اور ایمان نہ لانے پر اللہ تعالیٰ کی پکڑ	۴۴۴
۶۰۲	ایک عجیب بات	۴۴۵
۶۰۳	اس پوری سورت میں ہمارے لیے بڑی نصیحت کی باتیں ہیں	۴۴۷
۶۰۴	ایک نصیحت	۴۴۷
۶۰۵	بچوں کی تربیت کی بچپن ہی میں فکر کرنی چاہیے	۴۴۸
۶۰۶	بچوں کے ساتھ محبت کیا ہے؟	۴۴۸
۶۰۷	تربیت اولاد کے بارے میں ایک حدیث	۴۴۹
۶۰۸	دوسری حدیث	۴۴۹

۶۰۹	تیسری حدیث	۴۵۰
۶۱۰	چوتھی حدیث	۴۵۰
۶۱۱	پانچویں حدیث	۴۵۰
۶۱۲	چھٹی حدیث	۴۵۱
۶۱۳	ساتویں حدیث	۴۵۱
۶۱۴	آٹھویں حدیث	۴۵۲
۶۱۵	نویں حدیث	۴۵۲
۶۱۶	دسویں حدیث	۴۵۲
۶۱۷	گیارہویں حدیث	۴۵۲
۶۱۸	بارھویں حدیث	۴۵۳
۶۱۹	دعا	۴۵۴

اجمالی فہرست

۱	ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل کا واقعہ	۳۷
۲	مکہ مکرمہ کی ایک سوت کاتنے والی بے وقوف عورت کا واقعہ	۶۵
۳	مکہ کی کمزور مومن عورتوں کا واقعہ	۸۳
۴	ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا واقعہ	۹۷
۵	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی اور منافقین کا الزام (قسط اول)	۱۲۷
۶	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی (قسط دوم)	۱۶۷
۷	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی (قسط سوم)	۲۰۱
۸	حضرت نبی کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات کا پاکیزہ واقعہ	۲۲۹
۹	حضور ﷺ کی گھریلو زندگی کا ایک عجیب واقعہ: حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور عائشہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ	۲۷۹
۱۰	عکرمہ ابن ابی جہل رضی اللہ عنہ کی بیوی: ام حکیم بنت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہا کا واقعہ	۳۰۳
۱۱	حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کا ظہار کا واقعہ (حصہ:۱)	۳۲۹
۱۲	حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کا ظہار کا واقعہ (حصہ:۲)	۳۵۳
۱۳	عورتوں کے زیب وزینت (بناؤ سنگار) کے مسائل	۳۶۹

تفصیلی فہرست

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر
	ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل کا واقعہ	
۱	مختصر تعارف	۳۸
۲	بُرا جوڑا	۳۹
۳	چچا، چچی خود خطرناک دشمن	۴۰
۴	ابولہب کا معنی اور وجہ تسمیہ	۴۰
۵	ابولہب بڑا خوش نصیب تھا	۴۱
۶	ابولہب کے بارے میں ایک عجیب قصہ	۴۱
۷	آپ ﷺ کو دودھ پلانے والی خوش نصیب عورتیں	۴۱
۸	آپ ﷺ کی پیدائش کی خوشی میں باندی کو آزد کر دیا	۴۲
۹	آپ ﷺ کی پیدائش کی خوشی میں باندی آزد کرنے کا انعام	۴۲
۱۰	دین کی خاطر آپ ﷺ کی دو بیٹیوں کو طلاق	۴۳
۱۱	حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ	۴۳
۱۲	علی الاعلان دعوتِ اسلام کا حکم	۴۴
۱۳	پہاڑی پر وعظ	۴۵

۱۴	آپ ﷺ کے خلاف سب سے پہلے دشمنی کے لیے کھڑا ہونے والا	۴۶
۱۵	ابولہب کا نام عبدالعزیٰ تھا	۴۷
۱۶	دینی دعوت کے لیے کھانے کا انتظام	۴۷
۱۷	مولانا الیاسؒ کے والد مولانا اسماعیل صاحبؒ کا ایک عجیب معمول	۴۸
۱۸	گھر میں کام کرنے والوں کے دین کی فکر کرنی چاہیے	۴۸
۱۹	ایک آدمی جتنا کھانا چالیس آدمیوں نے کھایا	۴۹
۲۰	ابولہب کی شرارت	۵۰
۲۱	دوسرے دن کھانے کی دعوت اور اسلام کی دعوت	۵۰
۲۲	اب تم اپنے بیٹے کی فرماں برداری کرو گے؟	۵۱
۲۳	ابولہب کی بربادی	۵۱
۲۴	ابولہب کی عبرت ناک موت	۵۲
۲۵	بیماری کسی کو لگتی نہیں ہے	۵۳
۲۶	طاعون زدہ علاقے کے متعلق حکم	۵۳
۲۷	لوگوں کا عقیدہ خراب نہ ہو جائے	۵۴
۲۸	طاعون زدہ علاقے سے نکلنے کی تین صورتیں	۵۴
۲۹	بری موت سے بچنے کی دعا	۵۵
۳۰	تین دن تک کوئی اس کی لاش کے پاس نہیں گیا	۵۶
۳۱	ابولہب کی بیوی ام جمیل	۵۷

۳۲	"حمالة الحطب" کا پہلا مطلب	۵۷
۳۳	"حمالة الحطب" کا دوسرا مطلب	۵۸
۳۴	اللہ کی طرف سے آپ ﷺ کی حفاظت	۵۹
۳۵	چغل خور جنت میں نہیں جائے گا	۶۰
۳۶	"حمالة الحطب" کا تیسرا مطلب	۶۰
۳۷	"حمالة الحطب" کا چوتھا مطلب	۶۱
۳۸	ایک پیاری دعا	۶۲
۳۹	دوسری دعا	۶۳

مکہ مکرمہ کی ایک سوت کاتنے والی بے وقوف عورت کا واقعہ

۴۰	مختصر تعارف	۶۶
۴۱	صبح وشام دس مرتبہ درود شریف پڑھنے کی فضیلت	۶۸
۴۲	انسان کی زندگی میں وقت بہت قیمتی چیز ہے	۶۹
۴۳	دو نعمتیں جن کی لوگ قدر نہیں کرتے	۶۹
۴۴	دماغ کی بعض حالتیں	۷۰
۴۵	بے وقوف عورت	۷۰
۴۶	اس عورت کا نام اور تعارف	۷۱
۴۷	عورتوں کو ہاتھ سے ہونے والے کام کاج سیکھنے چاہیے	۷۱

۴۸	قدیم زمانے میں کپڑے بنانے کے طریقے	۷۲
۴۹	صبح سے شام تک محنت کر کے اس کو ضائع کر دیتی تھی	۷۳
۵۰	عورتوں کو کام میں ایک دوسرے کی مدد کرنی چاہیے	۷۳
۵۱	وعدہ کر کے توڑنا نہیں چاہیے	۷۴
۵۲	خلافِ شرع وعدہ پورا کرنا جائز نہیں ہے	۷۴
۵۳	منگنی بھی ایک وعدہ ہی ہے	۷۵
۵۴	فائدے والی چیز ضائع نہیں کرنی چاہیے	۷۵
۵۵	پرانا سامان جس کو ہم استعمال نہ کرتے ہوں وہ ضرورت مندوں کو دے دینا چاہیے	۷۵
۵۶	حضرت قاری صدیق احمد صاحب باندویؒ کا حال	۷۶
۵۷	انگلینڈ سے ایک دوست کی طرف سے بھیجے ہوئے پرانے کپڑے	۷۷
۵۸	اپنے ہاتھ سے اپنی محنت کو برباد نہ کریں	۷۷
۵۹	جب عبرت کے واسطے کسی کا حال بیان کریں تو اس کا نام نہ لیویں	۷۸
۶۰	جو کام کرو اچھا اور مضبوط کرو	۷۹
۶۱	ایک بہت ہی قیمتی مشورہ	۸۱
۶۲	فیشن والی چیزوں کی کوئی گارنٹی نہیں ہوتی	۸۱
۶۳	اِس واقعہ کا ایک اہم پیغام: نیکیاں کر کے گناہوں سے برباد نہیں کرنا چاہیے	۸۲

مکہ مکرمہ کی کمزور مؤمن عورتوں کا واقعہ

۶۴	ہجرت کا حکم	۸۷
۶۵	بعض مجبور عورتیں اور مرد جو ہجرت نہ کر سکے	۸۸
۶۶	کمزور لوگ کتنے تھے؟	۸۹
۶۷	حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد دوسرے نمبر پر ایمان لانے والی عورت	۹۰
۶۸	بغیر مجبوری کے ہجرت نہ کرنے والوں پر جہنم کی وعید	۹۰
۶۹	کمزور اور بے بس لوگ معذور ہیں	۹۱
۷۰	کمزوروں پر مشرکینِ مکہ کا ظلم وستم	۹۲
۷۱	مظلوموں کی دعا	۹۲
۷۲	دین دار والی اللہ کی نعمت	۹۳
۷۳	مظلوموں کی دونوں دعائیں قبول ہوئیں	۹۴
۷۴	حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان مظلومین کے لیے دعا فرماتے تھے	۹۴
۷۵	اس واقعے اور آیات سے سیکھنے کی باتیں	۹۵

ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا واقعہ

۷۶	مختصر تعارف	۹۸
۷۷	حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ	۱۰۰

۷۸	زمانۂ جاہلیت کی ایک غلط رسم	۱۰۰
۷۹	لے پالک حقیقی بیٹا نہیں ہے	۱۰۰
۸۰	حضرت زید رضی اللہ عنہ کی ایک انفرادی خصوصیت	۱۰۲
۸۱	دوسرے کسی صحابی کا نام قرآن میں نہیں ہے	۱۰۳
۸۲	آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاموں کو حقوق عطا کیے	۱۰۴
۸۳	دنیا کی تاریخ میں ایک عجیب کام: غلام کا نکاح اپنی ایک آزاد معزز رشتے دار عورت کے ساتھ	۱۰۴
۸۴	عرب کا سب سے معزز خاندان	۱۰۴
۸۵	ایک آسان مثال	۱۰۵
۸۶	نبی کا حکم ماننا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے؛ چاہے سمجھ میں نہ آئے	۱۰۵
۸۷	باندیاں تک فیضِ نبوی سے مثالی ذہین بن گئیں	۱۰۶
۸۸	نبی کے حکم کے آگے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی بے مثال قربانی	۱۰۸
۸۹	حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا مہر	۱۰۸
۹۰	ایک غلط سوچ کی اصلاح	۱۰۸
۹۱	دونوں کے درمیان نا اتفاقی	۱۰۹
۹۲	حضرت زید رضی اللہ عنہ کا طلاق کا ارادہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منع کرنا	۱۰۹
۹۳	میاں بیوی کو ایک دوسرے سے درگذر کرنا چاہیے	۱۱۱
۹۴	اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلا دیا تھا کہ زینب سے تمھارا نکاح ہوگا	۱۱۱

۹۵	شریعت کا کوئی مقصد فوت نہ ہو تو کسی بات کا چھپانا جائز ہے	۱۱۲
۹۶	ایک خاص مسئلے کی وضاحت	۱۱۲
۹۷	عملی طور پر غلط رسم کا ازالہ	۱۱۳
۹۸	حضور ﷺ کا پیغامِ نکاح خود زید رضی اللہ عنہ لے کر گئے	۱۱۳
۹۹	حضرت زید رضی اللہ عنہ کا کمالِ تقویٰ	۱۱۴
۱۰۰	حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا عجیب جواب: میں استخارہ کروں گی	۱۱۴
۱۰۱	ہر کام میں پہلے استخارہ کر لینا چاہیے	۱۱۴
۱۰۲	استخارہ کرنے کا انعام: خود اللہ نے آسمانوں پر نکاح کروایا	۱۱۵
۱۰۳	حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا سجدۂ شکر	۱۱۶
۱۰۴	حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نام بدلنا	۱۱۶
۱۰۵	شوہر اپنی بیوی کے برے نام کو بدل سکتا ہے اور نیا لقب بھی دے سکتا ہے	۱۱۷
۱۰۶	حضرت نبیٔ کریم ﷺ کا سب سے بڑا ولیمہ	۱۱۸
۱۰۷	حضرت نبیٔ کریم ﷺ کا سب سے چھوٹا ولیمہ	۱۱۸
۱۰۸	دوسرے بعض نبوی ولیمے	۱۱۹
۱۰۹	حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا تین باتوں پر فخر	۱۱۹
۱۱۰	زینب رضی اللہ عنہا کی خوبیاں عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی	۱۱۹
۱۱۱	آج ہمارا حال	۱۲۰

۱۱۲	خدا کی قسم! میں نے عائشہ میں بھلائی کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا	۱۲۰
۱۱۳	تقویٰ کی برکت سے فتنے سے حفاظت	۱۲۱
۱۱۴	اللہ کی طرف بہت زیادہ رجوع کرنے والی	۱۲۱
۱۱۵	زینب رضی اللہ عنہا کی خوبیاں ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی زبانی	۱۲۲
۱۱۶	سارا مال اللہ کی راہ میں صدقہ کردیا	۱۲۲
۱۱۷	لمبے ہاتھ والی	۱۲۲
۱۱۸	اپنا کفن خود تیار کرایا	۱۲۳
۱۱۹	ایک عجیب نکتہ	۱۲۴
۱۲۰	وفات کے دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا افسوس	۱۲۴
۱۲۱	روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کے گواہ	۱۲۴
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی اور منافقین کا الزام (قسط اول)		
۱۲۲	مختصر تعارف	۱۲۸
۱۲۳	ہر قوم نے اپنے نبی کو ستایا	۱۲۹
۱۲۴	حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی بہت ستایا گیا	۱۳۰
۱۲۵	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ستایا جانا	۱۳۰
۱۲۶	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی زندگی	۱۳۰
۱۲۷	منافق کا مطلب	۱۳۱

۱۲۸	دو قسم کا نفاق	۱۳۱
۱۲۹	منافقوں کا آپ ﷺ کو ستانا	۱۳۲
۱۳۰	اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت	۱۳۲
۱۳۱	غیر مناسب نام بدل دینا چاہیے	۱۳۲
۱۳۲	باپ بیٹے کا ایک ہی نام ہوسکتا ہے	۱۳۳
۱۳۳	کوئی صرف نام سے مسلمان نہیں ہوتا	۱۳۳
۱۳۴	اِس دور میں ایک غلط فہمی	۱۳۴
۱۳۵	منافقوں کی طرف سے تکلیف پہنچانے کی انتہا	۱۳۴
۱۳۶	حضور ﷺ کو آخری روحانی تکلیف	۱۳۵
۱۳۷	غلط نسبت	۱۳۵
۱۳۸	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خوبیاں	۱۳۶
۱۳۹	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پہلی خوبی	۱۳۶
۱۴۰	شادی سے پہلے شادی کی نیت سے عورت کو ایک مرتبہ دیکھنا جائز ہے	۱۳۷
۱۴۱	دیکھنے میں ایک بے احتیاطی	۱۳۸
۱۴۲	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دوسری خوبی	۱۳۸
۱۴۳	بیوہ اور مطلقہ عورت کو دوسری شادی کرلینی چاہیے	۱۳۹
۱۴۴	بیوہ کا نکاح کرانا کوئی عیب نہیں؛ بلکہ اچھی بات ہے	۱۳۹
۱۴۵	حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ کا اتباعِ سنت کا عجیب واقعہ	۱۴۱

۱۴۶	اللہ تعالیٰ کا مجھ پر فضل	۱۴۲
۱۴۷	صبر کرنے والی عورت کی فضیلت	۱۴۳
۱۴۸	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تیسری خوبی	۱۴۴
۱۴۹	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی چوتھی خوبی	۱۴۴
۱۵۰	مکانات کی وسعت بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے	۱۴۴
۱۵۱	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پانچویں خوبی	۱۴۵
۱۵۲	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی چھٹی خوبی	۱۴۵
۱۵۳	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ساتویں خوبی	۱۴۶
۱۵۴	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آٹھویں خوبی	۱۴۶
۱۵۵	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک بڑی برکت: امت کو تیمم کی نعمت نصیب ہوئی	۱۴۸
۱۵۶	تیمم کا مطلب	۱۴۹
۱۵۷	واقعۂ اِفک کی تفصیل	۱۴۹
۱۵۸	حضور ﷺ کا مثالی انصاف	۱۵۰
۱۵۹	اپنی بہن سے زیور عاریت کے طور پر لینا	۱۵۱
۱۶۰	اس دور میں دبلی پتلی عورتیں، اور آج کا زمانہ	۱۵۳
۱۶۱	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی واپسی اور حیرانی	۱۵۴
۱۶۲	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عقل مندی	۱۵۴
۱۶۳	قافلہ کی روانگی کے وقت آپ ﷺ کا معمول مبارک	۱۵۵

۱۶۴	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عمل ہمارے لیے ایک سبق	۱۵۵
۱۶۵	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر عبداللہ ابن اُبی کا تہمت لگانا	۱۵۶
۱۶۶	دشمن ہمیشہ موقع کی تلاش میں ہوتا ہے	۱۵۷
۱۶۷	واقعہ سے عبرت: ایک نصیحت	۱۵۷
۱۶۸	تہمت میں چند بھولے بھالے مسلمانوں کا شریک ہونا	۱۵۸
۱۶۹	سوال کا غلط استعمال	۱۵۹
۱۷۰	منافقین کا اصل مقصد	۱۵۹
۱۷۱	عورت کی پسندیدہ صفت	۱۶۰
۱۷۲	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غم کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیمار ہونا	۱۶۰
۱۷۳	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تہمت والے واقعہ کا پتہ کس طرح ہوا؟	۱۶۱
۱۷۴	حضرت ام مسطح رضی اللہ عنہا کا انوکھے انداز سے خبر دینا	۱۶۱
۱۷۵	گھروں میں بیت الخلا ہونا اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے	۱۶۳
۱۷۶	صحابیات کی بے مثال حیا و شرم	۱۶۴
۱۷۷	شریعت پر عمل کا مبارک جذبہ	۱۶۵
	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی (قسط دوم)	
۱۷۸	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی قابلِ رشک خصوصیات	۱۶۸
۱۷۹	اپنے آپ کو برائی سے بچانا دنیا و آخرت میں عزت کا ذریعہ ہے	۱۶۹

۱۸۰	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اپنے گھر جا کر خوب رونا	۱۷۰
۱۸۱	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا تسلی دینا	۱۷۰
۱۸۲	امی جان کی تسلی والی بات پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا جواب	۱۷۱
۱۸۳	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عجیب حالت	۱۷۱
۱۸۴	اس سنگین موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ عمل، مشورہ کی اہمیت	۱۷۲
۱۸۵	حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا جواب	۱۷۲
۱۸۶	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عجیب حکمت بھرا جواب	۱۷۲
۱۸۷	گھر میں خدمت کرنے آنے والوں کا حال	۱۷۳
۱۸۸	حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے سوال	۱۷۴
۱۸۹	حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا جواب	۱۷۴
۱۹۰	جو بات صحیح ہو وہ ظاہر کرو	۱۷۴
۱۹۱	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حالت	۱۷۵
۱۹۲	حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر پر کھڑے ہو کر خطاب	۱۷۵
۱۹۳	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا خلاصہ	۱۷۵
۱۹۴	حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کی سعادت	۱۷۶
۱۹۵	خطبۂ مبارکہ کا باقی مضمون	۱۷۶
۱۹۶	حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کا حال	۱۷۷
۱۹۷	تسلی دینے کا ایک اور طریقہ	۱۷۷

۱۹۸	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مثالی خوش قسمتی	۱۷۷
۱۹۹	خوخةُ ابي بكر رضی اللہ عنہ	۱۷۸
۲۰۰	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک مہینہ کے بعد بیٹھنا	۱۷۸
۲۰۱	حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عائشہ رضی اللہ عنہا سے خاص انداز سے بات چیت	۱۷۹
۲۰۲	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ابا جان سے درخواست	۱۷۹
۲۰۳	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی امی جان سے درخواست	۱۸۰
۲۰۴	والدین نے جواب کیوں نہیں دیا؟	۱۸۰
۲۰۵	ایک خاص نصیحت	۱۸۱
۲۰۶	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی غم کے وقت حکمت اور عقل بھری بات	۱۸۱
۲۰۷	صبرِ جمیل	۱۸۳
۲۰۸	اللہ تعالیٰ کی نوازش بندے کے گمان سے بڑھ کر	۱۸۳
۲۰۹	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی بذریعۂ وحی	۱۸۴
۲۱۰	نورانی چہرہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت	۱۸۵
۲۱۱	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے بڑی سعادت	۱۸۶
۲۱۲	پاک دامن عورت پر اللہ تعالیٰ کی غیبی نصرت ہوتی ہے	۱۸۶
۲۱۳	تہمت لگانے والوں کی اسلام میں سزا	۱۸۶
۲۱۴	چند اہم ہدایات	۱۸۷
۲۱۵	کُل چار طرح کے لوگ تھے	۱۸۸

۲۱۶	ایک خاص نصیحت	۱۸۹
۲۱۷	دوسرے پر تہمت لگانا اپنے پر تہمت لگانا ہے	۱۸۹
۲۱۸	بہت ضروری بات	۱۹۰
۲۱۹	چار گواہ کی حکمت	۱۹۰
۲۲۰	تہمت لگانے والے تین صحابہ پر اللہ تعالیٰ کا فضل	۱۹۱
۲۲۱	اپنی پاکی اور بزرگی جتانے کی چیز نہیں	۱۹۲
۲۲۲	جس بات کی حقیقت معلوم نہ ہو اس کو کبھی بولنا نہیں چاہیے	۱۹۲
۲۲۳	حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی کی بات اللہ تعالیٰ کو بہت پسند آئی	۱۹۳
۲۲۴	غلط باتوں کے چرچے کی وجہ سے دردناک عذاب	۱۹۴
۲۲۵	بری خبروں کو مشہور کرنا بھی برا ہے	۱۹۵
۲۲۶	گندی خبروں کے لیے احتیاط	۱۹۵
۲۲۷	بدگمانی شیطانی چکّر ہے	۱۹۶
۲۲۸	پاک دامن عورت پر تہمت لگانے والے ملعون ہیں	۱۹۶
۲۲۹	ایمان والی عورتوں کی ایک خوبی	۱۹۷
۲۳۰	لوگوں کے گناہوں کو مت اچھالو	۱۹۷
۲۳۱	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے سوال کرنا	۱۹۸
۲۳۲	بڑی نصیحت کی بات	۱۹۸
۲۳۳	دو خاص باتیں	۱۹۸

۲۳۴	دوسروں کے خاطر خود کی آخرت کو برباد نہ کریں	۱۹۹
۲۳۵	حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کا حسنِ خاتمہ	۲۰۰
	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی (قسط سوم)	
۲۳۶	اس بیان کے چنندہ جواہر پارے	۲۰۲
۲۳۷	مزاج اور طبیعت	۲۰۳
۲۳۸	ایک عجیب فطری قانون	۲۰۵
۲۳۹	جوڑا بھی چاہت کے مطابق ملتا ہے	۲۰۶
۲۴۰	جو شوہر اللہ تعالیٰ کو راضی نہ کرے وہ تم کو کیسے راضی کرے گا	۲۰۶
۲۴۱	شادی سے پہلے ہونے والے وعدوں پر ایک لطیفہ	۲۰۷
۲۴۲	ناجائز تعلقات (Love) پر ایک نکتہ	۲۰۸
۲۴۳	پسندیدگی دین داری کی وجہ سے ہونی چاہیے	۲۰۸
۲۴۴	ناجائز تعلق گناہ ہے	۲۰۸
۲۴۵	اجنبی عورتوں کے ساتھ حرام چیزیں	۲۰۹
۲۴۶	ایک اور حرام چیز	۲۰۹
۲۴۷	اللہ کو ناراض کر کے سکون نہیں مل سکتا	۲۱۰
۲۴۸	قرآنِ کریم کی ایک عجیب بات	۲۱۰
۲۴۹	شادی کے بعد عورت کا سب سے پہلا کام	۲۱۰

۲۵۰	نبی کی بیوی کافرہ ہوسکتی ہے، زنا کار نہیں ہوسکتی	۲۱۱
۲۵۱	پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے	۲۱۱
۲۵۲	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عجیب واقعہ	۲۱۲
۲۵۳	ساسوؤں کو ایک نصیحت	۲۱۳
۲۵۴	بہو کو ایک نصیحت	۲۱۳
۲۵۵	شادی کے بعد فوری الگ ہونے کا مزاج	۲۱۳
۲۵۶	بیرون ملک کا المیہ	۲۱۴
۲۵۷	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا رنج	۲۱۴
۲۵۸	رشتے دار یا ریشہ دواں	۲۱۵
۲۵۹	غریب رشتہ داروں کی فکر کرو، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر واقعہ کا اثر	۲۱۵
۲۶۰	رشتے داروں کو دینے کا ڈبل ثواب	۲۱۵
۲۶۱	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کے خرچے کو بند کرنا	۲۱۶
۲۶۲	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دو حیثیتیں	۲۱۶
۲۶۳	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مثالی عمل	۲۱۶
۲۶۴	سزا اور سفارش	۲۱۷
۲۶۵	بزرگی کا تقاضا معاف کرنا ہے	۲۱۷
۲۶۶	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت قرآن میں	۲۱۸
۲۶۷	اللہ تعالیٰ کو معافی پسند ہے	۲۱۸

۲۶۸	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قسم توڑ دی	۲۱۹
۲۶۹	دو بڑی باتیں	۲۱۹
۲۷۰	عورتوں کے نام ایک خاص بات	۲۲۰
۲۷۱	قطع رحمی کی وعید	۲۲۰
۲۷۲	ایک درد بھری درخواست	۲۲۰
۲۷۳	تواضع درجات کی بلندی کا ذریعہ ہے	۲۲۱
۲۷۴	حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا درجہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے	۲۲۱
۲۷۵	اللہ تعالیٰ ہمارا دل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جیسا بنا دے	۲۲۲
۲۷۶	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اخلاقِ عالیہ	۲۲۳
۲۷۷	رشتے داروں سے صلہ رحمی	۲۲۳
۲۷۸	قطع رحمی کی وعید۔عورت کیسی ہو؟	۲۲۴
۲۷۹	عورتوں کو زیادہ تعلیم دینا اچھا نہیں ہے	۲۲۵
۲۸۰	عورتوں کو پردے کے ساتھ تعلیم دینا درست ہے	۲۲۵
۲۸۱	شیعہ کا عقیدہ	۲۲۶
۲۸۲	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں شیعہ لوگوں کی بدتمیزیاں	۲۲۶

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کا پاکیزہ واقعہ

۲۸۳	اس واقعے کے وقت موجود نو (۹) ازواجِ مطہرات	۲۳۰

۲۸۴	پانچ طرح کے بڑے نقصانات	۲۳۲
۲۸۵	ام المؤمنین؛ یعنی امت کی مائیں	۲۳۳
۲۸۶	قصے میں بڑی حکمت ہے	۲۳۳
۲۸۷	آپ ﷺ کے گھر میں فقر وفاقہ رہتا تھا	۲۳۴
۲۸۸	آپ ﷺ کا فقر اختیاری تھا	۲۳۴
۲۸۹	حضور ﷺ نے کبھی دو وقت پیٹ بھر کر نہیں کھایا	۲۳۵
۲۹۰	میدے کی روٹی	۲۳۵
۲۹۱	چھلنی میں آٹا	۲۳۶
۲۹۲	گھریلو حالات پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رونا	۲۳۶
۲۹۳	آپ ﷺ کا قرض کی حالت میں دنیا سے تشریف لے جانا	۲۳۷
۲۹۴	اب تو قرض کے مقاصد ہی بدل گئے	۲۳۷
۲۹۵	مکان	۲۳۸
۲۹۶	غربت کا حال	۲۳۸
۲۹۷	حضور ﷺ کے زمانے کی عورتیں کمزور تھیں	۲۳۹
۲۹۸	غربت کی عجیب حالت	۲۳۹
۲۹۹	امہات المؤمنین کی ایک درخواست؛ عجیب واقعہ	۲۴۰
۳۰۰	امہات المؤمنین آپ ﷺ کو تکلیف دینا نہیں چاہتی تھیں	۲۴۰
۳۰۱	ازواجِ مطہرات کے کمرے	۲۴۱

۳۰۲	قیصر وکسریٰ کی بیویوں کا حال	۲۴۱
۳۰۳	مطالبہ کا خلاصہ	۲۴۲
۳۰۴	مطالبہ پر آپ ﷺ کو تکلیف	۲۴۲
۳۰۵	حضور ﷺ کی شادیوں کا ایک اہم مقصد	۲۴۲
۳۰۶	آپ ﷺ کا بیویوں سے الگ ہونے کی قسم کھانا	۲۴۳
۳۰۷	حضور ﷺ کی قسم کی وجہ	۲۴۳
۳۰۸	تربیت سے چمک	۲۴۳
۳۰۹	طلاق دینے کی غلط افواہ	۲۴۴
۳۱۰	لڑکی کے ماں، باپ کو اس سے عبرت لینا چاہیے	۲۴۴
۳۱۱	ضروری دنیوی تقاضے کے وقت دین سیکھنے کا آسان طریقہ	۲۴۵
۳۱۲	حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوریؒ کا طرز	۲۴۵
۳۱۳	بے فائدہ باتیں نہ کرنا	۲۴۶
۳۱۴	میاں بیوی میں نفرت کا پیدا ہونا	۲۴۶
۳۱۵	کیا غسّانی آ گئے؟	۲۴۷
۳۱۶	جنگ اور حملے سے بھی بڑی بھاری چیز طلاق ہے	۲۴۸
۳۱۷	رات کے وقت شدید ضرورت کے بغیر کسی کے گھر نہیں جانا چاہیے	۲۴۸
۳۱۸	حضور ﷺ کا طرزِ عمل	۲۴۹
۳۱۹	بے وقت فتویٰ پوچھنے کے متعلق ایک عجیب واقعہ	۲۴۹

۳۲۰	پیرس میں بندے کا ایک ذاتی واقعہ	۲۵۰
۳۲۱	ملاقات کے لیے اوقات کی رعایت	۲۵۱
۳۲۲	حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا رونا	۲۵۲
۳۲۳	حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا رونا	۲۵۳
۳۲۴	کوئی خبر ملے تو پہلے اس کی تحقیق کرنی چاہیے	۲۵۳
۳۲۵	کسی کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت لینا چاہیے	۲۵۴
۳۲۶	اجازت نہ ملے تو واپس ہو جانا چاہیے	۲۵۴
۳۲۷	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسنا	۲۵۵
۳۲۸	حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا اپنی بیٹی کو مارنے کے لیے کھڑا ہونا	۲۵۵
۳۲۹	حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی کو عجیب بات کہی	۲۵۶
۳۳۰	مدینہ کا عجیب ماحول	۲۵۶
۳۳۱	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر پر چٹائی کے نشان	۲۵۶
۳۳۲	اچھی اور سچی بات لوگوں کو بتانا چاہیے	۲۵۷
۳۳۳	کوئی بھی بات ہو پہلے اپنے بڑوں کے سامنے رکھنی چاہیے	۲۵۸
۳۳۴	کسی کی بات معلوم ہو تو کیا کریں؟	۲۵۹
۳۳۵	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمرے کا آنکھوں دیکھا منظر	۲۵۹
۳۳۶	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دنیا کے لیے عجیب سوال	۲۶۰
۳۳۷	دنیا کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب	۲۶۰

۳۳۸	حضور ﷺ نے کبھی دنیا کی فراوانی کی دعا نہیں مانگی	۲۶۱
۳۳۹	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا اور جنتی دستر خوان	۲۶۲
۳۴۰	فضول دنیا کا خیال آنا بھی بُری بات ہے	۲۶۲
۳۴۱	اللہ تعالیٰ ہماری سوچ کو حضور ﷺ جیسی بنا دے	۲۶۳
۳۴۲	ایک بزرگ کی عجیب بات	۲۶۳
۳۴۳	ایک پیاری دعا	۲۶۴
۳۴۴	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا غم	۲۶۴
۳۴۵	اسلامی مہینہ کبھی انتیس دن کا اور کبھی تیس دن کا ہوتا ہے	۲۶۵
۳۴۶	ساس، سسر کو ہدایت	۲۶۶
۳۴۷	بہو کو ہدایت	۲۶۶
۳۴۸	آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دو چیزوں کا اختیار دیا	۲۶۷
۳۴۹	ماں باپ توجہ دیں	۲۶۷
۳۵۰	ازواجِ مطہرات کو ہدایت	۲۶۸
۳۵۱	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا پیارا جواب	۲۶۸
۳۵۲	شادیاں ہمیشہ کے لیے ہوتی ہیں	۲۶۹
۳۵۳	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی درخواست	۲۶۹
۳۵۴	اچھی بات چھپانی نہیں چاہیے	۲۷۰
۳۵۵	تمام بیویوں کا ایک ہی جواب	۲۷۰

۳۵۶	اللہ تعالیٰ کی طرف سے امہات المؤمنین کو انعام	۲۷۱
۳۵۷	ازواجِ مطہرات تمام مسلمانوں کی معلمہ ہیں	۲۷۲
۳۵۸	دوسروں کو دین سکھانا ضروری ہے	۲۷۳
۳۵۹	ازواجِ مطہرات کی ایک اور فضیلت	۲۷۳
۳۶۰	ازواجِ مطہرات کا تمام عورتوں میں ایک امتیازی مقام	۲۷۴
۳۶۱	ایک خاص نصیحت	۲۷۴
۳۶۲	دوسری نصیحت	۲۷۵
۳۶۳	تیسری نصیحت	۲۷۵
۳۶۴	شادیاں سنت کے مطابق ہوں	۲۷۶
۳۶۵	اِس واقعے کے وقت کی ازواجِ مطہرات کے مبارک نام	۲۷۶

حضور ﷺ کی گھریلو زندگی کا ایک عجیب واقعہ:

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور عائشہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ

۳۶۶	حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا مختصر تعارف	۲۸۰
۳۶۷	سورۂ تحریم	۲۸۲
۳۶۸	کسی حلال کو حرام کرنا اور حرام کو حلال کرنا ہمارے اختیار میں نہیں ہے	۲۸۳
۳۶۹	کسی ضرورت کی وجہ سے حلال کو حرام سمجھنا؟	۲۸۳
۳۷۰	ثواب کی نیت سے حلال چیز کو عملاً چھوڑ دینا؟	۲۸۴

۳۷۱	بیماری کی وجہ سے کوئی حلال چیز چھوڑ دینا؟	۲۸۴
۳۷۲	واقعہ کی ابتدا	۲۸۴
۳۷۳	خاندان کے اعتبار سے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی خوش نصیبی	۲۸۴
۳۷۴	حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی پیدائش	۲۸۵
۳۷۵	حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح	۲۸۵
۳۷۶	حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے شوہر کی وفات اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی بیٹی کے دوسرے نکاح کا فکر	۲۸۶
۳۷۷	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے نکاح کی پیش کش	۲۸۶
۳۷۸	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے نکاح کی پیش کش	۲۸۶
۳۷۹	حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی شادی عثمان رضی اللہ عنہ سے بہتر شخص سے	۲۸۷
۳۸۰	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جواب نہ دینے کی وجہ	۲۸۸
۳۸۱	حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی ایک خوش نصیبی	۲۸۸
۳۸۲	حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی دوسری خوش نصیبی	۲۸۹
۳۸۳	اصل واقعہ	۲۸۹
۳۸۴	ہر بیوی کے ساتھ محبت کا برتاؤ کرنا بہت بڑا امتحان	۲۹۰
۳۸۵	عصر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول	۲۹۰
۳۸۶	ام المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے یہاں شہد کا شربت	۲۹۰
۳۸۷	سوکنوں کا آپس میں مشورہ	۲۹۱

۳۸۸	آپ ﷺ بدبو سے نفرت فرماتے تھے	۲۹۱
۳۸۹	بدبو ختم کر کے استعمال کرنا چاہیے	۲۹۲
۳۹۰	آپ کے منہ سے ''مَغافِر'' کی بو آرہی ہے	۲۹۲
۳۹۱	آپ ﷺ کا شہد استعمال نہ کرنے کی قسم کھانا	۲۹۳
۳۹۲	بات صاف صاف کرنی چاہیے	۲۹۳
۳۹۳	اپنی بیوی کا دل خوش کرنا	۲۹۳
۳۹۴	واقعہ کے سلسلے میں دوسری روایت	۲۹۴
۳۹۵	داڑھی کی تشکیل	۲۹۵
۳۹۶	انسان اپنے فائدے کی چیز زیادہ دیر تک چھپا تا نہیں ہے	۲۹۶
۳۹۷	بڑی بے شرمی کی بات	۲۹۶
۳۹۸	اللہ سے کوئی چیز چھپا نہیں سکتے	۲۹۷
۳۹۹	دوسروں کی غلطی کو چھپانا چاہیے	۲۹۷
۴۰۰	ایسے موقع پر انسان کا دماغ کہاں جاتا ہے؟	۲۹۷
۴۰۱	آپ ﷺ کے خاندان کے مقدس ہونے کی ایک نشانی	۲۹۸
۴۰۲	واقعے کو نقل کرنے کی ایک توجیہ	۲۹۹
۴۰۳	حسنِ اخلاق کا بہترین درس	۳۰۰
۴۰۴	کسی سے غلطی ہو جائے تو اس کو بدنام نہیں کرنا چاہیے	۳۰۰
۴۰۵	ایک چنگاری پورے آشیانے کو ویران کر سکتی ہے	۳۰۰

۴۰۶	بڑے گھرانے کی عورتوں کو نصیحت	۳۰۱
۴۰۷	ایک اہم بات	۳۰۱
۴۰۸	نظر سے حفاظت کی دو دعائیں	۳۰۲
	عکرمہ ابن ابی جہل رضی اللہ عنہ کی بیوی: ام حکیم رضی اللہ عنہا کا واقعہ	
۴۰۹	اقتباس: ایمان کی برکت سے اللہ کا عجیب ڈر	۳۰۴
۴۱۰	خوشی، غمی ہر موقع پر اللہ کی طرف متوجہ ہونا چاہیے	۳۰۵
۴۱۱	مکہ کے کافر بھی مصیبت کے وقت اللہ ہی کو پکارتے تھے	۳۰۶
۴۱۲	مکہ کے کافروں کے بت اور ان میں سے بعضوں کے نام	۳۰۶
۴۱۳	کعبہ کی دیوار پر زیادہ تر کانچ کے بت تھے	۳۰۹
۴۱۴	جب مصیبت ختم ہو جاتی تو پھر شرک کرنے لگتے	۳۰۹
۴۱۵	ہمارا ایمانی تقاضا	۳۱۰
۴۱۶	دین خیر خواہی کا نام ہے	۳۱۰
۴۱۷	اولاد کی خیر خواہی	۳۱۱
۴۱۸	مسلمان بھائی بہن کی خیر خواہی	۳۱۱
۴۱۹	افریقہ والوں کے لیے بہت بڑی اللہ کی نعمت	۳۱۲
۴۲۰	گھروں میں کام کرنے والوں نوکروں کی خیر خواہی	۳۱۲
۴۲۱	حدیث میں آیا ہوا ایک عجیب واقعہ	۳۱۲

۴۲۲	دوسرا واقعہ	۳۱۴
۴۲۳	بڑے افسوس کی بات!	۳۱۵
۴۲۴	شوہر کی خیر خواہی	۳۱۵
۴۲۵	اصل قصہ	۳۱۶
۴۲۶	مکہ مکرمہ کی حرمت	۳۱۶
۴۲۷	لیکن جنگ کی نوبت نہیں آئی	۳۱۷
۴۲۸	عام معافی کا اعلان	۳۱۷
۴۲۹	گیارہ مرد اور تین عورتوں کو معافی نہیں	۳۱۸
۴۳۰	ان گیارہ میں سے ایک عکرمہ یمن کی طرف بھاگ گیا	۳۱۸
۴۳۱	سمندر میں طوفان	۳۱۹
۴۳۲	سمندر میں لات وعزّیٰ مدد نہیں کر سکتے	۳۱۹
۴۳۳	عکرمہ کی اچھی نیت	۳۱۹
۴۳۴	ام حکیم رضی اللہ عنہا کا ایمان اور اپنے شوہر کے لیے امان طلب کرنا	۳۲۰
۴۳۵	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عکرمہ کو امان دینا	۳۲۰
۴۳۶	بیوی شوہر کی تلاش میں	۳۲۰
۴۳۷	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تین خوبیاں	۳۲۱
۴۳۸	قطع رحمی کرنے والی کی شبِ قدر میں بھی مغفرت نہیں ہوتی	۳۲۱
۴۳۹	اپنے اندر نیکی لاؤ	۳۲۲

۴۴۰	ایمان کی برکت سے اللہ کا عجیب ڈر	۳۲۳
۴۴۱	اگر اللہ کا ڈر آجاوے تو گناہوں سے بچنا آسان ہوجائے	۳۲۳
۴۴۲	عکرمہ آرہے ہیں تم ان کے باپ کو برا مت کہنا	۳۲۴
۴۴۳	گالی دینا کتنی بری بات ہے؟	۳۲۴
۴۴۴	کافروں کے بتوں کو بھی گالی مت دو؛ ورنہ وہ تمھارے معبود کو بھی!!!	۳۲۵
۴۴۵	دوسروں کے ماں باپ کو گالی مت دو؛ ورنہ!!!	۳۲۵
۴۴۶	پاکیزہ جذبہ	۳۲۵
۴۴۷	معافی مانگنے والا کبھی نیچا نہیں ہوتا	۳۲۶
۴۴۸	ستر ہزار (70000) مرتبہ کلمۂ طیبہ پڑھنے کی فضیلت	۳۲۶
۴۴۹	سورۂ اخلاص اور سورۂ کافرون کی فضیلت	۳۲۷

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کا ظہار کا واقعہ (حصہ: ۱)

۴۵۰	مختصر تعارف	۳۳۰
۴۵۱	سورۂ مُجادلہ کی وجہِ تسمیہ اور ایک خوبی	۳۳۱
۴۵۲	زمانۂ جاہلیت میں عورتوں پر مظالم	۳۳۲
۴۵۳	ظہار کا مطلب	۳۳۳
۴۵۴	اُس زمانے میں ظہار کی حیثیت	۳۳۳
۴۵۵	’’ظہار‘‘ زبانی ظلم ہے	۳۳۴

۴۵۶	آپ ﷺ کی پیاری تعلیمات میں ہر مصیبت کا علاج ہے	۳۳۴
۴۵۷	بیوی سے محبت کے اظہار میں بھی شریعت کی حد میں رہنا ضروری ہے	۳۳۵
۴۵۸	ہر ایک سے محبت کا طریقہ الگ ہوتا ہے	۳۳۵
۴۵۹	نبیوں کی زبان پر بیوی کے لیے ادب بھرے الفاظ	۳۳۶
۴۶۰	نکاح کے خطبہ میں پڑھی جانے والی آیتوں میں تقوے کی تاکید	۳۳۷
۴۶۱	طلاق کوئی گالی نہیں ہے	۳۳۷
۴۶۲	صاحبِ واقعہ کا نام اور تعارف	۳۳۸
۴۶۳	خوب صورتی اور مال داری خدا کی بہت بڑی نعمت ہے، اس پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے	۳۳۸
۴۶۴	صورتِ واقعہ	۳۳۹
۴۶۵	ہمیشہ سوچ سمجھ کر بولنا چاہیے؛ ورنہ بعد میں افسوس ہوتا ہے	۳۳۹
۴۶۶	میاں بیوی کا آپس میں مباحثہ اور معاملہ آپ ﷺ کی خدمت میں	۳۴۰
۴۶۷	شریعت کے مطابق عمل کرنے کا جذبہ اپنے اندر پیدا کرو	۳۴۰
۴۶۸	اِس لائن کے چند ضروری مسائل	۳۴۱
۴۶۹	اللہ کی ناراضگی اور پوری رات فرشتوں کی لعنت	۳۴۱
۴۷۰	بیوی کے انکار کے سخت نقصانات	۳۴۲
۴۷۱	صرف روٹی ہی جلے گی، ہماری زندگی نہیں جلے گی	۳۴۳
۴۷۲	وہ اعذار جن کی وجہ سے عورت انکار کرسکتی ہے	۳۴۴

۴۷۳	شوہر کے دل میں بیوی کے متعلق نفرت پیدا نہ ہو اس کے لیے شریعت کا اہتمام: سفر سے واپسی پر پہلے سے گھر والوں کو اطلاع	۳۴۴
۴۷۴	زمانۂ جاہلیت میں ''ظہار'' کی وجہ سے عورت ہمیشہ کے لیے حرام	۳۴۵
۴۷۵	شوہر کا سر دھونا خدمت بھی اور محبت بھی	۳۴۶
۴۷۶	آپ ﷺ کے سامنے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کا دُکھڑا	۳۴۶
۴۷۷	شادی کے بعد اپنے خاندان والوں سے تعلق باقی رکھنا چاہیے	۳۴۶
۴۷۸	آپ ﷺ کا جواب اور حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کی حالت	۳۴۷
۴۷۹	ایک عجیب حکمت کی بات	۳۴۷
۴۸۰	شوہر کی شکایت؛ لیکن آہستہ آواز سے	۳۴۸
۴۸۱	عورتوں کے لیے اہم سبق اور نصیحت	۳۴۹
۴۸۲	اللہ تعالیٰ کی قدرت	۳۴۹
۴۸۳	دعا کی قبولیت اور قیامت تک کے لیے آسانی	۳۵۰
۴۸۴	نزولِ وحی اور اس کی کیفیت	۳۵۰
۴۸۵	صرف منہ سے بولنے سے کوئی ماں نہیں بن جایا کرتی	۳۵۱
۴۸۶	ظہار کے مختلف کفارے	۳۵۱
	حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کا ظہار کا واقعہ (حصہ: ۲)	
۴۸۷	اقتباس	۳۵۴

۴۸۸	کل گذشتہ سے جاری بیان	۳۵۶
۴۸۹	آپ ﷺ کی عجیب رحمت	۳۵۷
۴۹۰	پریشان حال شوہر پر خرچ کرنا بھی صدقہ ہے	۳۵۷
۴۹۱	شوہر کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید	۳۵۸
۴۹۲	جب نا اتفاقی ہوجائے تو ایک دوسرے سے معافی مانگ لیوے	۳۵۹
۴۹۳	ندامت اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے	۳۵۹
۴۹۴	ایک علمی نکتہ	۳۶۰
۴۹۵	اس واقعے سے حاصل ہونے والے فوائد	۳۶۰
۴۹۶	اپنے حق کے لیے بحث ومباحثہ کرنا جائز ہے	۳۶۰
۴۹۷	میاں بیوی کے درمیان نا اتفاقی کا قرآنی حل	۳۶۱
۴۹۸	ضرورت کے موقع پر عورت گھر سے باہر نکل سکتی ہے	۳۶۳
۴۹۹	مجبوری کی وجہ سے غیر محرم سے ضروری بات کرسکتی ہے	۳۶۴
۵۰۰	مصیبت کے موقع پر اللہ ہی سے شکایت کرنی چاہیے	۳۶۵
۵۰۱	مسئلہ کا حل جاننے والوں سے ہی حاصل کرنا چاہیے	۳۶۶
۵۰۲	گناہ یا دنیوی مفاد کے لیے شوہر پر دباؤ ڈالنا مناسب نہیں	۳۶۷
۵۰۳	شریعت کی جامعیت: سزا میں بھی غریبوں کا فائدہ	۳۶۷
۵۰۴	روزے والے کفارے میں نفس کی اصلاح	۳۶۸

عورتوں کے زیب وزینت (بناؤسنگار) کے مسائل

۵۰۵	اس بیان کے چنندہ جواہر پارے	۳۷۰
۵۰۶	زمین میں زلزلہ کب آتا ہے؟	۳۷۱
۵۰۷	آخری دور میں تین قسم کے خطرناک عذاب	۳۷۲
۵۰۸	جسم اللہ تعالیٰ کی امانت ہے	۳۷۲
۵۰۹	خودکشی حرام ہے	۳۷۲
۵۱۰	عورت شریعت کی حد میں رہ کر زینت اختیار کرے	۳۷۳
۵۱۱	بیوٹی پارلر جانا جائز نہیں ہے	۳۷۴
۵۱۲	میک اپ میں استعمال ہونے والی چیزوں کے جسمانی نقصانات	۳۷۵
۵۱۳	بیوٹی پارلر میں مالی نقصانات	۳۷۵
۵۱۴	زینت میں اسراف کے نقصانات	۳۷۵
۵۱۵	ایک مسئلہ	۳۷۶
۵۱۶	بال کٹوانا شریعت کی رو سے جائز نہیں	۳۷۶
۵۱۷	بے پردہ باہر نکلنا	۳۷۷
۵۱۸	مردوں جیسے کپڑے	۳۷۸
۵۱۹	ایک واقعہ	۳۷۸
۵۲۰	ایک نصیحت بھرا لطیفہ	۳۷۹

۵۲۱	بے بی کٹ بال فیشن آگ کا انگارہ ہے	۳۷۹
۵۲۲	ایک خاص نصیحت	۳۷۹
۵۲۳	قدرتی بال کو سنوارنا جائز ہے	۳۸۰
۵۲۴	آئی برو (i bro) کروانا جائز نہیں ہے	۳۸۰
۵۲۵	عورت داڑھی کے بال نکال سکتی ہے	۳۸۱
۵۲۶	مصنوعی بالوں کو اصل بالوں کے ساتھ ملانا جائز نہیں	۳۸۱
۵۲۷	اللہ تعالیٰ کی لعنت کی حق دار عورتیں، وِگ (Wig) پہننا	۳۸۲
۵۲۸	میک اپ (Make up) کی جائز مقدار	۳۸۲
۵۲۹	لپسٹک (Lipstick) لگانا کیسا ہے؟	۳۸۳
۵۳۰	ناخن پر لال رنگ (Nail polish)	۳۸۳
۵۳۱	چالیس دن سے زیادہ ناخن رکھنے کی اجازت نہیں	۳۸۳
۵۳۲	مہندی استعمال کرنا جائز ہے	۳۸۴
۵۳۳	زیورات کس حد تک جائز ہیں؟	۳۸۴
۵۳۴	کونسا زیور پہننا جائز ہے؟	۳۸۵
۵۳۵	گھنٹی والے پازیب پہننا منع ہے	۳۸۵
۵۳۶	سونے چاندی کے علاوہ کے زیورات	۳۸۶
۵۳۷	عورتوں کو خریداری کرتے وقت احتیاط کرنی چاہیے	۳۸۷
۵۳۸	ناک کان میں سوراخ اور گلے میں لاکیٹ پہننا کیسا ہے؟	۳۸۸

۵۳۹	حروفِ مقطعات والی انگوٹھی	۳۸۸
۵۴۰	عورتوں کو کیسی خوشبو استعمال کرنی چاہیے	۳۸۸
۵۴۱	کونسا پرفیوم استعمال کر سکتے ہیں؟	۳۸۹
۵۴۲	بالوں کو چالیس دن سے زیادہ چھوڑے رکھنا جائز نہیں ہے	۳۸۹
۵۴۳	عورتیں مردوں کی مشابہت اختیار نہ کریں	۳۹۰
۵۴۴	خلاصۂ کلام	۳۹۰
۵۴۵	جمعہ کے چند فضائل، جمعہ کے چند اعمال	۳۹۱
۵۴۶	سورۂ کہف کی فضیلت	۳۹۱
۵۴۷	درود شریف کی فضیلت	۳۹۲
۵۴۸	جمعہ کی ایک مقبول گھڑی	۳۹۲
۵۴۹	جمعہ کی سنتیں	۳۹۳
۵۵۰	دعا	۳۹۴
۵۵۱	قرآنی خواتین ایک نظر میں	۳۹۶
۵۵۲	مؤلف کی دیگر مساعئ جمیلہ	۳۹۸
۵۵۳	نورانی مکاتب کے مقاصد	۴۰۰

پیش خدمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى. أَمَّا بَعْدُ!

جو کچھ علمی دعوتی و دینی کوششیں ہیں یہ سب محض اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فضل وکرم ہے، اور خاتم الانبیاء سیدنا وشفیعنا حضرت محمد ﷺ کا فیض ہے، بندے کی یہ عادت رہی ہے کہ اپنی مختلف کتابوں کی ہر ہر جلد کا ثواب اپنے کسی نہ کسی مربی کی خدمت میں ایصال کیا ہے؛ چونکہ اس کتاب میں اپنے خطبات کی تقریباً نو، دس جلدوں میں پھیلے ہوئے مضامین کا خلاصہ آ گیا ہے؛ اس لیے اس کتاب کا ثواب اپنے تمام ہی محسنین اور مربیین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں؛ بالخصوص حسبِ ذیل حضرات:

① سیدنا وشفیعنا خاتم الانبیاء والمرسلین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور جمیع صحابہ اور صحابیات رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

② میرے مشفق ومربی اور استاذ والدِ مرحوم حضرت مولانا سلیمان صاحب حافظ جی اور والدہ مرحومہ۔

③ پیرومرشد فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ۔

④ مرشدِ ثانی ومشفق استاذ شیخ الحدیث حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم۔

⑤ دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث حضرت الاستاذ حضرت اقدس مفتی سعید

احمد صاحب پالنپوری دامت برکاتہم۔

⑥ مشفق ومحترم جامعہ ڈابھیل کے مہتمم حضرت مولانا احمد بزرگ دامت برکاتہم۔

⑦ شیخ الحدیث حضرت الاستاذ مولانا اکرام علی صاحب بھاگلپوریؒ۔

⑧ شیخ الحدیث حضرت الاستاذ مولانا واجد حسین صاحب دیوبندیؒ۔

⑨ شیخ الحدیث حضرت الاستاذ مولانا نصیر احمد خاں صاحبؒ۔

⑩ شیخ القراء حضرت الاستاذ قاری احمد اللہ صاحب بھاگلپوری دامت برکاتہم۔

⑪ حضرت الاستاذ مولانا اسماعیل صاحب چاسوی دامت برکاتہم۔

⑫ حضرت الاستاذ مفتی عباس صاحب بسم اللہ ڈابھیلی دامت برکاتہم۔

⑬ حضرت الاستاذ مولانا یوسف صاحب کاویؒ۔

⑭ حضرت الاستاذ مولانا ابراہیم صاحب پٹنی دامت برکاتہم

⑮ حضرت الاستاذ مولانا موسیٰ صاحب کچھولویؒ۔

⑯ حضرت الاستاذ مولانا سلیمان صاحب چوکسی دامت برکاتہم۔

⑰ حضرت الاستاذ مولانا غلام محمد صاحب نرولیؒ۔

⑱ حضرت الاستاذ مولانا قاری رشید صاحب بزرگؒ۔

⑲ حضرت الاستاذ مولانا ابراہیم صاحب کاویؒ۔

⑳ حضرت الاستاذ مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب بزرگ دامت برکاتہم۔

㉑ حضرت الاستاذ مولانا قاری یوسف علی صاحب بھٹئی دامت برکاتہم۔

اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو اپنی شایانِ شان بہترین بدلہ اور دارین میں رضائے کامل عطا فرمائے، جو حیات ہیں ان کی عمروں میں عافیت کے ساتھ برکت عطا فرمائے۔

پیش لفظ

الحمد للّٰہ رب العالمین الذي قال في کتابه "لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ" والصلٰوة والسلام علٰی خاتم النبیین الذي قال: "الا! خیر کم خیر کم لاھله وانا خیر کم لنسائی" وعلٰی اٰله وصحبه وعلٰی من تبعھم باحسانٍ الٰی یوم الدین، اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً.(النساء)

ترجمہ: اے انسانو! تم اپنے اس رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جاندار (یعنی آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا (یعنی حوا کو) بنایا اور ان دونوں (کے ذریعہ) سے بہت سارے مرد اور عورتوں کو پھیلا دیا۔

اِس آیتِ کریمہ سے دو باتیں بالخصوص معلوم ہوئیں:

① تمام لوگ ایک مرد حضرت آدم علیہ السلام کی نسل ہیں۔

② اللہ تعالیٰ نے انہی آدم علیہ السلام سے ان کا جوڑا سیدہ حوا رضی اللہ عنہا کو پیدا فرمایا۔

پھر جب خالقِ کائنات نے زمین میں آدم وحوا سے انسان کو پھیلانا شروع فرمایا تو انہی دونوں سے آگے مرد بھی پیدا فرمائے اور عورتیں بھی پیدا فرمائیں۔ مردوں کے ساتھ جہاں عورتوں کے دیگر رشتے (ماں، پھوپھی، خالہ، دادی، نانی اور بیٹی وغیرہ کے) قائم فرمائے، وہاں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے ساتھ مردوں کے ازدواجی رشتے کو

بھی قائم کیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے احسان کو مردوں کو یاد کرواتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَمِنۡ اٰيٰتِهٖۤ اَنۡ خَلَقَ لَكُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ اَزۡوَاجًا لِّتَسۡكُنُوۡۤا اِلَيۡهَا وَجَعَلَ بَيۡنَكُمۡ مَّوَدَّةً وَّرَحۡمَةً ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّتَفَكَّرُوۡنَ ۝۲۱ (الروم)

ترجمہ: اور اس (اللہ تعالیٰ) کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تمھارے (فائدے کے) لیے تم ہی میں سے بیویاں بنائیں؛ تاکہ تم ان کے پاس جا کر سکون (یعنی چین) حاصل کرو اور اس نے تمھارے (یعنی میاں بیوی کے) درمیان محبت اور رحمت (یعنی ہمدردی) کے جذبات پیدا کر دیے، یقیناً اس میں جو لوگ دھیان کرتے ہیں ایسی قوم کے لیے بڑی نشانیاں ہیں۔

یعنی مرد اپنی فطرت کے تقاضے کو عورت؛ یعنی اپنی بیوی کے پاس جا کر پورا کرے اور عورت اپنی فطرت کے تقاضے کو اپنے خاوند مرد کے پاس جا کر پورا کرے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق دونوں مل کر سکون و اطمینان حاصل کریں۔

عورت کی نسبت سے سسرالی رشتے بھی قائم ہوتے ہیں اور وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَهُوَ الَّذِىۡ خَلَقَ مِنَ الۡمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهۡرًا ؕ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيۡرًا ۝۵۴ (الفرقان)

ترجمہ: اور وہ (اللہ تعالیٰ) وہی ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا اور اس (انسان) کو نسبی اور سسرالی رشتہ والا بنایا اور تمھارے رب بڑی قدرت والے ہیں۔

اس آیت میں ''نسب'' یعنی خاندانی رشتے داری اور ''صہر'' یعنی سسرالی رشتے داری دونوں کو ایک نعمت کے طور پر بیان فرمایا۔

اور اس سسرالی رشتے کی برکت سے بہت ساری عورتوں سے رشتہ قائم ہوتا ہے، جیسے بیوی کی بہن، بیوی کی ماں، بیوی کی خالہ، بیوی کی پھوپھی وغیرہ وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتے ہیں:

لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ.

ترجمہ: پکی بات یہ ہے کہ ان کے واقعات میں عقل والوں کے لیے عبرت کا بڑا سامان ہے۔

یعنی قرآنِ حکیم میں اللہ کے پیغمبروں اور گزشتہ قوموں کے قصص و واقعات کو بیان کرنے کا مقصد عقلمند لوگوں کے لیے عبرت و نصیحت مہیا کرنا ہے، اِن واقعات کے بیان میں مسلمانوں کے لیے ہدایت و رہنمائی بھی ہے اور ان کے کے لیے ان واقعات میں رحمت بھی، کہ جب وہ ان قصوں کو پڑھ کر اپنے عقیدہ و عمل کو درست کرتے ہوئے صحیح راستے پر استقامت اختیار کریں گے تو ان پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں گی۔

قرآنِ کریم میں مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کے واقعات بھی بیان کیے گئے ہیں؛ تاکہ مسلمان عورتیں اور مرد اپنی اصلاح کے لیے ان واقعات سے نصیحت حاصل کریں۔

یقیناً قرآنِ کریم میں عورتوں کے واقعات اپنے اندر شرعی احکام بھی سموئے ہوئے ہیں اور تربیتی فوائد بھی، جن سے ایک مسلمان عورت بھرپور فائدہ اٹھا سکتی ہے، دنیوی زندگی میں سیدھی راہ پر چلنے کے لیے ان واقعات کو راہ نما اصول کے طور پر متعین بھی کرسکتی ہے، اور آج کے زمانے میں دشمنوں کے جو تیر مسلمان عورتوں پر لگاتار آرہے ہیں ان سے حفاظت کا ایک مضبوط ذریعہ ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری ؓ بیان کرتے ہیں کہ: حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان الدنیا حلوۃ خضرۃ وان اللہ مستخلفکم فیھا ، فینظر کیف تعملون ، فاتقوا الدنیا واتقوا النساء فان اول فتنۃ بنی اسرائیل کانت فی النساء.

ترجمہ: بلاشبہ دنیا (ظاہر میں) نہایت (میٹھی) اور سرسبز وشاداب ہے، اللہ عز وجل تمھیں دنیا میں حکومتیں عطا کرنے والا ہے، سو وہ دیکھیں گے کہ (اس وقت) تم کیسے (اچھے) عمل کرتے ہو۔ اس لیے دنیا سے بچ کر رہنا (یعنی ایسی دنیا سے جو اللہ سے غافل کردے) اور عورتوں کے متعلق بھی اللہ کا تقویٰ اختیار کرنا؛ اس لیے کہ بنو اسرائیل میں سب سے پہلا فتنہ عورتوں سے شروع ہوا تھا۔

یہ جو کہا جاتا ہے کہ: اگر کسی عورت کی اصلاح ہوجائے تو سمجھیے کہ پورے خاندان کی؛ بلکہ پوری ایک نسل کی اصلاح ہوگئی، تو یہ بات بڑی حد تک سچ ہے؛ اس لیے کہ دنیا کے بہت سے بڑے آدمی کو بڑا بنانے میں کسی عقل مند عورت کا ساتھ، ہاتھ اور تعاون ضرور رہا ہے۔

یہ کتاب مسلم طالبات کے لیے بالخصوص اور باقی تمام عورتوں کے لیے بالعموم اس نظریہ کے تحت تیار کی گئی ہے کہ وہ اس کتاب میں بیان کردہ اللہ تعالیٰ کی مؤمن و نیک بندیوں کی سیرتوں اور ان کے واقعات کے مطالعہ سے دنیا کی ان عظیم ترین خواتین محترمات کو اپنا آئیڈیل بنائیں؛ تاکہ وہ خود بھی دوسروں کے لیے ایک نیک مسلمان عورت کی حیثیت سے بہترین نمونہ بن سکیں۔

انٹرنیٹ اور ٹیلی وژن کے سامنے بیٹھ کر یا جھوٹے قصے کہانیاں پڑھ کر اپنا

وقت برباد کرنے والی مسلم خواتین اور مؤمن و مسلم طالبات کے لیے اس کتاب میں دل چسپ واقعات بھی ہیں اور اپنی زندگی گزارنے کے بہترین تجربے بھی ہیں۔

اس کتاب میں مومنہ و نیک بندیوں کے ساتھ ساتھ کچھ بداخلاق و بدکردار اور بے وقوف و کم عقل عورتوں کے واقعات بھی بیان ہوئے ہیں؛ تاکہ مسلمان عورتیں اپنے آپ کو بے وقوفی و بدکرداری اور بداخلاقی سے بچاسکیں۔

اس لیے اردو جاننے، سمجھنے اور پڑھنے والی مسلمان خواتین اور بچیوں کو اس کتاب میں ذکر کیے ہوئے واقعات و قصص سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں بار بار پڑھنا چاہیے اور اس کتاب کو آگے پھیلانا چاہیے؛ کیوں کہ اس کتاب میں درج سچے واقعات و قصص اللہ عزوجل کی سچی کتاب قرآنِ عظیم سے لیے گئے ہیں۔

اس کتاب میں قرآن میں آئے ہوئے خواتین کل اٹھائیس واقعات کے علاوہ ''دینی مجلس کے آداب'' اور ''عورتوں کے لیے زیب و زینت کے احکام'' کے عنوان سے دو مزید بیان بھی شامل کیے گئے ہیں۔

کام کی نوعیت

① تقریباً دس سال پہلے جب سے رمضان میں اپنے بڑوں کے مشورے سے ایک عشرہ کا سلسلہ ملاوی میں شروع ہوا تو اللہ کے فضل اور اللہ کی توفیق سے قرآن میں آئے ہوئے عورتوں کے واقعات بیان کرنے کا سلسلہ شروع ہوا، جو۔سی۔ڈی اور انٹرنیٹ کے ذریعہ الحمدللہ دنیا کے کئی ممالک میں عام ہوا۔

② ملاوی کے مؤقر اور دینی فکر رکھنے والے علما خاص کر مولانا سلیم صاحب

کمکوتروی خلیفہ حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم اور حضرت مولانا محمد ابن مولانا عبداللہ کاپودروی صاحب کے اصرار پر اس کو کتابی شکل میں تقریباً نو (۹) جلدوں میں شائع کیا گیا اور دسویں (۱۰) جلد کا مواد تیار تھا۔

③ پھر اللہ کی توفیق سے یہ مجموعہ وجود میں آیا جو آپ کے ہاتھوں میں ہے، جو بیانات چھپ رہے تھے اس میں قرآن میں آئے ہوئے خواتین کے واقعات کے علاوہ کچھ دوسرے بیانات بھی شامل تھے، سوچا گیا کہ ان کو الگ شائع کیا جائے، اور صرف خواتین کے واقعات کو الگ سے شائع جائے، جو کام بحمد اللہ! آپ کے سامنے ہے۔

④ رمضان میں بیان کے موقع پر ترتیب کا لحاظ نہیں ہوا، مثلاً پہلے سال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ، پھر مدین کی دو نیک لڑکیوں کا واقعہ بیان ہوا، خلاصہ یہ کہ بیانات میں ترتیب کا لحاظ نہیں تھا، قرآن کی کسی ایک خاتون کو لے لیا جاتا اور اس کے متعلق آیات کو سامنے رکھ کر بیان ہوتا، گذشتہ سے پیوستہ رمضان میں قرآن میں آئی ہوئی اکثر خواتین کے واقعات ملاوی میں مکمل ہو گئے، اور جو باقی تھے اس کا کافی حصہ دوسری جگہوں پر بیان میں مکمل کیا گیا، جب یہ مجموعہ مرتب ہوا تو مشہور روایات کو سامنے رکھ کر ترتیب زمانی کا لحاظ کیا گیا؛ یعنی اول خاتون حضرت حوا رضی اللہ عنہا کے واقعے سے اس مجموعے کو شروع کیا گیا اور مشہور زمانی ترتیب کے لحاظ سے اخیر میں سیدنا حضرت خاتم الانبیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ ازواجِ مطہرات اور حضرت خولہ رضی اللہ عنہا جیسی صحابیات جن کے واقعات قرآن میں آئے ہیں اس پر جا کر مجموعہ کو مکمل کیا جارہا ہے۔

⑤ ان قصص اور واقعات میں جو عبرت اور نصیحت کے پہلو ہیں ان کو زیادہ تر

اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے، واقعات کو سامنے رکھ کر کہیں کہیں ضروری مسائل بھی ساتھ میں آ گئے ہیں۔

⑥ بیانات الگ نئی ترتیب سے ان شاء اللہ! شائع ہو رہے ہیں، جن میں قرآن میں آئی ہوئی خواتین کے واقعات اب یہاں آ جانے کی وجہ سے وہاں باقی نہیں رکھے گئے ہیں، البتہ عورتوں کے متعلق کچھ اہم بیانات انہی بیانات کے مجموعے میں موجود ہیں۔

⑦ اس مجموعے میں قرآن میں آئی ہوئی ہر خاتون کے واقعے سے پہلے اس خاتون کا ایک مختصر تعارف بڑھایا گیا ہے، جس کی وجہ سے اس عورت کے تعارف میں آسانی ہو جاتی ہے۔

⑧ ان واقعات کے بیان میں بہت سے واقعات کا تعلق تفسیری روایتوں سے ہیں، اسی لیے سند کے اعلی معیار پر ان میں سے بعض واقعات کو آپ جانچنے کی کوشش نہ کریں۔

⑨ خطبات میں کمپوزنگ وغیرہ کی کافی اغلاط تھے اس کی تصحیح کر لی گئی ہے۔

⑩ بفضل اللہ! ایک طویل عرصے سے ترجمہ اور تفسیر پڑھانے کی سعادت حاصل ہے، تو ہمارے جن معتبر اکابرین کی تفسیریں مطالعے میں رہیں ان میں جو قرآن میں آئی ہوئی خواتین کے متعلق واقعات دیکھے وہ بیان کیے ہے۔

بندہ بیانات کے دوران عام فہم اردو بولنے کا عادی ہے؛ چوں کہ میرے مخاطب زیادہ تر وہ مسلمان ہوتے ہیں جو اونچی اردو سے واقف نہیں ہوتے اور ان کے سمجھانے

کی خاطر مجھے الفاظ نہایت سادہ، عام فہم استعمال کرنے پڑتے ہیں، اردو کے مشکل الفاظ اور مشکل تعبیرات ہمارے مخاطبین کے لیے سمجھنا دشوار ہے؛ بلکہ بعض مرتبہ انگریزی، گجراتی اور ہندی الفاظ کا سہارا لینا ہوتا ہے، محض اس لیے کہ مخاطبین بات سمجھ جائیں۔

اور اتنے عرصے میں تجربہ یہ ہوا کہ وعظ میں مشکل الفاظ کی بھر مار کر کے مخاطبین کو اپنی زبان دانی جتانے کے بجائے وہ دینی بات کو سمجھ سکیں ایسا لب ولہجہ اور ایسی زبان استعمال کرنا نہایت مفید ثابت ہوا؛ اس لیے قارئین اس کو ''اردو ادب'' کی کتاب نہ سمجھیں؛ بلکہ دین کی بات سمجھنے، سمجھانے کا مجموعہ سمجھیں۔

اخیر میں سب سے پہلے میں اللہ رب العالمین کا شکر گزار ہوں کہ جس نے اس کام کو انجام دینے کی توفیق وسعادت عطا فرمائی اور اس کے اسباب مہیا فرمائے، اسی طرح اس کتاب کی تیاری میں جن جن حضرات نے جس طرح کا حصہ لیا ہے میں ان تمام کا شکریہ ادا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ ان سب کو دارین میں اپنی رضا سے مالا مال فرماوے اور ان کو اور ان کی نسلوں کو دین کی مقبول خدمات کے لیے قبول فرماوے، آمین۔

(مفتی) محمود بارڈولی

مدرس: جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل سملک

مؤرخہ: ۲۴ ربیع الثانی ۱۴۴۰ھ

مطابق

۱ جنوری ۲۰۱۹ء

دین کی مجلس کے آداب اور عورتوں کے لیے کچھ ضروری باتیں

اس بیان کے چنندہ جواہر پارے

ہر ماں باپ اپنی اولاد کو اچھے سے اچھا تحفہ ہدیہ دینا چاہتے ہیں؛ لیکن حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ: باپ کا بچے کو عمدہ اور اچھے آداب سکھانا بہترین تحفہ ہے؛ کیوں کہ اچھے اخلاق اور آداب سے بچوں کی دنیا اور آخرت دونوں بن جاتے ہیں۔

ایک مسلمان کی خوبی یہ ہوتی ہے کہ وہ دین کی جو بھی بات سنتا ہے اس پر عمل کرتا ہے۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ: اسماء! تم بھی سنو اور جن عورتوں نے تم کو میرے پاس بھیجا ہے، ان سب عورتوں کو بھی بتلا دو کہ: جو عورت اپنے شوہر کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے اور اپنے شوہر کو خوش رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کو گھر میں بیٹھے بیٹھے ان تمام چیزوں کا ثواب عطا فرمادیں گے۔

شوہر کو خوش رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ شریعت اور دین کے خلاف کوئی بات نہیں ہونی چاہیے۔ دین اور شریعت کی حد میں رہ کر ہم اپنے شوہر کو خوش رکھیں، تو اللہ تعالیٰ اس کو گھر بیٹھے بیٹھے ان تمام عبادت کا ثواب عطا فرمادیں گے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰه نَحْمَدُه وَنَسْتَعِيْنُه وَنَسْتَغْفِرُه وَنُؤْمِنُ بِه وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْه وَنَعُوْذُ بِاللّٰه مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا،مَنْ يَّهدِهِ اللّٰهُ فَلَامُضِلَّ لَه وَمَنْ يُّضْلِلْه فَلَاهادِىَ لَه وَنَشْهدُ اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَحْدَه لَاشَرِيْكَ لَه وَنَشْهدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَ شَفِيْعَنَا وَحَبِيْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُه وَرَسُوْلُه،صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلَيْه وَ عَلٰى اٰلِه وَاَصْحَابِه وَذُرِّيَّاتِه وَ اَهلِ بَيْتِه وَاَهلِ طَاعَتِه، وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْراً كَثِيْراً

اَمَّا بَعْدُ!فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝١ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝٢ (مؤمن)

دینی بہنو! دین کی نسبت پر جمع ہونا اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا احسان اور کرم ہوا کہ اس نے پھر سے اپنے دین کی نسبت پر ہم کو جمع ہونے کا موقع عطا فرمایا، اللہ تعالیٰ نے آپ کی زندگی میں بھی برکت عطا فرمائی، میری زندگی میں بھی برکت عطا فرمائی اور پھر سے ایک اور رمضان کے مہینے میں اللہ نے ملاقات کرائی، پھر یہ ہمارا جمع ہونا، بیٹھنا، میرا کچھ کہنا اور آپ کا سننا؛ یہ سب اللہ تعالیٰ کے دین کے خاطر ہے، دین سیکھنے اور سکھانے کی نیت سے ہے، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔

آج کے زمانے میں لوگ گناہوں کے خاطر جمع ہوتے ہیں اور ایک جگہ جمع ہوکر اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ایسے نافرمانی اور گناہ والے مجمع سے مجھے اور آپ کو بچایا اور دین کی نسبت پر یہاں ہم کو جمع فرمایا، یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

دین کی نسبت پر سفر یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے

اسی طریقہ سے اللہ تعالیٰ نے جو اتنے دور دراز کے ملکوں سے سفر کر کے یہاں پہنچایا یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے، آج کے زمانے میں لوگ گناہوں اور برائیوں کے لیے سفر کرتے ہیں، وہ سفر انسان کو جہنم میں لے جانے کا ذریعہ بنتا ہے، اُس سفر میں جو دولت خرچ ہوئی؛ پیسہ خرچ ہوا وہ بھی جہنم میں لے جانے کا ذریعہ بنتا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ اللہ تعالیٰ نے دین کی نسبت پر مجھے اور آپ کو چلنے کی اور سفر کرنے کی توفیق عطا فرمائی، ان شاء اللہ! یہ دین کے لیے چلنا اور سفر کرنا بھی ثواب اور نیکی کا ذریعہ بنے گا، آپ اپنے گھروں سے نکل کر یہاں تک آئیں، کوئی پیدل چل کر آیا، کوئی گاڑی میں سوار ہو کر پہنچا، ان شاء اللہ! دونوں چیزیں اللہ تعالیٰ کے یہاں ثواب اور نیکی کا ذریعہ بنے گی۔

دین کی مجلس میں باوضو اور نیک نیت کے ساتھ آنا چاہیے

اس لیے میں آپ سب سے کہتا ہوں کہ روزانہ جب گھر سے نکل کر یہاں مجلس میں آؤ تو وضو کے ساتھ آؤ، جو بہن وضو کر کے آئے گی تو اللہ تعالیٰ خاص طور پر اس کو نورانیت اور برکت عطا فرمائیں گے؛ اس لیے کہ یہ دین کی مبارک مجلس ہے اور دین کی مجلس میں ہم وضو کے ساتھ آئیں تو اس کا فائدہ زیادہ ہوتا ہے اور گھر سے نکلتے وقت نیت کر لیں کہ ہم اللہ کا دین سیکھنے کے لیے جا رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کا دین سیکھیں گے اور اس پر عمل کریں گے، تو آپ کا گھر سے نکلنا، چلنا، گاڑی کا پٹرول جلنا ان سب چیزوں پر ان شاء اللہ! ثواب ملے گا۔

گھر سے باہر نکلتے وقت چند باتیں ذہن میں رہیں

جب آپ دینی مجلس میں آنے کے لیے گھر سے نکلو، تو چند باتوں کا خاص دھیان رکھو: ① اسلامی پردہ کی پابندی کرو؛ یعنی سر سے پاؤں تک پورا بدن چھپا کر آؤ۔
② خوشبو لگا کر نہ آؤ۔ ③ آواز نکلتی ہو، بجتا ہو، ایسا زیور پہن کر نہ آؤ۔
④ راستے کے کنارے چلو۔ ⑤ مردوں کی بھیڑ میں داخل مت ہوؤ۔
⑥ مردوں سے دور ہٹ کر چلو۔ ⑦ ایک محلے سے دوسرے محلے میں آنے جانے کا معاملہ ہے، پھر بھی محرم کے ساتھ آنے جانے کی کوشش کرو، کوئی محرم مرد پہنچانے آوے اور مجلس کے بعد کوئی محرم لینے آجاوے تو بڑی اچھی بات ہوگی۔

ایسے دوسرے ضروری مقاصد کے لیے بھی گھر سے نکلتے ہوئے ان باتوں کا لحاظ کرنا چاہیے۔

مجلس میں خلل ہو ایسا کام کرنا بے ادبی ہے

خاص درخواست یہ ہے کہ مجلس میں پورے دھیان کے ساتھ باتوں کو سنیں، آپس میں بات چیت نہ کریں اور خصوصی درخواست یہ ہے کہ اپنے موبائل کو سائلنٹ پر کردیں، موبائل کی گھنٹیاں بجتی رہیں گی تو دوسری بہنوں کو بھی دین کی بات سننے میں خلل ہوگا اور دین کی بات سننے میں خلل ہو جائے تو یہ چیز بھی بے ادبی ہے اور بے ادبی کرنے سے انسان محروم ہو جاتا ہے، ادب کی برکت سے اللہ تعالیٰ بہت ساری نعمتیں عطا فرماتے ہیں اور بے ادبی کی وجہ سے انسان محروم ہوتا ہے؛ اس لیے اپنے موبائل کو سائلنٹ پر کردیں۔

یہ بھی درخواست ہے کہ مجلس کے دوران واٹسپ ایپ (Whatsapp) پر لکھنا، میسیج (MESSAGE) کرنا، جواب دینا یہ سب کام کاج بھی آپ سب لوگ بند رکھیں، جب قرآن کی باتیں بتلائی جائیں، حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی باتیں بتلائی جائیں، اس وقت اس طرح موبائل پر مشغول رہنا یہ بھی ایک بے ادبی ہے اور یاد رکھو! اللہ کے دین کی بے ادبی انسان کو محروم کر دیتی ہے۔

مسلمان کی خوبی

اسی طرح پورے دھیان اور اخلاص کے ساتھ ہم بات سنیں اور ساتھ میں ہمارے دل میں نیت اور جذبہ ہو کہ دین کی جو بات بھی ہم سنیں گے ان شاء اللہ! اس پر عمل کریں گے اور اس کو ہماری زندگی میں لائیں گے۔

ایک مسلمان کی خوبی یہ ہوتی ہے کہ وہ دین کی جو بھی بات سنتا ہے اس پر عمل کرتا ہے، قرآن میں اللہ تعالیٰ نے مسلمان کی اس خوبی کو بہت پیارے انداز میں بیان فرمایا ہے، ارشاد فرمایا:

سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۫ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸۵﴾ (بقرہ)

''سمعنا'' اے اللہ! ہم نے آپ کے دین کی بات سنیں، قرآن کی باتیں سنیں، نبی کی باتیں سنیں، ''وأطعنا'' اور ہم اطاعت کریں گے، عمل کریں گے، اس کے مطابق اپنی زندگی کو بنا دیں گے، ''غفرانک ربنا'' اے ہمارے رب! آپ ہماری غلطی اور بھول کو معاف فرما دیجیے، ''وإلیک المصیر'' اے اللہ! ہم سب کو آپ کے پاس ایک دن لوٹ کر آنا ہے۔

دین پر عمل کرنا اور دوسروں کو پہنچانا

اس لیے عمل کے پکے ارادے کے ساتھ سنو اور جو بات سنو اس کو اپنی زندگی میں لاؤ اور ہماری جو بہنیں اس وقت کسی وجہ سے ہماری مجلس میں نہیں آسکیں ان تک ہم ان باتوں کو پہنچا دیں، اسی طرح ہماری جو بہنیں دوسرے ملکوں میں رہتی ہیں ان سے ہماری فون پر بات چیت ہوتی ہے تو آپ سے ایک درخواست کرتا ہوں جب بھی فون پر اپنی بہنوں اور رشتے دار عورتوں سے بات کرو تو اپنی ضروری بات کے ساتھ دین کی کوئی ایک بات ضرور ان کو بتلا دیا کرو، ہم اپنی دنیا کی ساری باتیں کرتے ہیں؛ لیکن دین کی ایک بات کم سے کم ضرور ان کو بتلا دیں تو آپ کا وہ ٹیلیفون، آپ کی وہ بات چیت بھی ان شاء اللہ تعالیٰ! نیکی اور ثواب کا ذریعہ بن جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے اِس شہر کی ہماری دینی بہنوں کو ماشاء اللہ! یہ جذبہ بہت اچھا عطا فرمایا ہے؛ الحمد للہ! میں دنیا کے بہت سارے ملکوں میں جاتا ہوں، میں نے بہت سی جگہوں پر لوگوں کے سامنے آپ لوگوں کی اس خوبی کی تعریف کی ہے۔

ابھی بھی الحمد للہ! مسلسل سات ملکوں کے سفر سے آپ کے یہاں آرہا ہوں اور اب تو جو آپ کے بیچ میں بیانات ہوتے ہیں، وہ کتاب میں چھپ رہے ہیں، اِس سال الحمد للہ! اس کا چوتھا اور پانچواں حصہ چھپ گیا، تو کتاب میں بھی آپ کے بارے میں لکھ دیا ہے، ساری دنیا کے مرد اور عورت سب پڑھتے ہیں کہ ماشاء اللہ! ملاوی کی ہماری مسلمان دینی بہنیں سننے میں بھی آگے ہیں اور عمل میں بھی آگے ہیں، بہت شوق سے سنتی بھی ہیں اور عمل بھی کرتی ہیں، میں آپ سے یہی امید کرتا ہوں کہ آئندہ بھی آپ لوگوں

کا یہی جذبہ باقی رہے گا کہ جو بات سنیں گے اس پر عمل کریں گے اور دوسروں کو یہ بات پہنچائیں گے، خاص طور پر پورے اخلاص، شوق و رغبت، دھیان اور توجہ کے ساتھ ہر مجلس میں بات سنیں گے۔

ایک بات اور آپ کو کہہ دوں کہ: جب یہاں پر آئیں تو وضو کر کے آئیں گے تو اشراق، چاشت کی نماز بھی پڑھ کر آئیں، وضو کر کے کم سے کم دو رکعت نماز پڑھ لو اور نماز پڑھ کر مجلس میں آیا کرو، چار پڑھ لو تو زیادہ اچھا ہے، جن کا بھی نماز کا سلسلہ جاری ہے وہ ضرور دو رکعت نماز پڑھ کر آئیں، جن کو عذر ہے ان کے لیے کوئی بات نہیں، یہ چیز ان شاء اللہ تعالیٰ! ہمارے لیے خیر و برکت اور رحمت کا ذریعہ بنے گی۔

اولاد کے لیے بہترین تحفہ

ہر ماں باپ اپنی اولاد کو اچھے سے اچھا تحفہ ہدیہ دینا چاہتے ہیں؛ لیکن حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ باپ کا بچے کو عمدہ اور اچھے آداب سکھانا بہترین تحفہ ہے؛ کیوں کہ اچھے اخلاق اور آداب سے بچوں کی دنیا اور آخرت دونوں بن جاتے ہیں؛ اس لیے آپ یہاں سے اچھی بات سیکھ کر جاؤ اور اپنی اولاد کو سکھاؤ، آپ کی طرف سے بہت عمدہ تحفہ ہوگا۔

بچوں کی تعلیم و تربیت والدین پر ضروری ہے

ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آکر یہ شکایت کی کہ میرا بیٹا میری بات نہیں مانتا اور نہ ہی میرے حقوق ادا کرتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے لڑکے کو بلایا اور اس کو باپ کی نافرمانی اور اس کے حقوق ادا نہ کرنے پر تنبیہ کی تو اس لڑکے نے سوال

کیا کہ: اے امیر المؤمنین! کیا اولاد کا باپ پر کوئی حق نہیں؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں! بالکل ہے۔

اس نے پوچھا کہ: وہ حقوق کیا ہیں؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: باپ پر اولاد کا یہ حق ہے کہ: وہ ان کے لیے اچھی ماں کا انتخاب کرے (یعنی نیک عورت سے شادی کرے؛ تاکہ اولاد اس کی زیرِ تربیت رہ کر نیک بنے) ان کا نام اچھا رکھے اوران کوقرآن کی تعلیم دے۔

اس لڑکے نے کہا کہ: میرے ابا نے ان میں سے ایک بھی حق ادا نہیں کیا، جہاں تک ماں کا سوال ہے تو انھوں نے ایک مجوسی کی حبشی باندی سے شادی کررکھی ہے، پھر میرا نام بھی جُعل (گندگی کا کیڑا/ بدشکل آدمی) رکھ دیا ہے اور مجھے قرآن کا ایک حرف بھی نہیں سکھایا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا: تم حقوق ادا نہ کرنے کے سلسلے میں اپنے بیٹے کی شکایت کرتے ہو؛ حالاں کہ تم نے اس سے پہلے خود اس کا حق ادا نہیں کیا ہے، اس کے برا سلوک کرنے سے پہلے تم نے خود اس کے ساتھ برا سلوک کیا ہے۔ (التفاعل التربوی: ۱/۳)

عورتوں میں تعلیم کا اہتمام

آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی تعلیم کا خصوصی اہتمام فرماتے تھے، ایک مرتبہ عید کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو وعظ و نصیحت فرمائی، اس موقع پر کچھ عورتیں بھی تھیں، جو مردوں سے پیچھے تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو محسوس ہوا کہ میری آواز عورتوں تک نہیں پہنچ رہی ہے،

تو آپ ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکلے اور ان عورتوں کے قریب گئے اور ان کو بھی وعظ ونصیحت فرمائی اور صدقہ کرنے کی ترغیب دی۔ (بخاری شریف ص:۹۸ عن ابن عباس)

مستورات میں بیان کے متعلق حضور ﷺ کا عمل مبارک

حضور ﷺ کے زمانے میں خود عورتوں کے اندر بھی دین کی باتیں سیکھنے کا بہت شوق اور جذبہ تھا، بخاری شریف کی روایت ہے کہ ایک خاتون حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی: یارسول اللہ! مرد حضرات دین کی باتیں سیکھنے میں آگے بڑھ گئے (کیوں کہ وہ تو ہر وقت آپ کی خدمت میں حاضر رہتے ہیں اور دین کی باتیں سیکھتے ہیں؛ لیکن ہم عورتوں کو تو ایسا موقع نہیں ملتا) اس لیے ہمارے لیے بھی کوئی ایک دن مقرر کر دیجیے جس میں ہم آپ کے پاس آئیں اور آپ ہمیں وہ باتیں سکھائیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتائی ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: تم لوگ فلاں دن فلاں جگہ آجایا کرو، چنانچہ عورتیں ایک جگہ جمع ہو جاتی تھیں اور آپ ﷺ ان کے پاس جا کر ان کو وہ باتیں بتاتے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتائی تھی۔ (بخاری: ۷۲۱۰ عن ابی سعید رضی اللہ عنہ)

اس لیے ہماری دینی بہنوں کے لیے یہ جو مجالس کی جاتی ہیں وہ نہایت اہم ہیں، اس کی برکت سے ان شاء اللہ! پورا معاشرہ اسلامی بنے گا اور اس کے اچھے اثرات عام ہوں گے۔

یہ علمِ دین کی مجالس ہیں

میری دینی بہنو! یہ مجالس جو آپ کے لیے قائم کی جاتی ہیں وہ دین اور علم

سکھانے کی مجلس ہے، جب آپ گھر سے نکلیں تو علم اور دین سیکھنے کی نیت ضرور کرلیں اس پر بہت بڑا ثواب ملے گا، علم کو حاصل کرنے کی فضیلتیں حدیث میں آئی ہیں وہ تمام آپ کو حاصل ہوں گی۔ حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ علم سیکھنے والوں کو فرشتے گھیر لیتے ہیں، اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں اوران پر جمع ہوتے ہیں اوراتنے زیادہ جمع ہوجاتے ہیں کہ آسمان تک پہنچ جاتے ہیں۔ (طبرانی، رقم: ۷۳۴۷)

علمِ دین کی مجلس میں آنے کے فوائد

فقیہ ابواللیثؒ فرماتے ہیں کہ: جوشخص کسی عالم کے پاس بیٹھتا ہے؛ مگر باتوں کو یادرکھنے کی طاقت نہیں رکھتا وہ سات انعام کا مستحق ہوتا ہے:

① طالبِ علم کی فضیلت اسے حاصل ہوتی ہے۔

② جب تک عالم کے پاس بیٹھا رہے گا گناہوں سے محفوظ رہے گا۔

③ جب علم کی نیت سے گھر سے چلتا ہے اس پر خدا کی رحمت کا نزول شروع ہوجاتا ہے۔ ④ علمی حلقہ پر جو خصوصی رحمت اور سکینت نازل ہوتی ہے ان سے مالامال ہوگا۔ ⑤ جب تک عالم کی بات سنتا رہے گا اس وقت تک عبادت کرنے والا شمار کیا جاوے گا۔ ⑥ بات سننے کے بعد سمجھ میں نہ آنے پر جو درد ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے نزدیکی کا ذریعہ بنے گا؛ کیوں کہ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے: میں ٹوٹے ہوئے دلوں کے پاس ہوتا ہوں۔ ⑦ علما کی عزت کرنے کی طرف مائل ہوتا ہے اوران کے پاس بیٹھنا پسند کرتا ہے۔

جب دین کی بات یاد نہ رہے تو اتنے سارے فوائد ہیں، تو جب یاد رکھے اور

عمل کرے اور دوسروں تک پہنچاوے تو کتنے فوائد ہوں گے۔

ملاوی کی عورتوں کا ایک مبارک عمل

پچھلے دو سال میں آپ لوگوں نے بہت اچھا عمل کیا: درود شریف اور کلمۂ طیبہ ''لا إلہ الا اللّٰہ'' کا معمول بنایا، میں آپ سب دینی بہنوں سے کہتا ہوں کہ آپ لوگ اپنے اس عمل کو مسلسل جاری رکھیں، جب اِس سال کے سفر کا آخری بیان ہوگا تو اس دن ان شاء اللہ! آپ کی کارگزاری کاغذ پر لیں گے جیسے دو سال سے آپ کارگزاری دیتی ہیں، کم از کم ہماری ہر دینی بہن روزانہ ایک ہزار مرتبہ ''لا إلہ الا اللّٰہ'' پڑھنے کی پابندی کرلیں، پہلے آپ کو حدیث سنائی تھی کہ رمضان میں کلمۂ طیبہ زیادہ پڑھنا چاہیے تو آپ اگر پچھلے پہلے عشرہ میں نہیں پڑھ سکیں، تو اب شروع کردو اور پہلے عشرہ میں پڑھا ہے تو بہت اچھا، اور جن بہنوں نے گذشتہ سال ۷۰۰۰۰ ؍مرتبہ ''لا إلہ الا اللّٰہ'' پڑھ لیا تھا، انھوں نے تو بہت اچھا کام کیا اور جن بہنوں نے ۷۰۰۰۰ ؍مرتبہ ''لا إلہ الا اللّٰہ'' ابھی تک نہیں پڑھا، ان بہنوں سے میں درخواست کرتا ہوں کہ تھوڑا تھوڑا کر کے وہ بھی اپنی آخرت کے لیے ۷۰۰۰۰ ؍مرتبہ ''لا إلہ الا اللّٰہ'' کا کلمہ پڑھ لیں، ہم اپنے مرحوموں کے لیے پڑھتے ہیں؛ خود اپنے لیے بھی پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے یہاں جمع کرادیں۔

کم سے کم ۳۰۰ ؍مرتبہ درود پڑھنا چاہیے

دوسری درخواست یہ ہے کہ ماشاء اللہ! درود شریف کا بہت مبارک سلسلہ شروع ہوا تھا تو کم سے کم روزانہ ۳۰۰ ؍مرتبہ آپ لوگ درود شریف ضرور پڑلیں اور زیادہ پڑھ

لوتو بہت اچھی بات ہے؛ لیکن کم سے کم ۳۰۰ مرتبہ درود شریف پڑھنے کی عادت بنالیں اور جن بہنوں نے اس کی عادت بنالی ان بہنوں کے عمل کو اللہ تعالیٰ قبول کرے ایسی ہم دعا کرتے ہیں، اب اس سال ایک نیا عمل کرنا ہے جو آج کی اس پہلی مجلس میں بتلا دیتا ہوں، پھر آئندہ کل سے ان شاء اللہ! الگ الگ مضمون پر بیان کریں گے۔

عورتوں کے لیے ایک عجیب حدیث

اِس عمل کو بیان کرنے سے پہلے ایک حدیث۔ جو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فضائلِ اعمال میں نقل فرمائی ہیں۔ سناتا ہوں، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا ایک مرتبہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، بہت ساری عورتوں نے مل کر ان کو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا تھا، ان کا ایک سوال تھا۔

اِس سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ اگر کوئی دینی سوال ہو تو اس کو پوچھ لینا چاہیے اور ماشاء اللہ! آپ کا یہ جذبہ بھی بہت اچھا ہے کہ دینی سوالات بھی الحمد للہ! آپ لوگ بہت اچھے کرتی ہیں اور اس کے مطابق آپ کا عمل بھی ہوتا ہے۔

حضرت اسما بنت یزید انصاریہ رضی اللہ عنہا حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، اور کہا کہ: اللہ تعالیٰ نے آپ کو مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے نبی بنا کر بھیجا ہے، ہم عورتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتی ہیں۔

الحمد للہ یہ دونوں نعمتیں میرے اور آپ کے پاس ہیں کہ ہمارا ایمان حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے اور اللہ تعالیٰ پر بھی ہے۔

اس کے بعد حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا کہ: ہم عورتیں گھروں میں رہتی ہیں،

پردے میں رہتی ہیں، مردوں کی خواہش ہم سے پوری کی جاتی ہیں، ہم مردوں کی اولاد کو پیٹ میں اٹھائے رہتی ہیں، ان سب باتوں کے باوجود مرد بہت سے ثواب کے کاموں میں ہم سے آگے رہتے ہیں:

مرد جمعہ کی نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں جاتے ہیں، جماعت کے ساتھ پانچ وقت کی نماز پڑھتے ہیں تو ستائیس گنا ثواب ملتا ہے۔

مرد لوگ بیمار کی خبر پوچھنے کے لیے بھی جاتے ہیں اور بیمار کی خبر پوچھنا بھی بہت بڑا ثواب ہے۔ مرد لوگ جنازے کی نماز میں بھی جاتے ہیں اور جنازے کی نماز میں جانا بھی بہت بڑا ثواب ہے۔ مرد لوگ جہاد میں جاتے ہیں اور مرد کے سفر میں جانے کے بعد ہم ان کے مال اور اولاد کی حفاظت کرتے ہیں۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا یہ کہنا چاہتی تھیں کہ: ہم عورتوں کو گھروں میں رہنے کی وجہ سے یہ سب ثواب اور نیکیاں نہیں ملتی ہیں، جماعت کی نماز کا ثواب نہیں ملتا اور جمعہ کا ثواب نہیں ملتا، جنازے کی نماز کا ثواب نہیں ملتا، جہاد کا ثواب نہیں ملتا۔

جب ان کا سوال پورا ہوا تو روایت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اِس سوال سے بہت خوش ہوئے اور خوش ہو کر آپ نے ارشاد فرمایا: کیا تم نے اسماء سے بہتر دین کے بارے میں کوئی سوال کرنے والی سنی؟

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم کو گمان بھی نہ تھا کہ عورت بھی ایسا سوال کرسکتی ہے۔

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اسماء! تم بھی سنو اور جن عورتوں نے تم کو میرے پاس بھیجا ہے، ان سب عورتوں کو بھی سنا دو، سب کو بتلا دو

کہ: جو عورت اپنے شوہر کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے اور اپنے شوہر کو خوش رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کو گھر میں بیٹھے بیٹھے ان تمام چیزوں کا ثواب عطا فرما دیں گے۔

کتنی بڑی بات ہے میری بہنو! کہ گھر میں بیٹھے بیٹھے جماعت کی نماز کا ثواب، جمعہ کا ثواب، جنازے کا ثواب، تمام نیکیاں جو مرد باہر جا کر کماتے ہیں اللہ تعالیٰ وہ تمام نیکیاں اور ثواب ہماری بہنوں کو گھروں میں عطا فرما دیتے ہیں، بس اتنی بات ہے کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ اچھے طریقے سے رہیں، ان کو خوش رکھیں۔

شوہر کو خوش رکھنے کا مطلب

میں پہلے آپ کو بتلا چکا ہوں کہ شوہر کو خوش رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ شریعت اور دین کے خلاف کوئی بات نہیں ہونی چاہیے، دین اور شریعت کی حد میں رہ کر ہم اپنے شوہر کو خوش رکھیں، اللہ تعالیٰ گھر بیٹھے بیٹھے ان تمام عبادت کا ثواب عطا فرما دیں گے۔

کس عورت کے لیے بربادی ہے؟

ایک حدیث میں آیا کہ: جس عورت سے اس کا شوہر ناراض ہوا اور ایسی حالت میں وہ دنیا سے چلی گئی، موت آ گئی تو اس عورت کے لیے بڑی بربادی ہے؛ یعنی حدیث میں ایسا آیا کہ جس عورت سے اس کا شوہر راضی ہے اور وہ موت پاوے تو وہ عورت جنتی ہے، کتنی بڑی نعمت ہے اور جو عورت اپنے شوہر کی نافرمانی کرتی ہے اس عورت کی نماز اس کے سر کے اوپر بھی نہیں جاتی؛ اس لیے میری دینی بہنو! آپ کے لیے ثواب کمانے اور اپنی نماز قبول کرانے کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ آپ اپنے گھر میں اچھے طریقے سے رہو، نماز، روزہ، زکوۃ یعنی فرائض اور واجبات ادا کرتی رہو، اور اپنے شوہروں کے ساتھ

اچھا برتاؤ کرتی رہو تو ان شاء اللہ تعالیٰ! اللہ تعالیٰ باہر کی سب نیکی آپ کو گھر میں بیٹھے بیٹھے عطا فرما دیں گے۔

آپ ﷺ کا ایک خواب

دوسری ایک حدیث سنو! حضرت نبی کریم ﷺ نے ایک بہت لمبا خواب دیکھا: کہ کچھ مرد اور کچھ عورتیں ایسی ہیں کہ اللہ کے فرشتے ان کو عذاب دے رہے ہیں، بڑے بڑے پتھر لا کر ان کے سر پر مارتے ہیں، جس کی وجہ سے ان کے سر کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں، وہ پتھر بہت دور جا کر گرتا ہے، پھر وہ فرشتہ جو عذاب دیتا ہے وہ پتھر اٹھا کر لاتا ہے اتنے میں اس کا سر پھر سے اچھا ہو جاتا ہے، پھر پتھر اٹھا کر زور سے مارتا ہے اور اس کے سر کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں۔

میری بہنو! آج سر میں ذرا سا زخم ہو جائے تو کتنی تکلیف ہوتی ہے؟ بتاؤ! ایک بڑا بھاری پتھر کوئی سر پر مارے تو اس کی وجہ سے کتنی تکلیف ہوگی؟ اللہ ہماری حفاظت فرمائے اور وہ بھی لگاتار سزا جاری کہ پتھر مارتے جا رہے ہیں اور سر پھوٹ جاتا ہے، پھر پتھر مارے پھر سر پھوٹے، پتھر مارے سر پھوٹے مسلسل عذاب جاری رہتا ہے۔

حضرت نبی کریم ﷺ کے ساتھ خواب میں دو فرشتے تھے، آپ ﷺ نے ان فرشتوں سے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟

فرشتوں نے بتلایا: یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں نماز چھوڑ کر سو جاتے تھے، اور جنھوں نے قرآن پڑھا تھا، پھر چھوڑ دیا تھا؛ یعنی نماز چھوڑ کر سستی میں سو جانا اور قرآن پہلے بچپن میں سیکھا تھا پھر چھوڑ دیا، یہ دو اتنے خطرناک گناہ ہیں کہ آخرت میں قیامت

سے پہلے برزخ کی زندگی میں لگاتار اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس کے سر پر پتھر ماریں گے، اس کا سر پھوڑ دیں گے، ایسی سزا جاری رہے گی۔

قرآن پڑھنا نہ چھوڑے

میری دینی بہنو! ہم نے بچپن میں قرآن پڑھا تھا اور پھر ہم لوگ قرآن پڑھنا چھوڑ دیتے ہیں؛ اس لیے میں آپ سب سے کہوں گا کہ: ہم قرآن پڑھنا نہ چھوڑیں، رمضان میں تو ہم روزانہ قرآنِ مجید کی تلاوت کریں، زیادہ سے زیادہ قرآن پڑھیں۔

قرآنِ مجید کی تلاوت

میں پہلے آپ کو قصہ سنا چکا ہوں کہ حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گھر کی عورتوں کی بات فضائلِ اعمال میں لکھی ہے کہ روزانہ ہمارے گھر کی عورتیں قرآن کے ۱۵-۱۷ پارے پڑھتی ہیں تو میں آپ سے بھی کہتا ہوں کہ زیادہ قرآن پڑھو، خوب قرآن کی تلاوت کرو، روزانہ جس بہن سے ہو سکے ۱۰ پارے، ۵ پارے، کم سے کم ۳ پارے پڑھنے کی ہمت کریں، تو ان شاء اللہ! بہت آسان ہے، آج سے آپ یہ نیت کر کے سلسلہ شروع کریں، یہ بہت بڑی نعمت ہے، اللہ تعالیٰ اس کی پابندی مجھے اور آپ کو نصیب فرمائیں، اور ان شاء اللہ! اِس سفر کے آخری بیان کے دن آپ کی وہ کارگزاری سنیں گے کہ آپ نے کتنے پارے قرآنِ مجید کے پڑھے۔

ساتھ میں یہ بھی کہوں گا کہ: ابھی نیت کرلو کہ رمضان کے بعد بھی پورا سال قرآن پڑھیں گے، روز ایک پارہ، ایک پارہ نہیں پڑھ سکے تو آدھا پارہ، آدھا پارہ نہیں پڑھ سکے تو پاؤں پارہ؛ لیکن تھوڑا تھوڑا قرآنِ مجید پابندی کے ساتھ روزانہ پڑھنے کی

نیت کرلو، اور وہ بھی آپ کارگزاری میں لکھیں گے کہ میں نے رمضان کے بعد پورا سال ایک پارہ، آدھا پارہ، پاؤں پارہ پڑھنے کی نیت کی ہے۔

شیطان کے دو کام

دوسری چیز نماز کی پابندی، ایک کتاب میں عجیب مضمون لکھا ہے کہ پہلے زمانے میں شیطان آنکھ سے نظر آتے تھے، ایک مرتبہ کسی کو شیطان نظر آیا تو اس نے شیطان سے پوچھا کہ: بتلاؤ! اگر تمھارے جیسا بننا ہو تو کیا کریں؟

شیطان نے جواب دیا کہ: دو کام کرو تو تم میرے جیسے بن جاؤ گے: ایک کام یہ کہ تم نماز میں سستی کرو، جو نماز میں سستی کرے وہ شیطان جیسا بن جاتا ہے۔ اور یہ منافق کی نشانی ہے، قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى.

نماز پڑھے تو سستی کے ساتھ پڑھے یہ منافق کی نشانی ہے اور نماز میں سستی کرنا یہ شیطان جیسا بننے کا طریقہ ہے۔

دوسری چیز قسم کھانے میں پرواہ نہ کرے، جھوٹی سچی جیسی منہ پر آئی ویسی قسم کھاتے رہے؛ اس لیے میری دینی بہنو! بے کار قسم سے اپنے آپ کو بچاؤ اور نماز پڑھنے میں سستی مت کرو۔

مال اور گھر برباد

ایک حدیث میں آیا ہے کہ: جس کی نماز چھوٹ گئی تو اتنا بڑا نقصان ہوا کہ اس کا مال اور اس کے گھر والے سب برباد ہو گئے۔

میری دینی بہنو! ہمارے گھر میں مال کی چوری ہو جائے، کوئی دشمن آ کر مال لوٹ جائے ، ہم کو کتنی تکلیف ہوتی ہے؛ لیکن نماز چھوٹ جاتی ہے تو ہم کو تکلیف نہیں ہوتی ، اللہ تعالیٰ سب کے بچوں کو، سب گھر والوں کو سلامت رکھے؛ لیکن اگر کسی کے گھر میں بچے کا انتقال ہو جائے، بیٹی کا انتقال ہو جائے، شوہر کا انتقال ہو جائے تو آدمی کتنا روتا ہے، کتنا پریشان ہوتا ہے؛ لیکن نماز چھوٹنے پر ہم کو غم نہیں ہوتا!۔

حدیث میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ فرماتے ہیں: جس کی (فرض) نماز چھوٹ گئی تو اس کا اتنا بڑا نقصان ہوا جیسے کہ اس کے گھر والے اور اس کا مال سب لوٹ گیا، سب برباد ہو گیا، سب ختم ہو گیا؛ اسی لیے نماز کے بارے میں چوکس رہو، نماز کے بارے میں غفلت مت برتو، اسی سے میں آپ کو اس سال ایک خاص کام سونپنا چاہتا ہوں، اللہ تعالیٰ آپ سب کے لیے اس کو آسان فرمائے، وہ کام قضا نماز کی ترتیب ہے۔

قضا نمازوں کو ادا کرنے کی ترتیب

دیکھو! بالغ ہوتے ہی نماز کا پڑھنا فرض ہو جاتا ہے اور بالغ ہونے کے بعد جو نماز بھی چھوٹ گئی، قضا ہو گئی، وہ نماز اللہ تعالیٰ کے یہاں معاف نہیں ہوتی ہے، اس نماز کو قضا کرنا ضروری ہوتا ہے؛ اس لیے میں آپ تمام بہنوں سے کہوں گا کہ آج گھر جا کر کاغذ پر اپنی نماز کا حساب کرو کہ میری بالغ ہونے کے بعد کتنی نمازیں قضا ہو گئیں؟

اس کا ایک اندازہ نکالو، میں آپ کو اس کا آسان ایک طریقہ بتلاتا ہوں ، ہماری ایک بہن بالغ ہوئے پانچ سال ہو گئے، تو اسلامک حساب سے ایک سال میں ۳۵۴ یا ۳۵۵ دن ہوتے ہیں، اور روزانہ ہمارے لیے چھ نمازیں ہیں: پانچ فرض اور

چھٹی وتر، صرف فرض۔فرض اور وتر اتنی نماز کا حساب کرنا ہے، اب اس میں ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ سال میں رمضان کا مہینہ آتا تھا تو ماشاء اللہ! رمضان میں ہم پابندی سے نماز پڑھتے ہیں تو ٣٠/ دن ایک مہینہ کے اس کو حساب سے نکال دو، پھر ہم جمعہ کی نماز پابندی سے پڑھتے ہیں تو ایک ہفتہ میں ایک جمعہ اور ایک سال میں ٥٥/ جمعہ آتے ہیں، اس کو بھی الگ کر دو اور کچھ نمازیں ایسی ہوتی ہیں جس کو ہم نے یقیناً پابندی سے پڑھی ہیں، بعض بہنیں عصر کی نماز پابندی سے پڑھتی ہیں، بعض مغرب کی نماز پابندی سے پڑھتی ہیں تو جو جو نماز بھی ہم پابندی سے پڑھتے ہیں وہ بھی نکال دو اور پھر جب سے ہم نے نماز کی پابندی شروع کر دی وہ بھی حساب میں سے نکال دو۔

جیسے بالغ ہونے کے پانچ سال ہوئے اور دو سال غفلت میں تھے اور تین سال پابندی کے تھے تو تین سال حساب سے نکال دو، اس طرح ایک اندازہ تیار کرو کہ میری فجر کی نماز اتنی باقی، ظہر اتنی باقی، عصر اتنی باقی، مغرب اتنی باقی، عشا اتنی باقی، وتر اتنی باقی اور حساب نکالنے میں کوئی تکلیف ہو تو لکھ کر مجھے پوچھ لو میں ان شاء اللہ! تمھارا حساب تیار کر کے نکال دوں گا، پھر وہ حساب کا مجموعی اندازہ کر کے آئندہ کل رمضان کے مبارک مہینہ سے آپ لوگ نماز کی قضا کرنا شروع کر دو۔

جب تک فرض نماز باقی ہو نفل نہیں پڑھنا چاہیے

جب تک نماز قضا باقی ہو وہاں تک نفل کے بجائے قضا پڑھو، میں بہت اہمیت سے آپ کو مسئلہ بتلا رہا ہوں کہ جب جب بھی آپ کو وقت ملے، آپ قضا نماز پڑھو۔ دو قضا، تین قضا، چار قضا، پانچ قضا صرف فرض۔فرض، وتر۔وتر اور اس کو کاغذ میں نوٹ

کرتے رہو۔اور نیت کرو کہ میری آخری ظہر کی نماز کی قضا یا آخری عصر کی قضا یا اس طرح نیت کرو کہ میری پہلی ظہر کی نماز کی قضا، میری پہلی عصر کی نماز کی قضا، میری پہلی مغرب کی نماز کی قضا، ایسی نیت کر کے قضا نماز شروع کرو۔

ہماری بہت سی بہنیں وہ ہوں گی جن کی الحمدللہ! ایک بھی قضا نہیں ہوگی، جن بہنوں کی تھوڑی سی قضا ہو تو وہ بہنیں بہت جلدی اپنی قضا نمازوں کو پوری کر دیں گی اور جن کی قضا زیادہ ہیں وہ ہمت نہ ہاریں، محنت کریں، دعا کریں، لگاتار کوشش کریں اور دھیمے دھیمے کر کے اپنی تمام نمازوں کی قضا کرلیں۔

یہ قضا نماز کا حساب پورا کرنا بہت ضروری ہے، میں آپ کو بتلاؤں اگر کسی کے ذمے قضا نماز باقی رہ جاوے اور وہ پڑھ نہ سکے، بیمار ہوگئی، بوڑھی ہوگئی، کمزور ہوگئی اور اب وہ قضا نماز نہیں پڑھ سکتی تو اس کے لیے وصیت کرنا، یا فدیہ نکالنا، شریعت کے قانون میں ضروری ہے۔آپ اندازہ لگاؤ کہ وصیت کرنا، فدیہ نکالنا، نماز کا یہ ضروری تو پھر قضا نماز کا پڑھنا ہمارے لیے کتنا ضروری ہوگا؟

حیض کی نمازیں

آپ کے لیے تو بہت آسانی ہے؛ اس لیے کہ ہر مہینہ میں ۱۰/دن، ۸/دن، ۷/دن ایسے بھی چھٹی کے ہوتے ہیں، ان کی تو قضا کرنی نہیں ہے، بہت آسان حساب ہے، مہینہ کے ۲۰/دن، ۲۲/دن، ۲۳/دن اس کا حساب نکالنا ہے، بڑی آسانی اور سہولت ہے، آج اس پہلی مجلس میں میں نے آپ کو چند کام بتلائے ہیں:

پہلا کام: کلمۂ طیبہ ’’لا إله الا اللّٰہ‘‘ جن کا 70000 مرتبہ پورا نہیں ہوا تھا، وہ

پورا کرلیں اور جن کا خود کے لیے پورا ہو گیا تھا وہ روزانہ ایک ہزار مرتبہ کم سے کم پڑھے، اور دوسرے قریبی رشتہ داروں کے لیے یہ نصاب پڑھ کر ایصال ثواب کی کوشش کریں۔

دوسرا کام: روزانہ ٣٠٠/مرتبہ درودِ پاک پڑھیں۔

تیسرا کام: قرآنِ شریف کی تلاوت، روزانہ ١٠ پارے، ٥ پارے، کم سے کم ٣ پارے کی نیت کر کے آپ لوگ اٹھیں۔

چوتھا: قضا نمازوں کی آپ ترتیب بنالیں اور جب تک قضا نماز باقی ہیں وہاں تک ابھی پوری توجہ سے قضا نماز پڑھو، اور جلدی اپنی قضا نماز کا حساب پورا کرلو۔

اور اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ہم دعا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمارے اس جمع ہونے کو قبول فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ نے زندگی میں ایک اور موقع عطا فرمایا کہ میں اتنا لمبا سفر کر کے آپ کے یہاں آیا، دین کی بات سکھائی، آپ لوگ جمع ہوئے، اللہ ہمارے اس ملنے کو، جمع ہونے کو قبول فرمائے، اپنی خوشنودی کا ذریعہ بنائے اور آئندہ بھی جتنی مجلس ہو اللہ تعالیٰ تمام مجلس کو برکت والی، رحمت والی، نورانی بنادے اور اللہ تعالیٰ آپ کے لیے اور پوری دنیا کی مسلمان عورتوں کے لیے، مردوں کے لیے ان مجلسوں کو فائدے کا، رحمت کا، برکت کا ذریعہ بنادیں۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

دنیا کی سب سے پہلی خاتون

ماں حوّا رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(پہلی قسط)

مختصر تعارف

نام: حواء۔

وجہ تسمیہ: (۱) وہ تمام حیی (زندہ انسانوں) کی ماں ہیں۔ (از جلالین، سورۂ بقرہ)

(۲) یا ایک زندہ آدمی سے پیدا کی گئیں۔

جائے پیدائش: جنت۔ ایک روایت میں جنت میں داخل ہونے سے پہلے ہی پیدا کی گئیں۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ جنت میں داخل ہونے کے بعد پیدا کی گئیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کی دائیں پسلی سے پیدا کی گئیں۔

نکاح: جنت میں حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ ہوا۔ آپ کے نکاح کا مہر ۳ یا ۲۱ مرتبہ نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا طے کیا گیا۔ (تفسیر صاوی: ۱/ ۶۳)

اولاد: ۲۰ یا ۴۰ مرتبہ حاملہ ہوئیں اور ہر مرتبہ میں مذکر اور مؤنث دونوں اولاد ہوتی تھیں، ابن عساکر کی روایت کے مطابق حضرت حواء کے کل ۴۰ بچے تھے، ۲۰ نرینہ اور ۲۰ لڑکیاں۔

مدفن: سعودی عرب کے جدہ شہر کے وسط میں ایک مقبرہ ہے، جسے ''مَقْبَرَۃُ اُمِّنَا حَوَّاء'' کہا جاتا ہے، یہیں آپ کا مدفن ہے۔ اس شہر کا نام جدہ رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت حوا کو جنت سے اس جگہ اتارا گیا اور چونکہ جدہ کے معنی دادی کے ہیں، اور آپ تمام انسانیت کی دادی ہوتی ہے۔ اور سیدنا حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السلام کو سری لنکا میں اتارا گیا۔ اور ان دونوں کی ملاقات عرفات کے میدان میں ہوئی۔ عرفات عرف سے بنا ہے جس کا معنی ہے پہچاننا؛ چونکہ دونوں کی ملاقات یا پہچان دنیا میں اترنے کے بعد اسی جگہ ہوئی اس لیے اسے عرفات کہا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا،مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ شَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ،صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَھْلِ طَاعَتِہٖ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

وَقُلْنَا یٰۤاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّۃَ وَکُلَا مِنْھَا رَغَدًا حَیْثُ
شِئْتُمَا۪ وَلَا تَقْرَبَا ھٰذِہِ الشَّجَرَۃَ فَتَکُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۳۵﴾ فَاَزَلَّھُمَا الشَّیْطٰنُ
عَنْھَا فَاَخْرَجَھُمَا مِمَّا کَانَا فِیْہِ۪ وَقُلْنَا اھْبِطُوْا بَعْضُکُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ
وَلَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ ﴿۳۶﴾ فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ
فَتَابَ عَلَیْہِ ؕ اِنَّہٗ ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ﴿۳۷﴾ قُلْنَا اھْبِطُوْا مِنْھَا جَمِیْعًا ۚ فَاِمَّا
یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ ھُدًی فَمَنْ تَبِعَ ھُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾
وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۹﴾

ترجمہ:اور ہم نے کہا:اے آدم!تم اور تمھاری بیوی جنت میں رہو اور تم دونوں اس (جنت) میں سے (جو چاہو) جہاں سے چاہو خوب جی بھر کر کھاؤ اور (اے آدم و حوا!) تم دونوں اس خاص درخت کے قریب مت جانا ورنہ تم دونوں نقصان اٹھانے

والوں میں سے ہوجاؤ گے (۳۵) ان دونوں (آدم اور حوا) کو شیطان نے اس (درخت) کی وجہ سے پھسلا دیا، سو وہ دونوں (آدم وحوا) اس (جنت) میں (عزت وراحت سے) جس مزے میں رہتے تھے اس سے اس (شیطان) نے ان دونوں کو نکال دیا اور ہم نے حکم دیا کہ تم سب (آدم، حوا اور شیطان نیچے دنیا میں) اتر جاؤ، تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن بن کر رہو گے اور تمھارے لیے زمین میں ایک مدت (قیامت) تک کے لیے ٹھہرنا اور فائدہ اٹھانا (طے کر دیا گیا) ہے (۳۶) پھر آدم نے (پورے شوق کے ساتھ) اپنے رب سے (توبہ کے) چند کلمات سیکھ لیے (سو آدم نے ان کلمات کے ذریعہ سے توبہ کی) تو اس (اللہ تعالیٰ) نے ان کی توبہ قبول کر لی، یقیناً وہی (اللہ) بہت بڑے توبہ قبول کرنے والے، بہت مہربان ہیں (۳۷) ہم نے حکم دیا کہ تم سب (جنت سے) نیچے (دنیا میں) اتر جاؤ، سو میری طرف سے تمھارے پاس جو ہدایت آوے تو جو بھی میری (بھیجی ہوئی) ہدایت پر چلے گا تو ان پر کوئی خوف نہیں ہوگا اور وہ غمگین (بھی) نہیں ہوں گے (۳۸) اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی لوگ آگ میں جانے والے ہیں، اس (آگ) میں وہ لوگ ہمیشہ رہیں گے (۳۹)۔

یہ سورۂ بقرہ جو قرآن میں دوسرے نمبر کی سورت ہے جس کو ہم ''الم'' کی سورت کہتے ہیں، اس کی آیت نمبر ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸ ہے۔

نیک خواہش

میری دینی بہنو! ایک نیت کی ہے، آپ بھی دعا کریں، میں بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ اس نیت کو اپنے فضل سے پورا فرمائے اور پوری دنیا کی قیامت

تک آنے والی تمام مسلمان بہنوں اور تمام مسلمان بھائیوں کے لیے اللہ تعالیٰ اس کو فائدے کا ذریعہ بنائے، آمین۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں بہت ساری عورتوں کے قصے بیان فرمائے ہیں تو ابھی یہ نیت کی ہے کہ قرآن میں جتنی بھی عورتوں کے قصے آئے ہیں وہ تمام قصے میں آپ کو ایک کے بعد ایک سناؤں۔

اور جب قرآن کے قصے پورے ہوجائیں گے تب ان شاء اللہ! حدیثِ پاک میں آئے ہوئے عورتوں کے قصے آپ کو سنائیں گے۔

دنیا کی سب سے پہلی خاتون

یہ قصہ جو آج ہم شروع کر رہے ہیں وہ ایک ایسی عورت کا قصہ ہے:

جو اس دنیا میں انسانوں میں سب سے پہلی عورت ہے۔تمام عورتوں کی ماں ہیں۔ایک مرد کے سوا تمام مردوں کی ماں ہیں۔ایک انسان کے سوا تمام انسانوں کی ماں ہے۔ان کا پیارا نام ''حضرت حوّا رضی اللہ عنہا'' ہے۔

یہ وہ خوش نصیب عورت ہیں جن کی پیدائش آسمانوں پر ہوئی، باقی تمام عورتوں کی پیدائش زمین پر ہوئی اور قیامت تک ہوتی رہے گی۔

بعض تفسیر کی روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ ماں حوا رضی اللہ عنہا کی پیدائش جنت میں ہوئی اور بعض روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ جنت کے باہر کسی جگہ پر آسمانوں میں ان کی پیدائش ہوئی۔

ماں حوا رضی اللہ عنہا وہ خوش نصیب عورت ہیں کہ ان کی پیدائش میں کوئی عورت نہیں

ہے۔ دنیا میں یہ ہوتا ہے کہ کسی عورت سے دوسری لڑکی یا دوسرا لڑکا پیدا ہوتا ہے؛لیکن ماں حوا رضی اللہ عنہا وہ عورت ہیں کہ بغیر کسی عورت کے اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک مرد سے پیدا فرمایا، اور وہ مرد حضرت آدم علیہ السلام ہیں، جو ان کے شوہر (husband) ہیں۔

سب سے پہلے انسان اور نبی

حضرت آدم علیہ السلام پہلے انسان اور پہلے نبی ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے دن پیدا فرمایا، جمعہ کے دن جنت میں داخل فرمایا اور جمعہ ہی کے دن جنت سے روانہ کر کے دنیا میں بھیجا۔

یہ جسدی اور جسمانی اعتبار سے روایت ہے، ورنہ عالمِ ارواح کے اعتبار سے اول ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی بھی ہیں اور رسول بھی ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کا شرف

حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ہاتھوں سے پیدا فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے ان میں اپنی روح پھونکی، قرآن میں ہے:

فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿۲۹﴾ (الحجر)

سو جب میں اس (انسان) کو پوری طرح بنالوں اور اپنی جان اس میں پھونک دوں تو تم سب (فرشتے) اس (انسان) کے آگے سجدے میں گر جانا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کے بعد میں نے خود آدم علیہ السلام میں اپنی روح پھونکی، یہ ان کے لیے بہت بڑی شرافت کی بات تھی۔

اور خود اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰۤی اٰدَمَ۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں حضرت آدم علیہ السلام کو ایک خاص مقام عطا فرمایا، علمی اور روحانی کمالات عطا فرمائے، علمی کمال ظاہر کرنے کے لیے فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سجدے کا حکم دیا، بہت ساری چیزوں کے نام اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سکھائے جو فرشتے نہیں جانتے تھے۔

تفسیر کی ایک عجیب بات

میں آپ کو تفسیر کی ایک عجیب بات بتلاؤں، امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے ۔ جو بہت بڑے مفسر ہیں ۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود اور حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے کہ:

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں پیدا فرمایا، آپ جنت میں رہتے تھے، جنت میں ہر قسم کی نعمتیں تھیں: کھانا، پینا، مکان؛ لیکن حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں وحشت اور گھبراہٹ ہوتی تھی، اکیلا پن لگتا تھا؛ اس لیے کہ وہاں ان کا ساتھ دینے والا کوئی نہیں تھا، وہ اکیلا پن محسوس کرتے تھے۔

نیند نعمتوں سے محرومی کا سبب ہے

ایک مرتبہ حضرت آدم علیہ السلام سو گئے۔

یاد رکھنا دینی بہنو! حضرت آدم علیہ السلام جب جنت میں تھے تب انھوں نے سو لیا، نیند نکال لی، اب قیامت کے بعد جب دوسری مرتبہ اللہ تعالیٰ ہم کو جنت میں داخل کریں گے تب جنت میں سونا نہیں ملے گا، نیند نہیں ملے گی؛ اس لیے کہ جتنی دیر آدمی سوتا ہے اتنی دیر

نعمتوں سے محروم رہتا ہے؛اس لیے جنت نیند کی جگہ نہیں ہے،قرآن میں ہے:

الَّذِيْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ۝۳۵ (الفاطر)

ترجمہ: جس (اللہ) نے ہم کو اپنے فضل سے ہمیشہ آباد رہنے کے گھر میں اتارا ہے جس میں ہم کو کوئی مشقت نہیں پہنچے گی اور اس میں کوئی تھکن بھی ہم کو نہیں لگے گی۔

جنت میں آدمی تھکے گا نہیں، جب تھکے گا نہیں تو نیند کی ضرورت بھی نہیں پڑے گی۔

حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا کی سب سے پہلی بات چیت

حضرت آدم علیہ السلام سو گئے، جب نیند سے بیدار ہوئے تو ان کے سر کے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی۔آدم علیہ السلام نے اس عورت سے پوچھا: تم کون ہو؟

تو وہ عورت کہنے لگی: میں ایک عورت ہوں۔

آدم علیہ السلام نے پوچھا: تم کو کیوں پیدا کیا گیا ہے؟

تو اس عورت نے جواب میں کہا کہ: مجھے اس لیے پیدا کیا گیا ہے؛ تاکہ تم مجھ سے راحت،سکون اور انس حاصل کرو۔

عورتوں کے لیے ایک اہم سبق

میری دینی بہنو! اس سے یہ سبق ملا کہ پہلی عورت جس کو اللہ تعالیٰ نے جنت میں پیدا کیا تھا وہ عورت خود اپنے شوہر کو بتلاتی ہے کہ عورت کو اللہ تعالیٰ نے اس لیے پیدا کیا؛ تاکہ شوہر کو راحت،سکون اور انس ملے۔

اس لیے اپنے شوہر کو راحت پہنچاؤ، انس پہنچاؤ، سکون پہنچاؤ۔

خود اللہ تعالیٰ نے قرآن کی ایک دوسری آیت میں ارشاد فرمایا:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝۲۱ (الروم)

ترجمہ: اور اس (اللہ تعالیٰ) کی قدرت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تمھارے (فائدے کے) لیے تم ہی میں سے بیویاں بنائی؛ تاکہ تم ان کے پاس جاکر سکون (چین) حاصل کرو اور اس نے تم میاں بیوی کے درمیان محبت اور رحمت (ہمدردی کے جذبات) پیدا کردیے، یقیناً اس میں جو لوگ دھیان کرتے ہیں ایسی قوم کے لیے بڑی نشانیاں ہیں۔

یہ آیت بتلاتی ہے کہ عورت کو اللہ تعالیٰ نے پیدا ہی اس لیے کیا؛ تاکہ مرد اس سے سکون حاصل کرسکے۔

حضرت حوا رضی اللہ عنہا کی پیدائش کا عجیب واقعہ

اب کیسے پیدائش ہوئی؟ بڑا عجیب قصہ ہے، وہ میں آپ کو سناتا ہوں:

ہمارے سینہ (chest) میں سیدھی طرف (right side) اٹھارہ (۱۸) پسلیاں ہیں اور بائیں طرف (left side) سترہ (۱۷) پسلیاں ہیں۔

روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام میٹھی نیند سوئے ہوئے تھے، اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان کی بائیں طرف کی پسلی سے تھوڑا سا مادہ نکالا اور اس سے حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو پیدا فرمایا اور پسلی میں نرمی ہوتی ہے؛ اس لیے عام طور پر عورتوں کے مزاج میں بھی نرمی دیکھنے کو ملتی ہے۔

عورت پسلی سے بنی ہے اس لیے!!!

اس سے ہم کو کچھ باتیں اور بھی سیکھنے کو ملی:

① پسلی بدن میں کمزور ہڈی ہے، معلوم ہوا کہ عورت کمزور ہڈی سے بنی ہے؛ اس لیے "ضرب یضرب" کے مختلف صیغے نہ آزمائیں جائیں، باکسینگ (BOXING) کی مشق کی گیند (BOOL) نہیں ہے کہ اس کی مار پیٹ کی جاوے۔

② پسلی دل کے قریب ہوتی ہے ؛اس لیے عورت کی محبت دل میں رہنی چاہیے۔③عورت کے مزاج میں پسلی کی طرح ٹیڑھاپن ہے، اس کے ٹیڑھے پن کے باوجود اس کے ساتھ نبھاؤ کر لیوے یہ مرد کا کمال ہے؛ البتہ بالکل ٹیڑھے پن پر چھوڑے نہ رکھے، ورنہ ٹیڑھاپن بڑھتا جائے گا، حکمت سے اصلاح کی کوشش بھی کرے۔

ماں "حوا" دنیا کی سب سے زیادہ خوب صورت عورت

ماں حوا رضی اللہ عنہا بہت خوب صورت تھیں؛ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جنت میں پیدا فرمایا تھا اور قیامت تک آنے والی تمام عورتوں اور مردوں کی ماں تھیں؛ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت خوب صورت پیدا فرمایا۔

پیدا فرما کر اللہ تعالیٰ نے ماں "حوا" رضی اللہ عنہا کو ایک طرف بٹھا دیا۔

حضرت آدم علیہ السلام میٹھی نیند سوئے ہوئے تھے، ان کو کچھ پتہ ہی نہیں چلا کہ میرے جسم (body) میں سرجری (surgery) ہوئی، میری پسلی میں سے اللہ تعالیٰ نے کچھ نکال کر کے عورت کو پیدا کیا۔

مرد کا اپنی بیوی سے محبت کرنے کا راز

مفسرین لکھتے ہیں کہ: اگر حضرت آدم علیہ السلام کو پتہ چلتا کہ میری پسلی میں سے کچھ نکالا جارہا ہے اور ان کو تکلیف ہوتی تو قیامت تک دنیا میں کوئی مرد اپنی عورت سے محبت نہ کرتا؛ لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت سے حضرت آدم علیہ السلام میٹھی نیند سلا دیے گئے اور نیند میں ان کی پسلی میں سے اللہ تعالیٰ نے تھوڑا سا مادہ نکالا اور اس کی جگہ گوشت رکھ دیا گیا اور ان کو پتہ بھی نہیں چلا، تکلیف بھی نہیں ہوئی، اسی کی برکت سے مرد اپنی عورت سے محبت کرتے ہیں اور ساتھ میں بڑی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے میاں بیوی میں محبت کے جذبات بھی پیدا کیے گئے ہیں۔

نکاح سے پہلے مرد اور عورت کا ملنا جائز نہیں

حضرت آدم علیہ السلام جب نیند سے بیدار ہوئے اور ادھر اُدھر دیکھا تو آج تک جنت میں اکیلے تھے اب جنت میں کوئی ساتھ (company) دینے والا بھی نظر آیا تو حضرت آدم علیہ السلام نے ان کے پاس جانے کا ارادہ کیا؛ مگر جیسے ہی قریب جانے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے آواز لگائی اور کہا: یا اٰدمُ! مَہْ وَ أَدِّ مَهْرَهَا۔

اے آدم! رک جاؤ، پہلے نکاح پڑھو اور اس عورت کا مہر ادا کرو، اس کے بعد اس کے پاس جانا۔

پیاری بہنو! یہ قصہ جنت میں ہورہا ہے، جنت میں جہاں آدم علیہ السلام کے لیے ماں حوا کو پیدا کیا گیا وہاں پر بھی فرشتوں نے نکاح اور مہر کے بغیر حضرت آدم علیہ السلام کو ماں حوا کے پاس جانے سے روک دیا۔

اس سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ کوئی عورت کسی پرائے مرد کے پاس نہ جائے، کسی پرائے مرد کو اپنے پاس آنے نہ دے، نکاح پہلے ہو جائے، اس کے بعد کسی مرد کو اپنے پاس آنے دے یا خود کسی مرد کے پاس جائے۔

نکاح کا مہر: ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ پر درود

حضرت آدم علیہ السلام نے فرشتوں سے پوچھا: وَمَا مَهْرُهَا؟ مہر کیا دینا ہوگا؟

سبحان اللہ! عجیب جواب ملا! خدا کو پوچھ کر فرشتوں نے مہر کی رقم بتائی:

أَنْ تُصَلِّيَ عَلٰى حَبِيْبِيْ مُحَمَّدٍ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ، وَفِيْ رِوَايَةٍ عِشْرِيْنَ مَرَّةً. (شرح الزرقانی علی مواهب اللدنية: ۱/۱۰۲)

کہا: اے آدم! اگر تم کو حوا سے نکاح کرنا ہے تو اس نکاح کا مہر یہ ہے کہ۔ جب یہ دنیا شروع ہوگی اور تم دنیا میں جاؤ گے تو تمھاری اولاد میں ہمارے آخری نبی آئیں گے جن کا نام ''حضرت محمد ﷺ'' ہوگا۔ ہمارے پیارے حبیب، آخری نبی پر تین مرتبہ یا بیس مرتبہ درود پڑھ لو، یہ تمھارے نکاح کا مہر ہوگا۔

اسی لیے دنیا میں حضرت آدم علیہ السلام کی کنیت ''ابوالبشر'' ہے یعنی تمام انسانوں کے ابا اور آخرت میں آپ کی کنیت ''ابومحمد'' ہوگی اور یہ آپ کا اعزاز ہوگا کہ صرف آپ ہی کو اس کنیت سے پکارا جائے گا۔

میری دینی بہنو! سوچنے کا مقام ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی حضرت حوا رضی اللہ عنہا سے شادی ہو رہی ہے اور درود پاک پڑھنا وہاں مہر بنایا گیا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو زیادہ سے زیادہ درود پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

خوب درود پڑھو، ان شاء اللہ! دنیا وآخرت میں اس کی بڑی برکتیں آپ کو نظر آئیں گی۔

نکاح کے وقت لین دین

دوسری ایک اہم (important) بات یہ ہے کہ جب نکاح، شادی، منگنی ہو تو اس وقت صرف مہر کی بات کرنی چاہیے کہ مہر کیا ہوگا؟

باقی کتنے جوڑی کپڑے دیں گے؟ کتنے جوتے دیں گے؟

ان سب چیزوں کے چکر میں نہیں پڑنا چاہیے، ایک ہی بات نکاح میں سامنے رکھنی چاہیے کہ مہر کتنا دینا ہے؟ اور مہرِ فاطمی طے کر و تو بہت ہی اچھی بات ہے، جس کی مقدار پندرہ سو اکتیس (۱۵۳۱) گرام چاندی ہوتی ہے، اتنی مقدار میں سونا یا چاندی یا نقد روپے اس روز کی چاندی کی قیمت کا حساب لگا کر طے کرلو۔

نکاح خود اللہ تعالیٰ نے پڑھایا

حضرت آدم علیہ السلام نے درودِ پاک پڑھا، جب درود پڑھ لیا تو اللہ تعالیٰ نے خود نکاح کرایا اور نکاح میں گواہ بھی رکھے۔ نکاح میں گواہ ہونا ضروری ہے۔

عرشِ اعظم کو اٹھانے والے فرشتے نکاح کے گواہ

کس کو گواہ بنایا؟

آگے روایت میں ہے، اللہ تعالیٰ نے نکاح کراتے ہوئے ارشاد فرمایا:

أَشْهِدُوْا يَا مَلَائِكَتِي وحَمَلَةَ عَرْشِي ! أَنِّي زَوَّجْتُ أَمَتِي حَوَّاءَ مَعَ عَبْدِي أدم. (شرح الزرقانی علی مواهب اللدنية: ۱۰۲/۱)

اللہ تعالیٰ نے نکاح پڑھاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اے میرے عرش اٹھانے والے اور میرے دوسرے فرشتو!

سنو! میں نے اپنی بندی حوا کا نکاح اپنے بندے آدم کے ساتھ کروادیا۔

اِس وقت چار فرشتے خدا کے عرش کو اٹھاتے ہیں اور قیامت کے دن آٹھ فرشتے اٹھائیں گے۔

یہ خدا کے عرش کو اٹھانے والے فرشتے بہت اعلیٰ قسم (Topquality) اور بہت اونچے درجے کے فرشتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کو نکاح میں گواہ بنایا اور دوسرے عام فرشتے بھی وہاں گواہ کے طور پر موجود تھے۔

شوہر سے بیوی کی پیدائش

یہاں میں آپ کو ایک نکتے (point) کی صحیح اور سچی بات بتلاؤں: ہمیشہ یاد رکھنا! حضرت آدم علیہ السلام شوہر ہیں، باپ نہیں ہے اور ماں حوا ان کی بیوی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے عورت کو شوہر سے پیدا کیا ہے، حضرت آدم علیہ السلام شوہر تھے، ان سے اللہ تعالیٰ نے ان کی بیوی حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو پیدا فرمایا، یہ نکتے کی بات ہمیشہ ذہن میں رکھنا۔ یہ بات قرآن کی ایک دوسری آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے:

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً.(النساء: ۱)

ترجمہ: اے لوگو! تم تمھارے اس رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک نفس (یعنی حضرت آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا اور اس میں سے اس کے جوڑے (یعنی بیوی حضرت

حوا رضی اللہ عنہا) کو بنایا اور ان دونوں میں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں۔

یعنی اسی حضرت آدم علیہ السلام میں سے اللہ تعالیٰ نے ان کی بیوی کو پیدا فرمایا۔

یہ بات ہمیشہ ذہن میں رکھنا؛ تاکہ اپنے شوہر کا ادب، اکرام، احترام اور خدمت کرنے کی توفیق ہو کہ عورت ذات شوہر سے پیدا ہو کر آئی ہے۔

رہائش میں بیوی شوہر کے تابع ہے

جب دونوں کا نکاح ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَقُلْنَا يٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ. (البقرة:۳۵)

ترجمہ: اور ہم نے کہا: اے آدم! تم اور تمھاری بیوی جنت میں رہو۔

یعنی آدم اور حوا! تمھارا گھر اب جنت کے اندر ہوگا، جنت میں تم کو رہنا ہے۔

اس آیت میں غور کرو! پہلے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو کہا: أنت: آدم! تم۔

پھر دوسرے نمبر پر فرمایا: وزوجک الجنة. تمھاری بیوی جا کر جنت میں رہو۔

اِس سے ایک مسئلہ یہ نکلتا ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو جہاں لے جا کر رکھنا چاہے عورت کو وہاں جا کر رہنا چاہیے۔ شوہر کہے: چلو! مدینہ جا کر رہیں گے تو عورت کو خوشی خوشی تیار ہو جانا چاہیے کہ مدینہ جا کر رہیں گے۔

الغرض! بیوی رہنے میں شوہر کے تابع ہے، شوہر جہاں لے جا کر رکھنا چاہے بیوی کو وہاں جا کر رہنا چاہیے، اِس آیت سے یہ نکتہ اور سبق نکلتا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام اور حوا رضی اللہ عنہا کونسی جنت میں رہتے تھے؟

خیر! دونوں جنت میں رہنے چلے گئے۔

کون سی جنت میں گئے؟ الگ الگ جنت ہیں۔

بعض تفسیروں میں لکھا ہے کہ ''جنة المأوىٰ'' جس کے متعلق ''سورۂ نجم'' میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ﴿۱۳﴾ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ﴿۱۴﴾ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ﴿۱۵﴾

ترجمہ: اور پکی بات ہے کہ اس رسول نے اس (فرشتے) کو (اصلی شکل میں) ایک اور مرتبہ بھی دیکھا ہے، سدرۃ المنتہیٰ کے پاس (یعنی اس بیری کے درخت کے پاس جو حد کی انتہا کے پاس واقع ہے) اس (بیری) کے پاس (آرام سے) رہنے کی جگہ ہے۔

یہ ''جنة المأوىٰ'' یعنی رہنے کی جنت میں جا کر حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا رہنے لگے۔

دوسری روایتوں میں آتا ہے کہ ''جنة الخُلد'' یعنی خلد نام کی ایک جنت ہے، وہاں جا کر ماں حوا رضی اللہ عنہا اور حضرت آدم علیہ السلام رہنے لگے۔

جنت میں قیام کی حکمت

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں بسایا، جنت میں بسانے کی حکمت بعض مفسرین نے یہ لکھی ہے کہ: آپ پہلے انسان تھے؛ اس لیے آباد ترین شہر جنت میں بسایا گیا؛ تا کہ امن وسکون کا طریقہ سیکھ لیوے اور زندگی گزارنے کا ملکہ اور استعداد حاصل ہو جائے، نیز چوں کہ اللہ تعالیٰ اپنی معرفت بھی کروانا چاہتے تھے؛ اس لیے ایک درخت کے کھانے سے منع فرما دیا۔

معلوم ہوا کہ محرمات اور ممنوعات سے بچنا آسانی سے قربِ الٰہی حاصل کرنے

کا ذریعہ ہے۔

”حوا“ نام رکھنے کی وجہ

ماں حوا کا نام ”حوا“ رکھا گیا ہے، یہ کیوں رکھا گیا؟ یہ بھی ایک سوچنے کی بات ہے۔ ”حوا“ کے دو معنی ہوتے ہیں:

ایک معنیٰ ہوتا ہے ”جمع ہونا“ اس لیے کہ دنیا بھر کے تمام انسان حضرت آدم علیہ السلام کے سوا ماں حوا رضی اللہ عنہا میں جمع ہو جاتے ہیں؛ چوں کہ حضرت حوا رضی اللہ عنہا سب کی ماں ہیں؛ اس لیے جمع ہونے کی وجہ سے ان کا ”حوا“ نام رکھا گیا۔

اور دوسرا معنی حوا کا آتا ہے: حیات۔

لِأَنَّهَا أُمُّ كُلِّ حَيٍّ. أَوْ لِأَنَّهَا خُلِقَتْ مِنْ حَيٍّ.

حیات سے ان کا نام بن گیا حوا؛ چوں کہ وہ تمام زندہ انسانوں کی ماں ہیں؛ اس لیے ان کا نام حوا رکھا گیا۔

روایتوں میں ہے کہ فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام سے ان کا نام پوچھا تو خود حضرت آدم علیہ السلام نے ”حوا“ نام بتایا اور وجہ یہ بتائی کہ وہ ایک زندہ؛ یعنی مجھ سے پیدا ہوئی ہے۔

جنت میں رہنے کی مدت

حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوّا جنت میں رہنے لگے۔

کتنا رہے؟ رہنے کا وقت الگ الگ بتایا جاتا ہے۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ: اس کی کوئی گنتی ہم کو معلوم نہیں۔

بعض روایتوں میں آتا ہے کہ: ماں حوّا رضی اللہ عنہا اور حضرت آدم علیہ السلام دونوں جنت میں چھ ہزار سال تک رہے ہیں، پھر دنیا میں آئے۔

بعض تفسیروں میں لکھا ہے کہ: ماں حوّا رضی اللہ عنہا اور حضرت آدم علیہ السلام ایک منٹ کے لیے جنت میں رہے اور جنت کی ایک منٹ دنیا کے ایک سوتیس (۱۳۰) سال کے برابر ہوا کرتی ہے؛ گویا ایک سوتیس سال رہے۔

ایک روایت میں ہے کہ: ظہر اور عصر کے درمیان میں جتنا وقت ہوتا ہے اتنے وقت تک جنت میں رہے اور جنت کی ظہر اور عصر کے درمیان میں دوسو پچاس (۲۵۰) سال کا فاصلہ ہوتا ہے، گویا دوسو پچاس سال تقریباً دونوں جنت میں رہے۔

جنت میں کھانے کی عام اجازت

اب جنت میں دونوں رہ رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آگے فرمایا:

وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا. (البقرۃ:۳۵)

ترجمہ: اور تم دونوں اس (جنت) میں سے (جو چاہو) جہاں سے چاہو خوب جی بھر کر کھاؤ۔

کھانے، پینے کی بات فرمائی: اے آدم اور حوا! جنت میں سے جہاں سے کھانا ہو کھاؤ، جو کھانا ہو کھاؤ اور خوب جی بھر کے، پیٹ بھر کر کے کھاؤ، تینوں چیزوں کی اجازت دی: ① پوری جنت میں سے کھاؤ۔ ② جتنا چاہو اتنا کھاؤ۔ ③ خوب پیٹ اور جی بھر کے کھاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے آیت میں لفظ استعمال فرمایا "رَغَدا"۔

"رغداً" کا کیا معنی ہوتا ہے؟

جنت میں بغیر تکلیف کے نعمتیں ملیں گی

① اللہ تعالیٰ کی جنت ایسی کہ یہاں پر کھانے، پینے کی چیز حاصل کرنے میں تم کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی، بغیر تکلیف کے میں تم کو جنت میں نعمتیں دوں گا۔

دنیا میں کوئی نعمت تکلیف کے بغیر نہیں ملتی

میری دینی بہنو! دنیا میں جو نعمت ہم کو ملتی ہے اس نعمت میں کچھ نہ کچھ تکلیف اٹھانی پڑتی ہے، مرد بے چارہ کمانے کی تکلیف اٹھاتا ہے اور ہماری دینی بہنیں بے چاری پکانے کی تکلیف اٹھاتی ہیں، دنیا میں تکلیف ہے، جنت میں جو نعمتیں ہیں ان نعمتوں کے ملنے میں کوئی تکلیف نہیں، دل میں ارادہ کیا اور وہ چیز سامنے آجائے گی، وہ کھانا سامنے آجائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ایسی جنت عطا فرمائے، آمین۔

جنت کی نعمتیں کبھی ختم نہیں ہوں گی

② جنت میں اللہ تعالیٰ جو نعمتیں دیں گے ''رَغَدًا'' وہ کم بھی نہیں ہوں گی اور ختم بھی نہیں ہوں گی۔

دنیا میں تو ہمیں دیکھتے رہنا پڑتا ہے کہ چاول کا ذخیرہ (rice stock) کم ہورہا ہے تو نئے چاول منگوانے کی فکر کرو، تیل ختم ہوگیا تو نیا منگوانے کی فکر کرو، جنت میں کوئی نعمت کم بھی نہیں ہوگی، ختم بھی نہیں ہوگی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: آدم اور حوا! کھاؤ، میری نعمت کم بھی نہیں ہوگی اور میری نعمت ختم بھی نہیں ہوگی۔

عورت کھانے پینے میں مرد کے تابع نہیں ہے

اِس آیت سے ایک عجیب بات معلوم ہوئی کہ عورت رہنے میں تو مرد کے تابع ہے؛ لیکن کھانے پینے میں مرد کے تابع نہیں ہے، دونوں کی اپنی اپنی پسند، اس میں شوہر مجبور نہیں کرسکتا کہ تجھے بھی یہی کھانا پڑے گا، مرد کو ایک چیز پسند، عورت کو دوسری چیز پسند ہے، کھانے پینے میں دونوں آزاد ہیں، اپنے اختیار، اپنی پسند سے جس کو جو کھانا ہو وہ کھاوے، اس میں بیوی شوہر کو پابند نہیں بنا سکتی اور شوہر بیوی پر زبردستی نہیں کرسکتا ہے، یہی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے۔

روٹی، کپڑے اور مکان کا انتظام مرد کی ذمے داری ہے

میری دینی بہنو! اس آیتِ کریمہ نے ایک اور عجیب بات ہم کو سکھائی، اللہ کرے کہ وہ ہماری بہنوں کو سمجھ میں آجائے، وہ بات یہ ہے کہ عورت کے لیے تین چیزوں کا انتظام کرنا مرد کے ذمے واجب اور فرض ہے: مکان، کپڑے اور کھانا۔

① گھر اور مکان کا انتظام کرنا: ایسا مکان جس میں ایک غسل خانہ اور استنجا خانہ ہو، جس میں رہ سکے، سو سکے اور کھانا پکا سکے، کم سے کم اتنا انتظام کرنا ضروری ہے۔

② دوسری چیز اپنی بیوی کے ضروری کپڑوں کا انتظام کرنا۔

ضروری کپڑے کہہ رہا ہوں، آپ کی جو چاہت ہوتی ہے اس کے مطابق ہمیشہ نئے نئے فیشن والے کپڑے ضروری نہیں ہے، بدن چھپا سکے اتنے ضروری درمیانی قسم کے کپڑے۔ ③ تیسری چیز کھانے کا انتظام۔

ان تین چیزوں کا انتظام کرنا اللہ تعالیٰ نے مرد کے ذمے رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ حکم قرآن کی ایک دوسری آیت میں ارشاد فرمایا:

فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿۱۱۷﴾ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ﴿۱۱۸﴾ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ﴿۱۱۹﴾

ترجمہ: ہم نے کہا کہ: اے آدم! یقین رکھو یہ (ابلیس) تمھارا اور تمھاری بیوی کا دشمن ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم دونوں کو جنت سے نکلوا دے، سو تم (محنت کر کے ضروریات پوری کرنے کی) مصیبت میں پڑ جاؤ (۱۱۷) یقینی بات ہے کہ اس (جنت) میں تمھارے لیے فائدہ یہ ہے کہ تم بھوکے بھی نہیں ہوں گے اور تم ننگے بھی نہیں ہوں گے (۱۱۸) اور یقینی بات ہے کہ اس (جنت) میں تم پیاسے بھی نہیں رہو گے اور دھوپ کی تکلیف بھی نہیں اٹھاؤ گے (۱۱۹) (طه)۔

اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کو حکم (order) دے رہے ہیں کہ یہ شیطان تمھارا دشمن ہے، تم کو جنت سے نکال نہ دے، اگر تم جنت سے نکل کر دنیا میں گئے تو تم کو تکلیف میں پڑنا پڑے گا۔ کونسی تکلیف؟

کمانے کی یا ضروریات کو پورا کرنے کے لیے محنت کرنے کی وغیرہ وغیرہ۔

جنت میں کمانے کی ضرورت نہیں، نوکری، کاروبار نہیں، جنت میں اللہ تعالیٰ بیٹھے بٹھائے کھلاتے رہے ہیں اور دنیا میں گئے تو پیسے کمانے کی محنت کرنی پڑے گی۔

عورت کے ذمے کمانا نہیں ہے

یہ ذمے داری اللہ تعالیٰ نے اکیلے حضرت آدم علیہ السلام پر ڈالی؛ یعنی مرد ذمے دار ہے کہ عورت کے لیے مکان، کپڑے، کھانے کا انتظام کرے، اگر انتظام نہیں کرے گا

تو گناہ گار ہوگا اور دوسری طرف عورت کو اللہ تعالیٰ نے حکم دے دیا کہ جتنی کمانے کی ذمے داری ہے وہ ہم نے مرد کو حکم دیا ہے۔

عورت کی ذمے داری کیا ہے؟

اور تم کو کیا کرنا ہے؟ فرمایا:

وَقَرۡنَ فِيۡ بُيُوۡتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجۡنَ تَبَرُّجَ الۡجَاهِلِيَّةِ الۡاُوۡلٰى وَاَقِمۡنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيۡنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ ؕ (الأحزاب:۳۳)

ترجمہ: (اے ایمان والی عورتو!) تم تمھارے گھروں میں قرار سے رہو (یعنی ٹھہری رہو) اور پہلی جاہلیت کی طرح (پرائے مردوں کو) اپنا بناؤ سنگھار (میک اپ) دکھلاتی مت پھرو اور تم نماز قائم کرتی رہو اور تم زکوۃ دیتی رہو اور تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتی رہو۔

یعنی اے عورتو! تم کو مکان کی، گھر کی ذمے داری اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے۔ تمھیں گھر میں رہنا ہے۔ نماز پڑھنی ہے۔ روزے رکھنے ہیں۔ زکوۃ دینی ہے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بات ماننا ہے، اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے گھر کے باہر کی (outside) ذمے داری مرد کو اور گھر کے اندر (inhome) کی ذمے داری عورت کو دی۔

درخت کے پاس جانے کی ممانعت

دونوں: ماں حوّا اور حضرت آدم علیہما السلام خوب مزے سے رہتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ایک حکم دیا: وَلَا تَقۡرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوۡنَا مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ.

ترجمہ: اور (اے آدم وحوا!) تم دونوں اس خاص درخت کے قریب مت جانا ورنہ تم دونوں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔ (البقرۃ: ۳۵)

یعنی پوری جنت میں گھومو، پھرو، خوب کھاؤ، پیو؛ لیکن ایک درخت اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا کہ اس کے پاس بھی مت جانا، اگر تم اس کے پاس گئے تو تم ظالم ہو جاؤ گے۔

درخت کے پاس جانے سے ممانعت کی وجہ:

اللہ تعالیٰ کے حکم میں چون و چرا کی گنجائش نہیں

میری دینی بہنو! سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پوری جنت کی آزادی دے دی، کہیں بھی جاؤ، کچھ بھی کھاؤ؛ لیکن ایک درخت سے کیوں منع فرما دیا؟

اس میں ایک بات یہ سمجھ میں آتی ہے کہ: اللہ تعالیٰ میرے اور آپ کے اور تمام انسانوں کے مالک ہیں اور آدم اور حوّا علیہما السلام اور تمام انسان اللہ تعالیٰ کے بندے اور غلام ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جس چیز سے چاہے روکے، بندوں کو پوچھنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

اس لیے میری دینی بہنو! جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا ہم کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ ہم اللہ تعالیٰ کو کہیں کہ: اے اللہ! آپ نے کیوں منع کیا؟

ابھی جو آیت پڑھی تھی: وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى.

ترجمہ: اور پہلی جاہلیت کی طرح (پرائے مردوں کو) اپنا بناؤ سنگھار دکھلاتی مت پھرو۔

اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا کہ کھلی مت پھرو، اب ہم کو حق نہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کو

پوچھنے جائیں کہ: اے اللہ! یہ کافر، غیر مسلم عورتیں کتنی کھلی پھرتی ہیں، بال کھلا، جسم کھلا اور ہم کو کیوں منع کیا؟

ہم کو کوئی حق نہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کو پوچھنے جائیں۔ہم اللہ تعالیٰ کے بندے اور بندیاں ہیں، اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا تو ہم کو اس کی پابندی کرنی ہے۔

ہماری تربیت مقصود تھی

دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ کی بڑی مہربانی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی شفقت ہے، اللہ تعالیٰ ہماری تربیت فرمانا چاہتے ہیں؛اس لیے کہ ابھی دنیا میں آنا باقی تھا، اگر ایک درخت سے بھی اللہ تعالیٰ منع نہ فرماتے تو انسان کے مزاج اور طبیعت میں آزادی آجاتی، اللہ تعالیٰ چاہتے تھے کہ ایک چیز سے منع کروں؛ تاکہ یہ میرے بندے اور بندیاں کچھ چیزوں سے رُکنے والے بنیں۔

اس لیے کہ دنیا میں کچھ کرنے کے کام ہیں اور کچھ نہ کرنے کے کام ہیں۔ کچھ کھانے کی چیزیں ہیں، کچھ نہ کھانے کی چیزیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے جنت ہی سے ہمارا مزاج بنایا، ہماری تربیت (training) کی کہ پوری جنت میں سے کھاؤ، گھومو، پھرو؛ لیکن ایک درخت کے پاس تم مت جانا، یہ اللہ تعالیٰ ہم پر شفقت فرما رہے ہیں، ہم پر مہربانی کر رہے ہیں، ہماری تربیت کرتے ہیں۔

جیسے ایک بہت شفقت کرنے والی ماں ہوتی ہے، وہ ماں اپنے بچے کو کہتی ہے: بیٹا! تو چاکلیٹ (sweet) زیادہ مت کھانا؛ ورنہ تیرے پیٹ میں کیڑے پڑیں گے، یہ ماں کی محبت ہے کہ اپنے بچے کو غلط چیز سے بچاتی ہے۔

میری دینی بہنو! اللہ پاک کی قسم! اللہ تعالیٰ ستر (۷۰) ماؤں سے بھی زیادہ محبت کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ ہماری تربیت فرمارہے ہیں، ہم پر شفقت کررہے ہیں، مہربانی کررہے ہیں؛ تاکہ یہ انسان آزاد نہ ہوجائیں، آوارہ نہ ہوجائیں؛ اسی لیے فرمایا کہ: اس درخت کے پاس بھی مت جانا۔

درخت کے قریب بھی جانے سے ممانعت کی وجہ

پھر آگے بات سوچو! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس درخت کے پاس بھی مت جانا؛ اس لیے کہ پاس جاؤگے تو کھاؤگے، دور رہوگے تو کھانے سے بچے رہوگے۔

سمجھ میں آیا کہ جو گناہ کی چیز ہو تو اس کے پاس بھی مت جاؤ، جو آدمی گناہ کے پاس جائے گا وہ گناہ میں پڑ جائے گا اور جو گناہ سے دور رہے گا اللہ تعالیٰ گناہ سے اس کی حفاظت کریں گے۔

اسی لیے دیکھو! قرآنِ مجید کی ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے کتنا کھلم کھلا فرمایا: وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۳۲﴾ (بني اسرائيل)

ترجمہ: اور تم زنا کے پاس بھی مت جاؤ، یقینی بات ہے کہ وہ (زنا) تو بڑی بے حیائی ہے اور بہت برا راستہ ہے۔

یعنی زنا کے پاس بھی مت جاؤ۔ کیا مطلب؟

کوئی اجنبی مرد اجنبی عورت کے پاس نہ جائے، بات نہ کرے، پرایا مرد پرائی عورت سے بات بھی نہ کرے، پاس میں بھی نہ جاوے؛ اس لیے کہ پاس جائیں گے تو بات کرنے کی خواہش ہوگی، بات کریں گے تو قریب اور بے تکلف ہونے کا دل چاہے گا،

بے تکلف ہوں گے تو آہستہ آہستہ زنا ہوگا۔

یہ بھی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی مہربانی ہے، جیسے بچہ چولہے کے قریب جاتا ہے تو اندر گرنے کا خطرہ رہتا ہے، ایک شفیق باپ اور ماں بچے کو آگ کے قریب جانے سے بھی روکتے ہیں، اللہ تعالیٰ تو ماں سے بھی زیادہ مہربان ہیں۔

وہ کونسا درخت تھا؟

میری دینی بہنو! وہ کون سا درخت تھا جہاں جانے سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو منع فرمادیا؟

اس سلسلے میں الگ الگ روایتیں ہیں، میں آپ کو وہ روایتیں سناتا ہوں:

ایک روایت میں آتا ہے کہ وہ ''کھجور کا درخت'' تھا۔

بعض روایتوں میں ہے کہ وہ ''لیمو کا درخت'' تھا۔

بعض روایتوں میں ہے کہ وہ ''انجیر کا درخت'' تھا۔

بعض روایتوں میں ہے کہ وہ ''اترنج کا درخت'' تھا۔

بعض روایتوں میں ہے کہ وہ ''گیہوں کا درخت'' تھا۔

ایک روایت ایسی ہے کہ وہ کوئی ایسا درخت تھا کہ جو بھی اس کو کھالیوے تو اس کا وضوٹوٹ جاوے اور جنت میں ہوا نکلنا، ناپاکی کا ہونا یہ ٹھیک بات نہیں؛ اس لیے اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا کو بچانا چاہتے تھے۔

بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ وہ درخت تھا جس کے بارے میں حدیث میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

اللہ تعالیٰ نے جنت میں ایک درخت پیدا فرمایا، ایسا عجیب درخت ہے، اتنا بڑا درخت ہے کہ اس درخت کے نیچے ایک گھوڑے سوار یا کوئی آدمی پیدل چل کر سو (۱۰۰) سال تک چلے تو بھی اس درخت کا سایہ ختم نہیں ہوسکتا۔

کہتے ہیں کہ: یہ وہی درخت ہے جس درخت کے پاس جانے سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا کو منع فرمایا تھا۔

درخت کے پھل کیسے تھے؟

اس درخت کے جو پھل تھے وہ مکھن (butter) سے زیادہ نرم اور شہد (honey) سے بھی زیادہ میٹھے تھے۔

تمام گناہ ظاہر میں خوش نما معلوم ہوتے ہیں

میری دینی بہنو! ایک بات یاد رکھنا! جتنے بھی گناہ ہوتے ہیں وہ گناہ اوپر سے میٹھے اور نرم اور پیارے معلوم ہوتے ہیں، جس درخت کے کھانے سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا تھا اس درخت کے پھل اللہ تعالیٰ نے نرم نرم میٹھے میٹھے بنائے؛ تا کہ اللہ تعالیٰ امتحان لیوے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا رُکتے ہیں یا للچا کر کھا لیتے ہیں۔

ہر گناہ کا یہی حال ہے، اللہ تعالیٰ خود قرآن میں فرماتے ہیں:

وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ. (النمل:۲۴)

ترجمہ: اور شیطان نے ان کو یہ سمجھا دیا ہے کہ ان کے (کفر کے یہ) کام بہت اچھے ہیں۔ یعنی شیطان برے کاموں کو، گندے کاموں کو، گناہ کے کاموں کو سجا کر کے انسان کو دکھلاتا ہے؛ تا کہ انسان اس کی سجاوٹ کی وجہ سے اس سے للچا کر کے گناہ

کرنے والا بن جاوے۔

آپ دیکھ لو! جتنے بھی گناہ ہیں: ٹی وی کتنی للچانے والی چیز ہے؟ میوزک کتنی للچانے والی چیز ہے؟ جتنے بھی گناہ ہیں آپ دیکھ لو! تمام گناہ ظاہر میں میٹھے میٹھے اور اوپر سے نرم اور بہت پیارے اور بہت اچھے لگتے ہیں؛ لیکن اندر سے عذاب کے اعتبار سے وہ بہت کڑوے ہیں، بہت خطرناک ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ (شیطان نے ماں حوا کو نہیں بہکایا تھا)

حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا دونوں اس درخت سے دور دور تو رہتے تھے؛ لیکن ہمارا پرانا دشمن شیطان وہاں پر بھی حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا پر محنت کرنے کے لیے گیا۔

میں آپ کو یہاں ایک بہت اہم بات۔ جو سب لوگوں میں مشہور ہے اور غلط مشہور ہے۔ بتلانا چاہتا ہوں، عام طور پر لوگ یہ قصہ بیان کرتے ہیں کہ: شیطان نے ماں حوا کو بہکایا تھا اور پھر ماں حوا نے آدم علیہ السلام کو بہکایا اور پھر دونوں نے کھالیا۔

پھر بعض لوگ اس کے نتیجے میں ہماری دینی بہنوں کو ڈانٹتے ہیں کہ تمھاری وجہ سے جنت سے نکلنا پڑا وغیرہ وغیرہ۔

یہ بات بالکل غلط ہے، میں آپ کی طرف داری (favour) کرتا ہوں، قرآن میں اللہ تعالیٰ سورۂ طٰہٰ میں ارشاد فرماتے ہیں: فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰۤاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ﴿۱۲۰﴾

ترجمہ: سو شیطان نے ان (آدم) کے دل میں وسوسہ ڈالا، اس (شیطان) نے کہا: اے آدم! کیا میں تم کو بتاؤں ایسا درخت جس (کے کھانے) سے ہمیشہ کی زندگی اور ایسی بادشاہت جو کبھی پرانی نہ ہو وہ حاصل ہوتی ہے؟

اِس آیت میں تو یہ ہے کہ شیطان نے صرف آدم علیہ السلام کے دل میں یہ وسوسہ، اور گندے گندے خیال ڈالے۔

اللہ تعالیٰ کی تین بڑی مخلوقات

یہ بات یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کی تین بڑی بڑی مخلوق ہم جانتے ہیں:

① ایک بڑی مخلوق ہیں فرشتے جن کو اللہ تعالیٰ نے بہت پہلے پیدا فرمایا۔

② دوسری بڑی مخلوق ہیں شیطان اور اسی کے ساتھ ساتھ ہیں جنات، ان کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں سے تقریباً دو ہزار سال پہلے پیدا فرمایا۔

③ تیسری بڑی مخلوق ہیں انسان۔

میں آپ کے علم کے لیے یہ بات بتاؤں: پہلے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیدا کیا، دوسرے نمبر پر شیطان اور جنات کو پیدا فرمایا اور تیسرے نمبر پر انسان کو پیدا فرمایا۔

انسان تو سب سے اخیر میں پیدا ہوئے ہیں اور انسانوں کے پیدا ہونے سے پہلے دنیا میں شیطان اور جنات رہتے تھے۔

ایک لطیفہ

اس پر میں ایک لطیفہ کہا کرتا ہوں کہ: بعض لوگ جو یوں کہتے ہیں کہ تمھارے گھر میں ''جن'' گھس گئے ہیں، تو بات الٹی ہونی چاہیے کہ ہم انسان جنوں کے مکان

میں گھس گئے ہیں۔ اگرچہ روایتوں میں آتا ہے کہ جناتوں نے جب زمین پر فساد مچایا، خون بہایا تو اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کا لشکر بھیجا، انھوں نے جنوں کو مار مار کر جزائر کی طرف بھگایا اور انسانوں کی تشریف آوری کے لیے پوری زمین خالی کروا ڈالی؛ اس لیے اب بھی زیادہ تر جنات جزائر یا پہاڑوں میں یا جنگلات میں رہتے ہیں۔

شیطان سب سے بڑا عبادت گزار تھا

یہ جو سب سے بڑا شیطان ہے ابلیس وہ بہت نیک تھا، اتنا نیک تھا کہ پوری زمین کے اوپر کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں شیطان نے سجدہ نہ کیا ہو، پوری دنیا میں شیطان نے اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کیا ہے، شیطان اتنا بڑا عبادت کرنے والا تھا۔

شیطان میں تین ''عین'' تھے، چوتھا ''عین'' نہیں تھا

میں آپ کو ایک نکتے کی بات سمجھا جاتا ہوں، اللہ کرے کہ آسانی سے سمجھ میں آجاوے! شیطان بہت بڑا عابد تھا، شیطان بہت بڑا عالم بھی تھا، اور شیطان بہت بڑا عارف بھی تھا، اللہ تعالیٰ کو پورے طور پر پہچانتا تھا۔

دیکھو! تین الفاظ (words) ہیں: ① عابد ② عالم ③ عارف۔

عابد کا مطلب: عبادت کرنے والا۔ عالم کا مطلب: علم والا۔

عارف کا مطلب: اللہ تعالیٰ کو پہچاننے والا۔

شیطان کے عارف باللہ ہونے کی دلیل

شیطان عارف باللہ ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ انسان کو جب کسی سے کوئی کام

نکلوانا ہوتا ہے تو اس کے ''موڈ'' کو دیکھا جاتا ہے، اچھے موڈ کے وقت میں مشکل کام بھی آسانی سے ہوجاتے ہیں اور خراب موڈ کے وقت آسان کام بھی مشکل ہوجاتے ہیں، یہ انسان کا حال ہے۔ باری تعالیٰ ان کیفیات سے پاک ہیں، یہ شیطان کو معلوم تھا؛ اسی لیے تو عین اس وقت جب اس کو بارگاہِ الٰہی سے نکالا گیا اس نے لمبی عمر کی مہلت مانگی، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ عارف باللہ بھی تھا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُونُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ﴿۱۳﴾ قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ﴿۱۴﴾ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ﴿۱۵﴾ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ﴿۱۶﴾ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ﴿۱۷﴾ (الأعراف)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (اے ابلیس!) تو یہاں (آسمان) سے نیچے اتر، تجھے حق نہیں ہے کہ یہاں رہ کر کے تو تکبر کرے، تو (یہاں سے) نکل جا، یقیناً تو ذلیلوں میں سے ہے (۱۳) ابلیس نے کہا: (اے اللہ!) تو مجھ کو اس دن تک زندہ رہنے کی مہلت دے جس دن مردے دوبارہ زندہ کیے جائیں گے (۱۴) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یقیناً تجھ کو مہلت دے دی گئی ہے (۱۵) ابلیس نے کہا: (اے اللہ!) جیسا تو نے مجھ کو گمراہ کردیا، میں بھی ان (انسانوں کی تاک میں) تیرے سیدھے راستے پر بیٹھ جاؤں گا (۱۶) پھر ان (انسانوں) کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان (انسانوں) کی داہنے طرف سے اور ان (انسانوں) کی بائیں طرف سے بہکانے کے لیے (حملہ کرنے) آؤں گا اور تو ان میں سے اکثر لوگوں کو شکر کرنے والا نہیں پائے گا۔

اس آیت میں ایک اہم نکتہ

اِس آیت میں جو شیطان نے گمراہ کرنے کی بات کہی، اس میں ایسے تو تمام جہات مراد ہیں یعنی سامنے دیکھ کر چلو تو کسی پر نظر پڑ جائے گی، دائیں بائیں دیکھنے میں کسی کے مکان میں نظر پڑ جائے گی، پیچھے مڑ کر دیکھنے میں کسی غیر پر نظر پڑ جائے گی؛ البتہ اللہ تعالیٰ نے شیطان سے دو جہتیں بھلوا دیں، ایک اوپر، دوسری نیچے اور ہم جانتے ہیں کہ اوپر دیکھ کر چلنے میں دو خطرے ہیں:

① آج کل جو اونچی عمارتیں بنی ہیں تو کسی عمارت کی گیلری (Gallery) یا برآمدہ میں کھڑی کسی اجنبی عورت پر نظر پڑ جائے گی۔

② نیز اوپر دیکھ کر چلنے والے کو لوگ تھوڑا پاگل جیسا سمجھتے ہیں؛ اس لیے اب سلامتی صرف نیچے دیکھ کر چلنے میں ہے، خود باری تعالیٰ فرماتے ہیں:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝۳۰ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ.

ترجمہ: (اے نبی!) ایمان والے مردوں سے تم کہو کہ: وہ اپنی نظروں کو نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں، یہی ان کے لیے بڑا پاکیزہ طریقہ ہے، یقیناً جو کام وہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو اس کی پوری خبر ہے اور (اے نبی!) تم ایمان والی عورتوں کو (بھی) کہو کہ: وہ اپنی نظروں کو نیچے رکھا کریں۔ (النور)

بہر حال! میں یہ بتلا رہا تھا کہ یہ تین الفاظ ہیں اور تینوں میں پہلا ’’عین‘‘ ہے، عابد میں بھی پہلا عین، عالم میں بھی پہلا عین، عارف میں بھی پہلا عین ہے۔

شیطان میں تینوں ”عین“ تھے؛ لیکن اس میں ایک چوتھا ”عین“ نہیں تھا؛ اسی لیے وہ گمراہ ہوگیا، بھٹک گیا۔ شیطان بڑا عبادت کرنے والا، بڑا عالم، بڑا اللہ تعالیٰ کو پہچاننے والا؛ لیکن میری دینی بہنو! شیطان عاشق نہیں تھا، اگر اللہ تعالیٰ کا عاشق ہوتا تو وہ کبھی گمراہ نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اپنا سچا پکا عاشق بنادیویں۔

عشق کرنے کے لائق ذات اللہ تعالیٰ کی ہے، اللہ تعالیٰ سے عشق کرو، خدا سے محبت کرو، خود اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ .

یعنی ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خوب زیادہ محبت، بہت زیادہ عشق اور پیار ہوا کرتا ہے۔ (البقرۃ:۱۶۵)

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنا عشق عطا فرمائے، آمین۔

عاشق کس کو کہتے ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا وہ حکم سمجھ میں آوے کہ نہ آوے آنکھ بند کر کے پورا کر ڈالے اس کو عاشق کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کا مزاج، ہماری سوچ، ہماری طبیعت ایسی بناوے کہ شریعت کا جو حکم ہے، جو قانون ہے ہم کو سمجھ میں آوے کہ نہ آوے ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کو آنکھ بند کر کے پورا کرنے والے بنیں۔

بہر حال! یہ شیطان کسی طرح جنت میں پہنچ گیا اور اس نے وسوسہ ڈالا:

فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ . (طٰہٰ:۱۲۰)

ترجمہ: سو شیطان نے ان (آدم علیہ السلام) کے دل میں وسوسہ ڈالا۔

اِس آیت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ شیطان نے صرف آدم علیہ السلام کے دل میں وسوسہ ڈالا۔ دوسری جگہ پر قرآن میں ہے: فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ. (الأعراف:۲۰)

شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا دونوں کے دل میں وسوسہ ڈالا، قرآن کی ان آیات سے پتہ چلتا ہے کہ صرف ماں حوا کو وسوسہ نہیں ڈالا تھا۔

اس لیے یہ بات جو چل پڑی ہے وہ غلط ہے، جو لوگ بھی کہتے ہیں غلط ہے، نہ قرآن میں ہے، نہ حدیث میں ہے، پھر بے چاری ہماری دینی بہنوں کو بدنام کرتے ہیں کہ شیطان نے عورت کو بہکایا، عورت نے آدم علیہ السلام کو بہکایا، پھر جنت سے نکلنا پڑا، ایسی بات نہیں ہے، یہ غلط بات ہے۔

شیطان صرف وسوسہ ڈال سکتا ہے

یاد رکھنا دینی بہنو! شیطان کو اللہ تعالیٰ نے صرف ایک طاقت دی ہے کہ وہ دل میں گندے وسوسے ڈال سکتا ہے، وسوسے کے علاوہ شیطان کچھ نہیں کر سکتا۔ آپ نے کبھی اپنی زندگی میں ایسا دیکھا کہ کوئی شیطان آپ کو ہاتھ پکڑ کر گناہ کرنے لے جاوے۔

ہاں! انسانوں کے اندر جو شیطان کے ایجنٹ ہیں وہ کر سکتے ہیں؛ لیکن جو اصلی شیطان ہے وہ ایسا کچھ نہیں کر سکتا کہ کسی کو پکڑ کر زبردستی گناہ کروا دے، وہ صرف دل میں وسوسہ ڈالتا ہے۔

وسوسہ کا مطلب دل میں گندے گندے، برے برے خیال آنا ہے۔

شیطان نے وسوسہ کیسے ڈالا؟

اب ایک اہم بات سوچنے کی ہے کہ شیطان نے وسوسہ کیسے ڈالا؟

اس میں دو باتیں ممکن ہیں:

① نافرمانی کے باوجود شیطان کے جنت میں آنے جانے پر پابندی نہیں تھی؛ اس لیے کبھی کبھی وہ جنت میں آتا جاتا تھا تو اس نے جنت میں آکر وسوسہ ڈالا۔

② جنت کے باہر سے دل پر وسوسہ ڈالا، جیسے آج کے زمانے میں آواز کی لہر اور شعاؤں کے ذریعے دور دور تک آواز پہنچائی جاتی ہے، اس طرح کی کوئی تدبیر اس نے وسوسہ کے لیے اپنائی ہوگی۔

وسوسہ سے بچنے کی چند دعائیں

آج عام طور پر ہمارے بہت سے بھائی، بہت سی ہماری دینی بہنیں گندے وسوسوں سے پریشان ہیں۔

تو میں آپ کو دو، تین دعائیں بتلاتا ہوں، یہ دعائیں یاد کرلو، یہ دعائیں پڑھو، ان شاء اللہ تعالیٰ! اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ وسوسوں سے حفاظت کریں گے، یہ بہت قیمتی (power full) دعائیں ہیں۔

وسوسہ سے بچنے کی پہلی دعا

یہ قرآن کی دعا ہے: رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ﴿٩٧﴾ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴿٩٨﴾ (المؤمنون)

اے میرے رب! شیطان جو میرے دل میں گندے اور ناپاک خیالات اور وسوسے ڈالے اس سے میں حفاظت مانگتا ہوں، میری حفاظت فرمایئے اور شیطان میرے

پاس آوے اے اللہ! اس سے بھی میری حفاظت فرمائیے۔

جو مسلمان مرد یا عورت یہ دعا مانگے گا اللہ تعالیٰ شیطان کے وسوسے سے بھی حفاظت کریں گے اور شیطان اس کے پاس بھی نہ آسکے گا ان شاء اللہ!۔

وسوسہ سے بچنے کی دوسری دعا

شیطان بہت پریشان کرتا ہو اور دل میں گندے گندے وسوسے آتے ہوں تو دوسری دعا میں آپ کو بتلاتا ہوں، یہ دعا بھی قرآن کی ہے:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ﴿۱﴾ مَلِکِ النَّاسِ ۙ﴿۲﴾ اِلٰہِ النَّاسِ ﴿۳﴾ مِنۡ شَرِّ الۡوَسۡوَاسِ ۬ۙ الۡخَنَّاسِ ﴿۴﴾ الَّذِیۡ یُوَسۡوِسُ فِیۡ صُدُوۡرِ النَّاسِ ۙ﴿۵﴾ مِنَ الۡجِنَّۃِ وَ النَّاسِ ٪﴿۶﴾

سورۂ ناس پڑھنے سے بھی شیطان کے وسوسوں سے اللہ حفاظت فرماتے ہیں۔

دیکھو کتنی پیاری بات! اللہ تعالیٰ کی تین صفتیں لاکر دعا کی گئی:

”رب الناس“ لوگوں کے رب۔

”ملک الناس“ لوگوں کے مالک۔

”الہ الناس“ لوگوں کے خدا، لوگوں کے معبود۔

اے اللہ! یہ جو وسوسہ ڈالنے والے شیطان ہیں اس سے آپ میری حفاظت فرمائیے، یہ وسوسہ ڈالنے والے انسان بھی ہوتے ہیں اور جنات اور شیطان بھی ہوتے ہیں، دونوں طرح کے گندے گندے وسوسہ ڈالنے والوں سے اے اللہ! آپ میری حفاظت فرمائیے۔

اس لیے اگر گندے وسوسے آئیں تو "قل أعوذ برب الناس" پڑھ لیا کرو۔

وسوسے سے بچنے کی تیسری دعا

تیسری دعا میں آپ کو بتلاتا ہوں، امام ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں یہ روایت نقل کی ہے کہ جس مرد یا عورت کو وسوسے کی بہت تکلیف ہو تو وہ قرآن کی یہ آیت پڑھے:

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٣﴾

ترجمہ: وہی (اللہ تعالیٰ) سب سے پہلے اور آخر میں ہیں، ظاہر میں بھی ہیں چھپے ہوئے بھی ہیں اور وہی (اللہ تعالیٰ) ہر چیز کو پوری طرح جانتے ہیں۔ (الحدید)

اِس آیت کو پڑھا کرو، اس کی برکت سے بھی اللہ تعالیٰ وسوسوں سے حفاظت فرمائیں گے۔

وسوسے سے بچنے کی ایک دوا

چوتھے نمبر پر ایک دوا بتلاتا ہوں کہ جب دل میں وسوسے آئیں تو اس کی طرف دھیان مت دو، اس کی طرف خیال مت لے جاؤ اور "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ العَلِيِّ الْعَظِيْم" پڑھا کرو ان شاء اللہ! وسوسے ختم ہو جاہیں گے، اگر آپ وسوسے پر دھیان دیں گے تو دوسرا وسوسہ آئے گا، تیسرا آئے گا، وسوسے پر دھیان ہی مت دو، ان شاء اللہ! وسوسے سے حفاظت ہوگی۔

عام طور پر جب آدمی اکیلا بیٹھ کر سوچتا رہتا ہے تو وسوسے آتے ہیں؛ اس لیے جن کو ایسی وسوسے کی بیماری ہو ان کو کہتا ہوں کہ:

فارغ مت بیٹھو، گھر کا کام کرو یا قرآن پڑھو، تسبیح پڑھو، تلاوت کرو، بیان کی سی ڈی سنو، قرآن کی سی ڈی سنو، تسبیح پڑھو، بچوں کے ساتھ رہو۔

اکیلے اکیلے جو بیٹھے رہتے ہیں، کچھ کام نہیں کرتے، ان کو عام طور پر زیادہ وسوسے آتے ہیں، اپنے دماغ کو تم خالی مت رہنے دو تو ان شاء اللہ! اس سے بھی وسوسے سے حفاظت ہوجائے گی۔

الغرض! شیطان نے جا کر حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا کے دل میں وسوسہ ڈالا اور ان کو درخت کھانے کی دعوت دی۔

ان شاء اللہ! آگے والا واقعہ آئندہ کل کی مجلس میں ذکر کریں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح سمجھنے کی، صحیح عمل کی اور صحیح اشاعت اور دعوت کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

وأخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

دنیا کی سب سے پہلی خاتون

ماں حوا رضی اللہ عنہا

(دوسری قسط)

قرآن میں قصے بیان کرنے کا مقصد

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآنِ مجید میں بہت سارے واقعات بیان کیے ہیں، قرآن میں جو قصے آئے ہیں اس کی ایک حکمت خود قرآن سے معلوم ہوتی ہے:﴿لَقَدۡ كَانَ فِيۡ قَصَصِهِمۡ عِبۡرَةٌ لِّاُولِى الۡاَلۡبَابِ﴾

ترجمہ: پکی بات یہ ہے کہ ان کے واقعات میں عقل والوں کے لیے عبرت کا بڑا سامان ہے۔(یوسف:۱۱۱) یعنی جن میں اللہ نے عقل رکھی ہے، سمجھ رکھی ہے وہ لوگ ان قصوں کو سنتے ہیں اور سن کر اس سے عبرت حاصل کرتے ہیں۔

عبرت کا مطلب

عبرت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ: دوسرے آدمی کی حالت سن کر یا دوسرے آدمی کی حالت دیکھ کر آدمی اپنے لیے نصیحت اور سبق حاصل کرے، اس کو عبرت کہتے ہیں، فلاں آدمی بہت اچھے حالات میں ہے تو وہ کیسے اچھے حالات میں ہوگیا، اس کو سمجھ کر خود کے لیے سوچے، یا فلاں آدمی مصیبت میں ہے تو کیوں مصیبت میں ہے، اس کو سن کر، سمجھ کر اپنی حفاظت کا انتظام کرے، اس کو عبرت کہا جاتا ہے۔

قرآن میں مردوں کے قصے بھی ہیں اور عورتوں کے قصے بھی ہیں، اچھے حالات کے واقعات بھی ہیں اور سزا اور تکلیف کے واقعات بھی ہیں اور یہ تمام قصوں کی ایک حکمت ہے: عقل والے لوگ اس سے سبق لیتے ہیں اور نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰہ نَحْمَدُہ وَنَسْتَعِیْنُہ وَنَسْتَغْفِرُہ وَنُؤْمِنُ بِہ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہ مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا،مَنْ یَّھدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہ وَمَنْ یُّضْلِلْہ فَلَاھادِیَ لَہ وَنَشْھدُ اَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہ لَاشَرِیْکَ لَہ وَنَشْھدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ شَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہ وَرَسُوْلُہ،صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہ وَ عَلٰی اٰلِہ وَاَصْحَابِہ وَذُرِّیَّاتِہ وَ اَھلِ بَیْتِہ وَاَھلِ طَاعَتِہ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً

اَمَّا بَعْدُ!فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَیٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَیْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۝۱۹ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّیْطٰنُ لِیُبْدِیَ لَهُمَا مَا وٗرِیَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَیْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِیْنَ۝۲۰ وَقَاسَمَهُمَاۤ اِنِّیْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ۝۲۱ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا یَخْصِفٰنِ عَلَیْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَاۤ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَاۤ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ۝۲۲ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا ٚ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ۝۲۳ قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِیْنٍ۝۲۴ قَالَ فِیْهَا تَحْیَوْنَ وَفِیْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ۝۲۵ (الأعراف)

ترجمہ: اور اے آدم! تم اور تمھاری بیوی جنت میں رہو اور سو جہاں سے جو چیز

تم کھانا چاہو کھاؤ اور اس درخت کے پاس (بھی) مت جانا (جو گئے تو) تم دونوں زیادتی کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے (۱۹) سو شیطان نے ان دونوں (آدم وحوا) کے دلوں میں (بہکانے کے لیے) وسوسہ ڈال دیا؛ تاکہ ان دونوں کی شرم کی جگہیں جو ایک دوسرے سے چھپائی گئی تھیں وہ ایک دوسرے کے سامنے کھول دیوے اور ابلیس کہنے لگا: تم دونوں کو تمھارے رب نے اس درخت سے صرف اس لیے منع کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم دونوں (اس کو کھا کر) فرشتے بن جاؤ یا تم دونوں (جنت میں) ہمیشہ رہنے والوں میں سے بن جاؤ (۲۰) اور قسم کھا کر ان دونوں سے شیطان نے کہا: یقین رکھو میں تم دونوں کے لیے بھلائی ہی چاہنے والوں میں سے ہوں (۲۱) شیطان نے دھوکا دے کر ان دونوں کو (اپنی بات ماننے کے لیے) مائل (تیار) کر ہی لیا، سو جیسے ہی ان دونوں نے اس درخت کو چکھا تو ان دونوں کی شرم کی جگہیں ایک دوسرے کے سامنے کھل گئیں اور دونوں اپنے (بدن) پر جنت کے پتے جوڑ جوڑ کر چپکانے لگے اور اس وقت ان دونوں کے رب نے ان دونوں کو آواز دی کہ کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت کے پاس جانے سے نہیں روکا تھا اور میں نے تم دونوں سے نہیں کہا تھا کہ یقیناً شیطان تم دونوں کا کھلم کھلا دشمن ہے؟ (۲۲) دونوں کہنے لگے: اے ہمارے رب! ہم نے (آپ کے حکم کے خلاف کر کے) ہماری جانوں پر ظلم کیا ہے اور اگر (آپ) ہم کو معاف نہ کر دیں اور (آپ) ہم پر رحم نہ فرمائیں تو ہم ضرور تباہ و برباد ہو جائیں گے (۲۳) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم سب یہاں سے نیچے اترو، تم سب آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے اور تمھارے لیے زمین میں ایک مدت تک رہنے کی جگہ اور فائدہ اٹھانا ہوگا (۲۴) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: زمین میں تم کو زندہ رہنا ہے اور زمین میں تم کو موت آئے گی اور زمین

ہی سے تم (قیامت کے دن) نکالے جاؤ گے (۲۵)۔

یہ سورۂ اعراف جو آٹھویں پارے کی سورت ہے اس میں آیت نمبر ۱۹ تا ۲۵ ہیں جس میں اللہ تعالیٰ ماں حوا رضی اللہ عنہا کے بقیہ قصہ کو بیان فرمایا ہے۔

دوسری ایک جگہ پر ہے:

فَقُلْنَا يٰۤاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ
فَتَشْقٰى ﴿۱۱۷﴾ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ﴿۱۱۸﴾ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ﴿۱۱۹﴾
فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰۤاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ﴿۱۲۰﴾
فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۫
وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿۱۲۱﴾ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ﴿۱۲۲﴾ قَالَ اهْبِطَا
مِنْهَا جَمِيْعًۢا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ
فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴿۱۲۴﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْۤ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ﴿۱۲۵﴾ قَالَ
كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴿۱۲۶﴾ وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ
اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْۢ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى ﴿۱۲۷﴾ (طه)

ترجمہ: ہم نے کہا کہ: اے آدم! یقین رکھو یہ (ابلیس) تمھارا اور تمھاری بیوی کا دشمن ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم دونوں کو جنت سے نکلوا دے، سو تم (محنت کر کے ضروریات پوری کرنے کی) مصیبت میں پڑ جاؤ (۱۱۷) یقینی بات ہے کہ اس (جنت) میں تمھارے لیے فائدہ یہ ہے کہ تم بھوکے بھی نہیں ہوگے (یعنی ایسی بھوک نہیں لگے گی جس سے تکلیف ہو) اور تم ننگے بھی نہیں ہوں گے (۱۱۸) اور یقینی بات ہے کہ اس

(جنت) میں تم پیاسے بھی نہیں رہوں گے اور دھوپ کی تکلیف بھی نہیں اٹھاؤ گے (۱۱۹) شیطان نے ان (آدم علیہ السلام) کے دل میں وسوسہ ڈالا، شیطان نے کہا: اے آدم! کیا میں تم کو بتاؤں ایسا درخت (جس کے کھانے سے) ہمیشہ کی زندگی اور ایسی بادشاہت جو کبھی پرانی نہ ہو وہ حاصل ہوتی ہے (۱۲۰) سو دونوں (آدم اور حوا) نے اس درخت میں سے (کچھ) کھالیا، اس پر ان دونوں کی شرم کی جگہ ان کے سامنے کھل گئی اور دونوں جنت کے پتوں کو ملا ملا کر اپنے اوپر چپکانے لگے اور آدم نے اپنے رب کی کہی ہوئی بات کو ٹال دیا، سو آدم (علیہ السلام) غلطی میں پڑ گئے (۱۲۱) پھر ان (آدم علیہ السلام) کو ان کے رب نے چن لیا، سو آدم (علیہ السلام) کی توبہ قبول فرمالی اور آدم (علیہ السلام) کو صحیح راستے پر (ہمیشہ) قائم رکھا (۱۲۲) (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: تم سب اس (جنت) سے نیچے (دنیا میں) اتر جاؤ، تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے، سو اگر تمھارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت پہنچے سو جو آدمی میری ہدایت پر چلے گا وہ گمراہ بھی نہیں ہوگا اور وہ کسی تکلیف میں بھی نہیں پڑے گا (۱۲۳) اور جو آدمی بھی میری نصیحت سے منہ پھرائے گا اس کو (دنیا اور قبر میں) بڑی تنگ زندگی ملے گی۔ (مراد: عذابِ قبر کی تنگی ہے اور دنیا میں قناعت سلب ہو جائے، حرص بڑھ جائے یہ بھی بڑا عذاب ہے)۔

اور ہم اس کو قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائیں گے (۱۲۴) تو وہ بولے گا: اے میرے رب! تو نے مجھ کو اندھا کر کے کیوں اٹھایا؟ حالاں کہ میں تو (دنیا میں) آنکھوں سے دیکھنے والا تھا (۱۲۵) (اللہ تعالیٰ) فرمائیں گے: تو نے (دنیا میں) ایسا ہی کام کیا تھا، ہماری آیتیں (دنیا میں) تیرے پاس پہنچی تھی (جیسا عمل ویسی سزا، دنیا میں احکام سے اندھے جیسا برتاؤ کیا تھا اس لیے آج یہ سزا ہے) سو تو ان (آیتوں) کو بھول گیا،

(جس طرح تو ان آیتوں کو بھول گیا تھا) آج اسی طرح تجھے بھلا دیا جائے گا (۱۲۶)
جو شخص بھی حد سے آگے نکل جاتا ہے اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتا ہے ہم اس کو اسی طرح سزا دیتے ہیں اور آخرت کا عذاب تو واقعی زیادہ سخت اور زیادہ دیر باقی رہنے والا ہے (۱۲۷)

یہ سورۂ طٰہٰ کی ایک سو سترہ (۱۱۷) سے ایک سو ستائیس (۱۲۷) تک کی آیتیں ہیں جس میں حضرت حوا رضی اللہ عنہا کے بقیہ قصے کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خود بیان فرمایا ہے۔

شیطان کا عجیب وسوسہ

کل بات یہاں تک پہنچی تھی کہ حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا کو شیطان نے وسوسہ ڈال کر یقین دلایا کہ: اے آدم! یہ جو درخت کھانے سے اللہ تعالیٰ نے تم کو منع کیا ہے یہ تو اس وقت کی بات ہے جب تم جنت میں نئے نئے تھے، تمھارے اندر جنت کی نعمتوں کو ہضم کرنے کی طاقت نہیں تھی، اس وقت تمھاری قوتِ ہاضمہ بھی کمزور تھی، اس زمانے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے تم کو منع کیا تھا، اب تو جنت میں رہتے رہتے، جنت کی نعمتیں ہضم کرنے کی عادت بن گئی ہے؛ اس لیے اگر اب تم کھاؤ گے تو اس میں کوئی گناہ اور کوئی برائی نہیں ہوگی۔

سفر میں صحت کو باقی رکھنے کا ایک عجیب نسخہ

جب آدمی سفر کر کے کسی دوسری جگہ، دوسرے ملک یا کسی دوسرے شہر میں پر جاتا ہے تو بعض مرتبہ شروع شروع میں ایسا ہوتا ہے کہ وہاں کی آب و ہوا، وہاں کا پانی آدمی کی طبیعت اور پیٹ کو ذرا بھاری معلوم ہوتا ہے۔

اسی لیے بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ آدمی جب سفر میں جاوے تو وطن سے کم ازکم ایک بوتل پانی ساتھ میں لے کر جاوے اور دوسری جگہ جہاں جاوے تو وہاں کا پانی پینے کے وقت اپنے وطن کا تھوڑا سا پانی بھی اس دوسری جگہ کے پانی میں ملا کر پینا چاہیے، اس کی وجہ سے صحت اور تندرستی اچھی رہتی ہے۔

شیطان کا ایک وسوسہ: ممانعت وقتی اور طبی تھی

شیطان نے یہ ایک عجیب وسوسہ ڈالا؛ گویا کہ وہ ممانعت اور رکاوٹ وقتی تھی، اس کا ایک ٹائم فکس تھا، وہ وقت چلا گیا، اب اگر تم اس درخت کو کھاؤ گے تو تم کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی، گویا ایک طبی طور پر، علاج کے طور پر تم کو منع کیا گیا تھا، یہ کوئی شرعی ممانعت نہیں تھی۔ ایسا شیطان نے ان کو سبق پڑھایا۔

شیطان کا دوسرا وسوسہ: ایک خاص درخت کھانے سے منع فرمایا ہے

ساتھ میں ایسی بات بھی کہی کہ جس درخت کے کھانے سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے وہ ایک خاص درخت ہے، اس طرح کا اگر کوئی دوسرا درخت جنت میں ہو تو وہاں سے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، بس ایک مخصوص درخت ہے وہاں سے نہیں کھا سکتے اور اسی طرح کا اور اسی جنس کا اگر کوئی درخت دوسری جگہ ہو تو تم کھا سکتے ہو۔ اس طرح کی غلط غلط باتیں شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو سکھائی۔

شیطان کا تیسرا وسوسہ: دائمی جنت ملے گی

ساتھ میں ایسا بھی کہا کہ: اس درخت کی تاثیر اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ جو بھی

اس کو کھاتا ہے تو اس کو جنت میں رہنے کا دائمی ویزا مل جاتا ہے، ابھی تم لوگ ”کام چلاؤ ویزا“ پر جنت میں ہو، ابھی تم کو یہاں کا عارضی ویزا ملا ہے؛ لیکن اگر اس درخت کو کھاؤ گے تو تم جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہو گے؛ اس لیے کہ جو بھی اس درخت کو کھاتا ہے تو وہ ہمیشہ جنت میں رہنے والا ہو جاتا ہے۔

امام طبریؒ کی روایت

امام ابن جریر طبریؒ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جنت کے اس درخت کی شاخیں اور اس کی ٹہنیاں جنت ہی میں ایک دوسرے سے مل کر کے پھیلی ہوئی تھیں اور اس کے پھلوں کو اللہ کے فرشتے کھاتے تھے اور جو فرشتہ بھی اس درخت میں سے کھا لیتا تھا اس کو ہمیشہ والی زندگی نصیب ہو جاتی تھی؛ اس لیے شیطان نے یہی بات حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو کہی کہ: دیکھو! فرشتے کھاتے ہیں تو فرشتوں کو ہمیشہ کی زندگی مل جاتی ہے، تم کھاؤ گے تو تم کو بھی ہمیشہ کی زندگی حاصل ہو جائے گی۔

شیطان کا چوتھا وسوسہ: تم فرشتے بن جاؤ گے

ساتھ میں یہ بھی کہا کہ: اس درخت کو کھانے کی برکت سے تم فرشتے جیسے بن جاؤ گے یعنی جیسی خوبیاں اور صفات فرشتوں میں ہیں وہ صفات تمھارے اندر آ جائیں گی، جیسا کہ فرشتے ایک ایسی مخلوق ہیں کہ ان کو بھوک نہیں لگتی، ان کو پیاس نہیں لگتی، اے آدم اور حوا! تم بھی اگر اس درخت میں سے کھاؤ گے تو تم کو بھی کبھی بھوک نہیں لگے گی اور کبھی پیاس نہیں لگے گی؛ اسی لیے ہم تمھیں مشورہ دیتے ہیں کہ تم اس درخت میں سے کھا لو۔

شیطان کا ایک عجیب لالچ دلانا

اس نے ایک عجیب لالچ یہ بھی دلائی کہ اس درخت کے کھانے سے تم کو کبھی موت نہیں آئے گی، تمھاری زندگی لمبی ہو جائے گی۔

یہ عجیب عجیب طرح کی اس نے لالچ دلائی اور اس طرح کی گندی گندی لالچ دلا کر شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو درخت میں سے کھانے کی دعوت دی اور کھانے کے لیے تیار کر دیا۔

لالچ بڑی خطرناک چیز ہے

میری دینی بہنو! لالچ بہت خطرناک چیز ہے، اسی لالچ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا کے سامنے شیطان کو کامیاب کر دیا؛ اس لیے اپنے آپ کو لالچ کی غلط عادت سے بچاؤ، جتنا مقدر میں ہے، جتنا تقدیر میں لکھا ہوا ہے وہ تو ان شاء اللہ! مل کر ہی رہے گا، لالچی آدمی کا پیٹ قبر کی مٹی ہی بھر سکتی ہے، قبر کی مٹی کے سوا لالچ والے کا پیٹ دنیا کی کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔

لالچ نیک کام کی کرنی چاہیے

اگر لالچ کرنی ہو تو نیک کام کرنے کی لالچ کریں کہ زیادہ نمازیں پڑھیں، زیادہ نوافل پڑھیں، زیادہ قرآن پڑھیں، زیادہ تسبیح پڑھیں۔ نیکیوں میں لالچ پیدا کرو، دنیا دنیا، پیسے پیسے، کپڑے کپڑے، جوتے چپل ایسی چیزوں کی لالچ مت بناؤ، لالچی آدمی بڑا خطرناک ہوتا ہے اور لالچ یہ بہت بری عادت ہے۔

اللہ تعالیٰ غلط اور گندی لالچ سے ہم سب کی حفاظت فرمائے، ہمارے دلوں کو دنیا کی گندی لالچ سے پاک اور صاف فرمائے، آمین۔

دنیا کے غموں سے حفاظت کی نبوی دعا

حدیثِ پاک میں ایک دعا آئی ہے، میں آپ سب کو وہ دعا سکھلاتا ہوں:

اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلِ الدُّنْیَا أَکْبَرَ ھَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا. (الترمذي: بہ حوالہ الحزب الأعظم)

ترجمہ: اے اللہ! دنیا کو ہمارا مقصودِ اعظم اور منتہائے علم نہ بنا۔

آج ہماری فکر، ہمارا ٹینشن، ہماری سوچ، ہماری سب سے بڑی پلاننگ دنیا کے معاملے میں ہوتی ہے کہ: کیسے مال ودولت زیادہ ملے؟ کیسے روپیہ، پیسہ زیادہ ملے؟ کیسے مال وسامان زیادہ ملے؟

اللہ کے نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی: اے اللہ میری فکر سب سے زیادہ دنیا کے لیے مت بنانا اور ہمارا علم، ہماری جان کاری کی انتہا اس دنیا کو مت بنانا۔

اللہ تعالیٰ دنیا کی ناپاک محبت سے ہمارے دلوں کو سلامت رکھیں، آمین۔

شیطان نے اللہ کے مبارک نام کی جھوٹی قسم کھائی

پھر اس شیطان نے قسم کھائی اور قسم کھا کر کہا:

وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّیْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ ﴿۲۱﴾ (الأعراف)

اور قسم کھا کر ان دونوں سے شیطان نے کہا: یقین رکھو میں تم دونوں کے لیے بھلائی ہی چاہنے والوں میں سے ہوں۔

شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا کے سامنے اللہ تعالیٰ کے نام کی

قسم کھائی اور قسم کھا کر کہنے لگا کہ: میں تو تمھارا خیر خواہ ہوں، تمھاری بھلائی چاہتا ہوں، جس میں تمھارا نفع، تمھارا فائدہ اور تمھاری بھلائی ہو میں ایسی بات تم کو بتلا رہا ہوں کہ: تم اس درخت میں سے کھالو۔

اللہ کے مبارک نام کی جھوٹی قسم کھا کر اپنے آپ کو خیر خواہ بتایا اور اس طرح حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا کے اوپر شیطان نے محنت کی۔

اللہ کا نام لے کر کوئی جھوٹی قسم نہیں کھا سکتا

حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا دونوں کے دونوں شیطان کی بات میں آ گئے۔ حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا اتنے نیک اور بھولے بھالے اور اتنے سیدھے سادے تھے کہ انھوں نے یہ سوچا کہ یہاں کوئی اللہ کا نام لے کر جھوٹی قسم کھاوے یہ تو ناممکن بات ہے؛ اس لیے شیطان کی بات کو انھوں نے سچ مان لی اور ان کو یقین آ گیا۔

اِس قصے کا ایک بہت ہی اہم سبق

میری دینی بہنو! میں خاص کر کے اپنی جوان، غیر شادی شدہ بہنوں کو یہ بات سنانا چاہتا ہوں کہ بہت سے لوگ اللہ کے نام کی جھوٹی جھوٹی قسم کھا کر تم کو پھنسانے کی کوشش کریں گے کہ: میں تیرا بہت بہترین دوست ہوں، میں تیرے ساتھ اچھا رہوں گا، میری اور تیری زندگی بہت اچھی رہے گی، اللہ تعالیٰ کے نام کی جھوٹی جھوٹی قسم کھا کر وہ تم کو اپنے ناپاک پھندے میں پھنسانے کی کوشش کریں گے۔

یاد رکھنا کہ یہ شیطان کی ناپاک چال ہے، شیطان نے بھی اللہ کے نام کی جھوٹی قسم کھائی تھی اور جھوٹی قسم کھا کر کے ماں حوا رضی اللہ عنہا اور حضرت آدم علیہ السلام کو اس درخت

کے کھانے کی دعوت دی تھی۔

اللہ تعالیٰ ایسی جھوٹی قسم کھا کر، ایسی میٹھی میٹھی باتیں کر کے دھوکے میں ڈالنے والوں سے ہماری حفاظت فرماوے، آمین۔ یہ اس قصے کا بہت ہی اہم نکتہ ہے۔

ممانعت کو شفقت سمجھا، قانون نہیں سمجھا

بعض مفسرین نے ایک توجیہ یہ بھی لکھی ہے کہ: حضرت آدم علیہ السلام یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس درخت کے کھانے سے جو منع فرمایا ہے وہ شفقت کی بات ہے، قانونی بات نہیں ہے، شرعی پابندی نہیں ہے اور چھوٹوں کی عادت بہت سی مرتبہ ایسی ہوتی ہے کہ بڑوں کی طرف سے جو بھی بات بطور شفقت کے کہی جاتی ہو تو چھوٹے اس کے خلاف ہی کرتے ہیں۔

پہچان نہ ہو سکی

شیطان کو اللہ تعالیٰ نے الگ الگ شکل اختیار کرنے کی صلاحیت عطا فرمائی ہے؛ اس لیے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شیطان نے کوئی ایسی شکل اپنائی ہو کہ حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا اس کو پہچان ہی نہ سکے کہ یہ شیطان ہے اور نہ پہچانتے ہوئے اس کی بات مان لی۔

حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا کا درخت میں سے کھا لینا

جب اتنی ساری باتیں آئیں تو حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا اس درخت کے پاس گئے اور انھوں نے اس میں سے ایک پھل تھوڑا سا توڑا اور توڑ کر اس کو کھا لیا۔

آپ غور کریں، خاص طور سے آم پر کہ جب ہم آم کو اس کی شاخ سے توڑتے

ہیں تو آپ دیکھیں گے کہ وہاں سے چکنا چکنا مادّہ نکلتا ہے اس کو ہم گجراتی میں چک بولتے ہیں اوراس کو دھونے کے بعد پھر ہم آم کھاتے ہیں۔ یہ چکنا مادّہ بہت سے درختوں میں ہوتا ہے۔

پھل توڑکر کھانے کے نقصانات

اس پھل کوتوڑکر کھانے کے یہ نقصانات ہوئے:

(۱) عورتوں میں حیض کا خون آنے کی شروعات: جب حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا نے اس درخت پر سے ایک پھل توڑا تو اس کا نتیجہ کیا ہوا؟

روایتوں میں آتا ہے کہ جب انھوں نے اس درخت پر سے پھل کوتوڑا اور چکنا چکنا مادّہ نکلا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تقدیراً یہ طے کر دیا گیا کہ عورت ذات کے اندر سے ایسی چکنی چیز ہر مہینے آتی رہے گی جس کو حیض کا خون کہا جاتا ہے، اس کا نظام وہاں سے شروع ہوا، مقدر میں تو تھا کہ عورت کو حیض آئے گا؛ لیکن اس کی شروعات اس طریقے سے ہوئی کہ وہاں درخت پر سے پھل توڑنے کی وجہ سے چکنا مادہ نکلا تو کہا کہ: اس عورت ذات کے اندر ہمیشہ چکنا مادہ آتا رہے گا۔

(۲) دوسرا ردِّعمل یہ ہوا کہ عقل میں کمی آگئی، ناقصات العقل والدین۔

(۳) تیسرا ردِعمل یہ ہوا کہ حمل میں تکلیف آنا شروع ہوگئی۔

جنتی کپڑے خود بہ خود اتر گئے

اس درخت کو کھاتے ہی ایک بہت بڑا ردِعمل یہ ہوا کہ ماں حوا رضی اللہ عنہا اور حضرت آدم علیہ السلام کے بدن پر جو کپڑے تھے وہ کپڑے خود بہ خود قدرتی طور پر نکل گئے، یہ

کپڑے نکل جانے کی بات قرآن کی آیت میں ہے۔

وہ کپڑے کس چیز کے بنے ہوئے تھے؟

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ: جنت میں ایک خوشبودار درخت تھا، اس درخت سے بنے ہوئے خوشبودار یہ کپڑے تھے۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ: وہ اللہ تعالیٰ کے نور کے بنے ہوئے کپڑے تھے اور اس نور کے کپڑے سے ان کا بدن ڈھکا ہوا تھا، جیسے ہی انھوں نے درخت کو ہاتھ لگایا وہ نورانی کپڑے بدن سے اتر گئے اور دونوں کا ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گیا۔

آدم علیہ السلام اور حوا رضی اللہ عنہا نے کبھی ایک دوسرے کا ستر نہیں دیکھا تھا

حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا اس طرح جنت میں زندگی گزارتے تھے کہ انھوں نے کبھی ایک دوسرے کا ستر نہیں دیکھا تھا؛ چوں کہ اس وقت جنت میں شہوت نہ تھی اور استنجا کا تقاضا تو جنت میں ہے ہی نہیں؛ اس لیے کپڑے اتارنے کی نوبت آئی ہی نہیں؛ اس لیے ستر والے اعضا سے واقفیت بھی نہیں تھی۔

لیکن اِس قصے کے پیش آنے پر بدن سے نور کے کپڑے اتر گئے اور دونوں کا ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گیا، جب دونوں کا ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گیا تو ان دونوں کو اپنا ستر ایک دوسرے سے چھپانے کی فکر ہوئی۔

انجیر کے درخت کے پتوں سے ستر چھپایا

فکر ہوئی کہ ستر کس طرح چھپائے؟

جنت میں ادھر ادھر انھوں نے دیکھا تو وہاں قریب میں انجیر کا درخت نظر آیا، انجیر جس کو عربی میں ''تِیْن'' کہتے ہیں، اس کے پتے انھوں نے توڑے اور توڑ کر جلدی جلدی اپنے بدن پر لگانا شروع کیا اور پتے لگا کر اپنے بدن کو چھپا لیا۔

شرم وحیا کا مادہ انسان میں طبعی اور فطری ہے

میری دینی بہنو! اس سے ایک سبق ہم کو یہ سیکھنے کو ملا کہ مرد اور عورت دونوں کی طبیعتیں، دونوں کی نظریں اور دونوں کا مزاج اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسا بنایا ہے کہ کوئی بھی کھلے ہوئے بدن سے رہنا پسند نہیں کرتا؛ حالاں کہ پوری جنت میں دوسرا کوئی نہیں تھا، صرف حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا تھے، دونوں میاں بیوی اکیلے تھے؛ لیکن اس کے باوجود بھی جب ان کے کپڑے اتر گئے اور ان کا ستر کھل گیا تو انھوں نے ایک منٹ کے لیے بھی ننگا رہنا پسند نہیں کیا، فوراً دوڑے اور جلدی جلدی درخت کے پتے لگا کر انھوں نے اپنے بدن کو چھپانا شروع کیا۔

ایک بہت قیمتی بات

یہاں ایک بہت قیمتی بات ذہن میں رکھنا چاہیے کہ بدن سے جنت کے نورانی کپڑے کیوں اتر گئے؟

اس لیے کہ ایک چوک ہوگئی: اللہ تعالیٰ نے کہا تھا کہ: اس درخت کے پاس مت جانا، اس میں سے مت کھانا، جس چیز کے کھانے سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا تھا وہ چیز کھالی تو اس کا نقصان یہ ہوا کہ بدن پر سے جنت کے نورانی کپڑے اتر گئے۔

حرام کھانے سے زندگی میں بے حیائی اور بے شرمی آتی ہے

میری دینی بہنو! یہ بہت اہم نکتہ ہے کہ حرام کھانا جب پیٹ میں جاتا ہے تو اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ مرد اور عورت بے حیا بن جاتے ہیں، زندگی میں بے حیائی آجاتی ہے۔

آپ جن مسلمان عورتوں کو بے حیا دیکھو کہ ان کے کپڑے کم ہیں، بدن دکھائی دے رہا ہے ایسے کپڑے پہنے ہیں تو ممکن ہے کہ اس نے حرام کھانا کھایا ہوگا، حرام کھانا اس کے پیٹ میں گیا ہوگا، وہ ناجائز چیز کھاتی ہوگی، ممکن ہے کہ یہ اسی کا نتیجہ ہو؛ اس لیے کہ جب حرام، ناجائز، غلط چیز پیٹ میں جاتی ہے تو زندگی میں بے حیائی اور بے شرمی آتی ہے؛ اس لیے اپنے آپ کو حرام، ناجائز، گندی، غلط چیزیں کھانے سے بچاؤ۔

یہ جنت کے حوالے سے بات کہہ رہا ہوں۔

بغیر ضرورت کے ننگا رہنا یہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں

ایک اور خاص بات میں آپ کو سنانا چاہتا ہوں کہ: حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا دونوں میاں بیوی جنت میں اکیلے تھے اور کوئی نہیں تھا، پھر بھی ان دونوں نے ننگے بدن رہنا پسند نہیں کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہم اکیلے ہوں، تنہائی میں ہوں تو بھی میاں بیوی کو بغیر ضرورت کے ننگا نہیں رہنا چاہیے۔

آج کل یہ گناہ عام ہو گیا ہے

اس لیے یہ بات سن لو! مجھے یہ کہنا اچھا نہیں لگتا؛ لیکن یہ گناہ آج عام ہو رہا ہے؛

اس لیے مجھے کھل کر کہنا پڑ رہا ہے کہ مرد ہو کہ عورت، میاں بیوی دونوں روم میں اکیلے بھی ہوں تو بھی بغیر ضرورت کے ننگے بدن رہنا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔

ترمذی شریف کی حدیث میں آیا ہے کہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا زیادہ حق ہے دوسرے لوگوں کے مقابلے میں کہ ہم اس سے شرم اور حیا کریں۔

ہم جب تنہائی میں ہوتے ہیں تو اس وقت بھی اللہ تعالیٰ ہم کو دیکھتے ہیں؛ اس لیے بغیر ضرورت کے اپنے سونے کے کمرے میں بھی بالکل ننگا نہیں رہنا چاہیے۔

ایک بہت ہی اہم حدیث

میں اس موقع پر ایک اور حدیث آپ کو سنا دوں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا - یہ بہت اونچے درجے کی بات ہے؛ حالاں کہ آپ کو معلوم ہے کہ اللہ کے نبی کی تمام بیویوں میں سب سے کم عمر، سب سے پیاری اور کنواری اگر کوئی بیوی تھی تو ماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں وہ - ارشاد فرماتی ہیں کہ: پوری زندگی گذر گئی؛ لیکن میں نے کبھی اللہ کے نبی ﷺ کا ستر نہیں دیکھا اور حضور ﷺ نے میرا ستر نہیں دیکھا۔ (ابن ماجہ: ۶۶۲)

یہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پوری زندگی کی بات کرتی ہیں اور سوچیے! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جیسی اتنی پیاری، اتنی چہیتی اور کنواری بیوی ایسا فرما رہی ہیں۔

یہ بہت ضروری مسئلہ ہے، میں ان مسائل کو زیادہ آپ کے سامنے پیش نہیں کر سکتا، آئندہ کل ظہر کے بعد مسجد میں اس طرح کے مسائل مردوں کو بہت تفصیل سے کہنے والا ہوں، آپ اپنے گھر کے مردوں کو آئندہ کل ظہر کی مجلس کے لیے خاص تاکید کریں

کہ کل ظہر کے بعد کی مجلس میں وہ حاضر ہوں، میں ان سب مسائل کو وہاں ان شاء اللہ! بہت تفصیل سے ذکر کروں گا۔

نوٹ: وہ تمام مسائل سی ڈی میں آپ سن سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی

خیر! حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جلدی جلدی جنت کے پتے اپنے بدن پر لگا دیے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی کہ:

وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۲﴾ (الأعراف)

ترجمہ: اور اس وقت ان دونوں کے رب نے ان دونوں کو آواز دی کہ کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت کے پاس جانے سے نہیں روکا تھا اور میں نے تم دونوں سے نہیں کہا تھا کہ یقیناً شیطان تم دونوں کا کھلم کھلا دشمن ہے؟

اے آدم! میں نے تم کو یہ نہیں کہا تھا کہ: اس درخت سے مت کھانا؟

میں نے تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ: شیطان تمھارا کھلم کھلا دشمن ہے؟

کیوں تم نے شیطان کی بات مان لی؟

ایک اہم نکتے کی بات

ساتھ میں اللہ تعالیٰ نے کتنی پیاری بات فرمائی کہ:

اے آدم اور حوا! اس جنت میں بہت ساری نعمتیں ہیں جن کے کھانے کی میں نے تم کو اجازت دی تھی، کیا وہ تمھارے لیے کافی نہیں تھیں کہ ایک درخت جس کے

کھانے سے میں نے تم کو روکا تھا اس کو کھانے کے لیے تم چلے گئے؟

اتنی ساری حلال نعمتیں؛ پھر بھی حرام کی طرف کیوں؟

یہ بہت اہم بات ہے کہ آج دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ہزاروں نعمتیں حلال کی ہیں، کیا وہ نعمتیں ہمارے لیے کافی نہیں ہیں کہ ہم حرام چیز کو کھانے جاویں؟

کتنی پینے کی چیزیں حلال ہیں؟ قسم قسم کے جوس ہیں، قسم قسم کے شربت ہیں، پھر بھی آدمی شراب پینے جاوے؟ اللہ تعالیٰ نے کتنا کھانا حلال کیا ہے، پھر آدمی کسی حرام چیز کے کھانے کے لیے کیوں جاوے؟

حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے یہی اہم نکتہ بتلایا۔

اقرارِ گناہ یہی شانِ عبدیت ہے

حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا نے کہا کہ: اے ہمارے اللہ! بے شک وہ نعمتیں بہت تھیں؛ لیکن شیطان نے آپ کے پاک نام سے قسم کھائی، ہم کو معلوم نہیں تھا کہ کوئی آپ کے پاک نام سے جھوٹی قسم بھی کھا سکتا ہے، اس لیے ہم نے کھالیا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ: اے آدم اور حوا! اب تو تم کو جنت سے باہر نکلنا پڑے گا، اب تمھیں دنیا میں جانا ہے، ہم نے تقدیر ایسی لکھی تھی کہ تم اس درخت میں سے کھاؤ گے، جنت سے نکال کر دنیا میں بھیجے جاؤ گے اور ہم کو یہ دنیا آباد کرنی ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کو ہندوستان میں اتارا گیا

چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ہندوستان میں اتارا، ''سراندیپ'' نام

کی ایک جگہ ہے، آج بھی وہاں ایک پہاڑ ہے، اس پہاڑ پر ایک پتھر ہے جس پر پاؤں کے نشان ہیں، کہتے ہیں کہ: وہ حضرت آدم علیہ السلام کے قدم کے مبارک نشانات ہیں، اسی ''سراندیپ'' کو آج کل ''سری لنکا'' کہتے ہیں، وہ پہلے ہندوستان میں تھا پھر الگ ہوگیا، وہاں حضرت آدم علیہ السلام کو اتارا گیا۔

ماں حوا رضی اللہ عنہا کو جدہ میں اتارا گیا

حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو جدہ میں اتارا۔ ''جدہ'' عربی میں دادی کو کہتے ہیں اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا تمام انسانوں کی دادی ہے؛ اس لیے جس جگہ حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو اتارا گیا اس جگہ کا نام ''جدہ'' بن گیا۔

میں نے جدہ شہر میں خود اپنی آنکھ سے وہ قبرستان دیکھا ہے، چھوٹا سا قبرستان ہے، اس میں لکھا ہوا ہے: هُنَا مَقْبَرَةُ أُمِّنَا حَوَّاء۔

یعنی یہ وہ قبرستان ہے جس میں ہماری ماں حوا رضی اللہ عنہا کی قبر موجود ہے۔

جنت سے کیا ساتھ لائے؟

تفسیری روایتوں میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا جب دنیا میں تشریف لائے تو ساتھ میں چند چیزیں لے کر آئے:

① جنت کے خوشبودار پھول پتے جو زمین پر پھیلا دیے، اس کی برکت سے ہندوستان میں اعلیٰ ترین ''عود'' اگتا ہے۔

② حجرِ اسود وہ اندھیرے میں چاند کی طرح چمکتا تھا اور حرم کی حدود تک اس کی روشنی پھیلتی تھی۔

③ ماں حوا رضی اللہ عنہا ساتھ میں تنور بھی لائی، شاید اسی وجہ سے عورتوں میں کچن کے سامان اور برتنوں کی محبت زیادہ نظر آتی ہے۔

④ لوہاری کے دوتین اوزار۔

⑤ تقریباً دس گز لمبا عصا۔ شاید وہی بعد میں عصائے موسیٰ سے مشہور ہوا۔

⑥ قسم قسم کے بیج۔

⑦ سونا چاندی بھی ساتھ آیا، اس کے چشمے زمین میں جاری ہو گئے۔

حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا بہت نرم دل تھے

دونوں کو اللہ تعالیٰ نے زمین پر اتارا اور دونوں نے کبھی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی نہیں دیکھی تھی، ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی خوشی، محبت بھری، پیار والی، نرمی والی باتیں سنی تھیں، اب اللہ تعالیٰ کی کچھ ناراضگی دیکھنے اور سننے کو ملی تو دل پر بہت اثر ہوا، حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا پتھر دل نہیں تھے، بہت نرم دل تھے، ان میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی برداشت کرنے کی طاقت نہیں تھی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسا پتھر دل بننے سے محفوظ رکھے۔

بعض مرتبہ انسان کا دل گناہ کرتے کرتے ایسا پتھر جیسا بن جاتا ہے کہ پھر مرد ہو یا عورت بے فکر بن جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ: گناہ کرو، کون ہمارا بگاڑ لے گا؟

کس کو ہمت ہے ہم کو روکنے کی؟

ایسے بے خوف ہونے سے اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے، آمین۔

خاص طور پر دین کے معاملے میں، اللہ کے معاملے میں ڈر ڈر کے رہنا چاہیے

کہ کبھی ذرا برابر بھی اللہ کی نافرمانی نہ ہو جاوے۔

پہلی مرتبہ غلطی، معافی کیسے مانگے؟

چوں کہ حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا سے پہلی مرتبہ غلطی ہوئی تھی، کسی سے آج تک غلطی نہیں ہوئی تھی تو معافی کیسے مانگنی ہے وہ بھی معلوم نہیں اور دل میں یہ سوچا کہ اگر ہم معافی مانگنے جائیں تو کوئی ایسی بات زبان سے نہ نکل جائے جو اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف ہو اور خدا کی شان میں بے ادبی ہو جائے؛ اس لیے انھوں نے معافی مانگنے میں جلدی نہیں کی؛ بلکہ خود اللہ تعالیٰ سے کہا کہ: اے اللہ! معافی مانگنے کا طریقہ بھی آپ ہی بتائیے، کیسے معافی مانگیں، ہم کو تو معافی مانگنا بھی نہیں آتا۔

حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا کتنا روئے؟

دونوں رونے لگے، تقریباً دو سو (۲۰۰) برس روئے۔

اتنا روئے اتنا روئے میری دینی بہنو! اگر حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا کے آنسوؤں کو جمع کیا جائے تو پوری دنیا میں ندی بہنے لگے۔

کہتے ہیں کہ: تمام انسانوں کے آنسو ایک طرف اور حضرت داؤد علیہ السلام کے آنسو ایک طرف، تمام انسانوں میں سب سے زیادہ حضرت داؤد علیہ السلام روئے اور حضرت داؤد علیہ السلام سے زیادہ حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا روئے۔

چالیس سال یا تین سو سال تو ایسے گذرے کہ انھوں نے شرم کے مارے نیچے سے اوپر نہیں دیکھا، چالیس روز کھانا نہیں کھایا، بھوکے رہے، سو سال جماع نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ نے بہت پیاری دعا سکھلائی

آخر اللہ تعالیٰ نے دونوں کو ایک دعا سکھلائی، بہت پیاری دعا ہے، وہ دعا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں نقل فرمائی ہے:

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا سکتۃ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ (الأعراف)

دونوں دعا کر رہے ہیں کہ: اے ہمارے رب! ہم نے ہماری جانوں پر ظلم کیا، اگر آپ معاف نہیں کریں گے، رحم نہیں کریں گے تو ہماری تو دنیا اور آخرت سب برباد ہو جائے گی، اے اللہ! رحم کیجیے، معاف کر دیجیے۔

یہ بہت پیاری دعا ہے جو خود اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا کو سکھلائی تھی اور جو مسلمان بندہ اور بندی یہ دعا پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے روئے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بھی معاف کر دیں گے۔

توبہ قبول؛ لیکن!

یہ دعا دونوں مانگتے گئے اور روتے گئے، اللہ تعالیٰ کے سامنے معافی مانگتے رہے، اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی توبہ کو قبول کر لیا اور ان دونوں کو معاف فرما دیا؛ لیکن سزا اپنی جگہ پر باقی رہی کہ دنیا میں جانا ہے، دنیا میں زندگی گزارنی ہے، دنیا میں تم رہو گے، موت آئے گی اور قبر میں دفن ہونا ہے اور پھر دوبارہ نکل کر قیامت کے میدان میں آنا ہے، یہ سلسلہ اب دنیا میں تمھارے ساتھ چلتا رہے گا۔

نبیوں کی معصومیت پر ایمان لانا ضروری

حضرت آدم علیہ السلام اور تمام انبیا معصوم ہیں، یہ عقیدہ رکھنا نہایت ضروری ہے۔ یہاں حضرت آدم علیہ السلام سے کوئی بڑا گناہ نہیں ہوا؛ بلکہ معمولی سی چوک ہوگئی، خدا تعالیٰ کے حکم کے خلاف کرنے کا دل میں کوئی ارادہ نہیں تھا، شیطان کے وسوسے کی وجہ سے بھول گئے جس کو ہم اپنی زبان میں بھول کے بعد والا لفظ ''چوک ہوگئ'' سے تعبیر کرتے ہیں، یہ غلطی بال جیسی تھی؛ لیکن جب بال بھی آنکھ میں گرتا ہے تو کھٹکتا ہے، اسی طرح سے غلطی بھی کھٹکنے لگی اور معافی مانگنے کی شروعات ہوگئ۔

اب دنیا میں کیا ہوگا؟

میری دینی بہنو! حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا اللہ تعالیٰ کے حکم سے دنیا میں آ گئے، اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا تھا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

جنت میں بھوک نہیں لگتی تھی، دنیا میں بھوک بھی لگے گی۔

جنت میں پیاس نہیں لگتی تھی، دنیا میں پیاس بھی لگے گی۔

جنت میں گرمی نہیں لگتی تھی اور دنیا میں گرمی بھی لگے گی۔

جنت میں آپس میں محبت اور الفت تھی، دنیا میں جانے کے بعد لڑائی، جھگڑے، فتنے ہوں گے، انسانوں میں آپس میں جھگڑے ہوں گے، مرد مرد میں، عورت عورت میں، میاں بیوی میں، اولاد میں، انسان اور شیطان میں جھگڑے ہوں گے۔

یہ سب چیزیں دنیا میں پیش آئیں گی۔

دنیا میں کامیابی کا راستہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: دنیا میں جاؤ، میں اپنے نبیوں کے ذریعے ہدایت اور صحیح دین بھیجوں گا، جو میری ہدایت اور صحیح دین پر چلے گا وہ دنیا میں کبھی گمراہ نہیں ہوگا اور جو میرے دین اور میرے احکام سے منہ پھرائے گا میں اس کی زندگی کو تنگ کر دوں گا اور میں اس کو قیامت کے دن اندھا بنا کر اٹھاؤں گا۔

رونے والی آنکھیں اللہ تعالیٰ کو بہت پیاری ہیں

میری دینی بہنو! گناہ کے معاملے میں کبھی غفلت مت کرو۔

دیکھو! حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا سے ایک چھوٹی سی غلطی ہوگئی؛ لیکن وہ دونوں اطمینان کے ساتھ نہیں بیٹھے؛ بلکہ فوراً اللہ تعالیٰ کے سامنے رونا شروع کر دیا۔

میری دینی بہنو! ہم انسان ہیں، کمزور ہیں، غلطی ہو جاتی ہے، گناہ ہو جاتے ہیں؛ لیکن اس کے بعد ہم چین سے نہ بیٹھیں، اپنے اللہ کے سامنے مسلسل معافی مانگنے والے بنیں، رونے والے بنیں، جتنی راتیں، جتنے دن رمضان کے باقی ہیں اس میں خوب روؤ، معافی مانگو۔ اپنے اللہ کے سامنے رونے کی اور معافی مانگنے کی پوری زندگی عادت بناؤ، کوشش کرو کہ گناہ نہ ہو؛ لیکن شیطان اگر بہکا کر گناہ کروا دیوے تو فوراً انسان معافی مانگنے والا بنے۔

دنیا اور آخرت کی ہر بھلائی اللہ سے مانگنی چاہیے

دوسری خاص بات یہ کہ حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا دونوں نے اپنی ہر

ضرورت کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، دوسری آیت میں ہے:

لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۸۹﴾ (الأعراف)

ترجمہ: (اے اللہ!) اگر آپ ہم کو صالح (مکمل، تندرست) اولاد دیں گے تو ہم شکر کرنے والوں میں سے ہوجائیں گے۔

حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا نے یہ دعا مانگی تھی۔

لہذا! ہماری دینی ضرورت ہو کہ دنیوی ضرورت ہر ضرورت ہم اللہ تعالیٰ سے مانگیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کی ضرورت کو اپنے خزانۂ غیب سے پورا فرمائیں گے۔

اللہ تعالیٰ جو نعمتیں دیتے ہیں ان پر ہم شکر ادا کرنے والے بنیں، ترمذی شریف کی حدیث میں ہے کہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی اللہ سے دعا مانگتے تھے تو یہ دعا ضرور مانگتے تھے:

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾

اے ہمارے اللہ! آپ ہم کو دنیا میں بھی اچھائی دیجیے اور آخرت میں بھی اچھائی دیجیے اور جہنم کی آگ سے ہم کو بچا کر رکھیے۔ (البقرۃ)

لہذا! اللہ تعالیٰ سے دنیا کی بھلائی بھی مانگو، آخرت بھی مانگو، دین بھی مانگو، دنیا بھی مانگو، ہر چیز اللہ تعالیٰ ہی سے مانگنے والے بنو، جیسے حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا نے مانگا ہے۔

ایک بہت ہی قیمتی بات

ایک بہت قیمتی بات جو اس قصے کے اخیر میں اللہ نے ارشاد فرمائی:

وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿٢٤﴾ (الأعراف)

میری دینی بہنو! یہ خاص بات اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ عنہا کو سنائی کہ: اے آدم اور حوا! اس دنیا میں تم کو تھوڑے دنوں کے واسطے رہنا ہے، فقط تھوڑا سا وقت دنیا میں ملا ہے۔

دنیا میں جنّتی میوہ یاد آیا

تفسیری روایتوں میں ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کے انتقال کا وقت قریب آیا تو جنتی میوے کی چاہت ہوئی، حضرت آدم علیہ السلام کا عام معمول تھا کہ جب بھی کوئی ضرورت پیش آتی تو اللہ تعالیٰ کے پاس دعا کرتے، حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو حکم دیا کہ: جاؤ! اللہ تعالیٰ سے دعا کرو اور میوے کا سوال کرو۔

آپ کی اولاد کعبہ کی طرف جانے کے لیے روانہ ہوئی، راستے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کی ملاقات ہوئی، انھوں نے سوال کیا کہ: کہاں جا رہے ہو؟

بتایا: ابا کے لیے جنتی میوے کی دعا کرنے کے لیے جا رہے ہیں۔

اس پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: میرے ساتھ واپس چلو، ہم ان کے مطلب کی چیز لائے ہیں، حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ دوسرے فرشتے بھی تھے، انھوں نے آکر آپ کو سلام کیا اور آپ کی روح قبض کی۔

حضرت آدم علیہ السلام کا کفن دفن اور قبر

انتقال کے بعد فرشتے جنت کی خوشبو لائے، جنتی کفن لائے، طاق عدد میں

غسل دیا گیا اور حضرت آدم علیہ السلام کا جنازہ تیار کیا گیا، حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد در اولاد میں سے سو افراد جنازہ اٹھا کر لے گئے، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے چار تکبیر سے نماز پڑھائی، قبلہ کی طرف سے قبر میں اتارا، بغلی قبر بنائی گئی اور قبر کو ہان نما بنائی گئی، ایک روایت کے مطابق منیٰ میں مسجدِ خیف کے بیچ میں آپ کی قبر ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد

تفسیری روایتوں کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کی حضرت حوا رضی اللہ عنہا سے چالیس اولاد ہوئیں، ہر مرتبہ کی ولادت میں جڑوے (تَوْأَمْ) پیدا ہوئے، ہر مرتبہ میں لڑکا، لڑکی پیدا ہوتے۔

کفّارے کے ساٹھ روزے کی حکمت

کہتے ہیں کہ: حضرت آدم علیہ السلام کا پُتلا زمین کے ساٹھ (۶۰) اجزا سے ملا کر بنا گیا ہے؛ اس لیے انسانوں میں ساٹھ الگ الگ طبیعتیں ہیں اور کفارے میں ساٹھ روزے کی حکمت بھی یہی بتائی جاتی ہے۔

بعض تفسیری روایتوں میں ہے کہ آپ کے انتقال سے پہلے آپ کی اولاد در اولاد میں سے ایک لاکھ انسان تک پیدا ہو چکے تھے۔

آخر ایک دن موت آنے والی ہے

اِس دنیا میں کسی کو ایک ہزار برس کی زندگی بھی مل جائے تو بھی آخرت کے مقابلے میں کچھ نہیں ہے، ہم سے پہلی امتوں میں لوگ ایک ایک ہزار برس کی عمر کے

ہوتے تھے، آٹھ سو برس کی عمر کے ہوتے تھے؛ لیکن وہ بھی دنیا سے چلے گئے، قبر میں جا کر سو گئے، اِس امت کی عمر تو اللہ تعالیٰ نے بہت چھوٹی بنائی ہے، آج بھی جنات کی عمر بہت لمبی ہوتی ہے، آٹھ سو، ہزار، بارہ سو سال کی عمر ہوتی ہے؛ لیکن ان کو بھی موت آتی ہے، وہ بھی قبرستان جا کر سو جاتے ہیں۔

تو ہماری زندگی تو بہت چھوٹی ہے، اللہ تعالیٰ یہی سمجھاتے ہیں کہ: تمھیں دنیا میں بہت تھوڑے دنوں کے واسطے رہنا ہے، دنیا سے فائدہ اٹھانا ہے، دنیا بہت تھوڑی ہے، پتہ نہیں کب موت آ جاوے؟

آخرت کی یاد دلانے والے بہترین اشعار

ایک اللہ کے ولی نے بہت اچھے شعر سنائے، آخرت، قبر اور موت کو سامنے رکھ کر یہ شعر سنو، ان شا اللہ! بہت فائدہ ہوگا:

آدمی کا جسم کیا ہے جس پہ شیدا ہے جہاں	ایک مٹی کی عمارت، ایک مٹی کا مکاں

کہ انسان کا جسم کیا ہے جس پر آج دنیا مرتی ہے؟ یہ جسم ایک مٹی کی عمارت ہے اور ایک مٹی کا مکان ہے۔

آگے فرماتے ہیں:

خون کا گارا بنایا، اینٹ جس میں ہڈیاں	چند سانسوں پے کھڑا ہے یہ خیالی آسماں
موت کی پرزور آندھی جس دم آ کر ٹکرائے گی	یہ عمارت خاک میں مل جائے گی

یعنی ایک عمارت ہے اور موت کی ایک آندھی ہے، موت نام کا ایک طوفان آئے گا، آندھی آئے گی اور یہ ہماری جسم نام کی عمارت ٹوٹ جائے گی اور قبر میں جا کر

سوجانا پڑے گا۔

میری دینی بہنو! یہ دنیا ہمیشہ رہنے والی نہیں ہے، ماں حوا رضی اللہ عنہا اور حضرت آدم علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھیجا تھا تب ہی کہہ دیا تھا کہ: یہ دنیا ہمیشہ رہنے کے لیے نہیں ہے۔

اس لیے آخرت کی فکر کرو۔

قبر کی فکر کرو۔

موت کی فکر کرو۔

جنازے کی فکر کرو۔

قیامت کی فکر کرو۔

اللہ تعالیٰ کے سامنے جانے کی فکر کرنے والیاں بنو۔

دنیا میں آنے کے بعد ماں حوا رضی اللہ عنہا اور حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کا سلسلہ شروع ہوا اور ان کی اولاد کا قصہ بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو آخرت کی فکر نصیب فرمائے، اِس پورے قصے میں جو نصیحت اور عبرت کی باتیں ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو سمجھ کر اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

دعا

ہمارے درد کا مولیٰ تو ماجرا سن لے	رسولِ پاک کا دیتے ہیں واسطہ سن لے
مصیبتوں میں پھنسے ہیں یہ التجا سن لے	تیرے حضور میں آئے ہیں کبریا سن لے
بری طرح سے ہمیں اب ستایا جاتا ہے	ہمارا آشیاں ہم سے چھڑایا جاتا ہے
اسیرِ بابِ قفص ہم بنائے جاتے ہیں	ہمارے خرمنِ ہستی جلائے جاتے ہیں
پہاڑ ظلم و ستم کے گرائے جاتے ہیں	خبر لے جلد کہ اب ہم مٹائے جاتے ہیں
مدد کو آشہ گردوں رکاب کا صدقہ	مدینے والے رسالت مآب کا صدقہ
پھر آج کر دے عطا جوشِ خالدِ جرار	پھر آج کر دے ہمیں پیروے شہ ابرار
پھر آج دے دے ہمیں سیفِ حیدرِ قرار	پھر آج کر دے سلاطینِ دہر کا سردار
بھنور سے کشتی ہماری نکال دے مولیٰ	تو آج گرتے ہوؤں کو سنبھال لے لولیٰ

❁❁❁

حضرت نوح علیہ السلام

کی

بیوی کا واقعہ

مختصر تعارف

نام: واہلہ ۔(جلالین،سورہ تحریم)

تفسیر مقاتل ابن سلیمان میں حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کا نام ’’والغہ‘‘ بتلایا گیا ہے۔(موسوعہ التفسیر الماثور ۲۲۔۴۸)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا،مَنْ یَّھدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھدُ اَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ شَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ،صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَ اَھلِ بَیْتِہٖ وَاَھلِ طَاعَتِہٖ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً

اَمَّا بَعْدُ!فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اَنَّہٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِکَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَاصْنَعِ الْفُلْکَ بِاَعْیُنِنَا وَوَحْیِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اِنَّھُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَیَصْنَعُ الْفُلْکَ وَکُلَّمَا مَرَّ عَلَیْہِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِہٖ سَخِرُوْا مِنْہُ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْکُمْ کَمَا تَسْخَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ یَّاْتِیْہِ عَذَابٌ یُّخْزِیْہِ وَیَحِلُّ عَلَیْہِ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ ﴿۳۹﴾ حَتّٰٓی اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ قُلْنَا احْمِلْ فِیْھَا مِنْ کُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ وَاَھْلَکَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَیْہِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ وَمَآ اٰمَنَ مَعَہٗٓ اِلَّا قَلِیْلٌ ﴿۴۰﴾ (الھود)

ترجمہ:اورنوح (علیہ السلام) کی طرف وحی کی گئی کہ تمھاری قوم میں سے جولوگ اب تک ایمان لا چکے ہیں ان کے سوا کوئی دوسرا ہرگز ایمان نہیں لاوے گا؛لہذا جو کام وہ لوگ کررہے ہیں اس کی وجہ سے تم غمگین مت ہوؤ﴿۳۶﴾اور (اے نوح!) تم ہماری نگرانی میں اور ہماری وحی (یعنی حکم) سے کشتی بناؤ اورتم ہم سے ظالموں (کی نجات)

کے بارے میں بات مت کرو، یقیناً وہ (ظالم لوگ) ڈوبنے ہی والے ہیں ﴿۳۷﴾ اور نوح علیہ السلام نے کشتی بنانے کا کام شروع کر دیا اور جب بھی ان کی قوم کے کچھ سردار لوگ اس کے پاس سے گذرتے تو وہ اس پر ہنستے تھے، نوح (علیہ السلام) نے کہا: اگر تم ہم پر ہنستے ہو تو ہم بھی (ایک دن) تم پر ہنسیں گے جس طرح تم (آج) ہم پر ہنستے ہو ﴿۳۸﴾ سو عنقریب تم لوگ جان لوگے کہ کس کے پاس ایسا عذاب آتا ہے جو اس کو رسوا کر دے گا اور کس پر ہمیشہ رہنے والا عذاب اترتا ہے ﴿۳۹﴾ یہاں تک کہ جب (ہمارا عذاب دینے کا) حکم آ پہنچا اور تنور (پانی سے) جوش مارنے لگا تو ہم نے حکم دیا کہ: ہر قسم کے جانوروں میں سے دو دو کے جوڑے اس (کشتی) میں سوار کر لو اور اپنے گھر والوں کو بھی؛ مگر جس کے بارے میں ہمارا حکم پہلے سے جاری ہو چکا ہو، اور جو ایمان لائے ہیں ان کو بھی (کشتی میں بٹھا لو) اور نوح علیہ السلام کے ساتھ تھوڑے ہی لوگ ایمان لائے تھے ﴿۴۰﴾

یہ سورۂ ہود کی آیتیں ہیں اور یہی بات اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری جگہ سورۂ تحریم، آیت نمبر دس (۱۰) میں بیان فرمائی:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ۝۱۰

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے نوح (علیہ السلام) کی بیوی کی اور لوط (علیہ السلام) کی بیوی کی حالت بیان فرمائی ہے، یہ دونوں (بیویاں) ہمارے دو خاص نیک بندوں کے نکاح میں تھیں، پھر ان دونوں نے ان دونوں کے ساتھ بے وفائی کی تو وہ دونوں (نیک بندے) اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مقابلے میں ان دونوں (بیویوں) کو

کچھ بھی کام نہیں آسکے اور ان عورتوں کو حکم دیا گیا کہ دوسرے (آگ میں) داخل ہوئے لوگوں کے ساتھ تم دونوں بھی آگ میں داخل ہو جاؤ۔

اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر نبیوں میں سے ایک نبی حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کا اصلی نام اور نوح نام کی وجہ تسمیہ

کہتے ہیں کہ: حضرت نوح علیہ السلام کا نام ''عبد الجبار'' تھا اور ان کو نوح ''نوحہ'' کی وجہ سے کہتے تھے۔''نوحہ'' عربی میں ''رونے'' کو کہتے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام اللہ کے سامنے بہت روتے تھے، اس رونے کی وجہ سے ان کا نام نوح مشہور ہوگیا، باقی ان کا نام عبد الجبار یا عبد الغفار تھا۔

حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کی چند بری عادتیں: (۱) کفر

کہتے ہیں کہ: ان کی ایک بیوی کافرہ تھی، ایمان نہیں لائی تھی اور پوری زندگی کفر پر رہی، اس کا نام ''وائلہ'' تھا۔

بعض تفسیر کی کتابوں میں ''والعہ'' لکھا ہے۔

بعض تفسیر کی کتابوں میں ''واغلہ'' لکھا ہے۔

اللہ کے نبی حضرت نوح علیہ السلام نے سب کو دین کی دعوت دی تو اپنی یہ بیوی وائلہ کو بھی آپ نے دین کی دعوت دی۔

اگلی شریعتوں اور شروع اسلام میں کافر کے ساتھ نکاح جائز تھا

اس زمانے میں ایسا کرنا جائز تھا کہ مسلمان کی شادی کافر کے ساتھ ہو اور کافر

کی شادی مسلمان کے ساتھ ہو؛لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی امت کے واسطے یہ قانون بنادیا کہ کوئی مسلمان کسی کافرعورت سے شادی نہیں کرسکتا اور کوئی مسلمان عورت کسی کافرمرد سے شادی نہیں کرسکتی، یہ قانون ایک دم صاف صاف قرآن میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادیا ہے:

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ۭ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ۭ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ. (البقرة:۲۲۱)

ترجمہ:اورتم (اے مسلمانو!) مشرکہ عورتوں سے اس وقت تک شادی مت کروجب تک کہ وہ ایمان نہ لے آویں اور (یہ بات یادرکھوکہ) ایمان والی باندی (کسی بھی) مشرکہ عورت سے بہتر ہے، چاہے وہ (مشرکہ عورت) تم کو پسند آرہی ہواورتم (مسلمان عورتوں کا) مشرک مردوں کے ساتھ نکاح مت کراؤجب تک کہ وہ (مشرک) ایمان نہ لے آویں اور (یہ بات سن لوکہ ایک) ایمان والا غلام (کسی بھی) مشرک مرد سے بہتر ہے اگرچہ وہ (مشرک مرد) تم کو پسند آرہا ہو (توبھی شادی مت کرو)۔

(۲) جاسوسی

حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں کافر سے نکاح جائز تھا؛اس لیے نوح علیہ السلام کی ایک بیوی کافرہ تھی، وہ ایمان نہیں لائی تھی، کافرہ ہونے کے ساتھ ساتھ اس میں ایک بری بات یہ تھی کہ وہ جاسوسی کرتی تھی۔

حضرت نوح علیہ السلام کے یہاں کوئی مہمان آتا تو وہ کافروں کو خبر کردیتی تھی کہ

آج اللہ کے نبی کے پاس کوئی مہمان آیا ہے تو وہ کافر لوگ آ کر حضرت نوح علیہ السلام کو تو ستاتے ہی تھے؛ لیکن مہمان کو بھی ستاتے تھے۔

کوئی آدمی ایمان لانا چاہتا، مسلمان ہونا چاہتا اور اللہ کے نبی کے پاس آ کر ایمان لاتا تو یہ بیوی اپنی قوم کے لوگوں کو، کافروں کو بتلا دیتی تھی کہ فلاں آدمی ایمان لے آیا ہے تو وہ ظالم لوگ اس ایمان لانے والے کو جا کر پریشان کرتے، ستاتے، دکھ دیتے؛ تاکہ وہ آدمی ۔نعوذ باللہ۔ ایمان کو چھوڑ دے۔

(۳) نفاق

اسی طرح اس عورت کی ایک دوسری خطرناک عادت تھی کہ بہت دنوں تک یہ منافقہ بن کر نبی کے گھر میں رہی۔

منافقہ کا مطلب یہ ہوتا کہ: اوپر اوپر سے اپنے آپ کو مسلمان کہتی اور اندر سے وہ کافرہ تھی، تو نبی کو یوں کہے کہ: میں مسلمان ہوں، کلمہ پڑھ لیا ہے اور اندر سے وہ ایمان نہیں لائی تھی، وہ کافرہ تھی۔

(۴) اللہ کے نبی کو پاگل کہنا

ایک اور خطرناک بات اس عورت میں یہ تھی کہ: اللہ کے نبی کو پاگل کہتی تھی؛ حالاں کہ اس کے شوہر ہیں، ان کے ساتھ نکاح کیا ہے اور شادی کر کے ان کے گھر میں آئی ہے پھر بھی وہ اللہ کے نبی کو پاگل کہتی، مجنون کہتی۔

کوئی دوسرا آدمی پاگل کہے تو وہ بھی گناہ ہے اور یہ تو گھر کا آدمی، گھر کی عورت، بیوی وہ اپنے شوہر کو پاگل کہے تو اس کی وجہ سے اللہ کے نبی کو کتنی تکلیف پہنچتی ہوگی؟

حضرت نوح علیہ السلام کو اس بیوی کے پاگل کہنے سے بہت تکلیف ہوتی تھی؛ لیکن حضرت نوح علیہ السلام نے صبر کیا اور ایمان کی دعوت دیتے رہے۔

(۵) خیانت

یہ عورت خود اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ خیانت کرتی تھی۔

خیانت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ: نبی کے گھر میں رہ کر ایمان کے ساتھ رہنا چاہیے، نبی کی بعض باتیں دوسروں کو بتلانا نہیں چاہیے، اس وقت کے حالات کے لحاظ سے نبی کے گھر کوئی مہمان آوے یا کوئی ایمان لاوے تو دوسروں کو بتانا نہیں چاہیے۔

لیکن یہ عورت نبی کے ساتھ رہ کر ایمان نہیں لائی، یہ بہت بڑی خیانت کی؛ کیوں کہ یہ دین پورا کا پورا اللہ تعالیٰ کی طرف سے امانت ہے، اللہ تعالیٰ خود قرآن میں ایک آیت میں فرماتے ہیں:

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ ۖ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ﴿٧٢﴾ (الأحزاب)

ترجمہ: یقین رکھو یہ امانت (یعنی شریعت) ہم نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑ کے سامنے پیش کی تھی تو انھوں نے تو اس (کی ذمے داری) کو اٹھانے سے انکار کر دیا اور ان (احکام کی ذمے داری) سے وہ لوگ ڈر گئے اور انسان نے اس کو اٹھا لیا، یقیناً وہ (انسان) بہت بڑا ظالم، بہت بڑا جاہل ہے۔

یہ دین پورا کا پورا امانت ہے اور جو مرد اور عورت اس پر عمل نہ کرے وہ امانت میں خیانت کر رہے ہیں۔ اس عورت نے دین پر عمل نہیں کیا اور خیانت کی اور نبی کے

یہاں آنے والے مہمان اور نبی کے یہاں ایمان لانے والے کی خبر لوگوں کو کر دیتی تھی، یہ بھی اس کی خیانت تھی۔

عورتوں کی بہترین صفت: شوہر کی ہر چیز میں امانت داری

یہاں رک کر میں آپ کو ایک اہم بات بتلاتا ہوں:

عورت کو اپنے شوہر کی باتوں کے بارے میں امانت دار ہونا چاہیے۔

شوہر کے مال میں امانت دار ہونا چاہیے۔

شوہر کی جو چیز اس کے پاس ہے اس میں امانت دار ہونا چاہیے۔

میاں بیوی آپس میں جو خفیہ (private) بات چیت کرتے ہیں وہ بات کسی اور کو نہیں بتلانا چاہیے، یہ بھی امانت ہے۔

شوہر کا مال ہے، پیسے ہیں، روپیے ہیں، ڈالر ہیں، شوہر کے گھر میں سامان ہیں وہ شوہر کی اجازت کے بغیر کسی کو دینا نہیں چاہیے، یہ بھی امانت ہے۔

خود عورت کی ذات یہ بھی شوہر کی امانت ہے کہ وہ اپنی ذات، اپنے جسم کو کسی دوسرے مرد کو حوالے نہ کرے۔

تو یہ ایک بہت بڑی امانت داری ہے جو ہمیں بھی اپنی زندگی میں لانے کی ضرورت ہے کہ شوہر کی بات، شوہر کا مال، شوہر کی چیز یعنی خود اپنی ذات اس میں امانت داری کا ہمیشہ لحاظ کرنا چاہیے۔

لیکن یہ عورت حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی ہو کر امانت داری کا لحاظ نہیں کرتی تھی، اللہ کے نبی ایمان والے ہیں، ایمان کی دعوت دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی عبادت

کرتے ہیں اور یہ عورت ایمان بھی نہیں لائی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتی تھی اور یہ چیز اللہ تعالیٰ کو بالکل پسند نہیں ہے۔

بیوی کو شوہر کے دینی کاموں میں معاون بننا چاہیے، رکاوٹ نہ بننا چاہیے

ہماری دینی بہنوں کو اپنے شوہر کا منہج، مزاج، اپنے شوہر کا دینی طریقہ سمجھنا چاہیے، اگر شوہر دین دار ہے، عالم، حافظ، قاری، مفتی ہے تو اس کی دین داری میں اس کی مدد کرنی چاہیے، وہ جو بھی دین کا کام کرے اس دین کے کام میں عورت کو مدد کرنی چاہیے، رکاوٹ نہیں بننا چاہیے اور شوہر پر جو دینی ذمے داری ہے تو دینی ذمے داری ادا کرنے میں بھی عورت کو مدد کرنی چاہیے۔

اے کاش کہ میں بھی کوئی کتاب ہوتی!

ہمارے بزرگوں میں سے بہت سے عالموں کے بارے میں کتابوں میں لکھا ہے کہ وہ رات کو حدیث کی، مسائل کی کتابیں پڑھنے بیٹھتے تھے، آدھی آدھی رات ہوجاتی تھی کتابیں پڑھتے رہتے؛ چوں کہ صبح دوسروں کو کتاب پڑھانی ہوتی، مسائل پڑھانے ہوتے تو ان کی بیویوں کی باتیں کتابوں میں لکھی ہیں کہ ان کی بیویاں اپنی زبان سے یوں کہتی تھیں: اِنَّ هٰذِهِ الْكُتُبَ أَشَدُّ عَلَيَّ مِنْ ثَلَاثَةِ ضَرَائِرَ۔

ترجمہ: یہ جو کتابیں ہیں وہ میرے لیے تین سوکن سے بھی زیادہ بھاری ہیں۔

اور کاش کہ میں کوئی کتاب ہوتی تو میرے شوہر مجھے بھی اس قدر دیکھتے!

ایسے ایسے ہمارے اسلاف تھے، اللہ والے تھے جو رات رات کتابیں پڑھتے رہتے تو ان کی بیویوں کو زبان سے ایسا کہنا پڑتا۔

عورتوں کو اپنے شوہر کا دینی مزاج، دینی ذمے داری وغیرہ چیزیں سمجھنی چاہیے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی نے اپنے شوہر کی دینی ذمے داری کو نہیں سمجھا اور دینی ذمے داری کی اس نے مخالفت کی تو اللہ تعالیٰ نے اس بیوی پر عذاب بھیجا اور اس کو بھی عذاب میں ہلاک کیا ہے، یہ عورت اپنے شوہر اللہ کے نبی کی دشمن بن گئی۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلانِ جنگ

میری دینی بہنو! اللہ تعالیٰ کے جو نیک بندے اور نیک بندیاں ہوتی ہیں ان کی کبھی دشمنی مت کرنا، جس نے اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اور نیک بندیوں سے دشمنی کی تو حدیث میں آتا ہے کہ: اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے لڑائی کا اعلان ہے:

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: مَنْ عَادىٰ لِي وَلِيّاً فَقَدْ اٰذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ. (بخاری شریف، کتاب الرقاق)

یعنی جو بھی اللہ تعالیٰ کے ولی کو ستاوے گا، اللہ تعالیٰ کی نیک بندی کو ستاوے گا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے لڑائی کا اعلان ہے۔

یہ بیوی ہو کر اللہ تعالیٰ کے نبی کی دشمن تھی تو اللہ تعالیٰ نے اس عورت کو خطرناک عذاب میں مبتلا فرمایا اور اس بیوی نے خیانت سے کام لیا اور بیوی کی خیانت اولاد کے مقابلے میں بہت خطرناک سمجھی جاتی ہے۔

نوح علیہ السلام کا بیٹا بھی کافر تھا

ایسے تو نوح علیہ السلام کا ایک بیٹا بھی کافر تھا، وہ بھی خیانت کرتا تھا، اس کی بات بھی قرآن میں موجود ہے کہ نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو دعوت دی:

وَنَادٰی نُوْحُ ابْنَهٗ وَكَانَ فِیْ مَعْزِلٍ یّٰبُنَیَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِیْنَ﴿۴۲﴾ قَالَ سَاٰوِیْۤ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ ؕ قَالَ لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَیْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِیْنَ﴿۴۳﴾ (هود)

ترجمہ: اور نوح (علیہ السلام) نے اپنے بیٹے (یام جس کو کنعان کہتے ہیں، بعض روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ وہ آپ کا سوتیلا بیٹا تھا) کو۔ جو ایک الگ جگہ پر تھا۔ آواز دی: اے میرے پیارے بیٹے! تو ہمارے ساتھ (کشتی میں) سوار ہو جا اور تو کافروں کے ساتھ مت رہ۔ وہ بیٹا کہنے لگا کہ: ابھی میں کسی پہاڑ پر چلا جاؤں گا جو مجھ کو پانی میں (ڈوبنے سے) بچالے گا۔ نوح (علیہ السلام) نے فرمایا: آج اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے کوئی بچانے والا نہیں ہے؛ مگر جس پر اللہ تعالیٰ رحم کریں اور ان دونوں (باپ بیٹے) کے درمیان ایک موج حائل ہوگئی، سو وہ (بیٹا) ڈوبنے والوں میں سے ہوگیا۔

یعنی حضرت نوح علیہ السلام نے کہا: اے بیٹے! ایمان لے آ اور ہمارے ساتھ کشتی میں آجا۔ جواب میں وہ بیٹا جوانی کے نشے میں کہتا ہے:

ابا! آپ جس عذاب سے مجھ کو ڈراتے ہو تو جب پانی کا عذاب آئے گا تو میں کسی پہاڑ پر چلا جاؤں گا اور اپنے آپ کو بچالوں گا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اس کو فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے عذاب سے آج کوئی نہیں بچا سکتا، صرف ایمان سے بچ سکتے ہو۔

بیوی کا شوہر کے معاملے میں خیانت کرنا بڑا خطرناک ہے

بہر حال! بیٹے نے بھی خیانت کی؛ لیکن بیٹے کی خیانت کو اللہ تعالیٰ نے مثال کے طور پر بیان نہیں فرمایا، ہاں! بیوی نے جو خیانت کی اللہ تعالیٰ نے اس خیانت کو مثال کے طور پر اس آیت میں بیان فرمایا۔

اس سے معلوم ہوا کہ بیوی اگر شوہر کے معاملے میں خیانت کرے تو وہ خیانت بڑی خطرناک سمجھی جاتی ہے۔

عورت کو شوہر کے تابع رہنا چاہیے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: یہ حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی اللہ تعالیٰ کے نبی کے نکاح میں تھی، یہاں لفظ ہے: کانتا تحت عبدین من عبادنا۔

''تَحتَ'' کا لفظ ہے، اس کا میں ترجمہ کروں تو اللہ تعالیٰ یہ بتلانا چاہتے تھے کہ: یہ بیوی اپنے شوہر حضرت نوح علیہ السلام کی ماتحتی (Under) میں تھی۔

اس سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ عورتوں کو اپنے شوہر کے ماتحت رہ کر شریعت کے قانون کے مطابق زندگی گذارنی چاہیے اور عورتوں کا شوہر کے اوپر سوار ہونا، شوہر سے آگے ہو جانا، شوہر کی نافرمانی کرنا، شوہر کی بات نہ ماننا یہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔

بہر حال! یہ عورت ایمان نہیں لائی، اللہ کے نبی کی مخالفت کرتی رہی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر خطرناک عذاب بھیجا گیا۔

اور عذاب کیا آیا؟ پوری دنیا پانی سے بھر گئی۔

تنّور کا مطلب

ایک چھوٹا سا کھڈا بناتے ہیں، کھڈے میں آگ جلاتے ہیں اور اس میں روٹی بنتی ہے، دلی، دیو بند، سہارنپور میں اس طرح کھڈے میں تنور لگا کر روٹی بناتے ہیں، اس کو تنور کی روٹی کہتے ہیں، اس میں آگ جلتی ہے۔

وہاں ایک تنور تھا جس میں آگ جلتی تھی، روٹی بنائی جاتی تھی۔

تنور جنت سے ماں حوا رضی اللہ عنہا لائی تھی

کہتے ہیں کہ: حضرت حوا رضی اللہ عنہا جنت میں سے وہ تنور لے کر آئی تھیں۔

یعنی ماں حوا رضی اللہ عنہا کو جب اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اتارا تھا تو جنت میں سے دنیا میں آتے آتے حضرت حوا رضی اللہ عنہا اپنے ساتھ کچھ سامان لے کر دنیا میں آئی تھیں، اس میں ایک تنور بھی تھا۔

عورتوں کا پرانا مزاج

یہ ہماری بہنوں کا پرانا مزاج ہے کہ ماں باپ کے گھر سے سسرال جائے گی تو کچھ ضروری سامان ساتھ میں لے کر جائے گی، جیسا کہ ماں حوا رضی اللہ عنہا بھی جنت میں سے تنور ساتھ میں لے کر آئی تھی۔

عذاب کی ایک نشانی: تنور میں سے پانی کا ابلنا

اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا تھا کہ: جب اس تنور میں سے۔جس میں آگ ہے۔ آگ بجھ جائے اور اندر سے پانی کا فوارہ نکلے تو سمجھ جانا کہ اللہ کا عذاب آرہا ہے۔

اور ہوا بھی ایسا، حضرت نوح علیہ السلام نے نوسو پچاس (۹۵۰) سال لگاتار اپنی قوم کو دین کی دعوت دی اور قوم کے اکثر لوگ ایمان نہیں لائے تو ایک دن صبح صبح اس تنور میں سے پانی کا فوارہ نکلا اور اللہ تعالیٰ کا عذاب آنا شروع ہوا، پوری دنیا میں اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا۔

عذاب کی کیفیت اور ہولناکی

دینی بہنو! اتنا بڑا عذاب آیا کہ پوری دنیا میں پانی! آسمان سے پانی برس رہا ہے، زمین میں سے پانی نکل رہا ہے اور پوری دنیا ڈوب گئی، ختم ہوگئی۔

بلکہ تفسیر میں لکھا ہے کہ: اس زمانے میں دنیا میں جو سب سے اونچا پہاڑ تھا، اس کی سب سے اوپر کی چوٹی پر چالیس ہاتھ پانی تھا، اندازہ لگاؤ! کتنا بڑا عذاب ہوگا؟

کعبۃ اللہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھالیا اور حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھ ایمان والے کشتی میں بیٹھ گئے، اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو بچالیا، حضرت نوح علیہ السلام کی پوری قوم کو غرق کرکے ختم کردیا۔

ان کا ایک بیٹا- جو ایمان نہیں لایا تھا وہ -ڈوب کر ختم ہوگیا۔

اور ان کی بیوی ''واغلہ'' کو بھی- جو ایمان نہیں لائی تھی -اللہ تعالیٰ نے ڈُبا کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کردیا۔

ایمان کے بغیر نیک لوگوں کی صحبت فائدہ نہیں دیتی

میری دینی بہنو! انسان جب نیک لوگوں سے دوستی رکھتا ہے تو اس کا فائدہ ہوتا ہے؛ لیکن اس کے لیے ایمان لانا شرط ہے، اگر ایمان ہوگا تو نیک لوگوں کی دوستی فائدہ

دے گی اور ایمان نہیں ہوگا تو نیک لوگوں کی دوستی فائدہ نہیں دے گی۔

حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی ایک نبی کے نکاح میں تھی؛ لیکن ایمان نہیں تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کو دنیا میں پانی میں غرق کر دیا اور آخرت میں اس کو جہنم کی آگ میں داخل کریں گے۔

ایمان کے بغیر نبی یا نیک لوگوں کی رشتے داری بھی کوئی فائدہ نہیں دیتی

اسی طریقے سے کوئی آدمی نبی کے ساتھ یا اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے ساتھ رشتے داری رکھتا ہو، دوستی اور رشتے داری فائدہ دیتی ہے؛ لیکن اس کے لیے بھی اپنے اندر ایمان ہونا چاہیے، اپنے اندر کچھ نیک اعمال بھی ہونا چاہیے تو یہ دوستی اور رشتے داری اللہ تعالیٰ کے یہاں فائدہ دیتی ہے۔

ہائے بدنصیبی!

دینی بہنو! بعض لوگ اتنے بدنصیب ہوتے ہیں، اتنے برے نصیب والے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسا برا نصیب والا ہونے سے ہماری حفاظت فرمائے۔ کہ نبی کے گھر میں رہتے رہتے بھی ایمان کی توفیق نہیں ہوئی۔

لہذا کہیں ایسا نہ ہوجاوے کہ کوئی اللہ تعالیٰ کا نیک بندہ ہمارے ساتھ شادی کر لیوے؛ لیکن اس کے باوجود ہماری زندگی میں نیکی نہ آئے۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کا بندہ ہمارا شوہر نیک ہے، نمازی ہے، دین دار ہے؛ لیکن آج تک ہماری زندگی میں دین داری نہ

آئی - ایسا نہیں ہونا چاہیے، یہ بہت بڑی بدبختی کی بات ہے، بہت بڑے برے نصیبے کی بات ہے کہ کسی نیک کے ساتھ رہے اور اپنے اندر کچھ نہ آوے۔

جیسے نوح علیہ السلام کی بیوی ایک نبی کے ساتھ رہی؛ لیکن اس نے نبی کے ساتھ رہ کر دین نہیں سیکھا، ایمان نہیں سیکھا، اچھے اعمال نہیں سیکھے تو اللہ تعالیٰ نے اس بیوی کو جہنم کی آگ میں داخل فرمایا اور دنیا میں پانی میں ڈبو کر ختم کر دیا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کے لیے ''عِبَادِنَا'' کا لفظ استعمال فرمایا، اس سے ان دونوں نبیوں کی خصوصی فضیلت ظاہر ہوتی ہے کہ یہ دونوں نبی اللہ تعالیٰ کے بہت زیادہ برگزیدہ اور اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں میں سے سمجھے جاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی اچھے لوگوں کے ساتھ رہنے کی اور ان سے اچھی عادتیں سیکھنے کی توفیق عطا فرماوے، اچھے لوگوں کے ساتھ رہ کر اچھی زندگی گذارنے کی اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے اور حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کا جو برا انجام ہوا ایسے برے انجام سے اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے، آمین۔

شانِ اہل اللہ

خدایا د آئے جن کو دیکھ کر وہ نور کے پتلے	نبوت کے یہ وارث ہیں یہی ظلِّ رحمانی
یہی ہیں جن کے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر	انہی کے اتقاء پر ناز کرتی ہے مسلمانی
انہی کی شان کو زیبا نبوت کی وراثت ہے	انہی کا کام ہے دینی مراسم کی نگہبانی
رہیں دنیا میں اور دنیا سے بالکل بے تعلق ہوں	پھریں دریا میں اور ہرگز نہ کپڑوں کو لگے پانی
اگر خلوت میں بیٹھے ہوں تو جلوت کا مزہ آئے	اور آئیں اپنی جلوت میں تو ساکت ہو سخن دانی

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پہلی زوجۂ محترمہ: حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ

مختصر تعارف

نام: سارہ۔

وجہ تسمیہ: ابن عساکر کے حوالہ سے لکھا گیا ہے کہ سارہ کا نام پہلے یسارہ تھا، ایک مرتبہ جب حضرت جبریل علیہ السلام نے ان کو پکارا تو سارہ کہا تھا تو انھوں نے انکار کیا کہ: میرا نام سارہ نہیں، یسارہ ہے۔ (یسارہ ''بانجھ'' کو کہتے ہیں، جسے اولاد نہ ہو سکے اور سارہ یعنی وہ عورت جس میں جننے کی صلاحیت ہو)۔

حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ: تو یسارہ تھیں کہ حمل نہ ٹھہر سکتا تھا، اب تو سارہ ہے یعنی تجھے حمل بھی ٹھہرے گا اور تو اس بچہ کو دودھ بھی پلائے گی۔ (موسوعہ التفسیر الماثور ۱۱/ ۳۴۸)

خاندان: آپ بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کی لڑکی تھیں۔

شکل: آپ بہت خوب صوت تھیں۔ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت حواء کے مانند خوب صورت تھیں۔

نکاح: آپ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی پہلی بیوی تھیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں سے تھیں۔

وطن: آپ کا وطن بابل عراق تھا۔

آپ ہی پہلی وہ خاتون ہیں جس نے عراق سے شام تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہجرت کی۔

مدفن: آپ کی قبر مقبوضہ فلسطین کے شہر الخلیل کے حرم الخلیل میں واقع ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ نَحْمَدُہ وَنَسْتَعِیْنُہ وَنَسْتَغْفِرُہ وَنُؤْمِنُ بِہ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہ مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا،مَنْ یَّھدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہ وَمَنْ یُّضْلِلْہ فَلَاھادِیَ لَہ وَنَشْھدُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہ لَاشَرِیْکَ لَہ وَنَشْھدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ شَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہ وَرَسُوْلُہ،صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہ وَ عَلٰی اٰلِہ وَاَصْحَابِہ وَذُرِّیَّاتِہ وَ اَھلِ بَیْتِہ وَاَھلِ طَاعَتِہ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً

اَمَّا بَعْدُ!فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ﴿۹۹﴾ (الصافات)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقام ومرتبہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ کے نبیوں اور پیغمبروں میں سے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت اونچا مقام اور درجہ عطا فرمایا تھا، اتنا اونچا مقام عطا فرمایا تھا کہ ایک حدیث کے مطابق اس دنیا میں تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی آئے، ان میں (مرتبے کے اعتبار سے) پہلا نمبر حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور دوسرا نمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے، اتنے بڑے اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شہر اور آپ کا قوم کو دعوت دینا

حضرت ابراہیم علیہ السلام عراق کے ایک شہر ''بابل'' میں رہتے تھے، اس زمانے میں عراق کا ''بابل'' شہر بہت مشہور تھا، اسی بابل شہر میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی،

وہ بابل شہر بعد میں ویران ہوگیا، ابھی کچھ وقت قبل اس کے کھنڈرات نکلے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دین کی دعوت دینے کا حکم دیا، عراق کے لوگ آپ کے مخالف ہوگئے، وہاں کا بادشاہ خود کافر تھا اور لوگوں کے پاس کفر اور شرک کرواتا تھا، آپ کے ابا جان آزر اور آپ کی امی دونوں پکے کافر تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ابا آزر بت بنانے میں بڑے ماہر تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دی تو پورا عراق آپ کا مخالف ہوگیا، ماں باپ بھی آپ کے مخالف ہوگئے۔

عام طور پر یہی ہوتا ہے کہ کوئی بھی دین کا داعی، دین کی بات لے کر اٹھتا ہے تو لوگ اس کے مخالف بن جاتے ہیں؛ لیکن داعی کو تکلیف اور مخالفت سے گھبرانا نہیں چاہیے؛ بلکہ دین کی دعوت جاری رکھنی چاہیے۔

قوم کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ستانا

دشمنوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ستانا شروع کیا اور آپ کو ختم کردینے کا پلان بنایا، آپ کے لیے بڑی خطرناک آگ جلائی گئی اور اس آگ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ڈالا گیا؛ لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس آگ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حفاظت فرمائی، قرآنِ مجید میں آیتِ کریمہ ہے:

قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ (الأنبياء)

ترجمہ: ہم نے حکم دیا کہ: اے آگ! تو ابراہیم (علیہ السلام) کے لیے ٹھنڈی اور سلامتی (آرام) والی ہوجا ﴿۶۹﴾

اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم دیا تو آگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واسطے ٹھنڈی اور سلامتی والی بن گئی، اللہ تعالیٰ نے آگ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حفاظت فرمائی، اس کا واقعہ بہت لمبا ہے، ان شاء اللہ! کسی دوسرے وقت عرض کروں گا۔

اِس آیت کا ایک فائدہ

اگر کسی کو بخار آجائے تو اکتالیس (41) مرتبہ یہ آیتِ کریمہ اول آخر تین مرتبہ درود شریف پڑھ کر پانی پر دم کر کے مریض کو پلا دو یا بیمار پر دم کر دو تو ان شاء اللہ! اس کا بخار ختم ہو جائے گا، گھر میں بچوں کو بخار آجائے، بڑوں کو بخار آجائے، تو اس آیت کا یہ عمل بہت فائدہ والا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی استقامت

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے حکم سے آگ سے بچ گئے؛ لیکن آپ نے عراق میں دین کی دعوت نہیں چھوڑی، بہت تکلیفیں برداشت کیں، کوئی ایمان نہیں لایا؛ بلکہ لوگ آپ کے دشمن بن گئے، صرف دو آدمی ایمان لائے، ایک مرد تھا اور ایک عورت تھی، مرد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے یا بھانجے۔ اس بھتیجے یا بھانجے کو بھی اللہ تعالیٰ نے بعد میں نبی بنایا۔ جن کا نام حضرت لوط علیہ السلام ہے۔

ایک وفادار عورت: حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

دوسری ایک عورت ایمان لائی وہ آپ علیہ السلام کی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا تھیں، یہ آپ کی رشتے دار تھی، چچا کی یا ماموں کی لڑکی تھی، ان کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام

کی شادی ہوئی تھی۔

یہ عورت بہت وفادار عورت ثابت ہوئی، حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان بھی لائی اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہجرت کرنی پڑی اس وقت یہ سارہ نام کی بیوی بھی آپ کے ساتھ ہجرت کر کے گئی۔

یہ بہت خوب صورت عورت تھیں اور اپنے شوہر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بہت ہی زیادہ مطیع اور فرماں بردار تھیں، ایمان بھی لائی اور ہجرت بھی کی۔

عورت کو دینی کاموں میں شوہر کا ساتھ دینا چاہیے

اللہ تعالیٰ ہماری دینی بہنوں کو یہ توفیق عطا فرماویں کہ دین کے کام میں وہ اپنے شوہر کی مدد کرنے والی بنیں۔ اللہ کے نبی ہجرت کر کے جا رہے ہیں تو اس عورت نے ایسا نہیں کہا کہ: میں تو یہیں رہوں گی، میرے ماں باپ یہاں رہتے ہیں؛ بلکہ وہ عورت ہجرت کر کے ساتھ میں چلی گئی۔

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی برابر مدد کرتی رہیں۔

اِس سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ ہماری بہنوں کو چاہیے کہ وہ دین کے کاموں میں اپنے شوہروں کی مدد کرنے والیاں بنیں۔

نیک کام میں دوسرے کی مدد کرنی چاہیے نہ کہ برے کام میں

حدیث میں بھی آتا ہے کہ: ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ نیکی اور بھلائی کے کام میں دوسرے مسلمان بھائی کی مدد کرے، قرآن میں بھی اللہ تعالیٰ نے ہم کو حکم دیا:

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۠ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۠

وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۖ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ② (المائدة)

ترجمہ: اور تم نیکی اور تقویٰ کے کام میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم کے کام میں تم ایک دوسرے کی مددمت کیا کرو اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو، یقیناً اللہ تعالیٰ کا عذاب بڑا سخت ہے۔

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا وہ عظیم نیک خاتون ہیں جس نے پورے گندے ماحول میں اپنے شوہر کی مدد کی، خود بھی ایمان لائیں، ایمان پر مضبوط رہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مدد کرتی رہیں۔

انسان کو جب گھر والوں کی طرف سے دینی کام میں مدد ملتی ہے تو بہت آسانی ہو جاتی ہے۔

گھر والوں کی اصلاح

میرے مرشدِ ثانی حضرت شیخ الحدیث مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم فرمایا کرتے ہیں کہ: جب گھر میں بیوی بچے دینی مزاج کے ہوں گے تو آدمی گھر سے باہر پورے اطمینان کے ساتھ دین کے کام کر سکتا ہے، اگر گھر کا ماحول درست نہیں ہوتا تو پھر باہر دینی کام میں الجھنیں ہی رہتی ہیں اور دوسرے لوگوں پر بھی ہماری دعوت کا اثر کم ہوتا ہے۔

اس لیے قرآنِ مجید میں بھی ہم کو حکم دیا گیا کہ ہم ہمارے گھر والوں کو دین دار بنانے کی خاص فکر کریں، یہ ہماری ذمے داری ہے اور ضروری بھی ہے، ورنہ آدمی گھر کے باہر دینی کاموں میں مشغول رہے اور گھر والے بے دین ہوں، نمازی نہ ہوں، حرام

کام کرتے ہوں، تو یہ ہرگز ہرگز مناسب نہیں ہے، انسان کو اپنے گھر والوں کی بھی دینی فکر کرنا چاہیے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنی بیوی سے محبت کی وجوہات

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے بڑی محبت تھی اور محبت ہونا بھی ظاہری بات تھی کہ جس بیوی نے اکیلے پورے عراق میں آپ کا ساتھ دیا۔

اللہ کے نبی کے پورے عراق والے دشمن، سگے ماں باپ بھی دشمن، خاندان والے بھی دشمن، حکومت اور بادشاہ بھی دشمن، ایسے خطرناک ماحول میں جس بیوی نے آپ کا ساتھ دیا، آپ کی مدد کی، اس بیوی سے محبت تو ہونی ہی تھی۔

دوسری وجہ

دوسری بات یہ تھی کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے مدد کی اور ایمان بھی لائیں اور ایمان کی برکت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنی بیوی سے محبت اور زیادہ ہوگئی۔

تیسری وجہ

تیسری وجہ یہ تھی کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا آپ کی رشتے دار تھیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شادی اپنے رشتے دار میں ہوئی تھی اور رشتہ داری کی وجہ سے محبت زیادہ تھی۔

ایک غلط سوچ کی اصلاح

آج کل بعض ڈاکٹر لوگ کہتے ہیں کہ: رشتے داروں میں شادی کرنے سے

بعض خطرناک بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، یہ بات سراسر غلط ہے، خود حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح اپنے چچازاد بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کروایا۔

ڈاکٹر حضرات کی ایک بیماری ہے کہ جب کسی مرض کی صحیح وجہ سمجھ میں نہیں آتی تو وہ اس قسم کی باتیں بتادیتے ہیں: اس لیے رشتے داروں میں شادی کرو، اس میں کوئی تکلیف نہیں ہے، ہمارے بڑے کہا کرتے تھے: لڑکی گھر میں ہو تو شادی کے لیے محلے میں مت جاؤ، محلے میں ہو تو گاؤں میں مت جاؤ، گاؤں میں ہو تو دوسرے گاؤں مت جاؤ۔

چوتھی وجہ: دنیا کی سب سے زیادہ حسین عورت

چوتھی وجہ کتابوں میں یہ لکھی ہے کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے بڑا حسین اور بہت خوب صورت بنایا تھا۔

کہتے ہیں: اس دنیا میں سب سے زیادہ حسین عورت حضرت حوا رضی اللہ عنہا تھیں اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا خوب صورت ہوں گی ہی؛ اس لیے کہ وہ دنیا کی تمام عورتوں کی ماں ہیں۔

نیز حضرت حوا رضی اللہ عنہا کی پیدائش جنت میں ہوئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے ان کو پیدا فرمایا تھا۔

دوسرے نمبر کی خوب صورت عورت

دوسرے نمبر کی خوب صورت عورت حضرت سارہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

تو کتنی ساری فضیلتیں جمع ہوگئیں: ایک تو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے فتنے کے ماحول میں اپنے شوہر کی مدد کی، ایمان لائیں، رشتے دار تھیں، بڑی خوب صورت تھیں۔

پانچویں وجہ

بڑا کمال یہ ہوا کہ اللہ کے دین کے لیے جب ہجرت کا موقع آیا تو اس عورت نے ایک بات بھی ادھر ادھر کی نہیں کی؛ بلکہ فوراً حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہجرت کے لیے تیار ہوگئی۔

اِن وجوہات کی بنا پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان سے بڑی محبت تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت

اب اللہ کا حکم آیا: ابراہیم! یہ عراق کے لوگ ایمان نہیں لاتے، مسلمان نہیں ہوتے تو تم عراق چھوڑ کر چلے جاؤ، یہاں سے ہجرت کرو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے ہجرت کرنے کا ارادہ فرمایا۔

حقیقت یہ ہے کہ کفار و مشرکین کی دشمنی تو انبیا علیہم السلام سے ہمیشہ ہی ہوتی چلی آئی ہے اور اللہ تعالیٰ کی عادت یہی رہی ہے کہ جب کسی نبی کی قوم اپنے انکار اور ضد پر جمی رہی، پیغمبر کی بات نہ مانی، ان کے معجزات دیکھنے کے بعد بھی ایمان نہ لائی تو دو صورتوں میں سے ایک صورت کی گئی: یا تو اس قوم پر آسمانی عذاب بھیج کر سب کو ہلاک کر دیا گیا، جیسے عاد و ثمود اور قومِ لوط و قومِ صالح کے ساتھ معاملہ کیا گیا۔

یا پھر یہ صورت ہوتی کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو ان کافروں، نافرمانوں کی بستی سے ہجرت کرا کے دوسری طرف لے گیا اور وہاں ان کو قوت و شوکت دی گئی اور ان کی دعوت لوگوں میں مقبول ہوئی، لوگ ان پر ایمان لائے، جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام عراق سے ہجرت کر کے شام تشریف لے گئے، اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے ہجرت

کر کے علاقۂ شام میں تشریف لائے اور آخر میں خاتم الانبیاء ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے، پھر مدینہ سے تشریف لا کر مکہ فتح کیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں کے قتل کے پلان سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ کا آسمان پر بلا لینا بھی درحقیقت ایک قسم کی ہجرت تھی۔

اس دور کی ہجرت

اب ہجرت کرنا کتنا مشکل کام ہے کہ جس وطن میں پیدا ہوئے، جس وطن میں جوان ہوئے، اس وطن کو چھوڑ کر دوسری جگہ چلے جانا اور وہ بھی پرانے زمانے میں، آج تو ہزاروں میل، ہزاروں کلومیٹر کا سفر کرنا آسان، جب چاہے ہوائی جہاز وغیرہ سے سفر کر کے ملاقات کرنا آسان؛ لیکن وہ زمانہ تو بڑا مشکل اور خطرناک زمانہ تھا۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہجرت کرنے کا حکم ملا تو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا ایسی وفادار عورت تھیں کہ انھوں نے فوراً ہجرت کی نیت کر لی اور آپ کے ساتھ ہو گئیں، اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں اس واقعہ کو بیان فرماتے ہیں:

وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ﴿٧٠﴾ وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿٧١﴾ (الأنبياء)

ترجمہ: انھوں نے ان (ابراہیم علیہ السلام) کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا تھا، سو ہم نے ان کو پوری طرح ناکام کر ڈالا ﴿۷۰﴾ اور ہم اس (ابراہیم علیہ السلام) کو اور لوط (علیہ السلام) کو بچا کر اس زمین (ملک شام) کی طرف لے گئے جس میں ہم نے تمام جہان والوں کے لیے برکت رکھی ہے۔

رفیقِ ہجرت

چنانچہ جب ابراہیم علیہ السلام ہجرت کے لیے نکلے تو ساتھ میں ان کی بیوی سارہ رضی اللہ عنہا بھی اور آپ کے بھانجے یا بھتیجے لوط علیہ السلام بھی تھے، تین آدمیوں کی جماعت تھی: ① حضرت ابراہیم علیہ السلام ② آپ کی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا۔ ③ حضرت لوط علیہ السلام۔

بعض تاریخی روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھائی تھے۔

یہ تین آدمی عراق سے نکل کر چلے، چلتے چلتے مصر (Egypt) پہنچے۔

’’سینان‘‘ بادشاہ کی بری عادت

دونوں میاں بیوی اور ساتھ میں بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام ہیں، ہجرت کرتے کرتے راستے میں مصر (Egypt) آیا، اس زمانے میں مصر کا جو بادشاہ ہوتا تھا اس کا لقب ’’فرعون‘‘ ہوا کرتا تھا اور اس زمانے کے بادشاہ کا نام ’’سِنان بن علوان‘‘ تھا اور وہ مصر کا بڑا ظالم بادشاہ تھا، اس کمبخت کی عادت یہ تھی کہ جو نئی عورت ملکِ مصر میں آتی وہ اس کے ساتھ زبردستی برا کام کرتا تھا، پورے ملک میں ہر طرف راستے میں اس کے جاسوس بیٹھے رہتے تھے۔

جب سفر کرتے کرتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جماعت وہاں پہنچی تو جاسوسوں نے بادشاہ کو خبر دے دی کہ ایک بہت خوب صورت عورت اور اس کے ساتھ دو مرد آج ہمارے ملک میں آئے ہیں، تو اس ظالم بادشاہ کی نیت خراب ہوگئی۔

اس کی ایک عادت یہ بھی تھی کہ اگر میاں بیوی سفر میں ساتھ ہوں تو شوہر کو الگ

کر دیتا تھا اور بیوی کو اپنے محل میں بلا کر غلط کام کیا کرتا تھا اور اگر بھائی بہن ہوں، باپ بیٹی ہوں تو تھوڑی بہت رعایت کرتا تھا۔

جب اس کو اس کے جاسوسوں نے بتلایا تو اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے محل میں بلایا اور پوچھا: تم کون ہو؟ تمھارے ساتھ یہ کون ہے؟

ضرورت کے وقت ”تَوْرِیَہ“ کرنا جائز ہے

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک سچی بات بتائی، ظاہر میں ایسا لگتا تھا کہ کچھ جھوٹی بات ہے، ایسی مجبوری کے موقع پر ایسی بات کر سکتے ہیں جو حقیقت میں سچی ہو اور اوپر سے کچھ دوسری معلوم ہوتی ہو۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: میرے ساتھ میری بہن ہے؛ حالاں کہ بیوی تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بادشاہ کے محل سے آکر حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ: دیکھ! بادشاہ پوچھے گا کہ تم دونوں کون ہو؟ تو میں نے اس کو بتلایا ہے کہ میرے ساتھ میری بہن ہے اور میں نے بہن اس اعتبار سے کہا ہے کہ: اس پورے ملکِ مصر میں ایمان کے رشتے کے اعتبار سے ہم بھائی بہن ہیں، یہ ایمانی رشتہ ہے۔

قرآنِ مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے یہ بات بیان فرمائی ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ . (الحجرات)

ترجمہ: حقیقت تو یہ ہے کہ ایمان والے آپس میں بھائی بھائی ہیں؛ اس لیے اپنے دو بھائیوں میں صلح (ملاپ) کرادو۔

اس کلمہ کی نسبت پر ہم دونوں بھائی بہن ہیں اور ویسے ہم دونوں میاں بیوی

ہیں، اگر بادشاہ تجھ سے پوچھے تو تو بھی یہی کہہ دینا کہ ''ہم دونوں بھائی بہن ہیں اور نیت یہ رکھنا کہ ایمانی بھائی بہن والا رشتہ مراد ہے''۔

بادشاہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو واپس بھیج دیا اور پھر اس ظالم نے اپنے سپاہیوں سے کہا کہ: سارہ کو پکڑ کر میرے دربار میں لے آؤ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو معلوم تھا کہ یہ بادشاہ بڑا ظالم، بدمعاش ہے، بڑا کم بخت ہے، عورتوں کے ساتھ برا کام کرتا ہے؛ اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت پریشان ہوئے کہ پتہ نہیں یہ میری بیوی کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خصوصی دعا

چنانچہ جب حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو پولیس والے پکڑ کر سواری پر بٹھا کر لے گئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وضو کیا، نماز پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے دعا میں مشغول ہو گئے اور جب تک حضرت سارہ رضی اللہ عنہا واپس آئیں، اللہ تعالیٰ کی طرف دل لگا کر دعا میں مشغول رہے اور اللہ کے سامنے دعا میں ہاتھ اٹھا کر کہا: اے اللہ! تو میری بیوی کو اس ظالم کی برائی سے بچا کر رکھنا اور یہ بادشاہ جو میری بیوی کے ساتھ زنا کا، برے کام کا ارادہ رکھتا ہے، اے اللہ! تو اس ظالم سے میری بیوی کی حفاظت فرما لے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دل اللہ تعالیٰ نے عجیب بنایا تھا

میری دینی بہنو! ایسے موقع پر شوہر کے دل میں عجیب عجیب شک وشبہات پیدا ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دل بڑا عجیب بنایا تھا، انھوں نے تو

ایمان یعنی مرنے کے بعد زندہ ہونے کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ:

اے اللہ! تو مرنے کے بعد کیسے زندہ کرے گا؟

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ ؕ

ترجمہ: اور (وہ واقعہ ذرا سنو!) جب ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا: اے میرے رب! مجھے دکھایئے! آپ کس طرح (یعنی کس کیفیت سے) مُردوں کو زندہ کریں گے؟

تو اس (اللہ تعالیٰ) نے فرمایا: کیا تم کو (اس مرنے کے بعد زندہ ہونے پر) یقین نہیں ہے؟ تو انھوں نے (یعنی ابراہیم علیہ السلام نے) عرض کیا کہ: (یقین) کیوں (نہیں ہوتا)؛ لیکن (چاہت یہ ہے کہ آنکھ سے وہ کیفیت دیکھ لوں) تا کہ میرے دل کو پورا اطمینان حاصل ہو جاوے۔

یعنی اے اللہ! تو مرنے کے بعد زندہ کرے گا میرا ایمان ہے؛ لیکن میں اپنے دل کے اطمینان کے لیے آنکھ سے بھی دیکھنا چاہتا ہوں کہ تو قیامت کے دن مردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو وہ دکھا دیا کہ کیسے اللہ مردوں کو زندہ کریں گے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دل بڑا عجیب تھا، وہ آنکھ کے ذریعہ سے دیکھ کر پورا یقین۔ جو مشاہدہ کے درجہ کا ہوتا ہے۔ حاصل کرنا چاہتے تھے۔

بہت بڑی تباہی کا ذریعہ

اب سپاہی بیوی کو پکڑ کر لے جائیں اور پتہ نہیں بادشاہ کیا کیا کرے، اللہ کے

نبی کے دل میں شک آ جائے اور میری دینی بہنو! اگر کسی نبی کے دل میں اپنے کسی امتی کے لیے شک آ جائے تو اس امتی کے لیے بڑی بربادی ہوتی ہے۔

اسی طرح شوہر کو بھی اپنے دل میں بیوی کے متعلق کوئی شک نہیں لانا چاہیے اور بیوی کو بھی شوہر پر شک نہیں کرنا چاہیے، ورنہ دونوں میں محبت کم ہو جاتی ہے۔

بات یہ چل رہی تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا یقیناً دونوں میاں بیوی تھے؛ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نبی تھے اور ماں سارہ رضی اللہ عنہا امتی تھیں، اس لیے نبی کے دل میں شک آ جانا یہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے لیے تکلیف کا ذریعہ ہو سکتا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد

اللہ تعالیٰ نے عجیب مدد فرمائی، اس بادشاہ کے محل کی جتنی دیواریں تھیں سب کو اللہ تعالیٰ نے قدرتی طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے کانچ جیسا بنا دیا، آئینہ بنا دیا؛ حالاں کہ وہ بڑی بڑی پتھروں کی دیواریں تھیں؛ لیکن اللہ کی عجیب قدرت!

کسی کو نہیں معلوم کہ کیا ہو رہا ہے؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام اس محل کے باہر بیٹھ کر سارا منظر دیکھ رہے ہیں کہ پولیس والے میری بیوی کو محل میں لے گئے، پھر بادشاہ کے دربار میں لے گئے، پھر بادشاہ کا جو سونے کا کمرہ تھا وہاں لے گئے، سب مناظر حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر بیٹھے بیٹھے دیکھ رہے ہیں اور یہ اللہ نے ان کے لیے اس لیے کر دیا تاکہ ان کے دل میں اطمینان رہے کہ میری بیوی پاک ہے، اس کے ساتھ کوئی غلط کام نہیں ہوا ہے؛ اس لیے اللہ تعالیٰ کی یہ غیبی مدد آئی۔

چنانچہ وہ ظالم بادشاہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے حسن کو دیکھ کر دیوانہ ہو گیا، اس نے پولیس سے کہا کہ: اس کو میرے سونے کے کمرے میں پہنچا دو۔

پولیس والوں نے پہنچا دیا۔

وہ بادشاہ اس کمرے میں گیا اور اس نے ماں حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ غلط کام کرنے کا ارادہ کیا، وہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی طرف آگے بڑھنے لگا، اس پریشانی اور مجبوری کے موقع پر ماں سارہ رضی اللہ عنہا نے اٹھ کر جلدی جلدی وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی اور نماز پڑھ کر اللہ سے دعا مانگی۔

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی دعا

ان کی دعا کے مبارک الفاظ بھی کتابوں میں موجود ہیں، اس عورت نے دعا میں اللہ سے کہا کہ: اے میرے اللہ! میں آپ پر ایمان لائی ہوں، آپ کے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لائی ہوں۔

پھر آگے انھوں نے بڑی زبردست بات کہی کہ:

اے میرے اللہ! آپ جانتے ہیں آج تک میں نے اپنے شوہر کے علاوہ کسی کے سامنے اپنی شرم گاہ کو نہیں کھولا ہے، میں نے ہمیشہ اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی ہے، اے میرے اللہ! آج اس مجبوری کے موقع پر تو اس ظالم بادشاہ سے میری حفاظت فرما۔

مجبوری کے وقت کیا کرنا چاہیے

میری دینی بہنو! ایسی مجبوری سے اللہ میری اور آپ سب کی حفاظت فرمائے۔

لیکن کبھی بھی مجبوری کا موقع ہو تو ہمارے لیے ایک راستہ ہے اور وہ راستہ ہے

اللہ کے دربار میں دعا کرنا، خود اللہ تعالیٰ اعلان فرماتے ہیں:

اَمَّنۡ یُّجِیۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَیَکۡشِفُ السُّوۡٓءَ. (النمل:۶۲)

ترجمہ: بھلا وہ کون ہے کہ جب کوئی بے قرار ہو کر اس کو پکارتا ہے تو وہ اس کی دعا قبول کرتا ہے اور تکلیف دور کر دیتا ہے۔

یعنی اللہ کے سوا کون ہے جو مجبور کی دعا سن لے اور اس کی تکلیف اور پریشانی کو دور کر دے؟ مجبور کی دعا سننے والے صرف ''اللہ'' ہیں، اس کی تکلیف کو دور کرنے والے بھی صرف ''اللہ'' ہیں۔

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی دعا کی برکت

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے دعا مانگی، اس دعا کی برکت یہ ہوئی کہ اس ظالم بادشاہ کا پورا بدن جکڑ گیا، ایسا ہو گیا جیسا لقوہ ہو گیا ہو اور جو ہاتھ اس نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی طرف لمبا کیا تھا وہ ہاتھ بیکار ہو گیا اور پورے محل میں زلزلہ آ گیا اور اللہ کی قدرت سے زمین پھٹی اور وہ آہستہ آہستہ زمین میں دھنسنے لگا اور گھٹنے تک زمین میں دھنس گیا۔

اس نے دیکھا کہ یہ تو مجھ پر عذاب آ گیا کہ میرا پورا بدن جکڑ گیا اور میں زمین میں دھنس رہا ہوں تو اس نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے معافی مانگی اور معافی مانگتے ہوئے کہنے لگا: پکا وعدہ کرتا ہوں اب ایسا کام نہیں کروں گا، اے سارہ! مجھے معاف کر دو۔

چنانچہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا ایک نبی کی بیوی تھیں، جس طرح ایک نبی کے دل میں اللہ کی مخلوق کے لیے شفقت، نرمی اور محبت ہوتی ہے اسی طرح حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا دل بھی بڑا نرم تھا، فوراً حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے اللہ کے حضور دعا مانگنا شروع کی کہ ''اے

اللہ! اگر یہ ظالم مر گیا اور پورا زمین میں چلا گیا تو پورے مصر میں لوگ مجھے بدنام کریں گے کہ سارہ نے بادشاہ کو قتل کر ڈالا؛ اس لیے اے اللہ! تو اس بدنامی سے میری حفاظت فرما اور اس کو تو معاف کر دے۔

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے اللہ سے دعا مانگی، اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر لی اور اس ظالم بادشاہ کا بدن پھر سے اچھا ہو گیا اور زمین کے اوپر آ گیا۔

گناہ کی عادت جلدی چھوٹتی نہیں ہے

لیکن آج تک جو اس نے زندگی میں بہت مرتبہ زنا کا کام کیا تھا تو گناہ کرتے کرتے اس کا پورا دل کالا پڑ چکا تھا، چنانچہ جب وہ اچھا ہو گیا، اللہ کا عذاب دیکھ لیا پھر بھی اس نے عبرت حاصل نہیں کی اور دوسری مرتبہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی طرف گناہ کرنے کی نیت سے آگے بڑھا۔

میری دینی بہنو! - اللہ ایسی بری عادت سے ہماری حفاظت فرمائے - ایک مرتبہ کھلم کھلا اللہ کا عذاب دیکھنے کے بعد بھی گناہ کی عادت نہیں چھوٹی، یہ عذاب ہم لوگوں کو سدھارنے کے لیے آتا ہے کہ ہم ذرا سنبھل جائیں، اللہ سے معافی مانگ لیں، گناہ چھوڑ کر اپنی عادت اچھی بنالیں، اس کے لیے اللہ تعالیٰ موقع مرحمت فرماتے ہیں۔

بادشاہ کی دوسری مرتبہ پکڑ

جب دوبارہ آگے بڑھا تو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے دوسری مرتبہ جلدی جلدی وضو کیا، دو رکعت نماز پڑھی، اللہ کے سامنے دعا مانگنے بیٹھ گئیں تو اللہ نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی دعا کی برکت سے دوسری مرتبہ اس ظالم کے بدن کو جکڑ دیا؛ بلکہ پہلے سے زیادہ

سخت جکڑ گیا اور زمین میں دھنسنے لگا، پھر سے وہ پکارتا ہے، آواز دیتا ہے، معافی مانگتا ہے، چلاتا ہے ''سارہ معاف کردو''۔

پھر حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے دل میں اس کے لیے شفقت آگئی، نرمی آگئی، ماں سارہ رضی اللہ عنہا نے پھر سے اس کے لیے دعا کردی اور اس دعا کی برکت سے وہ ظالم اچھا ہو گیا، زمین پر آگیا۔

یہ دوسرا موقع تھا، جب دوسری مرتبہ اچھا ہو گیا تب بھی اس ظالم کے دل کا شیطان اس کو گناہ پر ابھار رہا تھا۔

بادشاہ کی تیسری مرتبہ پکڑ

پھر تیسری مرتبہ اس ظالم نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے سامنے گندہ ارادہ کیا، یہ تیسرا موقع آیا، اس تیسرے موقع پر بھی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے جلدی جلدی وضو کیا، دو رکعت نماز پڑھی اور اللہ سے دعا مانگی۔

میں آپ کو یہی چیز سمجھانا چاہتا ہوں میری دینی بہنو! کہ نماز پڑھ کر اللہ سے لینے والیاں بن جاؤ، اللہ سے مدد مانگنے والیاں بن جاؤ۔

چنانچہ تیسری مرتبہ ماں سارہ رضی اللہ عنہا نے دعا مانگی تو پھر اس ظالم کا بدن جکڑ گیا، زمین میں دھنسنے لگا، چلاتا ہے، پکارتا ہے ''سارہ یہ آخری موقع ہے، اب نہیں کروں گا، معافی مانگتا ہے۔

جب اس نے قسم کھا کر یہ وعدہ کر لیا کہ یہ آخری مرتبہ مجھ کو مہلت دے دو، آخری مرتبہ مجھ کو معاف کر دو، تو پھر حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے اللہ سے دعا مانگی اور وہ ظالم

اچھا ہو گیا اور زمین پر آ گیا۔

بعض تفسیر میں لکھا ہے کہ جب بھی اس ظالم نے برے کام کا ارادہ کیا تو ہر مرتبہ محل میں زلزلہ آیا اور وہ ظالم ایک محل کو چھوڑ کر دوسرے محل میں بھاگا تو وہاں بھی زلزلہ آ گیا، یہ اللہ تعالیٰ کا عذاب تھا۔

بادشاہ کا حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو انعام دینا

آپ کو ایک عجیب بات بتلاؤں: اس واقعے سے اس ظالم بادشاہ کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ یہ عورت کوئی معمولی عورت نہیں ہے؛ بلکہ کوئی بڑی نیک عورت ہے اور کوئی غیبی مدد اس کے ساتھ لگی ہوئی ہے تو اس ظالم نے یہ کیا کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو چھوڑ دیا اور چھوڑنے کے بعد یوں کہا کہ: اس عورت کو اس کے مرد کے پاس اس کے بھائی کے پاس واپس بھیج دو اور جب بھیجا ہے تو اس نے ایسے نہیں بھیجا؛ بلکہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو عجیب عجیب انعامات دیے:

① بہت سارا مال دیا، سونا، چاندی، ہیرے جواہرات دیے۔

② بہت سارے جانور دیے، اس زمانے میں جانور یعنی آج کل کے زمانہ کے اعتبار سے کاریں دیں۔

③ بہت سارے غلام دیے کہ یہ غلام لے جاؤ تمھاری خدمت کریں گے۔

④ اور چوتھا انعام بڑا عجیب دیا، بڑا زبردست انعام دیا کہ اس بادشاہ کی ایک نوجوان لڑکی تھی، وہ لڑکی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو دی کہ: سارہ! تم میری بیٹی لے جاؤ، اب میری یہ بیٹی پوری زندگی تمھاری خدمت کرے گی۔

میری دینی بہنو! جانتے ہو یہ بیٹی کون ہے؟

یہ مصر کے بادشاہ فرعون کی بیٹی تھی، اس بیٹی کا نام تھا "ہاجرہ"۔

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا اس بادشاہ کی جوان لڑکی کو لے کر آئیں، حضرت سارہ رضی اللہ عنہا جب واپس آئیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سوال کیا: تیرے ساتھ کیا ہوا؟ حالاں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پورا منظر دیکھ رہے تھے۔

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے نبی! اے میرے شوہر! اللہ نے میری عزت کی حفاظت فرمالی اور وہ ظالم بادشاہ میرے ساتھ غلط کام نہیں کرسکا۔

پھر حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: دیکھو! مجھے کیسے کیسے انعام ملے، نماز اور دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے پاک رکھا اور انعام میں یہ مال ملا اور بادشاہ نے اپنی بیٹی ہاجرہ بھی مجھے دے دی کہ یہ میری خدمت کرے گی، میرا کام کرے گی۔

مصر سے ملکِ شام کی طرف

پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے مصر سے حضرت ابراہیم علیہ السلام ملکِ شام جانے کے لیے روانہ ہوئے، جس کو آج کل سیریا (Syria) کہا جاتا ہے۔

برکت والا ملک، ملکِ شام

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ①

ترجمہ: اس (اللہ تعالیٰ) کی ذات ہر عیب سے پاک ہے جو اپنے بندے (محمد

ﷺ) کو رات کے وقت میں مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک لے گئے، جس کے اطراف میں ہم نے (ہر قسم کی) برکتیں رکھی ہیں (اس بندے محمد ﷺ کو وہاں لے جانے کا مقصد یہ تھا) تاکہ ہم ان کو ہماری (قدرت کی) کچھ نشانیاں دکھلائیں، یقینی بات ہے کہ وہ (اللہ تعالیٰ) ہر بات سننے والے، ہر چیز دیکھنے والے ہیں ﴿۱﴾

یہ ملکِ شام ایسا ملک ہے کہ اس میں تمام دنیا کے لوگوں کے لیے اللہ نے برکت رکھی ہے، بہت برکتی علاقہ ہے۔ وہاں پانی کی ندیاں ہیں، پانی کے چشمے ہیں۔

پھلوں کے باغات ہیں، باڑیاں ہیں۔

اور بڑی برکت تو یہ ہے کہ اللہ کے ہزاروں نبی اور پیغمبر علیہم السلام ملکِ شام میں پیدا ہوئے اور ملکِ شام ہی میں ان کی قبریں بھی بنی ہوئی ہیں۔

خود ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ جب معراج میں تشریف لے گئے تو پہلے مکہ سے نکل کر ملکِ شام گئے اور ملکِ شام سے پھر آسمانوں پر تشریف لے گئے۔

بعض سیرت کی کتابوں میں دیکھا ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ ملکِ شام کی برکتوں سے بھی نوازنا چاہتے تھے؛ اس لیے معراج مکہ سے شروع ہوئی، پھر نبیٔ کریم ﷺ بیت المقدس تشریف لے گئے، وہاں سے پھر ساتوں آسمان وغیرہ کا سفر ہوا۔

اور دیکھا جائے تو دونوں باتیں ہوئیں، ملکِ شام جو نبیوں کی سرزمین ہے، وہاں کی برکتیں حضرت محمد ﷺ کو عطا کی گئیں اور آپ ﷺ کی برکتیں ملکِ شام کی زمین کو نصیب ہوئیں، ملکِ شام کی جس زمین پر ہزاروں نبیوں کے قدم مبارک کی برکتیں تھیں وہاں معراج میں حضور ﷺ کے قدم مبارک کی برکتیں بھی پہنچ گئیں۔

ملکِ شام کی برکت کا ایک راز

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی تقریر ایک کیسیٹ میں سنی تھی، اس میں سورۂ اسراء کی تفسیر تھی، دورانِ بیان ارشاد فرمایا: ایک مرتبہ باری تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک پہاڑ پر چڑھنے کا حکم دیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام چڑھے، ارشاد ہوا: آپ دور دور تک نظر دوڑائیں اور خود باری تعالیٰ نے جہاں تک چاہا وہاں تک آپ کی نظر پہنچائی، پھر ارشاد فرمایا: جہاں جہاں تمھاری نظر پڑے گی، اس پورے علاقے کو ہم برکت والا بنا دیں گے، یہ پورا ملکِ شام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مبارک نظروں کی برکت سے برکت والا ہو گیا، اللہ تعالیٰ نے اس کو برکت والا بنایا اور ذریعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نورانی نظر کو بنایا۔

اس لیے ہمیں بھی اللہ والوں کو دیکھنا چاہیے اور اللہ والوں کی برکتی نظریں حاصل کرنی چاہیے۔

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا دوسرا قصہ

اب حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا ایک دوسرا قصہ جو قرآن میں آیا ہے وہ میں آپ کو سناتا ہوں، اللہ تعالیٰ سورۂ ہود میں ارشاد فرماتے ہیں:

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ﴿۷۰﴾ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ﴿۷۱﴾ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا

بَعْلِیْ شَیْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ۝۷۲ قَالُوْۤا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۝۷۳ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِیْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰی یُجَادِلُنَا فِیْ قَوْمِ لُوْطٍ۝۷۴ اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ لَحَلِیْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِیْبٌ۝۷۵

ترجمہ: اور پکی بات یہ ہے کہ ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس (انسانی شکل میں بیٹا پیدا ہونے کی) خوش خبری لے کر آئے تو ان (فرشتوں) نے آ کر کے کہا کہ: سلام، تو (ابراہیم علیہ السلام نے بھی) جواب میں کہا: سلام، سو (ابراہیم علیہ السلام نے) دیر نہیں لگائی کہ ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔

سو جب (ابراہیم علیہ السلام نے) ان آنے والوں کے ہاتھوں کو دیکھا کہ اس (بھنے ہوئے بچھڑے) کی طرف بڑھتے نہیں ہیں تو انھوں نے (ابراہیم علیہ السلام نے) ان کو اجنبی سمجھا اور وہ (ابراہیم علیہ السلام) ان کی وجہ سے دل میں ڈر گئے تو اس پر وہ (آنے والے) کہنے لگے: (ابراہیم!) تو مت گھبرا، یقینا ہم لوگ لوط (علیہ السلام) کی قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ اور ان (ابراہیم علیہ السلام) کی بیوی (سارہ) کھڑی ہوئی تھی، سو (ان باتوں کو سن کر) ہنس پڑی تو پھر ہم نے اس عورت کو اسحاق کی (پیدائش کی) خوش خبری دی اور اسحاق کے بعد یعقوب (پوتے کی پیدائش) کی خوش خبری دی۔

تو وہ عورت بولی: ہائے! کیا مجھ کو بچہ ہوگا؟؛ حالاں کہ میں تو بوڑھی ہوں اور یہ میرے شوہر بھی بالکل بوڑھے ہو چکے ہیں، یقینا یہ تو ایک بڑی تعجب کی چیز ہے۔ تو وہ (آنے والے مہمان فرشتے) کہنے لگے: کیا تم اللہ تعالیٰ کے حکم پر تعجب کرتی ہو؟ اے (ابراہیم کے) گھر والو! تم پر تو (خاص) اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں، یقینا وہ (اللہ تعالیٰ) تمام تعریف والے ہیں، بڑی شان والے ہیں۔

سو جب (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کی گھبراہٹ دور ہوگئی اور ان کو خوش خبری مل گئی تو وہ لوط (علیہ السلام) کی قوم کے بارے میں ہم سے بحث کرنے لگے۔ یقیناً ابراہیم (علیہ السلام) تو بڑے حلیم تھے، بڑے نرم دل تھے، انابت کرنے والے تھے۔

اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پہلی بیوی ماں سارہ رضی اللہ عنہا کا قصہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔

وفادار بیوی

آپ کو جیسا کہ بتایا تھا کہ ماں سارہ رضی اللہ عنہا وہ وفادار بیوی ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ان کا عراق میں نکاح ہوا تھا اور ابراہیم علیہ السلام کو جب عراق والوں نے نکالا، اور آپ نے ہجرت کی تو ماں سارہ رضی اللہ عنہا بھی ہجرت میں آپ کے ساتھ تھیں۔

مصر جا کر ماں سارہ رضی اللہ عنہا نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اپنی عزت بچائی اور مصر کے بادشاہ کے برے ارادے سے اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت فرمائی، پھر وہاں سے وہ فلسطین چلے گئے اور بیت المقدس کے قریب ''حبرون'' شہر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ماں سارہ رضی اللہ عنہا بڑے مزے سے زندگی گزارنے لگے، ماں سارہ رضی اللہ عنہا کی عمر تقریباً ستتر (۷۷) سال کی ہوگئی تھی؛ لیکن ان کے گھر میں اولاد نہیں تھی اور ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں اولاد ہوگئی تھیں۔

فرشتے مہمان کی شکل میں

ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام فلسطین میں تھے کہ تین مہمان آئے۔

یہ مہمان کون تھے؟

یہ آنے والے مہمان انسان کی شکل میں اللہ تعالیٰ کے فرشتے تھے:

حضرت جبرئیل علیہ السلام۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام۔ حضرت میکائیل علیہ السلام۔

اس دنیا میں سب سے پہلے مہمان نوازی کرنے والے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عادت تھی کہ وہ بڑے مہمان نواز تھے، کبھی بھی مہمان کے بغیر کھانا نہیں کھاتے تھے، مہمان نوازی کی شروعات اس دنیا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی ہے۔

مہمان نوازی کا عجیب قصہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک قصہ مشہور ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کھانے کا وقت ہوا، کوئی مہمان ان کے گھر نہیں تھا تو آپ مہمان کو تلاش کرنے نکلے۔

دیکھو! کیسے اللہ کے نبی تھے کہ مہمان کو تلاش کرنے کے لیے نکلتے ہیں۔

آج تو ہمارے یہاں مہمان آتے ہیں تو دعا کرتے ہیں کہ کب جلدی جاوے۔

راستے میں ایک اجنبی آدمی ملا جس کو پہنچانتے نہیں تھے، اس کو لے کر آئے کہ میرے گھر کھانے کے واسطے چلو، اس کو دسترخوان پر بٹھایا، جب کھانا شروع ہوا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس مہمان کو کہا کہ ’’بسم اللہ‘‘ پڑھو اور ’’بسم اللہ‘‘ پڑھ کر کھانا کھاؤ۔

اس نے کہا کہ: میں تو ’’بسم اللہ‘‘ جانتا نہیں ہوں، یہ اللہ کون ہیں، کیا ہے؟ میں نہیں جانتا ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بہت غصہ آیا اور اس مہمان کو دسترخوان سے اٹھا دیا، جب وہ مہمان اٹھ کر باہر چلا گیا۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کتنے مہربان ہیں

تو حضرت جبرئیل علیہ السلام آسمان سے آئے اور کہنے لگے کہ:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: یہ آدمی جو اللہ کو جانتا نہیں ہے، اللہ کا نام پڑھنے کو تیار نہیں ہے، یہ کافر ہے اس کے باوجود ہم اس کو پوری زندگی کھانا کھلاتے رہے، ایک لقمہ دینے میں بھی ہم نے بخیلی نہیں کی اور آج صرف ایک دن تم اس کو نہیں کھلا سکے؟

میری دینی بہنو! اللہ تعالیٰ کتنے مہربان ہیں کہ ایک کافر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دسترخوان سے اٹھا دیا تو اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو آسمان سے بھیجا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام دوڑے اور اس بوڑھے میاں کو سمجھا بجھا کر لائے اور کھانے کے لیے بٹھایا۔

اس بوڑھے آدمی نے سوال کیا کہ: آپ نے تو مجھے اٹھا دیا تھا، پھر کیوں مجھے آپ بلانے آئے؟ بتلاؤ! جب آپ بتلاؤ گے تو ہی میں کھانا کھاؤں گا؛ ورنہ نہیں کھاؤں گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ: جب میں نے تجھے کھانے سے اٹھا کر روانہ کر دیا تو میرے اللہ نے میرے پاس فرشتے کو بھیجا اور کہا کہ: اے ابراہیم! یہ کافر بندہ ہے، پھر بھی ہم نے اس کو پوری زندگی کھلایا ہے اور آج صرف ایک دن تم اس کو نہیں کھلا سکے؟ اللہ اکبر!

ایسے مہربان اللہ کا میں کیسے انکار کروں؟

وہ کہنے لگا کہ: میرے اللہ کتنے کریم ہیں؟ کہ جس نے کفر کے باوجود پوری زندگی مجھ کو کھلایا اور جب نبی نے مجھے بسم اللہ نہ پڑھنے کی وجہ سے اٹھا دیا تو نبی

کو میرے پیچھے دوڑایا اور نبی نے آکر مجھے پھر کھلایا تو میں اس اللہ پر ایمان لانے کے لیے تیار ہوں، چنانچہ وہ بوڑھے میاں اسی وقت مسلمان ہو گئے اور بسم اللہ پڑھ کر انھوں نے کھانا کھایا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مہمانوں کے لیے بچھڑا ذبح کرنا

خیر! ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے یہاں تین مہمان آئے تو جیسے ہی مہمان آئے حضرت ابراہیم علیہ السلام فوراً اٹھے اور مہمانوں کو اپنے ساتھ گھر لے گئے اور کھانے بٹھا دیا، یہ آنے والے مہمان انسان کی شکل میں اللہ تعالیٰ کے فرشتے تھے اور قرآن میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جلدی جلدی ایک بچھڑا ذبح کیا اور اس کو بھونا اور مہمان کے سامنے لا کر رکھ دیا اور مہمان کو کہا کہ: کھاؤ۔

عجیب مہمان

یہ مہمان عجیب تھے، کھانا نہیں کھاتے، مہمان کے ہاتھ میں تیر تھے وہ تیر تو گوشت پر لگاتے ہیں؛ لیکن کھاتے نہیں ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دل میں ڈر ہو گیا، گھبراہٹ پیدا ہو گئی۔

اس زمانے کا عجیب رواج

یہ گھبراہٹ اس لیے ہوئی کہ اس زمانے میں یہ رواج تھا کہ کوئی کسی کو مارنے جاتا، کوئی کسی کو تکلیف دینے جاتا تو اس کے گھر کا کھانا اور پانی پینا وہ لوگ پسند نہیں کرتے تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ڈر ہوا کہ یہ کوئی خطرناک مہمان تو نہیں ہے۔

پہلے قیمت لے لو تو ہم کھانا کھائیں گے

بعض روایتوں میں ہے کہ ان تینوں مہمانوں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اصرار کیا کہ کھانا کھالو۔

مہمان کہنے لگے کہ: ہم مفت کا کھانا نہیں کھاتے، آپ پہلے قیمت لے لو تو ہم کھانا کھائیں گے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ہاں! اس کھانے کی ایک قیمت ہے۔

مہمان نے پوچھا کہ: کیا قیمت دینی پڑے گی؟ ہم فوراً ادا کر دیں گے۔

کھانے کی عجیب قیمت

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ: اس کی قیمت یہ ہے کہ کھانا شروع کرنے سے پہلے اللہ کا نام پڑھو اور کھانا کھانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر ادا کرو۔

اللہ تعالیٰ کا خلیل بننے کا آسان نسخہ

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اپنے دونوں ساتھی فرشتے حضرت اسرافیل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام سے کہا کہ: دیکھو! یہ بات ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل اور دوست بنایا ہے۔

اس لیے میری دینی بہنو! کھانے سے پہلے بھی اللہ کا نام پڑھنا چاہیے، اپنے بچوں سے بھی کھانے سے پہلے اللہ تعالیٰ کا نام پڑھانا چاہیے اور کھانے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے، یہ ہم کو تعلیم دی گئی ہے۔

کھانے کی دعائیں

حدیث میں کھانے کے بعد کی بہت ساری دعائیں بتلائی گئی ہیں۔

کھانے سے پہلے کم سے کم ''بسم اللہ'' پڑھ لو۔

یا ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' پڑھ لو۔

یا ''بسم اللہ و برکۃ اللہ'' پڑھ لو۔ (المعجم الأوسط بہ حوالہ سنن وآداب: ۹۲)

اور کھانے کے بعد یہ دعا پڑھو:

الحمد للہ الذي أطعمنا وسقانا وجعلنا مسلمین. (سنن وآداب: ۹۶)

''اے سی ڈی ٹی'' (ACIDITY) سے حفاظت کے لیے دعا

دوسری دعا بھی حدیث میں آئی ہے:

الحمد للہ الذي أَطْعَمَ وَسَقیٰ وَسَوَّغَہ وَجَعَلَ لَہُ مَخْرَجًا. (ایضاً)

یہ دعا یقین کے ساتھ پڑھیں گے تو ان شاء اللہ ''ایسڈیٹی'' کی بیماری نہیں ہوگی۔

تیسری دعا بھی حدیث میں آئی ہے: الحمدُ للہ حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ ومبارکا علیہ کما یحب ربنا ویرضیٰ.

اور ایک دعا یہ آئی ہے: اللّٰھم بَارِکْ لنا فیہ وأَطْعِمْنا خیرا منہ. (ایضا)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہمیں سکھلا دیا کہ کھانے سے پہلے بھی اور کھانے کے بعد بھی ہمیں دعا کا اہتمام کرنا چاہیے۔

جب مہمان کھا نہیں رہے تھے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ڈر لگا اور تعجب بھی ہوا، ان کی بیوی ماں سارہ رضی اللہ عنہا دروازے کے پیچھے کھڑی تھی، وہ بھی مہمانوں کی

خدمت کررہی تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا کہ: آپ کیوں نہیں کھاتے ہو؟

بڑھاپے میں اولاد کی خوش خبری

انھوں نے کہا کہ: اے ابراہیم! آپ گھبرایئے نہیں، ہم اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں اور فرشتے کھانا نہیں کھاتے ہیں، پھر کہا کہ: ہم تو آپ کے گھر ایک بہت بڑی خوش خبری لے کر آئے ہیں کہ: آپ کی یہ جو پہلی بیوی ہے، جو بوڑھی ہو چکی ہے اس سے اللہ تعالیٰ آپ کو اولاد عطا فرمائیں گے۔

خدا کی عجیب شان

دیکھو! خدا کی قدرت! نئی بیوی کو پہلے اولاد ہوئی اور پرانی بیوی کو بعد میں اولاد ہوئی۔ اولاد کی خوش خبری، وہ بھی بڑھاپے میں!

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور سارہ رضی اللہ عنہا بہت خوش ہو گئے؛ اس لیے کہ کئی دن سے دعا مانگ رہے تھے: رب هب لي من الصالحين۔

ترجمہ: اے اللہ ہم کو نیک اولاد عطا فرمایئے۔

اللہ تعالیٰ نے دعا قبول کر لی اور ایسی دعا قبول کی میری دینی بہنو!

(۱) ایک تو بڑھاپے میں اللہ تعالیٰ نے اولاد عطا کی۔

(۲) اولاد میں بھی بیٹا عطا فرمایا اور بیٹے سے زیادہ خوشی ہوتی ہے۔

(۳) جو بیٹا پیدا ہوگا اس کا نام بھی اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا کہ اس بیٹے کا نام اسحاق رکھنا۔ (۴) فرشتوں نے یہ بھی بتلا دیا کہ تمھارا بیٹا لمبی عمر والا ہوگا، اس کی اتنی لمبی عمر ہوگی

اس کے یہاں بھی بیٹا یعنی تمھارا پوتا ہوگا۔⑤اور یہ بھی بتلادیا کہ تمھارے گھر میں جب پوتا آوے تو اس کا نام یعقوب رکھنا۔

مہمان سے بھی پردہ کرنا چاہیے

جب یہ اولاد کی بات سنی تو پہلے ماں سارہ رضی اللہ عنہا دروازے کے پیچھے تھی؛ لیکن جب پتہ چل گیا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں اور فرشتوں سے پردہ نہیں ہوتا تو فوراً سامنے آ گئی۔

اس سے معلوم ہوا کہ آنے والے مہمان سے بھی ہمیں پردہ کرنا چاہیے، مہمان کے سامنے بے پردگی نہ ہو، مہمان کے ساتھ تنہائی میں نہ رہیں۔

ماں سارہ رضی اللہ عنہا کا تعجب سے ہنسنا

اور ماں سارہ رضی اللہ عنہا سامنے آ کر ہنس پڑی، خود قرآن میں ہے:

وَامْرَاَتُهٗ قَآىِٕمَةٌ فَضَحِكَتْ۔

ترجمہ: اور ان کی بیوی (سارہ) کھڑی ہوئی تھی، سو ہنس پڑی۔

اور یہ ہنسنا اس بات پر ہوا کہ اس بڑھاپے میں اولاد آئے گی اور تعجب کرتے ہوئے کہنے لگی: قَالَتْ يٰوَيْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عَجِيْبٌ﴿۷۲﴾

ماں سارہ رضی اللہ عنہا کہنے لگی کہ ارے ہائے ہائے! میں تو بوڑھی عورت، میرے شوہر حضرت ابراہیم علیہ السلام وہ بھی بوڑھے ہو گئے پھر ہمارے گھر میں کیسے بچہ ہوگا؟ یہ تو بہت تعجب کی بات ہے!

فرشتوں نے کہا: قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ۔

اے سارہ! اللہ تعالیٰ کے معاملے میں تعجب کرتی ہو؟ تم تو اللہ کے نبی کی بیوی ہو اور نبی کے گھر میں ایسی نئی نئی چیزیں اور معجزات رات دن ہوتے رہتے ہیں، اس میں کیا تعجب!!!

حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش

بس فرشتوں نے خوش خبری سنائی اور تھوڑے ہی دن میں ماں سارہ رضی اللہ عنہا کے پیٹ سے حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے، حضرت اسحاق علیہ السلام کی عمر بڑی ہوئی اور ان کے ذریعے سے حضرت یعقوب علیہ السلام پیدا ہوئے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے ذریعے سے حضرت یوسف علیہ السلام پیدا ہوئے، یہ پورا نبیوں کا خاندان ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے ان سے بنواسرائیل کا خاندان چلا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری بیوی ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔

فلسطین میں حَبرون نامی ایک شہر ہے، وہاں ایک مسجد ہے، اس کا نام مسجد الخلیل ہے، وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر ہے، اس کے پاس ماں سارہ رضی اللہ عنہا کی قبر ہے، تھوڑا آگے حضرت اسحاق علیہ السلام کی قبر ہے، اس کے پاس حضرت اسحاق علیہ السلام کی بیوی کی قبر ہے۔

اس مسجد کی زیارت کی سعادت اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حاصل ہوئی ہے اور الحمد للہ! وہاں میں نے ظہر کی نماز بھی پڑھی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ماں سارہ رضی اللہ عنہا کے اس قصے سے ہم کو ایک نصیحت یہ ملی کہ: مہمان جب آئے تو ان کا اکرام کرنا چاہیے، مہمان کے آتے ہی گھر میں جو چیز بھی تیار ہو پہلی فرصت میں کھلا دینی چاہیے؛ اس لیے کہ ہوسکتا ہے کہ مہمان بھوکے ہوں، سفر سے آئے ہو، پھر بعد میں دوسری چیز تیار کر کے اپنی حیثیت کے مطابق کھلانی چاہیے۔

اور یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ مہمان کے لیے کھانا پکانے میں زیادہ تکلف نہیں کرنا چاہیے۔

دیکھو! حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ماں سارہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں جانور تھے تو انھوں نے جانور ذبح کر کے فوراً اس کو بھون کر کے مہمان کے سامنے رکھ دیا۔

آج مہمانوں کے کھانا پکانے کے تکلفات میں ہم اپنا اتنا وقت برباد کرتے ہیں کہ نمازیں بھی چھوٹ جاتی ہیں، تلاوت بھی کم ہوجاتی ہے، یہ چیز مناسب نہیں ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے نبیوں سے ہم کو محبت عطا فرمائے اور نبیوں کے ان واقعات میں، نبیوں کی بیویوں کے واقعات میں جو نصائح اور اسباق ہیں اللہ تعالیٰ ان کو سیکھنے کی اور ان پر عمل کرنے کی ہم سب کو توفیق اور سعادت نصیب فرمائے، آمین۔

وأخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری زوجۂ محترمہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا مبارک قصہ

(پہلی قسط)

مختصر تعارف

نام: ہاجرہ۔

وجہ تسمیہ: ''ھاجر'' یہ لفظ غیر عربی ہے، جس کا معنی ہوتا ہے ایک قسم کا پھول، اور کنایۃً ''مصریہ'' یعنی مصر کی رہنے والی کو کہا جاتا ہے، آپ ایک مصری بادشاہ کی بیٹی ہیں، آپ کا تعلق قبطی خاندان سے ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پہلی بیوی سیدہ سارہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ تھیں، جب سیدہ سارہ رضی اللہ عنہا کو لمبی مدت تک کوئی اولاد نہ ہوئی تو سیدہ سارہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ ھاجر رضی اللہ عنہا کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں ھدیہ کر دیا، اللہ کی قدرت کہ سیدہ ھاجر رضی اللہ عنہا سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسماعیل علیہ السلام کی شکل میں بیٹا عطا ہوا۔

آپ ہی کی برکت سے انسانیت کو زمزم اور صفا مروہ کی سعی ملی۔ مکہ کی برکتیں پھل فروٹ آپ کا فیض ہے۔ سب سے بڑی عظمت کی بات یہ کہ: آپ ہمارے آقا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی دادی ہوتی ہیں۔

جنگلِ بیابان میں محض اللہ کے حکم کو پورا کرنے کے لیے شیر خوار بچہ کے ساتھ رک جانا یہ آپ کی بے مثال قربانی ہے۔

مکہ میں گھر: موجودہ کعبہ کی عمارت کے بازو میں ۵/۶ ہاتھ تک حطیم ہے، پھر جو نصف دائرہ کی شکل میں دیوار ہے وہاں ایک درخت کے نیچے آپ کا جھونپڑا بنایا گیا تھا اسی لیے اس دیوار کو ''سدِّ اسماعیل'' بھی کہتے ہیں۔

مدفن: کہتے ہیں کہ آپ وہیں مدفون ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰه نَحْمَدُه وَنَسْتَعِيْنُه وَنَسْتَغْفِرُه وَنُؤْمِنُ بِه وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْه وَنَعُوْذُ بِاللّٰه مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا،مَنْ يَّهدِهِ اللّٰهُ فَلَامُضِلَّ لَه وَمَنْ يُّضْلِلْه فَلَاهادِىَ لَه وَنَشْهدُ اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَحْدَه لَاشَرِيْكَ لَه وَنَشْهدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَ شَفِيْعَنَا وَحَبِيْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُه وَرَسُوْلُه،صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلَيْه وَ عَلٰى اٰلِه وَاَصْحَابِه وَذُرِّيَّاتِه وَ اَهلِ بَيْتِه وَاَهلِ طَاعَتِه، وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْراً كَثِيْراً

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کوئی اولاد نہیں تھی

حضرت ابراہیم علیہ السلام ہجرت کر کے،اپنی بیوی سارہ کو لے کر ملکِ شام (Syria) پہنچے،اس وقت ابراہیم علیہ السلام کی عمر تقریباً پچاسی (۸۵) سال ہوگئی تھی اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی عمر ستتر (۷۷) سال ہو چکی تھی؛لیکن اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت کہ اتنی بڑی عمر ہوگئی اوران کے گھر میں کوئی اولاد نہیں تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مصر کے بادشاہ کی لڑکی سے نکاح

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے خود ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کہا کہ:

اے اللہ کے نبی!ہماری شادی کو اتنے سال ہو گئے،کوئی اولاد نہیں ہوتی تو میں آپ کو ایک پیش کش کرتی ہوں کہ میرے پاس خدمت کرنے کے لیے ایک لڑکی ہے۔ وہ لڑکی مصر کے بادشاہ کی لڑکی تھی۔کہا کہ: یہ لڑکی جو میری خدمت کرتی ہے اس کے ساتھ آپ نکاح کر لیجیے،اللہ تعالیٰ کے یہاں مقدر ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے آپ کو

اولاد عطا فرمائیں گے۔

خود حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے۔اپنی خدمت کے لیے جو مصر کے بادشاہ کی لڑکی تھی جس کا نام ''ہاجرہ'' تھا اس۔ہاجرہ کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شادی کروادی۔

شادی کے بعد میاں بیوی کو یہ دعا مانگنی چاہیے

اب نبی کے گھر میں نئی شادی ہوئی،ساتھ میں دعا بھی ہو رہی ہے:

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ۝۱۰۰ (الصفت)

اے اللہ! ہم کو نیک اولاد عطا فرمائیے۔یہ ایک نبی کی فیملی کی دعا ہے۔

میری دینی بہنو! شادی کے بعد میاں بیوی دونوں کو یہ دعا مانگنی چاہیے۔

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا ایک بادشاہ کی لڑکی تھی؛ لہذا نبی کے گھر میں کیسے رہنا چاہیے؟ تو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے ان کی تربیت کی اور سکھلایا کہ نبی کے ساتھ کیسے رہنا چاہیے۔اس تربیت کی برکت سے دونوں کی زندگی بہت اچھے طریقے سے گذر رہی تھی۔

سوکنوں کا آپسی اختلاف پہلے سے چلا آرہا ہے

ہم جانتے ہیں کہ: دو سوکن جب جمع ہوتی ہیں تو کچھ نہ کچھ جھگڑے تو ہوتے ہی ہیں،سوکنوں کے درمیان جو کھینچا تانی ہوتی ہے وہ بشری،انسانی تقاضوں سے ہوتی ہے اور یہ کوئی خاص عیب نہیں ہے،اس میں بشری طاقت عاجز ہو جاتی ہے۔

بہر حال! حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر میں بھی دو سوکنوں کے جمع ہونے کی وجہ سے کچھ گرما گرمی شروع ہوئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سوچ رہے تھے کہ یہ دونوں کے درمیان جو ناراضگی اور جھگڑا ہے وہ کیسے ختم کریں؟

ان کے دل میں ایک بات یہ آئی کہ دونوں کو الگ الگ کر دینا چاہیے، دور دور کر دینا چاہیے تو جھگڑے ختم ہو جائیں گے۔

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا پہلے خادمہ تھیں اب بیوی بن گئیں

دوسری بات یہ تھی کہ پہلے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی خدمت کرتی تھیں، ان کے ماتحت تھیں اور اب حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی بن گئیں؛ اس لیے ان کا درجہ اونچا ہو گیا۔

نیک اولاد عزت کا ذریعہ ہیں

اللہ تعالیٰ کی شان دیکھیے! حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے بہت سال ہو گئے؛ لیکن ان کے یہاں بالکل اولاد نہیں تھیں اور حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے شادی ہوئی تو تھوڑے ہی دنوں میں حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا حاملہ ہو گئیں اور ان کے پیٹ میں بچہ آ گیا، جیسے ہی حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو حمل ٹھہرا، پیٹ میں بچہ آیا تو یہ بھی ان کی عزت کا ذریعہ بن گیا، اس سے ایک درجہ اونچا ہو گیا کہ سارہ رضی اللہ عنہا پرانی بیوی ہے اور ان کے یہاں اولاد نہیں ہے اور یہ نئی بیوی حاملہ ہو گئی؛ اس لیے ان کا درجہ زیادہ اونچا ہو گیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خانۂ کعبہ بنانے کا حکم

اسی زمانے میں ایک تیسری بات یہ ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا:

وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْـًٔا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۲۶﴾ (الحج)

ترجمہ: اور جب ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو گھر (کعبہ) کی جگہ بتلادی اور ہم نے یہ حکم دیا کہ میرے ساتھ کسی کو شریک مت کرو اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں کے لیے اور (عبادت کے لیے) کھڑے رہنے والوں کے لیے اور رکوع، سجدہ کرنے والوں کے لیے (ظاہری و باطنی ناپاکی سے) پاک (صاف) رکھنا۔

حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں جب پانی کا طوفان آیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو آسمان پر اٹھا لیا تھا، صرف کعبہ کی بنیاد، پائے (Foundation) باقی رہ گئے تھے اور اس پر بھی لمبا زمانہ ہونے کی وجہ سے ریت آگئی تھی، مٹی آگئی تھی، وہاں ٹیلہ ہوگیا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ: اے ابراہیم! میرے گھر کعبہ کی پھر سے تعمیر کرو۔

مدینۃ الخلیل

یہ سب باتیں ایک ساتھ جمع ہوگئیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سوچا کہ چلو! بہت اچھا موقع ہے، اللہ تعالیٰ کا حکم بھی آگیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام اس زمانے میں ملکِ شام میں - حبرون نام کا ایک شہر ہے وہاں - رہتے تھے جس کو آج کل "مَدِيْنَةُ الْخَلِيْل" کہتے ہیں، "خلیل" یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور "مدینہ" کا مطلب "شہر" یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مبارک شہر۔

مقام و مرتبہ آدمی کے طور و طریق کو بھی بدل دیتا ہے

اب جب یہ سب باتیں ہوئیں تو جیسا کہ میں نے ابھی آپ کو بتایا کہ حاملہ ہونے

کی وجہ سے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا درجہ تھوڑا اونچا ہو گیا، پہلے وہ خدمت کرنے والی تھی، اب بیوی ہو گئی اور نبی کے گھر میں اولاد نہیں تھی اور نئی بیوی کے پیٹ میں بچہ آ گیا تو حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے بات کرنے کا طریقہ تھوڑا بدل گیا۔

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی دھمکی اور قسم

ایک دن حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو دھمکی دی اور کہا کہ: سیدھی سیدھی رہ؛ ورنہ میں تیرے ناک، کان کاٹ ڈالوں گی۔

اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے اس پر قسم کھالی کہ: اے ہاجرہ! اگر تو سیدھی سیدھی بات نہیں کرے گی تو میں تیرے جسم میں سے دو تین عضو کاٹ ڈالوں گی۔

چوں کہ پہلے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا مالکہ تھیں اور حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا ان کے ماتحت میں تھیں؛ اس لیے وہ پرانے طرز میں ماں سارہ رضی اللہ عنہا نے دھمکی دی اور قسم کھالی۔

جیسے بعض لوگ بچے پر غصے ہو جاتے ہیں تو کہتے ہیں: کان کاٹ ڈالوں گا اور ماتحت والا فرد کتنا ہی بڑا ہو جائے بڑوں کے برتاؤ میں مکمل تبدیلی آنا مشکل ہوتا ہے۔

قسم پورا کرنے کا عجیب طریقہ

اب چوں کہ قسم کھالی تھی؛ اس لیے بعد میں اس قسم کو پورا کرنے کے لیے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے کان اور ناک میں سوراخ کیا گیا، چوں کہ دھمکی دی تھی ناک اور کان کاٹ ڈالنے کی اور وہ کاٹنا تو مشکل تھا اور قسم کھائی ہے، قسم پوری نہ کرے تو قسم ٹوٹ جائے گی اور کفارہ دینا پڑے گا؛ اس لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ طریقہ بتایا گیا کہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے کان اور ناک میں سوراخ کرو؛ تاکہ قسم پوری ہو جائے۔

سب سے پہلے کان اور ناک میں سوراخ کروانے والی عورت

سب سے پہلے اس دنیا میں حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے کان اور ناک میں سوراخ کیا گیا تھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نئی اور چھوٹی بیوی تھی۔ بعد میں عورتوں میں یہ سلسلہ چلا کہ کان میں سوراخ کرواتی ہیں اور وہاں پر بالی پہنتی ہیں اور ناک میں سوراخ کروا کے نتھنی پہنتی ہیں۔

ناک میں سوراخ کر کے نتھ (کانٹا) پہننا جائز ہے

آپ کو سن کر کچھ تعجب بھی ہوا ہوگا، فتاویٰ محمودیہ میں میرے پیر و مرشد حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ لکھا ہے کہ: جس طرح کان میں سوراخ کروا کر کان میں زیور پہننا جائز ہے، اسی طرح ناک میں بھی سوراخ کروا کر اس میں بھی نتھ وغیرہ پہن سکتے ہیں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش حَبرون میں

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو "حَبرون" شہر میں رہتے رہتے بچہ پیدا ہو گیا اور اس بچے کا نام "اسماعیل"، رکھا گیا، یہ پیدائش ملکِ شام میں حَبرون۔ جس کو "مدینۃ الخلیل" کہا جاتا ہے اس۔ میں ہوئی۔

ان مبارک ہستیوں کی قبروں پر حاضری کی سعادت

الحمدللہ! اس شہر میں بندے کو حاضری کی سعادت حاصل ہوئی ہے، وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام،

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا وغیرہ کی طرف منسوب مزارات ہیں جس کی تفصیلات آپ بندے کی کتاب ''دیکھی ہوئی دنیا، جلد: سوم'' میں پڑھ سکتے ہو۔

بڑی عمر میں بچہ پیدا ہونا کوئی بری بات نہیں ہے

میری دینی بہنو! یہاں ایک بات سوچنے کی ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے یہاں یہ بیٹا پیدا ہوا تو اس وقت ان کی عمر پچاسی (۸۵) سے زیادہ تھی، بعض روایتوں کے مطابق ننانوے (۹۹) سال کی عمر تھی۔

اس سے معلوم ہوا کہ بڑی عمر میں اولاد کا ہونا کوئی بری بات نہیں ہے، یہ بھی اللہ تعالیٰ کے نبی کا طریقہ ہے۔

اگر کسی مرد اور کسی عورت کو بڑی عمر میں اولاد ہو تو اس کی وجہ سے طعنہ نہیں مارنا چاہیے، طعنہ مارنے والے گنہگار ہوں گے، یہ نبی کی سنت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بڑی عمر میں اللہ تعالیٰ نے اولاد عطا فرمائی۔

افریقہ میں موزامبیق کے مپوٹو شہر میں ہمارے ایک مخلص دوست حاجی نورانی صاحب نے پہلی اہلیہ کے انتقال کے بعد جب بڑی عمر میں دوسرا نکاح کیا اور ان سے اولاد ہوئی تو ہمارے علاقے کے مزاج کے اعتبار سے لوگوں نے کچھ ناپسندیدگی کے انداز میں بات کی تو حاجی صاحب نے حضرت ابراہیم علیہ السلام والا واقعہ سنا کر ان اعتراض کرنے والوں کو خاموش کیا۔

اسماعیل نام رکھنے کی وجہ اور اس کا معنیٰ

اللہ تعالیٰ کے فرشتے نے خود بتلایا تھا کہ تمھارے یہاں ایک بیٹا پیدا ہوگا اس

کا نام اسماعیل رکھنا۔اسماعیل یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی اردو میں ہوتا ہے ''اے اللہ! میری دعا سن لیجیے'' چوں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اولاد کے لیے دعا مانگتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سن لی اور ان کے گھر میں اولاد عطا فرمائی، اس نسبت سے اس بیٹے کا نام اسماعیل رکھا گیا۔

بُراق کیا ہے؟

جب یہ بچہ پیدا ہو گیا اور اسی زمانے میں خدا کا حکم بھی آ گیا تو ایک دن حضرت جبرئیلِ امین علیہ السلام براق لے کر آئے۔

براق جنت کا ایک جانور ہے، یہ گھوڑے سے تھوڑا چھوٹا اور گدھے سے تھوڑا بڑا ہوتا ہے، گھوڑے اور گدھے کی بیچ کی سائز کا یہ جانور ہوتا ہے، یہ جنتی جانور ہے۔

حَبرون سے وادیٔ غیر ذی زرع کی طرف روانگی

حضرت جبرئیل علیہ السلام براق لے کر آئے اور کہا کہ: اے ابراہیم! بیٹھ جاؤ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام بیٹھ گئے، اپنی بیوی حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو بٹھایا اور اپنے دودھ پیتے بچے اسماعیل علیہ السلام کو بٹھایا۔

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو اس وقت کچھ پتہ نہیں تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے، مجھے کہاں لے جا رہے ہیں؟ کیوں لے جا رہے ہیں؟

پرانی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو حَبرون میں رکھا۔

وہ براق فلسطین کے حَبرون سے روانہ ہوا، حضرت جبرئیل علیہ السلام براق کی رسی ہاتھ میں پکڑ کر چلتے تھے، راستے میں چلتے چلتے کوئی شہر آتا، کوئی آبادی، کوئی بستی آتی

تو حضرت ابراہیم علیہ السلام سوال کرتے تھے کہ: ہم کو یہاں اترنا ہے؟ یہاں رہنا ہے؟

حضرت جبرئیل علیہ السلام فرماتے کہ: نہیں، آگے چلو، آپ کی منزل تو اور آگے ہے، آپ کو اور آگے جانا ہے۔

وادیٔ غیر ذی زرع

یہاں تک کہ چلتے چلتے آج جہاں مکہ مکرمہ ہے وہاں پر پہنچ گئے۔

اس زمانے میں مکہ شہر نہیں تھا، جنگل تھا، کانٹے تھے، کانٹے دار جھاڑیاں تھیں، ببول۔جس کو گجراتی میں (باور) کہتے ہیں، کانٹے۔ کے درخت تھے اور وہاں کعبہ بھی نہیں تھا، مکہ شہر بھی نہیں تھا، دور دور تک چٹیل میدان تھا، وہاں جا کر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے براق کو اتارا اور روک دیا۔

وہاں ایک چھوٹا سا ٹیلہ تھا، اس ٹیلے کی مٹی میں ریت کے اندر کعبہ شریف کے پائے تھے اور بہت دور عمالین نام کی قوم کے کچھ لوگ رہتے تھے، باقی خاص مکہ میں کوئی انسان نہیں تھا، جنگل، جھاڑی، کانٹے سب یہی چیزیں تھیں، اس جنگل میں دور دور تک انسان کی آواز بھی سنائی نہیں دیتی تھی، میلوں تک سبز گھاس کا نام ونشان تک نہیں تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جبرئیلِ امین سے پوچھا کہ: یہی ہماری منزل ہے؟

جبرئیل علیہ السلام نے کہا: ہاں! یہی آپ کی منزل ہے۔

چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جنگل میں سے کچھ گھاس، پتے، لکڑیاں جمع کر کے ایک چھپر بنایا۔جیسے ہم لوگ غریبوں کے گھر دیکھتے ہیں اور چھپر میں اپنی جوان بیوی حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور دودھ پیتے بچے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو رکھا۔

مصر کی شہزادی سنسان جنگل کے ایک چھپر میں

میری دینی بہنو! جیسا آپ سن چکیں کہ ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا تو شہزادی تھی، مصر کے بادشاہ کی لڑکی تھی؛ لیکن ان کے شوہر، اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو ایک گھاس اور پتوں کے چھپر میں رکھا۔

ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا خوشی خوشی وہاں رہنے کے لیے تیار ہوگئی، یہ نہیں سوچا کہ میں بادشاہ کی بیٹی ہوں، میں شہزادی ہوں؛ بلکہ اپنے شوہر، اللہ کے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جہاں رکھا وہیں پر رہنے کے لیے وہ راضی ہوگئی۔

ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا اس چھپر میں رہنے لگی، ان کے پاس ایک تھیلی میں کھجوریں تھیں اور ایک مٹکے جیسا مشکیزہ تھا اس میں پانی تھا، ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا اس میں سے کھاتی اور اپنے چھوٹے بیٹے اسماعیل کو دودھ پلاتی رہتی۔

جدائی کا غمناک منظر

تھوڑا وقت گذرا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو وہاں سے چلنے لگے۔

کیا منظر ہوا ہوگا؟

ایک جنگل جہاں کوئی انسان نہیں، کوئی مکان نہیں، کھانے پینے کا سامان نہیں، ایسے جنگل میں جوان بیوی اور دودھ پیتے بچے کو رکھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام چلنے لگے۔

ہمیں کس کے حوالے چھوڑ کر جا رہے ہو؟

ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا پیچھے چلی اور پیچھے جا کر کہتی ہے کہ: اے اللہ کے نبی! یہاں

جنگل میں ہمیں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو؟

یہاں کوئی ساتھ دینے والا نہیں، کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام خاموش، کچھ نہیں بولتے، چپ چاپ چلتے رہے۔

ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے اپنا سوال دُہرایا کہ: اے اللہ کے نبی! یہاں جنگل میں کس کے بھروسے پر ہمیں چھوڑ کر جا رہے ہو؟

کیا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کوئی جواب نہیں دیا، چلنے لگے، ایک بار، دو بار، تین بار سوال کیا، کوئی جواب نہیں دیتے تو۔ چوں کہ وہ شہزادی تھی، ہوشیار تھی؛ اس لیے۔ خود سامنے سے سوال کرتی ہے کہ: اے اللہ کے نبی! کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو جنگل میں چھوڑ کر جانے کا حکم دیا ہے؟

وہ جانتی تھی کہ اللہ کے نبی مجھ پر ظلم نہیں کر سکتے؛ اس لیے خود سوال کیا۔

تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

ہاں! میرے اللہ کا حکم ہے کہ تم کو جنگل میں چھوڑ کر چلا جاؤں۔

عجیب جواب: تب تو وہ اللہ تعالیٰ ہم کو ضائع نہیں کریں گے

میری دینی بہنو! جب اپنے شوہر کی زبان سے یہ جواب سنا تو حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے عجیب جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ پوری دنیا کی ہماری مسلمان بہنوں کو اور ہمارے مسلمان بھائیوں کو ایسا پاکیزہ جذبہ عطا فرمائے، آمین۔

ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے، ایک عورت ذات نے کتنا پیارا جواب دیا!

فرمایا کہ: اگر اللہ تعالیٰ کا حکم ہے تو آپ شوق سے، خوشی خوشی چلے جایئے، جس اللہ نے حکم دیا ہے وہ اللہ پاک ہم کو کبھی ہمیں ضائع نہیں کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کرنے سے کبھی کوئی برباد نہیں ہوتا

ایک عورت یہ سمجھ رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کرنے سے کبھی کوئی ضائع اور برباد نہیں ہوتا۔

میری دینی بہنو! اللہ امتِ محمدیہ کے ہر مسلمان مرد اور عورت کو یہ بات سمجھا دے کہ خدا کا حکم پورا کرنے سے کبھی کوئی ضائع اور برباد نہیں ہوتا ہے اور خود حضرت ابراہیم علیہ السلام ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے کسی چیز کو زیادہ پیاری نہیں سمجھتے تھے، بس اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اس کو پورا کرو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام دوبارہ اپنی پرانی بیوی سارہ رضی اللہ عنہا کے پاس فلسطین جانے کے لیے روانہ ہوگئے، ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا چھپر میں آکر بیٹھ گئی، معصوم بچہ گود میں ہے، اس کو دودھ پلاتی ہے۔

’’ثنیہ‘‘ نامی جگہ پر بیوی بچے کی یاد کا ستانا

حضرت ابراہیم علیہ السلام آگے چلے اور مکہ میں ایک جگہ ہے جس کا نام ’’ثنیہ‘‘ ہے۔ یہ ثنیہ جگہ پہلے مروہ پہاڑ کے بازو میں تھی، الحمد للہ! پہلے میں نے وہ جگہ دیکھی ہے، اب تو وہ سب جگہیں توڑ پھوڑ کر کے ختم کردی گئی ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب چلتے چلتے وہاں پہنچے تو بیوی اور بچے کی یاد نے ستایا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کھڑے رہ گئے اور کھڑے ہوکر۔ جہاں سے بیوی اور بچہ نظر نہیں

آرہے تھے وہاں کھڑے کھڑے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے دعا مانگی۔

ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا بھی دور تک دیکھتی رہی تھی؛ لیکن جب راستہ بدل گیا، شوہر نظر آنا بند ہو گئے تو بیوی آکر بیٹھ گئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بہترین اور عجیب دعا

حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی شاید دیکھ رہے ہوں گے؛ لیکن جب نظر آنا بند ہو گیا، راستہ بہت دور ہو گیا تو کھڑے ہو گئے اور دعا کی کہ: مولا! میں تو چھوڑ کر آ گیا ہوں؛ لیکن اب آپ حفاظت کرنا، اے اللہ! بیوی اور بچے کو آپ کے حوالے کرتا ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی طرف منہ کیا اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے، وہ دعا دو جگہ پر قرآن میں اللہ تعالیٰ نے نقل فرمائی ہے، ایک سورۂ بقرہ میں:

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۲۶﴾ (البقرة)

ترجمہ: اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) نے عرض کیا: اے میرے رب! آپ اس شہر (مکہ) کو امن والا بنا دیجیے اور اس (مکہ) کے رہنے والوں میں سے (بھی) جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لاوے ان کو (قسم قسم کے) پھلوں سے رزق (کھانے کے لیے) عطا فرمائیے، (اللہ تعالیٰ نے دعا کے جواب میں) ارشاد فرمایا: جس نے کفر کیا اس کو بھی میں تھوڑی مدت کے لیے فائدہ اٹھانے کا موقع دوں گا، پھر میں اس (کافر) کو (زبردستی) دوزخ کے عذاب کی طرف (کھینچ کر)

لے جاؤں گا اور وہ (جہنم) رہنے کی بہت بری جگہ ہے۔

یہ دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مانگی، اس دعا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے سامنے بہت ضروری اور بہت اہم چیزیں مانگی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ عرض کررہے تھے: اے اللہ! اس جنگل بیابان میں اب میری بیوی اور میری اولاد کو سنبھالنے والا کوئی نہیں ہے، بس ایک آپ کی ذات ہے، اے اللہ! میں اپنی بیوی اور بچے کو آپ کے حوالے کرتا ہوں، آپ میری بیوی اور بچے کی حفاظت فرمایئے۔

بہت اہم اور بہت ہی پیاری اور بہت ہی پاکیزہ دعا ہے، اس دعا کی ایک ایک بات میں آپ کو سمجھاتا ہوں۔

اس سے یہ بھی نصیحت ملی کہ دنیوی اسباب سے زیادہ اسباب بنانے والے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگنی چاہیے۔

بیوی بچوں کے ساتھ محبت یہ فطری چیز ہے

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جو دعا مانگی، یہ دعا ہم کو سکھا رہی ہے کہ اولاد اور بیوی بچے پر شفقت کرنا اور ان سے محبت کرنا یہ انسان کا فطری اور طبعی تقاضا ہے، جو آدمی اپنی بیوی اور بچوں سے محبت نہ کرے وہ انسان کہلانے کے قابل نہیں ہے، وہ جانوروں جیسا ہے اور اللہ تعالیٰ کا حکم بھی ہے کہ اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ محبت اور شفقت کا برتاؤ کرو۔

دعا میں دین و دنیا دونوں کی بھلائی کا سوال

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو دعا مانگی اس میں اپنی اولاد کے لیے، اپنی

بیوی کے لیے اللہ تعالیٰ سے دین بھی مانگا اور دنیا بھی مانگی، دونوں چیزیں مانگی۔

دوسری جگہ سورۂ ابراہیم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اس طریقے پر ہے:

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿۳۵﴾ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۶﴾ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۷﴾ (الابراهيم)

ترجمہ: اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا: اے میرے رب! آپ اس شہر (مکہ) کو امن والا بنادیجیے اور مجھ کو اور میری اولاد کو بتوں کی عبادت سے بچا کر کے رکھنا۔ اے میرے رب! ان (بتوں) نے تو بہت سارے لوگوں کو گمراہ کر کے رکھ دیا ہے (یعنی بت گمراہی کا سبب بنے ہیں) سو جو آدمی میرے (توحید کے) راستے پر چلے وہ میرا ہے (یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی توحید والی جماعت میں شامل ہونے کا دعوٰی کر سکتا ہے) اور جس آدمی نے میرا کہنا نہیں مانا (اس کا معاملہ آپ پر چھوڑتا ہوں کہ ہدایت دے کر آپ اس کو معاف کر دیں؛ اس لیے کہ) یقیناً آپ ہی تو بہت بڑے معاف کرنے والے اور بہت زیادہ رحم والے ہیں (اس دعا میں ایمان والوں کے لیے سفارش بھی ہے)۔

اے ہمارے رب! میں نے اپنی بعض (ایک) اولاد کو آپ کے محترم گھر (کعبہ) کے پاس ایک ایسی وادی (میدان) میں۔ جہاں کسی قسم کی کوئی کھیتی نہیں ہے۔ لاکر کے بسایا ہے (یہ بسانے کا کام اس لیے کیا) اے ہمارے رب! تاکہ یہ نماز قائم

کریں، لہٰذا بعض لوگوں کے دلوں میں ان کی طرف کشش پیدا کردیجیے۔

(اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام دعا میں ''بعض'' کی قید نہ لگاتے تو ساری دنیا آکر مکہ میں آباد ہوجاتی اور مکہ تنگ پڑ جاتا)

اوران کو پھلوں کا رزق عطا فرمائیے کہ وہ لوگ شکر کرنے والے بن جائیں۔

(حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا بتلاتی ہے کہ اولاد کے لیے معاشی ضروریات وراحت کا انتظام حسبِ طاقت باپ کے ذمے ہے) یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کو متوجہ کرنے والے الفاظ

میری دینی بہنو! حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جتنی بھی دعائیں قرآن میں آئی ہیں وہ لفظ ''رب'' سے شروع ہوتی ہیں: ربنا، ربی۔

اس سے ہمیں یہ ایک بات سیکھنے کو ملی کہ جب ہم اللہ تعالیٰ کے سامنے دعا کریں تو: اے میرے رب! اے میرے رب! اے میرے اللہ! اے میرے اللہ!

بار بار بولیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کو اپنی طرف متوجہ کریں، یہ اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم کو متوجہ کرنے والے الفاظ ہیں۔

سورۃ البقرۃ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جو دعا ہے وہ اس زمانے کی ہے جب مکہ جنگل تھا اور سورۂ ابراہیم میں جو دعا ہے وہ اس زمانے کی ہے جب مکہ شہر بن گیا تھا؛ اس لیے دونوں دعاؤں کے الفاظ میں تھوڑا سا فرق ہوا ہے۔

جنگل کو شہر بنادیجیے

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کہا: اے اللہ! ابھی تو یہ مکہ جنگل ہے؛

لیکن اس مکہ کو آپ شہر بنا دیجیے؛ تاکہ وہاں میری بیوی اور بچوں کو گھبراہٹ نہ ہو اور ان کی تمام ضروریات آسانی سے پوری ہو سکیں۔

شہر کو امن والا بنا دیجیے

دوسری دعا مانگی: اے اللہ! اس مکہ کو امن اور اطمینان والا شہر بنا دینا۔ یہ دعا بھی پوری ہوئی اور آج تک کعبہ کا کوئی مخالف مکہ شہر پر غالب نہ آسکا۔

ہاتھی والوں نے مکہ پر حملہ کرنے کی کوشش کی تھی، اللہ تعالیٰ نے تمام ہاتھی والوں کو برباد کر دیا، ختم کر دیا جو سورۂ فیل میں قصہ ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا میں اللہ تعالیٰ سے یہ بھی کہا:

اے اللہ! اس کو امن والا حرم بنا دیجیے، یہاں قتل نہ ہو، لڑائی جھگڑا نہ ہو، جانوروں کو بھی امن و اطمینان ملے اور ہری ہری گھاس اور درختوں کو بھی امن ملے۔

اسی لیے حرم میں جا کر ہم جانوروں کا شکار نہیں کر سکتے، ہرے ہرے پتے نہیں توڑ سکتے، یہ سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی برکت ہے۔

پھلوں کا رزق عطا ہونے کی دعا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعا میں اللہ تعالیٰ سے کہا کہ: اے اللہ! میری بیوی اور بچوں کو پھلوں کا رزق عطا فرمائیے، فروٹ اور میوے کھلائیے۔

ملکِ شام کا ایک شہر مکہ میں

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اس طرح قبول فرمائی کہ پورا ملکِ

شام۔ جو بہت برکت والا ہے، وہاں پھل بھی بہت ہوتے ہیں، پانی بھی بہت ہوتا ہے، کھیتی بھی بہت ہوتی ہے وہاں۔ سے ایک پورا شہر اٹھا کر کے مکہ کے پاس اللہ تعالیٰ نے پہنچا دیا، اسی کا نام طائف ہے۔

طائف کا مطلب

طائف کا مطلب: طواف کرنے والا۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ملکِ شام سے ایک شہر اٹھایا اور کعبہ کا طواف کروایا اور طواف کروا کے مکہ کے پاس لا کر رکھ دیا؛ اس لیے اس کو طائف کہا جاتا ہے۔

آپ دیکھیں گے کہ عرب کے صحرا میں طائف ایک ایسا شہر ہے جس کی زمین اور آب و ہوا بالکل ملکِ شام کی طرح ہے۔

طائف کی کچھ یادیں

طائف میں مفسرِ امت حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما آرام فرما رہے ہیں اور طائف میں وہ یادگار مقامات بھی ہیں جہاں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باغ میں تھوڑی دیر آرام فرمایا تھا، لہولہان قدم کے ساتھ جس پتھر پر بیٹھ کر دعا کی تھی اور عداس رضی اللہ عنہ نے جہاں انگور کا خوشہ پیش کیا تھا، یہ سب یادگاریں موجود ہیں۔

اور طائف سے ہوتے ہوئے قبیلۂ بنی سعد کے علاقے میں بھی جاتے ہیں جہاں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا رہتی تھیں، جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بچپن میں قیام فرمایا تھا۔

الحمد للہ! ان تمام مقامات کی زیارت نصیب ہوئی ہے، ان شاء اللہ! کبھی اس کی تفصیلات عرض کروں گا۔

طائف میں پھل فروٹ بہت ہوتے ہیں اور آج بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی برکت سے پوری دنیا کے اعلیٰ قسم (Qualety) کے پھل فروٹ ماشاء اللہ مکۂ مکرمہ میں آتے ہیں۔

مکہ میں آج بھی کھیتی نہیں ہوتی

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا میں یہ نہیں کہا کہ: اے اللہ! مکہ میں کھیتی ہو؛ اس لیے کہ مکہ میں کھیتی ہوگی تو کہیں میری اولاد کھیتی میں لگ کر دین نہ چھوڑ دی، دنیادار نہ بن جائے، اسی لیے مکہ کو کھیتی کی جگہ نہیں بنایا؛ بلکہ دعا کی کہ پھل ملے۔

اسی لیے آج بھی مکہ میں کھیتی نہیں ہوتی ہے، مدینہ میں کھیتی ہوتی ہے اور مکہ میں تو اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی برکت سے دنیا بھر کے پھل فروٹ پہنچاتے ہیں۔

ایک خاص اور اہم دعا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا میں ایک خاص بات یہ بھی کہی کہ:

اے اللہ! میں نے میری جوان بیوی اور دودھ پیتے بچے کو اس جنگل میں اس لیے چھوڑا ہے تاکہ کعبہ کی حفاظت ہو اور نماز کا ماحول قائم ہوجائے، فرمایا:

رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ: تاکہ نماز کا ماحول قائم ہوجائے۔

اور ساتھ میں یہ دعا مانگی:

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ۔

ترجمہ: اے ہمارے رب! آپ ہم کو آپ کا پورا فرماں بردار بنا دیجیے اور

ہماری اولاد میں سے بھی ایک ایسی جماعت (امت) پیدا کردیجیے جو آپ کی پوری فرماں برداررہو۔

اس دعامیں اسلام پر بقا، استقامت اور ترقی کی دعا بھی شامل ہے، ایک جلیل القدر نبی اللہ تعالیٰ سے یہ دعا اپنی ذات کے لیے اور اپنی اولاد کے لیے مانگے تو دوسروں کو بھی اس دعا کا خاص اہتمام کرنا چاہیے، خصوصاً اس دور میں ہر ایمان والا ہمیشہ اس دعا کے مانگنے کا اہتمام کرے۔ یہ دعا مانگ کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام چلے گئے۔

توشے کا ختم ہونا اور دودھ کا سوکھ جانا

حضرت اسماعیل علیہ السلام اوران کی ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا دونوں وہاں رہ رہے ہیں، جو پانی تھا وہ ختم ہوگیا اور جو کھجوریں تھیں وہ بھی ختم ہوگئیں۔

اس تنہائی میں حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا برابر اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہتی تھیں، یہ بھی ہماری دینی بہنوں کے سمجھنے کی بات ہے کہ تنہائی میں حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول تھیں، ذرہ برابر بھی اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں رہتی تھیں اور آج کل اگر تنہائی میں وقت ملتا ہے تو ہم موبائل، انٹرنیٹ پر اپنا وقت ضائع کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم کو وقت کی قدر نصیب فرمائے، آمین۔

خیر! تو ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا اپنے بچے کو دودھ پلاتی؛ لیکن آہستہ آہستہ ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو بھی بھوک لگی، پیاس لگی، اتنی بھوک اور پیاس لگی کہ ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا دودھ اترنا بند ہوگیا اور جب دودھ نہیں آتا تو بچے کو بھی بھوک لگی اور معصوم بچہ زمین پر تڑپ رہا ہے، بے چین ہے، ایسی حالت ہوگئی کہ ابھی مرجائے گا۔

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی بے چینی

ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا دور، دور نظر دوڑاتی کہ کوئی انسان نظر آئے تو اس کے پاس کھانا، پانی مانگوں؛ لیکن دور دور تک کوئی انسان نظر نہیں آتا تو ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے سوچا کہ سامنے ''صفا'' پہاڑ ہے اس پر جاؤں، پہاڑ پر چڑھ کر کے دور دور تک دیکھوں، کوئی انسان نظر آجائے تو اس سے کچھ معلومات حاصل ہو اور کھانے پینے کا کوئی ذریعہ ہو جائے۔

کبھی صفا پر کبھی مروہ پر

ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا کبھی صفا پہاڑ تو کبھی مروہ پہاڑ پر چڑھی، دور دور تک کوئی انسان نظر نہیں آیا، پہاڑ پر جاتی پھر بچہ یاد آتا تو نیچے اتر کر بچے کو دیکھنے آتی کہ میرے بچے کا کیا حال ہے؟ دیکھتی کہ بچہ تڑپ رہا ہے، پھر جاتی، پھر بچہ یاد آتا تو بھاگ کر واپس آتی، بس اس طرح سات مرتبہ چکر پورے ہوئے اور حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا امتحان بھی پورا ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے ماں کا دل عجیب بنایا ہے

دینی بہنو! ایک ماں کے لیے اپنی ذات سے زیادہ پیاری بچے کی زندگی ہوتی ہے، ماں کا دل اللہ تعالیٰ نے عجیب بنایا ہے کہ ماں اپنی بھوک برداشت کر لیتی ہے؛ لیکن بچے کی بھوک ماں سے نہیں دیکھی جاتی۔ ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو اپنی بھوک سے زیادہ اپنے معصوم بچے کی بھوک کی فکر تھی، بے چین ہو کر تڑپ رہی ہے، دوڑ رہی ہے۔

حج وعمرہ میں حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی نقل

ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے جیسے چکر لگائے بعینہ یہی طریقہ صفا ومروہ کے چکر میں

ہوتا ہے، عمرہ میں اور حج میں سات چکر لگاتے ہیں۔ جب صفا یا مروہ سے اتر کر نیچے آتے ہیں تو کعبہ کی طرف منہ کر کے دیکھنا بھی مستحب ہے۔

اب تو وہاں ایسی ایسی عمارتیں بن گئیں کہ کعبہ کم نظر آتا ہے، ورنہ مستحب یہی ہے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام کی آمد اور زمزم کے چشمہ کا جاری ہونا

جب حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا مروہ پہاڑ پر تھی تو انھوں نے ایک آواز سنی کہ کوئی انسان بول رہا ہے؛ لیکن کوئی نظر نہیں آتا کہ کون ہے۔

ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا چپ ہوگئی اور دھیان سے سننے لگی، پھر آواز آئی؛ لیکن نظر نہیں آرہا تھا۔ ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے زور سے کہا کہ: اے بولنے والے! تو کون ہے؟ اگر تیرے پاس مدد کا کچھ سامان ہے تو میری مدد کر، مجھے ضرورت ہے، میں پریشان ہوں۔

تھوڑی دیر میں دیکھا تو ایک فرشتہ سامنے کھڑا ہے، یہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اپنی ایڑی لگائی اور اپنا بازو لگایا تو اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے وہاں پر پانی جاری کر دیا۔

زم زم (یعنی رک جا)

جب یہ پانی نکلا تو ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا خوش ہوگئی اور پانی کو ہاتھ میں لیا اور اپنے مٹکے میں بھرنے لگی، خود پینے لگی؛ لیکن پانی بہت زور سے آرہا تھا تو جلدی جلدی ریت، مٹی اور پتھر سے چہار دیواری کا احاطہ کرنے لگی کہ یہ پانی بہہ نہ جائے اور کہنے لگی:

زم زم؛ یعنی رک جا، رک جا، ایک جگہ ٹھہر جا۔

اے کاش کہ!

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:-یہ بخاری شریف کی حدیث میں آپ کو سنا رہا ہوں-کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اسماعیل علیہ السلام کی ماں یعنی حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا پر رحم فرمائے! اگر ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا زمزم کو نہ روکتی تو زمزم بہتا ہوا ایک پانی کا چشمہ ہوجاتا، پانی کی ندی بن جاتی۔ (بخاری: ۳۳۶۴)

ایک عورت ذات کی قربانی کی برکت

میری دینی بہنو! یہ زمزم ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی قربانی کی برکت ہے، قیامت تک آنے والے انسان جو زمزم کا پانی جو پی رہے ہیں اور پئیں گے یہ ایک عورت ذات کی قربانی ہے، ایک جوان عورت اپنے دودھ پیتے بچے کو لے کر جنگل میں رہی، اللہ تعالیٰ نے اس کی برکت سے زمزم کا پانی انسانوں کو عطا فرمایا۔

جبرئیل علیہ السلام نے کہا: ہاجرہ! گھبراؤ مت، اللہ تعالیٰ تمھیں برباد نہیں کریں گے، یہاں خدا کا گھر کعبہ ہے، یہ جو تمھارا چھوٹا بچہ ہے وہ اور اس کے ابا ابراہیم علیہ السلام دونوں مل کر کے خدا کا گھر کعبہ بنائیں گے اور یہاں خدا کا گھر آباد ہوگا، شہر بن جائے گا۔

زمزم کے پانی کی برکتیں

چنانچہ زمزم کے پانی کی برکت سے ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو دودھ اترنا شروع ہوگیا، ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا تو کام بن گیا، پانی پیتی اور اپنے بچے کو دودھ پلاتی۔

اور اللہ تعالیٰ نے زمزم میں یہ طاقت رکھی ہے کہ جس نیت سے پیو اللہ تعالیٰ وہ

نیت پوری فرماتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے:

ماءُ زمزم لِمَا شُرِبَ لَهُ. (ابن ماجہ: ۳۰۶۲، عن جابر)

زمزم کا پانی جس نیت سے پیو اللہ تعالیٰ اس نیت کو پوری فرمائیں گے۔

کسی کو بھوک لگی ہو وہ زمزم پیے اللہ تعالیٰ بھوک دور فرمائیں گے۔

بیمار یقین کے ساتھ پیے تو اللہ تعالیٰ شفا عطا فرمائیں گے۔

زمزم کی برکت سے شفا

متعدد حضرات نے زمزم کو شفا کے لیے بھی استعمال کیا اور بہت سوں کو فائدہ بھی ہوا، ضرورت ہے یقین کی۔

میرے بڑے بھائی صاحب کو ہاتھ میں ہتھیلی کے پیچھے چمڑی پر ایک خاص قسم کا مرض ہوتا تھا جس میں بڑے پریشان رہتے تھے، بہت علاج معالجے ہوئے، چمڑی کے ماہر ڈاکٹروں سے بھی علاج کا سلسلہ رہا؛ لیکن خاطر خواہ افاقہ نہیں ہوتا تھا، بس عارضی طور پر کچھ فائدہ ہو جاتا، جب حج کا سفر ہوا تو کئی روز تک خاکِ مکہ اور زمزم دونوں کو ملا کر اس کو ہاتھ پر لگایا، الحمد للہ! زمزم اور خاکِ مکہ کی برکت سے وہ مرض بالکل ہی ختم ہو گیا۔

دنیا کے بڑے بڑے ڈاکٹر اس پانی کی مختلف لیبارٹری میں جانچ کر چکے ہیں، وہ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ: اس وقت دنیا میں سب سے عمدہ پانی ''زمزم'' ہے۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس کی قدر نصیب فرمائے، آمین۔

آگے والا قصہ ان شاء اللہ آئندہ مجلس میں سنائیں گے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجۂ محترمہ

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ

(دوسری قسط)

اقتباس

ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا ایک ماں، اس کا ایک ہی بچہ، جس کو جنگل میں اکیلے رہ کر کے بڑی قربانیوں سے پالا، اس ماں کو بچے سے کتنی محبت ہوگی؟

لیکن اس ماں نے جواب دیا کہ: اگر اللہ تعالیٰ کا حکم ہے تو ضرور میرے بیٹے کو ذبح کریں، مجھے کوئی فکر نہیں ہے۔

شیطان یہ سوچتا تھا کہ ہاجرہ روئے گی، چلّائے گی، جنگل کی طرف اپنے بیٹے کو بچانے دوڑے گی؛ لیکن جب اس نے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا یہ جواب سنا تو وہ ناامید ہوگیا۔

آج ہمیں اپنے بچوں کو چالیس دن، چار مہینے جماعت میں بھیجنا بھاری پڑتا ہے، سات سال، پانچ سال عالم اور حافظ بننے کے لیے مدرسے میں بھیجنا بھاری پڑتا ہے اور وہ ماں تھی جو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے بیٹے کو کٹوانے خوشی خوشی تیار ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق دے کہ ہم اپنے بچوں کو دین کے لیے، حافظ اور عالم بننے کے لیے مدرسوں میں بھیجیں، یہ بچے جماعت میں جائیں گے، حافظ بنیں گے، عالم بنیں گے تو ان شاء اللہ آپ کو آخرت میں کام آئیں گے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا،مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ شَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ،صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَ اَھلِ بَیْتِہٖ وَاَھلِ طَاعَتِہٖ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً

اَمَّا بَعْدُ!فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْٓ اِلَیْھِمْ وَارْزُقْھُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّھُمْ یَشْکُرُوْنَ ۳۷ (الابراھیم)

ترجمہ: اے ہمارے رب! میں نے اپنی بعض (ایک) اولاد کو آپ کے محترم گھر (کعبہ) کے پاس ایک ایسی وادی (میدان) میں۔ جہاں کسی قسم کی کوئی کھیتی نہیں ہے۔ لاکر کے بسایا ہے (یہ بسانے کا کام اس لیے کیا) اے ہمارے رب! تاکہ یہ نماز قائم کریں، لہذا بعض لوگوں کے دلوں میں ان کی طرف کشش پیدا کردیجیے۔

(اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام دعا میں ’’بعض‘‘ کی قید نہ لگاتے تو ساری دنیا آکر مکہ میں آباد ہوجاتی اور مکہ کی وسعت کیسے ہوتی؟)

اوران کو پھلوں کا رزق عطافرمایئے؛ تاکہ وہ لوگ شکر کرنے والے بن جائیں۔

(حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا بتلاتی ہے کہ اولاد کے لیے معاشی ضروریات

وراحت کا انتظام حسبِ طاقت باپ کے ذمّے ہے)۔

گذشتہ سے پیوستہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نیک بیوی ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا قصہ چل رہا تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی بیوی کو لے کر مکۂ مکرمہ ہجرت کر گئے، اپنی جوان بیوی اور دودھ پیتے بچے کو ایک جنگل میں لے جا کر کے رکھ دیا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتلائے ہوئے مبارک نام

آپ کو کل ایک بات بتلائی گئی تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلے بیٹے کا ’’اسماعیل‘‘ نام فرشتے کے بتلانے سے رکھا گیا تھا۔

تو کچھ مبارک نام ایسے ہیں جو خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے رکھے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ کے بتلائے ہوئے مبارک نام ہیں، جیسے: اسحاق، یعقوب، یحییٰ، عیسیٰ، احمد۔

یہ سب نام ہیں جو خود اللہ تعالیٰ کے رکھے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے بتلائے ہوئے ہیں؛ اس لیے ہم کو اپنے بچوں کے، اپنی اولاد کے ایسے نام رکھنے چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت پیارے نام

حدیث میں آتا ہے کہ: ’’عبد اللہ، عبید اللہ، عبد الرحمن، محمد‘‘ یہ سب نام بھی اللہ تعالیٰ کو بہت پیارے ہیں؛ لہذا ایسے اچھے اچھے نام ہمیں رکھنے چاہیے۔

باقی قصہ

کل قصہ یہاں تک پہنچا تھا کہ زمزم کا پانی نکل آیا اور ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے اس

کو احاطے میں کرلیا۔

خانۂ کعبہ کی بنیاد کی حفاظت کا عجیب وغریب خدائی نظام

اس وقت کعبہ ایک ٹیلے کی شکل میں تھا اور اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت کہ بارش ہوتی، پانی آتا، سیلاب آتا تو آس پاس سے بہہ کر کے چلا جاتا اور جس ٹیلے میں کعبہ شریف تھا اس کے اوپر پانی نہیں آتا تھا۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت تھی، اللہ تعالیٰ نے اس طرح کعبہ کی بنیاد کی حفاظت فرمائی تھی۔

ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا یہاں رہنے لگی، اپنے بچے کی پرورش کرتی رہی۔

قبیلۂ جُرہم کی آمد

اتنے میں ایک قبیلہ، ایک خاندان جس کا نام ''جُرہم'' ہے اس کے کچھ لوگ ''کُدیٰ'' کے راستے سے مکہ آئے۔

یہ کدی ایک محلے کا نام ہے، آج بھی مکہ میں کدی نام کا ایک محلہ ہے۔

وہ لوگ کدی کے راستے سے مکہ آئے اور مکہ میں جو نشیبی یعنی نیچان والا علاقہ ہے وہاں اترے، یہ جرہم قبیلہ کے لوگ پہلے بھی بہت سی مرتبہ مکہ آئے تھے؛ لیکن کبھی مکہ کے آس پاس کوئی پرندہ نظر نہیں آیا تھا، اس مرتبہ جو جرہم کے لوگ آئے تو ان کو ایک پرندہ اڑتا ہوا نظر آیا، یہ لوگ آپس میں بات چیت کرنے لگے کہ کبھی یہاں کوئی پرندہ نظر نہیں آتا ہے، اس مرتبہ یہ پرندہ نظر آرہا ہے تو یہاں آس پاس پانی ہونا چاہیے۔

انھوں نے اپنے ایک یا دو آدمی کو ڈھونڈنے کے لیے بھیجا کہ جاؤ اور جا کر

جنگل میں آس پاس دیکھو کہ کہیں پر پانی ہے؟

یہ دونوں آدمی ڈھونڈنے کے لیے نکلے، انھوں نے آکر کہ دیکھا کہ ماشاء اللہ! زمزم کا پانی ہے اور ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام ان کے پاس ہے۔

ان دو آدمیوں نے جا کر اپنے قبیلے کے دوسرے لوگوں کو خبر کی کہ اب تو یہاں جنگل میں پانی ہے اور کوئی عورت اور بچہ بھی ہے۔

قبیلۂ جرہم کا ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے وہاں رہنے کی اجازت لینا

سب لوگ دیکھنے کے لیے آئے، ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا پانی کے پاس بیٹھی ہوئی تھی، جرہم قبیلے کے لوگوں نے آکر کہا کہ: اگر آپ اجازت دو تو ہم آپ کے پاس یہاں جنگل میں رہنے لگیں اور یہاں اپنا مکان بنالیویں۔

وہ سمجھتے تھے کہ یہ عفت مآب عورت کوئی معمولی نہیں ہے؛ بلکہ اللہ تعالیٰ کی پیاری کوئی مقبول بندی ہے جس کی خاطر ریتیلی زمین میں پانی کا یہ چشمہ جاری ہوا ہے۔

اجازت ہے؛ لیکن پانی پر حق میرا رہے گا

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہاں! تم بھی آکر رہو، تمھارے لیے اجازت ہے؛ لیکن یہ جو زمزم کا پانی ہے اس پر تمھارا کوئی حق نہیں ہوگا، تم پی سکتے ہو، استعمال کر سکتے ہو؛ لیکن تم اس کے مالک نہیں بنو گے۔

ان لوگوں نے کہا کہ: ہاں! ہم پکا وعدہ کرتے ہیں کہ آپ کی یہ شرط پوری کریں گے اور آپ کا بچہ بڑا ہو کر اگر ہم کو نکالنا چاہے تو ہم فوراً نکل جاویں گے۔

جنگل میں آبادی

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے سوچا کہ یہ لوگ یہاں آکر رہیں تو جنگل میں کچھ ساتھ دینے والے مل جائیں اور یہ جنگل میں شہر بن جاوے، آبادی ہوجاوے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اسی کی دعا مانگی تھی۔

چنانچہ یہ قبیلۂ جرہم کے لوگ گئے اور اپنے پورے قبیلے کو بلاکر یہاں لے آئے اور انھوں نے اپنے چھوٹے چھوٹے مکان بنالیے، اس کی وجہ سے مکہ شہر بن گیا۔

سب سے پہلے مکہ شہر کی بنیاد رکھنے والے

تو مکہ شہر کی نئی شروعات ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ہوئی اور پھر جرہم قبیلے کے لوگ یہاں آکر رہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا عربی زبان سیکھنا

حضرت اسماعیل علیہ السلام آہستہ آہستہ بڑے ہوگئے، حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جرہم قبیلے کے لوگوں سے عربی زبان سیکھی، ان کی زبان عربی نہیں تھی؛ کیوں کہ وہ تو فلسطین سے آئے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تو عراق کے رہنے والے تھے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا نکاح

حضرت اسماعیل علیہ السلام بہت خوب صورت بھی تھے تو جیسے جیسے بڑے ہونے لگے تو پورے جرہم قبیلے کے لوگ ان سے محبت کرنے لگے، ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام بالغ ہوگئے تو جرہم قبیلے کے لوگوں نے اپنے قبیلے

کی ایک لڑکی کے ساتھ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی کروادی۔

ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا انتقال اوران کی قبر

تھوڑے دنوں میں ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوگیا، ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی قبر کہتے ہیں کہ: جو حطیم والا حصہ ہے اس میں ہے۔

ایک بہت ہی اہم سبق

ابھی آگے والی حدیث بھی بخاری شریف کی حدیث ہے، اس میں ایک بہت اہم سبق ہے، اسی لیے یہ حدیث میں آپ کو سنا رہا ہوں: حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی اس دوسری بیوی حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور بیٹے اسماعیل علیہ السلام کے پاس براق پر بیٹھ کر کبھی کبھی تشریف لاتے تھے، پھر چلے جاتے تھے۔

حلال روزی تلاش کرنا یہ انبیا کا طریقہ رہا ہے

بہت دنوں کے بعد ایک مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آنا ہوا تو پتہ چلا کہ ان کی بیوی حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا تو انتقال ہوگیا ہے اور بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی ہوگئی ہے، حضرت اسماعیل علیہ السلام اس وقت گھر میں نہیں تھے، وہ روزی روٹی کے لیے باہر گئے ہوئے تھے؛ چوں کہ اب بیوی ہوگئی؛ لہذا اب خرچے کی فکر ہوئی۔

دروازے کی چوکھٹ بدل ڈالے

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آکر دیکھا کہ گھر میں تو بہو ہے، اس کو سوال کیا کہ:
بیٹی! تمھارا شوہر اسماعیل کہاں گیا؟ اور تمھاری زندگی کیسی چل رہی ہے؟

وہ پہچانتی نہیں تھی کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں، میرے شوہر کے ابا ہیں۔
اس نے کہا کہ: میرے شوہر تو کہیں روزی کی فکر میں گئے ہیں پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے شکایت کرنے لگی کہ ہم تو بہت بری حالت میں رہتے ہیں، بہت تنگی ہے، کھانے پینے کی بھی بہت تکلیف ہے، بہت فریادیں کیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سب شکایتیں سنتے رہے، سب فریادیں سنتے رہے، پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واپسی کا ارادہ ہوا تو فرمایا کہ: میں جارہا ہوں، جب تمھارے شوہر گھر پر آوے تو ان کو سلام کہہ دینا اور یوں کہنا کہ: دروازے کی چوکھٹ بدل ڈالے۔ یہ کہہ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام چلے گئے۔

نبی کی نورانیت اور خوشبو کا احساس

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام آئے تو انھوں نے محسوس کیا کہ گھر میں کوئی آکر گیا ہے، حقیقت میں وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خوشبو تھی؛ چوں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے اور نبی گھر میں آکر گئے تو نبی کی برکت، نبی کی نورانیت، نبی کی خوشبو ان کو گھر میں محسوس ہوئی۔

اسماعیل علیہ السلام اور ان کی پہلی بیوی کے درمیان سوال وجواب

اس لیے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فوراً اپنی بیوی سے پوچھا کہ: کوئی گھر میں آیا تھا؟

بیوی نے جواب دیا کہ: ہاں! ایک بزرگ آئے تھے، ایسی ایسی شکل اور ایسی ایسی صورت تھی، ایسا ان کا جسم تھا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے پوچھا کہ: اس بزرگ نے آکر کچھ پوچھا تھا؟
بیوی نے جواب دیا کہ: تمھارے متعلق پوچھا تھا کہ اسماعیل کہاں ہیں؟
اسماعیل: تم نے کیا جواب دیا تھا؟ بیوی: میں نے کہا کہ وہ تو باہر گئے ہیں۔
اسماعیل: پھر کیا پوچھا؟ بیوی: تمھاری زندگی کیسی گذر رہی ہے؟
اسماعیل: تو نے کیا جواب دیا؟
بیوی: میں نے جواب دیا کہ ہم پر بہت تکلیف ہیں، بہت تنگی ہیں۔
اسماعیل: کوئی پیغام دیا ہے؟
بیوی: انھوں نے مجھے یوں کہا تھا کہ ''اسماعیل کو سلام کہہ دینا'' اور ساتھ میں یوں کہہ دینا کہ ''دروازے کی چوکھٹ بدل ڈالے''۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا اپنی بیوی کو طلاق دینا

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ: وہ آنے والے بزرگ کوئی اور نہیں تھے، وہ میرے ابا جان، اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور انھوں نے مجھے جو یہ ''چوکھٹ بدلنے کا'' حکم دیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں تجھ کو طلاق دے دوں؛ لہٰذا اب تجھ کو طلاق ہے، تو اپنے گھر پر چلی جا، مجھے اب تیرے ساتھ نہیں رہنا ہے۔

ناشکری کی وجہ سے طلاق

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بہو کو طلاق دینے کے لیے کہہ کر کے گئے؛ اس لیے کہ اس کی زبان پر ناشکری آئی تھی، اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری آئی تھی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ چیز پسند نہ آئی کہ ایک نبی کے گھر میں رہتے ہوئے کوئی عورت ناشکری

کرے۔ایسے تو ناشکری کوئی بھی کرے اچھی چیز نہیں ہے۔

ناشکری بڑی خطرناک چیز ہے

میری دینی بہنو! سوچنے کا مقام ہے کہ یہ ناشکری کتنی خطرناک بری عادت ہے؛اس لیے کبھی اپنی زبان پر ناشکری مت لاؤ، اللہ تعالیٰ جونعمت دیوے خدا کا شکر ادا کرکے کھاؤ، خدا کا شکرادا کرکے پہنو، خدا کا شکرادا کرکے استعمال کرو۔

آج دنیا میں بہت سارے لوگ خیموں (کیمپوں) میں زندگی گزاررہے ہیں

اللہ تعالیٰ نے ہمیں بہت ساری نعمتوں سے نوازا ہے،اس وقت دنیا میں ہزاروں مسلمان بہنیں بے چاری کیمپوں میں زندگی گزاررہی ہیں،ان کے مکان اجاڑ دیے گئے، بہت مصیبت میں وہ زندگی گزاررہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہم کو بڑی راحت میں رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی نورانیت وبرکت

دوسری بات یہ کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو معلوم بھی نہیں تھا کہ ابا آکر گئے؛ لیکن ابا جان کے آنے کی خوشبو،نورانیت اور برکت ان کو اپنے گھر میں معلوم ہوئی،لہذا انھوں نے فوراً اپنی بیوی سے پوچھا کہ کوئی گھر میں آیا تھا؟

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ کوئی اللہ کا نیک بندہ یابندی کسی جگہ پر ہو اور آکر چلے بھی جاویں تو اس کی نورانیت، اس کی برکت گھر میں باقی رہتی ہے۔

ہمارا سلسلہ

ہم جو بیعت کرتے ہیں وہ چشتیہ سلسلہ ہے: میرے پیر حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ۔ ان کے پیر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فضائل اعمال والے۔ ان کے پیر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ۔ ان کے پیر قطبِ عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ۔ ان کے پیر حضرت حاجی امداد اللہ مہاجرِ مکی رحمۃ اللہ علیہ۔ اور ان کے پیر حضرت میاں جی نور محمد جھنجانوی رحمۃ اللہ علیہ، یہ ہمارا سلسلہ ہے۔

چھتیس سال تک ایک جگہ بیٹھ کر قرآن سکھانا

حضرت میاں جی نور محمد جھنجانوی رحمۃ اللہ علیہ اتنے بڑے اللہ کے ولی تھے کہ وہاں سہارنپور تھانہ بھون کے قریب لوہاری نام کا ایک چھوٹا سا گاؤں ہے، وہاں حضرت میاں جی نور محمد جھنجانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً چھتیس (۳۶) سال ایک جگہ بیٹھ کر بچوں کو قرآن پڑھایا اور وہاں بیٹھ کر کے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا۔

ڈیڑھ سو (۱۵۰) سال گذرنے کے باوجود کمرے میں نورانیت

جس کمرے میں بیٹھ کر کے حضرت ذکر کرتے تھے۔ ان کے انتقال کے ایک سو پچاس (۱۵۰) سال سے زیادہ زمانہ گذرنے کے باوجود، آج بھی اس کمرے میں قدرتی خوشبو نکلتی ہے۔

میں خود وہاں حضرت کے کمرے میں گیا ہوں اور وہاں بیٹھ کر میں نے ذکر بھی

کیا ہے، عجیب قدرتی نورانیت اور خوشبو وہاں محسوس ہوتی ہے۔

جہاں بھی کوئی اللہ تعالیٰ کا نیک بندہ صرف آکر گذر بھی جاتا ہے وہاں قدرتی طور پر نورانیت کا احساس ہوتا ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا دوسرا نکاح

خیر! تو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور اس کے بعد اسی قبیلۂ جرہم کی ایک دوسری عورت سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا نکاح ہو گیا، نکاح کے بعد دونوں میاں بیوی اطمینان سے رہنے لگے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دوبارہ مکہ آنا

ایک دن پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کی خبر لینے کے لیے آئے تو اس مرتبہ بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام گھر میں موجود نہیں تھے اور گھر میں نئی بہو تھی۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نئی بیوی کے حسن اخلاق

پہلی بہو نے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعظیم اور مہمان نوازی نہیں کی تھی؛ لیکن اس نئی بہو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ: آپ سواری سے اتریئے، اندر تشریف لائیے اور کھانا تناول فرمالیجیے، یہاں رہیے۔ وہ بھی پہچانتی نہیں تھی کہ یہ ہمارے خسر ہیں؛ لیکن اس نے ایک بزرگ کو دیکھا، نورانی شکل دیکھی تو اس نے خود اکرام کیا۔

شکر گزار عورت

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس نئی بہو سے پوچھا کہ: اسماعیل کہاں ہے؟

اس نے کہا کہ: وہ تو روزی روٹی کی تلاش میں گئے ہوئے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا کہ: تمھاری زندگی کیسی گذر رہی ہے؟

تو وہ کہنے لگی کہ: الحمدللہ! بہت اچھی طرح ہماری زندگی گذر رہی ہے، اس نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

گوشت اور پانی میں برکت کی دعا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا کہ: تم کیا کھاتے ہو؟

اس نے کہا کہ: ہم گوشت کھاتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا کہ: کیا پیتے ہو؟

تو کہا: یہی پانی پیتے ہیں، وہاں زمزم کا پانی تھا۔

تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وہاں کھڑے کھڑے دعا کی کہ: اے اللہ! ان کے گوشت اور ان کے پانی میں برکت عطا فرمائیے۔

خسر کو اپنی بہو اور بیٹے کے حالات معلوم کرتے رہنا چاہیے

اس سوال اور جواب سے ایک بات یہ سیکھنے کو ملی کہ خسر کو اپنے بیٹے اور بہو کی خیر خبر لینی چاہیے، ان کی خیر خبر پوچھتے رہنا چاہیے کہ کیسی ان کی زندگی گذر رہی ہے۔ اور ان کے لیے برکت کی دعا بھی کرنی چاہیے۔

مکہ کے کھانے پینے میں برکت کی وجہ

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا پر ارشاد فرمایا: مکہ میں

کھانے، پینے میں کی جو بہتات ہے یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی برکت سے ہے۔

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کے گھر آئے تھے اس وقت ان کے گھر میں اناج نہیں تھا، اگر اس وقت ان کے گھر میں اناج ہوتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اس میں بھی برکت کی دعا فرماتے۔

(ابن کثیر: ۱/۴۲۹، سورۃ البقرۃ)

روٹی اور چاول کے بغیر صرف گوشت کھالینا

ایک اور حدیث میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: صرف گوشت کھا کر اور پانی پی کر رہنا یہ مکہ والوں کے مزاج کی بات ہے، یعنی یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی برکت ہے۔ باقی دنیا میں کوئی آدمی ایسا کرے کہ صرف گوشت کھائے اور پانی پیوے، ساتھ میں روٹی یا چاول نہ کھاوے تو وہ بیمار ہو جائے گا، یہ صرف مکہ والوں کی خوبی ہے کہ صرف گوشت اور پانی ان کی طبیعت کو موافق آسکتا ہے۔

دروازے کی چوکھٹ باقی رکھنا

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام جانے لگے تو جاتے جاتے کہا کہ: بیٹی! تمھارے شوہر اسماعیل آئے تو ان کو میرا سلام کہہ دینا اور یہ کہنا کہ: اپنے دروازے کی چوکھٹ کو باقی رکھے، یہ بات کہہ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام روانہ ہو گئے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے اپنی دوسری بیوی سے سوالات

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام گھر پر آئے تو اپنی بیوی سے پوچھا کہ: کیا گھر میں

کوئی آیا تھا؟

بیوی نے کہا کہ: ایک بزرگ تشریف لائے تھے، پھر بیوی نے اس بزرگ کی بہت تعریف کی۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے پوچھا کہ: اس آنے والے بزرگ نے میرے متعلق کچھ پوچھا تھا؟

بیوی: پوچھا تھا تو میں نے کہا کہ: وہ تو روزی روٹی ڈھونڈنے گئے ہیں۔

اسماعیل: اور کچھ پوچھا تھا؟

بیوی: ہاں! یوں پوچھا تھا کہ: تمھاری زندگی کیسی چل رہی ہے؟

تو میں نے جواب میں کہا کہ: ہم بہت اچھی حالت میں ہیں، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے ہم بہت خوش ہیں۔

اسماعیل: اس بزرگ نے کوئی وصیت، کوئی نصیحت کی ہے؟

بیوی: ہاں! وہ آپ کو سلام کہہ گئے ہیں اور ساتھ میں یہ حکم دے گئے ہیں کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ باقی رکھنا۔

اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ: وہ آنے والے بزرگ میرے ابا جان تھے اور چوکھٹ تو ہے، انھوں نے مجھے حکم دیا کہ میں تیرے ساتھ رہوں، تجھے طلاق نہ دوں۔

شکر کی وجہ سے طلاق دینے سے منع فرمایا

میری دینی بہنو! دوسری بیوی کو جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے طلاق دینے سے منع کیا اور باقی رکھنے کے لیے فرمایا؛ اس لیے کہ اس دوسری بیوی کی زبان پر اللہ تعالیٰ کا

شکر تھا، نعمت کی شکر گزاری تھی۔

شکر گزاری بہت بڑی نعمت ہے

میری دینی بہنو! یہ شکر گزاری کتنی بڑی نعمت ہوگی، آپ اندازہ لگاؤ، یہی دوسری بیوی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ پوری زندگی رہی اور نسل چلتے چلتے آگے اسی نسل سے میرے اور آپ کے آقا، تاجدارِ مدینہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور اسماعیل علیہ السلام ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے ہیں اور ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا مصر کے بادشاہ کی بیٹی تھی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے ساتھ دوسری شادی کی تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تیسری مرتبہ مکہ کی حاضری

چند دنوں کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام پھر آئے تو دیکھا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام گھر پر ہے اور ایک بڑے درخت کے نیچے زمزم کے قریب تیر درست کر رہے تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آتے دیکھا تو حضرت اسماعیل علیہ السلام بہت خوش ہو گئے کہ میرے ابا جان آئے اور کھڑے ہو کر اپنے ابا جان کی ملاقات کی، گلے لگے، باپ بیٹے بڑی محبت سے ملے۔

خانۂ کعبہ کی تعمیر

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آکر کہا کہ: بیٹا! میں ایک کام لے کر آیا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ہم دونوں باپ بیٹے کو مل کر اللہ تعالیٰ کا گھر کعبہ بنانا ہے، چنانچہ ابا جان حضرت

ابراہیم علیہ السلام کے کہنے پر حضرت اسماعیل علیہ السلام تیار ہوگئے اور باپ بیٹے دونوں نے مل کر پورا کعبہ شریف نیا تعمیر فرمایا، تیسرے سفر کے موقع پر یہ کام ہوا ہے۔

نیک کام کر کے فخر اور تکبر نہیں کرنا چاہیے

کعبہ شریف کی تعمیر ہوئی تو اس کی وجہ سے دل میں بڑائی کا خیال آ سکتا تھا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے دین کا بہت بڑا کام کیا؛ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں کچھ بڑائی کا خیال نہیں آیا اور بڑے لوگوں میں بڑائی ان کو متواضع بنا دیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حکم سے کعبۃ اللہ کی تعمیر اس کے باوجود اس کی قبولیت کی دعا

بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے دعا کر رہے ہیں:

رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ ﴿۱۲۷﴾ (البقرۃ)

ترجمہ: (اور دونوں حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام دعا کر رہے تھے) اے ہمارے رب! آپ ہم سے (کعبہ کی تعمیر کی خدمت کو) قبول کر لیجیے، یقینا آپ ہی (ہر ایک کی دعا) سننے والے (اور ہر ایک کی دلی نیت کو) اچھی طرح جاننے والے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی: اے اللہ! میری نیکیوں کو، میرے اچھے کاموں کو قبول فرما لیجیے، میں نے تو اپنی جوان بیوی اور دودھ پیتے بچے کو ہجرت کرائی ہے۔ جنگل میں لا کر رکھا۔ کعبہ شریف بنایا۔ میری اِن سب نیکیوں کو قبول فرما لیجیے۔

ہر نیک عمل کی قبولیت کی دعا کرتے رہنا چاہیے

میری دینی بہنو! میں آپ سب کو کہتا ہوں کہ: ہم نماز پڑھتے ہیں، تراویح

پڑھتے ہیں، تہجد پڑھتے ہیں، صدقہ وخیرات کرتے ہیں، تسبیح پڑھتے ہیں، قرآن پڑھتے ہیں، تو ساتھ ساتھ میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا بھی کرو کہ: اے اللہ! ہماری نیکیوں کو قبول فرمالیجیے۔ اس کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا بہت پیاری ہے جو قرآن میں آئی کہ: رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ ﴿۱۲۷﴾ (البقرۃ)

اے اللہ! ہماری تمام نیکیوں کو، ہمارے تمام اچھے کاموں کو آپ قبول فرمالیجیے، آپ دعا کو قبول کرنے والے ہیں، آپ ہماری دعاؤں کو سنتے ہیں، ہمارے دل کی نیتوں کو جانتے ہیں۔

ذبح والا واقعہ

ایک مشہور قصہ ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں بھی ایک مرتبہ ہوا تھا، ابھی تو حضرت اسماعیل علیہ السلام بچے تھے، بڑے نہیں ہوئے تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام آتے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آئے اور اپنے بیٹے کو کہا: بیٹا میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کررہا ہوں۔

چھوٹے سے بچے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا: ابا جان! اللہ تعالیٰ نے آپ کو مجھے ذبح کرنے کا حکم دیا ہے تو آپ مجھ کو ذبح کردیجیے، میں صبر کروں گا۔

یہ بات بھی قرآن مین موجود ہے:

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعۡىَ قَالَ يٰبُنَىَّ اِنِّىۡۤ اَرٰى فِى الۡمَنَامِ اَنِّىۡۤ اَذۡبَحُكَ فَانۡظُرۡ مَاذَا تَرٰى ؕ قَالَ يٰۤاَبَتِ افۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ ۖ سَتَجِدُنِىۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيۡنَ ﴿۱۰۲﴾

ترجمہ: پھر جب وہ لڑکا (یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام) ان (حضرت ابراہیم

علیہ السلام) کے ساتھ چلنے پھرنے کے لائق ہو گیا تو انھوں نے (یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے) کہا: اے میرے بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں تو تمھاری کیا رائے ہے؟

اس (بیٹے) نے کہا: اے میرے ابا! آپ کو جو حکم دیا جا رہا ہے اس کو کر ڈالیے، ان شاء اللہ! آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ (الصافات)

عجیب خواب

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب دیکھا تھا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ:

اے ابراہیم! اللہ تعالیٰ کے نام پر اپنے بیٹے اسماعیل کو ذبح کرو۔

یہ ذی الحجہ کی آٹھ (۸) تاریخ تھی، صبح سے شام تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں الگ الگ خیالات آتے رہے، کبھی وسوسہ آتا کہ یہ کوئی شیطانی خواب ہے اور کبھی یہ خیال آتا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی سچا خواب ہے جس پر مجھے عمل کرنا چاہیے، پورا دن شک میں گذر گیا؛ اس لیے آٹھ تاریخ کو "یَوْمُ التَّرْوِیَۃِ" یعنی شک کا دن کہتے ہیں، یہ ایک وجہ تسمیہ ہے۔

پھر نو (۹) ذی الحجہ کو وہی خواب نظر آیا اور آپ نے پہچان لیا کہ یہ خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے؛ اس لیے اس کو "یَوْمُ الْعَرَفَۃ" کا نام دیا جاتا ہے اور کس طرح عمل کرنا ہے اس کی فکر میں یہ پورا دن گذرا۔

پھر دسویں (۱۰) کو یہ خواب تیسری مرتبہ نظر آیا اور اسی روز حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا واقعہ ہوا؛ اس لیے اس کو "یَوْمُ النَّحر" قربانی کا دن کہتے ہیں۔

بڑے کی ملاقات کے لیے

روایتوں میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نہیں چاہتے تھے کہ ماں کے سامنے بیٹے کو ذبح کریں، ماں کا دل کیسے برداشت کرے گا؟

لہذا حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس سے ہٹا کر دور کہیں جنگل میں لے جا کر ذبح کا پروگرام بنایا، حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ: اپنے بیٹے اسماعیل کو تیار کر دو، میں اس کو کسی بڑے کی ملاقات کے لیے لے جاتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ سے بڑا کون ہوسکتا ہے؟

دینی بہنو! اللہ تعالیٰ سے بڑا کون ہوسکتا ہے؟

ماں نے جلدی جلدی اپنے بیٹے کو غسل کرایا، نئے کپڑے پہنائے اور ابا جان کے ساتھ بھیج دیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے لے کر چلے۔

بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے یہ فرمایا کہ: بیٹا! چھری اور رسّی لے لو، چلو جنگل کی طرف، ظاہر ہے کہ رسی اور چھری لے کر جنگل کی طرف جانا اس لیے ہوتا ہے کہ لکڑی کاٹنے کا ارادہ ہوگا، حضرت اسماعیل علیہ السلام نے گھر میں سے لمبی رسی اور تیز چھری لے لی اور چل دیے۔

منیٰ میں مسجد الکبش تک لے گئے

اللہ تعالی مجھے اور آپ کو زندگی میں بار بار مکہ مدینہ لے جاوے، آمین۔

دیکھو! حضرت اسماعیل علیہ السلام جہاں کعبہ ہے وہاں پر رہتے تھے اور کعبہ کے

پاس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام لے کر کے چلے اور منیٰ لے گئے۔

منیٰ میں جب ہم داخل ہوتے ہیں تو جہاں شیطان کو تین جگہ کنکر مارتے ہیں وہاں مسجدِ خیف ہے، اس کے قریب ایک دوسری مسجد تھی، وہ مسجد اب ٹوٹ گئی جس کا نام ''مسجد الکبش'' تھا۔ ''کبش'' ایک جانور کو کہتے ہیں۔ وہاں تک جنگل میں لے گئے اور وہاں لے جا کر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کی کوشش کی تھی۔

شیطان مردود کا ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو بہکانے کی کوشش کرنا

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لے کر چلے گئے تو شیطان مردود گھر پر ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور آکر کہنے لگا کہ: تمھارا بچہ اسماعیل کہاں ہے؟

ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ: وہ تو اپنے ابا کے ساتھ کسی بڑے کی ملاقات کے لیے گیا ہے۔

شیطان مردود ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو کہنے لگا کہ: نہیں! کسی بڑے کی ملاقات کے لیے نہیں گئے ہیں؛ بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو تمھارے بیٹے کو کاٹنے کے لیے، ذبح کرنے کے لیے لے گئے ہیں۔

ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا کہنے لگی کہ: کبھی کوئی باپ اپنے بیٹے کو کاٹتا ہے؟

شیطان کہنے لگا کہ: ابراہیم کو ان کے اللہ نے خواب میں بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا ہے؛ اس لیے وہ ذبح کرنے کے لیے لے کر گئے ہیں۔

ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا ایمان افروز جواب

ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا ایک ماں، اس کا ایک ہی بچہ، جس کو جنگل میں اکیلے رہ کر کے

بڑی قربانیوں سے پالا، اس ماں کو بچے سے کتنی محبت ہوگی؟

لیکن اس ماں نے جواب دیا کہ: اگر اللہ تعالیٰ کا حکم ہے تو ضرور میرے بیٹے کو ذبح کریں، مجھے کوئی فکر نہیں ہے۔

شیطان یہ سوچتا تھا کہ ہاجرہ روئے گی، چلّائے گی، جنگل کی طرف اپنے بیٹے کو بچانے دوڑے گی؛ لیکن جب اس نے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا یہ جواب سنا تو وہ ناامید ہوگیا۔

کیسے جذبے والی وہ مائیں ہوا کرتی تھیں!

آج ہمیں اپنے بچوں کو چالیس دن، چار مہینے جماعت میں بھیجنا بھاری پڑتا ہے، سات سال، پانچ سال عالم اور حافظ بننے کے لیے مدرسے میں بھیجنا بھاری پڑتا ہے اور وہ ماں تھی جو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے بیٹے کو کٹوانے خوشی خوشی تیار ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق دے کہ ہم اپنے بچوں کو دین کے لیے، حافظ اور عالم بننے کے لیے مدرسوں میں بھیجیں، یہ بچے جماعت میں جائیں گے، حافظ بنیں گے، عالم بنیں گے تو ان شاء اللہ! آپ کو آخرت میں کام آئیں گے۔

شیطان حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس

شیطان حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے مایوس ہوکر حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس پہنچا، اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے ابا جان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیچھے چل رہے تھے، شیطان نے جا کر کہا کہ: اے لڑکے! کیا تم جانتے ہو کہ تمھارے ابا تم کو کہاں لے کر جا رہے ہیں؟

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ: گھاٹی میں گھر کے ایندھن کی لکڑی لینے جا رہے ہیں۔

شیطان نے کہا کہ: نہیں، خدا کی قسم! تمھارے ابا کا ارادہ لکڑی جمع کرنے کا نہیں ہے؛ بلکہ وہ تو تم کو ذبح کرنا چاہتے ہیں۔

لڑکے نے کہا: کیوں؟ شیطان نے کہا: تمھارے ابا کا خیال ہے کہ ان کے رب نے ان کو حکم دیا ہے کہ وہ تم کو ذبح کر ڈالیں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا: اگر ایسا ہے تو ابا جان کو رب کا حکم ضرور ماننا ہی چاہیے۔

شیطان حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے پاس

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام نے شیطان کی بات نہیں مانی تو شیطان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آیا اور کہنے لگا: شیخ! کہاں جا رہے ہو؟

ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ایک کام سے سامنے والی گھاٹی میں جا رہا ہوں۔

وہ ابلیس بولا: میں جانتا ہوں کہ شیطان نے خواب میں تمھیں بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سمجھ گئے کہ یہ شیطان ہے، ارشاد فرمایا: او دشمن! میرے پاس سے ہٹ جا، میں ضرور اپنے رب کا حکم پورا کروں گا۔

شیطان کو بہت غصہ آیا؛ اس لیے کہ اس کی تمام تدابیر ناکام ہو گئیں اور واپس چلا گیا۔

کنکریوں کا مارنا

کہتے ہیں کہ: آج جہاں تین جمرات بنے ہیں، جہاں حج کے وقت میں شیطان کو کنکری مارنے جاتے ہیں، ان ہی جگہوں پر شیطان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے رکاوٹ ڈالنے آیا تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان تینوں جگہوں پر شیطان کو سات سات کنکری ماری تھی۔

پھر قصہ بہت بڑا ہے، صرف ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے متعلق جو باتیں ہیں وہ میں آپ سے کہہ دوں، جب جنگل پہنچ گئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا ارادہ پورے طور پر ظاہر فرمایا، حضرت اسماعیل علیہ السلام فوری طور پر تیار ہو گئے، خود اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں:

فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ﴿۱۰۳﴾ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿۱۰۴﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ﴿۱۰۶﴾ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۰۷﴾ (الصافات)

ترجمہ: سو جس وقت (اللہ تعالیٰ کا) حکم پورا کرنے کے لیے دونوں (باپ بیٹے) تیار ہو گئے اور انھوں نے (ابراہیم علیہ السلام نے) اپنے بیٹے کو (ذبح کرنے کے لیے) پیشانی کے بل پچھاڑ دیا اور ہم نے ان کو آواز لگائی: اے ابراہیم! (شاباش) تم نے تو خواب پوری طرح سچا کر کے دکھا دیا، ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ یقیناً وہ تو ایک کھلا ہوا امتحان تھا اور ہم نے ایک بڑا جانور ذبح کرنے کے واسطے دے کر اس (بچے) کو بچا لیا۔

عظیم باپ کے عظیم بیٹے

جنگل میں جب لے کر چلے گئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کی تیاری کی اور زمین پر سلایا تو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا کہ:

ابا جان! مجھے رسی سے باندھ دو اور چھری تیز کر کے جلدی سے گردن پر چلا دو؛ تا کہ جان کا نکلنا آسان ہو جائے اور اپنے کپڑوں کو سنبھالو، اس کو لپیٹ دو؛ اس لیے کہ میرا خون اڑے گا تو آپ کے کپڑوں پر لگ جائے گا اور خون والے کپڑے جب میری ماں دیکھے گی تو اس کا کیا حال ہوگا؟

اور زمین پر لیٹے لیٹے کہا کہ: ابا جان! آپ مجھے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ذبح تو کر رہے ہو؛ لیکن آپ جب گھر پر جاؤ تو میری ماں کو میرا سلام کہہ دینا اور میرے بدن کا کرتہ میری ماں کو دے دینا؛ تا کہ یہ کرتہ ماں کے لیے بیٹے کی جدائی پر سکون کا ذریعہ بنے اور کرتہ ان کے پاس یادگار رہے۔

یہ باتیں سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے چہرے پر بوسہ دیا اور فرمایا: بیٹا! الحمدللہ! حق تعالیٰ کا حکم پورا کرنے میں تم میری کیسی مدد کر رہے ہو!!

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چھری چلا دی؛ لیکن چھری نے کاٹا نہیں، پھر دو تین بار تیز کرنے پر بھی چھری نے کام نہیں کیا تب بیٹے نے درخواست کی کہ: ابا جان! مجھے منہ کے بل لٹا کر ذبح کیجیے؛ تا کہ آپ مجھے ذبح ہوتے ہوئے نہ دیکھ سکیں اور میری نظر چھری پر نہ پڑے؛ تا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورا کرنے میں رکاوٹ کا ذریعہ نہ بن

سکے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسا ہی کیا اور بیٹے کے دوشانے کے درمیان کمر پر بیٹھ گئے اور زور سے بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر چھری چلائی؛ لیکن چھری نے گردن کاٹنا تو دور کی بات ان کی چمڑی پر ذرہ برابر نشان بھی نہیں ہونے دیا۔

ہر چیز اللہ تعالیٰ کے حکم کی پابند ہے

چھری کاٹنے میں، آگ جلانے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی محتاج ہے، دنیا یہ سمجھتی ہے کہ ان اسباب میں ذاتی طور پر قوت ہے، یہ بات غلط ہے، اسباب میں طاقت اللہ تعالیٰ پیدا فرماتے ہیں۔

چھری اسی وقت کاٹنے کا کام کرے گی جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا۔

آگ اسی وقت جلائے گی جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں ہم نے دیکھ لیا کہ بڑی آگ اور تیز چھری اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کچھ نہیں کرسکی۔

تکبیرِ تشریق

اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبرئیل علیہ السلام جنت سے ایک مینڈھا۔ جو سینگ والا تھا۔ لے کر تشریف لائے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام سب نے تکبیر کہی، خود مینڈھے نے بھی تکبیر کہی اور اب یہ تکبیرِ تشریق سب کے لیے ہوگئی، خاص کر ذی الحجہ کی نو (۹) تاریخ کی فجر کی نماز سے تیرہ (۱۳) تاریخ کی عصر تک تیئیس (۲۳) نمازوں کے بعد تکبیرِ تشریق پڑھنی ہے۔

عورتیں آہستہ آواز سے پڑھیں، مرد زور سے پڑھیں، چاہے اکیلے نماز پڑھیں

چاہے جماعت سے پڑھیں، اگر رکعت چھوٹ گئی ہو تو سلام پھیرنے کے بعد پڑھیں۔

خلاصہ یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جو حکم ہوا تھا انھوں نے پورا کر کے دکھایا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بجائے جنتی جانور کی قربانی ہوئی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امتحان پورا ہوا اور وہ کامیاب ہو گئے۔

جنتی جانور

بعض تفسیر کی کتابوں میں لکھا ہے کہ: حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے حضرت ہابیل رحمہ اللہ نے جس جانور کی قربانی کی تھی وہ جانور جنت میں اتنی صدیوں سے چر رہا تھا اور چر کر فربہ (موٹا) ہو گیا تھا، وہی جانور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے پیش کیا گیا اور اس کی قربانی کی گئی۔

اب یہ قربانی امتِ محمدیہ کے لیے بھی واجب ہو گئی۔

خیر! وہ تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ پر جنت کا ایک جانور ذبح ہوا؛ لیکن ایک بیٹے کے دل میں اپنی ماں کے بارے میں بھی کیسے کیسے جذبات ہوا کرتے تھے؟ یہ پاکیزہ قصہ صحیح بخاری شریف کی حدیث میں آیا ہے۔

کمر پر پٹہ باندھنے کی شروعات

اس قصے کی اور ایک بات بتلاؤں، بخاری ہی کی حدیث میں آئی ہوئی بات ہے کہ عورتیں اپنی کمر پر پٹہ باندھتی ہیں، اس کی الگ الگ شکل ہے: بیلٹ کی شکل میں یا کوئی اور شکل میں تو کمر پر پٹہ، کمر بند باندھنے کی شروعات حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی ہے۔

کمر پر پٹہ باندھنے کی ایک وجہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پرانی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نئی بیوی حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی جب اَن بَن ہونے لگی تو حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا ماں سارہ رضی اللہ عنہا کے غصے سے بچنے کے لیے تیز تیز چل کر کہیں چلی جاتی تھی، اس وقت انھوں نے اپنی کمر پر پٹہ باندھا؛ تاکہ اس کی وجہ سے تیز چل سکے۔

کمر پر پٹہ باندھنے کی دوسری وجہ

بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اپنی کمر پر لمبا کپڑا باندھتی تھی، ایک طرف کا حصہ کمر کے ساتھ اور دوسری طرف والا حصہ زمین پر لٹکتا رہتا۔ اس زمانے میں چوں کہ پکے راستے نہیں ہوا کرتے تھے، ریت ہوتی تھی، جب آدمی ریت اور مٹی میں چلتا ہے تو قدم کے نشان پڑ جاتے ہیں اور قدم کے نشان کے ذریعے کسی کو ڈھونڈنا اور پہچاننا بہت آسان ہوجاتا ہے۔ ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا بہت ہوشیار تھی؛ چوں کہ وہ ایک بادشاہ کی بیٹی تھی؛ اس لیے انھوں نے یہ ترکیب کی؛ تاکہ کپڑے کے دوسرے حصے سے قدم کے نشانات مٹ جائیں اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا ان کو تلاش نہ کر سکے۔

یہ پورا قصہ قرآن میں بھی ہے اور حدیث شریف میں بھی ہے وہ آپ کی خدمت میں سنایا۔

گناہ سے بچنے کی برکت

میری دینی بہنو! آپ سب جانتی ہو یہی ماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا ہیں جن کی نسل سے

ہمارے آقا تاجدارِ مدینہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے ہیں، کتنی بڑی اللہ کی نعمت، کتنی بڑی اللہ کی مدد کہ ایک عورت نے اپنے آپ کو گناہ سے بچا کر رکھا، حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو معلوم نہیں تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سب کچھ دیکھ رہے ہیں؛ لیکن وہ اتنی نیک عورت، اتنی پاک عورت کہ اس نے اپنے آپ کو گناہ سے بچایا، اللہ تعالیٰ سے دعائیں کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت فرمائی اور انعام میں ہاجرہ رضی اللہ عنہا مل گئیں۔

جس ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی برکت سے زمزم کا پانی قیامت تک آنے والے انسانوں کو نصیب ہوا۔ جس ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے پیٹ سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔

جس ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی نسل سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی پیدائش ہوئی۔

میری دینی بہنو! یہ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا انعام، اکرام، احسان ہوا!

میں آپ کو یہی نکتہ سمجھانا چاہتا ہوں، ہم لوگ اپنی ذات کی حفاظت کریں، آج کے گندے اور ناپاک ماحول میں اپنے آپ کو گناہوں سے بچائیں اور اللہ سے نماز پڑھ پڑھ کر مانگنے والیاں بنیں، دعا کرنے والیاں بنیں، دیکھو! اس خطرے کے موقع پر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا دونوں مسلسل دعا میں مشغول رہے اور اس کا فائدہ بھی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

اس لیے ہم بھی دعائیں مانگنے والے بنیں، ان شاء اللہ! اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم سب کی حفاظت بھی فرمائیں گے اور ہم سب کی مدد بھی فرمائیں گے۔

اسی پاک مقصد سے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا یہ عجیب واقعہ میں نے آپ کی خدمت میں سنایا، اللہ تعالیٰ اس میں جو نصیحت کی باتیں ہیں اس پر ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اس کے بعد میں اس مجلس میں آپ کو دو چار اہم حدیثیں سنانا چاہتا ہوں:

ایک حدیث جو خاص طور پر سنانی ہے حضرت نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

وعن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال صعد رسول اللہ ﷺ علی المنبر فنادیٰ بصوت رفیع فقال: یا معشر من اسلم بلسانہ ولم یفض الایمان الی قلبہ! لا توذوا المسلمین ولا تعیروھم ولا تتبعوا عوراتھم فانہ من یتبع عورۃ اخیہ المسلم یتبع اللہ عورتہ ومن یتبع اللہ عورتہ یفضحہ ولو فی جوف رحلہ، رواہ الترمذی

(مشکوۃ شریف ص ۴۲۸/ باب ما ینھی عنہ من التھاجر والتقاطع واتباع العورات)

اے لوگوں! جنھوں نے زبان سے ایمان کا کلمہ پڑھا، مسلمان ہوئے؛ لیکن آج تک ان کے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا، تم مسلمانوں کو مت ستاؤ، ایمان والوں کو تکلیف مت دو۔ یہ پہلی نصیحت رسول اللہ ﷺ نے فرمائی۔

میری بہنو! بہت ضروری ہے کہ ہم اپنی زبان سے، اپنے عمل سے، اپنے کام سے کسی دوسرے کو، کسی دوسری بہن کو تکلیف نہ دیں، پریشان نہ کریں۔

کسی کو گناہ سے عار نہ دلاؤ

دوسری نصیحت آپ ﷺ نے یہ فرمائی: کسی دوسرے کو عار مت دلاؤ۔

کسی سے کوئی گناہ ہو گیا ہو، کوئی برا کام ہو گیا ہو تو اس پر شرم مت دلاؤ۔

میں نے پہلے بھی آپ کو یہ حدیث سنائی تھی:

عن خالد بن معدان عن معاذ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ من عیر أخاہ بذنب لم یمت حتی یعملہ یعنی عن ذنب قد تاب منہ (مشکوۃ)

ایک مسلمان مرد یا عورت کوئی گناہ کرے، گناہ کرنے کے بعد توبہ کرلے، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لے اور دوسرا آدمی یا دوسری عورت اس کو عار دلائے تو اس کی موت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک وہ خود اس گناہ میں مبتلا نہ ہو جائے۔

اس لیے کسی کو عار مت دلاؤ، شرم مت دلاؤ، طعنہ مت مارو۔

کسی مسلمان کے عیب کے پیچھے نہیں پڑنا چاہیے

تیسری نصیحت نبیٔ کریم ﷺ نے یہ فرمائی: کسی مسلمان کے عیب کے پیچھے مت پڑو۔ یعنی کسی مسلمان کی چھپی ہوئی باتوں کے پیچھے مت پڑو، کون کیا کرتا ہے؟ کس میں کیا عیب ہے؟ کسی کی خانگی زندگی کیسی ہے؟ اس کے پیچھے مت پڑو۔

نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم کسی کے پیچھے پڑو گے تو اللہ تعالیٰ تمھاری چھپی ہوئی برائیوں کو ظاہر فرما دیں گے اور اللہ تعالیٰ تم کو ذلیل اور رسوا کر دیں گے۔

اس لیے کسی کی خانگی بات، چھپی ہوئی بات کے پیچھے مت پڑو، اگر ہم نے کسی کے پیچھے پڑ کر کسی کی برائی کو ظاہر کرنے کی کوشش کی تو یاد رکھو! اللہ تعالیٰ ہماری برائی کو ظاہر کر کے ہمیں سب کے سامنے ذلیل اور رسوا کر دیں گے۔

شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی نصیحت

حضرت شیخ سعدی شیرازیؒ۔ بہت بڑے اللہ والے گذرے ہیں۔ فرماتے ہیں: میں ایک مرتبہ اپنے ایک بہت بڑے بزرگ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ ہمارا جو یہ بیعت کا سلسلہ ہے اس میں چشتیہ کے ساتھ ساتھ سہروردیہ سلسلہ بھی ہے، اس کے بہت بڑے بزرگ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ گذرے ہیں۔

حضرت سعدیؒ فرماتے ہیں کہ: میں کشتی میں بیٹھ کر حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے ساتھ سفر کر رہا تھا تو انھوں نے کشتی میں بیٹھ کر مجھ کو دو باتوں کی نصیحت فرمائی: (۱) اپنی خوبی اور اپنے کمال کو مت دیکھنا۔ میرے اندر کیا کیا کمالات ہیں؟ میرے میں کیا کیا خوبیاں ہیں؟ میں کتنی نماز پڑھتی ہوں؟ میں کتنی تلاوت کرتی ہوں؟

میرے پاس بہت مال ہے، بہت کپڑے ہیں، بہت زیورات ہیں۔

اس لیے کہ تم اپنے کمال اور خوبیوں کو دیکھو گے تو دوسروں کو حقیر اور چھوٹا سمجھو گے اور نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: انسان کے برا ہونے کے لیے کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی یا بہن کو حقیر یا برا سمجھے۔

کبھی کسی کو حقیر اور نیچا مت سمجھو، اللہ نے جو کچھ ہم کو دیا اس پر شکر ادا کرو اور دوسروں کو حقیر اور نیچا مت سمجھو۔

(۲) شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں: مجھے دوسری نصیحت یہ فرمائی کہ: تم دوسروں کی برائی کو مت دیکھنا، دوسروں کی برائی کے پیچھے مت پڑنا۔

دوسروں کو دھوکہ دینے سے بچو

ایک حدیث میں آتا ہے: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ حدیث نقل فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اس مسلمان پر لعنت ہے۔ سوچو! میری دینی بہنو! حضور ﷺ لعنت فرما رہے ہیں۔ جو دوسرے مسلمان کو تکلیف پہنچائے اور دوسرے مسلمان کے ساتھ دھوکہ اور فریب کا معاملہ کرے۔

اس لیے کسی مسلمان بھائی، مسلمان بہن کو تکلیف مت دو، دھوکہ مت دو، اللہ

تعالیٰ اس سے ہماری حفاظت فرمائے۔

اپنے بھائی کی تکلیف پر خوش نہیں ہونا چاہیے

ایک اور حدیث میں اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: اپنے بھائی کی تکلیف پر خوش مت ہوؤ۔

ہم بہت سی مرتبہ اپنے مسلمان بھائی یا بہن کی تکلیف پر خوش ہوتے ہیں، کوئی بیمار ہوگیا، کسی کو کوئی تکلیف آ گئی، پریشانی آ گئی، ہمارے دل میں خوشی ہوتی ہے، خاص کر جن کے ساتھ ہماری دشمنی اور ناراضگی ہوتی ہے جب ان کو کوئی تکلف پہنچتی ہے تو ہم دل دل میں خوش ہوتے ہیں اور یوں سوچتے ہیں بہت اچھا ہوا ایسا ہوا۔

نبیٔ کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: کسی مسلمان کی تکلیف پر خوشی ظاہر مت کرو، ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی اس تکلیف کو دور کر دے، اس پر رحم فرما دے اور تم کو اس تکلیف میں مبتلا کر دے۔

اس لیے کبھی کسی کی تکلیف پر خوش مت ہونا، ہم سب بھائی بھائی ہیں، بہن بہن ہیں، دوسروں کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھو اور کبھی کسی کی تکلیف پر خوشی کا اظہار مت کرو، مسلمان کبھی کسی دوسرے مسلمان کا دشمن نہیں ہوسکتا، مسلمان کبھی مسلمان سے ناراض نہیں ہوسکتا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان حدیثوں پر ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور مومنین کا حق ادا کرنے کی ہم کو توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

حضرت لوط علیہ السلام

کی بیوی کا

عبرت ناک واقعہ

مختصر تعارف

نام: واعلہ۔

بعض مفسرین نے ''واھلہ'' نام بتلایا ہے۔

نبی کے نکاح میں ہونے کے باوجود ایمان نہیں لائی۔

بعض تفسیروں میں اس کا نام ''ہیشفع'' لکھا ہوا ہے۔

اولاد: دو بیٹیاں تھیں: ایک کا نام ریثا تھا اور دوسری کا نام ذعرتا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰه نَحْمَدُه وَنَسْتَعِيْنُه وَنَسْتَغْفِرُه وَنُؤْمِنُ بِه وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْه وَنَعُوْذُ بِاللّٰه مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا،مَنْ يَّهدِهِ اللّٰهُ فَلَامُضِلَّ لَه وَمَنْ يُّضْلِلْه فَلَاهادِىَ لَه وَنَشْهدُ اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَحْدَه لَاشَرِيْكَ لَه وَنَشْهدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَ شَفِيْعَنَا وَحَبِيْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُه وَرَسُوْلُه،صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلَيْه وَ عَلٰى اٰلِه وَاَصْحَابِه وَذُرِّيَّاتِه وَ اَهلِ بَيْتِه وَاَهلِ طَاعَتِه، وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْراً كَثِيْراً

اَمَّا بَعْدُ!فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ۝۸۰ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ۝۸۱ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ۝۸۲ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ۝۸۳ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ؕ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ۝۸۴ (الأعراف)

ترجمہ: اور (ہم نے) لوط (علیہ السلام) کو (رسول بنا کر بھیجا) جب لوط (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم ایسی بے حیائی کا کام کرتے ہو جو تم سے پہلے (تمام) عالم والوں میں سے کسی نے نہیں کیا؟ ﴿۸۰﴾ یقیناً تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس شہوت پوری کرنے کے لیے آتے ہو؛ بلکہ تم تو (حد سے) آگے نکل چکے ہو ﴿۸۱﴾ اور ان (لوط علیہ السلام) کی قوم کے پاس کوئی جواب نہیں تھا، بس وہ (آپس میں) یوں کہنے لگے کہ: تم ان کو اپنی بستی سے نکال دو، یقیناً یہ لوگ تو بہت ہی پاک رہنا چاہتے ہیں ﴿۸۲﴾

(یہ ایک اور بھیانک بیماری ہے کہ نیک اوران کو پاک رہنے والوں کو ان کی نیکی پر طنز کیا جائے اوران کو تنگ کر کے نیکی سے روکنے کی خطرناک سازش کی جائے، قومِ لوط والا یہ طرز تو آج بھی عام ہو رہا ہے)

سو ہم نے ان (لوط) کو اور ان کے متعلقین کو (عذاب سے) بچالیا؛ مگر ان کی بیوی وہ تو (عذاب میں) پیچھے رہنے والوں میں سے تھی ﴿۸۳﴾ اور ہم نے ان پر ایک زوردار (پتھروں کی) بارش برسائی، سوتم دیکھو کہ جرم کرنے والوں کی سزا کیسی رہی!!

وقال تعالیٰ: قَالُوْا یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ یَّصِلُوْۤا اِلَیْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ وَلَا یَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِیْبُهَا مَاۤ اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَیْسَ الصُّبْحُ بِقَرِیْبٍ ﴿۸۱﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّیْلٍ ۙ۬ مَّنْضُوْدٍ ﴿۸۲﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ؕ وَمَا هِیَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ بِبَعِیْدٍ ﴿۸۳﴾ (الھود)

ترجمہ: ان آنے والوں (یعنی فرشتوں) نے کہا: اے لوط! یقیناً ہم تو تمھارے رب کے بھیجے ہوئے (فرشتے) ہیں، وہ تم تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے؛ لہٰذا تو اپنے اہل (یہاں اہل سے تمام ایمان والے مراد ہیں) کو لے کر رات کے کسی حصے میں (بستی سے) نکل جا اور تم میں سے کوئی بھی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے؛ مگر تمھاری بیوی ان (قوم کے لوگوں) پر جو عذاب آنے والا ہے یقیناً وہ عذاب اس پر بھی آ کر ہی رہے گا، یقیناً ان پر عذاب اترنے کے لیے صبح کا وقت مقرر ہے، کیا صبح بالکل نزدیک نہیں ہے ﴿۸۱﴾ پھر جب ہمارے (عذاب کا) حکم آ گیا تو ہم نے اس (زمین کو پلٹ کر) اس کے اوپر والے حصے کو نیچے والا حصہ کر دیا اور ہم نے اس (بستی) پر پکی ہوئی مٹی کے پتھر مسلسل

برسائے ﴿۸۲﴾ تمھارے رب کی طرف سے اس پر (خاص) نشان لگے ہوئے تھے (عذاب والے پتھر دوسرے عام پتھروں سے بالکل الگ تھے اوراس پر ہر مجرم کا نام لکھا ہوا تھا، جس پتھر پر جس کا نام تھا وہ اس کو آکر لگتا تھا) اور وہ (بستیاں مکہ کے) ظالموں سے کچھ دور بھی نہیں ہیں ﴿۸۳﴾

وقال تعالیٰ: رَبِّ نَجِّنِیْ وَاَهْلِیْ مِمَّا یَعْمَلُوْنَ﴿۱۶۹﴾ فَنَجَّیْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِیْنَ﴿۱۷۰﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِی الْغٰبِرِیْنَ﴿۱۷۱﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِیْنَ﴿۱۷۲﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ﴿۱۷۳﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴿۱۷۴﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ﴿۱۷۵﴾ (الشعراء)

ترجمہ: اے میرے رب! مجھ کو اور میرے گھر والوں کو جو (برے) کام وہ کر رہے ہیں اس سے نجات عطا فرمائیے ﴿۱۶۹﴾ سو ہم نے ان (لوط علیہ السلام) کو اور ان کے سب گھر والوں کو نجات دی ﴿۱۷۰﴾ مگر ایک بوڑھیا جو پیچھے رہ جانے والوں میں شامل رہی (یعنی حضرت لوطؑ کی بیوی جو ایمان نہیں لائی) ﴿۱۷۱﴾ پھر ہم نے دوسرے لوگوں کو ہلاک کردیا ﴿۱۷۲﴾ اور ہم نے ان پر (عجیب قسم کے پتھر کی) بارش برسائی، سو جن لوگوں کو ڈرایا گیا تھا (ان پر) بہت بری بارش تھی ﴿۱۷۳﴾ یقیناً اس میں بڑی (عبرت کی) نشانی ہے اور ان میں کے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں ﴿۱۷۴﴾ اور یقیناً آپ کے رب وہی بڑے زبردست، بڑے رحم کرنے والے ہیں ﴿۱۷۵﴾

یہ واقعہ قرآن میں آٹھ (۸) جگہ آیا ہے

اللہ تعالیٰ کے ایک نبی ہیں جن کا نام حضرت ”لوط علیہ السلام“ ہیں، ان کی بیوی کا

قصہ قرآن میں تقریباً آٹھ جگہ پر آیا ہے، آپ اندازہ لگاؤ کہ اس عورت کا واقعہ کتنا اہم اور کیسا نصیحت کا ہوگا!!!

کاش یہ عورت اپنی خوش نصیبی سے فائدہ اٹھا لیتی!

یہ عورت اللہ کے نبی حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی ہوتی ہے، نبی اللہ کے بڑے نیک و صالح بندے ہوتے ہیں، بہت اونچے درجے کے تقویٰ والے بندے ہوتے ہیں؛ لیکن ان کی بیوی اللہ کے نبی کی دشمن تھی؛ حالاں کہ یہ بڑی خوش نصیب تھی کہ نبی کے ساتھ نکاح کیا، نبی کے گھر میں رہ کر اس کو اچھی زندگی گذارنی تھی، نبی سے اللہ کا دین سیکھ کر عمل کر کے جنتی بننے کا اس کے لیے موقع تھا اور جنت میں بھی نبی کے ساتھ رہ سکتی تھی؛ لیکن اس عورت نے اتنا اچھا موقع اپنے ہاتھ سے کھو دیا، نبی کے گھر میں رہتے ہوئے وہ اللہ اور اس کے نبی پر ایمان نہیں لائی اور دنیا میں بھی اس کو عذاب ہوا اور آخرت میں بھی جہنم میں جائے گی۔

کاش کہ یہ عورت اس خوش نصیبی سے فائدہ اٹھا لیتی!

حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کا نام

ایک روایت میں اس عورت کا نام ''والہۃ'' آیا ہے۔ بعض تفسیروں میں ''واہلہ'' آیا ہے۔ بعض تفسیروں میں اس کا نام ''ہیشفع'' لکھا ہوا ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام کا کچھ تعارف

حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے ہوتے ہیں، حضرت ابراہیم

علیہ السلام کو تو ہم سب جانتے ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک بھائی تھے، ان کا نام ''حاران'' تھا، حضرت لوط علیہ السلام حاران کے بیٹے ہوتے ہیں۔

عراق میں ''بابل'' شہر میں یہ رہتے تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب لوگوں کو دین کی دعوت دی اور عراق والے ایمان نہیں لائے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہجرت کی، ہجرت کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ان کی بیوی حضرت سارہ تھی اور تیسرے ان کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام تھے، یہ تینوں ہجرت کر کے فلسطین چلے گئے اور فلسطین اور اس کے اطراف میں لوگوں کو دین کی دعوت دینے کا کام شروع کیا۔

کچھ وقت گذرنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کو فرمایا کہ: تم اردن کے علاقے میں چلے جاؤ، وہاں ایک قوم ہے جو اللہ کی نافرمانی کرتی ہے، کھلم کھلا بے حیائی، بے شرمی کا کام کرتی ہے، وہاں جا کر لوگوں کو ایمان کی دعوت دو، اللہ کا دین سمجھاؤ، حیا اور شرم سمجھاؤ اور ان کو گناہوں سے بچانے کی محنت کرو۔

حضرت لوط علیہ السلام سدوم شہر میں

اللہ کے حکم اور اسی طرح اپنے چچا جان کے مشورے کی وجہ سے حضرت لوط علیہ السلام چلے گئے اور جورڈن میں ایک شہر تھا، اس شہر کا نام ''سدوم'' تھا اور اس کے قریب میں ایک دوسرا شہر ''عامورہ'' تھا، ایسے پانچ سات چھوٹے بڑے شہر تھے، حضرت لوط علیہ السلام وہاں چلے گئے اور وہاں جا کر لوگوں کو ایمان کی دعوت دینا شروع کیا۔

سدوم والوں کی بعض بری عادتیں

سدوم شہر کے لوگ بڑے خطرناک گناہوں میں پڑے ہوئے تھے، ایک اللہ

پر ایمان نہیں رکھتے تھے اور بے حیائی، بے شرمی بہت خطرناک ان کے اندر تھی، خود اللہ نے قرآن میں یہ لفظ استعمال فرمایا:

اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۡ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝۲۸ (العنکبوت)

ترجمہ: جب لوط (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے کہا کہ: حقیقت میں تم ایسی بے حیائی کا کام کرتے ہو جو تم سے پہلے تمام دنیا والوں میں کسی نے نہیں کیا۔

حضرت لوط علیہ السلام نے جا کر ان کو ایمان کی دعوت دی، ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دی، حیاو شرم، عفت و پاک دامنی والی زندگی گذارنے کی دعوت دی۔

وہاں کے لوگ راستے پر بیٹھے رہتے اور راستے پر سے گذرنے والوں کو ستاتے تھے، لوٹ لیتے تھے، کنکر مارتے تھے، حضرت لوط علیہ السلام نے سمجھایا کہ: تم راستے پر سے گذرنے والوں کو کیوں پریشان کرتے ہو؟ کیوں لوٹتے ہو؟ جو راستے سے گذریں ان کی مدد کرو، ان کو راستہ بتاؤ، جو پریشان ہوں ان کی مدد کرو، خدمت کرو، حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو سمجھایا، سمجھاتے سمجھاتے کئی سال گذر گئے۔

بعض بیوی بچے دشمن ہوتے ہیں

حضرت لوط علیہ السلام جب اس علاقے میں دین کی دعوت دینے کے لیے آئے تو کنوارے تھے، وہاں اسی والہہ نامی عورت سے آکر آپ نے نکاح کیا، ہر بیوی کو اپنے شوہر کے ساتھ وفادار بن کر رہنا چاہیے؛ لیکن یہ عورت بڑی بے وفا نکلی، قرآن میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ.

ترجمہ: اے ایمان والو! تمھاری بیویاں اور تمھاری اولاد میں سے کچھ تمھارے دشمن ہیں، سوتم ان کی (شریعت کے خلاف) بات ماننے سے بچتے رہو۔ (التغابن: ۱۴)

اللہ ہمارے تمام مسلمان بھائی اور بہنوں کو اِس آیت میں بیان فرمائی گئی دشمنی سے ہمیشہ حفاظت میں رکھے، آمین۔

جو عورت خود گناہ کے کاموں پر چلے۔

جو عورت خود اپنے شوہر کو دین کا کام نہ کرنے دے۔

جو عورت خود اپنے شوہر کو نیکی کے راستے سے ہٹا دے۔

جو عورت اپنے شوہر کو شریعت کے خلاف کام کرنے کے لیے اصرار کرے۔

جو عورت شوہر کی دین داری میں رکاوٹ بنے۔

وہ عورت حقیقت میں دشمن ہے۔

بیوی کو شوہر کے دینی کاموں میں رکاوٹ نہیں بننا چاہیے

اس لیے آپ کبھی بھی اپنے شوہر، اپنی اولاد کے لیے اچھے کاموں میں رکاوٹ مت بننا، شوہر نماز پڑھنا چاہے، دین دار بننا چاہے، شریعت پر عمل کرنا چاہے، صدقہ و خیرات کرنا چاہے، اللہ کے راستے میں جماعت میں جانا چاہے، مدرسے میں جانا چاہے تو ہمیشہ اس کا ساتھ دینا، ان کی مدد کرنا۔

بہر حال! سدوم کے لوگوں نے حضرت لوط علیہ السلام پر ظلم کرنا شروع کیا، اللہ کے نبی ان کو اچھی باتیں سکھاتے تو وہ اللہ کے نبی کی مخالفت کرتے اور اللہ کے نبی کو

پریشان کرتے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کے گھر میں دو بیٹیاں عطا فرمائی تھیں: ایک بیٹی کا نام ریثا تھا اور دوسری بیٹی کا نام ذعرتا تھا۔

قوم کا حضرت لوط علیہ السلام پر زبردستی ایک قانون

انھوں نے حضرت لوط علیہ السلام پر زبردستی ایک قانون یہ جاری کیا تھا کہ کسی کو اپنے گھر پر مہمان نہ رکھے، کیسی ظالم قوم تھی؟

جب کوئی مہمان آتا تو حضرت لوط علیہ السلام اس کو گھر میں چھپا کر رکھتے تھے؛ لیکن ان کی بیوی بڑی ظالمہ تھی، دشمن تھی، وہ قوم کے لوگوں کو خبر کر دیتی تھی۔

حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کی جاسوسی کا عجیب طریقہ

اس زمانے میں ٹیلیفون نہیں تھے؛ اس لیے اس نے خبر کرنے کا عجیب طریقہ اپنا رکھا تھا کہ اگر رات میں کوئی مہمان آتا تو یہ گھر کے باڑے میں آگ جلاتی تھی، اس نے قوم کے ظالموں کو بتا رکھا تھا کہ میں آگ جلاؤں تو تم سمجھ جانا کہ ہمارے گھر کوئی مہمان آیا ہے۔

جب آگ جلتی تو لوگ دور دور سے دیکھ لیتے اور سمجھ جاتے کہ حضرت لوط علیہ السلام کے گھر مہمان آئے ہیں، پھر ظالم لوگ دوڑتے ہوئے آتے اور حضرت لوط علیہ السلام کو ستاتے اور مہمان کو بھی ستاتے تھے۔

اگر دن میں کوئی مہمان آتا اور حضرت لوط علیہ السلام اس کو چھپا کر رکھتے تو آپ کی یہ بیوی گیلی اور تازی کچھ لکڑیاں اس طرح جلاتی تھی کہ دھواں نکلتا، دھواں اوپر اٹھتا تھا تو

اس کی وجہ سے ظالم لوگ سمجھ جاتے تھے کہ حضرت لوط علیہ السلام کے گھر مہمان آئے ہیں۔

مہمانوں کا اکرام کرنا چاہیے

حالاں کہ حدیث میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عن أبي هريرة أنَّ رسولَ اللّٰهِ ﷺ قال: وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ. (متفق علیه)

جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھے اس کو چاہیے کہ آنے والے مہمان کا اکرام کرے۔

گھر پر کوئی مہمان آوے تو ان کا اکرام کرنا سنت ہے۔

مسلمانوں کی ایک خوبی

دینی بہنو! اللہ نے مسلمان عورتوں کو یہ خوبی عطا فرمائی ہے کہ ماشاء اللہ! وہ خوشی خوشی مہمانوں کی خدمت کرتی ہیں، یہ بھی جنت میں جانے اور ثواب کمانے کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔

ایک صحابی کی مہمان نوازی کا عجیب واقعہ

ہمارے پاس سیرت میں ایسے ایسے واقعات ہیں کہ صحابہ اور صحابی عورتوں کے گھر کوئی مہمان آتا تھا اور ان کے گھر میں جو تھوڑا سا کھانا ہوتا تھا تو وہ میاں بیوی آپس میں مشورہ کرتے تھے اور شوہر بیوی کو کہتا کہ: جب کھانا پک کر تیار ہو جاوے اور میں مہمان کے ساتھ کھانے کے لیے دسترخوان پر بیٹھ جاؤں تو تو چراغ کو ٹھیک کرنے

کے بہانے سے بجھا دینا، جب اندھیرا ہو جائے گا تو میں بیٹھا رہوں گا اور مہمان پیٹ بھر کر کھانا کھالے گا۔ایسے صحابہ کے جذبات تھے!!!

بہر حال! قوم کے ظالم لوگ آ کر مہمانوں کو ستاتے تھے اور حضرت لوط علیہ السلام کو بھی گالیاں دیتے تھے، کہتے تھے کہ: ہم نے آپ کو منع کیا تھا کہ کسی کو مہمان مت رکھو، پھر کیوں آپ مہمان رکھتے ہو؟

حضرت لوط علیہ السلام ان کو بہت سمجھاتے؛ لیکن یہ ماننے کے لیے تیار نہ ہوتے۔

حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کی چند بری عادتیں

بہر حال! حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی میں چند بری عادتیں تھیں:

① اپنے شوہر کی دشمن اور بے وفا تھی۔ ② اپنے شوہر اللہ کے نبی پر ایمان نہیں لائی۔ ③ مہمان کی خبر قوم کو دے دیتی تھی۔

بوڑھاپے کے باوجود گناہ نہیں چھوڑے

شادی سے لے کر بوڑھی ہوگئی وہاں تک یہ بری عادات اس میں رہیں۔

بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ جوانی میں آدمی کسی برے کام میں مشغول ہوتا ہے؛ لیکن آہستہ آہستہ عمر زیادہ ہو جاتی ہے اور بچے ہو جاتے ہیں تو گناہ چھوٹ جاتے ہیں، توبہ کر لیتے ہیں، زندگی بدل جاتی ہے؛ لیکن حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی عجیب تھی کہ بوڑھاپے کی عمر آ گئی؛ لیکن اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی، نبی کے گھر میں رہ کر بھی نہیں بدلی، برابر کفر، جاسوسی، غداری اور نافرمانی کرنے میں اس نے پوری زندگی گذار دی۔

گناہ کے کام میں مدد کرنا بھی گناہ ہے

حضرت لوط علیہ السلام کیا کر سکتے تھے؟ لوگوں کو سمجھاتے تو بیوی کو بھی سمجھاتے؛ لیکن یہ بیوی بالکل سمجھنے کے لیے تیار نہیں؛ بلکہ یہ تو ظالموں کی مدد کرتی تھی، کافروں کی مدد کرتی تھی، دشمنوں کی مدد کرتی تھی؛ حالاں کہ قرآن میں اللہ نے فرمایا:

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (المائدۃ: ۲)

ترجمہ: اور نیکی کے کام میں مدد کرو اور گناہ کے کام میں مدد بالکل مت کرو۔

میری دینی بہنو! یاد رکھنا کوئی غلط کام کرتا ہو اس کو سمجھاؤ، نصیحت کرو؛ مگر غلط کام کرنے میں کبھی کسی کی مددمت کرو، گناہ کے کام میں کبھی مددمت کرو، اس بات کو سن لو! گناہ کے کام میں اگر تم نے مدد کی تو جب گناہ کرنے والے پر عذاب آئے گا تو مدد کرنے والے پر بھی اللہ کا عذاب آتا ہے، میں بہت ساری تفصیلات آپ کو مجمع عام میں بیان نہیں کر سکتا؛ لیکن ایسا ہوتا ہے کہ کوئی عورت گناہ کے کام میں ہے اور دوسری بہن اس کی مدد کرتی ہے یہ تو بہت ہی برا ہے، کبھی ایسا کام مت کرو، اللہ سے توبہ کرو، اللہ ایسی بری عادت سے بچنے کی توفیق عطا فرماوے، آمین۔

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی ایک خطرناک عادت جو آج عام ہو رہی ہے

حضرت لوط علیہ السلام سمجھانے جاتے تو قوم کے لوگ کیا کہتے:

وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ

اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ﴿۸۲﴾ (الأعراف)

ترجمہ: اور ان (لوط علیہ السلام) کی قوم کے پاس کوئی جواب نہیں تھا، بس وہ (آپس میں) یوں کہنے لگے کہ: تم ان کو اپنی بستی سے نکال دو، یقیناً یہ لوگ تو بہت ہی پاک رہنا چاہتے ہیں۔

یہ بھی ایک بہت خطرناک عادت ہے جو اللہ نے قرآن میں بیان فرمائی کہ نیک اور پاک رہنے والوں کو ان کی نیکی پر طنز کیا جائے اور ان کو تنگ کر کے نیکی سے روکنے کی خطرناک سازش کی جائے، قومِ لوط والا یہ طرز تو آج بھی عام ہو رہا ہے۔

دیکھو! آج بھی ہماری سوسائٹی، شہر میں ایسی بات دیکھنے کو ملتی ہے کہ کسی کو سمجھاؤ، نصیحت کرو تو سامنے والا بعض مرتبہ کیا جواب دیتا ہے کہ یہ تو بڑا نیک بن کر رہنا چاہتا ہے، بہت ولی بننا چاہتا ہے، ایسے جواب لوگ دے دیتے ہیں۔

نیکی کرنے والے کی مذاق اڑانے سے ایمان کے خطرے میں پڑ جانے کا اندیشہ

دینی بہنو! یاد رکھو! ایک ہے گناہ کرنا، دوسرا ہے گناہ کو ہلکا اور معمولی سمجھنا، اگر غلطی سے گناہ ہو جائے تو اللہ معاف فرما دیتے ہیں؛ لیکن کوئی گناہ کو ہلکا اور معمولی سمجھے اور نیکی کا راستہ سمجھانے والوں کی مذاق اڑاوے تو یہ ایسی خطرناک چیز ہے کہ اس کی وجہ سے ایمان ختم ہو جانے کا خطرہ رہتا ہے۔

بہت سی مرتبہ بعض سہیلیاں جو بچپن میں ساتھ رہی، ساتھ بڑی ہوئی، ساتھ میں پڑھی اور ساتھ میں اسکول گئی، پھر اس میں سے کسی سہیلی کو ہدایت مل گئی، وہ نیک ہو

گئی، صحیح راستے پر آ گئی، اب وہ اپنی سہیلی کو سمجھائے تو دوسری سہیلیاں ٹون مار کر ایسا جواب دیتی ہیں کہ ہاں! تو تو بہت نیک بنتی ہے، تو تو بہت اپنے زمانے کی رابعہ بصریہ بنتی ہے، اس طرح کی باتیں جواب میں کہتی ہیں، بہنو! کبھی ایسا جواب مت دینا، یہ دین کا مذاق ہے، یہ نیک دعوت کا مذاق ہے اور ایسی مذاق سے ایمان خطرے میں پڑ جاتا ہے۔

کوئی تم کو نصیحت کرے تو دل و جان سے سن لینا اور عمل کرنا اور اگر عمل کرنے کی توفیق نہیں ہوئی تو کم سے کم مذاق مت اڑانا۔

بعض مرتبہ چند سہیلیاں ملتی ہیں اور بات چیت کرتی ہیں تو اپنی دوسری نیک سہیلیوں کے بارے میں ایسی بات کرتی ہیں: اس کی بات چھوڑو، وہ تو بہت نیک بن کر رہنا چاہتی ہے۔ یہ بہت خطرناک جملے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ بہت ناراض ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر اس کا ذکر فرمایا ہے۔

ایسی باتوں سے اللہ کے نبی کو کتنی تکلیف ہوتی ہوگی؟

میرا ایسے غلط کاموں سے کوئی تعلق نہیں ہے

حضرت لوط علیہ السلام سمجھاتے رہے اور سمجھانے کے بعد اللہ سے دعا کی:

قَالَ اِنِّیْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِیْنَ ﴿۱۶۸﴾ رَبِّ نَجِّنِیْ وَاَهْلِیْ مِمَّا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾

ترجمہ: لوط (علیہ السلام) نے فرمایا: یقیناً میں تمھارے اس (برے) کام سے سخت نفرت کرتا ہوں۔ اے میرے رب! مجھ کو اور میرے گھر والوں کو جو (برے) کام وہ کر رہے ہیں اس سے نجات عطا فرما۔

پہلی بات تو یہ کہی: اے لوگو! کان کھول کر سن لو! تم بے شرمی کرتے ہو،

بے حیائی کے کام کرتے ہو۔ لوگوں کو لوٹتے ہو۔ مجلس میں بیٹھ کر غلط کام کرتے ہو۔ میرا ایسے غلط کاموں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ایک اہم نصیحت

اِس آیت کے توسط سے میں آپ کو ایک نصیحت کرتا ہوں کہ: آپ کہیں بیٹھے ہوں اور کسی کی غیبت، کسی پر تہمت اور الزام لگانا شروع ہو جائے تو فوراً کہہ دو کہ: غیبت بند کرو، تہمت لگانا بند کرو، میرا ایسی غلط بات سے تعلق نہیں، اچھی بات کرو، ایسی غیبت اور تہمت کی بات ہم نہ سنتے ہیں، نہ بولتے ہیں، یہ شریعت کا قانون ہے، دین کا قانون ہے، دوسرے کو برا لگے کوئی بات نہیں۔

بہت سی مرتبہ آدمی سوچتا ہے کہ میں ایسا کہوں گا تو برا لگ جائے گا۔

اسی طرح نعوذ باللہ! تم بیٹھے ہو اور گھر میں کسی نے فلم شروع کردی، موبائل پر میوزک (Music) چالو کردیا، واٹس ایپ (Whatsapp) پر غلط غلط باتیں دکھانا شروع کردیا، حرام چیزیں دکھانا شروع کردیا تو فوراً کہہ دو: اِنِّيْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ.

یہ غلط بات ہے، میرا اس سے کوئی تعلق نہیں، بند کرو۔

گناہ سے توبہ کی دعا

دوسری دعا حضرت لوط علیہ السلام نے اللہ سے یہ کی کہ: اے اللہ مجھے اور میرے گھر والوں کو ایسے غلط کام سے نجات دیجیے، اس کی سزا سے بچا کر رکھیے۔

یہ دعا بھی کرنے کی ضرورت ہے کہ جب شہر میں کوئی گناہ کا کام ہوتا ہو تو ہم بیٹھ کر اللہ سے دعا کریں: اے اللہ! وہاں پر یہ کام ہو رہا ہے، آپ میری اور میرے گھر

والوں کی حفاظت کیجیے۔

آج ہمارا حال کیا ہو گیا ہے کہ کسی جگہ کوئی غلط کام ہو رہا ہے، کسی کے یہاں شادی میں میوزک بج رہا ہے، شادی میں بے پردگی ہو رہی ہے، شادی میں ناچنا کودنا ہو رہا ہے یا کوئی بھی غلط کام ہوتا ہے تو ہم اس کا چرچا کرتے ہیں کہ اس کے یہاں یہ ہو رہا ہے، وہ ہو رہا ہے، اس کے گھر کے پاس جب بھی جاؤ تو زور زور سے میوزک کی آواز آتی ہے، ان کے گھر میں سے تو ٹی وی کی آواز آتی ہے۔

میری دینی بہنو! ایسی باتیں مت کرو؛ بلکہ اللہ سے دعا کرو کہ: اے اللہ! جو غلط کام وہ لوگ کرتے ہیں، اس غلط اور گناہ کے کام سے میری اور میرے گھر والوں کی حفاظت فرما۔ حضرت لوط علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں یہی دعا مانگی۔

قومِ لوط پر خطرناک عذاب

بہر حال! حضرت لوط علیہ السلام نے بہت سمجھایا، سالہا سال سمجھایا؛ لیکن کوئی ماننے کے لیے تیار نہیں، اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہو گیا کہ اب اس قوم پر عذاب بھیجنا ہے۔

میری دینی بہنو! ایسا خطرناک عذاب اللہ نے بھیجا کہ اللہ کے فرشتے حضرت جبرئیل علیہ السلام رات کے وقت آئے، قومِ لوط کے پانچ یا سات گاؤں تھے، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان کے پورے علاقے کو زمین کے نیچے سے اٹھایا اور اتنے نیچے سے اٹھایا کہ نیچے سے پانی نکل آیا، میں اس علاقے میں گیا ہوں اور میں نے وہاں خود جا کر اس کو دیکھا ہے، سمندر کے 'سی' لیول سے ۴۲۰ میٹر ڈاؤن وہ پورا علاقہ ہے، اندازہ لگاؤ کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس کو کتنا نیچے سے اٹھایا ہوگا، حضرت جبرئیل علیہ السلام کیسے

طاقت والے تھے، قرآن میں ہے:

عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۙ﴿۵﴾ ذُوْ مِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰى ۙ﴿۶﴾ (النجم)

ترجمہ: ایک مضبوط طاقت والے (فرشتے) نے ان کو سکھلایا تھا، جو زور والا ہے، پھر وہ سامنے آ گیا۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پورے علاقے کو اپنی ایک انگلی کے پورے پر اٹھایا اور اٹھا کر اوپر آسمان کے قریب لے گئے، روایتوں میں آتا ہے کہ رات کے آخری حصے میں صبح صادق کے وقت مرغے اذان دیتے ہیں:

عن زيد بن خالد الجهني رضي الله عنه قال: قال رسولُ الله صلى الله عليه وسلم: لَا تَسُبُّوا الدِّيْکَ فَإِنَّهٗ يُوْقِظُ لِلصَّلٰوةِ. (ابوداوٗد)

ترجمہ: حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مرغ کو برا بھلا مت کہو؛ اس لیے کہ وہ نماز کے لیے اٹھاتا ہے۔

افادات: عام طور پر تہجد کا وقت جب شروع ہوتا ہے اس وقت وہ بولتا ہے، پھر جب صبح صادق ہوتی ہے اس وقت بھی بولتا ہے، مطلب یہ ہے کہ وہ تو اچھائی کے لیے بولتا ہے؛ اس لیے اس کو برا بھلا نہیں کہنا چاہیے۔

اور حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ: مرغ فرشتے کو دیکھ کر بولتا ہے اور گدھا یا کتا شیاطین کو دیکھ کر چلاتے ہیں؛ اس لیے جب گدھا یا کتا چلّائے تو ''أعوذ بالله من الشیطان الرجیم'' پڑھنا چاہیے اور جب مرغ کی آواز سنو تو اللہ تعالیٰ سے خیر مانگنی چاہیے۔ (حدیث کے اصلاحی مضامین: ۲۹۴/۱۴)

بہر حال! مرغ کی اس اذان کی آواز پہلے آسمان کے فرشتوں نے سنی اور وہاں

لے جا کر پانچوں شہروں کو الٹا کر دیا اور زمین پر پھینک مارا۔

مجرموں کے نام لکھے ہوئے پتھر

پھر اللہ نے ان پر آسمان سے پتھر برسائے، ان پتھروں پر مجرمین کے نام لکھے ہوئے تھے: وَاَمۡطَرۡنَا عَلَيۡهَا حِجَارَةً مِّنۡ سِجِّيۡلٍ ۙ مَّنۡضُوۡدٍ ﴿۸۲﴾ مُّسَوَّمَةً عِنۡدَ رَبِّكَ ؕ وَمَا هِىَ مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ بِبَعِيۡدٍ ﴿۸۳﴾ (الهود)

ترجمہ: اور ہم نے اس (بستی) پر پکی ہوئی مٹی کے پتھر مسلسل برسائے، اس پر تمھارے رب کی طرف سے (خاص) نشان لگے ہوئے تھے اور وہ (بستیاں مکہ کے) ظالموں سے کچھ دور بھی نہیں ہیں۔

ان پتھروں پر نام بھی لکھا رہتا تھا کہ فلاں پتھر فلاں ظالم کو اور فلاں پتھر فلاں نافرمان کو لگے گا۔

آج تک وہ پتھر وہاں بتائے جاتے ہیں جو عذاب کے طور پر اللہ تعالیٰ نے برسائے تھے اور پورے علاقے میں کالا کالا پانی ہو گیا، کالے پانی کا سمندر بن گیا، پورا علاقہ، پورا ملک، پانچ شہر اللہ نے قیامت تک ختم کر دیے۔

جب میں وہاں گیا تو جمعہ کا دن تھا، موتہ میں جہاں صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے تھے ان کی قبر کے نزدیک ایک مسجد ہے، وہاں ہم نے جمعہ کی نماز پڑھی۔

عذاب کی وجہ سے آج بھی خوف کا ماحول

نماز کے بعد اس عذاب والے علاقے میں گیا، روزے کے ساتھ ہوں، قسم کھا کر کہتا ہوں میری دینی بہنو! جب ہماری گاڑی اس علاقے میں داخل ہو رہی تھی تو

آج بھی عذاب کا اور گھبراہٹ کا ماحول وہاں کھلم کھلا نظر آتا ہے؛ حالاں کہ ہزاروں سال ہو گئے۔

نوٹ: سفر کے مفصل حالات دیکھی ہوئی دنیا کی تیسری جلد میں ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ نے ایمان والوں کو بچالیا

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے نبی! ہم ایمان والوں کو اور آپ کے خاندان میں سے جو ایمان لائے ان کو عذاب سے بچائیں گے؛ لیکن آپ کی بیوی جو نافرمان ہے اس پر اللہ کا عذاب آئے گا۔

فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۷۰﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ (الشعراء)

ترجمہ: سو ہم نے ان (لوط علیہ السلام) کو اور ان کے سب گھر والوں کو نجات دی؛ سوائے ایک بڑھیا جو پیچھے رہ جانے والوں میں شامل رہی (یعنی حضرت لوط کی بیوی جو ایمان نہیں لائی)۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کو فرمایا جس کا حاصل ہے: اے نبی! جب آدھی رات ہو جائے تو آپ اپنی لڑکیوں کو اپنی فیمیلی والوں کو اور ایمان والوں کو لے کر نکل جانا، ہم صبح صبح ان پر عذاب بھیجنے والے ہیں۔

نافرمان بیوی کو ہلاک کر دیا

حضرت لوط علیہ السلام آدھی رات کو نکلے، بعض روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی نے ساتھ چلنے سے ہی انکار کر دیا تھا کہ میں تو یہی رہوں گی:

اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۷۱﴾

قرآن کی اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے جانے سے ہی انکار کر دیا، اللہ، اللہ! کیسی بیوی کہ اپنے شوہر کے ساتھ نہیں گئی، ظالموں کے ساتھ رہی تو اللہ نے اس بیوی کو بھی عذاب سے ہلاک کر کے ختم کر دیا۔

بعض روایتوں میں ہے کہ اللہ کے نبی کو دکھانے کے لیے تھوڑا سا ساتھ چلی؛ لیکن اللہ نے حکم دیا تھا کہ سب آگے دیکھ کر چلیں، کوئی پیچھے مڑ کر نہ دیکھیں؛ لیکن جب رات کے آخری حصے میں اللہ کا عذاب شروع ہوا اور عذاب کی وجہ سے بھیانک، ڈراؤنی، خطرناک آواز نکلنے لگی تو اس بیوی نے اپنی قوم کی محبت میں پیچھے مڑ کر دیکھا، اس نے کہا: ہائے میری قوم! اس نے اللہ کے حکم پر دھیان نہیں دیا، اس نے اپنی قوم اور ظالموں سے محبت کا اظہار کیا۔

میری دینی بہنو! اسی وقت آسمان سے ایک پتھر آیا اور اس کے سر پر لگا اور وہیں پر اللہ نے اس کو ہلاک کر دیا، آج بھی جہاں اس قوم پر عذاب آیا تھا اس سے کچھ پہلے ایک جگہ عورت کی شکل میں پتھر کا پتلا بنا ہوا ہے، جب ہم وہاں پہنچے تو ایک عرب گائڈ ہمارے ساتھ تھا، میں نے اس کو پوچھا تو اس نے وہاں پر گاڑی رکوائی اور کہنے لگا: دیکھو! یہ پتھر کا جو مجسمہ بنا ہوا ہے یہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کا بتلاتے ہیں کہ وہ نافرمان بیوی جس نے نبی کے ساتھ غداری کی، نبی کے ساتھ چلی؛ لیکن اللہ کی نافرمانی کر کے پیچھے دیکھنے لگی تو اللہ نے یہاں اس پر پتھر بھیجا اور اس کو ہلاک کر کے ختم کر دیا۔

میری دینی بہنو! ہمیشہ نیک کام میں مدد کرو، کبھی برے کام میں مدد مت کرو؛ ورنہ ظالموں پر جو عذاب آتا ہے وہ عذاب مدد کرنے والوں پر بھی آتا ہے۔

نبی کے ساتھ رہنے کی قدر نہ کی تو عذاب نے آ پکڑا

قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ۝۱۰ (التحریم)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے نوح (علیہ السلام) کی بیوی اور لوط (علیہ السلام) کی بیوی کی حالت بیان فرمائی ہے، یہ دونوں (بیویاں) ہمارے دو خاص نیک بندوں کے نکاح میں تھیں، پھر ان دونوں نے ان دونوں (شوہروں) کے ساتھ بے وفائی کی تو وہ دونوں (نیک بندے) اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مقابلے میں ان دونوں (بیویوں) کو کچھ بھی کام نہیں آسکے اور ان عورتوں کو حکم دیا گیا کہ دوسرے (آگ میں) داخل ہوئے لوگوں کے ساتھ تم دونوں بھی آگ میں داخل ہو جاؤ۔

حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی اور حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی دونوں نے اللہ کے نبی کے ساتھ نکاح کی قدر نہیں کی اور نبی کے گھر میں رہ کر کفر کیا اور گناہ پر مدد کی تو اللہ نے دنیا میں بھی ان کو عذاب دیا اور قیامت کے دن بھی اللہ تعالیٰ ان کو جہنم میں داخل کریں گے؛ حالاں کہ نبی کی بیوی تھی، پھر بھی جہنم میں جائے گی۔

دوسری بات آیت میں خاص لفظ استعمال ہوا ’’فخانتاھما‘‘ دونوں نبی کی بیویوں نے خیانت کی؛ یعنی نبی کی خفیہ باتیں لوگوں کے سامنے ظاہر کردی۔

اِس جگہ رُک کر میں آپ کو مسئلہ سمجھا دوں کہ میاں بیوی کے بیچ میں جو خفیہ

باتیں ہوتی ہیں اس کو دوسروں کے سامنے بتلانا حرام ہے، کبھی اس گناہ میں مت پڑنا، بیڈروم کی باتیں باہر بتائی نہیں جاتی۔

جو نصیحت نہیں مانتا اس کے دل پر زنگ لگ جاتا ہے

یہ بات بھی یاد رہے کہ انسان جب گناہ کرتا ہے تو لوگ اس کو سمجھائیں، نصیحت کریں تو توبہ کر لیوے، اللہ گناہ کو معاف کر دیتے ہیں؛ لیکن نہ سمجھے اور گناہ نہ چھوڑے تو گناہ کی عادت پڑ جاتی ہے اور گناہ کی عادت ایسی ہو جاتی ہے کہ ایک وقت ایسا آتا ہے کہ دل پر زنگ لگ جاتا ہے اور پھر کوئی نصیحت اس کے دل میں اترتی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿١٤﴾ (المطففین)

ترجمہ: ہرگز نہیں؛ بلکہ ان کے دلوں پر جو اعمال وہ کرتے ہیں اس نے زنگ چڑھا دیا ہے۔ یعنی گناہ کرتے کرتے ان کے دل پر ایسا زنگ لگ گیا کہ کوئی نصیحت دل میں نہیں اترتی، اللہ ایسی بری حالت سے حفاظت فرمائے، آمین۔

نصیحت مان لیا کرو؛ اس لیے کہ نہیں مانوگے تو گناہ کرتے کرتے بعض مرتبہ دل پتھر جیسا بن جاتا ہے، پھر توبہ کی توفیق نہیں ہوتی ہے، اللہ ایسی بری حالت سے حفاظت فرمائے، آمین۔

ایک خاص حدیث

ایک خاص بات اس مضمون کے ختم پر آپ کو عرض کر دوں، حدیث میں آتا ہے، مسلم شریف میں یہ روایت موجود ہے، حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: تین طرح کے انسان ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے ساتھ بات بھی نہیں

کریں گے، اللہ ان کو سزا دے کر گناہوں سے پاک بھی نہیں کریں گے اور اللہ ان کی طرف رحمت کی نظر سے نہیں دیکھیں گے، یہ تین لوگ یہ ہیں:

① جو بوڑھا مرد یا بوڑھی عورت گناہ کے کام کرے، خاص طور پر حدیث میں زنا کا لفظ آیا ہے۔

بعض مرتبہ ایسا ہوجاتا ہے کہ بوڑھاپے کی عمر میں بھی گناہ نہیں چھوٹتے ہیں، یہ چیز بڑی خطرناک بات ہے، بعض ہماری دینی بہنیں بڑی عمر کی ہوگئیں؛ لیکن غیبت، حسد، طعنہ و تشنیع کرنا ہے اور اسی طرح دوسروں کو ستانا، پریشان کرنا، چاہے بہو کو پریشان کرنا ہو یا دوسرے کسی اپنے رشتے دار کو پریشان کرنا ہو، بوڑھاپا آنے کے بعد بھی عادت نہیں چھوٹتی ہے۔ یاد رکھو! بڑھاپے میں تو بڑے سے بڑے گناہ چھوڑ کر آخرت کی تیاری کرنی ہوتی ہے، بوڑھاپا اور گناہ یہ بڑی خطرناک چیز ہے۔

② بادشاہ ہوکر جھوٹ بولے۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جو بڑے لیڈر ہوکر جھوٹ بولیں، آج بڑے بڑے دین دار کہلانے والے خاندان کے ذمے دار مرد، دین دار کہلانے والی عورت بھی جھوٹ بولتی ہے۔

③ ایسا فقیر جو تکبر کرے۔ فقیری ہے، غریبی ہے پھر بھی تکبر کرے، ان تین لوگوں کے بارے میں حدیث میں آیا ہے کہ اللہ ان کو معاف نہیں کریں گے، رحمت کی نظر سے نہیں دیکھیں گے، سزا دے کر ان کو پاک نہیں کریں گے۔

اللہ ہم سب کی دنیا اور آخرت میں عذاب سے حفاظت فرمائے، آمین۔

واٰخر دعوان ان الحمد للہ رب العالمین

حضرت یوسف علیہ السلام کی والدۂ محترمہ کا پاکیزہ قصہ

مختصر تعارف

نام: راحیل ذکر کیا گیا ہے۔

آپ کو پوری دنیا کا ایک تہائی حسن دیا گیا تھا۔

یہ بات بھی کہی جاتی ہے کہ: مصر میں داخلہ کے وقت سیدنا یعقوب علیہ السلام کے ساتھ جو عورت تھیں وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی خالہ تھیں، ان کا نام ''لیّا'' تھا، اور حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ کا انتقال ''بنیامین'' کی ولادت کے وقت ہو گیا تھا۔

لیکن قرآن کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عورت جناب یوسف علیہ السلام کی سگی ماں ہی تھیں؛ یعنی اس وقت وہ زندہ ہی تھیں۔

تفسیرِ ثعلبی میں ہے کہ: حضرت یعقوب علیہ السلام جب خاندان کے ساتھ مصر تشریف لے گئے تب اللہ تعالیٰ نے حضرت راحیل کو ان کی قبر سے اٹھا کر زندہ کیا، پھر انھوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے سجدہ کیا؛ تاکہ حضرت یوسف علیہ السلام کا دیکھا ہوا خواب پورا سچا ہو جائے۔

مصر کے داخلہ کے وقت حضرت یوسف علیہ السلام کے والدین کے ساتھ ساتھ پوتے پوتیاں، نواسے نواسیاں بھی مصر میں داخل ہوئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لله الَّذِيْ هَدَانَا لِلْإِسْلَامِ وَ مَا كُنَّالِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللهُ وَ أَكْمَلَ لَنَا دِيْنَنَا وَ أَتَمَّ عَلَيْنَانِعمَهُ وَ رَضِيَ لَنَا الْإِسْلَامَ دِيْناً،وَ أَشْهدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَحْدَه لَاشَرِيْكَ لَه وَ أَشْهدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَ شَفِيْعَنَا وَحَبِيْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُه وَرَسُوْلُه،صَلَوَاتُ اللهِ تَبارَكَ وَتَعَالٰى عَلَيْه وَ عَلٰى اٰلِه وَاَصْحَابِه وَذُرِّيَّاتِه وَ اَهلِ بَيْتِه وَاَهلِ طَاعَتِه، وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْراً كَثِيْراً اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ، بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ④

ترجمہ: (وہ واقعہ سنو) جب کہ یوسف (علیہ السلام) نے اپنے ابا سے کہا کہ: اے میرے ابا! یقیناً میں نے گیارہ ستارے اور سورج اور چاند کو (خواب میں) دیکھا ہے، میں نے ان کو دیکھا کہ وہ میرے سامنے سجدہ کر رہے ہیں۔

وقال تعالیٰ: **فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ⑲ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا.**

ترجمہ: پھر جب وہ سب یوسف (علیہ السلام) کے پاس پہنچے، تو یوسف (علیہ السلام) نے اپنے والدین کو اپنے پاس جگہ دی اور (یوسف علیہ السلام نے) کہا کہ: تم سب مصر میں داخل ہو جاؤ، ان شاء اللہ! ہر طرح امن و امان (یعنی چین و اطمینان) کے ساتھ رہو گے ﴿۹۹﴾ اور یوسف (علیہ السلام) نے اپنے والدین کو (اونچے) تخت پر بٹھا دیا اور وہ سب

(یعنی والدین اور گیارہ بھائی) یوسف (علیہ السلام) کے سامنے سجدے میں گرے۔

یہ قرآنِ کریم کی سورۂ یوسف کی آیتیں ہیں، ان میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام اور آپ کی والدہ کا تذکرہ فرمایا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے تقریباً سات سال کی عمر میں ایک خواب دیکھا تھا کہ آسمان سے سورج، چاند اور گیارہ ستارے زمین پر اترے اور انھوں نے آپ کے سامنے سجدہ کیا۔

زیادہ اولاد یہ نبیوں کا طریقہ ہے

حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ کل بارہ بھائی تھے، معلوم ہوا کہ گھر میں زیادہ اولاد ہونا یہ اللہ کے نبیوں کا طریقہ رہا ہے، حضرت یعقوب علیہ السلام کے گھر میں پورے بارہ بیٹے تھے، آج کل تو لوگ بارہ اولاد سن کر ہی سہم جاتے ہیں۔

زیادہ اولاد کی ترغیب

خود ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ اولاد کی ترغیب دی، ارشاد فرمایا:

تَزَوَّجُوْا الوَدُوْدَ الوَلُوْدَ فَاِنِّي مُكاثِرٌ بكم الأُمَمَ يومَ القيامة. (ابن حبان انس رضی اللہ عنہ)

ترجمہ: حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: تم بہت زیادہ محبت کرنے والی اور بہت زیادہ بچے جننے والی عورت سے نکاح کرو، اس لیے کہ میں قیامت کے دن تمھاری کثرت کی بنا پر دوسری امّتوں پر فخر کروں گا۔

اس کو ایک مثال سے سمجھیے! جیسے الیکشن کا زمانہ ہوتا ہے، ہر امیدوار یہ چاہتا ہے کہ اس کے جلسے اور ریلی میں زیادہ سے زیادہ افراد ہوں، روڈ شو (Road show)

کیے جاتے ہیں، یہ سب چیزیں فخر کی ہوتی ہیں، قیامت کے دن تمام انبیا میدانِ محشر میں ہوں گے، اوران کے ساتھ ان کی امت بھی ہوگی، تو ہر نبی کے ساتھ جتنی بڑی امت ہوگی وہ دوسرے نبیوں پر فخر کریں گے، حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: تم نکاح کر کے امّت کی تعداد بڑھاؤ، میری امت کی تعداد زیادہ ہوگی تو میں قیامت کے دن دوسرے نبیوں کے سامنے میری امت کی تعداد زیادہ ہونے پر فخر کروں گا؛ اس لیے زیادہ اولاد کا ہونا ہمارے دین میں پسندیدہ چیز ہے۔

شیخ المشائخ حضرت مولانا رضا اجمیریؒ کی میرے نکاح کے موقع پر ایک جامع دعا

میرے اکابر کی ایک جماعت جس میں میرے مشفق حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم العالیہ اور دوسرے حضرات موجود تھے، ان اکابرین کی موجودگی میں حضرت شیخ اجمیری صاحبؒ نے میرا نکاح پڑھایا، نکاح کے بعد ایک بہت ہی جامع دعائیہ جملہ ارشاد فرمایا:

جَعَلَنا اللّٰہُ تعالیٰ وایاکم مِمَن یُبَاھِيٍ بہ رسولُ اللّٰہ ﷺ یومَ القیامۃ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو ان لوگوں میں سے بنائے جن پر رسول اللہ ﷺ قیامت کے دن فخر کریں گے۔ اللہ تعالیٰ اس دعا کا واقعی مصداق بنادے، آمین۔

خود حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے یہاں کثرتِ اولاد

خود ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے یہاں کئی اولاد ہوئیں، حضرت

خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپ کے دو صاحب زادے اور چار صاحب زادیاں پیدا ہوئیں، صاحب زادوں کے نام یہ ہیں:

① حضرت قاسم رضی اللہ عنہ۔ ②(۲) حضرت طاہر رضی اللہ عنہ۔

قاسم کے نام سے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابو القاسم مشہور تھی، اور طاہر کے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کا نام عبد اللہ تھا۔

زاد المعاد میں ہے کہ: آپ رضی اللہ عنہ کا اصلی نام عبد اللہ تھا، اور طیب اور طاہر دونوں آپ کے لقب تھے۔ (از سیرتِ خاتم الانبیاء)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ تینوں صاحب زادے بچپن ہی میں وفات پا گئے تھے۔

اور صاحب زادیوں کے نام یہ ہیں: ① حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا۔ ② حضرت زینب رضی اللہ عنہا۔ ③ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا۔ ④ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا۔

اِن کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صاحب زادے اور تھے، جن کا نام حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ تھا، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باندی حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے تھے۔

سورج اور چاند سے مراد کون؟

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: اس خواب میں گیارہ ستاروں سے حضرت یوسف علیہ السلام کے گیارہ بھائی مراد ہیں اور سورج سے آپ کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام اور چاند سے آپ کی والدہ مراد ہے۔

بعض کے نزدیک: سورج سے والدہ اور چاند سے والد صاحب مراد ہے۔

ایسے بھی اگر انسان غور کرے تو اس دنیا میں سورج کی روشنی سے دن جگمگاتا

ہے اور چاند کی روشنی سے رات جگمگاتی ہے، انسان کی زندگی کے رات اور دن ماں باپ کی نگرانی میں ہونے والی اسلامی تعلیم اور تربیت سے جگمگا اٹھتے ہیں؛ اس لیے والدین کو بھی چاہیے کہ اولاد کے لیے سورج اور چاند کی طرح روشنی دینے والے بنیں۔

بعض تفسیر کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ راحیل کو پوری دنیا کے حسن کا ایک تہائی حصہ دیا گیا تھا، ظاہر ہے کہ ماں اتنی حسینہ اور خوب صورت ہوتو اولاد میں بھی حسن کا آنا ایک لازمی چیز تھی۔

گویا خواب میں یہ اشارہ تھا کہ کسی موقع پر حضرت یوسف علیہ السلام کے والد اور والدہ حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کریں گے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ کے متعلق مختلف اقوال

① حضرت یعقوب علیہ السلام کے ماموں کا نام ''لابان'' تھا، جس زمانے میں حضرت یعقوب علیہ السلام ماموں کے یہاں رہتے تھے اس زمانے میں اپنے ماموں کی بڑی لڑکی لئیہ (لیا) سے پہلے نکاح ہوا، پھر بعد میں ماموں کی دوسری بیٹی راحیل سے نکاح ہوا، اس زمانے میں دو بہنوں سے ایک ساتھ نکاح کرنا جائز تھا، ہماری شریعت میں ایک ساتھ دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے، قرآن میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ.

ترجمہ: اور یہ بھی (حرام ہے) کہ تم دو بہنوں کو ایک ساتھ (نکاح میں) جمع کرو؛ مگر جو کچھ پہلے (یعنی آیت کے اترنے سے پہلے) ہو چکا (وہ معاف ہے)۔

یہاں تک کہ اگر اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو عدت کے زمانے میں بھی اس

کی بہن کے ساتھ نکاح نہیں ہوسکتا۔

② بعض مفسّرین فرماتے ہیں کہ: بنیامین کی ولادت کے زمانے میں حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ کا انتقال ہوگیا تھا؛اس لیے جس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب دیکھا اس وقت ان کی والدہ زندہ نہیں تھیں، حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کی خالہ سے بھی نکاح کیا تھا، ان کا نام لئیہ (لیا) تھا اور خالہ بھی ماں کے درجہ میں ہوتی ہے؛ اور عرف اور محاورے میں باپ کی دوسری بیوی کو بھی ''ماں'' ہی کہتے ہیں؛اس لیے ان کو''ماں والی'' تعبیر دی گئی۔

③ بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ حیات تھیں، اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ مصر آئی تھیں؛اس لیے سجدۂ شکر کرنا یہ اپنی حقیقی ماں کے ساتھ ہوا ہے۔

④ تفسیرِ ثعلبی میں ہے کہ: حضرت یعقوب علیہ السلام جب خاندان کے ساتھ مصر تشریف لے گئے اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ زندہ نہیں تھیں؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کی والدہ کو ان کی قبر سے اٹھا کر زندہ کیا، پھر انھوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے سجدہ کیا؛ تا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا دیکھا ہوا خواب پورا سچا ہوجائے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی پیدائش اور وطن

''فدان آرام'' نامی ایک جگہ پر حضرت یوسف علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔

امام طبریؒ نے نقل کیا ہے کہ: حضرت یوسف علیہ السلام کا وطن فلسطین کے جنوب

میں ''وادیٔ عربہ'' تھا۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ فلسطین کے ایک مقام ''اولاج'' کے رہنے والے تھے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام دیہات کے رہنے والے اور اونٹوں اور بکریوں کے مالک تھے۔

وطن سے دور بھی گھر والوں کی خیر خواہی

حضرت یوسف علیہ السلام تو تقدیرِ الٰہی سے وطن سے دور مصر پہنچ گئے، ظاہری تکلیف تو ہوئی؛ لیکن اسی تکلیف کی برکت سے مصر کی حکومت نصیب ہوئی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی قحط کے زمانے میں غلّہ لانے کے لیے جب تیسری مرتبہ مصر پہنچے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر سے دوسو اونٹ پر ضروری سامان خاندان والوں کے لیے بھیجا، اور اپنے پورے خاندان کو مصر آنے کی دعوت دی، چنانچہ آپ علیہ السلام کے والدین اور پورا گھرانہ۔جس میں بہتر (۷۲) یا ترانوے (۹۳) افراد تھے۔مصر کے لیے روانہ ہوگیا۔

معلوم ہوا کہ انسان کو اگر کسی وجہ سے وطن سے دور قیام کرنے کا موقع آئے تب بھی والدین بھائی ، بہن ، رشتے داروں کی خیر خواہی کرنی چاہیے، ان کی خیر خبر رکھنا چاہیے اور ان کے ساتھ تعلق رکھیں، ان کے اخراجات کی فکر رکھیں ، وطن سے جسمانی دوری کے باوجود قلبی، اخلاقی اور دینی ربط باقی رہنا چاہیے۔

دیہاتی زندگی سے شہری زندگی

حضرت یوسف علیہ السلام کے والد اور والدہ کنعان کے دیہات میں زندگی گزار

رہے تھے، ایک طرف دیہاتی زندگی کی زحمت اور دوسری طرف بیٹے یوسف کی جدائی کی زحمت، والدین دوطرح کی زحمتوں کی زندگی گزار رہے تھے، اب اپنے یوسف کی دعوت پر مصر جیسے ترقّی یافتہ اور تہذیب والے شہر میں پہنچ گئے، شہری زندگی میں بڑی سہولتیں ہوتی ہیں، پہلے زندگی گزارنے کا سامان بھی بہت تنگ تھا، اب یہاں شہر میں بہت وسعت اور راحت والی زندگی نصیب ہوئی، اسی کو قرآن میں ایک مستقل نعمت کے طور پر بیان کیا گیا:

وَقَدْ اَحْسَنَ بِیْۤ اِذْ اَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّیْطٰنُ بَیْنِیْ وَبَیْنَ اِخْوَتِیْ ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۰۰﴾

ترجمہ: اور میرے رب نے (اس وقت) مجھ پر بڑا احسان کیا کہ مجھ کو جیل سے نکالا اور (یہ بھی احسان ہوا کہ) شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان جھگڑا کروا دیا تھا (اللہ تعالیٰ نے جدائی ختم کر دی) پھر میرے رب گاؤں سے تم کو میرے پاس (مصر) لے آئے، میرے رب جو چاہتے ہیں اس کو عمدہ تدبیر سے کرتے ہیں، یقیناً اس (اللہ تعالیٰ) کا علم بھی کامل ہے اور اس کی حکمت بھی کامل ہے۔

ویسے گھریلو زندگی میں تنگی کا احساس عورتوں کو زیادہ ہوتا ہے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے یہاں ویسے بھی قحط کی وجہ سے بڑی تنگی تھی، مصر آکر جب بڑی راحت والی زندگی ملی تو سب سے زیادہ راحت شاید حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ کو ملی ہوگی۔

گویا والدہ نے بڑی تکلیف اٹھائی تھی، پھر مصر آکر راحت نصیب ہوگئی اور ایسا ہی ہوتا ہے کہ بہت سی مرتبہ والدین کو پہلے بہت تکلیف اٹھانی پڑتی ہے، جس کی

برکت سے اولاد کو بعد میں بڑی راحت نصیب ہوتی ہے، کاش کہ! اولاد والدین کی ان قربانیوں کی قدر کریں اور سوچیں کہ ہمارے والدین نے ہم کو کتنی محنت ومشقت سے بڑا کیا اور والدین کی صحیح قدر وخدمت کریں۔

دیہات کے رہنے والوں کی سخت مزاجی

دیہات کے رہنے والے لوگوں میں بہت سارے لوگ قدرتی طور پر سخت مزاج ہوتے ہیں، حضرت علامہ شبیر صاحب عثمانیؒ حدیث نقل کرتے ہیں:

مَنْ سَکَنَ الْبَادِیَۃَ جَفَا. (رواہ الترمذي وابو داؤد عن ابن عباس رضي اللہ عنهما)

ترجمہ: جس نے دیہات میں رہائش اختیار کی وہ سخت (مزاج) ہوگیا۔

ایک دیہات کے رہنے والے صاحب نے حضرت نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: کیا آپ لوگ اپنے بچوں کو پیار کرتے ہو؟ اللہ کی قسم! میں نے کبھی اپنی اولاد کو پیار نہیں کیا، اس پر حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں کیا کروں اگر اللہ تعالیٰ نے تیرے دل سے اپنی رحمت کو نکال لیا ہے۔

جلالین شریف کے حاشیہ میں ایک حدیث نقل کی گئی ہے:

مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا ینقلہ من البادیۃ الی الحاضرۃ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اس کو دیہات سے شہر کی طرف منتقل کر دیتے ہیں۔

ویسے بھی بہت سی جگہوں پر تجربہ اور مشاہدہ ہوا کہ گاؤں کے رہنے والوں میں گاؤں کی آبادی جس طرح محدود اور کم ہوتی ہے اسی طرح ان کی سوچ بھی محدود اور کم

ہی ہوتی ہے، سوچ اور اخلاق کی تنگی آداب میں محسوس ہوتی ہے، اس کی بہ نسبت بہت سے شہریوں میں بڑی قلبی وسعت دیکھنے کو ملتی ہے، گرچہ یہ قاعدۂ کلیہ نہیں ہے۔

غرض! حضرت یوسف علیہ السلام کے والد اور والدہ کو گاؤں والی زندگی سے چھٹکارا ملا اور شہر والی زندگی ملی، یہ اللہ کی بہت بڑی نعمت تھی۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کا شاندار استقبال کیا

جب حضرت یوسف علیہ السلام کو اطلاع ہوئی کہ والد اور والدہ پورے قافلے کے ساتھ مصر پہنچ رہے ہیں تو آپ نے ایک بڑا استقبالیہ خیمہ بنوایا، اس کو مزیّن کیا گیا، حضرت یوسف علیہ السلام اور مصر کے لوگ اور چار ہزار سپاہی اسقبالیہ سلامی پیش کرنے کے لیے نکلے، خود مصر کا بادشاہ بھی حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ استقبال کے لیے گیا، حضرت یوسفؑ نے اپنے والد اور والدہ کو اپنے پاس رکوایا اور اپنے شاہی تخت پر بٹھایا۔

اِس میں ایک بہت بڑا سبق یہ ہے کہ بادشاہت جیسا اونچا مقام مل گیا، پھر بھی آپ علیہ السلام نے اپنے والدین کا اکرام نہیں چھوڑا، ایک بیٹا ہونے کے ناطے اپنے اونچے مقام کو بھول کر آپ نے اپنے والدین کا پورا استقبال اور اکرام کیا، اور بیٹا بیٹا ہی بن کر والدین کے ساتھ رہے یہی شرافت کا تقاضا ہے۔

جدائی کی مدّت

حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے والدین کے درمیان کتنے عرصے تک جدائی رہی اس سلسلے میں ۸۰، ۸۳، ۵۰، ۴۰، اور ۱۸ رسال یہ مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔

مصر میں امن وسکون

جب حضرت یوسف علیہ السلام کے والد اور والدہ مصر پہنچ گئے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ﴿٩٩﴾

ترجمہ: پھر جب وہ سب یوسف (علیہ السلام) کے پاس پہنچے، تو یوسف (علیہ السلام) نے اپنے والدین کو اپنے پاس جگہ دی اور (یوسف علیہ السلام نے) کہا کہ: تم سب مصر میں داخل ہو جاؤ، ان شاء اللہ! ہر طرح امن وامان (یعنی چین واطمینان) کے ساتھ رہو گے۔

یعنی اب یہاں مصر میں راحت واطمینان اور دل جمعی کے ساتھ رہو، ایک پردیسی مسافر کو دوسرے ملک میں جن خطرات و پریشانیوں کا اندیشہ ہوتا ہے ایسا کوئی خطرہ اور تکلیف نہیں ہوگی۔

بچپن کے خواب کی تعبیر پوری ہوئی

اس کے بعد سب نے حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے سجدہ کیا:

وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ

ترجمہ: اور یوسف (علیہ السلام) نے اپنے والدین کو (اونچے) تخت پر بٹھادیا اور وہ سب (یعنی والدین اور گیارہ بھائی) یوسف (علیہ السلام) کے سامنے سجدے میں گرے۔

یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کی عزّت اور اونچا مرتبہ دیکھ کر والدین اور سب گھر والوں نے اللہ تعالیٰ کے سامنے شکر کا سجدہ ادا کیا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ کے سامنے شکر کا یہ سجدہ کیا گیا۔ عبادت کا سجدہ تو ہر شریعت میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے جائز تھا؛ البتہ کسی کی تعظیم کے لیے سجدہ کرنا پچھلی شریعتوں میں جائز تھا؛ لیکن وہ شرک کا ذریعہ بن سکتا ہے؛ اس لیے اِس امت میں وہ ناجائز قرار دیا گیا۔

اولاد کی ترقّی دیکھ کر والدین کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے

اِس آیت سے یہ بات سیکھنے کو ملی کہ اپنی اولاد کو کوئی دینی اعتبار سے ترقی نصیب ہو یا دنیوی اعتبار سے جائز طریقے سے کوئی مناسب نعمت یا مقام ملے تو والدین کو اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدۂ شکر اور شکرانے کی نماز بھی پڑھنی چاہیے، اور دل وزبان سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیے، کبھی فخر اور غرور نہ کرے، اور دوسروں کی اولاد کو حقیر نہ سمجھے۔

اولاد والدین کی تکلیف دور کرنے کا ذریعہ بنے

حضرت یوسف علیہ السلام کی برکت سے ان کے والدین کی تکلیف دور ہوگئی، غریبی اور تنگی کی زندگی کے بجائے اب راحت والی زندگی نصیب ہوئی، اسی طرح اولاد کو والدین کی تکلیف دور کرنے کا ذریعہ بننا چاہیے۔

پھر حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ کا بھی انتقال ہوگیا اور وہ غالباً فلسطین میں مدفون ہوئیں۔

وأخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

عزیزِ مصر کی بیوی زلیخا اور حضرت یوسف علیہ السلام کا حیرت انگیز واقعہ

مختصر تعارف

نام: زلیخا مشہور ہے۔

بعض لوگوں نے اس کا نام ''راحیل'' بھی لکھا ہے۔

اس کا خاوند مصر کے بادشاہ کا وزیر تھا، جس کا لقب ''عزیز'' اور نام ''قطفیر'' تھا، اطفیر بھی بتلایا گیا ہے۔

آیت کے نتیجے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ جوان اور مضبوط عورت تھیں، تب ہی تو حضرت یوسف علیہ السلام کا دامن پھٹ گیا۔

عزیزِ مصر کے انتقال کے بعد شاہِ مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کی شادی زلیخا کے ساتھ کرادی تھی، اس وقت یوسف علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ کیا یہ صورت اس سے بہتر نہیں ہے جو تم چاہتی تھیں؟

زلیخا نے اعترافِ قصور کے ساتھ اپنا عذر بیان کیا۔

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے بڑی عزت وشان کے ساتھ ان کی مراد پوری فرمائی، اور عیش ونشاط کے ساتھ زندگی گزری۔

تورات اور اہلِ کتاب کی تاریخ میں ہے کہ ان سے یوسف علیہ السلام کے دو لڑکے ''افرائیم'' اور ''منشا'' اور ایک لڑکی ''رحمت بنت یوسف'' پیدا ہوئیں۔

رحمت کا نکاح حضرت ایوب علیہ السلام کے ساتھ ہوا۔

افرائیم کی اولاد میں سے یوشع بن نون علیہ السلام پیدا ہوئے، جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رفیق تھے۔ (معارف القرآن، سورۂ یوسف)

بسم الله الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہ وَنَسْتَعِیْنُہ وَنَسْتَغْفِرُہ وَنُؤْمِنُ بِہ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہ مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا،مَنْ یَّھدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہ وَمَنْ یُّضْلِلْہ فَلَاھَادِیَ لَہ وَنَشْھدُ اَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہ لَاشَرِیْکَ لَہ وَنَشْھدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ شَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہ وَرَسُوْلُہ،صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہ وَ عَلٰی اٰلِہ وَاَصْحَابِہ وَذُرِّیَّاتِہ وَ اَھلِ بَیْتِہ وَاَھلِ طَاعَتِہ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً

اَمَّا بَعْدُ!فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَقَالَ الَّذِی اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖۤ اَكْرِمِیْ مَثْوٰىهُ عَسٰۤى اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ؕ وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِیُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ ٘ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ؕ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰۤى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ۝۲۱

ترجمہ: (قافلے والے یوسف علیہ السلام کو مصر لے گئے اور بیچ دیا) اور مصر کے جس آدمی نے اس (یوسف علیہ السلام) کو خریدا اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ: تو اس (غلام یوسف) کو عزت سے رکھنا، شاید یہ (یوسف) ہم کو کام آجائے یا ہم اس (یوسف) کو (اپنا) بیٹا ہی بنالیں اور (جس طرح کنویں سے ہم نے یوسف علیہ السلام کو نکالا) اسی طرح ہم نے یوسف (علیہ السلام) کو (مصر کی) زمین میں عزت کی جگہ دی اور اس واسطے کہ ہم اس (یوسف علیہ السلام) کو باتوں کا صحیح مطلب نکالنا سکھا دیں اور اللہ تعالیٰ کو اپنے کام میں پوری طاقت ہے؛ لیکن اکثر لوگ اس بات کو جانتے نہیں ہیں ﴿۲۱﴾

یہ قرآن مجید کے بارہویں پارے کی سورۂ یوسف کی آیت ہے۔

اِس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام اور زلیخا کے قصے کو بیان کیا ہے۔

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو۔جن کا واقعہ پیچھے تفصیل سے گذر چکا۔اللہ تعالیٰ نے بڑی عمر میں ایک بیٹا عطا فرمایا تھا،جن کا نام اسحاق تھا،پھر حضرت اسحاق علیہ السلام کے یہاں ایک بیٹا پیدا ہوا،ان کا نام یعقوب تھا اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے یہاں جو بیٹا پیدا ہوا ان کا نام یوسف تھا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ ترتیب سے بیان کرنے کی حکمت

قرآنِ مجید کوئی قصہ کہانی کی کتاب نہیں ہے؛لیکن جو واقعات بھی قرآن میں بیان ہوئے وہ عبرت اور نصیحت کے طور پر بیان ہوئے؛اس لیے جہاں جو نصیحت اور عبرت کا مقام ہوتا ہے وہاں اس واقعہ کا وہ حصہ بیان ہوتا ہے؛اس لیے قرآن میں واقعات عام طور پر ترتیب سے بیان نہیں ہوئے۔

لیکن حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ پوری ترتیب سے بیان ہوا،اس کی حکمت یہ سمجھ میں آتی ہے کہ: کس طرح تاریخ مرتّب کرنی ہے اس کا فن بھی سیکھنے کو ملے کہ تاریخ جب جمع کی جائے تو واقعات ترتیب سے آنا چاہیے۔

نیز یہ ہدایت بھی دینی ہے کہ کسی واقعہ کو بیان کرو تو اتنا اختصار نہ ہو کہ بات پوری سمجھ میں نہ آوے،جیسے اعلان ہوتا ہے اس طرح بیان نہ کرو اور اتنا طویل بھی نہ ہو کہ یاد رکھنا مشکل ہو جائے اور اس میں بے فائدہ باتیں شامل نہیں ہونی چاہیے،بہت سے لوگ واقعات کو بیان کرنے میں ایسی غیر ضروری تفصیلات بیان کرتے ہیں جن کا کوئی فائدہ نہیں ہوا کرتا۔

عجیب خواب! آفتاب و ماہتاب گر پڑے قدموں میں

حضرت یوسف علیہ السلام نے تقریباً سات سال کی عمر میں ایک خواب دیکھا تھا کہ آسمان سے سورج، چاند اور گیارہ ستارے زمین پر اترے اور انھوں نے میرے سامنے سجدہ کیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے ابا جان کو خواب بتلایا تو ابا جان نے فرمایا: بیٹا! اپنا خواب کسی دوسرے کو مت بتلانا، خاص طور پر اپنے بھائیوں کو مت بتلانا، ورنہ وہ تیرے خلاف کوئی سازش کریں گے اور شیطان انسان کا کھلم کھلا دشمن ہے۔

اس خواب کی تعبیر کچھ اس طرح تھی کہ مستقبل میں اللہ تعالیٰ حضرت یوسف علیہ السلام کو عزّت کا ایسا بلند مقام عطا فرمانے والے ہیں کہ والدین اور دوسرے سب بھائی ان کی عزت کریں گے۔

چھوٹے بھائی کو ایسا عالی مقام مل جائے تو بعض مرتبہ بڑے بھائیوں کو یہ بات پسند نہیں آتی۔

حضرت یوسف علیہ السلام ابھی تو بچے ہیں، صرف سات سال کی عمر ہے؛ لیکن مستقبل میں بڑے ہو کر اللہ کے نبی بنائے جانے والے ہیں؛ اسی لیے ماں باپ کو ان سے زیادہ محبت تھی، نیز بھائیوں کو یوسف علیہ السلام کا خواب اور اس کی تعبیر بھی معلوم ہو گئی، اس کی وجہ سے بھائیوں کے دل میں جلن اور حسد پیدا ہوا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے ان کو قتل کرنے کی پلاننگ کی اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے سامنے باتیں بنا کر حضرت یوسف علیہ السلام کو جنگل میں لے گئے،

وہاں ان کا کرتہ نکالا، ایک جانور مارا اور اس جانور کا خون حضرت یوسف علیہ السلام کے کرتے پر لگا دیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں پھینک دیا، اب ابا کے پاس آ کر جھوٹا روتے ہوئے کیسے بہانے بنا رہے ہیں کہ: ہمارے بھائی کو جنگل کا بھیڑیا کھا گیا۔

عقل مند بھیڑیا

ابّا جان حضرت یعقوب علیہ السلام کو اندازہ تو ہو ہی گیا تھا کہ میرے دسوں دس بیٹے جھوٹ بول رہے ہیں؛ اس لیے کہ انھوں نے کہا تھا کہ: یوسف کو بھیڑیا کھا گیا، حضرت یعقوب علیہ السلام نے کرتہ دیکھ کر فرمایا کہ:

بھیڑیا کتنا عقل مند اور ہوشیار تھا کہ اس نے پہلے میرے بیٹے کا کرتہ نکالا، پھر اس کو کھایا؛ اس لیے کہ اس کرتے پر تو صرف خون لگا ہوا تھا، کرتہ کہیں سے بھی پھٹا ہوا نہیں تھا، بالکل صحیح وسالم تھا؛ کیوں کہ وہ خون تو بھائیوں کا لگایا ہوا تھا، اگر بھیڑیا کھاتا تو کرتہ ضرور پھٹ جاتا؛ لیکن نہ بھیڑیے نے کھایا، نہ کرتہ پھٹا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:

فَصَبۡرٌ جَمِیۡلٌ ؕ وَاللّٰهُ الۡمُسۡتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوۡنَ ﴿۱۸﴾

ترجمہ: پس میرے لیے تو صبر کرنا ہی بہتر ہے اور جو بات تم ظاہر کرتے ہو (یا جو بات تم بتاتے ہو) اس کے بارے میں، میں اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگتا ہوں۔

وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے!!!

بہر حال! بھائیوں کے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں پھینک دینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کی حفاظت فرمائی اور ان کو مصر پہنچا دیا، وہاں بھی مصر کے وزیرِ

مالیات (Finance Minister) کے گھر میں رہنا نصیب فرمایا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی صحیح قیمت پہچاننے والا

مصر کے وزیرِ مالیات جس کا نام ''قطفیر'' یا ''اطفیر'' تھا جس کو ''عزیزِ مصر'' کہا جاتا تھا اور اس زمانے کا بادشاہ ''ریان بن اسید'' نام کا تھا، وزیرِ خزانہ نے اپنی بیوی کو۔ جس کا نام ''راحیل'' یا ''زلیخا'' تھا۔ کہہ دیا کہ: یوسف کو اچھی طرح رکھنا، عام غلام کی طرح مت رکھنا، اس کی ضروریات کا اچھا انتظام کرنا، رہنے کے لیے اچھا ٹھکانا دینا۔

چونکہ رہنا کھانا وغیرہ گھریلو کام ہے جو عام طور پر زیادہ تر عورتوں سے متعلق ہوتے ہیں، ہماری شریعت نے ہم کو یہ مبارک تعلیم دی ہے کہ ہر خادم، غلام، باندی اور کام کرنے والوں سے ہم اچھا سلوک کریں۔ قرآن میں ارشاد فرمایا:

وَقَالَ الَّذِی اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖٓ اَكْرِمِیْ مَثْوٰىهُ عَسٰٓى اَنْ یَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا.

ترجمہ: اور مصر کے جس آدمی نے یوسف علیہ السلام کو خریدا اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ: تو اس (غلام یوسف) کو عزت سے رکھنا شاید یہ (یوسف) ہم کو کام آجائے یا ہم اس (یوسف) کو اپنا بیٹا بنالیں گے۔

حضرت یوسف علیہ السلام ''عزیزِ مصر'' کے محل میں زندگی گزارنے لگے، جب چالیس برس کی عمر کو پہنچ گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو باقاعدہ نبی بنایا۔

زلیخا کے دل میں یوسف علیہ السلام کی محبت کے کچھ ظاہری اسباب

بعض مفسّرین نے یہ بات لکھی ہے کہ: عزیزِ مصر نامرد اور جسمانی اعتبار سے

کمزور تھے اور بیوی کی ضرورت پوری نہیں کر سکتے تھے، وہ صبح آفس چلے جاتے اور رات کو لوٹ کر آتے تھے، اور یوسف علیہ السلام رات دن گھر میں رہتے تھے۔

اب ایک طرف حضرت یوسف علیہ السلام کا خوب صورت چہرہ، جوانی، آئندہ جو نبوت ملنے والی ہے اس کی نورانیت اور معصومیت، اور دوسری طرف اس عورت زلیخا کا شوہر نامرد، یہ کچھ ظاہری اسباب جمع ہوگئے جس کی وجہ سے زلیخا کے دل میں یوسف علیہ السلام کی محبت بیٹھ گئی۔ یوسف علیہ السلام کو معلوم نہیں ہے کہ یہ مجھ سے محبت کر رہی ہے، وہ اپنے دل ہی دل میں یوسف کے لیے محبت کے خیال پکا رہی ہے، یہ ایک طرف کی محبت تھی اور اس میں زلیخا آگے بڑھ گئی اور جب بہت آگے بڑھ گئی تو اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو پھنسانے کے لیے بہت ناپاک چال چلی، وہ اتنی زوردار چال تھی کہ اگر اللہ کی مدد نہ ہوتی تو حضرت یوسف علیہ السلام پھنس جاتے؛ لیکن اللہ کی مدد نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بچالیا۔

یک طرفہ محبت (One Side Love)

اس دور میں جن فتنوں سے ہمارے نوجوان بھائی بہنوں کو سابقہ پڑتا ہے ان میں ایک خطرناک فتنہ یک طرفہ محبت کا بھی ہے، کوئی لڑکا کسی لڑکی کی ناجائز محبت میں دیوانہ بنا ہوا ہے اور سامنے وہ لڑکی اس کی محبت کو چاہتی ہی نہیں ہے اور بعض مرتبہ اس کو پتہ تک نہیں ہوتا۔

اسی طرح بعض لڑکیاں بعض لڑکوں کی محبت میں دیوانی ہوتی ہیں اور وہ لڑکا اس لڑکی کو چاہتا نہیں ہے، بہت سی مرتبہ اس لڑکے کو پتا تک نہیں ہوتا ہے، پھر اس سلسلے میں

بہت سے عجیب وغریب قتل کے اور جسمانی نقصان پہنچانے کے واقعات بھی پیش آتے رہتے ہیں۔

ایک دل کو ہلا دینے والا واقعہ

ابھی تازہ اس ہفتے ہمارے گجراتی اخبار میں ایک واقعہ شائع ہوا: ایک لڑکا ایک لڑکی کی محبت میں دیوانہ تھا اور وہ لڑکی اس لڑکے کو بالکل نہیں چاہتی تھی، وہ لڑکا یک طرفہ محبت میں مبتلا تھا، اس نے پینتیس (35) مرتبہ اس لڑکی کے سامنے اپنے عشق کی پیش کش کی؛ لیکن اس نے ہر مرتبہ رد کر دیا، بالآخر اس لڑکے نے خنجر کے پینتیس زخم مار کر اس لڑکی کو قتل کر ڈالا۔ یہ ہے یک طرفہ محبت کا جنون اور انجام، جانبین کا ناجائز معاشقہ تو ہے ہی برا؛ لیکن یہ یک طرفہ محبت کا جنون بھی بہت خطرناک ہے، اللہ تعالیٰ نوجوان بھائی بہنوں کی اس سے حفاظت فرماوے، آمین۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو پھسلانے کی خطرناک سازش

اب وہ کیا چال تھی؟ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ.

ترجمہ: اور وہ (یوسف علیہ السلام) جس عورت کے گھر میں رہتے تھے اس نے اس (یوسف) کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے پھسلانے کی کوشش کی اور اس عورت نے (اپنے مکان کے تمام) دروازے بند کر دیے۔

جب زلیخا کا شوہر صبح آفس چلا گیا تو اس نے اپنا بیڈ روم پہلے سے تیار کر رکھا تھا، اس کا روم اس کے محل کے بالکل اندر تھا، اس روم سے پہلے اور بہت سارے

کمرے تھے، اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کسی کام کے بہانے اپنے کمرے میں بھیجا، حضرت یوسف علیہ السلام اندر تشریف لے گئے، زلیخا پیچھے پیچھے ناپاک ارادے سے آئی اور اس نے ایک کام یہ کیا کہ جتنے کمروں سے گذر کر اندر گئی تمام کمروں کے دروازے اندر سے بند کرتے ہوئے گئی، پھر اخیر میں اپنے کمرے میں پہنچی۔

وہاں پہنچنے کے بعد اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی گندی چال میں پھنسانے کی کوشش شروع کی، ایک دم سے تو ہمت نہیں ہوئی کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو گناہ کی دعوت دے؛ بلکہ اس نے یوسف علیہ السلام کو للچانا شروع کیا، اور کتنے خطرناک طریقے سے للچایا وہ بھی ایک عبرت کی چیز ہے۔

جانور صرف منہ سے موٹا ہوتا ہے اور انسان منہ اور کان دو راستوں سے موٹا ہوتا ہے

ایک نکتے کی بات یہ ہے کہ: جانور صرف منہ کے راستے سے کھا، پی کر موٹا ہوتا ہے، جب کہ انسان جس طرح منہ کے راستے سے کھا، پی کر موٹا ہوتا ہے، اسی طرح کان سے اپنی تعریف سن سن کر اور آنکھ سے اپنی تعریف میں لکھے ہوئے کلمات پڑھ کر بھی موٹا ہوتا ہے، اس کو ہمارے یہاں گجراتی میں (ફૂલણ જી) کہتے ہیں؛ یعنی جو تعریف سن سن کر پھول گیا ہو۔

زلیخا کا یوسف علیہ السلام کی تعریف کرنا اور آپ علیہ السلام کا جواب

زلیخا نے بھی یہی ہتھیار اپنایا اور حضرت یوسف علیہ السلام کی تعریف شروع کی،

کہنے لگی: یوسف! تمھارے بال کتنے خوب صورت ہے!

بال کی تعریف کر کے یوسف علیہ السلام کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی؛ لیکن یہاں تو اللہ کے نبی تھے، ہمارا تمھارا معاملہ تو تھا نہیں کہ کوئی تعریف کر دے تو ہوا میں اڑنے لگے، یہ تو اللہ کے نبی تھے، ان پر آخرت کی فکر اور اللہ کا ڈر غالب تھا؛ اس لیے حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا کو بہت پیارا جواب دیا کہ: اے زلیخا! تو میرے بالوں کی تعریف کرتی ہے، یاد رکھ! جب میری موت ہوجائے گی اور لوگ مجھے قبر میں رکھ کر اوپر سے مٹی ڈال کر میری قبر کو بند کر دیں گے تو قبر میں سب سے پہلے میرے بال ہی میری کھوپڑی سے جدا ہوں گے۔

اس لیے کہ قبر میں گرمی ہوتی ہے، اس کی وجہ سے جسم پر اثر ہوتا ہے اور سب سے پہلے یہ بال کھوپڑی سے الگ ہوتے ہیں۔

بال رکھنے کا سنت طریقہ

اس لیے ہمیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بال رکھنے کا جو طریقہ بتلایا اس کے مطابق بال رکھنے چاہیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح بال رکھتے تھے، کبھی کان کی لو تک ہوتے تھے اور کبھی اَور لمبے ہوتے تھے اور سفر وغیرہ کا موقع ہو اور کٹوانے کا موقع نہ ملے تو اور زیادہ لمبے ہوجاتے تھے؛ لیکن سب بال برابر ہوتے تھے، ایسا نہیں ہوتا تھا کہ ایک طرف سے بال لمبے اور دوسری طرف سے چھوٹے، یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نہیں ہے، جیسے آج کل رواج ہے کہ نئی نئی فیشن کے بال، کہیں کچھ حصہ منڈوا دیا، کسی جگہ بڑے رکھے، یہ نامناسب طریقہ ہے، یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے سراسر خلاف ہے، یہ اسلامی طریقہ نہیں

ہے؛ بلکہ یہود ونصاریٰ کا اور اسلام کے دشمنوں کا طریقہ ہے۔

زلیخا نے جب دیکھا کہ میرا پہلا تیر نشانے پر نہیں لگا تو اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو پھنسانے کے لیے دوسرا تیر پھینکا، کہنے لگی:

یوسف! تمھاری آنکھیں کتنی حسین ہیں!

حضرت یوسف علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: موت کے بعد یہ سب پانی ہو کر میرے چہرے پر بہہ جائیں گی۔

پھر زلیخا نے کہا: یوسف! تمھارا چہرا کتنا خوب صورت ہے!!!

یوسف علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: مٹی ان سب کو کھا جائے گی۔

گویا اللہ تعالیٰ نے آخرت کی فکر آپ کو ایسی عطا فرمائی تھی کہ اللہ کی توفیق سے جوانی کی حالت میں بھی تمام گناہوں سے اپنے آپ کو بچا رہے تھے، صحیح بات یہ ہے کہ آخرت کا فکر یہی وہ چیز ہے جو انسان کو ہر جگہ ہر شر سے اور ہر گناہ سے بچا سکتی ہے۔

زلیخا کے دل ودماغ میں خواہش کا نشہ چڑھا ہوا تھا

زلیخا پر شہوت کا بھوت سوار تھا، دل ودماغ میں خواہش کا نشہ چڑھا ہوا تھا اور یہ بہت خطرناک چیز ہے، جب یہ شہوت کا بھوت سوار ہوتا ہے تو پھر آدمی ماں باپ کی بات نہیں سنتا، دوستوں کی بات نہیں سنتا، اللہ والوں کی بات نہیں سنتا، بس! اس کے دماغ میں ایک شہوت کا بھوت سوار ہوتا ہے، پھر وہ گناہ میں پڑتا ہے، یہ بہت خطرناک چیز ہے، اللہ بچائے!، آمین۔

تو زلیخا کے دل ودماغ پر شہوت کا نشہ چڑھا ہوا تھا، کوئی بات سمجھتی نہیں، اس

نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ہر طرح سے پھنسانے کی کوشش کی؛ لیکن جب کامیاب نہیں ہوئی تو آخر میں صاف لفظوں میں دعوت دے دی، کہا: ﴿وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ﴾

ترجمہ: اور وہ عورت (یوسف علیہ السلام سے) کہنے لگی: جلدی سے آجاؤ۔

یعنی اس نے سامنے سے گناہ کی خود دعوت (Offer) دی۔

گناہ سے بچنے کا مضبوط ذریعہ

حضرت یوسف علیہ السلام نے جب اپنے آپ کو سب طرف سے گھیراؤ میں پایا تو گناہ سے حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی، صرف اپنے عزم وارادہ پر بھروسہ نہیں کیا اور جس کو اللہ کی حفاظت مل جائے اس کو کوئی شیطان گمراہ نہیں کرسکتا اور ساتھ میں اس وقت گناہ کی دعوت دینے والی زلیخا کو نصیحت بھی کرنا شروع کردیا کہ وہ بھی اللہ سے ڈرے اور وہ بھی گناہ کے ارادے کو چھوڑ دے، معلوم ہوا کہ اللہ سے دعا یہ گناہ سے بچنے کا بہت ہی مؤثر ذریعہ ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے جواب دیا: ﴿قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ﴾

ترجمہ: اس (یوسف علیہ السلام) نے کہا: (جس برے کام زنا کے لیے تو مجھے بلاتی ہے اس سے میں) اللہ تعالیٰ کی پناہ (مانگتا ہوں)۔

نفس کا دھوکا خطرناک ہوتا ہے

یہ سیکھنے کی چیز ہے، کوئی بھی انسان اللہ کی مدد کے بغیر گناہ سے بچ نہیں سکتا، صاف بات ہے، آگے آیت آرہی ہے:

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ ۭ اِنَّ

رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴿۵۳﴾

ترجمہ: اور (یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ) میں یہ دعویٰ نہیں کرتا ہوں کہ میرا نفس بالکل پاک ہے، یقیناً نفس تو بُرائی سکھاتا ہے، ہاں! میرے رب جس (نفس) پر رحم فرمادیویں (تو اس پر نفس کا داؤ نہیں چلتا) یقیناً میرے رب تو بہت معاف کرنے والے، بہت زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔

ہمارے اس نفس کا دھوکا اتنا خطرناک کہ اللہ کی مہربانی کے بغیر کوئی بچ نہیں سکتا، ہمارے چشتیہ سلسلے کے ایک بہت بڑے پیر حضرت خواجہ حسن بصریؒ ہیں، حضرت رابعہ بصریہؒ ان کے زمانے میں ایک بہت نیک عورت تھیں، شیطان نے چیلنج کیا تھا کہ: اگر حسن بصری اور رابعہ بصریہ بھی ایک جگہ تنہائی میں جمع ہوجائیں تو میں ان کو بھی ہلادوں گا۔ پھر شیطان کے سامنے میرا اور آپ کا تو کیا شمار؟

اس لیے جہاں تنہائی ہو، جہاں گناہ کا موقع ہو وہاں جانے سے اپنے آپ کو بچائیں، اور اللہ سے دعا کرتے رہیں کہ: اللہ گناہ سے بچائے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی احسان شناسی

پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا کو کیا سمجھایا؟ فرمایا:

اِنَّهٗ رَبِّیْٓ اَحْسَنَ مَثْوَایَ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ﴿۲۳﴾

ترجمہ: یقیناً وہ (اللہ تعالیٰ یا عزیز مصر) تو میرا مالک ہے جس نے مجھے اچھی طرح رکھا ہے، یقیناً ظلم کرنے والوں کو فلاح حاصل نہیں ہوتی۔

اِس آیت کا ایک مطلب یہ ہے کہ: تیرا شوہر جو میرا مالک ہے میں تو اس کا

غلام ہوں، اس نے میرے ساتھ کتنا اکرام کیا! کتنا احسان کیا! مجھے ایک مارکیٹ سے خرید کرلا یا، اچھی طرح گھر میں رکھا، اچھا کھلا یا، اچھا پلا یا، جو آدمی مجھ پر احسان کرے میں اس کی بیوی کے ساتھ غلط کام کروں یہ نہیں ہوسکتا، جس نے ایسی غداری کی وہ بڑا ظالم ہے اور ایسے ظالم لوگ کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔

آیت کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ: وہ اللہ میرے رب ہیں، میرے مالک ہیں، جس نے اتنے احسانات کیے کہ کنویں سے نکال کر مصر کے محل میں پہنچایا، میں اس مالک کی نافرمانی نہیں کرسکتا، اگر کروں تو میں بڑا ظالم بنوں گا اور ظالم کو اللہ کامیاب نہیں کرتے۔

بہرحال! حضرت یوسف علیہ السلام نے صاف منع کردیا کہ: یہ کام نہیں ہوسکتا۔

قرآن کا ایک بہت نازک مرحلہ

اب آگے والی آیت بہت نازک مرحلہ ہے، قرآن میں دو تین جگہیں بہت نازک ہیں، اس کو سمجھنے سے پہلے ایک بات سمجھ لو! اللہ تعالیٰ میرے لیے سمجھانا اور آپ کے لیے سمجھنا ان شاء اللہ! آسان کردیں گے:

اللہ تعالیٰ کے تمام پیغمبروں کو ہم معصوم مانتے ہیں، یہ ہمارا ایمان ہے۔

دوسری بات: حدیث میں آتا ہے کہ انسان کو غیر اختیاری طور پر کسی گناہ کا وسوسہ اور خیال آجائے تو اس پر اللہ تعالیٰ پکڑ نہیں کریں گے، اس کو معاف کردیں گے۔

جیسے گرمی کے موسم میں رمضان ہو اور دوپہر کی سخت گرمی میں کوئی گھر سے چل کر مسجد میں پہنچے اور دیکھے کہ سامنے ''کُلر'' میں ٹھنڈا پانی ہے اور دل میں خیال آئے کہ

پانی پی لیں؛ لیکن وہ اللہ کے ڈر سے نہ پیوے، تو اس خیال پر نہ تو گناہ ہوگا اور نہ روزہ ٹوٹے گا۔

اب دیکھو! یہاں ایک طرف کمرے میں تنہائی، دوسری طرف حضرت یوسف علیہ السلام اور زلیخا دونوں جوان، تیسری طرف حضرت یوسف علیہ السلام بڑے خوب صورت اور زلیخا بھی خوب صورت، یہ سب گناہوں کے اسباب جمع ہوگئے: تنہائی، جوانی، اور خوب صورتی، اِس موقع پر زلیخا کا ارادہ تو بالکل گناہ کا تھا، اس کے لیے تو اس نے یہ ساری چال چلی تھی؛ لیکن وسوسے کے طور پر یوسف علیہ السلام کے دل میں بھی ذرا سا خیال آیا، اور وہ گناہ کے درجے کا نہیں تھا، یہ محض ایک غیر اختیاری وسوسہ تھا جو گناہ نہیں کہا جاسکتا، پھر اس گناہ کے وسوسے کے خلاف عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کا درجہ اور زیادہ بلند ہوگیا۔

فرشتے حیرت میں

حدیث میں ہے کہ ایک عجیب واقعہ ہو رہا ہے: اِدھر اللہ کے نبی، اُدھر وہ عورت، آسمان پر اللہ کے فرشتے اللہ سے کہہ رہے ہیں کہ: اے اللہ! آپ کا ایک مخلص بندہ یعنی یوسف گناہ کے خیال میں ہے؛ حالاں کہ وہ اس گناہ کے وبال کو خوب جانتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جواب دیا: انتظار کرو! آگے کیا ہوتا ہے؟ اگر میرا بندہ گناہ کرے تو جیسا کیا وہ گناہ لکھنا اور اگر وہ گناہ سے (میرے ڈر سے) دور ہوجائے تو اس کے اعمال نامے میں نیکی لکھ دینا؛ اس لیے کہ گناہ کا موقع ہے، پھر بھی وہ اللہ کے ڈر سے گناہ سے بچ کر دور ہوگیا۔

ثواب کمانا بہت آسان ہے

دیکھو! نیکی کمانا کتنا آسان ہے، اللہ کتنے مہربان ہے، حدیث شریف میں یہ مضمون ہے کہ: آدمی صرف نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے اعمال نامے میں ایک نیکی لکھی جاتی ہے، پھر جب وہ نیک کام کرتا ہے تو ایک نیک عمل پر کم از کم دس نیکی (اور اس کے علاوہ جیسا اخلاص اس کے مطابق سات سو یا اس سے زیادہ نیکی لکھی جاتی ہے) اور گناہ کا معاملہ یہ ہے کہ جب آدمی گناہ کا ارادہ کرتا ہے تو ابھی اس کے اعمال نامے میں گناہ نہیں لکھا جاتا ہے؛ بلکہ جب وہ گناہ کرتا ہے تو صرف ایک گناہ لکھا جاتا ہے؛ لیکن اگر گناہ کا ارادہ کر کے اللہ کے ڈر سے گناہ نہ کرے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو فرماتے ہیں کہ: گناہ کے بجائے نامۂ اعمال میں ایک نیکی لکھ دو؛ گویا گناہ کا ارادہ ہوا اور اللہ تعالیٰ کے ڈر سے چھوڑ دیا اس پر بھی ثواب ملتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَلَقَدۡ هَمَّتۡ بِهِۦۖ وَهَمَّ بِهَا﴾

ترجمہ: اور اس عورت (زلیخا) نے اس (یوسف علیہ السلام) کے ساتھ (برے کام کا) پکا ارادہ کر ہی لیا تھا، اور یوسف کے دل میں بھی عورت کا تھوڑا سا خیال آیا۔

یعنی بشری تقاضے سے جو شانِ نبوت کے منافی نہیں ذرا سا خیال یوسف کے دل میں آیا اور زلیخا نے گناہ کا پکا ارادہ کیا؛ اسی لیے دو الگ الگ فعل آئے ہیں۔ اگر دونوں کا خیال اور ارادہ ایک ہی درجے کا ہوتا تو قرآن میں تثنیہ کا صیغہ ''ہَمَّا'' ہوتا؛ حالاں کہ دونوں کے لیے الگ الگ صیغے استعمال ہوئے۔

حفاظت کا غیبی انتظام

لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ.

ترجمہ: اور اگر وہ (یوسف علیہ السلام) اپنے رب کی دلیل نہ دیکھتے تو اس (یوسف علیہ السلام) کے دل میں بھی عورت کا خیال آتا (یعنی اس عورت کی طرف میلان کے بڑھنے کا اندیشہ تھا)

اس کمرے میں - جہاں کوئی نہیں تھا - اچانک قدرتی طور پر حضرت یوسف علیہ السلام کی نظر چھت پر گئی تو چھت پر انھوں نے اپنے ابا جان حضرت یعقوب علیہ السلام کی تصویر دیکھی جو اپنے منہ میں انگلی دبائے کھڑے ہیں؛ گویا اپنے بیٹے کو نصیحت کر رہے ہیں کہ: بیٹا! گناہ سے خود کو بچاؤ، گناہ کے قریب مت جاؤ، یہ اللہ کی طرف سے آپ کی غیبی حفاظت کا سامان ہوا۔

بعض روایتوں میں آتا ہے کہ: وہاں عزیزِ مصر یعنی زلیخا کا شوہر قدرتی طور پر آپ کو نظر آیا؛ حالاں کہ وہ وہاں نہیں تھا، حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا سے کہا کہ: دیکھ! یہ تیرا شوہر ہے کیا تو اس کے سامنے منہ کالا کروائے گی۔

بعض روایتوں میں ہے کہ: قدرتی طور پر چھت پر ایک آیت نظر آئی؛ حالاں کہ اس زمانے میں قرآن دنیا میں نہیں تھا، وہ آیت یہ تھی:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۳۲﴾

ترجمہ: اور تم زنا کے پاس بھی مت جاؤ، یقینی بات ہے کہ وہ (زنا) تو بڑی بے حیائی ہے اور بہت برا راستہ ہے۔

حاصل یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ کی ''دلیل اور برہان'' دیکھنے کی برکت سے غیر اختیاری گناہ کا خیال اور وسوسہ بھی حضرت یوسف علیہ السلام کے دل سے نکل گیا۔

عرش کا سایہ نصیب ہوگا

ایک حدیث میں آتا ہے کہ: جس انسان کو کسی اچھی لڑکی نے سامنے سے گناہ کے لیے بلایا اور وہ بھی تنہائی میں جہاں کوئی نہیں دیکھتا؛ لیکن وہ اللہ کے ڈر سے یوں کہہ دے: انی اخاف اللّٰہ.

میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں، میرے مالک سے ڈرتا ہوں۔

جس نے اللہ کے ڈر کی وجہ سے گناہ چھوڑ دیا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو اپنے عرش کا سایہ عطا فرمائیں گے جہاں اللہ کے عرش کے سائے کے سوا کوئی دوسرا سایہ نہیں ہوگا۔ اس لیے اپنے آپ کو گناہ سے بچاؤ۔

ایسے مواقع پر جب کوئی حسین لڑکی سامنے سے گناہ کے لیے دعوت دے اس کو اپنے لیے سنہرا موقع ہرگز نہ سمجھیں، آج کل ہمارے بعض نوجوان اس کو ''گولڈن چانس'' سمجھتے ہیں اور دوسرے نوجوان بھی اس کو مبارک باد دیتے ہیں کہ تو بہت خوش قسمت ہے کہ تجھے ایسی لڑکی نے سامنے سے دعوت دی؛ لیکن یہ ہرگز گولڈن چانس نہیں ہے؛ بلکہ اپنے آپ کو گناہ میں ڈالنا ہے، ایسے وقت میں اپنے آپ کو گناہ سے بچالو، اللہ تم کو اپنے عرش کا سایہ نصیب فرمائیں گے۔

تین چیزوں کی پابندی ان شاء اللہ! گناہوں سے حفاظت کا ذریعہ

اِس موقع پر ایک بات سمجھ لیجیے! آج کل گناہوں کا ماحول بہت عام ہے،

بہت سے بھائی یہ سمجھتے ہیں کہ گناہ سے بچنا بڑا مشکل ہے؛لیکن صحیح بات یہ ہے کہ: انسان کے لیے گناہ سے بچنا بڑا آسان ہے، اگر ہم نے تین چیزوں کی پابندی کرلی تو اللہ تعالیٰ گناہ سے حفاظت فرمالیں گے:

① ہم گناہ سے بچنے کا پکا ارادہ رکھیں، اگر انسان دل سے پکی نیت اور پکا ارادہ کرتا ہے تو اللہ مدد فرماتے ہیں۔

دیکھو! اس قصے میں حضرت یوسف علیہ السلام اللہ کے نبی تھے اور نبی معصوم ہوتے ہیں، پھر بھی گناہ سے بچنے کا پکّا ارادہ اور پکّی نیت وہ رکھتے تھے۔

② گناہ سے بچنے کے لیے اللہ سے دعا بھی کرنا ہے: اے اللہ! میں تیرا کمزور بندہ ہوں، یہ نفس، شیطان اور برا ماحول میرے دشمن ہیں، آپ اپنی مہربانی سے میری حفاظت فرمالیجیے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے خود اللہ تعالیٰ سے دعا کی: ''معاذ اللہ'' میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

③ گناہ سے بچنے کی پوری کوشش اور محنت کریں، جب انسان پوری پوری محنت کرتا ہے تو اللہ گناہ سے بچنے میں اس کی مدد کرتے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے گناہ سے بچنے کی جو کوشش کی اس کو اللہ تعالیٰ آگے آیت میں بیان فرمارہے ہیں۔

اخلاص کی برکت سے گناہ سے بچنے میں اللہ کی مدد

كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۲۴﴾

ترجمہ: اسی طرح (یعنی اللہ نے دلیل دکھلا کر اور نبوی عفت کی برکت سے

یوسف کو پاک دامنی پر ثابت رکھا) تا کہ ہم یوسف سے برائی اور بے حیائی کو ہٹا دیویں، یقیناً وہ (یوسف) تو ہمارے چُنے ہوئے بندوں میں سے تھے۔

جن بندوں کو اللہ تعالیٰ مخلوق کی اصلاح کے کام کے لیے چُن لیتے ہیں ان کی گناہوں سے حفاظت فرماتے ہیں۔

اس آیت میں امام ''ابنِ کثیر مکی'' اور ''عبد اللہ ابن عامر شامی'' کی روایت میں مخلصین۔لام کے کسرہ کے ساتھ۔ہے۔''مُخلِص'' کا معنی یہ ہوتا ہے جو شخص اللہ کی عبادت واطاعت اخلاص کے ساتھ کرے، اس میں کوئی غلط نیت نہ ہو وہ مخلص ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو مرد وعورت اپنے نیک اعمال میں عبادت میں اخلاص والے ہوں گے اللہ تعالیٰ گناہوں سے بچنے میں ان کی مدد فرمائیں گے۔

اسی طرح آیت میں حضرت یوسف علیہ السلام کے اونچے مقام کا بیان ہے کہ: ''ہم (یعنی اللہ تعالیٰ) نے یوسف سے برائی کو ہٹایا''۔حضرت یوسف علیہ السلام تو خود گناہ سے ہٹے ہوئے ہی تھے، بس برائی اور بے حیائی خود سامنے سے آئی اور اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو گھیر لیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو دور فرما دیا۔

اس کمرے میں ایک بت تھا

جس کمرے میں زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو گناہ کی دعوت دی تھی وہاں ایک بت رکھا ہوا تھا، زلیخا نے پہلے سے اس بت پر پردہ ڈال دیا تھا، یوسف علیہ السلام نے پوچھا: یہاں پردہ کیوں ڈالا؟

جیسے مسلمان رمضان میں ٹی وی پر کپڑا ڈال دیتا ہے؛ تا کہ رمضان میں ٹی وی

ہم کو نہ دیکھے، سال بھر تو ہم اس کو دیکھیں، رمضان میں وہ ہم کو نہ دیکھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ''ٹی وی'' کی برائیوں سے ہماری حفاظت فرمائے۔

ٹی وی یعنی سانپوں کا پٹارہ

ایک مرتبہ محی السنۃ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئیؒ ہمارے جامعہ ڈابھیل تشریف لائے، تو آپ نے بیان میں ارشاد فرمایا کہ: ''ٹی، وی'' یعنی سانپوں کا پٹارہ؛ یعنی اس میں جہنم اور قبر کے عذاب کے سانپ بھرے ہوئے ہیں، اس پر کپڑا ڈالنے سے کام نہیں چلتا، اس کو گھر سے نکالنے ہی میں ایمان واخلاق کی خیریت ہے۔

بہر حال! زلیخا نے کہا: یہ میرا معبود ہے، اس کے سامنے گناہ کرنے کی ہمت نہیں ہے۔ اس پر یوسف علیہ السلام نے فرمایا: میرے معبود اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ حیا کے مستحق ہیں، کسی طرح کا پردہ میرے اللہ کی نظر کو روک نہیں سکتا۔

دینی و دنیوی عزت کا مقام گناہ سے روکنے والا ہونا چاہیے

اگر اللہ تعالیٰ انسان کو کوئی دینی اعتبار سے اونچا مقام عطا فرمائے یا دنیوی اعتبار سے کوئی اونچا مقام عطا فرمائے تو مقام کا یہ تقاضا ہے کہ ہم اس کی خصوصی رعایت کرتے ہوئے اپنے آپ کو گناہوں سے بچانے کا خاص اہتمام کریں۔ گناہ گناہ ہے، برائی برائی ہے، کوئی بھی کرے وہ خطرناک ہے؛ لیکن جس کو اللہ نے کسی مقام ومرتبہ سے نوازا ہو تو وہ خصوصیت کے ساتھ اپنے آپ کو گناہوں سے بچانے کا اہتمام کرے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ نے نبی بنایا، یہ دینی اعتبار سے اللہ کا دیا ہوا بہت اونچا مقام ہے، اللہ نے اپنی محبت ومعرفت عطا فرمائی تو بس! اس دینی اہم مقام کی

برکت سے گناہ سے آپ کی حفاظت ہوگئی۔

آج تو بہت سے لوگوں نے دنیوی مقام ومرتبے کو گناہ کرنے کا ذریعہ ہی بنالیا ہے، اور افسوس تو اس بات پر ہے کہ بہت سے دینی منصب کے حاملین بھی اس منصب کے تقاضے کو پورا نہیں کرتے اور دینی منصب کی آڑ میں گناہوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔

گناہ کی جگہ کو چھوڑ دینا چاہیے

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ط

ترجمہ: اور وہ دونوں (یوسف علیہ السلام اور زلیخا) آگے پیچھے دروازے کی طرف دوڑے اور (اس دوڑ بھاگ کے دوران) عورت نے اس (یوسف) کا کُرتہ پیچھے سے (کھینچ کر) پھاڑ ڈالا اور (اسی وقت) دونوں نے (زلیخا کے) شوہر کو دروازے کے پاس (کھڑا ہوا) پایا۔

جس کمرے میں زلیخا آپ کو گناہ کی دعوت دے رہی تھی اس پر تالے پڑے ہوئے تھے، اس کے باوجود حضرت یوسف علیہ السلام نے اس جگہ کو چھوڑ دیا، اللہ کی عجیب شان! جب حضرت یوسف علیہ السلام نے گناہ سے بچنے کی پوری کوشش کی اور دروازے کی طرف دوڑے تو اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد آئی، جیسے ہی دروازے پر پہنچے قدرتی طور پر تالا ٹوٹ گیا اور دروازہ کُھل گیا، حضرت یوسف علیہ السلام دوڑتے گئے اور قدرتی طور پر تالے بھی ٹوٹتے گئے۔

معلوم ہوا جس جگہ گناہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو اس جگہ ہی کو چھوڑ دینا چاہیے، جب کہ آج کل لوگوں کا معاملہ یہ ہے کہ گناہ کی جگہوں پر جان بوجھ کر جائیں گے اور

جہاں گناہ ہو رہے ہوتے ہیں وہاں ٹھہر جائیں گے، پھر کہتے ہیں کہ: گناہ سے حفاظت نہیں ہوتی؛ اس لیے جس جگہ بھی گناہ کا امکان ہو اور جو گناہ کے اسباب ہوتے ہیں اس سے اپنے آپ کو دور رکھو تو ان شاء اللہ! گناہ سے حفاظت ہوگی۔

جمعہ کی نماز کی کوشش کے متعلق حضرت شیخ الہندؒ کا جیل والا واقعہ

غالباً حضرت شیخ الہندؒ ہی کا واقعہ ہے کہ مالٹا کی قید کے زمانے میں جب جمعہ کا دن آتا تو اپنی طاقت کے مطابق غسل کرتے، اپنے کپڑے دھو لیتے اور پھر جمعہ کے لیے تیار ہو کر جیل خانے کے دروازے تک جاتے، وہاں پہنچ کر دعا کرتے: یا اللہ! میری طاقت میں اتنا ہی تھا کہ میں جیل کے دروازے تک حاضر ہوں، آگے معاملہ آپ کے اختیار میں ہے۔ اگرچہ جیل کا دروازہ نہیں کُھلا؛ مگر اس کے باوجود آپ ہر جمعہ کو مسلسل یہ عمل کرتے رہے۔

معلوم ہوا کہ ہمیں مسلسل کوشش کرنی ہے، نتیجہ ظاہر کرنا اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اس واقعے پر حضرت مفتی شفیع صاحبؒ نے عجیب جملہ لکھا ہے کہ: ’’اللہ تعالیٰ کی رحمتِ عامّہ سے کچھ بعید نہ تھا کہ ان کی کرامت سے جیل کا دروازہ کھل جاتا اور یہ نمازِ جمعہ ادا کرتے؛ لیکن اس نے اپنی حکمت سے اس بزرگ کو وہ مقامِ عالی عطا فرمایا جس پر ہزاروں کرامتیں قربان ہیں‘‘۔

بہر حال! زلیخا نے جب دیکھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام بھاگ رہے ہیں تو وہ بھی یوسف علیہ السلام کے پیچھے دوڑی، دوڑتے دوڑتے زلیخا نے پیچھے سے یوسف علیہ السلام کو ہاتھ مارا تو یوسف علیہ السلام کا کرتہ پیچھے سے پھٹ گیا، جب بھاگتے بھاگتے آخری دروازے

پر پہنچے تو وہاں اچانک زلیخا کا شوہر کھڑا تھا۔

نبی کسی کی برائی ظاہر نہیں کرتے

نبی کی شان یہ ہے کہ کسی کی برائی کو دیکھا تو اس کو لوگوں کے سامنے کھولتے نہیں؛ بلکہ اس کو چھپاتے ہیں، یہ تو ہمارے مزاج بگڑے ہوئے ہیں کہ ذرا سی کوئی بات دیکھی تو پورے محلے میں چرچا کر ڈالتے ہیں، یہ گناہِ کبیرہ ہے، اور یاد رکھو میرے بھائیو! آج کسی کا گناہ اور عیب اچھالو گے تو کل کوئی آدمی ایسا نکلے گا جو لوگوں کے سامنے تمھارے عیب کو بھی کھولے گا، یہ اللہ کا غیبی نظام ہے، جیسی کرنی ویسی بھرنی۔

حدیث میں آتا ہے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ سَتَرَ مُسْلِماً سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (البخاري)

ترجمہ: جو شخص کسی مسلمان کا عیب چھپائے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیب چھپائیں گے۔

جلالین شریف کے حاشیہ میں ایک عجیب جملہ لکھا ہوا ہے:

قال العارفون: مِنْ أسبابِ سُوء الخاتمةِ عند الموتِ "اَلْخَوْضُ فِي أَعْرَاضِ الْمُؤْمِنِيْنَ".

ترجمہ: موت کے وقت سوئے خاتمہ کے اسباب میں سے ایک سبب مؤمنین کی عزتوں سے کھلواڑ کرنا بھی ہے۔

زلیخا کا حضرت یوسف علیہ السلام پر الزام لگانا

حضرت یوسف علیہ السلام اللہ کے نبی تھے، آپ میں نبوی شرافت تھی، شاید آپ

زلیخا کے قصور کو چھپانا چاہتے تھے؛ لیکن شروعات زلیخا نے کی، اس نے دیکھا کہ میرا شوہر مجھ پر ناراض نہ ہوجائے؛ اس لیے اس نے سیدھا الزام یوسف علیہ السلام پر ڈال دیا، کیسی ناپاک چال چلی؟ کہنے لگی:

مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ یُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۲۵﴾

ترجمہ: جو (غلام) تمھاری بیوی سے بُرے کام کرنے کا ارادہ کرے اس کی سزا یہی ہے کہ اس کو جیل میں ڈال دیا جائے یا (اس کو) کوئی دردناک سزا دی جائے۔

غلط تہمت کی صفائی کردینا نبیوں کا طریقہ ہے

جب حضرت یوسف علیہ السلام پر تہمت آئی تو آپ چپ نہیں رہے، اس سے معلوم ہوا کہ جب غلط تہمت آئے تو اس کی صفائی کردینی چاہیے، حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: ﴿قَالَ هِیَ رَاوَدَتْنِیْ عَنْ نَّفْسِیْ﴾

ترجمہ: وہ (یوسف علیہ السلام) کہنے لگے کہ: یہ عورت خود اپنی طرف مجھے مائل کرنے کے لیے پھسلاتی تھی۔

معلوم ہوا کہ کسی پر کوئی غلط تہمت لگائی جائے تو اس کی صفائی پیش کردینا یہ نبیوں کا طریقہ ہے، ایسے موقع پر خاموش رہنا ایسا ہے کہ کوئی آدمی خود اپنے آپ کو مجرم قرار دیوے۔

عزیزِ مصر کی پریشانی اور سنجیدگی

یہاں دو باتیں الگ الگ ہوگئیں کہ یوسف علیہ السلام کہہ رہے ہیں کہ زلیخا مجھے پھنسا رہی تھی اور زلیخا کہہ رہی ہے کہ یوسف مجھے پھنسا رہا تھا، اب زلیخا کا شوہر پریشان

کہ کس کی بات مانے؟

ایسے موقع پر آدمی بھڑک جاتا ہے، یہ آدمی کی بہت بڑی کمزوری ہے، ایک طرفہ بات سن کر بھڑک جانا، یا اپنوں کی بات سن کر بغیر تحقیق اس کو صحیح مان کر کوئی فیصلہ کر دینا یہ ہرگز صحیح نہیں ہے، پوری تحقیق دونوں طرف سے کرو، نہ گرم ہونا ہے نہ بھڑکنا ہے، ٹھنڈے دماغ سے فیصلہ کروگے تو ان شاء اللہ! صحیح فیصلہ کروگے۔

ایسے موقع پر دوسری غلطی آدمی یہ کرتا ہے کہ اپنے گھر والوں کی بات سنتا ہے اور دوسروں کو جھٹلاتا ہے، یہ موقع تھا کہ عزیزِ مصر اپنی بیوی کی بات مان کر غصہ ہو جاتے؛ لیکن اللہ تعالیٰ کے یہاں حضرت یوسف علیہ السلام کو بچانا تھا؛ اس لیے وہ غصہ نہیں ہوئے؛ بلکہ ٹھنڈے دماغ سے انھوں نے بات سوچی کہ: ایک میری بیوی کی بات ہے اور ایک یوسف کی بات ہے اور حضرت یوسفؑ کے بارے میں وہ جانتے تھے کہ یہ کوئی معمولی آدمی نہیں ہے؛ اسی لیے تو اس نے کہا تھا کہ:

"اَکْرِمِیْ مَثْوٰىهُ" کہ یوسف کو اچھی طرح رکھنا۔

گویا زلیخا کے شوہر کا غصے سے نہ مشتعل ہونا، نہ بھڑکنا، نہ گالی گلوچ کرنا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مدد ہے۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ: یہ اس شوہر کی بے غیرتی کی بات ہے۔

بہت سے لوگ آج کے دور میں بے غیرت ہوتے ہیں کہ بیوی، بیٹی غلط کام کرے، ناجائز تعلق رکھے، پھر بھی وہ چلا لیتے ہیں، یہ بڑی بے غیرتی کی بات ہے، اللہ تعالیٰ ایسی بے غیرتی سے ہماری حفاظت فرمائے، آمین۔

بہر حال! اب اس کے لیے فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ یوسف سچے ہیں یا میری

بیوی سچی ہے۔

ایسے مواقع پر اللہ کی اپنے نیک بندوں کی مدد

اللہ تعالیٰ ایسے مشکل مواقع پر اپنے نیک بندوں کی غیب سے مدد فرماتے ہیں اللہ کی ایک غیبی مدد آئی۔

جہاں یہ قصہ ہوا وہاں کوئی نہیں تھا، صرف زلیخا تھی اور حضرت یوسف علیہ السلام تھے؛ لیکن ایک چھوٹا دودھ پیتا بچہ گہوارے میں سویا ہوا تھا۔

چھوٹے بچوں کے سامنے احتیاط کرنا چاہیے

یہاں ایک بات یاد رکھو! ہمارے گھروں میں بھی چھوٹے چھوٹے بچے ہوتے ہیں، ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تو بہت چھوٹا بچہ ہے یہ کیا سمجھتا ہے؟ یہ کیا سنتا ہے؟ یہ ہماری بہت بڑی غلطی ہے، بچپن میں اس کی آنکھ دیکھنے کا کام کر رہی ہے، جو کچھ وہ دیکھتا اور سنتا ہے وہ اس کے دماغ میں محفوظ ہوجاتا ہے، پھر جب اس کی عمر تین یا چار سال کی ہوتی ہے تب وہ بولنا شروع کرتا ہے اور وہی باتیں بولتا ہے جو اس کے دماغ میں پہلے سے محفوظ ہوتی ہیں، بچوں کی حالت ریکارڈر کی طرح ہے، یہ ٹیپ ریکارڈر جب ریکارڈ کرتا ہے تو کچھ نہیں بولتا، صرف سنتا ہے، پھر جب اس کا ٹائم پورا ہوجاتا ہے تو پھر بولنا شروع کرتا ہے اور وہ وہی بات بولے گا جو اس کے اندر ریکارڈ ہوئی ہے۔

اس لیے کتابوں میں ایک مسئلہ لکھا ہے کہ: ماں باپ کو اپنے چھوٹے بچوں کے سامنے غلط باتیں نہیں بولنی چاہیے، چاہے دودھ پیتا بچہ ہی کیوں نہ ہو، اسی طرح جہاں چھوٹے بچے ہوں وہاں ہمیں اپنی ضروریات: جماع اور جماع سے پہلے کے کام بھی

نہیں کرنے چاہیے، جیسے ہم بیڈروم میں سوتے ہیں اور چھوٹے بچے کو بھی وہیں سلاتے ہیں تو اگر معلوم ہو کہ یہ بچہ جاگ رہا ہے تو ایسی حالت میں صحبت بھی نہیں کرنی چاہیے۔

غرض یہ کہ بچوں کے سامنے اس طرح کے کام ان کے اخلاق پر برے اثرات ڈالتے ہیں۔

دودھ پیتے بچے کی عجیب گواہی

بہر حال! اللہ نے اپنے معصوم نبی کی حفاظت کے لیے معصوم اور دودھ پیتے بچے کو تیار فرمالیا، اللہ نے اس کو زبان عطا فرمائی اور وہ بولنے لگا جس میں دو معجزے ہیں: ایک تو یوسف علیہ السلام کی طرف داری میں معصوم بچے کا بولنا اور دوسری ایسی بات بولنا کہ بڑے بڑے عقلمند لوگ ایسی بات نہیں بول سکتے۔

یہ معصوم بچہ یوں بھی بول دیتا کہ: زلیخا گنہگار ہے، یوسف معصوم ہے تو بھی یوسف علیہ السلام کامیاب ہوجاتے؛ لیکن وہ بچہ ایسی دوٹوک بات بولا کہ دنیا کے بڑے بڑے وکیلوں کی عقلیں حیران رہ جائے اور انصاف کرنے والا بھی انصاف کرنے پر مجبور ہوجائے، فرمایا:

وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٢٦﴾ وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿٢٧﴾

ترجمہ: اور اس (عورت) کے خاندان والوں میں سے ایک (چھوٹے بچے) نے گواہی دی، اگر اس (یوسف) کا کرتہ آگے کی طرف سے پھٹا ہے تو عورت سچی ہے

اور وہ (یوسف) جھوٹوں میں سے ہے ﴿۲۶﴾ اور اگر اس (یوسف) کا کرتہ پیچھے کی طرف سے پھٹا ہے تو عورت جھوٹی ہے اور وہ (یوسف) سچوں میں سے ہے ﴿۲۷﴾

یعنی یوسف کا کرتہ دیکھو کہ کہاں سے وہ پھٹا ہے، اگر یوسف کا کرتہ آگے سے پھٹا ہو تو سمجھ لینا کہ یوسف نے زلیخا پر زبردستی کی ہے، زلیخا بے قصور ہے اور اگر پیچھے سے پھٹا ہوا ہو تو یہ سمجھ لینا کہ زلیخا جھوٹی ہے، یوسف سچے ہیں۔

اس لیے کہ یوسف تو زلیخا سے دور رہنا چاہتے تھے، زلیخا نے ہی زبردستی کی، پیچھے سے کھینچا اور برے کام کی طرف بلایا۔

زلیخا کا شوہر تو منسٹر تھا، ہوشیار آدمی تھا، اس نے کہا کہ: واقعی بات تو صحیح ہے، جب اس نے کرتہ دیکھا: ﴿فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ﴾

ترجمہ: سو جب اس (عزیز) نے (سچائی کا فیصلہ کرنے کے لیے) اس (یوسف) کے کرتے کو دیکھا کہ وہ تو پیچھے سے پھٹا ہے۔

زلیخا کے شوہر نے حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتہ دیکھا تو وہ تو پیچھے سے پھٹا ہوا تھا، سو بات ثابت ہوگئی کہ زلیخا جھوٹی ہے، وہی پھنسانا چاہتی ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام بے گناہ اور سچے آدمی ہے۔

آگے سے پھٹا ہوا ہونا (جیسے پینٹ کی چین) یہ مجرموں کی علامت

دیکھو: ایک نکتہ بتاتا ہوں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعے میں جو فیصلے کی بات آئی اس میں یہ کہا گیا کہ: اگر پہنا ہوا کپڑا آگے سے پھٹا ہوا ہو تو یہ اس بات کی نشانی ہے کہ مرد نے قصور کیا ہے، حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتہ تو پیچھے سے پھٹا ہوا تھا، اور

آپ حقیقت میں بے قصور تھے؛لیکن اس سے یہ نکتہ سامنے آتا ہے کہ: آج کل کے نوجوان لڑکے،لڑکیوں میں چین والی پینٹ پہننے کا عام رواج ہے اور یہ چین بے موقع بھی کھلتی رہتی ہے،تو یہ بھی آگے سے پھٹا ہوا ہونے ہی کی ایک شکل ہے،اس پر غور کرنا چاہیے کہ اس سے وہ کہیں خود کو مجرم تو ثابت نہیں کررہے ہیں؟

لہذا اس طرح چین والی پینٹ پہننے کے بجائے اسلامی کامل لباس اختیار کرنے میں پاک دامنی اور حیا ہے؛اس لیے اسلامی لباس اختیار کرنے چاہیے۔

بچپن میں بولنے والے چار بچے

حدیث میں ہے کہ: بچپن میں چار بچوں کو اللہ نے بولنے کی طاقت عطا فرمائی:

① ایک یہی بچہ جس نے حضرت یوسف علیہ السلام پر زنا کی تہمت لگی تو اس موقع پر گواہی دی۔

② اللہ کی نیک بندی حضرت مریمؑ پر جب لوگوں نے زنا کی تہمت لگائی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام دودھ پینے کی حالت میں بولنے لگے۔

③ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر الزام آیا تو فرعون کی بیوی کو جو عورت کنگی کرتی تھی اس کنگی کرنے والی عورت کے بچے نے بولنا شروع کردیا۔

④ بنی اسرائیل کے زمانے میں ایک اللہ کے ولی حضرت جریج پر جب تہمت لگی تھی تو ایک دودھ پیتا ہوا بچہ بولنے لگا تھا۔

خاموش گواہ

حضرت یوسف علیہ السلام کی عفت کا اعلان اللہ تعالیٰ کی طرف سے گہوارے میں

سوئے ہوئے ایک بے زبان بچے کو زبان عطا فرما کر کروا دیا گیا، اس سے ایک بات یہ سیکھنے کو ملی کہ آج بہت ساری چیزوں کو ہم بے زبان اور بے جان سمجھتے ہیں،؛ لیکن وہ تمام کی تمام چیزیں ایک روز اللہ تعالیٰ کے یہاں گواہی دیں گی، جس جگہ آدمی گناہ کرے تو وہ جگہ، یا کمرے کے در و دیوار اور جو چیزیں گناہ کی جگہ پر رکھی ہوئی ہیں وہ تمام چیزیں گناہ پر گواہ بن سکتی ہیں، خود انسان کا بدن بھی گناہ پر گواہی دے گا، یہ تمام چیزیں اگرچہ خاموش اور بے شعور ہیں؛ لیکن یہ تمام چیزیں گواہ بنیں گی؛ اس لیے کسی جگہ بھی گناہ کرنے سے پہلے اللہ کا ڈر دل میں رہے تو گناہ سے بچنا آسان ہو جائے گا۔

عورتوں کا مکر

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ زلیخا جھوٹی ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام سچے ہیں تو زلیخا کا شوہر کہنے لگا: ﴿اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ﴾

ترجمہ: یقیناً تم عورتوں کی مکاری تو بڑی ہی ہوتی ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ عورتوں کی سازش، حیلے، کسی کو پھسلانے کی پلاننگ بڑی بھاری ہوا کرتی ہے؛ یعنی جو عورتیں مکر کرنے میں حیلوں، بہانوں میں اور گندی سازشوں میں لگی رہتی ہیں ان کے حیلے شیطان سے بھی زیادہ خطرناک ہیں؛ اس لیے کہ عورتوں کا ظاہر نرم و نازک اور پر کشش ہوتا ہے؛ اس لیے دیکھنے والوں اور سننے والوں کو جلدی یقین آجاتا ہے۔

اور شیطان کے حیلے کے متعلق قرآن میں ارشاد ہے:

اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ﴿۷۶﴾ (النسا)

ترجمہ: یقیناً شیطان کا مکر کمزور ہوتا ہے۔

حدیث میں بھی آپ ﷺ نے اسی طرح کی بات ارشاد فرمائی ہے کہ: عورتوں کا مکر شیطان کے مکر سے زیادہ ہوتا ہے؛ گویا قرآن وحدیث دونوں میں شیطان کے مکر کو کمزور اور عورتوں کے مکر کو بہت بڑا کہا گیا؛ اگرچہ تمام عورتیں ایسی نہیں ہوتیں۔

شیطان کا جال، عورتوں کی چال

جب ابلیس کو اللہ تعالیٰ کے دربار سے نکالا گیا تو اس نے قسم کھائی:

فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۲﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۸۳﴾ (ص)

اے اللہ! آپ کی عزت اور جلال کی قسم! میں ان تمام انسانوں کو گمراہ کروں گا؛ مگر ان میں سے تیرے چنے ہوئے بندے (وہ محفوظ رہیں گے)

اس کے بعد ابلیس نے اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست کی کہ: مجھے انسان کا شکار کرنے اور گناہوں میں پھنسانے کے لیے ایک مضبوط جال کی ضرورت ہے جس میں پھنسنے کے بعد وہ نکل نہ سکے، اللہ نے شیطان کے سامنے مختلف جالیں پیش فرمائیں:

① اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے شیطان کے سامنے سونے، چاندی اور گھوڑوں کی جال پیش فرمائی کہ تو ان چیزوں کے ذریعہ لوگوں کو گمراہ کر سکتا ہے؛ لیکن شیطان کہنے لگا: یہ جال ہے تو اچھا؛ لیکن جیسا چاہیے ویسا نہیں ہے اور اس نے اپنا منہ چڑھا لیا۔

② پھر اللہ تعالیٰ نے شیطان کے سامنے کانوں میں سے نکلنے والے قیمتی جواہرات پیش کیے۔

شیطان نے کہا: مجھے اس سے بہتر کوئی جال چاہیے۔

③اللہ نے شیطان کو میٹھے تیل، چربی دار کھانے، مہنگی شراب، قیمتی ریشمی کپڑے دکھائے کہ اس جال کو پسند کر لے۔

شیطان نے کہا: میں اس سے بھی مضبوط جال چاہتا ہوں جس سے انسان کو ایسی مضبوط رسی میں باندھوں کہ وہ توڑ کر تیرے دروازے کی طرف دوڑ نہ سکیں۔

④ پھر اللہ نے شیطان کے سامنے شراب اور جنگ کے سامان دکھلائے۔

ان سامان کو دیکھ کر شیطان آدھا خوش ہوا، کچھ مسکرایا اور کچھ سمجھا کہ یہ جال پہلی جالوں سے بہتر ہے؛ یعنی لوگوں کو لڑوا کر جھگڑوا کر ظالموں سے بے قصوروں کا قتل کروا کر میرا کچھ کام چلے گا؛ مگر ان چیزوں سے شیطان آدھا ہی خوش ہوا، پورا خوش نہ ہوا، شیطان اس سے بھی بڑی کوئی بھاری چیز چاہتا تھا۔شیطان کی نئی درخواست یہ تھی کہ: اللہ مجھے کوئی ایسا مضبوط جال دیجیے جس سے لوگوں کا (نیکی کا) معاملہ ختم ہی ہو جائے اور میں لوگوں کے منہ میں ایسی لگام لگا دوں کہ ان کو جدھر چاہوں اُدھر کھینچتا پھروں اور وہ اس سے اپنا سر اِدھر اُدھر پھرا بھی نہ سکیں۔

⑤اخیر میں اللہ نے شیطان کو عورتوں کا حسن و جمال دکھایا جو مردوں کی عقل اور صبر کو ختم کر دیتا ہے۔

جب شیطان کو عورتوں کا حسن و جمال دکھایا گیا تو ناچنے لگا، چٹکیاں بجانے لگا اور شیطان سمجھ گیا کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا، عرض کرنے لگا: اللہ یہ جال مجھے جلدی دے دیجیے؛ اس لیے کہ شیطان نے دیکھ لیا تھا کہ:

عورت کی آنکھیں ایسی خمار سے بھری ہوتی ہیں کہ انسان کی عقل پر خمار کا پردہ پڑھ جاتا ہے، انسان عورت کے نشے میں اندھا ہو جاتا ہے۔

اورعورت کے گالوں کی صفائی اور خوب صورتی دلوں کو جھلس کر رکھ دیتی ہے جس طرح حرمل آگ میں جلائی جاتی ہے (حرمل کو عود کی طرح جلایا جاتا ہے)

اور شیطان نے یہ دیکھا کہ ان کا چہرا، ان کی چمڑی، ان کی بھنویں اور عقیق جیسے لال لال ہونٹ اس طرح چمک رہے ہیں جیسے سورج باریک پردے کے پیچھے سے چمک رہا ہو۔

اور عورت کا جسم ایسا ہے جیسے کہ ’’سرو‘‘ کا درخت چمن میں جھوم رہا ہو۔

اور چہرا یاسمین اور نسترن کے پھول کی طرح ہے۔

جب شیطان نے یہ چیز دیکھی تو اچھل پڑا اور کہنے لگا کہ: بس بس! یہ میرے لیے کافی وشافی ہے۔ گویا جب شیطان کو گمراہ کرنے کے لیے عورت ملی تو بہت خوش ہوا۔

یہ واقعہ علامہ رومیؒ نے مثنوی میں اور مثنوی سے حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلویؒ نے ’’سیرتِ مصطفیٰ‘‘ میں نقل فرمایا ہے۔

عزیزِ مصر کی یوسف علیہ السلام سے معاف کرنے کی اور زلیخا سے معافی مانگنے کی درخواست

اب اس کا شوہر حضرت یوسف علیہ السلام سے درخواست کرتا ہے کہ:

یُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا.

ترجمہ: (عزیز نے کہا) یوسف! اس بات کا چرچا اب جانے دو (یعنی بند کرو) یوسف! میں منسٹر آدمی ہوں، اگر شہر میں لوگوں کو پتا چل گیا کہ میری بیوی نے ایسا کام کیا تو میری بے عزتی ہوگی؛ اس لیے تو اس بات کو بھول جا اور یہ بات باہر کسی کو

مت کہنا۔ پھر اپنی بیوی سے کہا:

وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ۚۖ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ﴿٢٩﴾

ترجمہ: اور اے عورت! تو اپنے گناہ پر (اللہ تعالیٰ سے اور اپنے شوہر اور یوسف سے) معافی مانگ، یقینی طور پر تو ہی گنہگاروں میں سے ہے ﴿۲۹﴾

یعنی یوسف تو بے گناہ ہے، تو نے اس سے برا کام کرنے کا ارادہ کیا اور اسی پر تہمت لگائی؛ اس لیے تو اس سے معافی مانگ، اگر ان کا دل دکھ گیا تو تیری زندگی برباد ہو جائے گی۔

اِس موقع پر ایک خاص بات بتلا دوں کہ: کبھی کسی اللہ کے نیک بندے کا دل مت دکھانا، اگر تم ان پر الزام لگاؤ گے تو وہ تو صبر کر کے چپ بیٹھ جائیں گے، آپ سے بدلہ نہیں لیں گے؛ لیکن ان کی طرف سے اللہ تعالیٰ بدلہ لیں گے اور اللہ تعالیٰ بدلہ لیں گے تو دنیا بھی برباد ہو جائے گی اور آخرت بھی برباد ہو جائے گی۔

آخر بات پھیل ہی جاتی ہے

یہ پورا قصہ گھر کی چار دیواری میں ہوا؛ لیکن کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ چھپانے سے چھپتی نہیں، پھیل جاتی ہے، جیسے کسی سے محبت ہو جائے تو ظاہر ہو ہی جاتی ہے، اور شادی کا رشتہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے، اسی طرح یہ بات بھی آہستہ آہستہ شہر میں پھیل گئی، ان میں خاص طور پر مصر کے بڑے افسروں کی فیملی میں یہ بات زیادہ مشہور ہو گئی اور اونچے خاندان کی پانچ عورتیں خاص طور پر آپس میں چپکے چپکے بات کرنے لگیں کہ:

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ

قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۳۰﴾

ترجمہ: اور شہر میں چند عورتیں (آپس میں) باتیں کرنے لگیں کہ: عزیز کی بیوی (یعنی زلیخا) اپنی خواہش پوری کرنے کے لیے اپنے غلام کو پھسلاتی ہے، اس (غلام یوسف) کی محبت اس عورت (یعنی عزیز کی بیوی) کے دل میں بیٹھ گئی ہے، ہم تو یقینی طور پر یہ مانتے ہیں کہ وہ (عزیز کی بیوی) کھلی ہوئی گمراہی میں ہے ﴿۳۰﴾

یعنی ہمارے وزیر کی بیوی کیسی عجیب عورت ہے کہ اس نے اپنے غلام کے ساتھ خواہش پورا کرنے کا پلان بنایا، اس کے دل میں اس نوکر کی محبت بیٹھ گئی ہے۔

اِس آیت میں ''فتاھا'' کا لفظ ہے؛ یعنی غلام کی نسبت زلیخا کی طرف کی گئی ہے؛ حالاں کہ حضرت یوسف علیہ السلام زلیخا کے شوہر کے غلام تھے؛ لیکن ہمارے عرف و رواج میں شوہر کی چیز بیوی کی چیز کہی جاتی ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے شوہر سے تحفے میں لے لیا ہو۔

چپکے چپکے بات مناسب نہیں

جب کسی کی کوئی برائی سنے تو چپکے چپکے اس کا چرچا نہیں کرنا چاہیے، اگر آپ کے متعلق کوئی معاملہ ہے یا آپ کی ذمے داری میں آنے والی کوئی بات ہے تو جس کے متعلق بھی آپ نے کوئی بات سنی تو اس کے پاس جا کر تحقیق کر لینی چاہیے، ایسے بھی حدیث میں فرمایا گیا ہے:

اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰةُ الْمُؤْمِنِ. (ابوداود عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ)

ترجمہ: ایک مؤمن دوسرے مؤمن کے لیے آئینہ ہوتا ہے۔

مصری عورتوں کے چرچا کی اصل بنیاد

اندازہ یہ ہے کہ ان عورتوں کے چرچا کی بنیاد یہ تھی کہ: زلیخا نے اپنے ہی غلام کے ساتھ برا کام کرنے کا پلان کیا، اگر وہ اپنے مرتبے کے کسی آدمی سے ناجائز تعلقات قائم کرتی تو کچھ بات سمجھ میں بھی آتی، یہ کہہ کر ان عورتوں نے زلیخا کو طعنہ مارنا شروع کیا۔

حالاں کہ یہ کام شریعت میں خود اپنی جگہ برا تھا، چاہے نوکر کے ساتھ کرے، چاہے کسی اور آدمی سے کرے، ہماری شریعت نے ہم کو یہ تعلیم دی ہے کہ نکاح اور شادی کے بغیر کوئی عورت کسی مرد سے کوئی غلط تعلق نہ رکھے، اسی طرح کوئی مرد کسی پرائی عورت سے بغیر نکاح کے غلط تعلق نہ رکھے؛ لیکن آگے والی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مصر میں اُس زمانے کے شاہی خاندان میں ایسا ناجائز کام کرنا کوئی برا کام نہیں تھا، بے حیائی اور بے شرمی عام تھی؛ اس لیے ان کو اعتراض اس پر تھا کہ اتنے بڑے وزیر کی بیوی ہو کر ایک غلام کے ساتھ غلط تعلق قائم کرنا چاہتی ہے۔

زلیخا کو چرچے کا پتا چلنا اور اس کی جوابی چال

جب چرچا ہونے لگا تو بات چلتے چلتے زلیخا کے کان میں بھی پہنچی، زلیخا نے سوچا کہ میں ان عورتوں کو بتلاؤں کہ جس غلام کی محبت میرے دل میں آئی ہے وہ کیسا غلام ہے! اس نے ان شہر کی عورتوں کو بتانے کے لیے ایک شاندار پلاننگ کی:

فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا.

ترجمہ: پھر جب اس (عزیز کی بیوی) نے شہر کی عورتوں کی فریب سے بھری

ہوئی باتوں کو سنا تو ان کو بلا بھیجا اور ان (عورتوں) کے لیے تکیہ لگی ہوئی بیٹھک (یعنی مجلس) تیار کی اور ان (عورتوں) میں سے ہر ایک کو ایک ایک چھُری دی۔

جب اس نے یہ بات سنی کہ سب عورتیں میرے خلاف باتیں کر رہی ہیں تو سب عورتوں کو دعوت نامہ بھیجا اور سب کو بلوایا اور ایک شاندار مجلس سجائی جس میں بہترین تکیے، شاندار ڈیکوریشن کا انتظام کیا، جب شہر کی عورتیں آ گئیں، سب کو اس پارٹی ہال میں بٹھایا اور پھر سب کے سامنے کھانا رکھا اور کھانا رکھنے میں زلیخا نے چالاکی کی کہ کچھ کھانا تو تیار رکھا اور کچھ کھانا ایسا رکھا کہ جو اپنے ہاتھ سے چھری سے کاٹ کر کھانا پڑے، مثال کے طور پر پھل رکھ دیے اور اس کے کاٹنے کے لیے پلیٹوں میں تیز چھریاں رکھ دیں، اب ظاہر میں تو یہ لگ رہا ہے کہ پھل کاٹنے کے لیے زلیخا نے چھریاں رکھی ہیں؛ لیکن اس کا مقصد کچھ اور ہے جو آگے آیت میں آ رہا ہے۔

مہمان کے سامنے پھل رکھنے کا ایک ادب

یہاں مفسرین نے ایک نکتہ لکھا ہے کہ: مہمان کے سامنے پھل کاٹ کر نہیں رکھنے چاہیے؛ بلکہ پورے رکھنا چاہیے اور اس کے ساتھ چھری رکھ دے؛ تاکہ جونسا پھل پسند ہو اس کو کھالے اور جو پسند نہ ہو وہ نہ کھائے؛ چونکہ کاٹنے کے بعد نہ کھائے تو پھل بگڑ جاتے ہیں اور خراب ہو جاتے ہیں؛ اس لیے پھل رکھنے کا ادب یہ بتایا کہ مہمان کے سامنے پھل کاٹے بغیر رکھو اور ساتھ میں چھری رکھ دو۔

زلیخا کا حضرت یوسف علیہ السلام کو کمرے میں آنے کا حکم دینا

کھانا شروع ہوا، اب وہ عورتیں پھل لے کر کاٹنے کی تیاری کر رہی ہیں، عین

اسی موقع پر زلیخا نے ایک زوردار تیر مارا، حضرت یوسف علیہ السلام کسی اور روم میں تھے، زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو حکم کیا: ﴿وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ﴾

ترجمہ: اور اس (عزیز کی بیوی) نے (یوسف علیہ السلام سے جو اس وقت دوسری جگہ تھے) کہا کہ: باہر نکل کر کے اُن (عورتوں) کے سامنے آؤ۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو کیا پتہ کہ مقصد کیا ہے؟ یہ سمجھے کہ کوئی برا مقصد نہیں ہوگا؛ لہٰذا تشریف لائے اور جب داخل ہوئے تو اندازہ ہوا کہ زلیخا کی پلاننگ کیا تھی؟ اس لیے ایک دروازے سے داخل ہو کر دوسرے دروازے سے نکل گئے۔

یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر مصری عورتوں کا حال، اگر قرآن بیان نہ کرتا تو ہمیں یقین نہ ہوتا!

جب یوسف علیہ السلام کا نورانی چہرا محفل میں بیٹھی ہوئی عورتوں نے دیکھا تو ان کا جو حال ہوا اگر قرآن میں نہ ہوتا تو ہمیں یقین نہ آتا؛ کیوں کہ اللہ اور رسول کی بات پر ہم کو کامل یقین ہے، اس کے سامنے ہم اپنی عقل کی بات بھی چھوڑ دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ﴾

ترجمہ: سو جب ان عورتوں نے ان (یوسف علیہ السلام) کو دیکھا تو (عجیب حسن دیکھ کر) ان کو بہت بڑا سمجھا، اور ان عورتوں نے اپنے ہاتھوں (کی انگلیوں) کو کاٹ دیا۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام اس مجلس میں تشریف لائے اور مصر کی عورتوں نے یوسف علیہ السلام کے حسن اور خوب صورتی کو دیکھا تو حیران رہ گئیں اور ایسی حیران رہ گئیں کہ اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھیں، پھل کاٹ رہی تھیں اس سے ذہن پورا ہٹ کر یوسف

علیہ السلام کے چہرے کو دیکھنے میں لگ گیا اور پھل کاٹنے کے بجائے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں کاٹ ڈالیں اور تمام عورتیں اپنی زبان سے کہنے لگیں:

وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ۭ اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ﴿۳۱﴾

ترجمہ: اور (آپس میں) کہنے لگیں: حَاشَ لِلّٰه (یہ یوسف تو اللہ واسطے گناہ سے دور ہے)، یہ (یوسف) کوئی انسان نہیں ہے، یہ تو کوئی بڑا بزرگی والا فرشتہ ہے۔

یعنی اتنی چمک اور نورانیت، اتنا حسن اور خوب صورتی کسی انسان میں ہو ہی نہیں سکتی، یہ تو آسمان سے اترا ہوا کوئی معزز فرشتہ ہے۔

ایک اہم نکتہ

یہاں ایک نکتہ یاد رکھو! ایک تو ہے غریب گھر کی عورتیں جنھوں نے کوئی نعمت نہیں دیکھی وہ نعمت دیکھ کر دنگ رہ جائے تو وہ ایک الگ بات ہے؛ لیکن یہ تو شاہی خاندان کی عورتیں تھیں جنھوں نے کیا کچھ نہیں دیکھا ہوگا؟ انھوں نے یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو ایسی حیران رہ گئیں کہ پھل کے بجائے اپنی انگلیاں کاٹ ڈالیں۔

اگر میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو مصر کی عورتیں دیکھ لیتیں تو!

اب ایک حدیث سناتا ہوں، ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: مصر کی عورتوں نے تو حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا اور انگلیاں کاٹ ڈالیں، اگر وہ میرے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیتیں تو اپنے دل کے ٹکڑے کر کے رکھ دیتیں۔

کتنی عجیب بات ارشاد فرمائی! اس سے اندازہ لگاؤ کہ اللہ نے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسا خوب صورت بنایا ہوگا! کیسا حسن و جمال دیا ہوگا!

حسنِ یوسف ،دمِ عیسیٰ،یدِ بیضا داری	آنچہ خوباں ہمہ دارند ،تو تنہا داری

زلیخا نے طعنوں کا جواب دیا

جب ان عورتوں نے انگلیاں کاٹ ڈالیں تو اب زلیخا کو بولنے کا موقع ملا، کہنے لگی: ﴿قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ﴾

ترجمہ: وہ عورت (یعنی عزیز کی بیوی) بولی: یہی تو وہ (غلام) ہے جس کے بارے میں تم مجھ کو ملامت کرتی تھیں۔

جس غلام کے بارے میں تم نے مجھے طعنہ دیا تھا، ایک مرتبہ تم نے اس کو دیکھا تو تم نے اپنی انگلیاں کاٹ ڈالی، میں تو رات دن اس کے ساتھ گھر میں رہتی ہوں تو پھر میں نے اس سے محبت کی تو میں نے اس میں کیا قصور کیا؟

سب کے سامنے گناہ کا اقرار اور کھلم کھلی دھمکی

پھر زلیخا نے بھری مجلس میں اپنے گناہ کا اقرار کرلیا، یہ بھی اللہ کی مدد تھی کہ زلیخا نے سب کے سامنے اپنے گناہ کا اقرار کرلیا:

﴿وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ﴾

ترجمہ: اور واقعی میں نے اپنی خواہش پوری کرنے کے لیے اس کو پھسلایا تھا؛ مگر اس نے خود کو (گناہ سے) بچالیا۔

سنو! میں آج اقرار کرتی ہوں کہ میں نے یوسف کو اپنے جال میں پھنسانے کی کوشش کی تھی، میں نے طاقت لگائی تھی کہ یوسف کو اپنی جال میں پھنساؤں؛ لیکن یوسف نے اپنے آپ کو بچالیا؛ مگر اب آئندہ کے لیے میں تمھارے سامنے اس کو دھمکی

دیتی ہوں کہ:

وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ۳۲

ترجمہ: اور جو میں اس کو حکم دیتی ہوں اگر وہ (آئندہ) اس کو پورا نہیں کرے گا تو ضرور وہ قید کیا جائے گا اور ضرور وہ ذلیل لوگوں میں سے ہو جائے گا ﴿۳۲﴾

یعنی اگر آئندہ یوسف نے میرے ساتھ گناہ کا کام نہیں کیا، میری خواہش پوری نہیں کی تو میں یوسف کو جیل میں ڈلوادوں گی یا ذلیل کر دوں گی۔

زلیخا نے سب کے سامنے یہ دھمکی دی، اِس سے اندازہ لگاؤ کہ وہ معاشرہ کتنا خراب ہوگا کہ کوئی ایک بھی ایسی عورت نہیں جو اس کو کہے کہ: تو اتنی ہمت سے گناہ کی بات کر رہی ہے۔

یوسف علیہ السلام نے گناہ کے مقابلے میں قید خانے کو پسند کیا

حضرت یوسف علیہ السلام نے جب دیکھا اور سوچا کہ: ایسے ماحول میں رہ کر کیا کرے، یہاں تو پورا ماحول بگڑا ہوا ہے، ساری عورتیں بگڑی ہوئی ہیں؛ اس لیے حضرت یوسف علیہ السلام نے گناہ سے بچنے کے لیے اللہ سے دعا مانگی۔

معلوم ہوا کہ گناہ سے بچنے کے لیے سب سے بڑی طاقت دعا ہے، حضرت یوسف علیہ السلام نے عجیب دعا مانگی:

﴿قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ﴾

ترجمہ: یوسف (علیہ السلام) نے دعا کی: اے میرے رب! جس (برے کام) کے لیے یہ عورتیں مجھے دعوت دے رہی ہیں اس سے تو مجھے جیل (جانا) زیادہ پسند ہے۔

یعنی جیل میں پڑا رہوں گا؛ لیکن ان عورتوں کے چکر میں پڑنا نہیں چاہتا، کیوں کہ جیل میں دنیا کی مصیبت ہوگی، اگر ان عورتوں کے جال میں پھنس گیا تو آخرت کی سزا ہے، اور دنیا کی مصیبت آخرت کی سزا کے مقابلہ میں آسان ہے۔

ایک نبی کا عورتوں کے مکر سے ڈر

حضرت یوسف علیہ السلام نبی ہیں اس کے باوجود اقرار کرتے ہیں:

وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ﴿۳۳﴾

ترجمہ: اور جوان عورتوں کے داؤ کو آپ مجھ سے دور نہ کریں گے تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور میں نادانی کے کام کرنے والوں میں شامل ہو جاؤں گا۔

یعنی اے اللہ! اگر آپ نے مجھے نہیں بچایا تو میں ان عورتوں کے جال میں پھنس کر گناہ کر بیٹھوں گا۔ اللہ اکبر! یہ کون کہہ رہے ہیں؟ ایک نبی کہہ رہے ہیں، اللہ کے نبی ہو کر عورتوں کے فتنے سے ڈر رہے ہیں تو ہم کو تو کتنا ڈرنا چاہیے!

اسی طرح اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مکر میں وہ تمام عورتیں شامل تھیں، شاید ان کا پلان یہ تھا کہ اگر زلیخا کے لیے اپنا مطلب پورا ہونے کا دروازہ کھل جاوے تو پھر ہمارے لیے بھی آسانی ہو جائے؛ اسی لیے بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ: مصری عورتیں بھی زلیخا کی طرف داری میں حضرت یوسف علیہ السلام سے کہنے لگی کہ: زلیخا تمھاری محسن عورت ہے، تم کو اس کی بات مان لینی چاہیے۔

دیکھو! کیسا معاشرہ ہے کہ احسان کے بدلے گناہ کی بات کی جا رہی ہے، جیسے آج کل اس طرح کا معاملہ بہت سی جگہوں پر دیکھنے میں آتا ہے۔

اس لیے دعا میں حضرت یوسف علیہ السلام نے تمام عورتوں کو شامل کیا۔

جہالت سے گناہ

اس موقع پر آپ علیہ السلام نے دعا میں ایک لفظ کہا: ﴿واکن من الجاھلین﴾ معلوم ہوا کہ علم کا تقاضا گناہ سے حفاظت ہے اور جہالت و نادانی میں انسان گناہ کرتا ہے، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ گناہ کرنا جہالت اور نادانی کا کام ہے، چاہے گناہ کرنے والا خود کو عالم سمجھتا ہو یا عالم کہلاتا ہو۔

احسان یا خدمت کے بدلے گناہ بڑی خطرناک بات

ہمارے جامعہ کے ایک فاضل مقیم امریکہ حضرت مولانا یوسف بھولا صاحب ایک سفر میں ہمارے حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم کی صحبت میں رہنے کے لیے وین کُوَر کینیڈا حاضر ہوئے تھے، انھوں نے ایک افسوس ناک بات سنائی کہ: جب وہ بھارت آئے ہوئے تھے تو ایک بیوہ عورت ان کے پاس آئی اور اپنے فقر و فاقہ کی شکایت کی اور مالی تعاون کی درخواست کی۔

مولانا یوسف صاحب نے ایک ذمے دار کا نام لیا اور کہا کہ: ان کے پاس چلی جاؤ، ہم ان کے پاس ہر سال بیواؤں کے لیے فنڈ بھیجتے ہیں، تو اس عورت نے شرم کے مارے سر جھکالیا اور سکتے میں پڑ گئی، تھوڑی دیر تک کچھ نہ بول سکی۔

مولانا نے پوچھا کہ: بہن! کیا بات ہے؟

اس عورت نے بھیگی ہوئی آنکھوں کے ساتھ جواب دیا کہ: ان کے پاس جب ہم تعاون لینے جاتے ہیں تو وہ ساتھ سونے (یعنی زنا) کی شرط لگاتے ہیں۔

یہ کتنی خطرناک بات ہے کہ خود کے پیسے نہیں ہے، دوسروں کی طرف سے آئی ہوئی رقوم ہیں، ان کو تو صرف ناظم اور ذمے دار بنایا ہے اور وہ بیواؤں کے ساتھ ایسی گندی حرکت کرتے ہیں، شرم آنی چاہیے اور اللہ کے سامنے توبہ کرنی چاہیے، اور ہماری دینی بہنوں کو بھی چاہیے کہ ایسے انسان نما درندوں سے اپنے آپ کو بچائیں۔

آج ملازمت دلوانے کے عنوان سے، اسکول اور کالج میں داخلہ دلوانے کے عنوان سے، تعاون کے عنوان سے عورتوں کے ساتھ کیسے کیسے زنا کے واقعات ہو رہے ہیں، اللہ ہی صحیح توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔

فتنوں کی جگہوں سے بچنا چاہیے

یاد رکھو! جس جگہ فتنے میں پڑنے کا اندیشہ ہو وہاں نہیں جانا چاہیے، اسی لیے نقل کیا گیا ہے کہ: اِتَّقُوْا مَوَاضِعَ التُّهَمِ.

ترجمہ: تہمت کی جگہوں سے اپنے آپ کو بچاؤ۔

جہاں شراب بکتی ہو وہاں اگر تم دودھ بھی پیو گے تب بھی لوگ کہیں گے کہ: یہ شراب پی رہا ہے، کوئی یہ نہیں دیکھے گا کہ گلاس میں کیا ہے؟ اس لیے جہاں جانے سے تہمت آسکتی ہو وہاں مت جاؤ، یہ بہت ضروری ہے اور اس کے لیے دنیا کا نقصان کرنا پڑے تو کرو؛ لیکن آخرت کا نقصان مت ہونے دو، آخرت کا نقصان بڑا خطرناک ہے۔

دعا کی قبولیت اور یوسف علیہ السلام جیل میں

خیر! جب حضرت یوسف علیہ السلام نے دعا مانگی تو اللہ نے ان کی دعا قبول فرمالی:

فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ.

ترجمہ: سو ان (یوسف علیہ السلام) کے رب نے ان کی دعا کو قبول کرلیا، سو اس (رب) نے عورتوں کی چال کو ان سے دور کر دیا، یقیناً وہ (اللہ تعالیٰ) ہر بات سننے والے، جاننے والے ہیں ﴿۳۴﴾

جب بات پورے شہر میں پھیل گئی اور زلیخا نے مجلس میں سب کے سامنے اقرار بھی کرلیا اور دھمکی بھی دے دی تو اب وزیر صاحب کو شرم آئی؛ اس لیے انھوں نے ایک چال یہ چلی کہ انھوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کہا کہ: یوسف! تم پاک ہو، تم نے گناہ نہیں کیا؛ لیکن اس بات کے چرچے کو ختم کرنے کے لیے ہم آپ کو تھوڑے دنوں کے لیے جیل میں رکھتے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل میں بھیج دیا۔

اللہ سے ہمیشہ عافیت مانگنی چاہیے

جب جیل میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ: یوسف! یہ جیل کی مصیبت تم نے خود مانگی ہے۔

اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں فرمایا کہ: اللہ سے ہمیشہ عافیت مانگو۔

ایک صحابی بیٹھ کر دعا مانگ رہے تھے: اے اللہ! مجھے صبر دے۔ صبر بہت اچھی چیز ہے؛ لیکن حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: صبر کی دعا مت مانگو۔

اس لیے کہ صبر کی ضرورت کب پڑتی ہے؟ پہلے مصیبت آتی ہے، اس کے بعد اس مصیبت پر صبر کرے؛ اس لیے اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ عافیت ہی کا سوال کرنا چاہیے، حدیث میں عافیت کے بارے میں ایک بہت جامع دعا آئی ہے:

اللّٰهم اني أَسْئَلُكَ تمامَ العافية و أسئلك دوامَ العافية و أسئلك الشكرَ

علی العافیة.

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے مکمل تندرستی اور دائمی صحت اور تندرستی پر شکر گزاری کا سوال کرتا ہوں۔

پھر آگے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

ثُمَّ بَدَا لَهُم مِّنۢ بَعۡدِ مَا رَأَوُا الۡاٰيٰتِ لَيَسۡجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيۡنٍ ﴿۳۵﴾

ترجمہ: پھر (یوسف علیہ السلام کی سچائی و پاکدامنی کی) نشانیاں دیکھنے کے بعد ان کو یہ سمجھ میں آیا کہ اس (یوسف) کو ایک مدت تک جیل میں رکھیں ﴿۳۵﴾

جیل کی مصیبت حقیقت میں رحمت بن گئی

اب آپ جیل میں پہنچ گئے؛ لیکن شروع میں یہ جیل دیکھنے میں مصیبت تھی، بعد میں حقیقت میں رحمت بن گئی؛ اس لیے کہ جیل میں جانے کے بعد آپ کو بادشاہت ملی۔

جس وقت حضرت یوسف علیہ السلام جیل میں داخل ہوئے تو ان کے ساتھ دوسرے دو شاہی خادم قیدی بن کر داخل ہوئے تھے، انھوں نے ایک خواب دیکھا جس کی تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام نے بتلائی جو صحیح ثابت ہوئی، ان میں سے ایک شاہی خادم واپس بادشاہ کا خادم بن گیا، ایک دن بادشاہ نے ایک عجیب خواب دیکھا، جس کی تعبیر کوئی بھی نہ بتلا سکا، اس قیدی نے بادشاہ سے اجازت لیکر جیل میں جا کر حضرت یوسف علیہ السلام سے خواب کی تعبیر پوچھی، آپ نے خواب کی تعبیر بھی بتلائی اور تدبیر بھی بتلائی۔

خود بادشاہ کی حضرت یوسف علیہ السلام سے ملنے کی خواہش

جب وہ تعبیر بادشاہ کے پاس پہنچی تو بادشاہ کو بڑا تعجب ہوا کہ ہمارے جیل

خانے میں ایک ایسا قیمتی آدمی ہے، اس کا علم تو بہت اونچا ہے، بادشاہ نے یہ کہلوایا کہ: اس آدمی کو جیل سے نکال کر میرے پاس لاؤ، میں خود اس سے ملنا چاہتا ہوں۔

یہ اللہ کی قدرت تھی، اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل سے نکالنے کے واسطے عزت کا راستہ عنایت فرمایا اور خود بادشاہ نے اپنا آدمی بھیجا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے دربار میں بلایا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی عجیب ہمّت

جب بادشاہ کا آدمی جیل خانے میں حضرت یوسف علیہ السلام کو بلانے آیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ: میری ایک شرط ہے، جب تک وہ شرط پوری نہیں ہوگی وہاں تک میں جیل سے باہر نہیں جاؤں گا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ.

ترجمہ: اور بادشاہ نے (تعبیر سن کر) فرمایا کہ: اس (یوسف) کو (جیل سے نکال کر) میرے پاس لاؤ، سو جب (بادشاہ کا) قاصد یوسف (علیہ السلام) کے پاس پہنچا، تو یوسف (علیہ السلام) نے (قاصد سے) فرمایا: تو تیرے بادشاہ کے پاس واپس جا اور تو اس (بادشاہ) کو پوچھ: جن عورتوں نے اپنے ہاتھ کاٹ دیے تھے ان کی حقیقت کیا ہے؟

یعنی پہلے اپنے بادشاہ سے پوچھو کہ: مصر کی جن عورتوں نے اپنی انگلیاں کاٹ ڈالی تھیں ان کا کیا حال ہے؟

یہ ایک نبی کی ہمت کی بات ہے کہ خود بادشاہ کا آدمی بلانے آیا تو کہا: میں ایسے

نہیں آؤں گا؛ بلکہ پہلے تحقیق ہونی چاہیے کہ مجھ پر جو تہمت لگی تھی اس کی حقیقت کیا ہے؟

حضرت یوسف علیہ السلام چاہتے تھے کہ اللہ تو جانتے ہیں کہ میں پاک ہوں، زلیخا کو بھی معلوم ہے کہ میں پاک ہوں؛ لیکن بادشاہ سلامت کو بھی معلوم ہو جائے، زلیخا کے شوہر کو بھی معلوم ہو جائے اور مصر کے لوگوں کو بھی معلوم ہو جائے کہ میں بے گناہ ہوں۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ کا امّت کی خیر خواہی میں ارشاد

اِس موقع پر حدیث میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے بڑی عجیب بات ارشاد فرمائی، آپ ﷺ ارشاد فرمایا کہ: جتنی مدّت حضرت یوسف علیہ السلام جیل میں رہے اگر اتنی مدّت میں جیل میں رہتا اور پھر مجھے جیل سے بلایا جاتا تو میں فوراً قبول کر لیتا۔

اسی طرح جب بادشاہ کے خواب کی تعبیر کی بات آئی تھی تب بھی میں یوں شرط لگاتا کہ: پہلے مجھے جیل سے نکالو پھر میں تعبیر بتاؤں گا۔

آپ ﷺ کی یہ بات عام انسانوں کی خیر خواہی کے اعتبار سے مناسب اور افضل ہے؛ اس لیے کہ حضور ﷺ سمجھتے تھے کہ بادشاہوں کے مزاج کا کوئی بھروسہ نہیں، جب موڈ میں ہوتے ہیں تو اونٹ بھی نکل جاتا ہے اور جب موڈ میں نہیں ہوتے تو انڈا بھی نہیں نکلتا۔

اس سے عام انسانوں کو یہ تعلیم ملتی ہے کہ جب اس طرح رہائی کا موقع آئے تو فوراً نکل جاوے؛ اس لیے کہ ہوسکتا ہے کہ بادشاہ کی رائے بدل جائے اور سزا برابر باقی رہے؛ اس لیے حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے عام امت کی خیر خواہی میں یہ بات ارشاد فرمائی اور ساتھ ہی حضرت یوسف علیہ السلام کی جرأت اور اعلیٰ ہمّت کی تعریف بھی ہوگئی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے اعلیٰ اخلاق

اِس جگہ حضرت یوسف علیہ السلام کے اخلاق کو دیکھو کہ جو بات کہنی تھی کہہ دی؛ لیکن آپ نے زلیخا کا نام نہیں لیا، آپ چاہتے تو صاف لفظوں میں کہہ دیتے کہ: بادشاہ سے کہو کہ زلیخا سے پوچھے کہ کون صحیح تھا اور کون غلط؟

یہ نبی کا حال ہوتا ہے کہ کسی کی عزت نہیں جانی چاہیے، ہاں! اپنا حق ہے، جو مقدمہ ہے وہ کرو؛ لیکن ادب واحترام کے ساتھ، اس بات کا خیال کر کے کہ کسی مؤمن کی عزت نہ جائے۔ اسی طرح جس گھرانے میں بڑے ہوئے اس گھرانے کا حق ادا کرنا شریف انسانوں کی فطرت ہوتی ہے۔

آگے ارشاد فرماتے ہیں: ﴿إِنَّ رَبِّي بِكَيْدِهِنَّ عَلِيمٌ﴾

ترجمہ: یقیناً میرے رب تو ان عورتوں کے سب فریب کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔

بادشاہ کی مصری عورتوں سے تحقیق

جب یہ بات بادشاہ تک پہنچی تو بادشاہ نے فوراً حکم کیا کہ: زلیخا کو دربار میں بلاؤ اور جن جن عورتوں انگلیاں کاٹی تھیں ان سب کو دربار میں لاؤ، اور بھری مجلس میں سب کے سامنے سوال کیا: قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ إِذْ رَاوَدتُّنَّ يُوسُفَ عَن نَّفْسِهِ.

ترجمہ: اس (بادشاہ) نے ان (عورتوں کو بلوا کر ان) سے پوچھا: تم نے جب یوسف کو پھسلانے کی کوشش کی تھی، اس واقعہ کی (صحیح) حقیقت کیا ہے؟

اِس سے معلوم ہوا کہ خود بادشاہ حضرت یوسف علیہ السلام کو بے گناہ سمجھتا تھا، اور

اللہ کی قدرت کہ تھوڑے دنوں کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کی برکت سے اس بادشاہ کو ایمان کی دولت نصیب ہوئی اور ایمان پر اس بادشاہ کی موت ہوئی۔

عورتوں کا اقرار

جب بھرے دربار میں بادشاہ نے ان عورتوں سے سوال کیا تو انھوں صحیح اور سچی بات بتلا دی: ﴿قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ﴾

ترجمہ: تو عورتیں کہنے لگیں: حاشَ للہ! (یعنی اللہ تعالیٰ تو پاک ہے یا یوسف اللہ کے واسطے گناہ سے دور ہے) ہم کو اس (یوسف) میں ذرا بھی برائی معلوم نہیں ہوئی۔

تمام عورتوں نے ایک زبان ہو کر کہا: اللہ کی قسم! ہم نے یوسف میں کوئی برائی نہیں دیکھی، یوسف تو بہت پاک آدمی ہے۔

خود زلیخا کا اقرار

پھر زلیخا نے بھی اقرار کیا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ۡ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۵۱﴾

ترجمہ: عزیز کی بیوی (زلیخا) بولی کہ: اب جب سچی بات (سب کے سامنے) کھل گئی تو واقعہ یہ ہے کہ میں نے ہی اپنی خواہش پوری کرنے کے لیے اس (یوسف) کو پھسلایا تھا۔

آج بھرے دربار میں تمام عورتوں نے اپنی غلطی کا اقرار کر لیا کہ: یوسف بے گناہ تھے، ہم نے ہی یوسف کو پھنسانے کی کوشش کی تھی۔

آدمی خود اچھا رہے چاہے دنیا والے کچھ بھی کہے

دینی بہنو! اس واقعے سے ہم کو یہ سبق ملا کہ ہم اپنی جگہ پاک صاف رہیں اور اپنے آپ کو گناہ سے بچا کر رکھیں، دنیا چاہے کچھ بھی کہے، کوئی الزام لگائے، تہمت لگائے؛ لیکن ہم پاک صاف رہیں گے تو ان شاء اللہ! ایک دن اللہ لائیں گے کہ دنیا کو پتہ چل جائے گا کہ یہ آدمی سچا ہے، اللہ کی مدد آئے گی۔

کبھی کسی کا احسان نہیں بھولنا چاہیے

حضرت یوسف علیہ السلام فرمانے لگے:

ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ.

ترجمہ: (جب یوسف علیہ السلام نے اس سچائی کے ظاہر ہونے کی خبر جیل میں سنی تو کہا) میں نے یہ تحقیق اس لیے کرائی کہ عزیز جان لیوے کہ میں نے اس کی غیر حاضری میں (اس کی بیوی سے) کوئی خیانت نہیں کی، یقیناً اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کے فریب کو نہیں چلنے دیتے ﴿۵۲﴾

یعنی زلیخا کا شوہر مجھے بازار سے خرید کر لایا تھا، جس نے میرا اکرام کیا، جس نے مجھے عزت سے رکھا، اس کے دل میں یہ نہیں ہونا چاہیے کہ جس کو میں نے عزت سے رکھا تھا اسی نے میری بیوی پر غلط نگاہ اٹھائی، میں اپنے مالک زلیخا کے شوہر کو یہ بتلانا چاہتا تھا کہ میں نے تیری غیر حاضری میں جب تو آفس جاتا تھا تیری بیوی کے ساتھ کوئی غلط کام نہیں کیا اور میرا تو ایمان اور یقین ہے کہ جو آدمی بھی خیانت اور برائی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو کبھی صحیح راستہ نہیں بتلاتا۔

کوئی آدمی ہم پر بھروسہ کرے تو ہمیں اس کے بھروسے کو پورا کرنا چاہیے، کسی نے ہمارے حوالے اپنا کاروبار کر دیا تو ایسے موقع پر ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ چاہے دکان کا مالک میری ہر ایک چیز کو نہیں دیکھتا؛ لیکن میرے اللہ میری ہر چیز کو دیکھتے ہیں، اگر میں خیانت کروں گا تو اللہ کبھی مجھے کامیاب نہیں ہونے دیں گے، اور اگر میں امانت داری سے رہوں گا تو اللہ تعالیٰ مجھے دنیا اور آخرت میں کامیاب کریں گے۔

حقیقت کا اعلان

اس موقع پر حضرت یوسف علیہ السلام کی احتیاط دیکھیے کہ آپ نے یہ ارادہ کیا کہ پہلے بات صاف ہو جانی چاہیے؛ اس لیے کہ اگر بادشاہ کی طرف سے شاہی انعام مجھے ملا، میرا اکرام کیا گیا، حکومت میں کوئی اہم منصب حوالے کیا گیا تو لوگ اس کی وجہ سے میرے خلاف زبان سے کوئی بات تو نہیں بولیں گے؛ لیکن ان کے دل میں میرے متعلق بدگمانی رہے گی کہ یہ یوسف وہی تو ہے جس کا اس طرح کا کوئی معاملہ ہوا تھا؛ اس لیے آپ نے پہلے ہی سے معاملے کی صفائی کروا دی۔

اللہ کو تو معلوم ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام بے قصور ہیں اور وہ عورتیں واقعی قصوروار ہیں جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿اِنَّ رَبِّیْ بِكَیْدِهِنَّ عَلِیْمٌ﴾

یعنی یقیناً میرے رب تو ان عورتوں کے سب فریب کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔

اس سے ہم کو ایک اہم سبق یہ ملا کہ بعض مرتبہ لوگ کسی دنیوی مرتبہ یا منصب کی وجہ سے کسی کے خلاف کوئی بات نہ بولے تو وہ ان کی ایک مجبوری ہوتی ہے؛ لیکن دل سے لوگ کُرھتے ہیں؛ اس لیے بات کی صفائی کر لینا بہتر ہے؛ تاکہ ہم لوگوں کو

بدگمانی کے گناہ میں مبتلا نہ کریں۔

لوگ جب کسی دنیوی منصب کی وجہ سے کسی کے خلاف زبان نہیں کھولتے ہیں اور پھر جب وہ منصب چلا جاتا ہے تو اس قصور وار انسان کی کیا گت بنتی ہے اس کے مشاہدے ہوتے ہی رہتے ہیں۔

مدرسے کے مال میں خیانت کا ایک عبرت ناک واقعہ

ہمارے ایک مرحوم دوست یوسف علی شیخ ویسما والے نے ایک عجیب قصہ سنایا تھا کہ: ان کے دوست کے ابا کا انتقال ہوگیا، انتقال کے بعد ان کا پورا بدن کالا پڑ گیا اور ان کے بدن پر دھبّے پڑ گئے، بہت بری شکل ہوگئی۔ اللہ ایسی بری موت سے ہماری حفاظت فرمائے، آمین۔ غسل دینے کے بعد بہت بری شکل ہوگئی تو اس نے اس کے بیٹے سے پوچھا کہ: بھائی! تیرے ابا کا ایسا حال کیوں ہوگیا؟

اس نے کہا کہ: میرے باپ کا ایک خاص گناہ مجھے معلوم ہے، اس گناہ کی وجہ سے مجھے لگتا ہے میرے باپ کو مرنے کے فوراً بعد سزا ہوئی ہے اور وہ گناہ یہ ہے کہ میرے ابا محلے کی مسجد اور مدرسے کے ذمے دار تھے اور اس کے پیسہ ان کے پاس رہتے تھے، وہ ان پیسوں کا حساب صحیح نہیں رکھتے تھے، مسجد اور مدرسہ کے پیسوں میں سے بھی گھر کا خرچہ ہوجاتا تھا۔

اس لیے ہمیشہ یاد رکھو کہ کوئی بھی ذمے داری ہمارے پاس ہو؛ چاہے چھوٹی ہو یا بڑی ہو تو اس کو امانت داری سے نبھاؤ، اس میں خیانت مت کرو۔

بہرحال! بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل میں سے بلایا، چنانچہ حضرت

یوسف علیہ السلام جیل سے پوری آن بان اور شان کے ساتھ بادشاہ کے دربار میں تشریف لاتے ہیں، پھر اس کے بعد وہ بادشاہ ان کو اپنا خاص آدمی بنا لیتا ہے۔

تقویٰ کی بدولت عزت

اِس قصے میں غور کرنے کی بات یہ ہے کہ تقوے کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کیسا مقام دیا:

اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۰﴾

ترجمہ: حقیقت بات یہ ہے کہ جو آدمی بھی گناہوں سے بچتا ہے اور (مصیبت پر) صبر کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ (ایسی) نیکی کرنے والوں کا ثواب ضائع نہیں کرتے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے آپ کو پاک دامنی سے رکھا تو بعد میں ایک کے بعد ایک تمام لوگوں نے آپ کی پاک دامنی کا اقرار کیا۔

① بھائی جو کسی زمانے میں دشمن تھے وہ بھی سب آپ کی تعریف کرنے والے بن گئے:

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ ﴿۹۱﴾

ترجمہ: وہ (بھائی لوگ) کہنے لگے: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے تجھ کو (ہر اعتبار سے) ہم پر فضیلت (یعنی ترجیح) دی، اور یقیناً ہم ہی لوگ غلطی کرنے والے تھے۔

② عزیزِ مصر کی بیوی زلیخا جو آپ پر تہمت لگا رہی تھی وہ بھی اپنے آپ کو قصور وار اور حضرت یوسف علیہ السلام کے عفیف ہونے کا اعلان کر رہی ہے:

قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ۡ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ

وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۵۱﴾

ترجمہ: عزیز کی بیوی (زلیخا) بولی کہ: اب جب سچی بات (سب کے سامنے) کھل گئی تو واقعہ یہ ہے کہ میں نے ہی اپنی خواہش پوری کرنے کے لیے اس (یوسف) کو پھسلایا تھا۔

③ شہر کی بڑی عورتیں جو کسی زمانے میں زلیخا کے ساتھ تھیں وہ بھی حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی کا اقرار کرتی ہیں:

قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ.

ترجمہ: تو عورتیں کہنے لگیں: حاشَ للہ! (یعنی اللہ تعالیٰ تو پاک ہے یا یوسف اللہ کے واسطے گناہ سے دور رہے) ہم کو اس (یوسف) میں ذرا بھی برائی معلوم نہیں ہوئی۔

④ زلیخا کا ایک رشتے دار بچے نے گواہی دی:

وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۶﴾ وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۷﴾

ترجمہ: اور اس (عورت) کے خاندان والوں میں سے ایک (چھوٹے بچے) نے گواہی دی، اگر اس (یوسف) کا کرتہ آگے کی طرف سے پھٹا ہے تو عورت سچی ہے اور وہ (یوسف) جھوٹوں میں سے ہے ﴿۲۶﴾ اور اگر اس (یوسف) کا کرتہ پیچھے کی طرف سے پھٹا ہے تو عورت جھوٹی ہے اور وہ (یوسف) سچوں میں سے ہے ﴿۲۷﴾

⑤ خود عزیز مصر نے کہا: ﴿يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا﴾

ترجمہ: (عزیز نے کہا) یوسف! اس بات کا چرچا اب جانے دو۔

معلوم ہوا کہ اگر آدمی واقعی تقویٰ اپنائے اور عفّت اور پاک دامنی سے رہے تو ایک وقت آتا ہے کہ اللہ تہمتوں کے بادل چھٹا دیتے ہیں اور دشمنوں سے بھی عفت اور پاک دامنی کا اعلان کرواتے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی زلیخا کے ساتھ شادی

جب زلیخا کے شوہر ''قطفیر'' کا انتقال ہوگیا تو اُس کے مرجانے کے بعد زلیخا کی شادی حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ ہوئی، یہ نکاح خود مصر کے بادشاہ نے کروایا تھا، ایک زمانہ آیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پورے مصر کا بادشاہ بنایا۔

زلیخا کو اپنے کیے ہوئے کام پر افسوس

نکاح ہوجانے کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک دن زلیخا سے فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ: ایک وقت وہ تھا کہ تو ناجائز، غلط اور حرام طریقے سے خواہش پوری کروانا چاہتی تھی، آج دیکھو! اللہ تعالیٰ نے حلال اور جائز طریقے سے ہم دونوں کو جمع کر دیا، جو تم چاہتی تھی اس کے مقابلے میں کیا یہ نکاح والا طریقہ اس سے بہتر نہیں ہے؟

معلوم ہوا کہ ناجائز غیر شرعی طریقے سے تعلّقات قائم کر کے خواہش پوری کرنے کے مقابلے میں ''نکاح'' کا حلال طریقہ ہی بہتر اور فائدہ والا ہے، آج کل بغیر شادی کے لڑکے اور لڑکی کا ایک ساتھ رہنے اور (Live in relafino) کے عنوان سے غلط تعلقات قائم کر کے حرام کاری کرنے کو صحیح قرار دیا جاتا ہے جو ہرگز شرعی اور اخلاقی طور پر صحیح نہیں ہے۔

بہر حال! زلیخا نے اپنی زندگی کے کیے ہوئے ان ناجائز اور غلط پلان پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی، توبہ کی، گناہ کا اقرار کر کے استغفار کیا کہ میں بہت بڑی غلطی میں تھی، مجھے سمجھ نہیں تھی اور میں نے آپ کو غلط کام میں پھنسانے کی پلاننگ کی تھی، اللہ مجھے معاف کر دیوے، زلیخا نے اللہ تعالیٰ سے توبہ کی، معافی مانگی، شادی کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام اور زلیخا کی زندگی اچھے طریقے سے گزرنے لگی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی برکت سے زلیخا کی عبادت

اللہ تعالیٰ کی شان دیکھو! حضرت یوسف علیہ السلام اللہ کے نبی ہیں، اور زلیخا کے شوہر بھی ہے، زلیخا اب ان کی بیوی بن گئی ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ رہنے اور ایک نبی کے گھر میں رہنے کی برکت سے زلیخا کو اپنے زمانے کی ولیہ بنا دیا، حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ رہ کر زلیخا بھی بہت نیک اور صالحہ عورت بن گئی، بڑی اللہ کی عبادت کرنے والی بن گئی، اللہ کا ذکر کرنے والی بن گئی، اللہ سے محبت اور پیار کرنے والی بن گئی۔

ایک زمانہ ایسا آیا کہ زلیخا اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ عبادت کرتی تھی، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی تھی، اللہ سے محبت کرتی تھی، دوسری طرف نکاح کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے دل میں زلیخا کی محبت اس سے بھی زیادہ پیدا فرمادی جتنی پچھلے دنوں زلیخا کو حضرت یوسف علیہ السلام سے محبت تھی، اور شوہر کو اپنی بیوی سے اور بیوی کو اپنے شوہر سے گہری محبت ہونی ہی چاہیے۔

یہاں تک کہ ایک مرتبہ حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا سے شکایت کی کہ: اس

کی کیا وجہ ہے کہ تم مجھ سے اب اتنی محبت نہیں رکھتی جتنی پہلے رکھتی تھی؟

زلیخا نے جواب دیا: اے اللہ کے نبی! آپ کے ساتھ رہنے کی برکت اور آپ کے وسیلے سے اب میرے دل میں اللہ کی محبت پیدا ہوگئی ہے، اس کی وجہ سے اب میرے دل میں سے دوسروں کی محبت، دوسرے تعلقات اور خیالات کمزور ہونے لگے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس نکاح سے زلیخا کو ایک بیٹی عطا فرمائی، اس کا نام ''لیّا'' تھا، اور دو بیٹے بھی پیدا ہوئے، ایک کا نام ''افرائیم'' اور دوسرے کا نام ''منشا'' تھا۔ اس بیٹی ''لیا'' کا نکاح بعد میں اللہ کے ایک نبی حضرت ایوب علیہ السلام سے ہوا، ان کی عجیب و غریب قربانی کا واقعہ اس کے بعد آرہا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس قصے میں جو نصیحت کی باتیں ہیں اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وأخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ

کا ایمان افروز واقعہ

(پہلی قسط)

مختصر تعارف

نام: بہت اختلاف ہے، مؤرخین نے ان کا نام ''یوخانذ'' یا ''تحیب'' یا ''یوخایذ'' یا ''باختہ'' یا پھر ''لوحا بنت ھاند بن لاوی بن یعقوب علیہ السلام'' بتلایا ہے۔

بعض جگہوں پر آپ کا نام اریافت یا لوحا بھی ملتا ہے۔

تفسیر مقاتل ابن سلیمان میں ہے کہ ان کا نام ''یوکابذ'' کہا ہے، جو لاوی بن یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے تھیں۔

جمہور علمائے امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سیدنا موسی علیہ السلام کی والدہ نبیہ نہیں تھیں، ان کی طرف وحی کیے جانے کا جو ذکر قرآن میں آیا ہے اس کا مطلب الہام ہے کہ اللہ تعالی نے ان کے دل میں ایک کام کرنے کی بات ڈالی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰه نَحْمَدُه وَنَسْتَعِيْنُه وَنَسْتَغْفِرُه وَنُؤْمِنُ بِه وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْه وَنَعُوْذُ بِاللّٰه مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا،مَنْ يَّهدِهِ اللّٰهُ فَلَامُضِلَّ لَه وَمَنْ يُّضْلِلْه فَلَاهَادِيَ لَه وَنَشْهدُ اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَحْدَه لَاشَرِيْكَ لَه وَنَشْهدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَ شَفِيْعَنَا وَحَبِيْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُه وَرَسُوْلُه،صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلَيْه وَ عَلٰى اٰلِه وَاَصْحَابِه وَذُرِّيَّاتِه وَ اَهلِ بَيْتِه وَاَهلِ طَاعَتِه، وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْراً كَثِيْراً

اَمَّا بَعْدُ!فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوْحٰٓى ﴿۳۸﴾ اَنِ اقْذِفِيْهِ فِي التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّيْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ ؕ وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ ۚ وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ ﴿۳۹﴾ اِذْ تَمْشِيْٓ اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَنْ يَّكْفُلُهٗ ؕ فَرَجَعْنٰكَ اِلٰٓى اُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ؕ وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ۣ فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ ۙ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى ﴿۴۰﴾

ترجمہ:اس وقت کو یاد کرو(وہ احسان یہ ہے کہ) جب ہم نے تمھاری اماں کو (الہام کے ذریعے) حکم بھیجا جو ہم آگے سنا رہے ہیں﴿۳۸﴾(وہ حکم یہ تھا) کہ اس (بچے موسیٰ) کو صندوق میں رکھ دو، پھر اس (صندوق) کو دریا میں ڈال دو، پھر دریا اس (صندوق) کو کنارے پر لا کر ڈال دے گا جس کے نتیجے میں ان (موسیٰ علیہ السلام) کو ایک ایسا آدمی (یعنی فرعون) اٹھائے گا جو میرا بھی دشمن ہے اور ان (موسیٰ علیہ السلام) کا بھی دشمن ہے اور (اے موسیٰ!) میں نے تم پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی اور (یہ سب کام

اس لیے کیے) تاکہ تم میری نظروں کے سامنے پرورش پاؤ ﴿۳۹﴾ (اس وقت کو یاد کرو) جب تمھاری بہن (گھر سے) چلتی ہوئی آئی اور (فرعون کے ملازموں سے) کہنے لگی: کیا میں تم کو اس (عورت) کا پتہ بتاؤں جو اس بچے کی پرورش کرے؟ پھر (اس طرح) ہم نے تم کو تمھاری ماں کے پاس واپس لوٹا دیا؛ تاکہ اس (تمھاری ماں) کی آنکھ ٹھنڈی رہے اور وہ غمگین نہ ہو اور تم نے (غلطی سے) ایک (فرعونی) آدمی کو مار ڈالا تھا، پھر ہم نے تم کو اس غم (پریشانی) سے نجات دی اور ہم نے تمھارے بہت سارے امتحانات لیے پھر تم کئی سال مدین والوں میں رہے، پھر تم اے موسیٰ! مقدر سے (یعنی تقدیر کے فیصلے کے مطابق یہاں) آئے ﴿۴۰﴾ (سورۂ طٰہٰ)

موجودہ دور میں مسلمانوں کی دو اہم فکریں (ٹینشن)

اس وقت پورے ملک میں؛ بلکہ پوری دنیا میں مسلمان یہ سوچ رہے ہیں کہ سب ہمارے دشمن ہیں، جن کو ہم آج تک اپنا دوست اور وفادار سمجھتے تھے وہ بھی دشمن بنے ہوئے نظر آرہے ہیں۔

دوسری فکر مسلمانوں کو یہ ہو رہی ہے کہ مسلمانوں کو ختم کرنے کا پلان بن رہا ہے ایسے حالات میں ہماری حفاظت کیسے ہوگی اور کس طرح ہماری جان مال، عزت آبرو کی حفاظت ہوگی۔

ہماری ہر پریشانی کا علاج قرآن میں موجود ہے

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ہر چیز کی رہبری رکھی ہے اور ہماری ہر الجھن اور ہر ٹینشن کا علاج بیان فرمایا ہے، اِس وقت مسلمانوں کو جو الجھن ہے یہ آج سے ہزاروں

سال پہلے مصر میں جب فرعون کی حکومت تھی، اور خاندانِ بنی اسرائیل کے لوگ وہاں رہتے تھے اس وقت ان کے سامنے بھی یہی الجھنیں اور پریشانیاں تھیں؛ اس لیے کہ فرعون نے یہ طے کرلیا تھا کہ بنی اسرائیل کو کمزور کرنا ہے اور خاص طور پر بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہو رہے تھے تو ان کو کیسے قتل کر کے ختم کر دینا اس کی بہت بڑی سازش اور پلاننگ وہ لوگ کر رہے تھے۔

مصر میں اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے ان کی کیسے حفاظت فرمائی، اگر آج مسلمان اس طریقے کو اپنالے تو اللہ تعالیٰ آج بھی ہماری حفاظت فرمائیں گے۔

موجودہ حالات میں ہمارے لیے اِس واقعے میں بہت بڑا سبق

ابھی میں نے جو آیات آپ کے سامنے پڑھیں اس میں اللہ تعالیٰ کے ایک بہت بڑے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مصر میں عجیب حالات میں پیدائش کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، اِس وقت پوری دنیا کے مسلمان جن حالات سے گزر رہے ہیں تو اس واقعے میں ہم مسلمانوں کے لیے بہت بڑا سبق ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا نام

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے نام میں بہت اختلاف ہے، اس سلسلے میں مؤرخین کے اقوال یہ ہیں: ① یوخاند ② یحیب ③ یوخایذ ④ باختہ ⑤ اریافت ⑥ یوکابد ⑦ لوحا بنت ھاند بن لاوی بن یعقوب علیہ السلام۔

جمہور علمائے امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سیدنا موسی علیہ السلام کی والدہ نبیہ نہیں تھیں۔

مصر کی حکومت قبطی خاندان میں

اس زمانے میں مصر کی حکومت قبطی خاندان کے لوگ پاس تھی اور فرعون کا تعلق بھی قبطی خاندان سے تھا، ایک دوسرا خاندان اس زمانے میں مصر میں رہتا تھا جن کا نام ''بنو اسرائیل'' ہے، حضرت یعقوب علیہ السلام کا دوسرا نام اسرائیل ہے، ان کی اولاد کو بنو اسرائیل کہتے ہیں، یہ اصل مصر کے رہنے والے نہیں تھے؛ لیکن تقریباً چار سو (۴۰۰) سال سے مصر میں آباد ہو گئے تھے۔

چار سو سال زائد سے رہنے کے باوجود حقِ شہریت حاصل نہیں

یہ بھی دنیا میں ایک بہت بڑا ظلم ہے کہ جو لوگ چار سو (۴۰۰) سال سے زیادہ سے رہتے ہیں پھر بھی ان کو پردیسی سمجھا جاتا ہے، بنی اسرائیل کا اصل وطن ملکِ شام تھا، وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے سے وہاں بسے ہوئے تھے؛ لیکن اقلیت میں تھے، اور ان کو ''پردیسی'' یعنی دوسرے ملک کے آئے ہوئے سمجھا جاتا تھا، یہ بھی اس زمانے کا خطرناک تعصب ہے جو علاقائی بنیاد پر ہوتا ہے، اسلام اس کو پسند نہیں کرتا۔

فرعون کا خواب

فرعون نے ایک خواب دیکھا کہ: بیت المقدس سے ایک آگ نکل کر مصر آئی، اور قبطی لوگوں کے جتنے مکانات ہیں اس میں یہ آگ لگی اور بنو اسرائیل کے گھروں کو کچھ نہیں ہوا۔

معلوم ہوا کہ کافروں کو بھی سچے خواب آتے ہیں، فرعون کافر تھا اس نے یہ صحیح

سچا خواب دیکھا۔

فرعون کی حیرانی اور خواب کی تعبیر

فرعون خواب دیکھ کر بہت حیران ہوا، صبح جب دربار لگا، اس کے دربار میں بڑے بڑے عالم تھے، اس نے اپنا خواب بیان کیا اور کہا کہ: مجھے اس کی تعبیر بتاؤ۔

اس کو یہ تعبیر بتائی گئی کہ بیت المقدس بنواسرائیل کا وطن ہے، اور بیت المقدس سے آگ نکلی، اس کا مطلب یہ ہے کہ بنواسرائیل میں سے ایک لڑکا پیدا ہوگا اور وہ لڑکا مصر میں فرعون کی حکومت کو ختم کردے گا۔

فرعون کا اپنے درباریوں سے مشورہ

جب اس نے یہ تعبیر سنی تو اس کو بڑی فکر ہوئی، اس نے اپنے درباریوں سے مشورہ کیا کہ: ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

فرعون بھی مشورہ سے کام کرتا تھا اور آج مسلمانوں کو مشورہ سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔

بنواسرائیل کے بچوں کو قتل کرنے کا مشورہ

درباریوں نے یہ مشورہ دیا کہ: ہم ایسا قانون بنادیں کہ اگر بنواسرائیل کے کسی خاندان میں بچہ پیدا ہو تو فوراً اس کو قتل کردیا جائے؛ تاکہ خواب میں جو بچہ دکھایا گیا ہے وہ بھی قتل ہوجاوے اور فرعون کی حکومت کو کوئی ختم نہ کرسکے، اور اسی پر عمل کر کے بنی اسرائیل کے بہت سارے بچوں کو قتل کیا گیا۔

ظالم حکمرانوں کا معصوم بچوں کو قتل کرنا فرعون کے زمانے سے چلا آرہا ہے

معلوم ہوا کہ ظالموں کی طرف سے بچوں کے قتل کرنے کا گناہ دنیا میں کوئی نیا نہیں ہے؛ بلکہ یہ فرعون کے زمانے سے چلا آیا ہوا ناپاک طریقہ ہے کہ ظالم جب ظلم کرنے پر اترتے ہیں اور حکومت کے نشے میں آتے ہیں تو معصوم معصوم بچوں کو بھی وہ قتل کرتے ہیں۔

سب بچوں کو قتل کردیں گے تو ہمارا کام کون کرے گا؟

بنی اسرائیل کے ایک دو نہیں؛ بلکہ ہزاروں بچوں کو جب قتل کردیا گیا تو یہ فکر پیدا ہوئی کہ بنی اسرائیل کے سب بچوں کو قتل کرتے ہیں تو پھر ہم لوگوں کے گھروں اور کھیتوں میں کام کون کرے گا؟

اس لیے کہ فرعونی لوگ سیٹھ بنے ہوئے تھے، ان کی کھیتی باڑی بھی تھی اور اس میں مزدوری کا کام بنی اسرائیل کے لوگ کرتے تھے، بنی اسرائیل کی عورتیں فرعونیوں کے گھروں میں برتن دھونے وغیرہ کا کام کرتی تھیں۔

حالات کی وجہ سے مشورے بھی بدلنے پڑتے ہیں

اب ایک نئی صورتِ حال ہوگئی تو لوگ یہ امور مشورے میں لا رہے ہیں، حالات بدلتے ہیں تو نئے امور مشورے میں لانے پڑتے ہیں اور اس پر دوبارہ ساتھیوں سے رائے لینی پڑتی ہے، ایک ہی وقت کا مشورہ اور فیصلہ قیامت تک کا نہیں ہوتا،

قیامت تک باقی رہنے والی چیز صرف قرآن اور حدیث ہے، حالات بدلتے ہیں تو مشورے بھی بدلنے پڑتے ہیں۔

ایک سال بچوں کو قتل کرنا اور ایک سال قتل نہ کرنا

جب یہ بات سامنے آئی تو مشورے میں یہ طے ہوا کہ: ایک سال بچوں کو قتل کرو اور ایک سال بچوں کو زندہ رکھو اور اس کی ترتیب بناؤ، اس کی حکمت یہ کہ ہم کو ضرورت کے مزدور مل جائیں اور بنی اسرائیل کی نسل بہت زیادہ بڑھ نہ جائے اور ان کا مجمع کنٹرول میں رہے اور اس ترتیب پر عمل شروع ہو گیا۔

فرعون نے بنی اسرائیل کی حاملہ عورتوں کی فہرست بنوائی

معتبر مفسرین نے یہ باتیں لکھی ہے کہ: فرعون نے نرسیں، لیڈی ڈاکٹروں کو حکم دیا کہ: وہ بنی اسرائیل کے ایک ایک گھر میں جاویں اور چیک کریں کہ: کونسی عورت حاملہ ہے؟ اس کی فہرست بناویں۔ چنانچہ انھوں نے فہرست بنا کر تیار رکھی تھی اور جیسے ہی بچہ پیدا ہوتا اس کو قتل کر دیتے۔

فرعون کی جو پولیس تھی وہ محلوں میں چکر لگاتے رہتے تھے، خاص کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خاندان بنی اسرائیل کے محلے پر ان کی بڑی سخت نظریں تھیں کہ جو بچہ پیدا ہو اس کو قتل کیا جائے۔

ہر زمانے میں اہلِ حق آزمائش میں ہوتے ہیں

اُس زمانے میں بنی اسرائیل اہلِ حق تھے، آج الحمد للہ! ہم لوگ دینِ حق پر

ہیں اور ہر زمانے میں جو حق پر چلتا ہے ظالموں کی طرف سے اس پر کڑی نظریں، سخت نگرانی، الزام، تہمت وغیرہ لگتے ہی رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے عجیب حفاظت

مگر اللہ تعالیٰ جب حفاظت کرنے پر آتے ہیں تو ایسی شان سے حفاظت کرتے ہیں کہ انسان کی عقل حیران رہ جاتی ہے!!!

جس سال بچوں کو قتل نہیں کرنا تھا اس سال حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بڑے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی پیدائش ہوئی، پھر دوسرے سال۔ جس میں بچوں کو قتل کیا جانا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی، کیا شان ہے مالک الملک کی!!

چیکنگ بھی بڑی سخت تھی

مفسرین نے ایک عجیب بات یہ بھی لکھی ہے کہ: جس سال حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہونے والے تھے اس سال وہ لیڈی ڈاکٹر چیکنگ بھی بہت سخت کرتی تھیں؛ لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ وہ نرسیں چیک کرنے آئیں؛ لیکن موسیٰ علیہ السلام کی اماں کے پیٹ میں بچہ ہے وہ ان کو پتہ ہی نہیں چل سکا۔

اس کو کہتے ہیں ستار کی شانِ ستاری، اللہ تعالیٰ کا ایک مبارک نام ''ستّار'' بھی ہے۔

غزوۂ خندق کے موقع پر صحابہ کا حال

غزوۂ خندق کے موقع پر صحابہ رضی اللہ عنہم پر بڑے سخت حالات تھے، قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

إِذْ جَآءُوكُم مِّن فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ
وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَا ۝١٠ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ
وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا ۝١١

ترجمہ: جب کہ وہ (سب لشکر) تمھارے اوپر کی طرف سے اور تمھارے نیچی کی طرف سے چڑھ کر آئے اور جب آنکھیں (دہشت کی وجہ سے) کھلی کی کھلی رہ گئیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے اور تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں طرح طرح کی باتیں سوچنے لگے ﴿۱۰﴾ اس وقت ایمان والوں کی (بڑی) آزمائش ہوئی اور وہ زور سے (پورے پورے) ہلا دیے گئے ﴿۱۱﴾

صحابہ رضی اللہ عنہم جیسی عشق و محبت والی جماعت نعوذ باللہ! اللہ کے بارے میں خیالات میں پڑ گئی کہ: کیا ہوگا؟

آج کے سخت حالات میں اِس دعا کا بہت اہتمام کرنا چاہیے

انھوں نے حضرت نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ: ایسے حالات میں ہم کیا کریں؟ یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی حالت تھی کہ مشکل سے مشکل حالات میں بھی وہ حضور ﷺ سے پوچھتے تھے کہ: ہم اللہ سے کیسے مدد مانگیں اور اللہ کی رحمت کو ہماری طرف کیسے متوجہ کریں؟

حضور ﷺ نے دعا سکھائی: اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَاٰمِنْ رَوْعَاتِنَا.

اے اللہ! ہماری کمزور باتوں پر پردہ ڈال دیجیے اور ہماری گھبراہٹ والی بات کو امن اور سکون سے بدل دیجیے۔

یہ دعا حضور ﷺ نے صحابہ کو سکھلائی۔

میرے مسلمان بھائیو! آج کے حالات میں یہ دعا خوب پڑھو۔

بہر حال! یہ اللہ تعالیٰ کی شانِ ستّاری دیکھو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو فرعون کی نرسیں چیک کرتی ہیں اور ان کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ ان کے پیٹ میں بچہ ہے، کیسی اللہ تعالیٰ نے حفاظت فرمائی!

عام طور پر حاملہ عورت کی حالت

عام طور پر جب عورت کے پیٹ میں بچہ ہوتا ہے تو پہلی تبدیلی یہ ہوتی ہے کہ اس کے چہرے کا رنگ بدلنے لگتا ہے؛ لیکن یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اماں کے چہرہ پر کوئی تبدیلی نہیں آئی؛ کیوں کہ غیب سے حفاظت کا انتظام تھا۔

دوسری بات یہ کہ جب بچہ پیٹ میں ہوتا ہے تو پیٹ بڑا ہوتا ہے؛ لیکن موسیٰ علیہ السلام پورے نو (۹) مہینے اپنی ماں کے پیٹ میں رہے؛ لیکن اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا پیٹ بڑا بھی نہیں ہوا۔

تیسری بات یہ کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد اس کو دودھ کی ضرورت ہوتی ہے تو دودھ کی وجہ سے ماں کی چھاتی بڑی ہوتی ہے؛ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی چھاتی معمول کے مطابق رہی، بڑی نہیں ہوئی۔

بہر حال! وقت پورا ہوا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہو گئے، اب ماں کو فکر ہوئی کہ پولیس کو پتہ چل جائے گا، سرکاری لوگ آئیں گے اور میرے معصوم بچے کو قتل کر دیں گے، اب میں کیا کروں؟

امام المفسرین عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت

تفسیر کے بہت بڑے عالم :امام ثعلبیؒ اور امام بغویؒ نے اس سلسلے میں ایک روایت نقل کی ہے، وہ روایت میں آپ کو سناتا ہوں، یہ روایت حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے سگے چچا زاد بھائی اور اور اِس امت کے تمام مفسرین کے امام حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل فرمائی ہے:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو پیٹ میں حمل تھا اور بچہ آخری دنوں میں تھا اور پیدائش بالکل قریب تھی تو ان کی ماں کے دل میں ڈر زیادہ ہوگیا؛ اس لیے کہ فرعون بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کروادیتا تھا اور یہی بچہ تو اصل ان کا نشانہ تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو دل میں خوف محسوس ہوا، معلوم ہوا کہ فطری خوف میں کوئی حرج نہیں ہے، یہ ایمان کے خلاف نہیں ہے۔

خوف کے وقت صبر کے دو بڑے فائدے: ① زبان سے درست بات نکلتی ہے ② فکر، سوچ اور رائے درست رہتی ہے۔

دایہ سے ام موسیٰ کی دوستی ہمارے لیے ایک اہم سبق

ایک دایہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے پاس بھی آیا کرتی تھی، آپ اس کے ساتھ بہت اچھا برتاؤ کرتی تھی؛ یہاں تک کہ اس کے ساتھ دوستی ہوگئی۔

اِس سے ہمیں ایک اہم سبق یہ ملتا ہے کہ: ہم لوگوں کو سرکاری ملازمین کے ساتھ اچھے تعلقات پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، یہ مسلمانوں کے لیے بہت

ضروری ہے، آج ہم مسلمانوں نے اپنا مزاج یہ بنا رکھا ہے کہ سرکاری آفسر اور ملازمین کے ساتھ لڑائی، جھگڑا اور برا سلوک کرتے ہیں جس کی وجہ سے ہمارے جو کام آسانی کے ساتھ ہونے چاہیے وہ بھی نہیں ہوتے۔

حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ کی ایک عجیب بات

اِس موقع پر مجھے فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ کی ایک بات یاد آ گئی، ہمارے ڈابھیل کے قریب اٹالوا گاؤں کے اصل رہنے والے عبدالصمد بھائی پناما میں رہتے ہیں، ان کے بڑے بیٹے کا نکاح تھا، انھوں نے اپنے بیٹے کی شادی کے موقع پر گجرات کے بڑے بڑے علما کو دعوت دی تھی، فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ بھی تشریف لائے تو انھوں نے آج کے حالات میں کرنے کی بہت کلیدی باتیں ارشاد فرمائی تھیں جس میں ایک اہم بات یہ فرمائی تھی کہ:

دیکھو! جب کرفیو لگ جائے جس میں پولیس والے اپنی ڈیوٹی بھرتے ہیں، ٹھنڈی، گرمی، بارش ہر موسم میں ان کو گھنٹوں گھنٹوں ڈیوٹی بھرنی پڑتی ہے تو ہم مسلمانوں کو ایسے موقع پر ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہیے، ان کو پوچھنا چاہیے کہ: پانی کا تقاضا ہو تو ہم آپ کو پانی پلائیں، چائے کا تقاضا ہو تو ہم آپ کو چائے پلائیں، اور اگر کھانے کا تقاضا ہو تو کھانا کھلائیں، اگر کوئی سخت مزاج کا ہوگا تو وہ انکار کر دے گا اور کہے گا کہ: نہیں! مجھے کچھ نہیں چاہیے، اس وقت ہم اپنا دروازہ بند کر دیں گے اور اگر کوئی معتدل مزاج کا ہوگا تو وہ کہے گا کہ: نہیں! شکریہ اور اگر کوئی واقعتاً ضرورت والا ہوگا تو وہ قبول کر لے گا، ہر حال میں اس طرح سوال سے اس کے دل میں ایک اچھا اثر پیدا

ہوگا اور وہ سوچیں گے کہ: مسلمان کتنے اچھے اخلاق والے ہیں۔

لائٹ بل والے ملازم کے ساتھ حسنِ برتاؤ کا ایک ذاتی واقعہ

ابھی اپنی تازہ بات کروں کہ اتفاق سے ایک روز میں گھر پر تھا اور لائٹ کا میٹر لکھنے والا سرکاری آدمی آیا تو میں نے ان سے کہا کہ: بھائی! پانی پیو گے۔

اس نے کہا کہ: پلا دو تو بہت اچھا، پیاس لگی ہے۔

میں نے ان سے کہا کہ: گھر میں آؤ اور پنکھا چالو کیا اور ان کو بٹھایا اور ان کے لیے ٹھنڈا پانی لے کر آیا اور پلایا، اتنے میں گھر والوں نے شربت تیار کیا اور وہ بھی پلایا، اتنے میں اس نے ریڈنگ لکھ بھی لیا، ہماری ہرگز یہ نیت نہیں تھی کہ شربت کے بدلے میں ایک بھی یونٹ وہ کم لکھے۔

میں نے ان سے پوچھا کہ: آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟ اس نے جواب میں سوجترا کے قریب کا گاؤں بتلایا۔

بہر حال! اس معاملے سے اس پر بڑا اچھا اثر ہوا، وہ بے چارہ بل دے کر چلا گیا، میں اپنے کام میں مشغول ہو گیا، میں نے دیکھا کہ وہ میرے گھر میں اپنا موبائل بھول گیا، وہ بے چارہ پریشان پریشان ڈھونڈتے ہوئے آیا، میں نے اکرام کے ساتھ اس کا موبائل واپس کیا تو وہ بہت خوش ہو گیا، اس سے پہلے میں جی ای بی (G.E.B) کی آفس میں رابطہ کرنے کی سوچ رہا تھا۔

بہر حال! سرکاری عملے کے ساتھ اچھے تعلقات پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

دایہ نے موسیٰ علیہ السلام کی خدمت کی

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے اس سرکاری دایہ سے اچھی دوستی کر رکھی تھی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو دردِ زِہ شروع ہوا تو انھوں نے فوراً اس نرس کو اطلاع بھیجی کہ مجھے درد شروع ہو گیا ہے اور میرا تیرے ساتھ محبت اور دوستی کا تعلق ہے، لہذا آج میرے ساتھ تیری دوستی کا کچھ حق ادا کر کے مجھے فائدہ اور راحت پہنچا۔

وہ نرس جلدی سے آ گئی، اللہ کی عجیب شان! وہ نرس فرعون کے اسٹاف میں سے تھی جو بنی اسرائیل کے دشمن تھے؛ لیکن اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اماں کی خدمت کرنا شروع کر دی۔

پیدائش کے وقت موسیٰ علیہ السلام کی آنکھوں کے درمیان سے نور نکلنا اور دایہ پر اس کا اثر

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی اور آپ ماں کے پیٹ سے نکل کر زمین پر تشریف لائے تو آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان سے ایک نور نکلا، اس نرس نے وہ نور دیکھا، اس نور کو دیکھتے ہی اس کا پورا بدن کانپنے لگا؛ چوں کہ ان نرسوں کا تو یہ رات دن کا کام ہوتا ہے اور اس نے ایسا کبھی بھی نہیں دیکھا تھا کہ کوئی بچہ پیدا ہوا اور ایسا نور نکلا ہو، وہ بہت متاثر ہوئی، اور اس نور کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی محبت اس نرس کے دل میں آ گئی۔

پھر وہ نرس حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اماں کو کہنے لگی کہ: جب تو نے مجھے بلایا تھا تو

میں اس نیت سے آئی تھی کہ جیسے ہی تجھے بچہ پیدا ہو میں پولیس کو بلوا کر تیرے بچے کو قتل کروادوں؛ لیکن اب اس بچے کو دیکھ کر میں نے اپنی نیت بدل دی اور میرے دل میں تیرے بچے کی محبت اتنی زیادہ آ گئی ہے کہ اب کوئی چیز مجھے اتنی پیاری نہیں ہے، بس اب تو تیرے بچے کی حفاظت کرنا؛ اس لیے کہ میرا اندازہ یہ ہے کہ فرعونی قوم کا دشمن جو بچہ ہونے والا ہے وہ یہی ہے۔

ایک دوسری بات اس میں یہ بھی تھی جو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمائی:

وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ ۚ وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ ﴿۳۹﴾ (طٰہٰ)

ترجمہ: اور (اے موسیٰ!) میں نے تم پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی اور (یہ سب کام اس لیے کیے) تاکہ تم میری نظروں کے سامنے پرورش پاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایسی محبوبیت عطا فرمائی تھی کہ جو ان کو دیکھتا وہ آپ سے محبت کرنے لگتا تھا۔

محبوبیت کی ایک مثال

میں اس کی مثال لوگوں کو حج اور عمرہ سے دیا کرتا ہوں کہ جب حج یا عمرہ میں جاتے ہیں تو لوگ ایئر پورٹ پر گاڑیوں میں چھوڑنے آتے ہیں اور ان گاڑیوں پر ''حاجی'' لکھا ہوا ہوتا ہے تو کوئی بھی پولیس والا ان گاڑیوں کو اکرام میں روکتا نہیں ہے۔

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ: ایئر پورٹ پر امگریشن وغیرہ میں ان حج اور عمرہ میں جانے والوں کے لیے جو آسانی ہوتی ہے وہ دوسرے مسافروں کو نہیں ہوتی؛ حالاں کہ ہوائی اڈے کے افسران کا اکثر عملہ غیر مسلموں کا ہوتا ہے، یہ اس کی برکت ہے کہ یہ

جانے والا اللہ کے گھر جا رہا ہے اور اس کی عبادت کے لیے جا رہا ہے۔

اگر ہم حقیقت میں اللہ کی عبادت کرنے والے بن جائیں تو!!!

میرے مسلمان بھائیو! اگر ہم واقعی اللہ والے بن جائیں تو یہ تو درخت کی پوجا کرنے والی قوم ہے، ہمیں ان سے اپنی پوجا نہیں کروانی ہے؛ لیکن وہ ہمارے ساتھ ان شاء اللہ! محبت کرنے والے بن جائیں گے، کمی بس اتنی ہے کہ ہم نے اللہ کی عبادت اور اس کی نسبت کا جو نور اور محبوبیت پیدا کرنی چاہیے وہ ہم نہیں کر سکے۔

اللہ والوں اور نمازیوں کا کٹر ہندؤوں پر اثر: ایک حقیقت

آپ نے بڑے بڑے اللہ والوں کو دیکھا ہوگا کہ جب وہ کٹر کافروں کے علاقوں میں چلے جاتے ہیں تو وہ ان کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔

ہمارے یہاں رواج ہے کہ ہندو عورتیں اپنے بچوں کو لے کر مسجد کے دروازے پر آ کر دم کرواتی ہیں، اس کا کیا مطلب؟ اس لیے کہ یہ مسلمان مسجد میں جا کر اللہ کا نیک بندہ بن کر آیا ہے، وہ مسجد سے دور جا کر نیکی ختم کرے اس سے پہلے میں مسجد کے دروازے پر ہی دم کروالوں؛ تاکہ میرے بچے کو شفا ہو جائے۔

ذرا اِس نکتے کو سوچیں اور وہی مسلمان اگر سو قدم آگے ان سے ملے گا تو ان غیر مسلموں میں سے بہت سارے ان سے دشمنی کا برتاؤ کرتے ہیں، کیا نتیجہ نکلا کہ مسجد کی جو برکت تھی وہ ہم نے اپنے غلط معاملات اور بد اخلاقی کی وجہ سے ختم کر ڈالی، اگر وہ مسجد والی نورانی نسبت ہم بازاروں میں باقی رکھتے اور معاملات میں باقی رکھتے تو وہ لوگ ہمارے ساتھ وہی محبت کرتے جو مسجد کے دروازوں پر ہوتی ہے۔

بہر حال !اس نرس نے کہا کہ: اس کی محبت میرے دل میں پیدا ہو گئی ہے، میں کسی کو بتاؤں گی نہیں اور تجھے بھی نصیحت کرتی ہوں کہ اس کی تو حفاظت کرنا۔

جاسوسوں کی آمد

جب وہ نرس وہاں سے نکلی اتنے میں سرکار کے جاسوسوں نے نرس کو دیکھا کہ وہ کسی گھر سے نکل رہی ہے تو اندازہ ہو گیا کہ یہاں کوئی بچہ ہوا ہے، وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اماں کے دروازے پر آئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن ۔جن کا نام کلثوم یا مریم یا کاتمہ تھا۔اپنی امی کو کہنے لگی کہ: پولیس والے آ گئے۔

موسیٰ علیہ السلام تنور میں اور خدا کی قدرت

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اماں نے چھوٹے بچے کو۔جو ابھی پیدا ہوا ہے۔ایک کپڑے میں لپیٹا اور آگ سے بھڑکتے تنور میں جا کر رکھ دیا۔

ایک ماں کو اپنے بچے کی حفاظت کی فکر کیسی لاحق ہوئی کہ موسیٰ علیہ السلام کی ماں بھول گئی کہ میں اپنے بچے کے ساتھ کیا کر رہی ہوں، بس اس کو بچانا ہے تو اس نے کپڑے میں لپیٹ کر جلتی آگ میں جا کر رکھ دیا۔

اللہ تعالیٰ کی شان کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے اس آگ کو ٹھنڈا بنا دیا اور وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ نے حفاظت فرمائی۔

پولیس کے سامنے ام موسیٰ کی بے خوفی

اتنے میں پولیس والے گھر میں آ گئے اور موسیٰ علیہ السلام کی اماں کا چہرہ دیکھا کہ

اس کے چہرے کا رنگ بدلا ہوا نہیں ہے؛ کیوں کہ آدمی جب گھبرا جاتا ہے تو اس کا رنگ بدلا ہوا ہوتا ہے؛ اس لیے کبھی ایسا معاملہ ہو۔ اللہ حفاظت میں رکھے۔ جب کوئی سرکاری آدمی یا پولیس والے پوچھے تو گھبرانا نہیں چاہیے، پوری ہمت کے ساتھ ان سے بات کرنی چاہیے؛ تاکہ ان کو ایسا لگے کہ اس کو کوئی ٹینشن نہیں ہے اور ایسی بات کرنے سے اس کو بھی یقین ہوگا کہ یہ کوئی غلط آدمی نہیں ہے۔

ان پولیس والوں نے دوسری بات یہ دیکھی کہ اس عورت کی چھاتی (پستان) بڑی نہیں ہے تو ان کو اس بات کا یقین ہوگیا کہ یہاں ولادت والی کوئی بات نہیں ہے، اب وہ پولیس والے پوچھنے لگے کہ: یہ نرس تمھارے یہاں کیوں آئی تھی؟

موسیٰ علیہ السلام کی اماں نے کہا: یہ تو میری سہیلی ہے، وہ مجھے ملنے کے لیے آئی تھی اور یہ بات بالکل صحیح تھی، پولیس والے بھی وہاں سے واپس چلے گئے، پولیس کے جانے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا ڈر دور ہوا اور عقل و سمجھ پھر سے برابر ہوگئی، موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو اطمینان ہوگیا کہ اب ہمارے بچے کو کوئی ہاتھ نہیں لگائے گا۔

اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو یاد نہیں رہا کہ بچہ کہاں ہے، انھوں نے اپنی بیٹی سے کہا کہ: موسیٰ کہاں ہے؟

پولیس والے چلے گئے تب موسیٰ علیہ السلام روئے

وہ بھی کہنے لگی کہ: مجھے بھی پتہ نہیں کہ موسیٰ کہاں ہے۔ ماں تنور میں رکھ کر بھول گئی اور بہن کو تو معلوم ہی نہیں تھا، اللہ کی قدرت دیکھو! اللہ جب حفاظت کرنے پر آتے ہیں تو کیسے حفاظت کرتے ہیں، پولیس آکر چلی گئی وہاں تک تو ان کو رونا بھی نہیں آیا،

اطمینان کے ساتھ وہ چولہے میں سوئے رہے؛ لیکن جب پولیس چلی گئی تب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رونا آیا یہ اللہ کی طرف سے بات تھی۔

چولہے میں سے رونے کی بات سنی تو ماں کو یاد آیا کہ میں نے اپنا بچہ چولہے میں رکھ دیا تھا، اللہ تعالیٰ نے وہ چولہا آپ کے لیے ٹھنڈک اور سلامتی والا بنا دیا تھا اور الحمدللہ! موسیٰ علیہ السلام کا ایک بال بھی نہیں جلا تھا، ماں نے بچے کو نکالا اور اپنی گود میں لیا اور پرورش کرنے لگی۔

موسیٰ علیہ السلام تین مہینے تک ایک باغ میں، روئے تک نہیں

اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے ایک باغ میں جا کر موسیٰ علیہ السلام کو رکھ دیا، دن میں ایک مرتبہ جاتی، اور دودھ پلاتی، اسی طرح رات میں ایک مرتبہ جاتی، اور دودھ پلاتی، عجیب اللہ تعالیٰ کے شان کہ مسلسل تین (۳) مہینے گزر گئے؛ لیکن کبھی آپ نے رونے کی آواز بھی نہیں نکالی؛ تا کہ کسی کو بچے کا پتہ نہ چلے؛ کیوں کہ آس پاس والوں کو بچے کا پتہ رونے کی آواز سے ہی چلتا ہے، اسی طرح چھوٹے بچے حرکت بھی بہت کرتے ہیں؛ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کوئی حرکت بھی نہیں کرتے تھے، سکون کے ساتھ تین مہینے مکمل کیے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام تین مہینے کے بعد روئے

جب چوتھا مہینہ شروع ہوا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کچھ رونے کی آواز نکلی، اور لوگوں کو پتہ چلا کہ یہاں تو بچہ ہے، اب امی جان کو ڈر لگ گیا کہ کہیں پولیس والے آ کر بچے کو قتل نہ کر ڈالیں، ماں بہت پریشان، اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آ رہی ہے:

وَاَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰۤی اُمِّ مُوۡسٰۤی اَنۡ اَرۡضِعِیۡہِ.

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو الہام کیا کہ: تو اس (موسیٰ) کو دودھ پلاتی رہ۔

عورتوں کو اپنے بچوں کو دودھ پلانا چاہیے

معلوم ہوا کہ عورتوں کو اپنے بچوں کو دودھ پلانا چاہیے، آج کے فیشن پرستی کے زمانے میں ہماری دینی بہنیں بچوں کو دودھ نہیں پلاتی ہیں، اس کے بہت سارے نقصانات ہیں، بچے کو پہلے ہی دن سے یا چند دنوں کے بعد بیبی فوڈ (Baby food) وغیرہ کی عادت ڈالنا یہ ان کی تندرستی کے لیے بہت بڑے نقصان کی چیز ہے۔

عورت کا دودھ پتلا؛ لیکن اس کی طاقت!!!

دنیا میں سب سے پتلا عورت کا دودھ ہوتا ہے، اتنا پتلا کسی اور جانور کا نہیں ہوتا؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس پتلے دودھ میں جو طاقت رکھی ہے وہ طاقت بچے کے لیے بہت ہی بڑے فائدے کی چیز ہوتی ہے۔

جیسے جب کسی آدمی سے جھگڑا ہو جائے تو ہم اپنی زبان میں بولتے ہیں: تیری ماں کا دودھ پیا ہو تو لڑنے کے لیے آجا۔

اِس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ ایک بچے نے اگر ماں کا دودھ پیا ہے تو پوری زندگی اس کے لیے طاقت اور تندرستی کا ذریعہ بنتا ہے۔

دودھ نہ پلانے سے کینسر کے خطرات

آج کل جو میڈیکل ریسرچ چل رہے ہیں اس میں یہ بات سامنے آرہی ہے

کہ جو عورتیں اپنے بچوں کو دودھ نہیں پلاتیں یا کم پلاتی ہیں تو ان عورتوں کو چھاتی میں کینسر کے خطرات لگے رہتے ہیں اور جو عورتیں اپنے بچوں کو پورا دودھ پلاتی ہیں تو اس کی کینسر وغیرہ سے حفاظت ہوتی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو کیسے معلوم ہوا؟

یہ دودھ پلانے کا حکم اور بچے کے لیے ضروری ہدایات اللہ تعالیٰ نے کیسے دی؟

بعض روایات میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے باقاعدہ فرشتے کو بھیجا، معلوم ہوا کہ نبی کے علاوہ دوسروں کے پاس بھی فرشتہ آسکتا ہے؛ لیکن وحیٔ تشریعی لے کر نہیں آسکتا، صرف فرشتے کے آنے سے کوئی آدمی نبی نہیں بن جاتا، ہاں! جس کو وحیٔ تشریعی کہتے ہیں، جس میں شریعت کے قانون ہوتے ہیں وہ وحی آئے تو فرشتے کے آنے سے آدمی نبی بن جاتا ہے، ورنہ صرف وحی نبوت کی دلیل نہیں:

وَاِنَّ الشَّيٰطِيۡنَ لَيُوۡحُوۡنَ اِلٰٓى اَوۡلِيٰٓـئِهِمۡ لِيُجَادِلُوۡكُمۡ. (الانعام:۱۲۱)

ترجمہ: اور یقیناً شیاطین اپنے دوستوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے رہتے ہیں؛ تاکہ وہ تم سے (بے کار) بحث (یعنی جھگڑا) کریں۔

شیطان بھی ایک دوسرے کو وحی کرتے ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ نے خواب میں دکھایا، یا دل میں الہام کیا۔

دریا میں ڈالنے کا حکم

وقت گزرتے گزرتے موسیٰ علیہ السلام کو ماں نے تین/ چار مہینے دودھ پلایا، پھر جب ایک وقت ایسا آیا کہ فرعون پورے اصرار سے اسرائیلی بچوں کو تلاش کروانے لگا

تب موسیٰ کی ماں کے دل میں یہ ڈر پیدا ہوا کہ اب شاید فرعون تک بات پہنچ گئی ہے کہ اس گھر میں بچہ ہے اور پولیس آ کر اس بچے کو قتل کر دے گی تب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا:

اَنِ اقْذِفِيْهِ فِي التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَأْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّيْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ. (طہٰ:۳۹)

ترجمہ: کہ اس (بچے موسیٰ) کو صندوق میں رکھ دو، پھر اس (صندوق) کو دریا میں ڈال دو، پھر دریا اس (صندوق) کو کنارے پر لا کر ڈال دے گا جس کے نتیجے میں اس (موسیٰ) کو ایک ایسا آدمی (یعنی فرعون) اٹھائے گا جو میرا بھی دشمن ہے اور اس (موسیٰ) کا بھی دشمن ہے۔

یعنی خود سمندر اطاعت کرنے والے شخص کی طرح ہو جائے گا، اللہ کے حکم کی نافرمانی اس کے بس میں نہیں۔

پہلے "اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوْحٰى" میں مبہم طور پر بات بیان کی گئی ہے، پھر اس آیت میں اس کی پوری وضاحت کی گئی، یہ اس حفاظت کے عجیب وغریب انتظامات کی اہمیت کی طرف اشارہ ہے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۞

ترجمہ: پھر جب تجھے اس (بچے) کے بارے میں کوئی خطرہ لگے تو تو اس کو دریا میں ڈال دے اور تو ڈرنا مت اور غم نہ کرنا، یقیناً اس کو ہم تیرے پاس واپس پہنچا دیں گے اور اس کو رسولوں میں سے (ایک رسول) بنا دیں گے ﴿۷﴾

جان بچانے کی تدبیر جان کو خطرے میں ڈالنے والی

دینی بہنو! کیا شان ہے مالک کی! کہ جان بچانے کے لیے جو تدبیر بتلائی گئی وہ بھی جان کو خطرے میں ڈالنے والی تدبیر ہے، جیسے آج کل کینسر کی بیماری کی ہلاکت سے بچنے کے لیے زہریلے ناگ ''کوبرا'' کے انجکشن لگوائے جاتے ہیں۔

اللہ کا حکم پورا کرنا اگر کسی کو سیکھنا ہو تو امِ موسیٰ سے سیکھے

بچے کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ: بچے کو سمندر میں ڈالو؛ حالاں کہ دریا میں آدمی ڈوب کر ختم ہو جاتا ہے؛ مگر یہ اللہ کا حکم تھا، اللہ کے حکم کو پورا کرنا اگر کسی کو سیکھنا ہو تو اس عورت ذات سے سیکھے، بچے کو بچانا ہے اور بچانے کے لیے سمندر میں ڈالنا یہ سمجھ میں نہیں آتا۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت ایک خطرے سے بچنے کے لیے دوسرا خطرہ مول لیا جاوے کہ دریا میں بچے کو چھوڑ دو، حقیقت میں ظاہری احوال کے خلاف اللہ تعالیٰ کے حکم کی پابندی کرنے والے ناکام نہیں ہوتے۔

اللہ کا حکم چھوڑنے کی تدبیر مت کرو

لیکن یاد رکھو! میرے دینی بھائیو! اللہ کے حکم کے سامنے بندے کی تدبیر کوئی حیثیت نہیں رکھتی، اللہ کا حکم پہلے ہوا کرتا ہے، اگر تدبیر کرنا ہو تو یہ کرو کہ اللہ کا حکم ہم آسانی سے کیسے پورا کریں، نماز باجماعت پڑھنے کی تدبیر کرو، حکمِ الٰہی پورا کرنے کی تدبیر کرو، اللہ کا حکم چھوڑنے کی تدبیر مت کرو، جو تدبیر اللہ کے حکم کو چھوڑنے کی ہوتی

ہے وہ شیطانی تدبیر ہے، اللہ تعالیٰ ایسی تدبیر سے ناراض ہوتے ہیں۔

بہت سے مسلمان شریعت کے قانون سے بچنے کے بارے میں عجیب عجیب تدبیریں کرتے ہیں، یہ موسیٰ علیہ السلام کی ماں عورت ذات ہے، خدا دریا میں ڈالنے کا حکم دے رہے ہیں، ہر ماں باپ کو اپنے بچے کے ساتھ شفقت و محبت ہوتی ہے، پھر بھی حکم ہوتا ہے کہ: ابھی تمھاری شفقت پیچھے رکھو، اور اللہ کا حکم پورا کرو۔

اولاد سے اصل شفقت

آج کے حالات میں ہمیں یہی کرنا ہے، ماں باپ کی محبت، شفقت اور پیار بہت بڑی چیز ہے؛ لیکن اولاد سے محبت اور شفقت یہ نہیں ہے کہ: اگر اولاد کھلم کھلا حرام اور شریعت کے خلاف کام کریں پھر بھی ہم شفقت میں ان کو نہ روکیں، ایسی شفقت حرام ہے، اولاد کو غلط یا خلافِ شریعت کام میں دیکھو تو ایسے موقع پر شفقت یہ ہے کہ ان کو حرام کام سے بچاؤ اور اللہ کا حکم پورا کرو۔

اولاد سے شفقت کا طریقہ

حدیث میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے شفقت کا طریقہ بتلایا:

مُرُوْا صِبْيَانَكُمْ بِالصَّلوةِ فِيْ سَبْعِ سِنِيْنَ ، وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا فِيْ عَشْرٍ.(البيهقي عن عبد الله بن عمرو)

جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو ان کو نماز کی دعوت دو۔ آگے حدیث میں فرمایا: جب دس سال کا ہو جائے تو اگر نماز نہیں پڑھتا ہے تو شفقت یہ ہے کہ اس کو مارو؛ اس لیے کہ دس سال کی عمر میں آپ نے مار کر نمازی بنا دیا تو ان شاء اللہ! سو سال کی عمر

تک نماز نہیں چھوڑے گا اور دس سال کی عمر میں نماز میں غفلت کی تو اس غفلت کی اصلاح کرنا مشکل کام ہوگا، یہ شفقت کا طریقہ حضور ﷺ نے سکھلایا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے جذبات

موسیٰ علیہ السلام کی والدہ عرض کرتی ہے کہ: اے میرے اللہ! آپ کی قدرت پر میرا یقین ہے؛ لیکن اے اللہ! میں اپنے معصوم بچے کو کیسے دریا میں ڈال دوں؟ دریا کی گہرائی میں کون میرے بچے کو بچائے گا؟ اگر کسی مچھلی نے میرے بچے کو نگل لیا تو کون میرے بچے کی جان کو بچائے گا؟ ایک ماں اپنے دل کے جذبات اور خدشات کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کر رہی ہے۔

جواب ملتا ہے: ایک لکڑے کی پیٹی بناؤ، اس میں بچے کو رکھ کر دریا میں ڈال دو۔

موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کیسی ہمت والی ہوگی کہ لکڑے کی پیٹی بنائی اور اس میں بچے کو رکھ کر دریا میں ڈال دیا۔

اللہ سے دعا کرو کہ اللہ مجھے اور آپ کو اپنا حکم پورا کرنے والا بنا دیوے، جیسے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اپنے بچے کی جان بچانے کے لیے اللہ کا حکم آیا تو اس کو پورا کرنے کے لیے اپنے بچے کو دریا میں ڈال رہی ہے، ظاہر میں یہ نظر آرہا ہے کہ دریا میں ڈالنے سے بچہ ہلاک ہوجائے گا؛ لیکن وہ اللہ کا حکم پورا کر رہی ہے۔

بھوک، پیاس اور محتاجگی کا سمندر

آج ہماری بہت سی بہنوں کے دل و دماغ میں آتا ہے کہ بچے کو حافظ، عالم، مفتی بنائیں گے تو گویا بھوک، پیاس، اور محتاجگی کے سمندر میں ہم بچے کو ڈال رہے ہیں

اس سے کیا ملے گا؟ بچے کو امامت میں دو پانچ ہزار تنخواہ ملے گی، میرے بچے کا مستقبل بگڑ جائے گا؛ گویا وہ یہ سمجھتی ہے کہ بچے کو عالم، حافظ، مفتی بنانا یہ بھوک پیاس کے دریا میں ڈالنا ہے؛ لیکن وہ یہ نہیں سوچتی کہ خدا کا حکم ہے کہ: علم سیکھو اور سکھلاؤ، قرآن سیکھو اور سکھلاؤ۔

اللہ کا حکم پورا کرنے کا انعام: عزت کا تاج

یاد رکھو میری دینی بہنو! یہ جو آج آپ کو ظاہر میں بھوک، مفلسی کا سمندر نظر آ رہا ہے، اللہ کا حکم پورا کرتے ہوئے اور اس پر بھروسہ کرتے ہوئے اس میں بچے کو ڈال دو، جس موسیٰ کو اللہ نے سمندر میں بچایا، عزت عطا فرمائی اور فرعون کے محل میں پہنچایا اللہ دنیا میں آپ کے بچوں کو عزت کے اعلیٰ مقام پر پہنچائیں گے، اللہ کا وعدہ ہے:

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ⑪ (المجادلة)

ترجمہ: تم میں سے جو لوگ ایمان لائے ہیں (ان کے) اور جن کو علم دیا گیا ہے ان کے درجوں کو اللہ تعالیٰ بلند کریں گے اور جو عمل بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کی پوری خبر رکھتے ہیں ﴿۱۱﴾

اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی اونچا مقام دیں گے اور آخرت میں بھی اونچا مقام عطا فرمائیں گے۔

علم اور دین کی برکت

بیرون ممالک کے اعتبار سے ہمارے حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ کے ساتھ

رمضان گزارنے کے لیے بنگلہ دیش ڈھاکہ میں جانا ہوا، پھر حرمین شریفین کی حاضری ہوئی اور اس کے بعد ۱۹۹۹ء میں سب سے پہلا برِ اعظم امریکہ کے ملک ''پناما'' کا سفر ہوا، بمبئی سے پیریس جانے کے لیے ہوائی جہاز میں بیٹھا، پانچویں رمضان کا دن تھا، پیریس کے ائیر پورٹ پر بیٹھے بیٹھے سوچ رہا ہوں: مولیٰ! میری کیا حیثیت کہ فرانس اور امریکی ملکوں میں میں جاؤں، اے اللہ! یہ آپ کا فضل اور آپ کے دین کی برکت ہے۔

دینی بہنو! دینی علم حاصل کرنے والوں کے یہاں آج جو تم کو بھوک، پیاس، محتاجگی کا سمندر نظر آ رہا ہے، اللہ کے وعدے پر بھروسہ کر لو، خدا علم کی برکت سے تم کو اور تمھاری اولاد کو دنیا و آخرت میں عزت کا اعلیٰ مقام عطا فرمائیں گے۔

نظامِ کائنات خدا کا حکم پورا کرنے والے کے تابع

جب کوئی بندہ اللہ کا حکم پورا کرتا ہے تو اللہ اس کی خدمت کے لیے پوری کائنات کو لگا دیتے ہیں، ہوا کا نظام بھی اس کی خدمت کے لیے ہوتا ہے، فرشتے بھی اس کی خدمت میں لگ جاتے ہیں۔

بعض تفسیری روایتوں میں آتا ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حکم دیا: یہ پیٹی جس میں موسیٰ سوئے ہوئے ہیں، اس کو لے کر چلو؛ گویا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صندوق کی حفاظت ہوا کر رہی ہے، خدا کی شان دیکھو! کبھی تو اللہ تعالیٰ اپنے وفادار بندوں کے لیے سورج کو مسخر کر دیتے ہیں:

وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَت تَّزَاوَرُ عَن كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَت تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِّنْهُ.

ترجمہ: اور تو سورج کو دیکھے گا کہ جب وہ طلوع ہوتا ہے تو ان کی غار سے دائیں طرف ہٹ کر نکل جاتا ہے اور جب ڈوبتا ہے تو ان سے بائیں طرف (سے ہٹ کر) کترا کر چلا جاتا ہے اور وہ لوگ اس (غار) کے کشادہ حصے میں (سوئے ہوئے) تھے۔

خدا کا حکم پورا کر کے دیکھو سورج بھی تمھاری خدمت کرے گا، ہوا بھی تمھاری خدمت کرے گی۔

اللہ کا حکم پورا کرنے والا کبھی ناکام نہیں ہوتا

اسی طرح جو آدمی اللہ کا حکم پورا کرے، چاہے وہ مرد ہو یا عورت تو اللہ تعالیٰ اس کو کبھی ناکام نہیں کرتے، یہ تو شیطان ہم کو سکھاتا ہے کہ شریعت پر عمل کرنے سے یہ نقصان ہوگا؛ حالاں کہ شریعت پر عمل کرنے سے اللہ کا حکم پورا ہوتا ہے، اس سے کبھی بھی کسی کو نقصان نہیں ہوسکتا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ام موسیٰ کو چار وعدے

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ سے چار وعدے فرمائے:

① ﴿لَا تَخَافِيْ﴾ گھبراؤ مت: کہ بچہ ڈوب جائے گا یا اس کو سمندر کے جانور کھا جائیں گے۔

② ﴿وَلَا تَحْزَنِيْ﴾ میرا بچہ مجھ سے دور ہو رہا ہے اس کا غم مت رکھو۔

یہاں تو زندگی اور موت کا مسئلہ تھا اور ہم تو بچے کو مدرسہ بھیجتے ہوئے یا جماعت میں روانہ کرتے ہوئے غمگین ہو جاتے ہیں۔

③ ﴿اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ﴾ ہم تمھارے بچے کو ایک دن تمھارے پاس واپس

لانے کی ذمے داری لیتے ہیں۔

اس کو خدا کا وعدہ کہتے ہیں، اللہ کے وعدوں پر دل سے یقین رکھو، جیسا یقین موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے دل میں تھا اللہ تعالیٰ اس کا کچھ حصہ ہمیں عطا فرما دیوے۔

④ ﴿وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ اس بچے کو ہم اس امت کا رسول اور نبی بنائیں گے۔

کمزوروں پر اللہ تعالیٰ کا احسان کا وعدہ

یہ کون کہہ رہا ہے؟ یہ وہ اللہ کہہ رہے ہیں جو کمزوروں کو طاقت والا بناتے ہیں، جو نیچے گرنے والوں کو عزت عطا فرماتے ہیں۔ میرے مسلمان بھائیو! اللہ کا وعدہ ہے:

وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ۝۵

ترجمہ: اور ہم یہ چاہتے تھے کہ جو لوگ زمین میں کمزور کر دیے گئے تھے ان پر ہم احسان کریں اور ہم ان کو سردار بنا دیویں اور ہم ان کو (ملک کا) وارث بنا دیویں۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے کمزوروں پر احسان کا وعدہ فرمایا ہے کہ: جو کمزور ہوگا ہم اس پر احسان کریں گے۔

اے مسلمانو! اگر ہم دنیا میں کمزور ہیں تو سب سے بڑے طاقت والے اللہ پر یقین رکھو کہ اللہ ہمیں اپنے فضل و کرم سے عزت عطا فرمائیں گے، ہم تو وہ لوگ ہیں جو دن میں پانچ مرتبہ اپنا یقین تازہ کر کے ''اللہ اکبر'' کہتے ہیں؛ یعنی سب سے بڑی ذات اللہ کی ہے جو کمزوروں کو طاقت والا بناتا ہے۔

اِس آیت کو پڑھنے یا سننے کے وقت دل کی کیفیت

جب میں یہ آیت سبق، تراویح، یا نماز میں سنتا ہوں تو دل میں رونا آجاتا ہے کہ:

اے میرے مالک! آپ کتنے مہربان ہیں کہ: آپ نے حکومت، مال اور اقتدار والوں کو احسان کا وعدہ نہیں فرمایا؛ بلکہ کمزوروں پر احسان کا وعدہ فرمایا۔

اے اللہ! کمزوروں پر احسان یہ آپ کی سنت رہی ہے۔

اے اللہ! آپ کے آخری نبی کی امت بھی اس وقت زمین میں کمزور، بے بس ہے، آپ ان کو بھی سرداری اور زمین کی وراثتِ کاملہ عطا فرمادیجیے، آمین۔

امِ موسیٰ کا فرعونی بڑھئی کے پاس صندوق لینے جانا

بہر حال! حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولدہ ایک بڑھئی کے پاس گئی، اس کا نام ”خربیل بن صابون“ تھا، عجیب بات کہ بڑھئی ملا تو وہ بھی فرعون کی قوم کا ملا!

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے اس سے ایک چھوٹا صندوق خریدا، اس صندوق کا رنگ کالا تھا۔

اس بڑھئی نے کہا کہ: آپ اس صندوق کا کیا کروگی۔

بڑھئی کے سامنے امِ موسیٰ کا سچ بولنا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے صاف صاف بتلادیا کہ: میرا ایک چھوٹا بچہ ہے اس کو چھپانا ہے، ایسا نہیں کہا کہ مجھے فرعون کا ڈر ہے، دیکھیے! ایسے موقع پر بھی موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے جھوٹ نہیں بولا، حدیث میں یہی فرمایا گیا:

الصدق ینجی. سچائی تم کو بچائے گی۔

ماں پیٹی لے آئی اور اس بچے کو اندر رکھ دیا۔

بڑھئی کا جاسوسی کے لیے پولیس کے پاس جانا

وہ بڑھئی سمجھ گیا کہ: یہ تو بنی اسرائیل کی عورت ہے اور اس کے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے تو وہ جلدی جلدی سرکاری پولیس کے پاس گیا؛ تاکہ وہ پولیس کو اس کی اطلاع دے کہ بنی اسرائیل کے فلاں نے گھر بچہ پیدا ہوا ہے اور اس کی ماں بچے کو چھپانے کے لیے میرے پاس پیٹی لینے آئی تھی۔

اللہ کی قدرت: بڑھئی پولیس کے سامنے گونگا ہو گیا

خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ بڑھئی پولیس والوں کے پاس گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی زبان کو گونگا بنا دیا، وہ بالکل بول نہیں پایا، اشارے سے کچھ سمجھانا چاہا؛ لیکن پولیس والے سمجھ نہ پائے، اور جب اشارے اشارے کی بات سمجھنے سے تھک گئے تو بڑے پولیس والوں کو غصہ آیا اور اس کو ڈنڈے مار کر بھگا دیا۔ گویا اس نیک بچے کی جاسوسی کرنے گیا تو زبان تک چلی گئی۔

دوسری مرتبہ جاسوسی کا ارادہ اور خدا کا ڈبل عذاب

اب جب یہ بڑھئی اپنے گھر آیا تو اللہ کی شان وہ بولتا ہو گیا تو پھر اس کے دل میں خیال آیا کہ میں دوبارہ جا کر جاسوسی کروں تو وہ دوسرے دن گیا، اللہ تعالیٰ نے اس دن اس کو ڈبل عذاب میں مبتلا کر دیا کہ: آج وہ نہ بول سکا اور نہ دیکھ سکا، زبان اور آنکھ

دونوں چلے گئے۔

پولیس والوں نے آج بھی اس کو مار کر بھگا دیا۔

دیکھو! جاسوسی کرنے گیا تو اللہ تعالیٰ نے کیسی پٹائی کروائی، اگر ہم صحیح مسلمان بن گئے تو ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ کو ایسے حالات کھڑے کرنے میں دیر نہیں لگے گی۔

بہت سے لوگ مسلمانوں کی جاسوسی کرتے ہیں اور بہت سی جگہ خود مسلمان مسلمان کی جاسوسی کرتا ہے، یہ دونوں غلط ہے۔

بڑھئی کا گھڑے میں گر جانا

جب وہ پولیس اسٹیشن سے واپس آ رہا تھا تو وہ ایک گھڑے میں گر گیا، اس نے گھڑے میں پڑے پڑے نیت کی کہ: اے اللہ! تو میری زبان بھی اچھی کر دے اور میری آنکھ بھی اچھی کر دے، میں اس بچے کے بارے میں اب جاسوسی نہیں کروں گا، سچی پکی توبہ کرتا ہوں اور اب میں اس بچے کی وہ جہاں بھی ہوگا حفاظت کروں گا۔

سچی توبہ کی برکت

دیکھو! سچی پکی توبہ اللہ کو پسند ہے؛ چوں کہ اللہ تعالیٰ دلوں کے بھید کو جانتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ قبول کر کے اس کو تندرست بنا دیا، اس نے اللہ کے سامنے سجدہ کیا، پھر اللہ سے دعا کی کہ: اے اللہ! تیرا وہ نیک بندہ کہاں ہے جس کے لیے میں جاسوسی کرنے گیا تھا؟

چناں چہ اللہ تعالیٰ نے اس کی رہبری فرمائی، وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے گھر پر پہنچا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے محبت وعقیدت کو ظاہر کرنے لگا، پھر آگے چل کر حضرت

موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لایا اور سچا پکا مؤمن بن گیا، اور اس کو پورا یقین ہو گیا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔

دریائے نیل میں صندوق چھوڑ دیا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اس صندوق کو لے کر آئی اور اس میں روئی بچھائی، اس میں ڈامر (Tarcoal) لگایا؛ تاکہ پانی اندر نہ جائے، موسیٰ علیہ السلام کو پیٹی میں سلا دیا اور پیٹی بند کر کے دریائے نیل میں چھوڑ دی۔

نیل ایک ندی کا نام ہے جس کو نائل (Nail) کہتے ہیں اور بخاری کی حدیث ہے کہ نائل ندی جنت کی ندیوں میں سے ہے:

اَرْبَعَةُ اَنْهَارِ الْجَنَّةِ:سَيْحَانُ ، وَجَيْحَانُ ، وَالنِّيْلُ ، وَالْفُرَاتُ.

جنت کی چار ندیاں: سیحان، جیحان، نیل اور فرات ہیں۔

پیٹی دریائے نیل میں جا رہی ہے، ایک ماں آنسوؤں کے ساتھ دیکھ رہی ہے، اب شیطان وسوسہ ڈالنے آیا۔

وسوسہ شیطان کی بڑی طاقت ہے

بھائیو! یاد رکھو! شیطان کی بڑی طاقت وسوسہ ڈالنا ہے، کبھی آپ نے ایسا دیکھا کہ آپ مسجد میں جا رہے ہیں اور شیطان آیا اور اس نے پکڑ کر کہا کہ: نہیں! تم فلم دیکھنے سینما گھر چلو؟ انسانوں میں جو شیطان کے ایجنٹ ہیں وہ ایسا کر سکتے ہیں؛ لیکن اصلی شیطان کبھی ایسا نہیں کرے گا؛ بلکہ وہ دل میں وسوسے ڈالے گا۔

شیطان کا ام موسیٰ کے دل میں وسوسہ ڈالنا

بہر حال! شیطان نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں وسوسہ ڈالنا شروع کیا کہ: ارے! تو تو بہت پاگل عورت ہے؛ کیوں بچے کو سمندر میں ڈال دیا، اگر یہ بچہ تیری گود میں رہتا تو کیا ڈر تھا کہ: پولیس آتی اور تیرے بچے کو قتل کر دیتی تو تو تیرے بچے کی موت اپنے سامنے دیکھتی، اپنے ہاتھ سے غسل دیتی، اپنے ہاتھ سے کفن پہناتی، اپنے ہاتھ سے اس کا جنازہ تیار کرتی، یہ سب تیری آنکھوں کے سامنے ہوتا، یہ تو تو نے دریا میں ڈال دیا، اب پتہ نہیں کہ تیرے بچے کا کیا ہوتا ہے؟ کوئی مچھلی کھا جاتی ہے یا پانی کا جانور کھا جاتا ہے، پتہ نہیں کیا ہوگا؟ نہ تیرے بچے کو تیرے ہاتھ سے کفن ملے گا، نہ جنازہ ملے گا۔

دراصل یہ شیطان کی ایک چال تھی کہ موسیٰ علیہ السلام کی ماں اللہ کا حکم پورا نہ کرے، اور موسیٰ علیہ السلام کو دریا میں نہ ڈالے۔

شیطان بات کو سنوار کر پیش کرتا ہے

مگر ہم کو ظاہر میں ایسا لگ رہا ہے کہ شیطان کی بات بہت صحیح ہے اور شیطان ہمیشہ ایسی ہی بات کرتا ہے:

وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۲۴﴾ (النمل)

اور شیطان نے ان کو یہ سمجھا دیا ہے کہ ان کے (یہ) کام بہت اچھے ہیں سو اس نے ان کو (صحیح) راستے سے روک رکھا ہے؛ لہٰذا وہ صحیح راستے پر چلتے نہیں ہیں۔

یعنی شیطان سجا کر غلط بات سامنے لاتا ہے تو وہ بات انسان کو اچھی لگتی ہے، جیسے کسی سے سالن بگڑ گیا تو اس پر ہرے دھنیے کاٹ کر چھڑک دو، ذرا پیاز کا بگھار اوپر ڈال دو اور شان دار کٹورے میں لے جا کر رکھ دو تو لوگ کہیں گے: واہ واہ! کیا بہترین سالن ہے!

جب کھاتے ہیں تب پتہ چلتا ہے کہ وہ تو جل کر خراب ہو گیا ہے، بالکل یہی شیطان کے وسوسوں کا حال ہے، ظاہر میں اس کے مشورے بہت اچھے دکھتے ہیں؛ لیکن اندر سے فساد ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ شیطان کے مکر وفریب سے ہماری حفاظت فرمائے، آمین۔

باقی واقعہ آئندہ مجلس میں ذکر کیا جائے گا۔

وأخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

مناجات

نفس کے شر سے مجھ کو بچالے، اے میرے اللہ! اے میرے اللہ!
پنجۂ غم سے مجھ کو چھڑالے، اے میرے اللہ! اے میرے اللہ!
سن میرے نالے، سن میرے نالے، اے میرے اللہ! اے میرے اللہ!
اپنا بنالے، اپنا بنالے، اے میرے اللہ! اے میرے اللہ!
شغل میرا بس تو الٰہی! شام وسحر ہو اللہ اللہ
لیٹے بیٹھے، چلتے پھرتے، آٹھ پہر ہو، اللہ اللہ
اپنی رضا میں مجھ کو مٹادے، اے میرے اللہ! اے میرے اللہ!
کردے فنا سب میرے ارادے، اے میرے اللہ! اے میرے اللہ!
جامِ محبت اپنا پلادے، اے میرے اللہ! اے میرے اللہ!
دل میں میرے یاد اپنی رچادے، اے میرے اللہ! اے میرے اللہ!
شغل میرا بس تو الٰہی! شام وسحر ہو، اللہ اللہ
لیٹے بیٹھے، چلتے پھرتے، آٹھ پہر ہو، اللہ اللہ
دیدہ و دل میں تجھ کو بسالوں، سب سے ہٹالوں اپنی نظر میں
تیرا ہی جلوہ پیشِ نظر ہو، جاؤں کہیں مَیں، دیکھوں جدھر مَیں
تیرا ہی تصور ایسا جمالوں، قلب میں مثلِ نقشِ حجر مَیں
بھول سکوں تا عمر نہ تجھ کو، چاہوں بھلا خود بھی اگر مَیں
شغل میرا بس تو الٰہی! شام وسحر ہو، اللہ اللہ
لیٹے بیٹھے، چلتے پھرتے، آٹھ پہر ہو، اللہ اللہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ

اور بہن کا واقعہ

(دوسری قسط)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کا مختصر تعارف

نام: بعض علما نے بیان کیا ہے کہ: ان کا نام مریم تھا۔

بعض کے نزدیک ان کا نام ''کلثوم'' تھا۔

بعض حضرات فرماتے ہیں ان کا نام ''کاتمہ'' تھا۔

آپ بڑی ہوشیار ثابت ہوئیں کہ وہی تو حضرت موسی علیہ السلام کے تابوت کے پیچھے چلیں اور فرعون کو اور اس کے گھر والوں کو حکمت سے سمجھا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو واپس ان کی والدہ کے پاس لے آئیں۔

ان کو جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی بننے کا شرف حاصل ہوگا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى.اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

وَاَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰٓى اُمِّ مُوۡسٰٓى اَنۡ اَرۡضِعِيۡهِ‌ ۚ فَاِذَا خِفۡتِ عَلَيۡهِ فَاَلۡقِيۡهِ فِى الۡيَمِّ وَلَا تَخَافِىۡ وَلَا تَحۡزَنِىۡ‌ ۚ اِنَّا رَآدُّوۡهُ اِلَيۡكِ وَجَاعِلُوۡهُ مِنَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ ۝۷ فَالۡتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرۡعَوۡنَ لِيَكُوۡنَ لَهُمۡ عَدُوًّا وَّحَزَنًا‌ ؕ اِنَّ فِرۡعَوۡنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوۡدَهُمَا كَانُوۡا خٰطِـئِيۡنَ ۝۸ (القصص)

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کی ماں کو الہام کیا کہ تو اس (موسیٰ) کو دودھ پلاتی رہ، پھر جب تجھے اس (بچے) کے بارے میں کوئی خطرہ لگے تو تو اس کو دریا میں ڈال دے اور تو ڈرنا مت اور غم نہ کرنا، یقیناً اس کو ہم تیرے پاس واپس پہنچا دیں گے اور اس کو رسولوں میں سے (ایک رسول) بنا دیں گے ﴿۷﴾ پھر (اس طرح) فرعون کے گھر والوں نے اس (موسیٰ) کو اٹھا لیا؛ تا کہ یہ (بچہ) ان کے لیے دشمنی اور غم کا ذریعہ بنے، یقیناً فرعون اور ہامان اور ان دونوں کا لشکر بڑی غلطی کرنے والے تھے۔

نفع اور نقصان ہر چیز اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہے

دینی بہنو! جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کی حفاظت کا فیصلہ فرماتے ہیں تو دنیا کی کوئی چیز اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتی اور اگر اللہ تعالیٰ کسی کو نقصان کا ارادہ فرماوے تو دنیا کی کوئی چیز اس نقصان کو دور نہیں کر سکتی، فائدہ پہنچانا، حفاظت کرنا، نقصان پہنچانا، نقصان دور کرنا یہ سب اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے، خود اللہ تعالیٰ نے قرآن میں صراحتاً

فرمایا: وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾ (الانعام)

ترجمہ: اور اگر اللہ تعالیٰ تجھ کو کوئی تکلیف پہنچائیں تو اس (تکلیف) کو کوئی دور نہیں کر سکتا، صرف وہی (اللہ تعالیٰ ہی دور کر سکتے ہیں) اور اگر اللہ تعالیٰ تجھ کو کوئی بھلائی پہنچائیں تو وہ (اللہ تعالیٰ) ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حفاظت کا فیصلہ فرمایا تو کیسے حفاظت فرماتے ہیں وہ ہمیں دیکھنا ہے۔

آج کے حالات میں ہم سب یہ سوچ رہے ہیں کہ کیسے ہماری حفاظت ہوگی؟ کیسے پوری دنیا کے مسلمانوں کی جان، مال، عزت، عصمت، پاک دامنی، اولاد اور بچوں کی حفاظت ہوگی؟

اللہ تعالیٰ حفاظت کرنے سے تھکتے نہیں ہیں

میری دینی بہنو! یاد رکھو! ہر چیز کی حفاظت کرنے والے اللہ ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسی قدرت والے ہیں کہ کسی چیز کی حفاظت سے اللہ تعالیٰ تھکتے نہیں، باقی دنیا میں ایک آدمی کو کسی چیز کی حفاظت کی ذمے داری سونپی جائے تو وہ تھوڑے دنوں میں تھک جائے گا، ایک چوکی دار بھی رات بھر چوکی کرتا ہے تو صبح تھک جاتا ہے، پھر صبح سے دوپہر یا شام تک سوتا رہتا ہے؛ لیکن میرے اور آپ کے اللہ ایسے حفاظت کرنے والے ہیں کہ وہ کسی کی حفاظت سے تھکتے نہیں ہے:

وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴿۲۵۵﴾ (البقرۃ)

ترجمہ: اوران دونوں (آسمان اور زمین) کی حفاظت اللہ تعالیٰ کے لیے ذرہ بھی بھاری نہیں ہے، اور وہ (اللہ تعالیٰ) اونچے مقام والے، بڑی عظمت والے ہیں۔

میری دینی بہنو! حفاظت کے معاملے میں ہمیں اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے، اللہ تعالیٰ آج کے ان خطرناک حالات میں مسلمانوں کی ہر چیز کی ان شاء اللہ! حفاظت فرمائیں گے، بس ہمارا یقین اللہ پر ہو جائے اور ہم لوگ اللہ کو خوش کرنے والے کام کرنے والے بن جاویں۔

نفاس کے متعلق چند ضروری باتیں

آپ کو معلوم ہے کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد عورت کو نفاس کا خون آتا ہے، اور نفاس کے دنوں میں عورت نماز نہیں پڑھ سکتی اور روزہ نہیں رکھ سکتی، یہ اس کے لیے پابندی آجاتی ہے، پھر جب نفاس کا خون بند ہو جائے تو روزوں کی قضا کرنی ہوتی ہے، نماز کی نہیں، یہ نفاس کا خون زیادہ سے زیادہ چالیس دن تک آسکتا ہے، اس سے زیادہ اگر آوے تو وہ بیماری کا خون کہا جائے گا اور چالیس سے کم دنوں میں بھی پاک ہو سکتی ہے، آج کل کمزوری کا زمانہ ہے، عورتوں کو بہت کم دنوں میں نفاس کا خون بند ہو جاتا ہے؛ لہٰذا اگر نفاس کا خون چالیس دن سے پہلے بند ہو جائے تو غسل کر کے نماز، روزہ شروع کر دینا ہے، ایسا طے نہیں کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد پورے چالیس دن تک نماز اور روزہ چھوڑ دینا ہے، یہ سوچ غلط ہے۔

ام موسیٰ کو نفاس کا خون نہیں آیا

بہر حال! جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو عام طور پر جو عورتوں کو نفاس کا

خون آتا ہے وہ خون نہیں آیا، یہ اللہ کی حفاظت کا ایک انتظام تھا؛ بلکہ خون کا ایک قطرہ نکلا جس کو ہم پچکاری کہتے ہیں، بس پورا نفاس اسی میں مکمل ہوگیا۔

پیٹی کے دریا میں چلے جانے کے سلسلے میں دوسری روایت

اللہ کے حکم کے علاوہ ظاہری طور پر صندوق کے دریا میں چلے جانے کے سلسلے میں بعض مفسرین نے ایک دوسری روایت بھی نقل کی ہے:

دریا کے کنارے گہوارہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مکان دریا کے کنارے پر تھا، آپ کی والدہ نے دریا کے کنارے پر ایک گہوارہ بنادیا تھا اور اپنے بچے کو اس گہوارے میں رکھ دیا کرتی تھی اور جب بھی موقع ملتا اور ضرورت ہوتی تو اپنے بچے کو دودھ پلا دیتی، یہ اس لیے کیا کہ ہر وقت یہ ڈر لگا ہوا تھا کہ کسی وقت بھی فرعون کی پولیس آجائے گی اور گھر میں تفتیش ہوگی تو بچے کی جان خطرے میں ہوگی؛ اس لیے بچے کو گھر سے باہر رکھو۔

لکڑی کی پیٹی

ماں نے ایک لکڑے کی پیٹی بھی لا کر رکھ دی تھی؛ تاکہ گھر پر کوئی آتا تو اس بچے کو پیٹی میں رکھ کر سلادیتی اور دریا میں ڈال دیتی، وہ پیٹی دریا کے پانی میں تیرتی رہتی، پھر جب وہ چلا جاتا تو وہ پیٹی نکال لیتی تھی اور نکال کر دودھ پلاتی تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے اپنے معصوم بچے کی حفاظت کے لیے کیسے اسباب اختیار فرمائے: ایک تو گہوارہ تیار کیا، صندوق بھی خرید کر لے آئی اور جیسے ہی لگتا

کہ کوئی سرکاری آدمی آیا تو پیٹی میں رکھ کر پیٹی دریا میں ڈال دیتی۔

دنیا دار الاسباب ہے

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو دار الاسباب بنایا ہے، اس میں ہم کو اسباب اختیار کرنے پڑتے ہیں، ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر شادی کے بچہ دے سکتے ہیں؛ لیکن بچے کے لیے اسباب کے طور پر شادی کرنی پڑتی ہے؛ ورنہ بغیر سبب کے اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو بیٹا عطا فرمایا۔

اللہ بغیر اسباب کے روزی دے سکتے ہیں؛ لیکن ہم کو حلال روزی کے لیے دکان چلانی پڑتی ہے، کاروبار کرنا پڑتا ہے، کھیتی باڑی کرنی پڑتی ہے، یہ اسباب کی دنیا ہے۔

بہرحال! ماں بھی اپنے بچے کی حفاظت کے لیے اسباب اختیار کر رہی ہے۔

پیٹی کو بہہ جانے سے بچانے کے لیے لمبی رسی

یہ لکڑی کی پیٹی بہہ کر دور نہ چلی جائے اس لیے ایک لمبی رسی رکھی تھی، اس رسی کا ایک کنارہ پیٹی کے ساتھ اور دوسرا کنارہ اپنے باڑے میں درخت یا پتھر کے ساتھ باندھ کر رکھتی تھی، جیسا کہ سمندر کے کنارے کشتی کو بڑے رسّے کے ساتھ باندھ دیا جاتا ہے؛ تاکہ وہ کشتی پانی کی بھرتی میں آگے نہ چلی جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے اپنے بیٹے کی حفاظت کا یہ تیسرا ذریعہ اپنایا تھا۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھو! بعض تفسیر کی روایتوں میں آتا ہے کہ: ایک دن موسیٰ علیہ السلام کی والدہ رسی باندھنا بھول گئی۔

عورتوں میں بھولنے کی بیماری زیادہ ہوتی ہے

عورتوں میں مردوں کے مقابلے میں بھولنے کی بیماری کچھ زیادہ ہی ہوا کرتی ہے؛ اسی لیے قرآنِ مجید میں جہاں ایک مرد کی گواہی ہوتی ہے وہاں دو عورتوں کی گواہی رکھی گئی: فَإِنْ لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ.

ترجمہ: سو اگر دو مرد (میسر) نہ ہوں تو جن گواہوں کو تم پسند کرو ان میں سے ایک مرد اور دو عورتیں گواہ بنیں۔

ایک مرد کے مقابلے میں دو عورتوں کی گواہی کی حکمت

پھر ساتھ میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بیان فرمایا:

﴿اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى﴾ (البقرۃ)

کہ ان دو (عورتوں) میں سے ایک (عورت) بھول جائے تو ان دو میں سے ایک دوسری کو یاد دلا وے۔

ایک مرد کے برابر دو عورتوں کی گواہی اس لیے مقرر کی گئی کہ اگر ایک عورت گواہی کا مضمون بھول جائے تو دوسری عورت اس کو یاد دلا دیوے یہاں ''اَنْ تَضِلَّ'' بھولنے کے معنیٰ میں ہے، اور ''تُذَكِّرَ'' یاد دلانے کے معنی میں ہے۔

عورت کی بھول کی سزا بے چارے مرد کو بھگتنی پڑتی ہے

اسی لیے مرد بھی بے چارے اس بھول کے عذر کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں، صبح کہہ کر جاتے ہیں کہ: آج مجھے فلاں چیز کھانے کا ارادہ ہے، گھر آئے تو دستر خوان پر

وہ چیز نہیں ہے، بیوی سے پوچھا کہ کیوں فلاں چیز نہیں پکائی؟ بیوی کہتی ہے کہ: بھول گئی تھی، پھر بھی بے چارے بھول کو چلا لیتے ہیں، اس طرح یہ زندگی چلتی رہتی ہے۔

ماں کی بے چینی

بہر حال! ایک دن موسیٰ علیہ السلام کی والدہ رسی باندھنا بھول گئیں تو وہ پیٹی آگے نکل گئی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو بہت فکر ہوئی کہ: اب میرے بچے کا کیا ہوگا، بچے کی فکر ماں کو ستانے لگی۔

دینی بہنو! اللہ تعالیٰ نے ماں کے دل میں اپنے بچے کی جو شفقت رکھی ہے اس کی وجہ سے ماں بہت غمگین رہتی ہے، جب کبھی بچہ گھر سے باہر جاتا ہے، یا اِدھر اُدھر ہو جاتا ہے تو ماں کے دل پر اس کا بڑا غم ہوتا ہے۔

میں اپنے جوان بیٹے اور بیٹیوں کو کہا کرتا ہوں: تم گھر سے کہے بغیر نکل جاتے ہو، جتنے وقت میں اسکول، مدرسے سے گھر پہنچنا چاہیے اتنے وقت پر پہنچتے نہیں ہو، گھومتے رہتے ہو تو ماں جانتی ہے کہ وہ گھر میں بچوں کا کیسے انتظار کرتی ہے؟ ماں کا نہ کھانے میں دل لگتا ہے، نہ پینے میں دل لگتا ہے اور نہ سونے میں دل لگتا ہے، ماں کا دل بے چین رہتا ہے، اللہ نے ماں کے دل میں بڑی عجیب محبت رکھی ہے۔

ماں کی شفقت کا عجیب واقعہ

میری دینی بہنو! اِس پر مجھے ایک واقعہ یاد آ گیا، کچھ سال پہلے ہمارے گجرات میں کچھ اور کاٹھیاواڑ کے علاقے میں زلزلہ آیا تھا، بھاؤنگر اور سریندرنگر میں بھی اس کے بڑے اثرات ہوئے تھے، ہزاروں انسان شہید ہو گئے تھے اور بہت بڑا مالی

نقصان بھی ہوا تھا، اس موقع پر ہمارے یہاں سورت میں ہمارے ایک بہت اچھے تعلق والے ''موسیٰ چشمہ گھر'' اس کے ایک ذمے دار عمران بھائی ہے، جو اللہ والوں سے تعلق رکھتے ہیں، زلزلہ کے دنوں میں ان کا چھوٹا بچہ تھا اور وہ اپنی بیوی کے ساتھ فلیٹ میں رہتے تھے، انھوں نے خود اپنا قصہ سنایا کہ: ہم لوگ فجر کی نماز کے بعد گھر میں تھے، جب یہ زلزلہ آیا تو ۹ ر بجے کا وقت تھا، میں جان بچانے کے لیے تیزی سے سیڑھی کی طرف بھاگا؛ لیکن میری بیوی تو وہیں کھڑی رہی، اپنے معصوم بچے کو گود میں لیا پھر نکلی۔

باپ تو اپنی جان بچانے کے لیے بھاگا اور ماں اپنے بچے کو گود میں لے کر نکلی؛ اس لیے کہ اس کے دل میں اولاد کی بڑی محبت، بڑا پیار ہوتا ہے، یہی ماں کا دل کہلاتا ہے۔

موت کے نقشے میں حفاظت کا انتظام

بہر حال! جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیٹی پانی میں بہہ کر نکل گئی تو والدہ کو بہت غم ہوا، اسی غم کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی بھیجی:

لَا تَخَافِیْ وَلَا تَحْزَنِیْ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَیْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ.

ترجمہ: ڈرو مت اور غم نہ کرو، یقیناً اس کو ہم تیرے پاس واپس پہنچادیں گے اور اس کو رسولوں میں سے (ایک رسول) بنادیں گے۔

اللہ تعالیٰ کی شان دیکھو! موسیٰ علیہ السلام کو بچانے کا انتظام فرعون کے محل میں کیا جہاں موت کا نقشہ ہے، جہاں دشمنی کا نقشہ ہے۔

دریا میں فرشتے کے ذریعے صندوق کی حفاظت

مفسرین نے عجیب روایت لکھی ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا جو

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیٹی کی حفاظت کرتا تھا، دریا میں موجیں آتی تھیں، وہ پیٹی کبھی اونچی ہوتی، کبھی نیچے ہوتی، پھر بھی اللہ تعالیٰ نے فرشتے کے ذریعے اس پیٹی کی ڈوبنے سے حفاظت فرمائی، کہتے ہیں کہ: وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ہی تھے، فرشتوں کا نیک لوگوں کی خدمت کرنا قرآن مجید میں ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا.

ترجمہ: یقیناً جن لوگوں نے اقرار کیا کہ: ہمارے رب تو اللہ تعالیٰ ہی ہیں، پھر وہ (اس پر) جم گئے تو ان پر فرشتے اترتے ہیں (اور یہ کہتے ہیں) کہ تم خوف مت کرو اور تم غمگین مت ہوؤ۔

خلاصہ یہ ہوا کہ کہہ دو کہ: ہمارے مالک اللہ ہیں اور اللہ کے حکموں پر جم جاؤ، اللہ تعالیٰ دنیا میں مدد کے لیے فرشتوں کو بھیجنے کی طاقت رکھتے ہیں۔

پیٹی دشمن کے محل کی طرف

اس کے بعد خدا کی قدرت دیکھو! جو اصل پانی کا بہاؤ تھا وہاں سے وہ پیٹی الگ ہوگئی اور جہاں دشمن ہے اللہ اس گھر میں پہنچا رہے ہیں اور اس گھر میں بھیج کر بھی اللہ حفاظت کا سامان کر رہے ہیں۔

نائل ندی میں سے ایک نہر نکلتی تھی جو فرعون کے باغ کی طرف جاتی تھی، پیٹی اس نہر میں بہہ کر فرعون کے محل کی طرف جانے لگی۔

پیٹی فرعون کے محل میں کیسے پہنچی؟

وہ پیٹی اللہ نے فرعون کے محل کیسے پہنچائی اِس سلسلے میں عجیب روایتیں ہیں:

پہلی روایت

فرعون کی بیٹی اور بیوی دونوں سمندر کے کنارے پر نکلے ہوئے تھے، انھوں نے دریا میں ایک پیٹی بہتے ہوئے دیکھی، فرعون کی بیٹی پہلے دوڑ کر گئی کہ میں پیٹی نکالوں کہ اس میں کیا خزانہ بھرا ہوا ہے؟

موسیٰ علیہ السلام کی برکت سے فرعون کی بیٹی کا بیماری سے اچھا ہوجانا

فرعون کی بیٹی کو برص کی بیماری تھی، اللہ کی قدرت کہ جب اس نے پیٹی کھولی تو اللہ نے اپنے نبی کو ایسا برکت والا بنایا تھا کہ فرعون کی بیٹی نے جب موسیٰ علیہ السلام کو ہاتھ لگایا تو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت اس کی برص کی بیماری کو ختم کردیا۔

وہ بچی کہنے لگی کہ: یہ بچہ تو بہت برکت والا ہے کہ: اتنے سالوں سے میرا علاج کرتے ہیں؛ لیکن شفا نہیں ہوئی، اور اس بچے کی برکت سے آج مجھے شفا مل گئی۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام میں تین سو (۳۰۰) برکتیں رکھی تھیں۔

دوسری روایت

بعض تفسیری روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ فرعون کی بیوی آسیہ کی خدمت کرنے والی عورتیں دریا کے کنارے تھیں، ان عورتوں نے یہ پیٹی دیکھی اور وہ پیٹی نکالی، انھوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ پیٹی کھول کر دیکھنا چاہیے کہ اندر کیا رکھا ہوا ہے، پھر کسی نے رائے دی کہ پیٹی مت کھولو، اس کو ویسے ہی رہنے دو؛ اس لیے کہ ہوسکتا ہے کہ اس میں

کوئی قیمتی مال: سونا، چاندی، ہیرے، جواہرات ہو، اگر ہم پیٹی کھول دیں گے تو ہم پر تہمت آسکتی ہے کہ ہم نے اس میں سے کچھ نکال لیا ہے؛ لہذا پیٹی بند رکھو اور اس کو آسیہ کے پاس لے جاؤ، اور اس کے حوالے کر دو۔

یہ بھی چوری ہے

اگر آپ کسی کے گھر جاویں تو اس کے گھر میں سے بغیر اجازت کوئی چیز نہیں اٹھانی چاہیے، بازار میں جائیں تو بغیر پیسے کے کوئی چیز نہیں لینی چاہیے، یہ سب چوری کہلاتی ہے۔ اسی طرح جو کسی کے گھر کام کرنے جائے تو کام والیوں کو بھی امانت داری کا برتاؤ کرنا چاہیے، چوری، خیانت وغیرہ سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے۔

فرعون کی خادماؤں کی امانت داری

فرعون کے زمانے کی خادمائیں اتنی امانت دار تھیں کہ انھوں نے پیٹی نہیں کھولی۔ کہتے ہیں کہ: وہ پیٹی اس طریقے سے اٹھا کر لائیں کہ اندر کی چیز بالکل ملنے نہیں پائی، جیسے دودھ یا شربت سے بھرا ہوا گلاس ہم کیسے سنبھال کر لے جاتے ہیں کہ دودھ اور شربت کے گرنے سے کپڑے خراب نہ ہو، ایسے ہی ان خادماؤں نے اس پیٹی کو سنبھال کر آسیہ کے حوالے کر دی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی محبوبیت:

بچہ دیکھتے ہی آسیہ کے دل میں محبت

آسیہ نے وہ پیٹی کھولی تو اندر سے ایک معصوم، خوب صورت، پیارا پیارا، گورا

گورا بچہ نکلا، آپ کا چہرہ ایسا چمکتا اور اتنا خوب صورت تھا کہ جو بھی دیکھے فوراً آپ سے پیار کرنے لگ جاوے اور اللہ تعالیٰ نے ایسی محبت عطا فرمائی تھی کہ اس زمانے میں پوری دنیا میں کسی انسان کو ایسی محبت عطا نہیں فرمائی تھی، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّي ۚ وَلِتُصْنَعَ عَلَىٰ عَيْنِي ﴿٣٩﴾ (طه)

ترجمہ: اور (اے موسیٰ!) میں نے تم پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی اور (یہ سب کام اس لیے کیے) تاکہ تم میری نظروں کے سامنے پرورش پاؤ۔

یعنی اللہ کی محبتوں کے ساتھ موسیٰ کی پرورش ہو رہی ہے، غذا بھی شاہانہ مل رہی، اور فرعون جس کی عادت ہی ظلم کی تھی اس کے باوجود اس نے کوئی ظلم نہیں کیا۔

بہر حال! اللہ تعالیٰ نے اس بچے کی محبت حضرت آسیہ کے دل میں رکھ دی، حضرت آسیہ کی نظر میں کوئی انسان اتنا محبوب اور پیارا نہیں تھا جتنا یہ بچہ محبوب اور پیارا تھا؛ اس لیے کہ بچے سے تو ہر ایک محبت کرتا ہے اور یہ بچہ تو کل بڑا ہو کر اللہ کا نبی بننے والا ہے تو وہ بچہ کتنا پیارا اور خوب صورت ہوگا؟

دینی بہنو! پھر ایک وقت وہ آیا کہ فرعون جیسا دشمن بھی اس بچے کو گود میں اٹھا کر کھیلتا تھا، جیسے حقیقی باپ اپنے بچے کو گود میں لے کر کھیل کرواتا ہے، یہ اللہ کی طرف سے جو محبت ڈالی گئی تھی اس کی برکت تھی۔

تیسری روایت

مفسرین نے ایک عجیب روایت نقل کی ہے کہ: فرعون کا ایک معمول تھا کہ وہ روزانہ اپنی بیوی آسیہ کو لے کر اپنے محل کا جو حصہ سمندر کے کنارے پر آتا تھا وہاں

تفریح کے لیے نکلتا تھا، اِس سے معلوم ہوا کہ: پردے کے اہتمام اور محرم کے ساتھ کھلی ہوا کھانے کے لیے جانا چاہیے، تھوڑی چہل قدمی بھی کرنی چاہیے یہ اچھی چیز ہے۔

پردے کے اہتمام کے ساتھ گھر والوں کے ساتھ تفریح ثابت ہے

حسنِ معاشرت میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ عمل

حدیث میں بھی موجود ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ سفر سے واپس تشریف لا رہے ہیں اور ایسی جگہ پہنچے جہاں کھجور کا جھنڈ تھا، جہاں کسی دوسرے کی نظر نہ پڑے، آج بھی مدینہ منورہ میں وہ جگہ متعین ہے، تو دونوں نے دوڑ میں ریس لگائی، پورا لمبا قصہ روایتوں میں ہے۔

مکمل شرعی پردے کے اہتمام کے ساتھ اس طرح کرنا ہو تو کر سکتے ہیں، اس میں ڈپریشن کا علاج بھی ہوتا ہے، صبح صبح کھلے پاؤں ہری ہری گھاس میں چلنے سے دونوں کا دماغ بھی ٹھنڈا رہے گا۔

بہر حال! فرعون اپنی بیوی کے ساتھ باغیچے میں ہوا کھانے کے لیے آیا ہوا تھا، باغ میں بیٹھے بیٹھے دیکھا کہ: کوئی پیٹی جا رہی ہے، فرعون نے اس پیٹی کو نکالنے کا حکم دیا، پانی کے بالکل کنارے ایک درخت تھا، اس درخت کے پاس آ کر وہ پیٹی رُک گئی، وہ پیٹی نکال کر فرعون کے پاس لائی گئی، اس کو کھولا تو اس میں موسیٰ علیہ السلام تھے، فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو اٹھا لیا اور آپ کے ساتھ کھیلنے لگا، جیسے ایک باپ اپنے بچے کو کھیل لگاتا ہے۔

قتل کرنے والی پولیس آ گئی

لیکن دوسری طرف بات یہ ہے کہ بچوں کو قتل کرنے والا سال چل رہا ہے اس

لیے جو پولیس بچوں کے قتل پر مقرر تھیں وہ پہنچ گئیں۔

اُس زمانے میں حالات ایسے تھے کہ کوئی سرکاری قانون ہو تو سرکار کے جتنے بھی ذمے دار اور سرکاری عملہ ہوتا تھا ان پر بھی قانون لگتا تھا؛ لھذا فرعون کے دربار میں آنے والے بچے کو بھی فوراً قتل کرنے والی پولیس آ گئی۔

فرعون کی بیوی کی سفارش

فرعون کی بیوی آسیہ یہ نبیوں کی اولاد میں سے تھی، بہت نیک عورت تھی، کمزوروں پر رحم کرنے والی، صدقہ کرنے والی تھی، اس نے فرعون کو سمجھایا کہ: اس بچے کی جان معاف کردو، ایک ہی تو بچہ ہے، اس ایک کی جان بخش دو، قرآن میں ہے:

وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ؕ لَا تَقْتُلُوْهُ ۖ عَسٰۤى اَنْ يَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۹

ترجمہ: اور فرعون کی بیوی (فرعون سے) کہنے لگی: (یہ بچہ) میری اور تیری آنکھ کی ٹھنڈک ہے، اس کو تم قتل مت کرو، شاید کہ یہ (بچہ) ہم کو کام آئے گا یا اس کو ہم (اپنا) بیٹا بنالیں گے اور (اس بات کا فیصلہ کرتے وقت) ان کو (انجام کا) پتہ نہیں تھا۔

آسیہ نے فرعون سے ایک بات یہ بھی کہی کہ: یہ بچہ تو ایک سال سے زیادہ کا معلوم ہوتا ہے اور آپ نے بچوں کو قتل کا حکم ایک سال سے دے رکھا ہے؛ اس لیے یہ بچہ قتل والے حکم میں آ ہی نہیں سکتا۔

اللہ تعالیٰ کے عجیب حفاظتی انتظامات!

دینی بہنو! اللہ تعالیٰ جب حفاظت کرنا چاہتے ہیں تو دشمن کے گھر میں حفاظت

فرماتے ہیں اور عجیب بات فرعون جیسے دشمن کے گھر میں پہنچنے کا جو ذریعہ بنا وہ سمندر بنا؛ حالاں کہ سمندر میں ڈوبنے کا خطرہ لگا رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ جب کسی کی حفاظت فرمانے پر آتے ہیں تو دنیا کی کوئی طاقت اس کو نقصان پہنچا سکتی، قرآن میں اللہ نے فرمایا:

فَاللّٰہُ خَیْرٌ حٰفِظًا ۪ وَّھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۶۴﴾ (یوسف)

ترجمہ: سو اللہ تعالیٰ ہی بہتر حفاظت کرنے والے ہیں اور وہ (اللہ تعالیٰ) رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے محل میں پہنچ گئے، آٹھ (۸) دن گزر گئے؛ لیکن کسی کا دودھ پینے کو تیار نہیں۔

ماں کے دل میں کیسی بے قراری ہوتی ہے وہ ماں بننے کے بعد معلوم ہوگی

ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ بے چین اور بے قرار ہے کہ وہ بیٹی کہاں گئی؟

وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰی فٰرِغًا.

ترجمہ: اور (ادھر صبح کے وقت) موسیٰ (علیہ السلام) کی ماں کا دل بے قرار تھا۔

بیٹے کی جدائی کے وقت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی دل کی جو کیفیت اللہ نے بیان فرمائی اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ دنیا میں ماں کی محبت تمام محبتوں اور رشتوں سے زیادہ مضبوط ہوتی ہے۔

ماں کے دل میں کیسی محبت ہوتی ہے وہ ماں بننے کے بعد سمجھ میں آتا ہے، میں اپنے نوجوان بھائیوں اور بیٹیوں کو کہا کرتا ہوں کہ: آج کل جو تم تمھاری ماں کا دل دکھاتے ہو، گھر سے بغیر پوچھے نکل کر چلے جاتے ہو، اس کی وجہ سے ایک ماں کے دل میں کیا تکلیف ہوتی ہے وہ تمھاری سمجھ میں نہیں آتی، وہ اس دن سمجھ میں آئے گی جب تم کو اللہ ماں بنائیں گے۔

''فؤاد'' کا مطلب

''فؤاد'' کس کو کہتے ہیں؟ مفسرین نے لکھا ہے کہ: ''فؤاد'' اس وقت کہا جاتا ہے جب دل میں کسی وجہ سے غم اور فکر کی آگ لگی ہوئی ہو، قرآن میں یہ تعبیر استعمال کی گئی ہے: واصبح فؤاد ام موسیٰ فرِغًا. یعنی موسیٰ کی والدہ کے دل میں موسیٰ کے علاوہ کسی کا خیال نہیں، بس خیال آتا ہے تو صرف موسیٰ کا خیال آتا ہے۔

''فارغا'' کے مختلف مطلب

مفسرین نے ''فارغاً'' کی تفسیر میں لکھا ہے کہ:

(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے دل میں سے دنیا بھر کے تمام خیالات نکل گئے، صرف بیٹے کا خیال دل میں آرہا ہے۔

(۲) ''فارغاً'' کا مطلب یہ بھی لکھا ہے کہ: موسیٰ کی والدہ غم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو بھول گئی، خدا نے وعدہ کیا تھا:

لَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝

ترجمہ: تو ڈرنا مت اور غم نہ کرنا، یقیناً اس کو ہم تیرے پاس واپس پہنچادیں گے

اور اس کو رسولوں میں سے (ایک رسول) بنادیں گے۔

بچہ جب مدرسہ اور دار العلوم میں جاتا ہے تو ماں کو رونا آتا ہے، چلہ یا چار مہینے کی جماعت میں جاتا ہے تو ماں کو رونا آتا ہے، دینی بہنو! ڈرو مت، اللہ کے لیے بھیجو، خدا تمھارے بچے کو عزت کا تاج پہنا کر واپس لائیں گے اور اللہ تمھارے بچے کو ہدایت کا ذریعہ بنائیں گے، عالم، مفتی، حافظ، قاری، داعی اور ذاکر بنے گا، اپنی زندگی بھی بنائے گا اور نہ جانے کتنے لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنے گا۔

③ ایک مطلب یہ بھی ہے کہ جب اللہ کا وعدہ یاد آیا تب آپ کی والدہ کے دل سے بیٹے کے متعلق ڈر ختم ہو گیا۔

④ ایک مطلب یہ بھی ہے کہ اس وقت آپ کی والدہ کا دل بالکل خالی ہو گیا، کوئی چیز سوچ سمجھ میں آہی نہیں رہی تھی اور بے قراری اور ڈر کے وقت اس طرح کی کیفیت ہو جایا کرتی ہے۔

اس لیے جس شخص پر کوئی اس طرح کا معاملہ مسلط ہو جائے تو اس کو چاہیے کہ فیصلہ کسی دوسرے سمجھ دار آدمی کے حوالے کر دے، خود انسان ایسے وقت فیصلہ کرنے سے عاجز ہوتا ہے۔

بیٹی کو نگرانی کا حکم

ماں نے اپنی بیٹی یعنی موسیٰ علیہ السلام کی بہن جس کا نام مریم یا کلثوم تھا اس سے کہا:

وَقَالَتْ لِأُخْتِهِ قُصِّيهِ.

ترجمہ: اور اس (موسیٰ علیہ السلام کی ماں) نے اس (موسیٰ) کی بہن کو کہا: تو اس

کے پیچھے پیچھے چلی جا۔

یعنی معلوم کر کہ تیرا بھائی زندہ ہے یا کسی جانور نے کھالیا ہے؟

اس میں بہن کے لیے دو باتیں تھیں: ایک ماں کا حکم، دوسری بھائی کی محبت، ماں کا حکم کہ: جا تلاش کر اور دل میں بھائی کی محبت کہ میرے بھائی کا کیا ہوا ہوگا؟

قابلِ رشک بہن

خدا امت کی ہر بہن کو بھائی کے لیے ایسی محبت عطا فرماوے۔

آج تو بھائی بہنوں میں بھی جھگڑے ہوتے ہیں، سالہا سال ہو جاتے ہیں؛ لیکن بہن بھائی کا منہ دیکھنے کو تیار نہیں اور بھائی بہن کا منہ دیکھنے کو تیار نہیں اور جھگڑا بھی کس کا؟ دنیا کی چند کوڑیوں کا، استغفر اللہ!

روایتوں میں موجود ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس بہن کی جنت میں میرے اور آپ کے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شادی ہوگی۔

موسیٰ علیہ السلام کی بہن ماں کا حکم پورا کر رہی ہے اور بھائی کی محبت میں صندوق کی تلاش میں نکلی، ایک جگہ عجیب منظر دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی خادمائیں لے کر کھڑی ہیں اور دودھ پلانے والی دایا کی تلاش ہے، موسیٰ علیہ السلام کی بہن اجنبی کے انداز میں دور کھڑی رہی: فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿١١﴾

ترجمہ: پھر وہ (بہن) اس (موسیٰ) کو اجنبی بن کر (دور سے) اس طرح دیکھتی رہی کہ ان لوگوں کو پتہ بھی نہیں چلا۔

یعنی انجانی بن کر دیکھتی رہی؛ تاکہ کسی کو بہن ہونے کا خدشہ تک نہ ہو۔

کسی کا دودھ نہ پینے کی حکمت

ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام تو شاہی گھرانے میں پہنچ گئے، بہن بھی پیچھے پیچھے محل میں پہنچ گئی، خدا کی عجیب قدرت کہ موسیٰ علیہ السلام کسی کا دودھ نہیں پیتے:

وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ.

ترجمہ: اور ہم نے پہلے سے اس (موسیٰ) پر روک لگا دی تھی (سب) دودھ پلانے والیوں سے کہ (اس موسیٰ کو دودھ نہ پلا سکیں)۔

کسی بھی دودھ پلانے والی کا دودھ نہیں پیتے، اس میں اللہ کی بڑی حکمت تھی؛ اس لیے کہ اگر وہ کسی پرائی عورت کا دودھ پی لیتے تو ماں سے مستغنی ہو جاتے، ماں کے دودھ کی ضرورت نہ رہتی، اور دوسری بڑی حکمت جو اللہ کی طرف سے میری سمجھ میں یہ آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ مصر کی قبطی عورتوں کے دودھ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حفاظت کرنا چاہتے تھے۔

آسیہ کو فکر ہوئی کہ یہ بچہ دودھ کیوں نہیں پیتا؟ دودھ پیے گا تو زندہ رہے گا؛ ورنہ مر جائے گا، اس فکر نے حضرت آسیہ کو بے چین کر دیا، یہ اس محبت کی برکت ہے جو اللہ نے ان کے دل میں ڈالی تھی۔ ایک، دو دن نہیں آٹھ دن ہو گئے، موسیٰ بھوکے ہیں، اور آٹھ دن تک اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بغیر دودھ کے زندہ بھی رکھا۔

کچھ کے زلزلے میں حفاظتِ خداوندی کا عجیب واقعہ

کچھ میں جب زلزلہ آیا تھا جس کی بات میں نے ابھی آپ کو سنائی (تفصیلی کار گزاری خطباتِ محمود جلد: ۸ میں چھپی ہوئی ہے) وہاں ہمارے ساتھیوں نے ایک

عجیب کارگزاری سنائی تھی کہ: ایک جگہ جب مکان کا ٹوٹا ہوا ملبہ ہٹایا تو دیکھا کہ اس ملبے کے نیچے ایک ماں اور اس کا دودھ پیتا بچہ بھی دبا ہوا ہے، اللہ کیسے حفاظت کرتے ہیں کہ مکان ٹوٹ گیا اور مکان کے سامان کے نیچے ماں دب کر مر گئی، عورت کا پورا بدن صحیح سالم؛ لیکن اس ماں کے سر پر زخم آیا تھا جس سے ایک ایک قطرہ خون کا گرتا رہتا تھا اور وہ خون کا قطرہ بچے کے منہ میں گرتا تھا، اس کو بچہ چاٹ کر تقریباً ساڑھے تین دن تک زندہ رہا، ساڑھے تین دن یا چار دن کے بعد اس بچے کی رونے کی آواز سن کر بڑی بڑی مشینیں لاکر اس ملبے کو اٹھایا گیا، اور بچے کو زندہ نکالا۔

آٹھ دن دودھ کے بغیر

آٹھ دن گزر گئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کسی کا دودھ نہیں پیا، الگ الگ عورتوں کو لایا جا رہا ہے اور سب عورتوں کو لگا کر کوشش کر رہے ہیں؛ لیکن موسیٰ علیہ السلام کسی کا دودھ ہی نہیں پیتے تو فرعون نے پورے شہر میں اعلان کروایا کہ: پورے شہر سے عورتیں آویں اور آکر دودھ پلانے کا انٹریو دیویں۔

یہ اعلان فرعون بادشاہ کی طرف سے ہو رہا ہے؛ اس لیے سب کو یقین تھا کہ بادشاہ کی طرف سے بڑا انعام ملے گا، بہت ساری دولت ملے گی؛ اس لیے بہت ساری عورتیں دودھ پلانے کے انٹریو میں آگئی، پھر بھی یہ بچہ کسی کا دودھ نہیں پیتا تھا۔

موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں لکنت کی ایک روایت

آٹھ دن تک دودھ نہ پینے کی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام کی زبان موٹی ہو گئی تھی اور ان کی زبان میں جو لکنت تھی مفسرین نے اس کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی ہے؛ اگرچہ

دوسری وجوہات بھی لکھی ہیں۔

ماں کا دودھ اولاد کے لیے بہت بڑی نعمت

معلوم ہوا کہ اولاد کے لیے ماں کا دودھ بہت بڑی نعمت ہوتی ہے، عورت بچے کو دو، ڈھائی برس دودھ پلاسکتی ہے؛ اس لیے بچوں کو دودھ پلانا چاہیے، اس میں بچوں کی تندرستی بہت عمدہ اور اچھی ہوتی ہے۔

اللہ کی طرف سے ام موسیٰ کی دل جمعی

موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو پتہ چل گیا کہ موسیٰ کو تو فرعون نے اٹھا لیا ہے، فرعون اس کو گود میں لے کر کھیل لگا رہا ہے، تو ماں کو اور زیادہ غم ہوا کہ یہی تو ہمارا دشمن ہے، یہی تو قتل کرنا چاہتا ہے؛ لہذا ماں کی بے چینی اتنی زیادہ بڑھ گئی کہ قریب تھا کہ وہ دوڑ کر فرعون کے پاس پہنچ جاتی اور کہتی کہ: یہ میرا بچہ ہے، اور فرعون کو جب پتہ چل جاتا کہ یہ بنواسرائیل کے خاندان کا بچہ ہے تو شاید فرعون اسی وقت قتل کروا دیتا؛ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِىْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا.

ترجمہ: اگر ہم اس کے دل کو مضبوط نہ کرتے تو قریب تھا کہ وہ اس (موسیٰ) کا راز ظاہر کردیتی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل کو جما دیا، ان کو اللہ تعالیٰ نے ہمت دی کہ تم ابھی چپ رہو، چپ رہنے میں فائدہ ہے، اپنے بیٹے کا راز مت کھولو، ثابت قدم رہو، کسی کے سامنے ظاہر مت کرو۔

ایک ضروری سمجھنے کی بات

میری دینی بہنو! یہ چیز بڑی سمجھنے کی ہے، بہت سے موقع ایسے آتے ہیں کہ اس میں خاموش رہنا چاہیے، ان شاء اللہ! اس کی برکت سے ہم بہت سارے نقصانات سے بچ سکیں گے، بات بگڑنے سے بچ جائے گی، جیسے کسی وقت شوہر، خسر یا ساس غصے میں ہو تو ہمیں چپ رہنا چاہیے، ایسے موقع پر سامنے سے جواب دیا تو دونوں طرف سے گرمی ہو جائے گی اور آفت بڑھ سکتی ہے، جھگڑا ہو سکتا ہے، طلاق پڑ سکتی ہے، گھر سے نکال دیے جانے کا واقعہ ہو سکتا ہے، ایسے موقع پر اپنے آپ یہ سوچنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے دو کان دیے ہیں، ایک کان سے سننا ہے اور دوسرے کان سے نکال دینا ہے۔

نیکی اور بھلائی میں دوسروں کی رہبری کرنی چاہیے

جب موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے دیکھا کہ میرا بھائی کسی کا دودھ نہیں پیتا اور وہ آٹھ دن سے بھوکا ہے تو وہ قریب گئی اور کہنے لگی: اگر تم کہو تو میں تم کو ایک گھر بتلاؤں، مجھے یقین ہے کہ یہ بچہ اس عورت کا دودھ پی لے گا:

فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ﴿۱۲﴾

ترجمہ: اس پر اس (موسیٰ کی بہن) نے (فرعون کے لوگوں کو) کہا کہ: کیا میں تم کو ایسے گھر والوں کا پتہ بتلاؤں جو تمھارے لیے اس (بچہ) کی پرورش کریں اور وہ اس کی خیر خواہی کریں۔

معلوم ہوا کہ کوئی نیکی یا بھلائی کی جگہ ہم کو معلوم ہو تو دوسروں کو رہبری کرنی چاہیے۔

دین خیر خواہی کا نام ہے

آج تو ہم یہ چاہتے ہیں کہ ساری بھلائی ہم اکیلے لے لیویں، دوسروں کو بتلاتے نہیں، خود نبئ کریم ﷺ نے فرمایا کہ: الدین النصیحة.

دین تو دوسروں کی بھلائی کا نام ہے، جیسے ہم اپنے لیے بھلائی چاہتے ہیں اسی طرح دوسروں کو بھی بھلائی پہنچانی چاہیے، یہ دین ہے اور دین کا خلاصہ ہے، ہم لوگ ہر اعتبار سے بخیل بنتے جاتے ہیں، ہم کو کوئی بھلائی نظر آتی ہے تو ہم کسی کو بتلاتے نہیں، یہ اچھی چیز نہیں ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کی بہن کی چالاکی

اس وقت تک حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے فرد ہیں یہ کسی کو یقینی طور پر معلوم نہیں تھا؛ اس لیے روایتوں میں لکھا ہے کہ فرعون کا وزیر ہامان کہنے لگا کہ: اس لڑکی کو پکڑ کر جیل میں ڈالو، یہ بولے گی کہ: یہ بچہ کس کا ہے؟ یہ لڑکی اتنی یقین سے کہہ رہی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ: یہ بچی جانتی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن بہت چالاکی سے کہنے لگی کہ: ایسی بات نہیں ہے، آپ لوگ پریشان ہو؛ اس لیے میں بادشاہ کی خیر خواہی میں تم کو بتلانا چاہتی ہوں۔

”لہ“ کی ضمیر کا مرجع

وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ.

اِس میں ”لہ“ کا مرجع بہت سے مفسرین نے فرعون کو قرار دیا ہے کہ: میں تو

فرعون کی خیر خواہ ہوں۔

کبھی ہمیں بھی ایسے پروگرام کرنے پڑتے ہیں؛ یعنی جو حقیقت ہے اس کو اخلاص کے ساتھ اسٹیج پر دکھلانی پڑتی ہے کہ ہم ملک کے وفادار ہیں، حکومت کے خیر خواہ ہیں۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ: ''لہٗ'' کا مرجع موسیٰ علیہ السلام ہے؛ یعنی یہ بچہ آٹھ دن کا بھوکا ہے، وہ اس عورت کا دودھ پی لے گا، میں اس بچے کی خیر خواہی چاہتی ہوں۔

فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کو حکم دیا کہ: جاؤ! اپنی ماں کو بلا کر لاؤ۔ بہن اپنی ماں کو بلا کر لے آئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ پہنچی، ماں کی خوشبو جب موسیٰ علیہ السلام کی ناک میں پہنچی تو فوراً انھوں نے رونا بند کر دیا، ایک ماں کی ممتا، محبت اور ماں کے بدن کی خوشبو بچے کے لیے کتنی اچھی ہوتی ہے کہ فوراً موسیٰ علیہ السلام نے رونا بند کر دیا!

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ کے پاس

ماں نے اس بچے کو گود میں لیا تو فوراً اس بچے نے دودھ پینا شروع کر دیا، اللہ کا وعدہ پورا ہو گیا:

اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝

ترجمہ: یقیناً اس کو ہم تیرے پاس واپس پہنچا دیں گے اور اس کو رسولوں میں سے (ایک رسول) بنا دیں گے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا: فَرَجَعْنٰكَ اِلٰٓى اُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ.

ترجمہ: پھر (اس طرح) ہم نے تم کو تمھاری ماں کے پاس واپس لوٹا دیا؛ تا کہ

اس (تمھاری ماں) کی آنکھ ٹھنڈی رہے اور وہ غمگین نہ ہو۔

معلوم ہوا کہ ماں باپ کے لیے اولاد آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتی ہے اور اگر اولاد نیک اور نمازی ہیں تو یہ مزید آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اور اسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس آیتِ کریمہ میں:

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ۝۷۴ (الفرقان)

ترجمہ: اور وہ (رحمن کے بندے دعا میں یہ) کہتے ہیں: اے ہمارے رب! تو ہم کو ہماری بیویوں سے اور ہماری اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور تو ہم کو تقویٰ والوں کا امام بنا دے ﴿۷۴﴾

فائدہ: فَرَجَعْنٰكَ، فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ، اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ: یہ الگ الگ آیتوں میں الگ الگ تعبیر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے لیے اللہ کی طرف سے وعدے کی تاکید اور بشارت کی کامل وضاحت ہے۔

فرعون کا سوال اور امِ موسیٰ کا جواب

جیسے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں پہنچی اور بچے کو گود میں لیا تو بچہ فوراً دودھ پینے لگا، تو فرعون نے فوراً کہا کہ: تو عجیب عورت ہے کہ: اس بچے نے کسی کا دودھ نہیں پیا، صرف تیرا دودھ پیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امی جان جواب دیتی ہے: اللہ نے میرے بدن میں ایسی خوشبو رکھی ہے کہ جو بچہ بھی اس کو سونگھتا ہے فوراً قبول کر لیتا ہے۔

اللہ پر توکل کا بدلہ

میرے مسلمان بھائیو! کتنے بھی کمزور حالات ہو جائے ہم کو اللہ تعالیٰ پر یقین اور توکل پیدا کرنا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ. (الطلاق:۳)

ترجمہ: اور جو آدمی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے تو وہ (اللہ تعالیٰ) اس (کا کام بنانے) کے لیے کافی ہے۔

شریعت کے حکم کو پورا کرنے والے بنو، آج دکھ اسی کا ہے کہ حالات میں بھی مسلمان اللہ کا حکم پورا کرنے والے نہیں بنے، مسلمان کی کامیابی اللہ نے اپنے حکموں کو پورا کرنے میں رکھی ہے۔

اگر ہم ان کو نہ سنبھالتے تو!!!

ماں ماں ہوتی ہے، بے قرار، بے چین، آج تک جو راز چھپایا تھا اگر وہ فرعون کے سامنے ظاہر کر دیتی کہ: یہ بچہ میرا ہے تو کیا حال ہو سکتا تھا؛ لیکن خدا فرماتے ہیں:

اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا.

ترجمہ: اگر ہم اس کے دل کو مضبوط نہ کرتے تو قریب تھا کہ وہ اس (موسیٰ) کا راز ظاہر کر دیتی۔

اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے دل کو جوڑ کر رکھا، مضبوط کر کے رکھا اور اس نے اپنا راز کسی کے سامنے ظاہر نہیں کیا۔

معلوم ہوا کہ دل کا جماؤ اور ثابت قدمی یہ بھی اللہ کی بڑی نعمت ہے اور یہ

دونوں نعمتیں اس وقت اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو عطا فرمائی؛ تاکہ بیٹے کا حال کسی کے سامنے ظاہر نہ کردے۔

صبر اور ایمان کی برکت سے دل کا جماؤ

صبر اور ایمان کی برکت سے اللہ تعالیٰ دلوں کو تھام رکھتے ہیں، جیسے ہجرت کے موقع پر جب مکہ کے دشمن غار کے دروازے تک پہنچ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کیفیت اللہ کی طرف سے حاصل ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بھی حاصل ہوگئی۔

گھر کے نظام کو اچھا بنانے کے لیے دلوں کا جوڑ بہت ضروری ہے

دینی بہنو! اِس آیت میں بہت بڑا اسبق ہے کہ گھر کے نظام کو اچھا بنانے کے لیے دلوں کا جوڑ بہت ضروری ہے، ساس اور بہو، شوہر اور بیوی، بچے اور والدین میں دلوں کا جوڑ بہت ضروری ہے، اگر یہ دل کا جوڑ ہوگا تو گھر کا نظام ٹھیک چلے گا۔

جب شادیاں ہوتی ہیں اور دلہنوں کو کچھ کہنے کا موقع ہوتا ہے تو میں عام طور پر نصیحت کیا کرتا ہوں کہ: ہر ساس آنے والی بہو کو اپنی بیٹی سمجھ لیوے اور بہو اپنی ساس کو ماں سمجھ لیوے تو ان شاء اللہ! کبھی جھگڑے نہیں ہوں گے۔

ساس انتقام کا جذبہ نہ رکھے

اسی طرح ساس اپنے دل میں انتقام کا جزبہ نہ رکھے، بعض مرتبہ ہماری بڑی عمر والی بہنیں ساس بنتی ہیں تو ان میں بدلہ لینے کا جذبہ ہوتا ہے کہ جب میں بہو بن کر آئی تھی تو میری ساس نے مجھے جتنی تکلیف پہنچائی ہے اتنی نہیں تو کم از کم اس سے آدھی

تکلیف میری آنے والی بہو کو پہنچانی ہی ہے۔

میں بننے والی ساس کو کہا کرتا ہوں کہ: جس ساس نے تجھے تکلیف پہنچائی ہے تو اسے معاف کر دے یا اس کو آخرت کے حوالے کر دے؛ لیکن تو کیوں تیری آنے والی بہو کو پریشان کرتی ہے؟

بہر حال! یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں بھی ''ربطنا'' آیا اور وہاں جہاں سات نوجوانوں کا قصہ بیان کیا ہے وہاں بھی:

اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ﴿۱۳﴾ وَّرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا۟ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا ﴿۱۴﴾

ترجمہ: یقینی بات ہے کہ وہ (غار میں سونے والے) چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے، اور ہم نے ان کو ہدایت میں خوب ترقی دی تھی ﴿۱۳﴾ اور ہم نے ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا (یہ اس وقت ہوا) جس وقت وہ کھڑے ہوئے تو کہنے لگے: ہمارے رب تو آسمان و زمین کے رب ہیں، ہم تو ہرگز اس کو چھوڑ کر کسی اور معبود کی عبادت نہیں کریں گے، اگر ہم ایسا کریں گے تو ہم عقل سے دور کی (لغو) بات کہیں گے۔

دینی بہنو! گھریلو زندگی میں جب دلوں میں جوڑ آتا ہے تو گھر جنت کا نمونہ بنتا ہے اور اگر دلوں میں جوڑ نہیں ہوتا تو عالیشان بنگلہ ہونے کے باوجود گھر جہنم کا ٹکڑا ہوتا ہے۔

تنظیموں اور کمیٹیوں کے لیے بھی دلوں میں جوڑ ضروری ہے

آپ دنیا میں تجربہ کر لو، اسی طرح تنظیموں اور کمیٹیوں میں بھی یہی حال ہے کہ

اگر آپس میں دلوں میں جوڑ ہوگا تو کام چلے گا اور دلوں میں توڑ ہوگا تو کام کبھی بھی نہیں چل سکتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ پر اللہ تعالیٰ کے خصوصی انعامات

اِس موقع پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی انعامات:

① موسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ کی چھاتی کو قبول کرلیا، اس سے خود والدہ اور وہاں موجود لوگوں کو خوشی ہوئی۔ ② اللہ کا وعدہ مکمل ہوا: بیٹا گود میں آ گیا۔

③ جس فرعون کا ڈر تھا اسی کے گھر میں امن سے زندگی گزار رہے ہیں۔

④ موسیٰ علیہ السلام فرعون کے تخت پر کھیلتے، بچھونے پر لیٹتے اور فرعون کی سواریوں کو استعمال کرتے۔ ⑤ فرعون کی طرف سے روزانہ وظیفہ بھی مل رہا ہے۔

فرعون کے محل میں رہ کر دودھ پلانے پر آسیہ کا اصرار

میری دینی بہنو! فرعون اور آسیہ نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو بہت اصرار کیا کہ ہم تم کو الگ کمرہ دے دیتے ہیں، تم یہاں رہ کر بچے کو دودھ پلاؤ؛ اس لیے کہ آسیہ کے دل میں بچے کی محبت بہت تھی، وہ نہیں چاہتی تھی کہ یہ بچہ میری نظر سے ہٹ جائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے دیکھا کہ موقع اچھا ہے، فرعون اور آسیہ کی غرض ہے؛ اس لیے کہ یہ بچہ میرے سوا کسی کا دودھ نہیں پیتا ہے، جو شرط لگانا ہو وہ منظور کروالو، تو ان کی والدہ نے کہا کہ: میں شاہی محل میں نہیں رہوں گی، میں تو اپنے گھر پر رہ کر ہی اس بچے کو دودھ پلاؤں گی۔

چناں چہ آسیہ نے کہا کہ: ٹھیک ہے؛ لیکن میرے پاس اس بچے کو بھیجتے رہنا؛ تا کہ اس کو دیکھ کر اپنا دل ٹھنڈا کروں اور میرے ذہن کو سکون ملے۔

تم کو روزانہ دودھ پلانے پر اجرت کے طور پر ایک دینار ملے گا۔

آپ ﷺ نے حدیث میں عجیب بات ارشاد فرمائی

موسیٰ علیہ السلام کی ماں اپنے ہی بچے کو دودھ پلا رہی ہے اور روزانہ سونے کا ایک سکہ کما رہی ہے، اس پر حدیث میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے عجیب بات ارشاد فرمائی کہ:

مثل الذين يغزون من امتي ويأخذون الجُعْلَ مثل ام موسىٰ ترضع ولدها وتأخذ أجرها. ()

ترجمہ: میری امت میں جو اللہ کے راستے میں جاتے ہیں اور غنیمت کا مال کماتے ہیں ان کی مثال موسیٰ کی ماں جیسی ہے، جو اپنے بچے کو دودھ پلاتی ہے اور اس کی اجرت بھی پاتی ہے۔

دین کی برکت سے اللہ آخرت کی نعمتیں تو دیں گے ہی؛ لیکن دنیا کی بھی بے شمار نعمتیں اللہ عطا فرمائیں گے۔

پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دودھ پینے کا زمانہ پورا ہو گیا تو آسیہ نے کہلوایا کہ بچہ مجھے سونپ دو، ابھی تک یہ ظاہر نہیں ہوا تھا کہ یہ موسیٰ کی سگی ماں ہے؛ بلکہ پورے مصر میں یہ شہرت تھی کہ یہ بچہ آسیہ اور فرعون کا ہے، اس سے بھی موسیٰ کی ماں کا غم زیادہ ہو گیا کہ بچہ میرا اور لوگ نام لیوے کہ یہ فرعون اور آسیہ کا بچہ ہے، ایک ماں یہ کیسے گوارہ کر سکتی ہے؟

دودھ کی مدت پوری ہونے کے بعد شاہی محل میں واپسی

آسیہ نے پورے شہر میں یہ اعلان کروایا کہ: میرا بچہ جو دودھ پینے کے لیے دایا کے یہاں تھا وہ آج میرے محل میں آرہا ہے تو دایا کے گھر سے میرے محل تک جس گلی اور محلے سے یہ گزرے تو اس کا اکرام اور استقبال کرو، یہ شہزادہ ہے۔

جب یہ اعلان ہوا تو پوری قوم کے لوگ راستے پر نکل کر اس کو تحفے دے رہے ہیں اور استقبال کر رہے ہیں، پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ پھر سے موسیٰ علیہ السلام شاہی محل میں پہنچا دیے گئے۔

خلاصہ

اللہ نے جو وعدہ فرمایا تھا وہ پورا ہوا، آگے چل کر اللہ نے اس بچے کو نبی بھی بنا دیا۔

موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے پورے واقعے میں وہی کام کر کے دکھایا جس کا اللہ نے حکم دیا تھا اور اس کی برکت سے بیٹے کی حفاظت جیسی عجیب نعمت نصیب ہوئی۔

نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے توکل کیا، ناپسندیدہ چیز کو دور کرنے میں توکل کو بڑا دخل ہے۔

آج کے حالات میں یہ واقعہ ہمارے لیے بہت بڑا سبق اور نمونہ ہے۔

اللہ ہم سب کو اس کی ذات سے تعلق عطا فرمائے، اپنا یقین عطا فرمائے، آج کے حالات یقیناً بڑے خطرناک ہیں، پوری دنیا کا ماحول اس وقت ایسا ہے کہ امت کے بڑے تو بڑے؛ بچوں کی جان بھی خطرے میں ہے، ایسے حالات میں ہماری

حفاظت وہی اللہ کریں گے جس نے موسیٰ کی دریائے نیل میں اور فرعون کے دربار میں حفاظت فرمائی، بس ضرورت ہے دینی بہنو! اللہ سے تعلق مضبوط کرو، خدا کے سامنے رونے والیاں بن جاؤ، موسیٰ کی ماں کے دل میں جو بے چینی تھی اللہ ہمیں گناہوں پر ایسی بے چینی عطا فرماوے، بے چینی، رونا اور معافی مانگنا اس سے اللہ کی مدد آئے گی، دل میں اللہ کی محبت پیدا کرو اور اللہ سے مانگنے والیاں بنو، اللہ حالات کو ٹھیک کر دیں گے۔

آج بھی کعبہ کو صنم خانے سے پاسباں مل سکتے ہیں ؛مگر!!!

اِس مجلس کی ایک آخری بات عرض کر دوں: تاتاری قوم جنھوں نے مسلمانوں پر ظلم کیا، لاکھوں مسلمانوں کو قتل کیا، اس قوم نے بغداد میں ایسے ظلم کیے کہ بغداد کی ندیوں پر مسلمانوں کی لاشوں سے پل بنے، کیا بات تھی کہ وہ پوری تاتاری قوم ایمان لے آئی، اس پر علامہ اقبالؒ نے ایک شعر کہا ہے کہ:

ہے عیاں یورش تاتار کے فسانے سے	مل گئے پاسباں کعبے کو صنم خانے سے

اللہ تعالیٰ نے بت کدے میں سے کعبہ کے محافظ پیدا فرما دیے۔

میرے بھائیو! یہ حالات اللہ آج بھی لا سکتے ہیں، شرط یہ ہے کہ ہم سچے پکے اللہ والے بن جائیں، اللہ کے سامنے انابت کرنے والے بن جائیں، اللہ تعالیٰ ہم کو اس کی توفیق اور سعادت عطا فرمائے، آمین۔

وأخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیوی

حضرت صفورا رضی اللہ عنہا کا واقعہ

اور آپ علیہ السلام کا مدین کا سفر

مختصر تعارف

نام: صفورا، یا صفوریا، یا صفورہ۔ (جلالین سورۂ طہ)

وطن: مدین۔

والد: مدین کے بڑے بزرگ کی آپ صاحب زادی ہیں۔

بہت سے حضرات کی رائے یہ ہے کہ آپ حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی ہیں۔

اوصاف: شادی سے پہلے بھی عفیفہ، پاکدامن، حیا شرم والی تھیں، آپ کی چال کی خود باری تعالیٰ نے قرآن میں شہادت دی ہے۔

والد کے بڑھاپے کی وجہ سے گھر میں بکریوں کی خدمت کیا کرتی تھیں۔

ان کی بہن کا نام ''شرقا'' (ابن ابی شیبہ ۱۱/۵۳۰) یا ''لِیّا'' تھا (السیوطی الی ابن المنذر) دوسری روایت میں بڑی بہن کا نام ''صبورا'' تھا، اور چھوٹی بہن کا نام ''عبرا'' تھا۔ (تفسیر مقاتل ابن سلیمان) ایک دوسری روایت میں ہے کہ ان کا نام ''شرفا'' تھا۔ (ابن جریر ۱۸/۲۲۲، ابن ابی حاتم ۹/۲۹۶۹)

دونوں جڑواں تھیں، صفورا یا صبورا آدھا دن بڑی تھیں۔ (موسوعہ التفسیر الماثور) یعنی جڑواں پیدا ہوئی ہوں گی؛ اس لیے صبح میں ایک کی ولادت اور دوپہر میں دوسری کی ولادت ہوئی ہوگی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا،مَنْ یَّھدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھدُ اَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ شَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ،صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَ اَھلِ بَیْتِہٖ وَاَھلِ طَاعَتِہٖ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً

اَمَّا بَعْدُ!فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۲۲﴾ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ۬ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ؕ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ ٚ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ﴿۲۳﴾ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ﴿۲۴﴾ فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ ۫ قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ؕ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ۫ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۵﴾ (القصص)

ترجمہ:اور جب ان (موسیٰ علیہ السلام) نے مدین کی جانب رخ کیا تو (موسیٰ علیہ السلام نے دعا میں) کہا:امید ہے کہ میرے رب مجھے سیدھے راستے پر لے جاویں گے ﴿۲۲﴾ اور جب وہ (موسیٰ علیہ السلام) مدین کے کنویں پر پہنچے تو لوگوں کے ایک مجمع کو دیکھا کہ (کنویں سے پانی کھینچ کر اپنے جانورروں) کو پانی پلارہے ہیں اوران (پانی پلانے

والے لوگوں میں) سے ایک طرف دو عورتوں کو دیکھا جو اپنے جانوروں کو روکے ہوئے کھڑی تھی ،تو ان (موسیٰ علیہ السلام) نے ان دونوں (عورتوں) سے پوچھا کہ: تمھارا کیا حال ہے؟ ان دونوں (عورتوں) نے جواب دیا: جب تک (یہ) چرواہے (اپنے جانور پانی پلاکر) واپس نہ لے جاویں ہم (اپنے جانوروں کو اس وقت تک) پانی نہیں پلا سکتیں اور ہمارے ابا تو بہت بوڑھے ہیں ﴿۲۳﴾ چنانچہ (یہ سن کر) ان (موسیٰ علیہ السلام) نے ان دونوں (عورتوں) کے (جانور) کو پانی پلا دیا، پھر وہاں سے ہٹ کر وہ (موسیٰ علیہ السلام) ایک سایے کی جگہ میں چلے گئے اور دعا میں کہنے لگے: اے میرے رب! تو میرے لیے جو نعمت بھی اتارے (بھیجے) میں اس کا محتاج ہوں ﴿۲۴﴾ سو تھوڑی دیر کے بعد ان دو (لڑکیوں) میں سے ایک (لڑکی) شرم وحیا سے چلتی ہوئی (موسیٰ علیہ السلام کے پاس) آئی، وہ (لڑکی) کہنے لگی: میرے ابا تم کو بلا رہے ہیں؛ تا کہ تم نے جو ہمارے لیے (جانوروں) کو پانی پلایا اس کا انعام دیویں، سو جب وہ (موسیٰ علیہ السلام) اس (لڑکی کے ابا) کے پاس پہنچے اور ان کے سامنے تمام حالات بیان کیے تو اس (لڑکی کے ابا) نے کہا کہ: تم (اب) ڈرو مت، تم ظالم لوگوں سے بچ کر آئے ہو ﴿۲۵﴾

آپ کے سامنے یہ قرآن کریم کے بیسویں پارے کی آیات تلاوت کی ہے، اس میں ایک ذکر کیا گیا ہے، وہ واقعہ میں آپ کو سناتا ہوں، اللہ کرے یہ واقعہ میرے اور آپ کے لیے ہدایت اور خیر کا ذریعہ بنے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ ہمارے لیے ایک سبق

یہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہے، ایک خاص ضرورت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام

کو مصر چھوڑ کر جانا پڑا تھا اور اس سفر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شادی ہوئی تھی، ان کا عجیب قصہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمایا ہے، جس میں ہماری بہنوں کے لیے بہت بڑی نصیحت اور فائدے کی باتیں ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر میں پیدا ہوئے، مصر میں ہی جوانی کے ایام گذرے، فرعون کے محل میں رہتے تھے، فرعون کی بیوی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بہت محبت رکھتی تھی اور یہ اللہ کی طرف سے دی ہوئی پاکیزہ محبت تھی، فرعون کی بیوی کو اولاد نہیں تھی؛ اس لیے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے بیٹے کی طرح سمجھتی تھی، یہ بھی خدا تعالیٰ کی عجیب شان ہے، بہت سے مال دار اولاد کے نہ ہونے کی وجہ سے پریشان رہتے ہیں اور بہت سے غریب اولاد کو سنبھالنے کے لیے پریشان رہتے ہیں۔

مظلوموں کی مدد کرنی چاہیے

ایک روز کا واقعہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خاندان بنی اسرائیل کے ایک آدمی کو فرعون کے خاندان کے ایک آدمی کے ساتھ دیکھا کہ وہ دونوں لڑائی کر رہے ہیں تو موسیٰ علیہ السلام اپنے خاندان بنی اسرائیل کے مظلوم آدمی کی مدد کے لیے تشریف لے گئے، فرعون اور فرعونی لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خاندان بنی اسرائیل کے لوگوں کو نچلی ذات کا سمجھتے تھے، ان کے ساتھ ظالمانہ سلوک کرتے تھے، فرعونی آدمی اسرائیلی آدمی کو مار رہا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسرائیلی آدمی کی مدد کے لیے فرعونی آدمی کو زور سے ایک تھپڑ مارا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے طمانچے سے وہ فرعونی آدمی اسی جگہ مر گیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کو مارنا اور قتل کرنا نہیں چاہتے تھے؛ لیکن ایک ہی تھپڑ میں اس

آدمی کی موت واقع ہوگئی، جہاں یہ واقعہ ہوا وہاں کوئی اور آدمی نہ تھا؛ اس لیے بات راز میں رہی کہ فرعونی آدمی کا قتل کس نے کیا؟ فرعون کو شکایت بھی پہنچی؛ لیکن اس نے کہہ دیا کہ: قاتل کون ہے اس کے لیے ثبوت پیش کرو، سزا کی بات تب ہوگی۔

دوسرے دن پھر اسی طرح اس کل والے اسرائیلی آدمی کا دوسرے کافر فرعونی آدمی سے جھگڑا ہو رہا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام مدد کے لیے گئے اور اس اسرائیلی کو بھی دھمکایا کہ: تو روزانہ کسی نہ کسی کے ساتھ لڑتا رہتا ہے تو اس اسرائیلی کی زبان سے ڈر کے مارے راز کی بات نکل گئی (جس کا تفصیلی واقعہ قرآن مجید میں موجود ہے) اور اس کافر نے بات فرعون تک پہنچا دی، فرعون کو معلوم ہوگیا کہ یہ قتل موسیٰ علیہ السلام نے کیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مصر سے مدین کی طرف روانگی

فرعون نے اپنی پولیس کو بھیجا کہ جاؤ! موسیٰ کو پکڑ کر لے آؤ اور لا کر ان کو سولی (پھانسی) کی سزا دو، فرعون کے حکم سے پولیس حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پکڑنے کے لیے روانہ ہوئی، اس وقت فرعون کے دربار میں فرعون کے خاندان کا ایک آدمی۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دل سے چاہتا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے محبت رکھتا تھا، اس۔ نے دیکھا کہ ان کو پکڑنے کے لیے پولیس جا رہی ہے، ممکن ہے کہ پولیس عام شاہ راہ سے جا رہی ہو، وہ آدمی ڈرتا تھا کہ یہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پکڑ کر قتل کر دیں گے، وہ آدمی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خیر خواہ تھا، وہ گلی، کوچوں اور (Shortcut) راستے سے بھاگتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا اور جا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۰﴾ (القصص)

اے موسیٰ! فرعون کے دربار میں آپ کو قتل کرنے کا پلان بن رہا ہے، تم مصر چھوڑ کر چلے جاؤ، میں آپ کی بھلائی چاہتا ہوں، اگر آپ مصر میں رہو گے تو فرعون آپ کو قتل کروا دے گا۔

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فوراً مصر چھوڑ کر روانہ ہو گئے اور دوسرے ملک میں چلے گئے: فَخَرَجَ مِنۡهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ ۫ قَالَ رَبِّ نَجِّنِىۡ مِنَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۲۱﴾

ترجمہ: سو وہ (موسیٰ علیہ السلام) اس (شہر) سے ڈرتے ڈرتے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے نکلے، انہوں (موسیٰ علیہ السلام) نے دعا میں کہا: اے میرے رب! مجھے ظالم لوگوں سے بچا لیجیے۔

اس دوسرے ملک کا نام ''مدین'' ہے، مدین مصر سے آٹھ دن کی مسافت پر تھا، لگاتار آٹھ دن سفر کرنے سے آدمی وہاں پہنچ سکتا تھا، اللہ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام روانہ ہو گئے، پورا سفر بالکل انجانا تھا، راستہ بھی انجانا اور جان کا بھی خطرہ تھا، سفر بھی اچانک ہوا؛ اس لیے کھانے، پینے کا کوئی سامان بھی نہیں تھا، کوئی راستہ بتانے والا بھی نہیں تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں دعا کی:

عَسٰى رَبِّىۡۤ اَنۡ يَّهۡدِيَنِىۡ سَوَآءَ السَّبِيۡلِ ﴿۲۲﴾ (القصص)

مجھے میرے رب پر یقین ہے کہ وہ مجھے سیدھا راستہ بتائے گا۔

دیکھو! اللہ کے نبی کو جب تکلیف آئی تو اللہ کی بارگاہ میں دعا کی۔

فرشتے کا رہبر بننا

میری دینی بہنو! جب نبی تکلیف کے وقت اللہ سے دعا کرے تو ہمیں بھی اللہ

سے دعا کرنا چاہیے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی، ایک فرشتہ انسانی شکل میں آیا اور اس نے مدین کے راستے کی رہبری کی۔ یہ انسان کو اللہ کی طرف سے دیا ہوا کمال ہے کہ فرشتہ اس کی رہبری کرے۔

سفرِ بامشقت

حضرت موسیٰ علیہ السلام پورے آٹھ دن چلتے رہے، پورے راستے میں درخت کے پتے چبانے پڑے، جس کی وجہ سے پاخانہ ہرے رنگ کا ہونے لگا، کھانے کا کوئی سامان نہ تھا، نبی کو تکلیف اٹھانی پڑی، اس سفر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ناخن تک گر گئے اور آٹھ دن لگاتار سفر کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین پہنچے۔

مدین شہر

مدین یہ مصر سے ایک الگ شہر تھا، یہاں فرعون کی حکومت نہیں تھی، بالکل نئی جگہ، انجانا شہر، کہاں جائے؟ کس کے گھر جائے؟ کس سے مدد مانگے؟ کوئی جان پہچان والا نہیں، کوئی رشتے دار نہیں، کوئی تعلق والے نہیں، بس اتنی بات تھی کہ یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جدِ امجد (Grand father) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خاندان کے لوگ رہتے تھے۔

کہتے ہیں کہ: یہ شہر مدین ''ابنِ ابراہیم'' کے نام سے موسوم ہے؛ کیوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خاندان، یہ حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خاندان ہے؛ لیکن وہ خاندانی رشتہ دار کون ہیں؟ ان کا کیا نام ہے؟ وہ کہاں رہتے ہیں؟ یہ سب حضرت موسیٰ علیہ السلام نہیں جانتے تھے۔

موسیٰ علیہ السلام کا دو بے سہارا عورتوں کی مدد کرنا

حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین شہر میں پہنچے، وہاں شہر کے باہر پانی کا ایک کنواں تھا اور ہماری بڑی عمر کی (Old) بہنیں، جو انڈیا میں رہ چکی ہیں، وہ جانتی ہیں کہ ہمارے یہاں پہلے زمانے میں ہر گاؤں میں گاؤں سے باہر پانی کی ایک جگہ ہوتی تھی، جہاں لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلاتے تھے، یہ گاؤں کے کنارے پر ایک جگہ ہوتی ہے، جس کو عربی میں فنائے بلد کہتے ہیں۔

اپنے مفاد کے لیے کمزوروں پر ظلم اور حق تلفی

حضرت موسیٰ علیہ السلام شہر کی فنا میں پہنچے، جہاں پر ایک کنواں تھا اور بہت سارے لوگ اپنے اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے تھے، اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں:

وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدۡيَنَ وَجَدَ عَلَيۡهِ أُمَّةً مِّنَ ٱلنَّاسِ يَسۡقُونَ.

ترجمہ: اور جب وہ (موسیٰ علیہ السلام) مدین کے کنویں پر پہنچے تو لوگوں کے ایک مجمع کو دیکھا کہ (کنویں سے پانی کھینچ کر اپنے جانوروں) کو پانی پلا رہے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ شہر میں جانور پالنے والے لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلانے آئے ہیں، پانی پلانے والے سب مرد تھے اور یہ سب پانی پلانے والے بڑے بخیل، کنجوس قسم کے لوگ رہے ہوں گے، ان کی عادت تھی کہ جب اپنے جانوروں کو پانی پلا کر فارغ ہو جاتے تھے، اس کے بعد کنویں پر بڑی بھاری چٹان یا بڑا بھاری پتھر رکھ دیتے تھے؛ تاکہ ان کے علاوہ کوئی دوسرا شخص پانی نہ پلا سکے اور یہ پتھر اتنا بڑا ہوتا تھا کہ دس آدمی اس کو نہ اٹھا سکتے تھے۔

ایسے غرض پرست لوگ آج بھی دنیا میں رہتے ہیں، اللہ ان کے شر سے ہماری حفاظت فرمائے، بس ان کی غرض یہ ہوتی ہے کہ میں کھاؤں، پیوں، دوسرے بھوکے اور پیاسے رہے۔

خیر! یہ سب جانوروں کے مالک وہاں کنویں پر جمع ہیں اور اپنے جانوروں کو سیراب کررہے ہیں۔

مدین کے کنویں کے قریب دو باحیا لڑکیاں

حضرت موسیٰ علیہ السلام آٹھ دن کے تھکے ہوئے، درخت کے پتے چبا چبا کر سفر کیا ہے، بھوک بھی لگی ہوئی ہے، بالکل نیا شہر ہے، کنویں پر چرواہوں کی بھیڑ ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ سب منظر دیکھ رہے ہیں، اچانک ان کی نظر دو لڑکیوں پر پڑی، وہ دونوں بہنیں تھیں جو دور کھڑی ہوئی تھیں، اللہ کا فرمان ہے:

وَوَجَدَ مِنۡ دُوۡنِهِمُ امۡرَاَتَيۡنِ تَذُوۡدٰنِ. (القصص)

ترجمہ: اور ان (پانی پلانے والے لوگوں میں) سے ایک طرف دو عورتوں کو دیکھا جو اپنے جانوروں کو روکے ہوئے کھڑی تھیں۔

اللہ اکبر! یہ دونوں لڑکیاں جوان تھیں، ان دونوں کے پاس جانور تھے؛ لیکن یہ دونوں دور کھڑی ہو کر انتظار کر رہی تھیں، اپنے جانوروں کو پانی پلانے کے لیے ان مردوں کے قریب بھی نہیں آرہی تھیں۔

انبیاءؑ اپنی امت کے لیے دنیوی بھلائی کی بھی فکر کرتے ہیں

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ دیکھ کر بہت تکلیف ہوئی ہوگی اور تعجب بھی ہوا ہوگا،

آپ ان دونوں کے پاس گئے۔

ایسی ضرورت کے وقت بھی اللہ کے نیک بندے شرم سے اپنا سر نیچا کر کے پوچھتے ہیں اور بقدرِ ضرورت بات کرتے ہیں، ہمارے دین نے ہم کو یہ سکھایا ہے کہ جب کسی عورت کو کسی تکلیف میں دیکھو تو بات کرنا جائز ہے، ان کو کسی تکلیف میں دیکھے تو ان کی مدد کے لیے حال پوچھ کر حتی الامکان مدد کرنی چاہیے؛ لیکن فتنہ وجود میں نہ آئے اس کا خاص خیال رہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سوال کیا کہ: مَا خَطْبُكُمَا؟

تمھارا کیا حال ہے؟ کیوں تم دونوں دور کھڑی ہو؟ تم پانی نہیں پلاتی ہو؟

معلوم ہوا کہ اللہ کے نبی جیسے اپنی امت کے لیے دین کی فکر کرتے ہیں، ویسے ہی دنیا کی ضرورت کی بھی فکر کرتے ہیں، امت کے لیے، انسانیت کے لیے دینی خیر خواہی کے ساتھ دنیوی بھلائی کی فکر کرنا بھی نبیوں کی مبارک سنت ہے۔

اس سلسلے میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان دونوں عورتوں سے خود پوچھا کہ: یہاں کوئی اور کنواں ہے؟ اس لیے کہ سامنے والے کنویں پر بھیڑ تھی، تو انھوں نے بتلایا کہ: ایک اور کنواں ہے؛ مگر اس کے منہ پر ایک بہت بھاری پتھر رکھا ہوا ہے جسے اٹھانا آسان نہیں ہے، تب حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں گئے اور اس پتھر کو اٹھا کر بکریوں کو پانی پلایا۔

آپ ﷺ بے سہاروں کی مدد فرماتے تھے

خود ہمارے آقا تاجدارِ مدینہ حضرت محمد ﷺ مکہ اور مدینہ میں جو عورتیں

بے سہارا ہوتی تھیں، ان کی خدمت کرتے، پانی بھر لاتے اور دوسرا بھی بہت سارا کام کردیا کرتے تھے۔

ضعیفوں کی خدمت نجات کا ذریعہ ہے

میری دینی بہنو! ایسے غریب اور کمزور اور بے سہاروں کی خدمت کا جذبہ پیدا کرو، چاہے ہم ان کو جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں، ان شاء اللہ! آپ کی یہ خدمت دنیا اور آخرت میں کام آئے گی اور جنت میں لے جانے کا ذریعہ بنے گی، دنیا میں راحت کا ذریعہ بنے گی، علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

تمنا دردِ دل کی ہے، تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

یعنی اگر تمنا ہے تو غریبوں کی، فقیروں کی، بیماروں کی خدمت کرو، یہ قیمتی گوہر، قیمتی موتی مال داروں اور بادشاہوں کے خزانوں میں نہیں ملے گا، اسی طرح یہ بھی ذہن میں رکھو کہ اگر آپ کے گھر میں ضعیف ماں باپ، ساس خسر وغیرہ ہوں تو ان کی خدمت کرو، ان شاء اللہ! آپ کی یہ خدمت دنیا اور آخرت میں نجات کا ذریعہ بنے گی۔

خسر کی خدمت کا عجیب واقعہ

میرے ایک بزرگ ہمارے جامعہ ڈابھیل کے ناظمِ کتب خانہ حضرت مولانا موسیٰ صاحب بھڑکودروی دامت برکاتہم ہیں، ان کی اہلیہ کو ہم لوگ ''خالہ جان'' کہتے ہیں، ان کے گھر کا قصہ ہے، مولانا کے والد کوئی خاص مال دار آدمی نہیں تھے، ان کا

گذران ٹھیک ٹھاک چلتا تھا، کسی موقع پر قرض کی ضرورت پیش آئی تو خود مولانا کی اہلیہ نے کچھ بچت اور مہر وغیرہ کی جمع رقم میں سے قرض دیا اور طویل عرصہ گذرا؛ لیکن وہ خسر قرض کی رقم بہو کو لوٹا نہ سکے۔

جب وہ خسر بیمار ہوئے اور زندگی سے مایوس ہونے لگے تو اپنی بہو کو کہا کہ: بیٹی! جو رقم تو نے مجھے دی تھی، میرے پاس اس رقم کے ادا کرنے کی طاقت نہیں ہے، میں بوڑھا ہو گیا ہوں، زندگی کی اب امید بھی نہیں، کمانے کی طاقت بھی نہیں، کیا کروں؟

ان کی بہو نے اپنے خسر کو کہا کہ: اے میرے ابا! میں نے جو پیسے آپ کو قرض دیے تھے، میں اس کو معاف کرتی ہوں؛ یعنی آپ سے واپس نہیں لینا چاہتی ہوں، وہ قرض آپ کے لیے ہدیہ ہے۔

ان کے خسر نے جب یہ سنا تو ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، ایک بہو ہو کر یہ جذبہ رکھتی ہے، وہ مغرب کا وقت تھا، بوڑھے خسر نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور اللہ سے اپنی بہو کے لیے دعا کی، چند دنوں کے بعد مولانا کے والد صاحب کا انتقال ہو گیا، اللہ نے ان کی دعا کی برکت سے اس بہو کو اتنا نوازا کہ وہ اور ان کے شوہر (مولانا) اور ان کے چار بچے آج دنیوی اعتبار سے بھی بڑے خوش حال ہیں، دین داری بھی اتنی ہے کہ ان کے تمام بچے حافظ، عالم اور قاری بن گئے۔

میری دینی بہنو! کسی کی دعا کب لگ جائے، ہم نہیں کہہ سکتے؛ اس لیے گھر میں بوڑھے ماں باپ، اپنی ساس اور خسر وغیرہ کی خدمت کر لیا کرو، ان کے دل کی دعا ہماری دنیا اور آخرت دونوں بنا دے گی۔

بھیڑ بھاڑ کے موقع پر ان دونوں عورتوں کا پاکیزہ طرزِ عمل

میری دینی بہنو! حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ دو لڑکیاں اپنی بکریوں کو لے کر ایک جگہ کھڑی تھیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سوال کرنے پر جواب دیا:

قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ﴿٢٣﴾

ترجمہ: ان دونوں نے جواب دیا: جب تک (یہ) چرواہے (اپنے جانور پانی پلا کر) واپس نہ لے جاویں ہم (اپنے جانوروں کو اس وقت تک) پانی نہیں پلا سکتیں اور ہمارے ابا تو بہت بوڑھے ہیں۔

ان دونوں نے جواب دیا جس کا حاصل یہ تھا کہ وہاں کنویں پر مردوں کی بہت بھیڑ ہے، ہم اس میں جانا نہیں چاہتیں، ہم مردوں کے اختلاط سے بچنے کے لیے دور رہتی ہیں، جب یہ لوگ فارغ ہو کر چلے جائیں گے، تب ہم اپنے جانوروں کو پانی پلائیں گے۔

اللہ اکبر! ان کا یہ جواب ہمارے واسطے ایک سبق ہے، کیسی نیک اور کیسی پاک سوچ والی یہ لڑکیاں تھیں اور کیسا ان کا پاکیزہ طرزِ عمل تھا!!!

بے پردگی کی نحوست

اس لیے میری دینی بہنو! جہاں مردوں کا مجمع ہو، وہاں سے اپنے آپ کو دور رکھو، بازار وغیرہ جہاں بھی مردوں کا مجمع ہو وہاں مت جاؤ، اگر آپ جاؤ گی تو آپ کے بدن کے ساتھ مرد قصداً اپنا بدن مس (Touch) کریں گے، تم بھی حرام کام اور گناہ میں پڑو گی اور مردوں کو بھی حرام میں مبتلا کرو گی، خاص کر شادی کے موقع پر، کھانے کی

دعوتوں کے موقع پر اور جہاں پر مردوں کا آنا جانا ہوا کرتا ہے، جہاں مردوں اور عورتوں کی بھیڑ ہوتی ہے، ایسے مجمع سے اپنے آپ کو دور رکھنا چاہیے، آج گناہ اور برائیاں جنم لے رہی ہیں، اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ مرد اور عورت کا آپس میں اختلاط ہو رہا ہے جس کی وجہ سے حرام کام سامنے آتے ہیں۔

آج کی شادیاں انتخابی میلے

میری بہنو! جن شادیوں میں پردے کا انتظام نہ ہو، ایسی شادیوں میں بھی ہرگز نہ جاؤ، آج کی شادیاں بے پردگی، عریانیت، بدن کی نمائش، حسن کی نمائش کے میلے بن رہی ہیں، مرد اور عورتوں کا بے پردہ آزادانہ میل میلاپ ہوتا ہے، ہنسی مذاق ہوتی ہے؛ بلکہ جوان لڑکے اور لڑکیاں بن ٹھن کر شادیوں میں شریک ہوتی ہیں اور ان کے لیے تو نئے حرام تعلقات کی ابتدا کے مواقع فراہم ہوتے ہیں، شادیاں گویا کہ انتخابی میلے (Selection Function) بنتی جارہی ہیں، بہت سے والدین اپنی جوان لڑکیوں کو بالقصد سجا کر بھیجتے ہیں کہ کوئی لڑکا اس کو دیکھ لے اور پسند کرلے۔

کالجوں میں ہونے والی خرابیاں

اسی طرح اپنی جوان لڑکیوں کو سمجھا دو، جو اسکولوں میں پڑھتی ہیں کہ جوان لڑکوں کے ساتھ کلاس میں نہ بیٹھیں، نہ ان کے ساتھ کھڑی رہیں، نہ ان سے بات چیت کریں، اسکول، کالج آج تعلیم کے بجائے فحاشی وعریانیت کے مرکز بن رہے ہیں، حرام تعلقات آج اسکول وکالج میں عام ہیں؛ بلکہ جو لڑکا اور لڑکی اس میں ملوث نہ ہو ان کو پرانے خیال کا (Backward) سمجھ کر ان کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مرد وعورت کا غیر شرعی اختلاط یہ وہ گناہ ہے جس نے حیا اور شرم کو ختم کر دیا ہے، اسلام کی پاکیزگی اور عفت کی روح کو مٹا دیا ہے اور زمین پر حرام کام اسی کی وجہ سے سامنے آرہے ہیں؛ اس لیے عورتوں کا اس طرح غیر شرعی طریقے سے پرائے مردوں کے پاس جانا، ان سے بات چیت کرنا، ان کے قریب جانا، یہ سب بڑے گناہ میں داخل ہے۔

مدین کی ان دو بہنوں کی مجبوری

میں عرض یہ کر رہا تھا کہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مدین شہر پہنچے تو دیکھا کہ یہ دونوں لڑکیاں پانی پلانے آئی تھیں؛ لیکن اب اس موقع پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے اور آپ کو بھی شاید یہ سوال ذہن میں آیا ہوگا کہ دونوں لڑکیاں یہاں پانی پلانے کیوں آئیں؟ اپنے گھر سے کسی مرد کو بھیج دیتیں، اس کا جواب اس آیت میں ہے:

قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ ۫ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ﴿۲۳﴾

ترجمہ: ان دونوں نے جواب دیا: جب تک (یہ) چرواہے (اپنے جانور پانی پلا کر) واپس نہ لے جاویں ہم (اپنے جانوروں کو اس وقت تک) پانی نہیں پلا سکتیں اور ہمارے ابا تو بہت بوڑھے ہیں۔

یعنی ہمارے ابا جان بہت ہی بوڑھے ہیں، کمزور ہیں اور شاید کوئی مرد خادم میسر نہ ہو کہ جو ان کی بکریوں کو پانی پلانے لے جاوے؛ اس لیے مجبوری میں پانی پلانے کے لیے ان کو خود آنا پڑتا ہو، ممکن ہے کہ آمدنی کے لیے بکریوں کو پالا ہو، اس کے دودھ سے گذران ہوتا ہو، ایسے بھی بکریاں پالنا حضراتِ انبیا علیہم السلام کی سنت رہی ہے،

خود حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے بکریاں چرائی ہے۔

ایک مہلک چیز عورتوں کا ملازمت (Job) کرنا

میری دینی بہنو! اس واقعہ سے ہمیں سبق سیکھنے کو ملا کہ بغیر کسی مجبوری کے عورتوں کا دکانوں وغیرہ پر جانا شریعت کی نظر میں مناسب نہیں ہے، قدیم زمانے میں بھی شریف خاندانوں میں یہ بات معیوب سمجھی جاتی تھی کہ عورتیں کمانے کے لیے گھر سے باہر جائیں، خود عورتوں کی طبعی شرافت بھی اس بات کو گوارا نہ کرتی تھی۔

یہاں کا حال مجھے معلوم نہیں ہے، میں نے تو یہاں کا مارکیٹ بھی نہیں دیکھا، باقی انگلینڈ، کینیڈا، افریقہ وغیرہ کا حال یہ ہے کہ عورتیں بھی نوکری اور دکان پر جاتی ہیں اور لالچ تو یہی ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ آمدنی ہو، مال زیادہ جمع ہو۔

میری دینی بہنو! یاد رکھو، تمھارا دکانوں میں ملازمت کرنا یا دکان چلانا بہت خطرناک ہے، کتنے گاہک ایسے ہیں جو محض عورتوں کی وجہ سے دکان پر آتے ہیں، ویسے بھی تجربہ کرلو! جہاں دکان پر دو کھڑے ہوتے ہیں، ایک مرد اور دوسری عورت تو دیکھنے میں یہ آتا ہے کہ جو عورتیں خریدار بن کر آتی ہیں وہ مرد کے پاس اور جو مرد خریدار بن کر آتے ہیں وہ عورت کے پاس جاتے ہیں اور خرید و فروخت کے دوران بات چیت، ہنسی مذاق وغیرہ کا سلسلہ ہوتا ہے، اس سے بھی حرام تعلقات وجود میں آتے ہیں۔

بلکہ بہت سے دکان دار، آفس والے قصداً جوان لڑکیوں کو کام پر رکھتے ہیں؛ تاکہ خود دکان کے مالکوں کے لیے تسکین کا سامان بنے اور گاہک بھی کھینچ کھینچ کر آئے، میں کہتا ہوں ایسی عورتیں دکان پر سامان نہیں؛ بلکہ اپنی عزت بیچ رہی ہیں، پرائے مرد

گاہک بن کر تم کو دیکھنے کے شوق سے آئیں گے، وہ کوئی چیز خرید نے نہیں؛ بلکہ تمھاری عزت خرید نے آئیں گے، وہ تمھارے پاک صاف چہروں پر ناپاک نگاہیں ڈالنے آئیں گے؛ اس لیے تمھارا دکانوں پر بیٹھنا، کاؤنٹر پر رہنا، جہاں پرائے مرد آتے ہوں، شریعت کی نگاہ میں اچھا نہیں ہے۔

مدین کی ان دونوں بہنوں نے یہ بات ہم کو سمجھا دی کہ ہمارے ابا جان بوڑھے ہیں، اس مجبوری کی وجہ سے ہم کو باہر آنا پڑتا ہے، اللہ ہماری بہنوں کو یہ بات سمجھا دے کہ اس طرح گھر سے باہر بلا کسی مجبوری کے جانا فتنوں سے بھرا ہوا ہے؛ اس لیے اس سے بچنا ہی چاہیے۔

عورتیں ہوں تو ایسی!

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ یہ دونوں مجبور ہیں، پریشان ہیں، کمزور ہیں تو فوری طور پر اللہ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں خدمت کا جذبہ پیدا ہوا، آگے بڑھے اور عجیب خدمت انجام دی، شہر کے بکریاں چرانے والے اپنے اپنے جانوروں کو پانی پلا کر چلے گئے تھے اور اس کنویں پر اتنا بھاری پتھر رکھ دیا تھا کہ دس آدمیوں سے مل کر ہٹانا مشکل ہوتا تھا، وہ چرواہے ایسی گندی سوچ کے تھے، غرض پرست تھے کہ ہمارے سوا کوئی اس کنویں سے پانی نہ لیویں، اس بھاری پتھر کو یہ دونوں بہنیں کیسے ہٹا سکتی تھیں، وہ تو خود بڑا ڈول کھینچنے کی بھی طاقت نہیں رکھتی تھیں، ان دونوں کا حال یہ تھا کہ جب وہ چرواہے پانی پلا کر چلے جاتے تھے، اس کے بعد کنویں کے آس پاس گرا ہوا پانی اپنی بکریوں کو پلا کر چلی جاتی تھیں۔

کتنی باحیا لڑکیاں تھیں کہ وہ ان چرانے والوں کو یہ بھی نہیں کہتی تھیں کہ ہماری بکریوں کو پانی پلادو، وہ جانتی تھیں کہ اس طرح انجانے مرد کو ہم مدد کے لیے درخواست کریں گے تو وہ بھی گناہ کا ذریعہ بن سکتا ہے؛ دیکھو! عورتیں ہوں تو ایسی ہوں۔

دل کو ہلا دینے والے دو واقعے

دینی بہنو! میں آپ کو دو قصے سناتا ہوں، اگر چہ ہیں تو ایسے ہی؛ لیکن ضرورت ہے کہ میں آپ کو بتاؤں، کیسے کیسے راستے سے شیطان صفت انسان تم کو پھنسا سکتا ہے، آپ کو امانت داری سے بتلادیتا ہوں کہ ہمارے بارڈولی شہر میں ایک فیملی دوسرے شہر سے رہنے کے لیے آئی، اس میں ایک نوجوان لڑکی بھی تھی جو پہلے دوسرے شہر کے کالج میں پڑھتی تھی، ہمارے شہر میں انھوں نے ایک مکان کرائے پر لیا، ان کے بازو میں ایک دوسرے مسلمان رہتے تھے، اس نئی فیملی کے لیے ہمارے شہر میں کوئی جان پہچان والا نہ تھا اور ان کی لڑکی کا یہاں کے کالج میں داخلہ کرانا تھا، آخر کار اس پڑوس والے گھر سے ان کا تعلق ہونے لگا اور اس پڑوسی کے گھر کا ایک نوجوان بھی کالج جاتا تھا، ان لوگوں نے ان سے کہا کہ: ہماری لڑکی کا اس کالج میں داخلہ کرانے میں مدد کرو، وہ نوجوان مدد کے لیے تیار ہوگیا۔

بس! اللہ ہمارے آج کے والیوں کو معاف فرمائے، کیسی بے احتیاطی کرتے ہیں؟ کیسے شریعت کی خلاف ورزی کرتے ہیں؟ اور اس کو برا بھی نہیں سمجھتے۔

اس نئی فیملی نے اپنی بیٹی کو پڑوس کے نوجوان کے ساتھ کالج میں داخلے کے لیے بھیجنا شروع کردیا اور داخلے کے وقت الگ الگ پیپرس (کاغذات کی کاروائی)

کے لیے ایک ہفتہ تک دونوں ساتھ میں آتے جاتے رہے، اس دوران میں ان دونوں میں ناجائز تعلق ہو گیا، آخر یہ حرام تعلقات (Love marriage) میں تبدیل ہو گئے۔

اس لیے میری دینی بہنو! بہت بچ کر رہو، کسی پرائے مرد سے مدد مانگنا بھی گناہ اور برائی کا ذریعہ بن سکتا ہے اور اپنی جوان لڑکی کو کسی پرائے مرد کے ساتھ جانے دینا، اس طرح اس کو آزاد چھوڑ دینا، پرائے کے ساتھ اس کو ملنے دینا، چاہے وہ پڑوس کا آدمی ہو، چاہے اپنا کوئی غیر محرم رشتے دار ہو، بہت بڑا گناہ کا کام ہے اور یہ چیز آگے بڑھ گئی تو پھر ہو سکتا ہے کہ بعد میں آپ کو خون کے آنسو رونا پڑے، اللہ حفاظت فرماویں، آمین۔

دوسرا واقعہ علاج ومعالجہ کی لائن سے فتنہ

دوسرا قصہ یہ ہے کہ ہمارے ایک دینی بھائی ہے، ان کی بیوی پردے میں رہنے والی تھی، وہ بیمار ہو گئی، ہسپتال میں داخل کی گئی، شادی بھی بالکل نئی نئی تھی، اولاد بھی نہیں تھی، وہ دینی بھائی اپنے دینی اور دنیوی ضروری کاموں کے لیے جاتے، اس وقت ان کی والدہ اس مریضہ بیوی کے پاس رہتی تھی، اسی ہسپتال میں ایک مسلم لیڈی ڈاکٹر بھی تھی، اس لیڈی ڈاکٹر کے بھائی کا ہسپتال میں آنا جانا تھا، اس لیڈی ڈاکٹر کے بھائی کے ساتھ دینی بھائی کی بیوی کی آنکھیں مل گئیں، آخر ایسا ہوا کہ شادی والی زندگی برباد ہو گئی اس طرح کہ ہسپتال سے آنے کے چند دن بعد اس دینی بھائی کی جوان بیوی اس لیڈی ڈاکٹر کے بھائی کے ساتھ بھاگ گئی جس کے نتیجے میں اس کو طلاق دی اور ان کی ازدواجی زندگی برباد ہو گئی۔

شریعتِ مطہرہ کا منشا یہ ہے کہ معالجہ میں بھی احتیاط سے کام لیا جائے، حتی

الامکان مسلمان نیک ڈاکٹر سے معالجہ کروائیں، شریعت کا منشائے مبارک تو یہاں تک ہے کہ کوئی عورت بیمار ہوتو پہلے نیک زنانہ (Lady) ڈاکٹر کو تلاش کیا جائے، اگر نہ ملے تو مجبوری کے درجے میں مرد ڈاکٹر کے پاس جاویں اور وہ بھی اپنے شوہر یا کسی محرم کو ساتھ لے کر جائیں۔

میری دینی بہنو! یہ بہت اہم نکتہ (Weak Points) آپ کو بتاتا ہوں کہ کہاں کہاں سے آج حرام تعلقات ہو رہے ہیں اور کیسے کیسے گناہ وجود میں آرہے ہیں؛ اس لیے اپنی جوان بہو، بیٹیوں کی خوب نگرانی رکھو، شریعت نے ہم کو بڑے اہم ضابطے اور قانون بتائے ہیں۔

پیغمبرانہ جذبۂ خدمت

بہرحال! حضرت موسیٰ علیہ السلام آگے بڑھے، پیغمبر کا فطری جذبۂ خدمت جوش میں آیا کہ تھکے ہوئے، بھوکے اور پیاسے ہیں اس کے باوجود غیرت آئی کہ میری موجودگی میں کمزور عورت ہمدردی سے محروم رہے؛ اس لیے قرآن کہتا ہے: فَسَقٰى لَهُمَا.

آپ نے پتھر ہٹایا اور وہ تو نبی تھے، طاقت والے تھے، دس آدمی نہ ہٹا سکے اتنا بھاری پتھر اکیلے موسیٰ علیہ السلام نے ہٹا دیا اور پانی نکال کر ان کی بکریوں کو پلا دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برکت کا ظہور

کہتے ہیں کہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صرف ایک ڈول پانی نکالا اور اس میں برکت کی دعا کی تو اتنی برکت ہوئی کہ تمام جانوروں کے لیے ایک ہی ڈول کافی ہو گیا، ایسے معجزات ہمارے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ظاہر ہوئے ہیں، پانی پلانے کے بعد

دونوں لڑکیاں اپنے گھر چلی گئیں۔

پاک دامنی کا عجیب نمونہ

ثُمَّ تَوَلّٰۤی اِلَی الظِّلِّ.

حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک درخت کے سایہ میں بیٹھ گئے، کہتے ہیں کہ: وہ ببول کا درخت تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی عجیب اور وہ دونوں لڑکیاں بھی عجیب، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کتنی بڑی خدمت کی کہ اتنا بڑا بھاری پتھر ہٹا کر ان کی بکریوں کو پانی پلایا؛ لیکن قربان جایئے ان لڑکیوں کی پاک دامنی پر، قرآنِ مجید کے اندازِ بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے نہ ہنسیں، نہ مسکرائیں، نہ شکریہ کے کلمات کہے، وہ دونوں جانتی تھیں کہ اگر ہم پرائے مرد کے سامنے ہنس کر یا مسکرا کر شکریہ کے کلمات بھی کہہ دیں تو یہ بھی گناہ کا ذریعہ بن جائے گا۔

مزید تعجب کی بات یہ کہ اس پردیسی آدمی کو پوچھا تک نہیں کہ تیرا نام کیا ہے؟ تو کون ہے؟ تیرا موبائل نمبر کیا ہے؟ بس کام ہوگیا، گھر کی طرف چلنے لگیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مثالی پاک دامنی

دوسری طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھیے! مسافر ہیں، آٹھ دن کے بھوکے پیاسے ہیں، شہر میں کوئی جاننے والا نہیں، اتنی بڑی خدمت کے بعد بھی ان لڑکیوں سے کوئی سوال نہیں کیا، یہ بھی نہیں کہ ان دونوں لڑکیوں کو پوچھتے کہ: تمھارا نام کیا ہے؟ تمھارے ابا کا نام کیا ہے؟ تمھارا محلہ اور تمھارا گھر کہاں ہے؟ تم مجھے تمھارا نمبر دو، میں تم

کو اپنا نمبر دوں، نہیں نہیں، نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان ٦ کو پوچھا، نہ لڑکیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا۔ اللہ اکبر! یہ دونوں لڑکیاں بھی کیسی پاک دامن، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی کیسے پاک دامن!!!

خدمت محض اللہ کے لیے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت کے جذبات کیسے تھے؟ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مفت میں خدمت کی اور یہ بھی نہ کہا کہ: میں پردیسی مسافر ہوں، بھوکا ہوں، اپنے گھر سے روٹی لاکر دو اور نہ یہ کہا کہ: تم مجھے اپنے گھر لے چلو۔

ہمارا عمل اخلاص سے بھرا ہوا ہو

میری دینی بہنو! کوئی بھی خدمت کرو، کسی کو صدقہ اور خیرات دو اللہ کے واسطے دو، اس میں کوئی دنیوی غرض نہیں ہونی چاہیے، اللہ نے قرآنِ مجید میں فرمایا ہے:

اِنَّمَا نُطۡعِمُكُمۡ لِوَجۡهِ اللّٰهِ لَا نُرِيۡدُ مِنۡكُمۡ جَزَآءً وَّلَا شُكُوۡرًا ۝۹ (الدھر)

ہم اللہ کے لیے کھلاتے ہیں، اللہ کے لیے صدقہ اور زکوۃ دیتے ہیں، اللہ کے لیے خدمت کرتے ہیں اور اس کے بدلے میں کسی دنیوی بدلے کی امید بھی نہیں رکھتے اور جس کی خدمت کی یا جس کو خیرات دی اس سے کسی قسم کی شکرگزاری کی توقع بھی نہیں رکھتے کہ وہ ہم کو شکریہ کے کلمات کہے۔

سوال اللہ ہی سے ہو

خیر! وہ دونوں لڑکیاں چلی گئیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام درخت کے نیچے بیٹھ

گئے اور اللہ سے دعا کی: رَبِّ اِنِّیۡ لِمَاۤ اَنۡزَلۡتَ اِلَیَّ مِنۡ خَیۡرٍ فَقِیۡرٌ ﴿۲۴﴾ (القصص)

ترجمہ: اے میرے رب! تو میرے لیے جو نعمت بھی بھیجے، میں اس کا محتاج ہوں۔

اس دعا کا حاصل یہ ہے کہ اے اللہ! میں ایک پردیسی مسافر ہوں، نئے شہر میں آیا ہوں، اے اللہ! بھوکا اور پیاسا ہوں، تو میری مدد کے لیے جو بھی اتارے گا، میں اس کا محتاج ہوں، جس طرح بھی تو میری مدد کرے، میں تیری مدد کا محتاج ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے مدد طلب کی، ان دونوں لڑکیوں سے مدد نہیں مانگی، ان دونوں لڑکیوں نے گھر جاتے ہوئے اس دعا کو سن لیا ہوگا اور گھر چلی گئیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس دعا میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے محتاج ہونے کا ذکر ہے، نئے شہر میں کوئی جان پہچان نہیں اس کا تذکرہ ہے، زندگی کی ضروریات کا تقاضا ہے، پھر بھی معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا کہ اللہ جو دیوے وہ میرے لیے کافی ہے، یہ ہماری شریعت کی تعلیم ہے کہ ایسی محتاجی کے موقع پر بھی ہم اللہ ہی سے سوال کریں۔

ایک اہم تنبیہ

ایک بات اور عرض کر دوں، آج کل پتہ نہیں آپ کے یہاں یہ چیز ہوتی ہے یا نہیں، ہمارے یہاں ہوا کرتی ہے؛ اس لیے آپ سے عرض کرتا ہوں، اگر چہ بات اس طرح مجمع میں اور بیان میں کہنا نامناسب معلوم ہوتا ہے؛ لیکن عرض کرنا ضروری بھی ہے، ہوتا یہ ہے کہ جب ہماری کوئی بہن بیمار ہوتی ہے تو اس کی خدمت کے لیے اس کے پاس اس کی دوسری کنواری بہن جاتی ہے، خاص کر ولادت وغیرہ کے موقع پر اور ظاہری بات ہے وہاں اس کا بہنوئی اور اس کے گھر کے دوسرے مرد بھی ہوتے ہیں، اس طرح

بہنوئی سے ناجائز تعلق پیدا ہوجانے کا خطرہ ہے اور جس کے نتیجے میں آگے چل کر بہن، بہنوئی کی ازدواجی زندگی خطرے میں پڑ جاتی ہے اور ایسے واقعات ہوئے ہیں کہ بہن کی طلاق ہوگئی اور بہنوئی کی سالی سے شادی ہوگئی۔

بعض مرتبہ بہنوئی کے بھائی وغیرہ سے اس سالی کا ناجائز تعلق ہوجاتا ہے؛ اس لیے اس طرح جوان سالی کا اپنی بہن کی سسرال میں خدمت کے لیے چلے جانا فتنے کا باعث ہے؛ اس لیے اس سے بھی بچنا چاہیے، ہماری شریعت بہت پاکیزہ شریعت ہے۔

سالی بہنوئی کے لیے نامحرم ہے

ایک مسئلہ سن لو! سالی کا بہنوئی کے سامنے آنا، اس سے بغیر پردہ بات کرنا، یہ ہماری شریعت میں ناجائز ہے، سالی بہنوئی کے لیے محرم نہیں ہے اور آج تو ماحول ایسا ہے کہ سالی بہنوئی کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کرتی ہے، ہنسی مذاق کرتی ہے، بہنوئی کے ساتھ تفریح میں جاتی ہے، یوں کہتے ہیں کہ: سالی نائب (Deputy) بیوی کے درجے میں ہوتی ہے، ان سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کے نتیجے میں گناہ وجود میں آتے ہیں۔

ایک عبرت ناک واقعہ

سالی اور بہنوئی کے ناجائز تعلقات نے گھر اجاڑ دیا

ایک مرتبہ ہمارے مدرسے کے قریب ایک جگہ پر ایک لڑکی اپنی بہن کی خدمت کے لیے گئی، اس دوران اپنے بہنوئی کے ساتھ آنکھیں چار ہوگئیں اور اس کے نتیجے میں بہنوئی سالی کو لے کر فرار ہوگیا اور اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور سالی

کے ساتھ رہنے لگ گیا، وہ عورت بے چاری بچوں والی تھی اور اسی کی بہن سے شوہر کا ناجائز تعلق ہوا اور اسی کی سگی بہن نے اپنی بہن کے گھر کو برباد کر دیا۔

اس لیے میری دینی بہنو! شریعت کی حد کو سمجھو اور اچھی طرح سمجھ لو کہ بہنوئی تمھارے لیے محرم نہیں ہے کہ اس کے ساتھ ہنس ہنس کر بات کرو؛ لہذا ہر موقع اور ہر معاملے پر بہت سنبھلنے کی ضرورت ہے، اللہ ہماری عزت اور ہماری پاک دامنی کی حفاظت فرمائے، آمین۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دونوں لڑکیوں پر دو احسان کیے

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان دونوں لڑکیوں پر دو طرح احسان فرمائے، ایک تو انتظار کی تکلیف سے ان کو چھٹکارا دلا دیا، دوسرا یہ کہ اپنے مبارک ہاتھوں سے پانی پلا دیا، وہ جب اپنے گھر پہنچیں تو روزانہ کے مقابلے میں وقت سے پہلے جلدی پہنچی تھیں۔

اولاد کی نگرانی

لڑکیوں کے والد حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی دونوں لڑکیوں سے کہا کہ: تم آج وقت سے پہلے جلدی آ گئیں؟ کیا بات ہے؟

اس سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ ماں باپ کو اپنی اولاد کے ٹائم ٹیبل پر کڑی نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے کہ بیٹا کتنے بجے مدرسے جاتا ہے اور کب پہنچتا ہے؟

کتنے بجے مدرسہ سے نکلا اور کب گھر پہنچا؟

چھٹی کب ہوئی اور یہ کتنے بجے گھر آیا؟

اس کے ٹائم ٹیبل پر نظر رکھنا ہر ماں باپ کی ذمے داری ہے، اگر ان پر ہم نظر

نہیں رکھیں گے تو اسکول اور مدرسے کے علاوہ کا وقت دوسری جگہوں پر جا کر برباد کردیں گے، لڑکا اپنے دوست (Friend) کے ساتھ اور لڑکی اپنی سہیلیوں کے ساتھ وقت بیکار کردے گی اور ہم بخوبی واقف ہیں کہ بیکار وقت گزاری گناہوں کا سبب بنتی ہے اور یہ بھی نگرانی ہونی چاہیے کہ وہ مدرسہ یا اسکول جاتے بھی ہیں یا نہیں؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ گھر سے مدرسہ یا اسکول جانے کے لیے نکلے اور اپنے دوست یا سہیلی کے پاس جا کر بیٹھ گئے ہوں، یا کسی پارک میں، ہوٹل میں، تفریح گاہ میں چلے گئے ہوں، کبھی کبھی مدرسہ اور اسکول میں فون بھی کرلینا چاہیے کہ ہمارا بچہ یا بچی حاضر ہے یا نہیں؟

اسی طرح استاذ صاحب سے اولاد کی تعلیمی کیفیت بھی معلوم کرتے رہنا چاہیے، غرض! اپنی اولاد کے ٹائم ٹیبل پر نظر رکھنا یہ بہت مناسب اور ضروری بات ہے اور خدا کے نیک بندوں کا یہ طریقہ رہا ہے۔

ہماری اولاد کی دوستی کن لوگوں سے ہے اس کی نگرانی رہے

اسی طرح بیٹی یا بیٹا گھر سے باہر کس کے پاس جاتے ہیں؟

کس کی ملاقات کرتے ہیں؟

اس کے دوستوں (Friend circle) میں کون کون ہیں؟

ان کے ساتھ رہ کر کیا کام اور کیا پروگرام ہوتے ہیں؟

اگر اس طرح آپ کی نظر اپنی اولاد پر رہے گی تو ان شاء اللہ! آپ کی اولاد بہت سے گناہوں سے بچ جائے گی، تربیتِ اولاد کے سلسلے میں ہماری ذمے داری کیا ہے؟ اور اس کا طریقہ کیا ہے؟ ان شاء اللہ! تفصیل سے عرض کروں گا۔

کام پورا ہو جائے تو جلدی گھر واپس آجانا چاہیے

غرض یہ دونوں لڑکیاں جب گئیں تو والد کے سامنے دونوں نے پوری بات سنا دی کہ ابا جان! وہاں آج ایک پردیسی مسافر تھا، اس نے ہمارے جانوروں کو پانی پلا دیا اور ہم آسانی سے فارغ ہو گئیں۔

اِس میں ہم کو ایک سبق یہ بھی ملتا ہے کہ جب کسی ضرورت سے گھر سے باہر جانا پڑے تو کام ہو جانے کے بعد جلدی گھر واپس آجانا چاہیے، جیسے ان دونوں لڑکیوں کے جانوروں کو پانی مل گیا تو فوراً گھر چلی گئیں، یہ نہ ہو کہ کام جلدی پورا ہو جائے تو یہاں وہاں بیٹھ کر ہم اپنا وقت برباد کر دیں، ہم کو یہ بات خاص ان دو لڑکیوں کے طرزِ عمل سے سیکھنے کو ملی۔

احسان کرنے والے کو اس کا بدلہ دینا چاہیے

ان کے ابا ''شیخ مدین'' بہت سارے مفسرین کی رائے کے مطابق پیغمبر خدا حضرت شعیب علیہ السلام تھے، حضرت شعیب علیہ السلام نے جب جلدی واپس گھر لوٹنے کے بارے میں اپنی لڑکیوں سے پورا واقعہ سنا تو فوراً اپنی ایک بیٹی سے کہنے لگے کہ: بیٹی! اس اجنبی مسافر کو گھر بلا کر لاؤ۔

دیکھیے! شیخِ مدین کے قلب میں کیسا حسنِ سلوک کا جذبہ ہے، ایک پردیسی آدمی نے خدمت کی، بکریوں کو پانی پلا دیا، تو ان کو گھر لانا چاہیے؛ تاکہ ان کو انعام دیا جائے، پانی پلانے کی مزدوری دی جائے، جب اس اجنبی نے خدمت کی ہے تو ہم کو اس کی خدمت کا بدلہ دینا چاہیے۔

اِس میں یہ سبق بھی سیکھنے کو ملا کہ جب ہم پر کوئی احسان اور اچھائی کا برتاؤ کرے تو اس کو کچھ انعام، کچھ بدلہ ضرور دینا چاہیے،کوئی ہم کو ہدیہ(Gift) دے، دعوت کرے تو ہم کو بھی اس کے بدلے میں کچھ نہ کچھ دینا چاہیے، یہ اخلاقی بات ہے، قرآن میں بھی ارشاد ہے: هَلْ جَزَآءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ ﴿٦٠﴾ (الرحمن)

احسان کا بدلہ احسان سے، ہدیہ کا بدلہ ہدیہ سے دینا چاہیے، حدیث میں ہے کہ آپس میں ہدیہ دو، محبت بڑھے گی، یہ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کی بھی سنت رہی ہے۔

ایک لڑکی کو بھیجنے کی وجہ

حضرت شعیب علیہ السلام کی ایک بیٹی اس اجنبی مسافر کو بلانے کے لیے چلی۔

اچھا! یہاں یہ سوال نہ کرنا کہ ایک ہی لڑکی کو کیوں بھیجا؟ ہوسکتا ہے کہ گھر میں بکریاں باندھنا اور اس کا دودھ نکالنا اور دوسرے بہت سارے کام کاج رہے ہوں، نیز چوں کہ دن کا وقت تھا اور مدین ایک شہر تھا جس میں لوگوں کی آمدورفت ہوتی ہے اور دن کے وقت اس زمانے کے پاکیزہ ماحول میں فتنے کا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا تھا؛ اس لیے صرف ایک ہی بیٹی کو بھیجا۔

اس دور میں آج کی طرح شہروں میں علانیہ برائی کرنے کی ہمت کسی کو نہیں ہوتی تھی، آج تو برسرِ راہ علانیہ برائیاں ہورہی ہیں، کوئی روکنے والا نہیں؛ بلکہ اس کو برا سمجھتے بھی نہیں۔

چنانچہ ایک بہن بلانے کے لیے آئی، اللہ اکبر! جب یہ بیٹی گھر سے چل کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلانے کے لیے آئی، اس وقت کا منظر سنو۔

اللہ تعالیٰ کو کیسی چال پسند ہے؟

میری دینی بہنو! اس لڑکی کی چال کیسی ہوگی؟ اس کا حال کیا ہوگا؟ اس لڑکی کے چلنے کے انداز کو اللہ نے اتنا پسند فرمایا کہ اس چال کو خود اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا، ارشادِ ربانی ہے: ﴿فَجَآءَتۡهُ إِحۡدَىٰهُمَا تَمۡشِي عَلَى ٱسۡتِحۡيَآءٖ﴾

ترجمہ: سو (تھوڑی دیر کے بعد) ان دو (لڑکیوں) میں سے ایک شرم وحیا سے چلتی ہوئی (موسیٰ علیہ السلام کے پاس) آئی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ایک لڑکی ان میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلانے آئی تو اس کی چال حیا اور شرم سے بھری ہوئی تھی، اپنی نظروں کو نیچی کر کے شرافت کے ساتھ، اپنے بدن کو چھپا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی۔

معلوم ہوا کہ عورت کی چال ایسی ہونی چاہیے، عورت بے باک رہے یہ ہرگز مناسب نہیں، جو عورت اس انداز سے چلے کہ اس میں اعضا کی نمائش ہو، اعضا کی حرکت ایسی ہو کہ جو مردوں کو نظارے کی دعوت دیوے یہ ہرگز مناسب نہیں ہے۔

عورت کی سب سے بڑی خوبی حیا ہے

دینی بہنو! حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلانے آئی تھی، اس کا نام ''صفورہ'' تھا، وہ چھوٹی لڑکی تھی، اسی سے بعد میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نکاح ہوا اور جس انداز سے وہ چلتی ہوئی آئی، اللہ نے اس کو قرآن میں بیان فرما دیا اور ساتھ ہی حدیث پاک بھی سن لو! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

الحیاء شعبة من الإیمان. (بخاری ج۱ص:۶، مسلم ج۱ص:۴۷)

ترجمہ: حیا اور شرم ایمان کا ایک حصہ ہے۔

اور ایک حدیث میں ارشاد ہے:

اذالم تستحي فاصنع ماشئت. (بخاری ج ۲ر کتاب الادب رص: ۹۰۴)

جب حیا و شرم ختم ہو جائے تو پھر تم آزاد ہو جاؤ گے، اپنی مرضی سے جو چاہو گے کرو گے، ایک عورت کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں شرم اور حیا ہو، شرم و حیا اس کا سب سے بڑا کمال ہے۔

میری دینی بہنو! جب تم گھر سے نکلو تو حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی کی جو چال اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے، اس انداز سے نکلو، تمھاری نظریں نیچی ہوں، بدن چھپا ہوا ہو، قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی عورت اس طرح نکلتی ہے کہ اس کی چال سے زیورات کے بجنے کی آواز آتی ہے، ایسی چال کو شریعت میں پسند نہیں کیا گیا، یہ چیز مردوں کو عورتوں کی طرف مائل کرنے کا ایک ذریعہ ہو سکتی ہے؛ بلکہ ممکن ہے کہ زیورات کی آواز مردوں کے لیے کبھی چہرہ دیکھنے سے بھی زیادہ بڑا فتنہ بن جائے، باری تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَلَا يَضۡرِبۡنَ بِأَرۡجُلِهِنَّ لِيُعۡلَمَ مَا يُخۡفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ. (النور: ۳۱)

اور مسلمان عورتوں کو چاہیے کہ وہ اپنے پاؤں زمین پر اس طرح نہ ماریں کہ انھوں نے جو زینت چھپا رکھی ہے وہ معلوم ہو جائے۔

شادی کے لیے چھوٹی بڑی کرتے رہنا

یہاں ضمناً ایک نکتہ سمجھ لو، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شادی چھوٹی بہن سے ہوئی،

یہ تفسیری روایت ہے اور بڑی لڑکی کا اس وقت تک نکاح ہو گیا ہو ایسا کوئی تذکرہ نہیں ملتا، معلوم ہوا کہ نیک اور مناسب رشتہ جس بیٹی کے لیے بھی مل جاوے، طے کر کے شادی کروا دینا چاہیے۔

بعض لوگوں کا مزاج ایسا ہوتا ہے کہ یوں کہتے ہیں: ابھی بڑی کنواری ہے پھر چھوٹی کی کیسے شادی کرائیں؟ ان سب باتوں میں نہیں رہنا چاہیے؛ بلکہ مناسب رشتہ ملنے پر چھوٹی کو مقدم کر کے شادی کروا دیں اور بڑی کے لیے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں، دعا بھی کریں۔

عورتیں ضرورت کے وقت گھر سے کس طرح نکلیں؟

میری دینی بہنو! جب گھر سے نکلو تو نظریں نیچی رکھ کر چلو، کہیں ایسا نہ ہو کہ پرائے مرد سے نظر مل جائے اور آنکھیں چار ہو جائے اور یہ نظر ہونٹوں پر ہنسی اور مسکراہٹ لا دے اور یہ چیز پھر گناہ کا ذریعہ بن جائے، حدیث میں آتا ہے کہ کوئی عورت اس طرح گھر سے نکلے کہ لوگ اس کا جسم دیکھے تو اس کے بارے میں فرمایا:

لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَيه. (مشکوۃ ج:۲/ص:۲۷۰)

اللہ کی لعنت ہے دیکھنے والے پر اور جس کو دیکھا جائے اس پر؛ یعنی اس عورت پر بھی لعنت اور ان دیکھنے والے مردوں پر بھی لعنت۔

میری دینی بہنو! کتنی خطرناک وعید حدیث میں ہے، آج بہت ساری ہماری بہنیں گھروں سے باہر نکلتی ہیں، چست (Fitiing) والے اور ناقص کپڑوں میں، جنس اور ٹی شرٹ میں، بال اور چہرہ کھلا رکھ کر، پرفیوم لگا کر، اللہ ہی حفاظت میں رکھے ان

گناہوں اور لعنت کے اسباب سے، آمین۔

میری دینی بہنو! جب اللہ کی لعنت ہوتی ہے تو دنیا اور آخرت برباد ہو جاتی ہے، اللہ کے واسطے اپنی ذات پر رحم کرو اور ایسے کپڑوں میں ایسے انداز سے گھر سے نکلو جو حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی کا انداز قرآن میں بیان ہوا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حیا

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جو جنت کی عورتوں کی سردار ہیں، کیسا لباس پہنتی تھیں، عورتوں کے کپڑوں کے متعلق آگے مستقل مضمون ان شاء اللہ! آوے گا، اسی طرح کسی بیان میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے کرتے کا نقشہ بتاؤں گا، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کے کرتے کا دیدار مجھے نصیب فرمایا ہے، سیدھا سادا، ڈھیلا، موٹا کرتا استعمال کرنا ان کی عادتِ شریفہ تھی۔

مجبوری کے وقت پرائے مرد سے بات کرنے کا طریقہ

وہ لڑکی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی، حضرت موسیٰ علیہ السلام درخت کے سایہ میں بیٹھے ہوئے تھے، اس لڑکی نے آکر پہلا کام یہ کیا کہ اپنی آستینیں اپنے چہرے پر رکھ دی اور منہ چھپا کر آہستہ سے کہا:

﴿قَالَتْ إِنَّ أَبِي يَدْعُوكَ لِيَجْزِيَكَ أَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا﴾

اے پردیسی مسافر! میرے ابا جان آپ کو بلا رہے ہیں، آپ نے ہمارے جانوروں کو پانی پلایا، میرے ابا آپ کو انعام یا اجرت دینا چاہتے ہیں۔

اللہ اللہ! کیسی شرم والی لڑکی تھی، اس کی بات کا انداز دیکھو، کہنے کا انداز بھی حیا

اورشرم والا ہے، کیا کہا؟ میرے ابا بلاتے ہیں، یہ نہیں کہا کہ: میرے ساتھ چلو، میں تم کو دعوت دیتی ہوں، میں تم کو بلاتی ہوں۔

میری دینی بہنو! اس لڑکی سے پرائے مرد کو بلانے کا طریقہ سیکھو، آج یہ جو ماحول ہے کہ جس میں غلاظت پھیل رہی ہے اپنے محرم رشتے دار کو چھوڑ کر عورت پرائے مرد سے بلا واسطہ تعلقات رکھتی ہے، شوہر ایک طرف، باپ اور بھائی ایک طرف اور دوستی بلاواسطہ پرائے مردوں سے، یہ سب گناہوں کے اسباب ہیں، آپ کو اگر کسی ضرورت کے موقع پر پرائے مرد سے کوئی کام ہو تو درمیان میں آپ کے محرم مرد کو سفیر بناؤ، یہ بات بہت ضروری ہے۔

کسی پرائے مرد کو یہ کہنا کہ میں تجھے بلاتی ہوں، یہ فتنے سے خالی نہیں، میں آپ سے ایک بات عرض کردوں کہ کسی بڑے سے بڑے عالم یا عامل سے ملاقات کرنی ہو، وہاں بھی بلا واسطہ بات کرنا فتنہ سے خالی نہیں، اس میں بھی فتنے کے احتمالات ہیں؛ اس لیے اگر کسی عامل کے پاس جانے کی ضرورت پیش آجائے، یا کسی عالم کے پاس کوئی شرعی مسئلہ دریافت کرنا ہو تو اپنے شوہر، بھائی، باپ وغیرہ کو ضرور ساتھ رکھو۔

عامل یا پیر صاحب سے تعلق کا ایک بہترین طریقہ

عامل یا پیر صاحب سے پردے ہی سے بات چیت رکھو، اپنے محرم مرد کو ساتھ میں رکھو، اپنے محرم کو سفیر بناؤ، تعارف کا طریقہ یہ ہے کہ فلاں کی بیوی یا فلاں کی بہن یا فلاں کی بیٹی، خط وکتابت میں بھی یہی طریقہ اپناؤ، بلا واسطہ فون نہ کرو، نیز اس عامل صاحب یا پیر صاحب کی بیوی، بیٹی یا بہن وہاں موجود ہو تو بہتر ہے۔

خوب صورت جوان کا تنہائی میں آنا اور مریم رضی اللہ عنہا کا طرزِ عمل

میری دینی بہنو! قرآن میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے واقعہ میں کیا عجیب لفظ ہے، حضرت مریم رضی اللہ عنہا جہاں تنہائی میں تھیں اور حضرت جبرئیل امین خوب صورت کامل مرد کی شکل میں آئے، تو حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے کہا:

قَالَتْ إِنِّيٓ أَعُوذُ بِالرَّحْمَٰنِ مِنكَ إِن كُنتَ تَقِيًّا ﴿١٨﴾ (المریم)

حضرت مریم رضی اللہ عنہا چوں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو پہچان نہ سکیں؛ اس لیے کہا: اے مرد! اگر تو تقوے والا ہے، پرہیزگار ہے، بزرگی والا ہے، تب بھی میں اللہ سے پناہ مانگتی ہوں، تو میرے قریب مت آنا۔

اس آیت سے سبق ملتا ہے کہ سامنے والا چاہے کتنا بڑا تقوے والا ہو، جب کسی مجبوری اور ضرورت کے وقت اس کے پاس جاؤ، تو محرم کے ساتھ جاؤ، شرعی حدود کے لحاظ کے ساتھ جاؤ۔

بے احتیاطی کا ایک واقعہ

میری دینی بہنو! آپ کے فائدہ کے لیے بتلا دوں، ایک جگہ ایسا قصہ ہوا کہ ایک بڑے عامل ہے اور وہ عالم بھی ہے، کسی کے گھر تعویذ وغیرہ کے لیے آتے جاتے تھے، وہاں ایک جوان بیٹی کو جنات یا جادو کا اثر تھا، اللہ جانے اس لڑکی کو جنات تھا یا جن کے نام سے کوئی مجنون تھا، اس لڑکی کا علاج شروع ہوا، علاج کے عنوان سے بے تکلفی بڑھنے لگی، والدین اور ذمے دار بھی ایسے مواقع پر بڑی بے احتیاطی برتتے ہیں، اسی بے احتیاطی کے نتیجے میں عامل صاحب اور اس لڑکی کے درمیان محبت ہوگئی، اس

میں آگے بڑھتے ہوئے گناہ تک کی نوبت آئی اور آج نتیجہ یہ ہے کہ اس عامل کی پہلی بیوی اور بچے بھی ہیں اور یہ جوان لڑکی اس کے چکر میں پھنس گئی، آخر کار اس عامل کے ساتھ کا تعلق نکاح میں تبدیل ہو گیا، ایسے معاملات اور چکر دنیا میں ہو رہے ہیں۔

دوسرا دردناک واقعہ

میرے مشفق مولانا محمد صاحب پٹیل مدظلہ العالی (صاحب زادۂ محترم حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم) نے بتایا کہ ایک جوان عورت ایک عامل کے ساتھ تعلق میں آگے بڑھ گئی اور پھر عامل صاحب سے حاملہ بھی ہو گئی۔

ایک تیسرا واقعہ

ہمارے یہاں سورت کے پڑوس میں ایک دیہات میں ایک کالج میں پڑھی لکھی لڑکی محلے کی مسجد کے امام صاحب کے پاس عملیات کے لیے آنے جانے لگی، اس میں تعلق آگے بڑھ گیا، پھر امام صاحب اور وہ لڑکی دونوں فرار ہو گئے، طویل عرصے تک فرار رہنے کے بعد پتہ چلا کہ دونوں کہیں دور شہر میں جا کر آباد ہوئے ہیں، شادی کر لی ہے، مولوی صاحب کی پہلی بیوی اور کئی بچے اور بچیاں بھی تھیں، پھر نئی بیوی کے چکر میں پرانی بیوی بچوں کو بھی وہ امام صاحب بھول گئے؛ اس لیے عاملوں کے پاس علاج ومعالجہ میں محرم مرد کو واسطہ بناؤ یہ مناسب ہے۔

عورتوں کے سامنے ظاہری اچھے عنوان سے بھی بعض فتنے

میرے قریبی رشتے داروں میں ایک جوان لڑکی برطانیہ سے آئی تھی، اس کا

علاج تعویذ وغیرہ کسی عامل سے شروع ہوا، عامل تھے تو معمر آدمی، اس لڑکی کے لیے ہمارے رشتے داروں میں سے ہی شادی کے پیغام آنے لگے، اس لڑکی نے نادانی سے دو لڑکوں کے اور ان کی ماں کے نام اس عامل صاحب کو دیے کہ: میرے لیے جو لڑکا شادی کے لیے مناسب ہو استخارہ کر کے بتاؤ۔

عامل صاحب نے استخارہ کر کے بتایا کہ: یہ دونوں لڑکے غیر مناسب ہیں اور تمھاری شادی کے لیے استخارے میں میرے بیٹے کا نام آرہا ہے۔

اس لڑکی کو بہت حیرت ہوئی، اس نے مجھے بتایا، میں نے اس سے کہا کہ: تو نے ہی تو بڑی غلطی کی ہے کہ اس عامل صاحب کو استخارہ کا کام سونپ دیا، خود استخارہ کر۔

خیر! پھر اس کی شادی کسی اور جگہ ہوئی۔

اس لیے دینی بہنو! شادی وغیرہ کے استخارے خود ہی کرو، آپ دیکھیے! فتنے اچھے عنوان سے بھی آسکتے ہیں؛ اس لیے قرآن کا یہ لفظ آپ کے لیے بڑی نصیحت ہے، شیطان کا تو چیلنج ہے کہ بڑے سے بڑا تقوے والا مرد اور عورت اگر تنہائی میں جمع ہو جائے تو میں اس کے تقوے کو پھاڑ کر ختم کر دوں گا اور گناہ میں مبتلا کر دوں گا، ہاں! خدا کے مخلص اور چنے ہوئے بندے ہیں جو اس کے شر سے بچ سکتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پاکیزگی

واقعہ یہ چل رہا تھا کہ لڑکی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہا: میرے ابا آپ کو بلا رہے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پانی پلانے کی خدمت اللہ کے واسطے کی تھی، بدلہ اور مزدوری لینا نہیں چاہتے تھے؛ لیکن مسافر تھے، پریشان تھے؛ اس لیے اس لڑکی کے

ساتھ چلے گئے کہ کوئی پہچان والا رفیق مل جائے گا، بھوکا ہوں، نئی جگہ ہے، کام بن جاوے گا، اس غرض سے چل پڑے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چلتے وقت اس لڑکی سے فرمایا کہ: تو میرے پیچھے چل اور میں آگے چلتا ہوں۔

اس لیے کہ لڑکی آگے ہوگی تو اس کے جسم پر نظر پڑے گی، اللہ اکبر! اللہ کے نبی میں کیسی پاک دامنی ہوتی ہے، تیز ہوا چلنے لگے اور اس کی وجہ سے پنڈلی کھل جاوے، اس پر نظر پڑ جاوے؛ اس لیے تو پیچھے چل؛ تا کہ اس طرح کا کوئی احتمال تک نہ رہے اور آج تو ہماری بہنیں ایسے کپڑے پہنتی ہیں کہ بالقصد اس میں پنڈلی کی نمائش ہوتی ہے، الامان والحفیظ!!!

محسن کو خود بلوانا شرافت کی علامت

حضرت موسیٰ علیہ السلام اس لڑکی کے بلانے آنے پر تشریف لے گئے، اس میں ایک نکتہ یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ لڑکی کے والد شریف انسان معلوم ہوتے ہیں جنھوں نے خود بلانے بھیجا؛ اس لیے اجنبی جگہ میں ان سے مفید مشورہ ملنے کی بھی توقع تھی، نیز دعوت کو رد کرنا بھی مناسب نہیں تھا؛ اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لے گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حضرت شعیب علیہ السلام سے ملاقات

غرض! حضرت شعیب علیہ السلام کی لڑکی پیچھے چلتی ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے آگے آگے چل کر اس کے گھر پہنچتے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس لڑکی کے ابا سے ملاقات کی، حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو پوچھا: تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ کس

غرض سے آنا ہوا ہے؟ اللہ تعالیٰ اس واقعہ کو نقل فرماتے ہیں:

فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ۫ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٢٥﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی پوری بات بیان کی تو حضرت شعیب علیہ السلام نے تسلّی دی اور فرمایا کہ: اے موسیٰ! مت گھبراؤ، یہ ہمارا مدین شہر مصر سے الگ ہے، یہ فرعون کی حکومت سے دور ہے، یہاں ظالم فرعون اور اس کی قوم کی حکومت نہیں ہے، اللہ نے تم کو سلامتی کے ساتھ یہاں پہنچادیا، یہاں تم کو کوئی پکڑ نہیں سکتا ہے۔

اللہ سے موسیٰ علیہ السلام کا جو سوال تھا کیسے پورا ہوا؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مدین پہنچ کر باری تعالیٰ سے خیر کا سوال کیا تھا، باری تعالیٰ نے کیسے دعا قبول فرمائی کہ خیر سامنے سے تلاش کرتی ہوئی آرہی ہے، یہ ہے اللہ تعالیٰ سے مانگنے کا فائدہ، اس خدا سے مانگو جو ہر چیز پر قادر ہے، دوسروں سے سوال کی ذلّت سے بچ جاؤ گے اور وہ خدا عزت سے نوازے گا۔

موسیٰ علیہ السلام اور شعیب علیہ السلام دونوں کا کمالِ اخلاص

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت شعیب علیہ السلام کے یہاں پہنچے تو شعیب علیہ السلام نے کھانا پیش کیا، بھوک ہونے کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اولاً کھانا تناول نہیں فرمایا؛ کیوں کہ آپ کو اندیشہ تھا اس پانی پلانے کا یہ معاوضہ نہ ہوجاوے، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صراحتاً ارشاد فرمایا کہ:

ہم ایسے لوگ ہیں کہ جو کام آخرت کے خاطر کرتے ہیں اس کے معاوضے

میں کوئی پوری زمین سونے سے بھر کر دیوے تو بھی اس کو قبول نہیں کرتے۔

تب حضرت شعیب علیہ السلام نے قسم کھا کر ارشاد فرمایا: ایسا نہیں؛ بلکہ ہمارے خاندان میں بڑوں سے یہ عادت چلی آئی ہے کہ ہم مہمان کی مہمان نوازی کرتے ہیں۔ تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کھانا تناول فرمایا، پھر حضرت شعیب علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مابین اس بات چیت کے بعد کھانا پینا ہوا ہوگا۔

ابتدائی گفتگو اور کھانے کے بعد مسئلہ قیام کا مستقل حل

چونکہ حضرت شعیب علیہ السلام کے گھر خدمت اور کام کے لیے مرد کی ضرورت تھی اور ان کی لڑکیاں اب جوان ہوگئی تھیں؛ اس لیے مناسب نہیں تھا کہ بکریاں چرانے گھر سے باہر جائے، لہذا حضرت شعیب علیہ السلام کی ایک بیٹی نے اپنے والدِ محترم سے عرض کیا:

قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ۡ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ﴿۲۶﴾

ابا! ہمارے گھر میں کام کی ضرورت ہوتی رہتی ہے، آپ اس آدمی کو اپنے گھر کام کے لیے رکھ لو؛ کیوں کہ ایک نوکر میں جو خوبیاں ہونی چاہیے وہ اس میں موجود ہیں۔

نوکر کے اندر کونسی خوبیاں ہونی چاہیے؟

نوکر کی ایک خوبی یہ ہے کہ وہ طاقت والا ہو یعنی جو کام سونپا جاوے اس کو کرنے کے لیے ذہنی اور جسمانی دونوں طرح کی قوت ہو۔

اس لڑکی نے کہا: میں نے اور میری بہن دونوں نے اس کی طاقت کو دیکھا ہے کہ دس آدمی نہ اٹھا سکے اتنا بھاری پتھر اس اکیلے نے اٹھالیا تھا اور پانی کی ڈول بھی

برابر کھینچ رہے تھے، ساتھ ہی کنویں سے مجمع بھی ہٹایا۔

نوکر کی دوسری خوبی یہ ہے کہ وہ امانت دار ہو، پاک دامن بھی ہو، یہ نوجوان امانت داراور پاک دامن بھی ہے۔

لڑکی نے کہا: میں نے اس کی دیانت داری دیکھی ہے کہ جب میں اس کو بلانے گئی تھی، اس وقت نیچی نظر سے مجھ سے بات کی اور چلتے وقت مجھے پیچھے کر دیا اور وہ آگے چلتے تھے، گویا دونوں صفتیں کامل طور پراس میں موجود ہیں۔

نوکر سے پردہ ضروری ہے

میری دینی بہنو! شریعت کی نظر میں مناسب یہ ہے کہ جس گھر میں عورت ہی ہو، وہاں کام کرنے والی، خدمت کرنے والی بھی عورت ہی ہواور باہر کے دوسرے کاموں کے لیے مرد کام کرنے والا ہواور کام کرنے والا مرد گھر کی عورتوں کے پاس نہ آوے، اسی طرح کام کرنے والی عورت گھر کے مردوں کے پاس نہ آئے۔

بہت سی مرتبہ ان کام کرنے والے مردوں سے ایسے حالات پیش آتے ہیں کہ وہ گھر کی عورتوں سے حرام کام میں مبتلا ہو جاتے ہیں، سیٹھ کی لڑکی یا بیوی سے جوان ملازم کے ناجائز تعلقات اور فرار ہونا سننے میں آتا رہتا ہے۔

بعض جگہوں پر سننے میں آیا ہے کہ گھر کے مرد؛ کام کرنے والی خادمہ کے ساتھ حرام کام میں مبتلا ہوجاتے ہیں، بعض لوگ تو خادمہ کو باندی کے درجے میں سمجھتے ہیں یہ سب غلط ہے؛اس لیے شریعت کی اس حد (Border) کو آپ دھیان میں رکھیں کہ جس طرح اجنبی سے پردہ ضروری ہے، اسی طرح کام کرنے والوں سے بھی

پردہ ضروری ہے اور گھر کے مرد خادمہ سے اجنبیہ کی طرح دور رہیں۔

تین آدمی انسان کو صحیح پہچاننے والے

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ: دنیا میں تین آدمی بڑے عقلمند اور دوسرے انسان کو صحیح پہچاننے والے ثابت ہوئے:

① عزیزِ مصر جس نے کم عمر خریدے ہوئے غلام یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کے کمالات کو اپنے قیافہ سے معلوم کر کے بیوی کو یہ ہدایت دی:

وَقَالَ الَّذِي اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖٓ اَكْرِمِيْ مَثْوٰىهُ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا. (یوسف:۲۱)

ترجمہ: اور مصر کے جس آدمی نے حضرت یوسف کو خریدا، اس نے بیوی سے کہا کہ: ''اس کو عزت سے رکھنا، مجھے ایسا لگتا ہے کہ یہ ہمیں فائدہ پہنچائے گا، یا پھر ہم اس کو بیٹا بنالیں گے''۔

② حضرت شعیب علیہ السلام کی وہ صاحب زادی جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اپنے والد سے کہا:

يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ۡ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ۝۲۶ (القصص)

یعنی ابا جان! ان کو ملازم رکھ لیجیے؛ اس لیے کہ بہترین ملازم وہ شخص ہے جو قوی بھی ہو اور امانت دار بھی۔

③ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جنھوں نے اپنے بعد فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لیے منتخب فرمایا۔ (ابن کثیر)

حضرت شعیب علیہ السلام کی عجیب فراست

الغرض! حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی نے جان لیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوئی معمولی آدمی نہیں ہے؛ بلکہ وہ اللہ کے ولی ہیں؛ اس لیے اس بیٹی نے اپنے گھر میں ان کو خدمت کے واسطے رکھنے کی درخواست کی، جب بیٹی کی یہ درخواست حضرت شعیب علیہ السلام نے سنی تو انھوں نے بھی بڑی فراست کا ثبوت دیا کہ خدمت کے لیے رکھنے کے بجائے خاندان کا ایک فرد بنا لیا جائے اور کہا:

قَالَ اِنِّیۡۤ اُرِیۡدُ اَنۡ اُنۡکِحَکَ اِحۡدَی ابۡنَتَیَّ هٰتَیۡنِ عَلٰۤی اَنۡ تَاۡجُرَنِیۡ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ ۚ فَاِنۡ اَتۡمَمۡتَ عَشۡرًا فَمِنۡ عِنۡدِكَ ۚ وَمَاۤ اُرِیۡدُ اَنۡ اَشُقَّ عَلَیۡكَ ؕ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۲۷﴾ (القصص)

اس (لڑکی کے ابا) نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ میری ان دو لڑکیوں میں سے ایک کا تمھارے ساتھ نکاح کرادوں، نکاح کی شرط یہ رہے گی کہ تم میرے یہاں آٹھ سال اجرت پر کام کرو، سو اگر تم دس سال پورے کرو تو یہ تمھاری مرضی کی بات ہوگی، میں تمھارے اوپر تکلیف نہیں ڈالنا چاہتا، ان شاء اللہ! تم مجھے اچھا معاملہ کرنے والوں (بھلے لوگوں) میں سے پاؤ گے۔

دین داری دیکھ کر شادی کرنی چاہیے

اس نوجوان کو حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا کہ: اے مسافر! میں تیرے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کروانا چاہتا ہوں؛ حالاں کہ حضرت شعیب علیہ السلام جانتے تھے کہ اس کے پاس ہمارے شہر میں گھر نہیں ہے، آمدنی (Income) نہیں ہے، نہ ملازمت ہے،

نہ دکان ہے، نہ بینک میں جمع روپے ہیں، نہ پیسے ہیں، نہ کار ہے، نہ کاروبار، اس کے پاس کوئی چیز نہیں ہے، یہ تو پردیسی مسافر ہے؛ لیکن حضرت شعیب علیہ السلام نے سمجھ لیا کہ یہ مسافر نیک ہے، اللہ والا اور متقی ہے، دین دار ہے، میری بیٹی کے لیے نیک شوہر سے بڑھ کر اور کیا چاہیے؟ اگر چہ وہ غریب ہے؛ لیکن دین داری تو ہے؛ اس لیے حضرت شعیب علیہ السلام نے سیدھی شادی کی درخواست کر دی۔

جس کے دل میں اللہ کا خوف ہوگا وہ بیوی کے حقوق ادا کرے گا

میں اپنی کنواری بہنوں کو خاص بات بتلاتا ہوں کہ شوہر کا انتخاب کرتے وقت پہلی چیز لڑکے میں دین داری دیکھ لینا چاہیے کہ وہ نیک اور نمازی اور اللہ والا ہے یا نہیں، اگر وہ نیک ہے تو ان شاء اللہ! تمھاری زندگی چین وسکون سے گذرے گی، جس کے دل میں اللہ کا خوف ہوگا وہ کبھی آپ کو پریشان نہیں کرے گا، باقی مال ودولت سب کچھ ہے؛ لیکن دین داری نہیں ہے تو یاد رکھو کہ وہ آپ کو کب تک راحت اور چین وسکون دے اور کب دوسری راہ پر چلا جاوے اس کی کوئی ضمانت نہیں ہے اور کب کسی اور کے چکر میں پھنس جائے، اس کی کوئی گارنٹی نہیں ہے۔

اس لیے میری دینی بہنو! جب بھی آپ اپنی بیٹی کے لیے شوہر تلاش کرو تو پہلے اس میں دین داری دیکھو، حضرت موسیٰ علیہ السلام دین دار تھے، حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کی دی داری دیکھ کر سامنے سے شادی کی پیش کش کی۔

شادی کا پیغام کون دیوے؟

قرآن کے ایک لفظ پر غور کرو: اِنِّیْٓ اُرِیْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ.

اے موسیٰ! میں اپنی لڑکی کا نکاح تم سے کرنا چاہتا ہوں۔

اس میں دو مسئلے سمجھنے کے ہیں: ایک یہ کہ لڑکی کا باپ خود شادی کا پیغام دے سکتا ہے، آپ کے گھر میں اگر کوئی جوان لڑکی ہے اور آپ نے کوئی دین دار لڑکا دیکھ لیا ہے تو آپ اپنے شوہر سے کہو کہ فلاں لڑکا نیک ہے، ہماری لڑکی کے لیے پیغام دو کہ ہم آپ کے لڑکے سے ہماری لڑکی کا نکاح کرنا چاہتے ہیں، اس میں کوئی شرم کی بات نہیں ہے، یہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے بھی ثابت ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہوگئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود چل کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ: میری بیٹی حفصہ کے ساتھ آپ شادی کرلو۔

انھوں نے چند روز بعد معذرت کردی۔

پھر خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ: میری بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرلو۔

اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش رہے، ان کو پتہ چل گیا تھا کہ خود نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا ارادہ رکھتے ہیں، پھر واقعتاً حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا۔

میری دینی بہنو! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سامنے سے پیش کش (Offer) کی، یہ طرزِ عمل سبق ہے؛ اس لیے اگر کوئی نیک اور دین دار لڑکا ہے تو پھر اس انتظار میں نہ رہو کہ وہ آکر ہم سے کہے؛ بلکہ ہم خود بھی پیغام بھیج سکتے ہیں اور یہ بات کوئی خلافِ شریعت نہیں ہے۔

رشتہ طے کرنے میں مشفق والدین کو ہی آگے رکھو

دوسرا بہت اہم نکتہ (Point) جو میں اپنی جوان بہنوں کو سمجھانا چاہتا ہوں، قرآن کے اس لفظ پر غور کرو: اِنِّیۡۤ اُرِیۡدُ اَنۡ اُنۡکِحَكَ.

حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ: میں اپنی بیٹی کا نکاح تم سے کرنا چاہتا ہوں۔

اس سے ہمیں یہ سیکھنے کو ملا کہ لڑکیاں خود چل کر رشتہ طے کرنے کا کام نہ کریں؛ بلکہ یہ کام ان کے ماں باپ کریں گے، یہ قرآن کریم کے اندازِ بیان سے ہم کو سیکھنے ملا، نیز شریعت کا مزاج اور اس کی چاہت بھی یہی ہے، لڑکے اور لڑکیاں خود پسند نہ کریں۔

آپ برا نہ مانیں، مجھے کھل کر کہنے دیں کہ آج ہماری بہنوں میں یہ عادت پڑ رہی ہے کہ وہ خود اپنا رفیق تلاش کرتی ہیں، پھر وہ اپنے ماں باپ کو مجبور کرتی ہیں کہ میں اس کے ساتھ ہی شادی کروں گی، ورنہ یہ کروں گی وہ کروں گی۔

میری دینی بہنو! یہ عادت بہت ہی خطرناک اور شریعت کے مزاج کے بالکل خلاف ہے، اس میں کتنے گناہ ہوتے ہیں، ایک لڑکی کسی دوسرے لڑکے کو شہوت سے دیکھتی ہے، تو آنکھ کے گناہ میں مبتلا ہوئی، پھر وہ لڑکی اس لڑکے کے ربط میں رہے گی، فون، میسیج یا انٹرنیٹ پر چیٹینگ (Chating) کے ذریعہ سے تعلقات بڑھیں گے، محبت نامے (Love Letter) کا سلسلہ شروع ہوگا وہ ایک مستقل گناہ، تو یہ ہاتھ اور کان کا گناہ ہوا، پھر آپ کی راتیں اور دن اس کے پیچھے قربان ہوں گی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری جوان بہنوں کی اس سے حفاظت فرماوے۔

خود انتخاب کرنا مستقبل میں بڑے نقصان کا ذریعہ بن سکتا ہے

معاشقے والی شادی میں خیر وبرکت نہیں

میری دینی بہنو! اس طرح انتخاب کا کام آپ خود کسی لڑکے کے ساتھ کرو، یہ کئی گناہوں کا مجموعہ ہے، اس طرح ناجائز طریقہ اختیار کر کے جو شادی ہوگی تو اس شادی میں کوئی خیر وبرکت نہ ہوگی، جیسے کہ کوئی عمارت بنائے اور اس کی بنیاد کچی ہو، پھر اوپر عمارت چاہے کیسی ہی پختہ تعمیر کر دیوے تو وہ بلڈنگ گر جاتی ہے، اسی طرح اگر تمھاری شادی والی زندگی کا آغاز حرام تعلق اور حرام محبت سے ہوا ہے تو اس شادی میں کبھی خیر وبرکت نہیں آسکتی۔

جو لڑکا اپنے ماں باپ کو ناراض کر کے آج تم کو اپنا دل دے سکتا ہے، وہ کل تم کو ناراض کر کے کسی اور کو بھی تو دل دے سکتا ہے!

جس ماں نے نو مہینے پیٹ میں اٹھایا، جس ماں نے دو سال اپنی چھاتی سے دودھ پلایا، جس ماں نے تم کو بچپن میں بڑی محبت سے پالا، آج جب کہ تو جوان ہوگئی، اپنی ماں کو ناراض کر رہی ہے، یاد رکھو، میری دینی بہنو! اگر اپنی ماں کا دل دکھا کر آپ شادی کروگی تو اس میں کوئی خیر وبرکت نہیں ہوگی۔

یہی حال ہے اس لڑکے کا بھی کہ جو لڑکا اپنی ماں کو بھول جائے، ماں کو ناراض کر کے غلط تعلق کر کے تم سے شادی کر دیوے، وہ لڑکا تم کو بھی بھول سکتا ہے؛ چوں کہ عام طور پر ایسے رشتوں میں لڑکے اور لڑکی دونوں کے والدین ناراض ہوتے ہیں، ایسے بہت سارے قصے ہمارے پاس موجود ہیں، اس قسم کی ازدواجی زندگیاں آج تلخیوں کا

شکار ہیں؛اس لیے ایسی غلطی کبھی مت کرنا، یہ ایک سیدھا راستہ ہے کہ اپنے ماں باپ سے انتخاب کرا کر پھر شادی کرو، یا جائز طریقہ سے کسی لڑکے کے متعلق آپ کو معلومات ہوئی ہے کہ یہ لڑکا مناسب ہے تو ماں باپ سے عرض کردو: فلاں لڑکا ٹھیک معلوم ہوتا ہے،اس سے رشتہ کی بات آگے بڑھاؤ، پھر ماں باپ پیغام دیوے، رشتہ طے کرے، اسی میں خیر و برکت ہے۔

اگر کسی بہن کی عشق والی شادی(Love Marriage) یا کسی لڑکے سے ناجائز تعلق ہو گیا تو ایسی بہنوں سے میری درخواست ہے کہ رو رو کر اللہ سے توبہ کریں، بار بار صلوۃ التوبہ پڑھیں، رو رو کر آنسو بہا بہا کر اللہ سے اپنے پچھلے گناہ معاف کرائیں، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

التائب من الذنب کمن لا ذنب له (ابن ماجہ/باب ذکر التوبہ، ص:۳۱۳)

کوئی آدمی توبہ کرے تو گویا اس کے تمام گناہ مٹ گئے۔

نیز آپ کا تجربہ بھی کم ہے،آپ صرف اچھی آواز، حسین ادائیں دیکھ کر انتخاب کروں گی، والدین ان جذباتی اور عارضی چیزوں سے آگے کی چیزیں دیکھ کر انتخاب کریں گے؛اس لیے مناسب یہی ہے کہ ان کے تجربے سے آپ فائدہ اٹھائیں۔

انٹرنیٹ اور موبائل کی نحوست

میری دینی بہنو! پچھلے دنوں ہمارے دار الافتاء میں انٹرنیٹ کے ذریعہ ناجائز تعلقات کا ایک قصہ آیا تھا، میرے استاذِ محترم حضرت مفتی عباس صاحب بسم اللہ دامت برکاتہم نے ہم کو یہ قصہ سنایا تھا کہ:

ایک لڑکی نے انٹرنیٹ کے ذریعہ کسی لڑکے کو اپنا دوست (Boy friend) بنالیا، کہاں کا لڑکا، کہاں کی لڑکی، یہ انٹرنیٹ اور موبائل کا وبال، ان دونوں کے تعلقات آگے بڑھ گئے اور شادی ہوگئی، جس وقت وہ لڑکی شادی کر کے اس لڑکے کے گھر خوشیوں، ارمانوں اور شبِ زفاف کے میٹھے خوابوں کے ساتھ گئی تو پتہ چلا کہ وہ لڑکا تو پہلے سے شادی شدہ ہے اور اس کے بچے بھی ہیں، اس لڑکی کو اس کے شادی شدہ ہونے کا علم بھی نہیں تھا اور اس لڑکی کو تو اس نے سیکنڈ (دوسرے) نمبر پر رکھا تھا، اس بات کے سنتے ہی وہ بہن اداس اور غم زدہ رہنے لگی، اس کی خوشیاں ساری اڑ گئیں۔ (اگر چہ شرعی طریقے سے دوسری بیوی کرنا گناہ نہیں ہے)۔

میری دینی بہنو! ایسے حالات سامنے آرہے ہیں؛ اس لیے شریعت نے جو طریقہ بتایا ہے کہ ماں باپ کو بیچ میں رکھ کر کام کرو، اس میں بہت خیر و برکت اور سلامتی ہے۔

تین کاموں میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے

ماں باپ کو بھی شریعت نے یہ نصیحت کر دی کہ جب تمھاری بیٹی کے لیے نیک صالح لڑکا ملے، فوراً اپنی بیٹی کی شادی کرا دو، اس میں تاخیر مت کرو، لڑکی کو ایسے ہی بٹھا کر رکھو گے تو یہ بھی فتنے کا ذریعہ ہے، تین کاموں میں دیر مت کرنا:

① اذان ہوجائے تو نماز جلدی پڑھو۔

② کسی کی وفات ہوجائے تو غسل، کفن، دفن میں جلدی کرو۔

③ جب بیٹا، بیٹی جوان ہوجائے تو شادی کرانے میں ہرگز تاخیر مت کرو؛ ورنہ خطرناک فتنوں کا ڈر ہے، یہ باتیں حدیث شریف کی ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شادی

حضرت شعیب علیہ السلام کی لڑکی کی بات چل رہی تھی، حضرت شعیب علیہ السلام نے دیکھا، یہ اجنبی جس کو ہم اپنی بیٹی کے لیے شادی کا پیغام دے رہے ہیں، وہ تو پردیسی آدمی ہے، جیب میں پیسے نہیں، کھانے پینے کی تکلیف ہے، وہ کیا مہر دے گا، قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: اس لڑکی کے ابا نے مہر یہ رکھی:

عَلَىٰٓ أَن تَأْجُرَنِي ثَمَٰنِيَ حِجَجٍ ۖ فَإِنْ أَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِندِكَ.

اے موسیٰ! ہمارے گھر رہو اور ہماری بکریاں چراؤ، گھر کا کام کاج کرو، اور ان کاموں کا جو معاوضہ ہوگا ہم آپ کو دیں گے۔ خلاصہ یہ بیان کرنا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی طرف سے گفتگو کے درمیان دو باتیں سامنے آئیں:

① حضرت موسیٰ علیہ السلام بکریاں چرائیں اور اس کی اجرت طے ہو جائے۔

② دو میں سے ایک بیٹی متعین کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام اس سے شادی کر لیں اور اس کی مہر بھی متعین ہو جاوے۔

اللہ اکبر! اللہ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کیسی غربت کہ شادی کے لیے مہر کی رقم بھی نہیں، مہر میں بکریاں چراؤ، گھریلو خدمت کرو اور یہ ایک دو سال نہیں پورے آٹھ سال تک اور حضرت شعیب علیہ السلام نے کہہ دیا کہ: اگر دس برس خدمت کرو گے تو بہت ہی اچھا ہوگا۔

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دس سال تک خدمت کی اور اس طرح خدمت کر کے مہر ادا کیا، جس لڑکی سے نکاح ہوا اس کا نام ''صفورہ'' تھا۔

انبیا علیہم السلام حق داروں کو زیادہ دیتے ہیں

آٹھ اور دس سال دو مدتوں کے متعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اختیار دیا گیا تھا؛ لیکن اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا یہ حسنِ برتاؤ ہوتا ہے اور یہاں اس کا ظہور ہوا؛ اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اکثر مدت یعنی دس سال والی مدت قبول فرما کر اتنی طویل خدمت کی، اللہ کے نبیوں کی یہ شان ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کو حق سے زیادہ دیتے ہیں، خود حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہ مبارک طریقہ تھا حق داروں کو زیادہ دیتے تھے۔

معاملات کے موقع پر اللہ کو یاد رکھو

اس موقع پر جب یہ ملازمت کا معاملہ طے ہو رہا تھا، حضرت شعیب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو وکیل بنایا اور یہ بھی بڑی بات ہے، معاہدات اور معاملات میں اللہ کو وکیل رکھو ان شاء اللہ! اس میں کامیابی ہوگی، ورنہ کتنے معاہدات کس طرح فسخ ہو جاتے ہیں وہ ایک عجیب داستان ہے۔

نوکروں کے حقوق

حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا: ﴿سَتَجِدُنِيٓ إِن شَآءَ ٱللَّهُ مِنَ ٱلصَّٰلِحِينَ﴾

یعنی میں بُری طبیعت کا آدمی نہیں ہوں؛ بلکہ خدا کے فضل سے نیک طبیعت ہوں، میرے ساتھ رہ کر انس حاصل کرو گے، اچھا برتاؤ دیکھو گے۔

معلوم ہوا کہ نوکری کرنے والے مزدوروں اور خدمت کرنے والوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا چاہیے، ان کو کپڑے، کھانا اچھا دینا چاہیے، ان پر زیادتی نہ کریں،

ان سے طاقت سے زیادہ یا طے شدہ معاہدے سے آگے مزید کام نہ لیویں، نہ زیادہ ذمے داریاں ان پر ڈالیں، یہ بھی اسلام کی تعلیم ہے۔

سسرال میں داماد کا قیام

خیر! حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شادی ہوگئی اور سسرال میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قیام فرمالیا، حضرت شعیب علیہ السلام کے یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام ٹھہر گئے۔

داماد کے لیے اس طرح کے حالات ہوں تو وہ سسرال میں قیام کرسکتا ہے، اس میں کوئی قباحت نہیں، اس کو ہمارے یہاں ''گھرداماد'' کہتے ہیں، آپ کے ان ملکوں میں تو اکثر داماد ہندوستان وغیرہ سے ''گھرداماد'' بن کر ہی آتے ہیں۔

خسر کی طرف سے داماد کو کچھ دینا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کے خسرِ محترم نے عصا ہدیہ کے طور پر دیا تھا، کہتے ہیں کہ: وہ عصا جنّتی تھا، اِس سے ہمارے مشفق بزرگ حضرت قاری صدیق صاحب باندوی رحمہ اللہ نے استدلال کیا ہے کہ نکاح کے موقع پر یا بعد میں خسر اپنے داماد کو اپنی خوشی سے کچھ دینا چاہے تو دے سکتا ہے؛ بلکہ دینا چاہیے؛ لیکن داماد خود مطالبے پیش نہ کریں، نہ زبردستی مانگیں، بعض مرتبہ خسر سے اپنے مطالبات پورے کروانے کے لیے بیوی پر ظلم تک کیا جاتا ہے، نعوذ باللہ من ذالک!!!

حلال طریقہ سے ضروریات کی تکمیل میں پیغمبروں کا طریقہ

کیا عجیب اللہ تعالیٰ کے نبی کا جذبہ ہے، حلال طریقے سے اپنی شرم گاہ اور

پیٹ کی ضرورت پوری کرنے کے لیے اپنے آپ کو ایک لمبے عرصے یعنی دس سال تک ملازمت پر دے دیا، یہ ایک سبق کا مقام ہے، آج ان دونوں ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے حرام طریقے اور ظلم وزیادتیاں ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ اپنی حفاظت میں رکھیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مصر کی طرف روانگی

دس سال جب پورے ہو گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خسر حضرت شعیب علیہ السلام کو کہا: اب مجھے مصر یاد آ رہا ہے، اب میں اپنے وطن مصر میں اپنی ماں اور بہن وغیرہ سے ملنا چاہتا ہوں، میری بیوی کو لے کر جا رہا ہوں، یہ کہہ کر آپ اپنی بیوی کو لے کر مصر کی طرف روانہ ہو گئے، مصر جاتے وقت راستے میں بیوی کو ولادت کا وقت آ گیا اور اللہ نے اس موقع پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت اور پیغمبری عطا فرمائی۔

یہ سارا واقعہ اس نیت سے سنایا کہ اس واقعے میں حیا، عبرت اور نصیحت کی باتیں ہیں، اللہ ہم سب کو اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں اور زمانے کے فتنوں سے اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائیں، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العٰلمین

میرے والدِ مرحوم کے محبوب ترین اشعار

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را	ہر زماں از غیب جان دیگر است

زندگی کے آخری ایام میں مرحوم بہ کثرت یہ اشعار پڑھتے رہتے تھے

ربنا یا ربنا! تیرے عشق کی انتہا چاہتا ہوں	طفیلِ ذاتِ خود مجھے یہ مدعیٰ دے

مرحوم سخت بارش میں ایک روز عشا کی نماز کے لیے مسجد پہنچے، مسجد میں امام صاحب مولانا یوسف اسلام پوری اور مؤذن صاحب کے سوا اور کوئی نہیں تھا، دروازہ پر پہنچ کر امام صاحب کو یہ اشعار سنائے، مرحوم کو باجماعت نماز کا ہمیشہ بڑا اہتمام رہا۔

سجدوں کے عوض جنت ملے، مولیٰ یہ مجھے منظور نہیں
بے لوث عبادت کرتا ہوں بندہ ہوں ترا مزدور نہیں

استنبول کے مشہور کتب خانہ سلیمانیہ سے یہ اشعار بندہ نے نقل کیے ہیں

الجوهر فی الناس لافی الحجر
والنورفی القلب لافی البصر
والغناء فی القناعة لافی المال
والفخرفی الادب لافی النسب

❁❁❁

فرعون کی بیوی

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا

ایمان تازہ کرنے والا واقعہ

مختصر تعارف

نام ونسب: آسیہ بنت مزاحم بن عبید بن الریان بن الولید۔

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ سیدہ آسیہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قبیلے میں سے بنی اسرائیلی خاتون تھیں۔

بعض حضرات نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پھوپھی تھیں۔

علامہ آلوسیؒ کا کہنا ہے کہ مشہور یہ ہے کہ ان کا تعلق بنی اسرائیل سے نہیں؛ بلکہ مصری عمالیق سے تھا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ: محترم سیدہ آسیہؓ فرعون کے چچا کی بیٹی تھیں۔

سب سے پہلے یہی عورت سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائی تھیں۔

ان کے خاوند فرعون کا نام ''الولید بن مصعب'' یا ''ظلمی'' تھا۔

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے ایمان کے خاطر ایسا شوہر چھوڑا جو دنیا کا بڑا بادشاہ سمجھا جاتا تھا، باری تعالیٰ کو حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا یہ طرزِ عمل اتنا پسند آیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسے دونوں جہانوں کے سردار سے جنت میں نکاح کروائیں گے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا،مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ شَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ،صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَھْلِ طَاعَتِہٖ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً

اَمَّا بَعْدُ!فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَکَ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ وَنَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِہٖ وَنَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۱﴾

ترجمہ:اور اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں (کی تسلی) کے لیے فرعون کی بیوی کی مثال بیان فرمائی جب اس عورت نے دعا کی: اے میرے رب! میرے لیے جنت میں آپ اپنے قریب ایک گھر بنا دیجیے اور مجھے فرعون اور اس کے (برے) کام سے نجات دیجیے اور مجھے ظالم قوم سے نجات عطا فرمائیے۔(التحریم)

فرعون کے کارنامے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت

میں نے یہ جو آیت پڑھی ہے وہ سورۂ تحریم کی آیت ہے،جس میں اللہ نے ایک بہت بڑے ظالم فرعون کی بیوی کا پاکیزہ قصہ بیان فرمایا ہے۔

فرعون لقب کے بادشاہ الگ الگ زمانے میں ہوا کرتے تھے، یہ مصر کے

بادشاہوں کا لقب ہوا کرتا تھا، یہاں جس فرعون کا ذکر ہے، یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا فرعون ہے، اس فرعون نے اللہ کی نعمتوں کی بہت ناشکری کی تھی، اس کو اللہ نے مصر کا بادشاہ بنایا تھا اور اللہ نے سونا، چاندی، زیورات اور مال و دولت اور دوسری بہت ساری نعمتوں سے مالا مال کیا تھا، تندرستی بھی ملی تھی، ایک طویل زمانے تک اس کو دردِ سر تک نہیں ہوا تھا؛ لیکن اس ظالم نے اللہ کی نعمتوں کے ملنے پر اللہ کی ناشکری کی اور لوگوں سے یوں کہا: اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی. (النازعات: ۲۴)

ترجمہ: میں تمھارا بڑا خدا ہوں۔

اس نے لوگوں میں چھوٹی چھوٹی مورتیاں تقسیم کر رکھی تھی جس کی گھروں میں عبادت کی جاتی تھی اور کہا تھا کہ: یہ تمھارے چھوٹے خدا ہیں اور میں تمھارا بڑا خدا ہوں، اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایمان کی دعوت لے کر اس کے پاس بھیجا کہ: اے موسیٰ! تم فرعون کے پاس جاؤ اور اس کو ایک اللہ کی عبادت کے لیے سمجھاؤ کہ وہ اپنے آپ کو خدا نہ کہے، خدائی کا دعویٰ چھوڑ دے اور ایک اللہ کی عبادت کرنے والا بن جائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بچپن کا واقعہ

میری دینی بہنو! عجیب بات یہ ہے کہ اس ظالم فرعون کے محل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بچپن گذرا تھا، اُس کا پورا واقعہ تفصیل کے ساتھ پیچھے گذر چکا۔

جب موسیٰ علیہ السلام کا صندوق فرعون کی بیوی آسیہ کے پاس پہنچا اور اس نے اس صندوق کو کھولا تو ایک معصوم نورانی شکل والا بچہ اس میں سویا ہوا تھا، فرعون کی بیوی حیرت میں پڑ گئی کہ اس میں اتنا خوب صورت بچہ نکلا!!!

چہرے پر نیکی یا گناہ کے اثرات

چھوٹے بچے سے لوگ بہت پیار کرتے ہیں؛اس لیے کہ بچے کا چہرہ معصوم ہوتا ہے،اس کے چہرے پر گناہ کی گندگی نہیں ہوتی؛اس لیے ہر آدمی بچوں سے پیار کرتا ہے اور ہمارے چہروں پر، ہمارے دل و دماغ پر گناہوں کی گندگی لگی رہتی ہے؛ اس لیے لوگ ہم سے نفرت کرتے ہیں، ہم سے دور دور بھاگتے ہیں۔

لیکن بعض اللہ کی بندیاں اور بندے -اولیا، علما، صلحا، متقی -ایسے ہوتے ہیں کہ وہ گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرتے ہیں اور اگر گناہ ہو جاوے تو رو رو کر اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں، نتیجتاً لوگ ان سے محبت کرتے ہیں، ان سے ملاقات کرتے ہیں، ان سے ملنا پسند کرتے ہیں۔

اسی طرح جو لوگ حج اور عمرہ کر کے مکہ، مدینہ جا کر آتے ہیں تو لوگ ان کو بہت شوق سے ملنے جاتے ہیں؛ کیوں کہ مبارک جگہ پر جا کر ان لوگوں نے اپنے گناہوں سے توبہ کی، معافی مانگی، جس کی وجہ سے ان کے چہرے سے گناہ کا کالا پن ختم ہو گیا اور ان کے چہروں پر نور آ گیا۔

ہم بھی اس رمضان کے مبارک مہینے میں سحری اور افطاری کے وقت، رات کو تہجد میں بیدار ہو کر اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں گے، آنسو بہائیں گے تو انشاء اللہ! ہمارے گناہ معاف ہو جائیں گے اور ہمارے چہروں اور دلوں سے گناہوں کے اثرات ختم ہو جاویں گے اور ان شاء اللہ! ہم سے بھی لوگ محبت کرنے لگیں گے اور ہم اللہ کے یہاں بھی محبوب بن جاویں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چہرے کی نورانیت

سب سے بڑی بات یہ کہ وہ بچہ کل اللہ کا نبی اور رسول بننے والا تھا؛ اس لیے ''نبوت'' کا نور اس کے چہرے پر چمک رہا تھا، جس کی وجہ سے چہرہ جگمگا رہا تھا اور خود اللہ نے اس معصوم بچے کے چہرے پر محبت ڈال دی تھی، جو بھی اس کو دیکھتا اس سے پیار اور محبت کرتا، اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے: وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّي. (طٰہ)

اے موسیٰ! ہم نے آپ کے چہرے پر بچپن میں ایسی کشش اور جاذبیت اور محبوبیت رکھ دی کہ جو تم کو دیکھتا محبت کرتا، پیار کرتا۔

گویا کہ تین طرح کی خوبیاں آپ کے اندر جمع ہو گئیں:

① بچپن کی معصومیت۔ ② نبوت کا نور۔

③ آپ کے چہرے پر اللہ نے محبوبیت رکھ دی تھی۔

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنا بیٹا بنا لیا

بہر حال! فرعون کی بیوی نے اس معصوم بچے کو دیکھا تو اس کو فوراً اپنی گود میں اٹھا لیا، فرعون اگرچہ بادشاہ تھا؛ لیکن اولاد سے محروم تھا؛ اس لیے حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے اس بچے کو اپنی گود میں اٹھا لیا، فرعون کی پولیس کو پتہ چلا کہ آسیہ کے پاس کوئی بچہ آیا ہے تو فرعون کے حکم کے مطابق اس بچے کو قتل کرنے کے لیے پولیس والے آ گئے۔

جب پولیس فرعون کی بیوی کے پاس پہنچی تو حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے ان کو کہا کہ: ٹھہر جاؤ، قتل میں جلدی نہ کرو، میں اپنے شوہر فرعون کے پاس جاتی ہوں اور اس سے درخواست کرتی ہوں، اگر وہ اس بچے کی جان معاف کر دے تو ٹھیک ہے، ورنہ میں

تمھارے کام میں رکاوٹ نہ بنوں گی۔

عورتوں کی ضد میں عجیب طاقت

فرعون کی بیوی نے جا کر اس بچے کو فرعون کی گود میں رکھ دیا اور کہا کہ:

وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ط لَا تَقْتُلُوْهُ صلے عَسٰۤى اَنْ يَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا. (القصص:۹)

ترجمہ: اور فرعون کی بیوی (فرعون سے) کہنے لگی: (یہ بچہ) میری اور تیری آنکھ کی ٹھنڈک ہے، اس کو تم قتل مت کرو، شاید کہ (یہ بچہ) ہم کو کام آئے گا یا اس کو ہم (اپنا) بیٹا بنالیں گے۔

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی زبان سے کتنی پیاری بات نکلی!!!

جب یہ بات حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے کہی تو فرعون نے اپنی بیوی کی اس ضد اور اصرار کو مان لیا اور اس بچے کو قتل کرنے سے معافی دے دی؛ گویا بیوی کی ضد کی وجہ سے فرعون نرم پڑ گیا اور مجبور ہو کر بچے کو معاف کر دیا۔

عورتیں اپنی ضد کو دینی امور میں استعمال کریں

اس جگہ میں اپنی دینی بہنوں سے ایک بات کہا کرتا ہوں کہ اللہ نے تمھاری زبان اور ضد میں وہ طاقت رکھی ہے کہ فرعون جیسے ظالم لوگ بھی مجبور ہو جاتے ہیں، تو میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ اپنی زبان اور ضد کو دینی کاموں میں استعمال کرو، آپ کا شوہر بے نمازی ہے اس کو ضد اور اصرار کر کے، سمجھا کر نمازی بناؤ، اگر داڑھی نہیں رکھتا ہے تو سمجھا کر اس کو شریعت کے مطابق داڑھی کے لیے تیار کرو، اگر شوہر

اسلامی لباس نہیں پہنتا ہے، مسنون وضع قطع نہیں اپناتا، تو اسلامی کپڑے پہننے کی دعوت دو، غرض یہ کہ آپ اپنی زبان کے ذریعے سے اپنے شوہر اور اپنی اولاد کی دینی زندگی بنا سکتی ہو، اللہ نے آپ کی زبان میں یہ طاقت دی ہے۔

انسان کی زبان سے نکلنے والا ایک جملہ جس پر ایمانی نوازش یا ایمان سے محرومی کا فیصلہ ہوتا ہے

بہر حال! فرعون نے اس بچے کی جان کو معاف کر دیا اور کہہ دیا کہ: میں اس بچے کو قتل نہیں کروں گا؛ لیکن عجیب بات میں آپ کو سنانا چاہتا ہوں کہ پہلی بات جو حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے اپنی زبان سے کہی تھی: قُرَّتُ عَيۡنٍ لِّىۡ وَلَكَ.

اے فرعون! یہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

فرعون نے اس پر یہ کہا کہ: اے آسیہ! تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، میری آنکھوں کی ٹھنڈک نہیں ہے، فرعون کا یہی جملہ اللہ کو بہت ناپسند ہوا۔

نسائی شریف میں ایک حدیث ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فرعون اُس وقت حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ساتھ یہ کہہ دیتا کہ: ہاں! تیری بھی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور میری آنکھوں کی بھی ٹھنڈک تو اللہ فرعون کو ایمان کی دولت سے مالا مال کر دیتا۔

میری دینی بہنو! اللہ کو حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا یہ بول اتنا پسند آیا کہ اللہ نے ان کو ایمان کی دولت سے نواز دیا اور فرعون کو ایمان کی دولت سے محروم کر دیا۔

جو کچھ بولو سوچ کر بولو

اِس جگہ رک کر میں آپ کو ایک نصیحت کرنا چاہتا ہوں، اپنی زبان سے جب بھی کچھ بولو تو بہت سوچ کر بولا کرو؛ اس لیے کہ کبھی اپنی زبان سے کوئی بات ایسی نکل جاتی ہے جس کی وجہ سے اللہ ناراض ہو جاتا ہے اور ہماری بہنیں جب غصے میں ہوتی ہیں تو اپنے بچوں کے لیے بد دعا اور لعنت کر بیٹھتی ہیں اور کبھی کبھی غصے میں آ کر اپنے شوہر کو بھی لعنت کرتی ہیں۔

میری دینی بہنو! اللہ کے یہاں دعا کی قبولیت کا وقت کونسا ہوتا ہے ہم نہیں کہہ سکتے، ہم کو معلوم نہیں کون سی گھڑی قبولیتِ دعا کی ہے، اب اگر ہم نے اپنی اولاد اور اپنے شوہر پر بد دعا اور لعنت شروع کر دی اور یہی وقت دعا کے قبول ہونے کا ہو، تو یہ بد دعا اور لعنت اپنی اولاد اور اپنے شوہر پر لگ جاتی ہے؛ اس لیے جب ہماری اولاد ہماری نافرمانی کریں، کہنا نہ مانیں تب بھی اولاد کو بد دعا کے الفاظ نہ کہو، ورنہ اگر یہی وقت قبولیت کا ہوا تو پھر بڑی تکلیف کا سامنا کرنا پڑے گا۔

ایک عورت کی بد دعا کا واقعہ

ہمارے یہاں راندیر میں شیخ الحدیث حضرت مولانا احمد رضا صاحب اجمیریؒ -شیخ الحدیث حضرت مولانا قاری رشید احمد صاحب اجمیری مدظلہ العالی کے والدِ مرحوم- بہت بڑے اللہ کے ولی تھے، زندہ دل تھے، حضرت کسی عورت کی بد دعا کا ایک واقعہ سنایا کرتے تھے، وہ واقعہ میں آپ کو سناتا ہوں۔

حضرت شیخ مولانا احمد رضا اجمیریؒ کا اصل وطن سرحدی علاقہ ہے، اس علاقے

کے پٹھان لوگوں میں آج بھی یہ بات بہت مشہور ہے کہ بدن سے آواز کے ساتھ ہوا خارج کریں تو ان کے یہاں بہت بڑا گناہ سمجھا جاتا ہے۔ ہمارے قاری یعقوب مملا صاحب-امام وخطیب مسجد غریر، دوبئ-فرماتے ہیں کہ: ان پٹھانوں کے یہاں آواز کے ساتھ ریح خارج کرنا شرک جتنا بڑا گناہ سمجھا جاتا ہے۔

ان پٹھانوں کے یہاں آج بھی خاندانی نظام ہے کہ ایک ہی گھر میں سارے لوگ کئی کئی بھائی بہو وغیرہ پوری فیملی مل کر رہتی ہے، تو کسی گھرانے میں چار، پانچ بہو تھیں اور ہر ایک کا ایک چھوٹا بچہ تھا، کسی کا بچہ تو کسی کی بچی تھی اور سب بچے ایک ہی جگہ بستر پر سو رہے تھے اور سب بہوا پنے اپنے کام میں مشغول تھیں، اتنے میں ایک بچے کو آواز کے ساتھ زور سے ہوا نکل آئی، وہاں کے عرف میں سب کے لیے یہ معیوب چیز تھی، وہ چھوٹے سے بچے سے صادر ہوئی تھی؛ لیکن تعین کے ساتھ یہ پتہ نہیں چلا کہ کس بچے کو ہوا خارج ہوئی، سب کو یہ ناگوار گزرا تو ایک بہو نے کام کرتے کرتے ناگواری کے عالم میں زبان سے بددعا کے الفاظ بول دیے کہ:

اگر میرے بچے سے یہ ہوا خارج ہوئی ہے تو وہ مرجائے۔

میری دینی بہنو! یہی وقت اللہ کے یہاں دعا کی قبولیت کا رہا ہوگا اور حقیقت یہ ہوئی کہ جس بچے سے آواز کے ساتھ ریح خارج ہوئی تھی وہ اس بددعا دینے والی بہو کا بچہ تھا، پھر جب جا کر ان بچوں کو دیکھا تو اس بددعا دینے والی بہو کا بچہ مر چکا تھا۔

یہ ہے ماں کی بددعا کا اثر؛ اس لیے میری دینی بہنو! آپ جب غصے میں ہوں یا عام حالات میں تو ہرگز اپنے بچوں کو بددعا مت دو۔

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا ایک اچھا جملہ اللہ تعالیٰ کو پسند آیا

بہرحال! حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے اپنی زبان سے اس صندوق سے نکلنے والے بچے کے لیے ایک اچھا جملہ بول دیا کہ: یہ بچہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، حدیث میں آتا ہے کہ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا یہ جملہ اللہ کو اتنا پسند آیا کہ اللہ نے ان کو ایمان کی دولت سے نواز دیا۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جوان ہو گئے، شادی بھی ہو گئی اور نبوت بھی مل گئی اور فرعون کے دربار میں ایمان کی دعوت لے کر آئے، اس دور میں فرعون نے آپ کی اس دعوت کو قبول نہیں کیا اور حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے ایمان قبول کرلیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جادوگروں سے مقابلہ

فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو جادو سمجھتا تھا اور اس کے درباریوں نے بھی معجزات کو جادو سے تعبیر کیا تھا؛ اس لیے فرعون نے جادوگروں کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کرایا، اس موقع پر مصر کے ہزاروں جادوگر موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے، اسی زمانے میں فرعون کی بیوی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا بھی ایمان لائی تھی؛ اس لیے کہ جب جادوگروں سے مقابلہ کرایا تھا تو مصر کی پوری قوم کو بھی مقابلہ دیکھنے کے لیے جمع کیا تھا: وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿۵۹﴾ (طٰہٰ)

ترجمہ: اور یہ کہ چاشت (دن چڑھنے) کے وقت لوگ جمع کر لیے جائیں گے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے: وَقِيْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ ﴿۳۹﴾ (الشعراء)

ترجمہ: اور لوگوں کو (اعلان کر کے) کہہ دیا گیا کہ: کیا تم بھی جمع ہوں گے؟

اللہ تعالیٰ نے ان جادوگروں کے مقابلے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کامیابی عطا فرمائی اور سب جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ایمان لے آئے۔

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا پر فرعون کا ظلم

فرعون کی بیوی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا بھی اسی دور میں ایمان لے آئی، فرعون کی بیوی کا ایمان لانا جب فرعون کو معلوم ہوگیا تو اس کو بہت غصہ آیا کہ میری بیوی بھی میرے دشمن ''موسیٰ'' پر ایمان لے آئی؟

اس سے پہلے فرعون اپنی بیوی سے بہت محبت کرتا تھا، رہائش کے لیے ایک سونے کا محل بنایا تھا اور وہ بھی دریا کے کنارے ایک اونچے پہاڑ پر، نیچے سے پانی بہتا تھا، اسی طرح اپنی بیوی کے بہترین کپڑے تیار کرواتا تھا؛ لیکن بیوی کے ایمان لانے کی وجہ سے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا پیغمبر مان لینے کی وجہ سے اس کو حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا سے دشمنی ہوگئی، اب فرعون حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا سے بہت نفرت کرنے لگا اور حد یہ ہوگئی کہ فرعون نے حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا پر بہت ظلم شروع کردیا۔

اللہ ہم سب کو حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا جیسا ایمان نصیب فرمائے

میری دینی بہنو! حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کیسی ایمان والی عورت تھی، اللہ ایسا ایمان آج کی ہماری بہنوں اور ہم سب کو نصیب فرمائے کہ شوہر کا ظلم برداشت کرتی ہے؛ لیکن ایمان نہیں چھوڑتی ہے، اللہ کو اس عورت کی قربانی اتنی پسند آئی کہ اللہ نے اس کا قصہ قرآن میں بیان کردیا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ. (التحریم: ۱۱)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں (کی تسلی) کے لیے فرعون کی بیوی کی مثال بیان فرمائی۔

یعنی ایمان والوں کے واسطے فرعون کی بیوی کا قصہ ایک نصیحت ہے۔

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا مثالی ایمان

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ ایک بڑی مثال ہے، اس میں بڑا اسبق ہے، بڑی عبرت کی چیز ہے کہ عورت ذات ہوکر، کمزور ہونے کے باوجود اس ظالم کا ظلم برداشت کرتی ہے؛ لیکن ایمان اور اللہ کی عبادت نہیں چھوڑتی ہے۔

میری دینی بہنو! آج ہم کو تو کوئی تکلیف نہیں ہے پھر بھی ہم اللہ کی فرماں برداری کو معمولی معمولی باتوں میں چھوڑ دیتے ہیں۔

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی آگے کی حالت سنو! ایک دن فرعون اس ضد پر آ گیا کہ آج میں فیصلہ کروں گا کہ یا تو آسیہ ایمان کو چھوڑ دے اور مجھے خدا تسلیم کرے، یا میں اس کو قتل کر دوں، اب اس نے حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کو محل سے باہر نکالا، سخت گرمی کے دن تھے اور محل سے نکال کر گرم گرم ریت پر لٹا دیا۔

وہ عورت جس پر دنیا میں ملائکہ سایہ کرتے تھے

اللہ کی عجیب مدد! جب گرم زمین پر ڈال کر ان کو ستایا جاتا اور فرعونی ظالم ہٹ جاتے تو اللہ تعالیٰ کے ملائکہ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا پر سایہ کرتے تھے۔

فرعون نے حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کے دونوں ہاتھ لمبے کروائے اور زمین پر پھیلائے اور دونوں ہتھیلی کے بالکل بیچ میں لوہے کی کیلیں زور زور سے مار کر زمین میں

گاڑ دیں، اسی طرح دونوں پیر میں بھی کیلیں گاڑ دیں، ایذائیں دی جاتی تھیں، اسی تکلیف کے عالم میں اللہ کی جانب سے ان کو جنت کا محل دکھایا جاتا جس کی وجہ سے سب سختیاں اور تکلیفیں آسان ہو جاتیں، گویا آخرت کی نعمتوں کے مقابلے میں دنیوی تکالیف کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھیں۔

وہ عورت جس نے دنیا میں جنت کے محل کا مشاہدہ کیا

ایک عجیب بات کتابوں میں لکھی ہے کہ جب دونوں ہاتھوں اور دونوں پیروں میں میخیں گاڑ دی گئیں اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کو جنت والا مکان دکھلایا، جس کی وجہ سے وہ ہنسنے لگیں، اس پر کم بخت فرعون کہنے لگا: یہ کیسی پاگل عورت ہے، میں اس کو تکلیف دے رہا ہوں اور یہ ہنس رہی ہے؟

ہاں! حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی یہ ہنسی جو ظاہراً دنیوی تکلیف کے بیچ میں تھی وہ آخرت کی نعمتوں کے مشاہدہ پر تھی۔

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا حسنِ خاتمہ

میری دینی بہنو! کیا گذری ہوگی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا پر؟ کیا حال ہوا ہوگا ان کا؟ دونوں ہاتھوں اور پیروں میں کیلیں لگی ہوئی ہیں، دونوں جگہوں سے خون نکل رہا ہے، زمین بھی گرم ہے اور وہ کمزور عورت تڑپ رہی ہے، بے چین ہے، پریشان ہے؛ لیکن کہتی ہے: میں ایک اللہ کو مانتی ہوں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا نبی مانتی ہوں۔

اللہ اکبر! کیسی ایمان والی عورت تھی؛ اسی لیے اللہ نے ان کا واقعہ قرآن میں ہمارے لیے سبق کے طور پر بیان فرمادیا، اتنی تکلیف ہونے کے باوجود وہ عورت اللہ پر

ایمان میں مضبوط رہی، کہہ دیا کہ: میں اللہ کی فرماں برداری، اللہ کی اطاعت، اللہ کی عبادت نہیں چھوڑوں گی، ایمان کو اپنے ہاتھوں سے نہیں جانے دوں گی۔

اس کے بعد فرعون نے ایک بہت بڑا پتھر منگوایا اور حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کو چت لٹا کر سینے پر رکھ دیا، اس کے بعد پھر حکم دیا کہ: ایک اور پتھر لاؤ جو بڑے سے بڑا ہو اور اس کو کہو کہ: اپنا ایمان چھوڑ دے، اگر وہ مان جاوے تو عزت کے ساتھ واپس لاؤ؛ ورنہ تو بھاری پتھر گرا کر قیمہ قیمہ کر ڈالو۔

یہ آخری مہلت دی گئی کہ آسیہ! اب اس پتھر کو تیرے منہ پر مارا جاوے گا اور تیرے سینے اور سر کو چُورا چورا کر دیا جاوے گا، تجھے ختم کر دیا جاوے گا، حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے دیکھ لیا کہ میرا شوہر مجھے مارنے کے لیے تیار ہے۔

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی تین زبردست دعائیں

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے اس موقع پر زمین پر پڑے پڑے بے چینی کی حالت میں اللہ سے دعا کی، دعا کیا تھی؟ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قیامت تک کے لیے قرآن میں بیان فرما دیا۔

میری دینی بہنو! اللہ تعالیٰ ہمیں عافیت سے رکھیں؛ لیکن نعوذ باللہ! کبھی کسی کو ایسی مظلومیت پیش آجاوے تو ایسی مظلومیت کے عالم میں اگر ہم اللہ سے مانگیں گے اللہ ہماری ضرورتوں کو پورا فرمائے گا، اللہ ہماری نصرت اور مدد کرے گا، حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کے پاس کوئی مدد کرنے والا نہیں تھا، شوہر ہی ظلم کر رہا تھا، ایسی حالت میں حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے اللہ سے دعا کی اور اس دعا کو اللہ نے قبول کرلیا، دعا یہ تھی:

اِذۡ قَالَتۡ رَبِّ ابۡنِ لِیۡ عِنۡدَكَ بَیۡتًا فِی الۡجَنَّةِ وَنَجِّنِیۡ مِنۡ فِرۡعَوۡنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِیۡ مِنَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۱۱﴾ (التحریم)

اے میرے پروردگار! تو میرے لیے جنت میں اپنے پاس ایک محل تعمیر فرما اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے نجات دے اور مجھے نجات دے ظالم قوم سے۔

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے تین بڑی اہم دعائیں مانگیں:

① رَبِّ ابۡنِ لِیۡ عِنۡدَكَ بَیۡتًا فِی الۡجَنَّةِ.

ترجمہ: اے میرے رب! میرے لیے جنت میں اپنے پاس ایک محل تعمیر فرما۔

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا عشقِ الٰہی میں مقام

امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ: آخری حال میں اس عورت کی دعا میں جو عجیب سوال ہے اس پر غور کرو! پہلے خدا کا پڑوس مانگا: اے اللہ! جنت میں اپنے قریب "عِنۡدَكَ" گھر عطا فرما۔ کیسی اللہ کے عشق میں زندگی گزارنے والی عورت ہے کہ ایسی اضطرابی حالت میں بھی عشقِ الٰہی کا غلبہ ہے کہ جنت کے مکان سے پہلے اللہ کا جوار مانگ رہی ہے!!!

② اے اللہ! تجھے معلوم ہے کہ میں نے ایمان کے واسطے فرعون کا محل چھوڑا ہے، سونے سے بنایا ہوا محل میں نے ایمان ہی کے خاطر چھوڑا ہے، اے اللہ! تجھے راضی کرنے کے لیے چھوڑا ہے تو اس کے بدلے میں مجھے جنت میں گھر عطا فرما دے۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ: ظالم فرعون حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں ان کے چہرے پر پتھر نہ مار سکا اور اللہ نے حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی روح کو قبض کرلیا اور سیدھا

جنت کے عالی شان محل میں پہنچا دیا۔ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی تیسری دعا یہ تھی:

③ وَنَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ⑪

اے اللہ! فرعون سے اور فرعون کے کفر وشرک والے کاموں سے مجھے نجات عطا فرما اور فرعون کی مشرک قوم سے مجھے چھٹکارا دے دے.

چنانچہ فرعون اور فرعونی اعمال سے نجات مل گئی اور جنت میں اہلِ جنت کی معیت نصیب ہوگئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

مفسرین نے نقل کیا ہے کہ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کو اللہ نے وہ نعمت عطا فرمائی کہ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ فرعون جیسے ظالم شوہر کو جب چھوڑا اور چھوڑا بھی تو محض اللہ کے واسطے تو کل قیامت کے دن جب جنتی جنت میں چلے جائیں گے اور اللہ ہم سب کو جنت میں داخلہ عطا فرمادے گا، پھر جنت میں جانے کے بعد ایک پروگرام ہوگا جس میں حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح اللہ تعالیٰ ہمارے حضور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کروائیں گے، کتنی بڑی دولت اللہ نے حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کو دی!

یہ سب ایمان کی بنا پر فرعون کے ظلم کو برداشت کرنے کا صلہ ہے۔

میری دینی بہنو! ایک عورت ذات ہو، ایمان والی ہو وہ اللہ کی فرماں برداری والی ہو جائے اللہ اس کو کیسی کیسی نعمتوں سے نوازتے ہیں کہ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا ایمان پر جمی رہی اور اللہ کی فرماں برداری پر جمی رہی تو اللہ تعالیٰ کو ان کی قربانی اتنی پسند آئی کہ تمام ایمان والوں کے لیے ان کے واقعے کو ایک سبق اور مثال بنا دیا۔

ایک لطیفہ

میرے مرشدِ اول فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ بہت خوش مزاج تھے، بہت سے اہم اہم مسائل لطیفے کے انداز میں حل فرمایا کرتے تھے، حضرت کے لطائف مستقل کتابی شکل میں طبع بھی ہوئے ہیں، ایک مرتبہ ایک صاحب نے سوال کیا حضرت! سنا ہے کہ جنت میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوگا؟ حضرت نے ارشاد فرمایا: دیکھو! یہ جنت میں چھوارے کھانے کی فکر کر رہے ہیں، گویا لطیفے کے انداز میں جواب دے دیا کہ: یہ بات صحیح ہے، ساتھ ہی نکاح کے موقع پر چھوارے تقسیم کرنا مسنون عمل ہے اس کی طرف بھی اشارہ ہوگیا۔

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی دعا ہم سب کے لیے سبق ہے

میری دینی بہنو! حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی مبارک دعا جو میں نے آپ کے سامنے نقل کی یہ پیاری دعا ہے، میں آپ کو کہتا ہوں کہ: یہ دعا ہم کو سبق دیتی ہے کہ انسان اللہ ہی سے مانگے، اللہ اس کی ضروریات کو پورا فرماتے ہیں۔

یہ رمضان کا مبارک مہینہ اور مبارک راتیں چل رہی ہیں، یہ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ ہمارے لیے بہت بڑی نصیحت ہے، ایک عورت ذات نے ظلم کو برداشت کیا اور ایمان پر مضبوطی کے ساتھ جمی رہی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو نواز دیا۔

اللہ ہمیں بھی ایسا کامل ایمان عطا فرمائیں اور اللہ اپنے فضل سے ہم سب کو جنت الفردوس نصیب فرمائیں اور ہم سب کو اپنی ناراضگی والے کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

ایک مشاہدہ

رمضان میں ایک روز آپ کے قریب والے شہر ''لمبی'' (LIMBY) جانا ہوا، حضرت مولانا احمد صاحب اور ان کی اہلیہ محترمہ دینی اور دسترخوانی دونوں اعتبار سے شان دار میزبانی کرتے ہیں، ان کے مکان میں آگے والے کمرے میں ایک بڑے تختے پر حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی اس دعا کا ایک حصہ لکھا ہوا دیکھا، وہ بہت پسند آیا، اس دعا کے حصے کو آپ اپنی دعاؤں میں شامل کرلو۔

اپنے ایمانی اعمال کی فکر کرو

بیان کے اختتام پر ایک اہم بات کی طرف متوجہ کرتا ہوں، حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا ایمان لے آئی اور جنتی ہوگئی، فرعون ان کا شوہر تھا ایمان نہیں لایا جہنمی ہوا، اس سے عبرت حاصل کرو، ہمارا ایمان ہی ہم کو فائدہ دے گا، ہم کو اپنی اپنی قبر میں سونا ہے؛ اس لیے اپنا ایمان مضبوط کرنے کی فکر کرو اور اعمالِ صالحہ کا اہتمام کرو۔

ہم گناہوں سے بچیں اور اللہ کو راضی کریں

میری دینی بہنو! آج بے حیائی کا ماحول ہے، فیشن کا ماحول ہے، بے پردگی کا ماحول ہے، گناہوں اور گانے اور میوزک (Music) کا ماحول ہے، ایسے ماحول میں سنتِ رسول اور اللہ کے احکام پر جم جاؤ، اللہ کی مرضی پر جم جاؤ، اللہ دنیا اور آخرت میں ہم سب کو عزت کی دولت سے مالا مال فرمائیں گے، اللہ ہم سب کو یہ دولت نصیب فرمادیں، آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مدینہ منورہ میں روضۂ اقدس پر حاضر ہونے والوں کے لیے

ایک پیغام

بنانا نہ تربت کو میری صنم تم
نہ کرنا میری قبر پہ سر کو خم تم
نہیں بندہ ہونے میں کچھ مجھ سے کم تم
کہ بے چارگی میں برابر ہیں ہم تم
مجھے دی ہے حق نے بس اتنی بزرگی
کہ بندہ بھی ہوں اس کا اور ایلچی بھی

نوٹ: حدیث شریف میں آیا ہے کہ میری قبر کو تم سجدہ گاہ مت بنانا، اس مفہوم کو اشعار میں پیش کیا گیا ہے۔

بنی اسرائیل کی مظلوم عورتوں کا واقعہ

درسِ عبرت

ہمیشہ ظالم آدمی کمزور لوگوں پر ہی مسلط ہوا کرتا ہے،خاص طور پر عورتوں اور بچوں اور غریب لوگوں پر جیسا کہ فرعون نے بنی اسرائیل کی کمزور عورتوں اور بچوں پر ظلم کیا۔

بنی اسرائیل جیسے اپنے زمانے کے مبارک اور عزت والے خاندان کی عورتوں پر بہت بڑا ظلم ہوا جو نہایت ہی خطرناک تھا،کرسی پرست لوگ اپنے اقتدار کو بچانے کے لیے بے گناہ عورتوں اور معصوم بچوں پر کیسے کیسے مظالم ڈھا سکتے ہیں اس کی درد بھری داستان اس واقعہ میں ہے اور اس کا منظر آج کے دور کے ظالموں اور فرعونوں کی طرف سے بھی دنیا دیکھ رہی ہے،حق تعالیٰ ان ظالموں کو توبہ نصیب فرماوے اور بے گناہ بے قصور انسانوں کی عورتوں کی بچوں کی حفاظت فرماوے،آمین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى.اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۴۹﴾ وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۰﴾

ترجمہ:اور (اے بنی اسرائیل! ذرا وہ وقت بھی یاد کرو) جب ہم نے تمھارے لیے سمندر کو پھاڑ دیا تھا، پھر (سمندر سے پار کر کے) ہم نے تم سب کو بچالیا اور ہم نے فرعونی لوگوں کو (سمندر میں) ڈبو دیا تھا اور تم (ان سب باتوں کو اپنی آنکھوں سے) دیکھ رہے تھے ﴿۵۰﴾

فائدہ: آیت میں لفظ ’’بلاء‘‘ آیا ہے، اس کے چند معنی آتے ہیں:

① اگر ’’ذٰلکم‘‘ کا اشارہ ذبح کی طرف لیا جائے تو اس کے معنی ’’مصیبت‘‘ کے ہوں گے۔ ② اور اگر نجات کی طرف اشارہ ہے تو معنی ’’نعمت‘‘ کے ہوں گے۔

③ اور مجموعہ کی طرف ہو تو معنی ’’امتحان‘‘ کے لیے جائیں گے۔

گویا لڑکیوں کا قتل کیا جانا اور دوسری تکلیف پہنچنا ایک طرف مصیبت تھا تو ساتھ ہی اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان تھا اور مصیبت پر صبر کرنے سے ثواب اور ترقی ملتی ہے اس لیے نعمت بھی تھا۔ (از تیسیر القرآن)

وقال تعالیٰ: وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْيٖ

نِسَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ﴿۱۲۷﴾

ترجمہ: اورفرعون کی قوم کے سردار کہنے لگے: (اے فرعون!) کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو (یوں ہی کھلا) چھوڑ رہا ہے کہ وہ ملک میں فساد پھیلاتے رہیں اور وہ تجھ کو اور تیرے معبودوں کو نظر انداز کرتے رہیں؟

فرعون نے کہا: (ایسے ہی تھوڑے چھوڑیں گے) عنقریب ہم ان کے بیٹوں کو قتل کردیں گے اوران کی عورتوں کو زندہ (باقی) رہنے دیں گے اور بلاشبہ ہم کو ان پر پورا قابو حاصل ہے ﴿۱۲۷﴾

ان آیات میں اوراس کے علاوہ بہت ساری آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے فرعون کی طرف سے بنی اسرائیل کی عورتوں پر کیے گئے ظلم کو بیان فرمایا ہے۔

ایمان اور حالات

اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ عافیت ہی مانگنی چاہیے؛ لیکن ایمان کے ساتھ حالات لگے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

الٓمّٓ ﴿۱﴾ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ﴿۲﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۳﴾

ترجمہ: الم ﴿۱﴾ کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ صرف اتنا کہہ دینے پر کہ ''ہم ایمان لے آئے ہیں'' چھوڑ دیے جائیں گے اوران کو آزمایا نہیں جائے گا؟ ﴿۲﴾ حالاں کہ ان سے پہلے جو لوگ گذر چکے ہیں ہم ان (سب) کو آزما چکے ہیں، سو اللہ تعالیٰ

ان لوگوں کو ضرور معلوم کر کے رہیں گے جو (ایمان میں) سچے ہیں اور وہ (اللہ تعالیٰ) جھوٹوں کو بھی ضرور معلوم کر کے رہیں گے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ۝۲۱۴ (البقرۃ)

(اے مسلمانو!) کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تم (ایسے ہی) جنت میں داخل ہو جاؤ گے؟ حالاں کہ ابھی تک تو تمھارے اوپر تم سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں جیسے حالات بھی نہیں آئے، ان (پہلے لوگوں) کو (دین کی خاطر) بڑی سختی اور تکلیف پہنچی اور وہ لوگ ہلا دیے گئے، یہاں تک کہ رسول اور ان کے ساتھ ایمان والے کہنے لگے کہ: ”اللہ تعالیٰ کی مدد کب آئے گی“ سن لو! اللہ کی مدد تو قریب (میں آنے) ہی (والی) ہے۔

مؤمن کے لیے بھلائی اور برائی دونوں نعمت

اللہ تعالیٰ قوموں کو اور لوگوں کو کبھی بھلائی سے ساتھ آزماتے ہیں اور کبھی برائی کے ساتھ، جیسا کہ اس نے بنی اسرائیل کو فرعون کے شر کے ذریعے آزمایا کہ وہ ان کو بہت زیادہ سخت سزا دیا کرتا تھا اور پھر ان کو خیر کے ساتھ آزمایا کہ انھیں اس عذاب نجات عطا فرمادی، اور یہ دونوں ایک مؤمن کے لیے نعمت ہے، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے، حضرت صہیب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عجباً لأمر المؤمن، إنّ أمره كله خير، وليس ذلک لأحد إلا للمؤمن، إن

أصابته سراء شكر فكان خيرا له، وإن إن أصابته ضراء صبر فكان خيرا له. (المسلم)

ترجمہ: مؤمن کا معاملہ بڑا عجیب ہے، اس کے ہر کام میں خیر ہی خیر ہے، یہ بات مؤمن کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں ہے، اگر اس کو خوشی حاصل ہو اور وہ شکر کرے تو اس میں بھی اس کے لیے اجر ہے اور اگر اس کو کوئی تکلیف پہنچے اور وہ صبر کرے تو بھی اس کے لیے خیر ہی خیر ہے۔

خیر! تو اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو بھی آزمایا، جس کی کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

حکومت کا نشہ

اللہ تعالیٰ نے فرعون کو جو حکومت عطا فرمائی تھی اس کی کی وجہ سے وہ غرور اور تکبر میں آ گیا تھا، اللہ تعالیٰ اس بات کو نقل کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۴﴾ (الزخرف)

ترجمہ: اس طرح اس فرعون نے اپنی قوم کو بے وقوف بنایا (یا ہلکا، بے وزن) کر دیا) اور انھوں نے اس (فرعون) کا کہنا مان لیا، حقیقت یہ ہے کہ وہ سب گنہگار لوگ تھے ﴿۵۴﴾

پھر وہ فرعون اللہ تعالیٰ کے ساتھ بغاوت اور سرکشی میں اس حد تک پہنچ گیا کہ اس ظالم نے اپنے آپ کے لیے سب سے بڑا رب ہونے کا دعویٰ کر لیا:

فَحَشَرَ فَنَادٰى ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴿۲۴﴾

ترجمہ: پھر (لوگوں کو) جمع کیا اور اونچی آواز لگائی ﴿۲۳﴾ اور (یوں) کہا

کہ: میں تمھارا سب سے بڑا رب ہوں۔

اور ایک قدم آگے بڑھتے ہوئے اپنے علاوہ کے معبود ہونے کا انکار کر دیا:

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَاأَيُّهَا الْمَلَأُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرِي (القصص:۳۸)

ترجمہ: اور فرعون کہنے لگا: اے درباریو! مجھ کو تو میرے سوا تمھارا کوئی معبود معلوم نہیں ہے۔

بچوں کے قتل کی پہلی وجہ

فرعون بچوں کو کیوں قتل کرتا تھا اس کے بارے میں تفصیل یہ ہے:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قرآن میں سورۂ طہٰ میں ایک لفظ آیا ہے ''وفتناک فتونا''، اس کی تفسیر میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ واقعہ منقول ہے، فرماتے ہیں کہ: ایک دن فرعون اور اس کے درباریوں کے درمیان اس بات کا ذکر آیا کہ اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وعدہ فرمایا ہے کہ ان کی اولاد میں انبیا اور بادشاہ پیدا فرمائیں گے۔

مجلس میں موجود لوگوں میں سے بعض نے کہا: بنی اسرائیل تو اس کا انتظار کر رہے ہیں، جس میں ان کو ذرا شک نہیں، اور پہلے ان لوگوں کا خیال تھا کہ وہ نبی حضرت یوسف علیہ السلام ہیں، جب ان کی وفات ہوگئی تو کہنے لگے کہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جو وعدہ کیا گیا تھا یہ اس کے مصداق نہیں ہے، بلکہ کوئی اور نبی اور رسول پیدا ہوں گے جو اس وعدہ کو پورا کریں گے۔

فرعون نے جب یہ سنا تو اس کو یہ فکر ہوئی کہ بنی اسرائیل میں جن کو اس نے

غلام بنا رکھا تھا کوئی نبی پیدا ہوگیا تو وہ ان بنی اسرائیل کو مجھ سے آزاد کرادے گا؛ اس لیے اس نے درباریوں سے مشورہ کیا کہ: اس مصیبت سے بچنے کا کیا راستہ ہے؟

آپس کے مشورے سے انھوں نے یہ طے کیا کہ: بنی اسرائیل میں جو بچہ پیدا ہو اس کو قتل کردیا جائے، اس کے لیے ایسے سپاہی مقرر کردیے گئے جن کے ہاتھوں میں چھریاں تھیں اور وہ بنی اسرائیل کے ایک ایک گھر میں جاکر دیکھتے تھے، اور بچہ نظر آتا تو اس کو قتل کردیتے تھے۔

غرض اس طرح کی بات کی وجہ سے بچوں کو قتل کرنے کا ظلم شروع ہوا۔

بچوں کے قتل کی دوسری وجہ

بعض حضرات نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ: فرعون نے ایک خواب دیکھا کہ: بیت المقدس سے ایک آگ نکل کر مصر آئی، اور قبطی لوگوں کے جتنے مکانات ہیں اس میں یہ آگ لگی اور بنو اسرائیل کے گھروں کو کچھ نہیں ہوا۔

فرعون خواب دیکھ کر بہت حیران ہوا، صبح دربار میں اس نے اپنا خواب بیان کیا اور کہا کہ: مجھے اس کی تعبیر بتاؤ۔

اس کو یہ تعبیر بتائی گئی کہ: بنی اسرائیل میں سے ایک لڑکا پیدا ہوگا جو فرعون کی حکومت کو ختم کردے گا۔

جب اس نے یہ تعبیر سنی تو اس کو بڑی فکر ہوئی، اس نے اپنے درباریوں سے مشورہ کیا کہ: ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

درباریوں نے یہ مشورہ دیا کہ: بنی اسرائیل کے خاندان میں جب کبھی کوئی بچہ

پیدا ہو تو فوراً اس کو قتل کر دیا جائے۔

غرض دونوں میں سے جو وجہ بھی ہو اولاد؛ خاص کر لڑکوں کا قتل ہونا یہ بھی ماؤں پر ایک بہت بڑا ظلم تھا، کونسی ماں اپنی نظروں کے سامنے بچوں کا قتل برداشت کر سکتی ہے؟ اور لڑکیوں کو محض اس وجہ سے زندہ رکھنا کہ ان سے گھریلو کام لیے جاویں یہ بھی ظلم تھا۔

نوٹ: لفظِ فرعون کی تحقیق اور اس کے خواب کے متعلق تفصیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے قصے میں مذکور ہے۔

اپنی کرسی بچانے کے لیے معصوم بچوں کا قتل

اب یہ جتنے کرسی والے ہوتے ہیں ان کو سب سے زیادہ اپنی کرسی کی فکر رہتی ہے، تو فرعون کو بھی فکر ہوئی کہ کہیں میری حکومت ختم نہ ہو جائے؛ اس لیے اس نے اور اس کے درباریوں نے یہ فیصلہ کیا کہ بنی اسرائیل کے خاندان میں جو لڑکا بھی پیدا ہو اس کو قتل کر دیا جائے؛ تاکہ وہ بچہ زندہ نہ رہے جو اس کی حکومت کو ختم کر دے، چنانچہ ایک ایک دن میں ستر ہزار معصوم بچوں کو فرعون نے قتل کروایا۔

بنی اسرائیل کی عورتوں کو زندہ رکھنے کی وجہ

لیکن لڑکیوں کو قتل نہیں کرواتا تھا؛ تاکہ وہ بڑی ہو کر ان کے گھروں میں کام کریں، اس زمانے میں بنی اسرائیل کی عورتیں فرعونیوں کے یہاں کام کرتی تھیں۔

اسی طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کے ساتھ فرعون کا یہ سلوک ان کو ذلیل کرنے کے لیے اور ان کو معمولی جاننے کی وجہ سے کیا جاتا تھا؛ حالاں کہ اس دور میں بنی اسرائیل سب لوگوں سے بہتر لوگ تھے۔

عورتوں سے مراد؟

اِن آیات میں جن عورتوں کا ذکر کیا ہے وہ بنی اسرائیل کی عام عورتیں تھیں؛ یعنی وہ بنی اسرائیل کی خاص عورتیں نہیں تھیں جنھیں فرعون اپنی خدمت کے لیے زندہ رکھتا تھا؛ بلکہ اس زمانے کی بنی اسرائیل کی سب عورتیں مراد تھیں۔

اسی طرح یہاں ''نساء'' یعنی عورتوں کا لفظ استعمال کیا گیا ہے:

① اس سے چھوٹی اور نوجوان لڑکیاں اور بچیاں مراد ہیں۔

② عورتوں سے مراد: بڑی عورتیں، بیٹیاں اور بچیاں سب ہی ہیں۔

عورتوں کو زندہ رکھنے میں آزمائش کا مطلب

صرف عورتوں کو زندہ رکھنے میں تو کوئی سزا اور تکلیف نہیں تھی؛ بلکہ سزا اور تکلیف یہ تھی کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو فرعونی لوگ الگ الگ تکلیف دیتے تھے:

① ان کو باندیاں اور کام کرنے والی بنا کر رکھا جاتا تھا۔

② ان کے بیٹوں اور بھائیوں کو قتل کر کے ان عورتوں کو دکھ دیا جاتا تھا۔

③ بغیر مردوں کے صرف عورتیں ہی رہیں تو کس قدر دکھ بھری زندگی ہوتی ہے۔

بچوں کو قتل کرنے کا ظلم دو مرتبہ ہوا

قرآن کی آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کے بچوں کے قتل کے واقعات دو مرتبہ پیش آئے، اور دونوں مرتبہ قتل کا سبب الگ الگ تھا:

① حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے زمانہ میں، اور اس کی وجہ وہ خواب تھا

جس کا ذکر پیچھے ہوا۔

۲ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت ملنے کے بعد جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جادوگروں کے مقابلے میں جیت گئے اور جادوگر ایمان لے آئے، فرعونی ہار گئے، اس وقت بھی فرعون نے بچوں کا قتلِ عام کیا تھا؛ تاکہ بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے اور ان کی پیروی کرنے سے روک سکے، جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَاسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ ؕ وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۲۵﴾ (المؤمن)

ترجمہ: سو جب وہ (موسیٰ) ان کے پاس ہماری طرف سے (آئی ہوئی) سچی بات لے کر آئے تو وہ لوگ کہنے لگے کہ: جو لوگ ان (موسیٰ) کے ساتھ ایمان لائے ان کے بیٹوں کو تم مار ڈالو اور ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑ دو اور کافروں کی تدبیر تو ناکام ہی رہی۔

فائدہ: اولاد کے قتل کا انسان کو زیادہ غم ہوتا ہے، اولاد کے قتل سے نسل نہیں پھیلتی، انسان کمزور ہو جاتا ہے اور یہ جتایا گیا کہ اولاد کا قتل ایمان کے سبب سے ہے؛ تاکہ لوگ ایمان سے دور رہے۔۔ (از تیسیر القرآن)

اولاد کو قتل کرنے کی ایک شکل

امام مجاہدؒ کی روایت سے بیان کیا جاتا ہے کہ: فرعون بانس حاضر کرنے کا حکم دیتا، بانس کو درمیان سے پھاڑ دیا جاتا، یہاں تک کہ دونوں حصے چھری کی طرح تیز دھار والے ہو جاتے، پھر ان تیز دھار والے بانس کے ٹکڑوں کو ساتھ ساتھ ملا کر زمین پر

رکھ دیا جاتا اور بنی اسرائیل کی حاملہ عورتوں کو بلوا کر ان ٹکڑوں پر کھڑا کر دیا جاتا جس سے ان کے پاؤں زخمی ہوجاتے ،اس تکلیف سے وہ عورتیں اپنے حمل گرادیتیں جوان کے دونوں قدموں کے درمیان گر جاتے ، پھر وہ بہت کوشش کرتیں کہ ان بچوں کو پیروں کے نیچے روندنے سے بچالیں ؛مگر نہ بچاسکتیں اور اپنے ہی پیروں سے روند ڈالتی تھیں۔

اس واقعے سے سیکھنے کی باتیں اور نصیحتیں

اللہ تعالیٰ کے فرمان ''یسومونکم سوء العذاب'' سے **معلوم** ہوا کہ اولاد اور گھر والوں پر سختیاں اور مصیبتیں گویا اپنی ذات ہی پر سختیاں اور مصیبتیں ہیں۔

ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ ہمیشہ ظالم آدمی کمزور لوگوں پر ہی مسلط ہوا کرتا ہے، خاص طور پر عورتوں اور بچوں اور غریب لوگوں پر جیسا کہ فرعون نے بنی اسرائیل کی کمزور عورتوں اور بچوں پر ظلم کیا۔

خیر! بنی اسرائیل جیسے اپنے زمانے کے مبارک اور عزت والے خاندان کی عورتوں پر بہت بڑا ظلم ہوا جو نہایت ہی خطرناک تھا، کرسی پرست لوگ اپنے اقتدار کو بچانے کے لیے بے گناہ عورتوں اور معصوم بچوں پر کیسے کیسے مظالم ڈھا سکتے ہیں اس کی درد بھری داستان اس واقعہ میں ہے اور اس کا منظر آج کے دور کے ظالموں اور فرعونوں کی طرف سے بھی دنیا دیکھ رہی ہے، حق تعالیٰ ان ظالموں کو توبہ نصیب فرماوے اور بے گناہ و بے قصور انسانوں کی عورتوں اور بچوں کی حفاظت فرماوے، آمین۔

سورۂ کہف میں آیا ہوا ایک لڑکے کی ماں کا قصہ

مختصر تعارف

نام: تفسیر کی روایتوں میں اس بچے کی ماں کا نام ’’رحماء‘‘ آیا ہے۔

بعض روایتوں میں: ’’صحواء‘‘ آیا ہے۔

اقتباس

اللہ تعالیٰ نے اس لڑکے کے بدلے ان کو ایک لڑکی عطا فرمائی، اس لڑکی کا ایک نبی سے نکاح ہوا، اس نکاح کی برکت سے تقریباً ستر (۷۰) نبی ان کے گھر میں پیدا ہوئے، اوران کے ذریعے پوری امت کو ہدایت ملی۔

کتنے خوش نصیب ہیں وہ ماں باپ کہ جن کے ستر (۷۰) نواسے اللہ کے نبی ہوئے، اللہ اکبر! اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایک بچہ لیا، ایمان بچایا اور ایسی بڑی نعمت سے ان کو نوازا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا،مَنْ یَّھدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھدُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ شَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ،صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَ اَھلِ بَیْتِہٖ وَاَھلِ طَاعَتِہٖ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ؀بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ؀

فَانْطَلَقَا ۣ حَتّٰٓى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ ۭ لَقَدْ جِئْتَ شَـيْـــًٔـا نُّكْرًا ﴿۷۴﴾

ترجمہ: پھروہ دونوں چلے، یہاں تک کہ جب دونوں ایک لڑکے سے ملے تو اس خضر (علیہ السلام) نے اس (لڑکے) کو قتل کرڈالا تو موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کہ: ارے کیا آپ نے ایک پاکیزہ (یعنی بے قصور) جان کو مار ڈالا؟ جب کہ اس نے کسی کی جان نہیں لی تھی، پکی بات ہے کہ تم نے بڑا برُا کام کیا ﴿۷۴﴾

وقال تعالیٰ: وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ﴿۸۰﴾ فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ﴿۸۱﴾

ترجمہ: اور وہ جولڑکا تھا تو اس کے ماں باپ دونوں ایمان والے تھے، سو ہم کو اس بات کا ڈر ہوا کہ وہ ان دونوں (یعنی ماں باپ) کو (زبردستی کرکر کے) سرکشی اور کفر

میں پھنسا دے گا﴿۸۰﴾ ہم کو یہ منظور ہوا کہ ان (ماں باپ) کے رب ان کو (ایسی اولاد) دیویں جو پاکیزگی (یعنی دین) میں اس (مقتول لڑکے) سے بہتر ہو اور (ماں باپ سے) شفقت کرنے میں بڑھ کر ہو﴿۸۱﴾

میں نے سورۂ کہف سے آیت نمبر ۷۴ اور ۸۱/۸۰ آپ کے سامنے میں نے تلاوت کی، ان آیات میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایک بچے کا عجیب واقعہ بیان فرمایا ہے، اس میں بڑی سمجھنے کی اور عبرت ونصیحت کی باتیں ہیں، اللہ تعالیٰ اس کو میرے لیے، آپ کے لیے اور امت کے تمام مسلمانوں کے لیے دنیا آخرت میں ہدایت، برکت اور خیر کا ذریعہ بناوے، آمین۔

اس بچے کی ماں کا نام

جس بچے کا یہ قصہ ہے اس کی ماں کا نام تفسیر کی روایتوں میں ''رحماء'' آیا ہے اور بعض تفسیر کی روایتوں میں اس بچے کی ماں کا نام ''صحواء'' آیا ہے۔ یہ لڑکا بہت خوب صورت تھا، اس کی آواز بھی بہت اچھی تھی، اور وہ ابھی نابالغ تھا۔

ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے

دینی بہنو! حدیثِ پاک سے پتہ چلتا ہے کہ جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے وہ اسلام اور ایمان پر پیدا ہوتا ہے؛ چاہے کافر کے گھر میں پیدا ہو، یہودی اور نصرانی کے گھر میں پیدا ہو، ہر بچے کو اللہ تعالیٰ ایمان اور اسلام پر پیدا فرماتے ہیں، ابوداؤد شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ:

كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ، أَوْ يُنَصِّرَانِهٖ، أَوْ يُمَجِّسَانِهٖ.

ہر بچہ ایمان، اسلام، توحید کی فطرت کو لے کر پیدا کیا جاتا ہے؛ لیکن بعد میں اس کے ماں باپ اگر کافر ہیں تو بچے کو کافر بنا دیتے ہیں، ماں باپ یہودی ہیں تو بچے کو یہودی بنا دیتے ہیں، ماں باپ عیسائی ہیں تو بچے کو عیسائی بنا دیتے ہیں، ماں باپ مجوسی ہیں تو بچے کو بھی آگ کی پوجا کرنے والا بنا دیتے ہیں۔

کافروں کی خوش نصیب اولاد: اہلِ جنّت کے خادم

اسی وجہ سے بہت سے علما کی رائے یہ ہے کہ جو لڑکا یا لڑکی بالغ ہونے سے پہلے مر جاوے؛ چاہے وہ کافر کا بچہ ہو یا یہودی کا بچہ ہو، عیسائی کا بچہ ہو وہ ان شاء اللہ! جنت میں جائے گا، کافروں کے بچے جو بالغ ہونے سے پہلے مر جاتے ہیں وہ جنت میں خوب صورت لڑکوں کی شکل میں جنتیوں کی خدمت کرنے کے لیے دوڑتے ہوں گے، نہایت خوب صورت چاند جیسے چہرے ان چھوٹے چھوٹے بچوں کے ہوں گے، ایسا لگے گا کہ ہیرے موتی ہیں جو پوری جنت میں پھیلے ہوئے ہیں، ان کو بڑھاپا نہیں آوے گا ہمیشہ جوان بچے ہی رہیں گے جیسے سیپی کے موتی ہوتے ہیں ایسے صاف ستھرے ہوں گے۔

اس لیے کافروں کے یہاں جو بچے بالغ ہونے سے پہلے مر جاتے ہیں وہ خوش نصیب ہیں کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں ان کو جنت میں رکھیں گے۔

واقعہ کا پس منظر

سورۂ کہف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سفر کا ایک واقعہ ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت خضر علیہ السلام دونوں سفر پر نکلے اور ایک کشتی میں بیٹھ کر انھوں نے دریا کو پار کیا۔

حضرت خضر علیہ السلام کا اس لڑکے کو قتل کر دینا

دریا پار کر کے جب وہ ایک جگہ پہنچے تو وہاں گاؤں کے قریب بہت سارے لڑکے کھیل رہے تھے، ان میں ایک لڑکا سب سے زیادہ خوب صورت، حسین اور سیانا تھا، حضرت خضر علیہ السلام آگے بڑھے اور اس لڑکے کو قتل کر ڈالا۔ عجیب بات کہ ایک نابالغ اور بے قصور لڑکے کو اللہ کے نبی حضرت خضر علیہ السلام نے پکڑ کر قتل کر ڈالا، یہ لڑکا ابھی تو نابالغ تھا جس نے آج تک کوئی گناہ کا کام نہیں کیا تھا۔

اس لڑکے کو کیسے قتل کیا؟ مفسرین کے اقوال

بعض تفسیر کی روایتوں میں ہے کہ: حضرت خضر علیہ السلام نے اس کو زمین پر پچھاڑ کر چھری سے قتل کیا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ: اس کے سر اور بدن کو پکڑا اور دونوں کو کھینچ کے الگ کر دیا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ: اس کے سر پر پتھر مارا، اواس کے سر کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے قتل کیا۔

بعض مفسرین لکھتے ہیں کہ: اس کے سر کو پکڑ کر دیوار کے ساتھ زور سے دے مارا جس کی وجہ سے اس کا سر پھٹ گیا اور اسی وقت اس کا انتقال ہو گیا۔

قرآن میں ہے: ﴿حَتّٰٓى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ﴾

اِس میں لفظ ''فاء'' بتلاتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے پکڑ کر فوراً قتل کر ڈالا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے جب اس بچے کو قتل کر ڈالا تو اس بچے نے شور بھی نہیں مچایا اور کسی نے اس قتل کو دیکھا بھی نہیں اور کوئی حضرت خضر علیہ السلام کا پیچھا کرنے پکڑنے دوڑا بھی نہیں، صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا اور ان ہی کو دکھانا بھی تھا شاید ظاہر میں ایسا لگا

کہ کوئی حادثہ ہوااوراس بچے کا سر الگ ہو گیا ، یہ حضرت خضر علیہ السلام کا ایک کرشمہ تھا، معلوم ہوا خضر علیہ السلام کوئی غیبی کرشمہ والے رجال الغیب قسم کے لوگوں میں سے تھے۔

کیا معصوم بچے کو قتل کرنا جائز ہے؟

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معصوم بچے کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک آدمی نے سوال بھیجا، جس میں لکھا تھا کہ: حضرت خضر علیہ السلام نے ایک چھوٹے نابالغ بچے کو کیسے قتل کر ڈالا؟ اس مقتول بچے کا نام ''حبور'' یا ''شمعون'' تھا جب کہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کو قتل کرنے سے منع کیا ہے؟ کیا اس زمانے میں بچوں کو قتل کرنا جائز تھا؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا جواب

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب لکھا کہ: اگر تم کو لڑکوں کے مستقبل کی حالت کا علم ہو جاوے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی حضرت خضر علیہ السلام کو ہو گئی تھی۔ تو تمھارے لیے بھی بچے کو قتل کرنا جائز ہو جائے۔

قتل کی حکمت

دینی بہنو! دراصل بات یہ تھی کہ اس بچے کے ماں باپ ماشاء اللہ! مسلمان اور دین دار تھے، اور وہ اس بچے سے بہت محبت کرتے تھے؛ لیکن اس بچے کے متعلق اللہ تعالیٰ کے یہاں تقدیر میں لکھا ہوا تھا کہ بڑا ہو کر گمراہ ہونے والا ہے، کافر بننے والا ہے،

اور جب ماں باپ کافر بچے کے ساتھ مل کر ایک ساتھ مکان میں رہیں گے اور چوں کہ ماں باپ کے دل میں بچے کی بہت محبت ہے جس کی وجہ سے اندیشہ تھا کہ ماں باپ بھی کہیں کافر نہ ہو جاویں اور ایمان نہ چھوڑ دیویں اور بچے کی محبت میں ماں باپ کا مذہب بدل جاوے؛ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس بچے کو بچپن میں قتل کروا دیا اور ماں باپ کے ایمان کی حفاظت فرمائی۔

بچوں کی محبت میں خلافِ شرع کام نہیں کرنا چاہیے

دینی بہنو! بچوں کے ساتھ محبت کرنا ، پیار کرنا بہت اچھی چیز ہے؛ لیکن ایک بات یاد رکھنی چاہیے کہ بچوں کی محبت میں کوئی کام شریعت کے خلاف نہ کریں، کوئی گناہ اور حرام کام نہ کریں، مثلاً بچے نے کہا: امّی! میوزک گانا چالو کرو، تو بچوں کے کہنے کی وجہ سے ہمیں میوزک نہیں بجانا چاہیے، بچے کہے کہ: ٹیلی ویژن چالو کر کے فلم دکھاؤ، تو ہمیں دکھانا نہیں چاہیے۔

بہت سی مرتبہ بچوں کی محبت میں جو کھلونے (Toees) لاتے ہیں اس ٹوئز (Toees) میں جانور، پرندے کی تصویریں ہوتی ہے، یا جانور پرندوں کے مجسمے ہوتے ہیں وہ سب خرید کر لاتے ہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے۔

اس بچے کی بعض بری عادتیں:

بڑا شرارتی اور لوگوں کا مال لوٹ لیتا تھا

وہ بچہ کیسا تھا؟ مفسرین لکھتے ہیں کہ: وہ بڑا طوفانی اور بدمعاش بچہ تھا، لوگوں کا

مال لوٹ لیتا تھا، پھر بھاگ کر اپنے ماں باپ کے پاس چلا جاتا تھا، جیسا کہ بچوں کی عادت ہوتی ہے کہ: محلے میں مستی کرتے ہیں، کسی کا نقصان کرتے ہیں، اور جب کوئی پکڑنے آتا ہے تو بھاگ کر گھر میں ماں باپ کے پاس چھپ جاتے ہیں، یہ بچہ بھی ایسا ہی تھا، اس کے ایسے غلط کاموں کی وجہ سے اس کی ماں بہت پریشان رہتی تھی۔

جب بچپن کا یہ حال تھا کہ ماں باپ کو ستاتا ہے اور پریشان کرتا ہے تو بڑا ہو کر ماں باپ کے پاس کفر بھی کروائے گا اور ماں باپ کو بھی کافر بنائے گا یہ خطرہ تھا۔

حدیث میں آتا ہے کہ: یہ بچہ بڑا اشرارتی، طوفانی اور سرکش تھا اگر زندہ رہتا تو اپنے ماں باپ کو بھی اللہ کا نافرمان بنا دیتا۔

لوگ اس کے لیے اور اس کے والدین کے لیے بددعا کرتے تھے

وہ بچہ بڑا ظالم تھا، راستے میں گزرنے والوں کے ساتھ لڑائی کرتا، بعض مرتبہ راستے میں گزرنے والے کو مار ڈالتا، اب جن کو وہ مارتا، قتل کرتا، پریشان کرتا تو وہ لوگ اس کے لیے بددعا کرتے؛ اس لیے کہ عام طور پر جب آدمی ظلم کا بدلہ نہیں لے سکتا تو آخر وہ بددعا کرتا ہے، وہ لوگ بچے کے ساتھ ساتھ اس کے ماں باپ کے لیے بھی بددعا کرتے تھے، جیسے کہ آج کل بھی ہوتا ہے کہ کوئی طوفانی بچہ ہو تو اس کے لیے بھی بددعا کرتے ہیں اور اس کے ماں باپ کے لیے بھی بددعا کرتے ہیں: تیرا ناس ہو اور تیرے ماں باپ کا بھی ناس ہو، بچے پر دھیان نہیں دیتے، اس کی برابر تربیت نہیں کرتے، بچے کو سنبھالتے نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ماں باپ کو لوگوں کی بددعا سے بچانے کے لیے اپنے نبی حضرت خضر علیہ السلام کے ذریعے اس بچے کو قتل کروا دیا۔

اس کے والدین کی غلط طرف داری

بعض روایتوں میں عجیب بات آئی ہے کہ: یہ بچہ جب طوفان، مستی یا کسی کو پریشان کر کے گھر آتا اور اس کے ماں باپ کے پاس کوئی فریاد کرنے آتا تو اس کے ماں باپ لڑکے کی محبت میں یوں کہتے کہ: نہیں نہیں! ہمارا بچہ ایسا نہیں کر سکتا، تم جھوٹ کہتے ہو، ہمارا بچہ تو بہت شریف اور نیک ہے، اور ماں باپ بچے کی محبت میں قسم بھی کھا لیتے تھے۔

بچے کی غلط طرف داری نہیں کرنی چاہیے

دینی بہنو! بچے کی فریاد اور شکایت آوے تو فوراً اس کو دھیان سے سنو، اور اس کو اہم سمجھ کر فوراً اپنے بچے کو سمجھاؤ، اس کو ڈانٹو، ضرورت پڑے تو اس کی کچھ مار پٹائی بھی کر لو، اور جو تمھارے بچے کی فریاد کرنے آوے وہ تمھارا محسن ہے، بچے کی محبت میں فریاد کرنے والے کو جھوٹا مت کہو؛ بلکہ فوراً اپنے بچے کی اصلاح کی کوشش کرو۔

انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو؛ چاہے کوئی بھی ہو

قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۫ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝۱۳۵

ترجمہ: اے ایمان والو! تم انصاف پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے والے بنو، اللہ تعالیٰ کے خاطر (سچی) گواہی دینے والے (رہو) اگرچہ (اس صحیح گواہی میں) تمھارا یا (تمھارے) والدین کا اور رشتے داروں کا نقصان ہوتا ہو، اگر وہ (جس کے خلاف گواہی دینی ہے) مال دار ہو یا فقیر ہو تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کی (تم سے) زیادہ بھلائی چاہنے والے ہیں، لہذا تم (ایسی) نفسانی خواہشات کے پیچھے مت چلو کہ تم حق سے ہٹ جاؤ اور اگر تم زبان کو دباؤ گے یا تم (شہادت دینے سے) خود کو بچاؤ گے تو یاد رکھنا تم جو کام کرتے ہو اللہ تعالیٰ ان کی پوری طرح خبر رکھتے ہیں ﴿۱۳۵﴾

اِس آیت میں ہمیں صاف سکھا دیا کہ چاہے انصاف کرنے کی وجہ سے خود کا نقصان ہو، اپنے ماں باپ، اپنی اولاد، اور اپنے رشتے داروں کا نقصان ہو؛ لیکن انصاف انصاف ہے۔

اگر بچے کے غلط رویے کی طرف داری کی تو!!!

ایک بات یاد رکھو! اگر آج تم نے اپنے بچے کے غلط رویے کی طرف داری کی تو ایک دن ایسا آئے گا کہ وہ بچہ تم پر ظلم کرنے والا اور تم کو ستانے والا بنے گا؛ اس لیے بچپن سے ہی اپنے بچے پر خاص دھیان رکھنا چاہیے۔

غلط طرف داری کا نتیجہ: ایک واقعہ

ایک لڑکے کے متعلق میں واقف ہوں کہ جب وہ بیس سال سے کم عمر کا تھا تو جماعت والے اس کے گھر جاتے کہ اس کو جماعت میں بھیجو تو اس کے ابا کہتے کہ: تم جماعت والے عجیب لوگ ہو، یہ لڑکا پورا سال اسکول جاتا ہے، اب چھٹیوں میں اس کو

کھیلنے دو، تفریح کرنے دو اور اس کو جماعت میں نہ بھیجتے، مدرسے میں بھی نہ بھیجتے، کوئی اس کی شکایت کرے تو وہ بھی نہ سنتے، مال دار آدمی کا لڑکا تھا، کوئی جلدی ہمت بھی نہ کرتا۔ پھر بعد میں ایسا ہوا کہ وہ لڑکا بڑا ہوا اور اللہ کا نافرمان، ماں باپ کا نافرمان بنا، پیسے اڑانے لگا اور ایسے ایسے غلط کاموں میں پڑا کہ پھر اس کے وہی ماں باپ جماعت والوں کو ہاتھ جوڑ کر کہتے ہیں کہ: بچے کو جماعت میں لے جاؤ، اس کو سمجھاؤ۔

حالاں کہ اب وہ بڑا بن گیا، بات مانتا نہیں، نافرمانی کرتا ہے، تب کہہ رہے ہیں کہ اس کو جماعت میں لے جاؤ۔

بہر حال! یہ لڑکا بھی غلط راستے پر تھا، اور خطرہ تھا کہ جب یہ بڑا ہوگا تو کافر بن جائے گا اور اپنے ماں باپ کو بھی کافر بنا دے گا، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت خضر علیہ السلام کو وحی کے ذریعے سے بتلا دیا کہ: اس لڑکے کے ماں باپ بہت نیک ہیں؛ لیکن یہ لڑکا بڑا بدمعاش ہے، اسے قتل کر ڈالو؛ تاکہ اس کے ماں باپ کا ایمان بچ جاوے۔

اس بچے کے قتل کی وجہ سے والدین غمگین

مفسرین لکھتے ہیں کہ: جب حضرت خضر علیہ السلام نے اس بچے کو مار ڈالا تو اس کے ماں باپ بہت غمگین ہوئے، اور ہونا بھی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندے کے لیے بہتر فیصلہ فرماتے ہیں

لیکن حقیقی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر ہر ایک کو راضی اور خوش رہنا چاہیے، اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں:

وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا

وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۠ ﴿٢١٦﴾ (البقرۃ)

ترجمہ: اور ایسا ہوسکتا ہے کہ ایک چیز کو تم پسند نہ کرو؛ حالاں کہ وہ چیز تمھارے لیے بہتر ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو پسند کرو؛ حالاں کہ وہ چیز تمھارے لیے بری ہو، اور (ہر چیز کی حقیقت) اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم لوگ جانتے نہیں ہو ﴿۲۱۶﴾

حدیث میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندے کے لیے جو فیصلہ بھی کرتے ہیں وہ فیصلہ بہتر ہوتا ہے، امام ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں یہ حدیث نقل کی ہے۔

بچپن میں انتقال والدین کو جنّت میں لے جانے کا ذریعہ ہے

بہت سی مرتبہ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ کسی کے گھر پر بچپن میں بچے کا انتقال ہو جاتا ہے اور ماں باپ کو غم ہوتا ہے اور ہونا بھی چاہیے؛ لیکن دینی بہنو! اس میں بڑی خیر ہوتی ہے، بڑی بھلائی ہوتی ہے، وہ بچہ ماں باپ کو جنت میں لے جانے کا ذریعہ بنتا ہے؛ اسی لیے جب بچے کے جنازے کی نماز ہم پڑھتے ہیں تو اس موقع پر ہم کو یہ دعا سکھلائی گئی:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطاً وَّ اجْعَلْهُ لَنَا أَجْراً وَّ ذُخْراً وَّ اجْعَلْهُ شَافِعاً وَّ مُشَفَّعاً.

اے اللہ! اس بچے کو ہمارے لیے (آخرت میں) آگے جا کر تیاری کرنے والا بنا دیجیے، اس بچے کو ہمارے لیے ثواب کا ذریعہ بنا دیجیے اور ہمارے لیے ذخیرہ یعنی جنت میں لے جانے کا ذخیرہ بنا دیجیے۔

اسی طرح مسائل کی کتابوں میں لکھا ہے کہ: اگر کسی عورت کو نو (۹) مہینے یا چھ (۶) مہینے سے پہلے کسی تکلیف کی وجہ سے خود بخود اسقاطِ حمل یعنی بچہ گر جاوے تو وہ بچہ بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں مغفرت، نجات اور سفارش کا ذریعہ بنے گا۔

بزرگوں کا حال

ہمارے بہت سارے بزرگانِ دین کے بچے بچپن میں انتقال کر گئے، وہ کہتے ہیں کہ: ہم کو اپنے کسی عمل پر بھروسہ نہیں کہ وہ ہم کو جنت میں لے جاوے؛ لیکن ہمارے چھوٹے چھوٹے بچے جو بچپن میں انتقال کر گئے ان کے بارے میں ہمیں اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ ان شاء اللہ! وہ بچے ہم کو جنت میں لے جائیں گے۔

بہرحال! ایک مؤمن کو اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر ہمیشہ راضی اور خوش رہنا چاہیے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اعتراض

حضرت خضر علیہ السلام نے جب اس بچے کو قتل کر دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام جو سفر میں ساتھ تھے، کہنے لگے: ﴿أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ﴾

ترجمہ: ارے کیا آپ نے ایک پاکیزہ (یعنی بے قصور) جان کو مار ڈالا؟ جب کہ اس نے کسی کی جان نہیں لی تھی۔

بچے کو تو قصاص میں بھی قتل کرنا جائز نہیں

یعنی تم نے ایک بے قصور بچے کو قتل کر ڈالا؛ حالاں کہ اگر بچہ کسی انسان کو قتل کر دے تو بھی بدلے میں (قصاص میں) بچے کو قتل نہیں کیا جاتا، یہ ہماری شریعت کا قانون

ہے، کوئی بڑا اور بالغ آدمی کسی انسان کو مار ڈالے تو اسلامی حکومت میں اس قتل کرنے والے کو بھی قتل کر دیا جاتا ہے، اس کو قصاص کہتے ہیں؛ لیکن اگر کوئی نابالغ بچہ کسی بڑے آدمی کو مار ڈالے تو اس بچے کو معاف کر دیں گے، اس کے پاس قصاص نہیں لیں گے، اور یہ بچہ تو اتنا بے قصور تھا کہ اس نے کسی کو قتل نہیں کیا، کوئی ایسا گناہ نہیں کیا جس کی وجہ سے اس بچے کو قتل کیا جا سکے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فوراً سوال کیا اور سوال کر کے کہا:

﴿لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا نُّكْرًا﴾

ترجمہ: پکی بات ہے کہ تم نے بڑا برا کام کیا۔

''نُكْرًا، اِمْرًا'' ان دونوں میں زیادہ سخت لفظ کونسا؟ مفسرین کے اقوال

یہاں آیت میں لفظ ''نکراً'' استعمال ہوا ہے، اس سے پہلے حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی توڑی تھی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا:

﴿لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا اِمْرًا﴾ یہ تو تم نے انوکھا (خوفناک) کام کیا۔

اس میں ''اِمْرًا'' کا لفظ استعمال ہوا۔

اب ان (نُكْرًا، اِمْرًا) دونوں میں سخت لفظ کونسا ہے؟

بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ: ''نُكْرًا'' کے مقابلے میں ''اِمْرًا'' کا لفظ زیادہ سخت ہے، وہاں کشتی ٹوٹ جاتی تو تمام لوگ ڈوب کر مر جاتے اس لیے وہاں ''اِمْرًا'' کا بھاری لفظ استعمال فرمایا اور یہاں تو ایک ہی بچے کو قتل کیا تھا اس لیے ''نُكْرًا'' کا ہلکا لفظ استعمال فرمایا۔

جب کہ دوسرے مفسرین کہتے ہیں کہ: ''اِمْرًا'' کے مقابلے میں ''نُكْرًا'' کا لفظ زیادہ سخت ہے؛ اس پر ''نکراً'' کا لفظ استعمال ہوا، معلوم ہوا یہ لفظ زیادہ سخت ہے؛ اس لیے کہ وہاں کشتی ڈوبی نہیں؛ بلکہ امکان تھا کہ کشتی ڈوب جاوے۔

اس موقع پر حضرت خضر علیہ السلام کی ناراضگی بڑھ گئی اور ''لک'' کو زیادہ کرتے ہوئے پہلے سے زیادہ تاکید کے ساتھ فرمایا؛ اے موسیٰ میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں کر سکتے۔

اس بچے کو قتل کرنے کا راز

پھر خود حضرت خضر علیہ السلام نے اس بچے کو قتل کرنے کا راز بتلایا:

وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ﴿٨٠﴾

ترجمہ: اور وہ جو لڑکا تھا تو اس کے ماں باپ دونوں ایمان والے تھے، سو ہم کو اس بات کا ڈر ہوا کہ وہ ان دونوں (یعنی ماں باپ) کو (زبردستی کر کر کے) سرکشی اور کفر میں پھنسا دے گا ﴿۸۰﴾

اس میں حضرت خضر علیہ السلام نے جمع کے صیغے کے ساتھ حقیقت کا اظہار فرمایا کہ اس میں اپنے ارادے کی قوت کو ظاہر فرمایا، یا یہ ارادہ اور خشیت کو حضرت خضر علیہ السلام نے اپنی طرف اور اللہ کی طرف، دونوں کی طرف منسوب کیا، اور یہاں یقیناً حضرت خضر علیہ السلام ہی نے اس بچے کو قتل کر ڈالا۔

اس بچے کے والدین پر اللہ تعالیٰ کا انعام

چونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ تو بہت نوازنے والے ہیں، بہت دینے والے ہیں، ان

کا چھوٹا معصوم بچہ اللہ نے خضر علیہ السلام کے ذریعے قتل کروادیا تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں بہترین بدلہ دیا، آگے آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ﴿٨١﴾

ترجمہ: ہم کو یہ منظور ہوا کہ ان (ماں باپ) کے رب ان کو (ایسی اولاد) دیویں جو پاکیزگی (یعنی دین) میں اس (مقتول لڑکے) سے بہتر ہو اور (ماں باپ سے) شفقت کرنے میں بڑھ کر ہو ﴿۸۱﴾

تقریباً ستر (۷۰) پیدا ہوئے

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس لڑکے کے بدلے میں ان کو ایک لڑکی عطا فرمائی، جس وقت اس بچے کو قتل کیا گیا اس وقت اس کی ماں کے پیٹ میں حمل تھا، جس سے لڑکی پیدا ہوئی اور اس لڑکی کا ایک نبی سے نکاح ہوا، اس نکاح کی برکت سے ایک یا دو یا ستر (۷۰) یا (۱۲) نبی ان کے گھر میں پیدا ہوئے، اور ان کے ذریعے پوری امت کو ہدایت ملی۔

کتنے خوش نصیب ہیں وہ ماں باپ کہ جن کے ستر (۷۰) نواسے اللہ کے نبی ہوئے، اللہ اکبر! اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایک بچہ لیا، ایمان بچایا اور ایسی بڑی نعمت سے ان کو نوازا۔

بعض روایت سے پتہ چلتا ہے کہ اس مقتول بچے کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے دوسرا نیک بیٹا عطا فرمایا۔

بعض مفسرین نے یہ توجیہ کی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا

کی اور دعا کی برکت سے اس مقتول بچے کے بدلے اللہ تعالیٰ نے بہتر اولاد عطا فرمائی، چوں کہ اولاد دینا خالص اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، اس میں کوئی دوسرا شریک نہیں۔

کافروں کے ساتھ رہنے کے سلسلے میں شریعت کی پاکیزہ تعلیمات

اس موقع پر ایک خاص بات یہ یاد رکھنی چاہیے کہ: ایک گھر میں مسلمان کا کافر کے ساتھ رہنا موت کے وقت ایمان پر اثر انداز ہوسکتا ہے؛ اسی لیے حدیث میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ جَامَعَ الْمُشْرِكَ وَسَكَنَ مَعَهُ فَإِنَّهُ مِثْلُهُ. (ابو داؤد عن سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ)

یعنی جو آدمی کافر کے ساتھ زیادہ ملنا جلنا رکھے، اس کے ساتھ رہے تو وہ بھی اس کے جیسا ہوجاتا ہے۔

اس لیے کاروبار میں ضرورت پڑے اور ان کے ساتھ ملنا جلنا ہو، اسی طرح ان کے ساتھ ایک ملک اور ایک شہر میں رہنے کی صورت میں ان کے ساتھ ملنا جلنا ہو تو اخلاق سے پیش آویں، حسنِ سلوک کرے؛ لیکن دین کے معاملے میں، ان کافروں کے طریقوں کو نہیں اپنانا چاہیے؛ اس لیے کہ ان کے طریقوں پر چلنے سے، ان کے ساتھ گہری (حد سے زیادہ) دل سے محبت کرنے سے، اور ان کے ساتھ ضرورت سے زیادہ میل جول کرنے کی وجہ سے ایک مسلمان میں کافروں جیسے اخلاق اور عقیدے آجانے کا خطرہ ہے اور یہ چیز ایمان کے برباد کرنے کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

آج کے نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کا حال

آج کل ایسا ہو رہا ہے، ہماری بہت سی مسلمان لڑکیاں غیر مسلم لڑکوں کے ساتھ زیادہ تعلق رکھتی ہیں، جس کے نتیجے میں سب سے بڑا نقصان یہ ہو سکتا ہے کہ اس مسلمان لڑکی کے دل سے ایمان کی قیمت کم ہو جاتی ہے، کفر کی نفرت ختم ہو جاتی ہے اور اس کے دل میں کافروں جیسے عقیدے اور اعمال آنے شروع ہو جاتے ہیں اور آہستہ آہستہ وہ لڑکی ایمان سے نکل کر نعوذ باللہ! کافر بنتی اور کافر لڑکے سے نکاح کر لیتی ہے۔

اسی طرح بعض مسلمان مرد غیر مسلم لڑکیوں کے ساتھ زیادہ تعلق رکھتے ہیں، جس کے نتیجے میں ان کے دل سے بھی ایمان کی قدر کم ہو سکتی ہے اور کفر کی نفرت کم ہو جانے کا ڈر ہے اور یہ آہستہ آہستہ ایمان ختم ہو کر کفر کا ذریعہ بن سکتا ہے اور اس کے نتیجے میں بہت سارے فتنے اور فساد وجود میں آتے ہیں، اور ''لو میرج'' () ہو جاتا ہے، یہ سب چیزیں صحیح نہیں ہیں۔ (اللہ حفاظت میں رکھے، آمین)

دین و مذہب کے معاملے میں غیر مسلموں سے احتیاط

آج کل دنیا میں بہت سی جگہوں پر ایسا ہو رہا ہے؛ اس لیے یہ بات بہت اہم ہے جو اس قصے میں ہم کو سکھائی ہے کہ مسلمانوں کو غیر مسلموں کے ساتھ ایک ملک اور ایک شہر میں رہنے کی وجہ سے اخلاق سے پیش آنا چاہیے، ان کے ساتھ اچھے معاملات کرنے چاہیے؛ لیکن دین اور مذہب کے معاملے میں بڑا احتیاط رکھنا چاہیے، اور ان غیر مسلموں کے کلچر کو بالکل اپنانا نہیں چاہیے، اس سے اپنے آپ کو بہت دور رکھنے کی

ضرورت ہے، یہ چیز ایمان کے لیے خطرہ بن سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے ایمان کی حفاظت فرمائے، آمین۔

والدین کا نیک ہونا اولاد کے نیک ہونے کا ذریعہ

دوسری بات یہ کہ: بہت سی مرتبہ والدین کی اصلاح اولاد کی اصلاح کا ذریعہ بن جاتی ہے، والدین درست ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اولاد کو بھی درست اور نیک بنائیں گے، اور والدین کے اندر بگاڑ آئے گا تو اولاد کے اندر بھی بگاڑ آتا ہے، اس کو بھی ہمیشہ دھیان میں رکھنا چاہیے۔

ایمان والوں کے چھ (۶) اوصاف

اللہ تعالیٰ قرآن میں ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۷۱

ترجمہ: اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرنے والے ہیں، اچھی بات سکھلاتے ہیں اور وہ بری بات سے روکتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں، ان ہی لوگوں پر اللہ تعالیٰ بہت جلد رحم کریں گے، یقین رکھو! اللہ تعالیٰ بڑے زبردست ہیں، بڑی حکمت والے ہیں ﴿۷۱﴾

ایمان والے مرد اور عورتوں کو کیا کرنا چاہیے اس آیت میں ارشاد فرمایا:

① آپس میں ایک دوسرے کے دوست رہیں، ایمان والی بہنیں ایمان والی بہنوں کی دوست، ایمان والے بھائی ایمان والے بھائیوں کے دوست۔

② ایک ایمان والی بہن دوسری ایمان والی بہن کو اچھی اچھی باتیں سکھلاویں، دین کی باتیں سکھاویں، اچھے کام سکھلاویں۔

③ ایک ایمان والی بہن دوسری ایمان والی بہن کو بری باتوں سے روکیں۔

④ نماز قائم کرے، آپس میں ایک دوسرے کو نماز کے بارے میں سمجھاویں۔

⑤ زکوۃ پابندی سے ادا کریں، ایک دوسرے کو زکوۃ کے بارے میں کہیں۔

⑥ اللہ اور اس کے رسول کی بات مان کر زندگی گزاریں۔

ان چھ اوصاف پر اللہ تعالیٰ کا عظیم وعدہ

جو ایمان والی بہن اور جو ایمان والے بھائی یہ سات کام کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے وعدہ فرمایا ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۷۲﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ایمان والے مردوں سے اور ایمان والی عورتوں سے ایسے باغوں کا وعدہ کیا ہے کہ ان کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور سدا بہار باغوں میں پاکیزہ مکانات کا (جو ان کے لیے ہیں) اور اللہ تعالیٰ

کی طرف سے رضامندی (ان) سب سے بڑی ہے، یہی بہت بڑی کامیابی ہوگی۔

ہر چیز کی حکمت نبیوں کو معلوم ہو جائے ضروری نہیں

یہاں دل میں یہ سوال نہ لانا کہ اللہ تعالیٰ اس بچے کو جانتے تھے پھر پیدا کیوں کیا؟ کہ بعد میں اس کو قتل کروانے کا واقعہ ہوا، حقیقت یہ ہے کہ اس بچے کو پیدا کرنے کی کیا حکمت ہے ہم نہیں جانتے، حضرت خضر علیہ السلام نے بھی اس کی حکمت ظاہر نہیں فرمائی، اللہ تعالیٰ کے تمام کاموں کی حکمت بندے جانتے نہیں، اور دنیا میں جان بھی نہیں سکتے، جیسے بغل، ناف کے بال صاف کرنے کا حکم ہے تو کوئی یہ سوال نہ کرے کہ یہ بال اگائے ہی کیوں؟ ہم بندے ہیں، بندے اللہ تعالیٰ کے ہر حکم اور ہر کام کی حکمت کے پیچھے نہ پڑے، بندہ عاجز ہے، علم اور سمجھ بندے کی قاصر ہے۔

خلاصۂ کلام

میری دینی بہنو! اللہ تعالیٰ نے سورۂ کہف میں یہ واقعہ بیان فرمایا اور اس میں اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کو بڑی نصیحت کردی کہ دیکھو! اولاد کی محبت میں اندھے ہوکر شریعت کے خلاف کبھی کوئی کام نہ کرنا، آج ماں باپ اولاد کی محبت میں اندھے ہوکر شریعت کے خلاف کام کرتے ہیں، پھر جب اولاد بگڑ جاتی ہے تو ماں باپ بے چارے پوری زندگی پریشان رہتے ہیں؛ اس لیے نیت کر کے اٹھو کہ اولاد سے محبت میں کوئی گناہ اور شریعت کے خلاف کام نہیں کریں گے۔

دوسری چیز کوئی ہماری اولاد کی شکایت کرے تو اس پر فوراً دھیان دو، بچپن میں

اپنی اولاد کی اصلاح کرلو، بڑے ہوکر یہ اولاد تمھاری وفادار، تمھاری آنکھوں کی ٹھنڈک اور دلوں کے سکون کا ذریعہ بنے گی اور اگر بچپن میں بچوں کی محبت میں ان کے غلط طریقوں کی طرف داری کی تو۔اللہ حفاظت میں رکھے۔ایسا ہوسکتا ہے کہ یہ بچے ایسے بگڑ جاویں کہ آگے چل کر اپنے ماں باپ کے نافرمان بن جاویں۔

ایک عبرت ناک واقعہ

ایک جگہ ایک بڑے عالم تھے، بڑے اللہ والے بزرگ تھے، ایک مرتبہ کوئی مسئلہ ہوگیا، ایک جوان لڑکا اس بزرگ عالمِ دین کے سامنے غصے میں آکر کچھ غلط سلط بولنے لگا۔دوسرے لوگوں نے اس کو سمجھایا اور کہا کہ: بیٹا! تیری عمر کم ہے، سامنے بزرگ عالمِ دین ہیں، تو کیا بولتا ہے؟

تو اس کے ابا جان نے دوسرے لوگوں کو روکا کہ! میرا بیٹا جو بولتا ہے وہ صحیح بولتا ہے، تم اس کو بولنے دو، وہ مولانا صاحب غلط کہہ رہے ہیں، باپ نے اپنے بیٹے کی غلط طرف داری کی، اور اس عالم کے سامنے غلط بات بولنے دی۔صحیح بات سناتا ہوں پھر ایک دن وہ آیا کہ وہ لڑکا اپنے سگے باپ کا نافرمان بن گیا اور اس کے باپ کو زندگی کے آخری دنوں میں پیسے بھی نہیں دیتا تھا، سارا کاروبار اس نے چھین لیا، باپ بڑھاپے کی حالت میں پریشان لوگوں سے کہتا پھرتا تھا کہ: میرے بیٹے کو کوئی سمجھاؤ، میرے بیٹے کے لیے دعا کرو۔

میری دینی بہنو! یہ ایک عالمِ دین کے مقابلے میں اپنے بیٹے کی غلط طرف داری کا نتیجہ تھا، یہ ایک الگ بات تھی کہ وہ باپ نیک تھا، بزرگوں کی قدر کرنے والا تھا؛

اس لیے ان کو جمعہ کے دن موت نصیب ہوئی؛ لیکن زندگی کے آخری دنوں میں وہ بیٹے کی وجہ سے بہت پریشان رہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے، اور اس واقعے میں آئی ہوئی نصیحتوں پر ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

سبا کی رانی: بلقیس کا

عجیب واقعہ

(حصہ: اول)

مختصر تعارف

نام: بلقیس بنت شرحبیل بن مالک بن الریان۔

اس کا باپ پورے یمن کا مالک تھا جو کہ اپنی ۴۰ پیڑھی سے بادشاہ چلا آرہا تھا۔

اس کے باپ کے سوا اس کے داد کی کوئی اولاد نہ تھیں۔

اس کے باپ کا نکاح ایک جنیہ عورت سے ہوا تھا جس کا نام ''قارعہ'' تھا۔

بعض کے نزدیک اس کا نام ''ریحانہ بنت السکن'' تھا۔

ایک روایت میں بلقیس کی والدہ کا نام ''فازمہ بنت صخر'' تھا۔

اس کی والدہ کا نام ''لیلیٰ'' بھی بتلایا جاتا ہے۔

بلقیس ان تمام چیزوں کی مالک تھیں، جن کی ضرورت بادشاہوں کو پڑا کرتی ہے۔

اس کا تخت لمبائی میں اسّی (۸۰) ہاتھ اور چوڑائی میں چالیس (۴۰) ہاتھ بڑا تھا، اس کی اونچائی تیس (۳۰) ہاتھ تھی، جو سونے چاندی اور قیمتی پتھروں اور موتیوں سے بنایا گیا تھا، اس تخت پر سات کمرے تھے اور ساتوں پر ایک بندھ دروازہ تھا۔

بسم الله الرحمن الرحيم

أَلْحَمْدُ لله الَّذِيْ هَدَانَا لِلْإِسْلَامِ وَ مَا كُنَّالِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللهُ وَ أَكْمَلَ لَنَا دِيْنَنَا أَتَمَّ عَلَيْنَانِعَمَهُ وَ رَضِيَ لَنَا الْإِسْلَامَ دِيْناً،وَ أَشْهدُ اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّااللهُ وَحْدَه لَاشَرِيْكَ لَه وَ أَشْهدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَ شَفِيْعَنَا وَحَبِيْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُه وَرَسُوْلُه،صَلَوَاتُ اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلَيْه وَ عَلٰى اٰلِه وَاَصْحَابِه وَذُرِّيَّاتِه وَ اَهلِ بَيْتِه وَاَهلِ طَاعَتِه، وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْراً كَثِيْراً اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ ۖ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ۝٢٠ لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ۝٢١ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ۝٢٢ اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ۝٢٣(النمل)

آیات کا ترجمہ مع فوائد

اور اس (سلیمان) نے (ایک مرتبہ) پرندوں کی حاضری لی، سو وہ (سلیمان علیہ السلام) کہنے لگے: کیا بات ہے مجھے ہد ہد (کیوں) نظر نہیں آتا، کیا وہ کہیں غائب ہو گیا ہے؟ ﴿۲۰﴾

فوائد: ① ہد ہد چھوٹا اور کمزور پرندہ ہے، معلوم ہوا چھوٹوں اور کمزورں پر بھی

نظر رہنی چاہیے۔

۲ پرندوں کی طبیعت ایک جگہ رہتی نہیں، وہ اڑتے پھرتے ہیں، معلوم ہوا ماتحتوں میں جن کا مزاج ہی گھومنے پھرنے کا ہو ان کی حاضری کی خصوصی فکر رکھیں۔

۳ اچانک حاضری لینے کا ثبوت بھی نکلتا ہے۔

ترجمہ: میں اس کو (غیر حاضری پر) ضرور سخت سزا دوں گا، یا اس کو ذبح کر ڈالوں گا یا میرے پاس کوئی ایسی وجہ بتلاوے جو (غیر حاضری کی) حقیقت کو ظاہر کرنے والی ہو (یعنی غیر حاضری کا صحیح عذر مجھے بتاوے) ﴿۲۱﴾

فائدہ: معلوم ہوا عذر بھی سننا چاہیے، صرف تانا شاہی نہ چلاوے کہ بغیر اجازت سے گیا ہی کیوں؟ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر معقول عذر کی سے یا بلا عذر غیر حاضری کرے تو تادیبی کارروائی (سزا) بھی کی جاسکتی ہے۔

ترجمہ: سو وہ (ہدہد) تھوڑی دیر بعد حاضر ہوگیا، اور وہ (ہدہد سلیمان علیہ السلام سے) کہنے لگا: میں نے ایک ایسی بات معلوم کی ہے جس کی آپ کو خبر نہیں ہے۔

فوائد: ۱ ہدہد کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سمجھ ملی ہے کہ حضراتِ انبیاء عالم الغیب نہیں ہوتے۔ غور کرو جس نبی کے متعلق آیت ۱۵ ر میں خود باری تعالیٰ کا علم عطا فرمانا بیان کرے، ان کو ہدہد نے ایک بات کی اطلاع دی۔

۲ بڑے سے بڑے انسان کا علم محیط نہیں ہوسکتا، کوئی اپنے علم کی وسعت پر نازاں نہ ہو۔

۳ نیز اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ بڑوں کو ہر چیز معلوم ہو یہ ضروری

نہیں، چھوٹوں کی معلومات سے بھی استفادہ کرنا چاہیے۔

ترجمہ: اور میں ملکِ سبا سے ایک یقینی خبر لے کر تمھارے پاس حاضر ہوا ہوں۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ بڑوں کی خدمت میں یقینی وتحقیقی باتیں عرض کرنی چاہیے۔

ترجمہ: میں نے ایک عورت کو (وہاں) دیکھا ہے جو ان پر حکومت کر رہی ہے اور اس کو ہر طرح کا (ضروری) سامان ملا ہے اور اس کا ایک بڑا تخت بھی ہے ﴿۲۳﴾

(از تیسیر القرآن)

آج کی اس مجلس سے قرآن میں آیا ہوا ایک عورت کا واقعہ شروع کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس میں آئے ہوئے اسباق اور نصیحت کی باتوں پر ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے، اپنی رضا اور خوشنودی کا ذریعہ بنائے، آمین۔

کُل چوبیس آیتوں میں واقعہ ذکر کیا گیا ہے

اس عورت کا نام ''بلقیس'' بتلایا جاتا ہے، یہ ایک ایسی عورت ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس کو دنیا میں بڑی حکومت عطا فرمائی تھی، وہ ایک ملک کی رانی (Queen) تھی، اس کا عجیب وغریب قصہ ان آیات میں آیا ہے، یہ قرآنِ مجید کے انیسویں پارے کی ''سورۃ النمل'' ہے، اس کی آیت نمبر بیس (۲۰) سے آیت نمبر چوالیس (۴۴) تک اس عورت کا قصہ ذکر کیا گیا ہے، ان شاء اللہ! یہ کل چوبیس (۲۴) آیتوں کی تفسیر اس واقعے کے ساتھ آپ کی خدمت میں عرض کریں گے، اللہ تعالیٰ اپنا فضل وکرم شامل حال فرمائے۔

واقعہ شروع کرنے سے پہلے چند ضروری باتیں

پہلے دو تین ضروری چیزیں سمجھ لیں: ایک تو یہ کہ یہ بلقیس کون تھی؟

دوسرا یہ کہ یہ عورت کہاں کی تھی؟

تیسرا یہ کہ اس عورت کا خاندان کون سا تھا؟

یہ کچھ اہم سوالات ہیں، وہ پہلے آپ اچھی طرح سمجھ لیں؛ تاکہ قصہ اچھی طرح آپ کی سمجھ میں آجاوے۔

''سَبا'' کا تعارف

یمن ایک ملک کا نام ہے، جو مدینۂ منورہ اور مکہ مکرمہ کے قریب میں واقع ہے، اس کی راجدھانی کا نام ''صنعاء'' ہے، جس کو انگریزی میں sana کہتے ہیں، پرانے زمانے میں صنعاء کے قریب ''سبا'' نام کا ایک شہر تھا، اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے بڑا عجیب اور بڑا خوب صورت بنایا تھا، وہاں کا ڈیم مشہور تھا، وہاں قدرتی طور پر مکھی، مچھر، زہریلے سانپ، کوئی گندی چیز نہیں ہوا کرتی تھی، بہت ہی عمدہ شہر تھا۔

بلکہ دوسری جگہ سے آنے والے مسافر کے کپڑے یا بدن میں جوئیں ہوتیں تو وہ بھی وہاں آکر مرجاتی تھیں، کوئی زہریلا جانور بھی نہ تھا۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ چار یا پانچ سال پہلے میں نے آپ کی مسجد میں ظہر کے بعد اس کا پورا قصہ بیان کیا تھا، آپ پرانی سی ڈی (c.d) میں اس کو سن سکتے ہیں۔

آج کل لوگ بیوقوفی کر کے لڑکیوں کے نام بھی ''سبا'' رکھتے ہیں؛ حالاں کہ سبا ایک شہر کا نام تھا، اگر ''سین'' کے بجائے ''صاد'' کے ساتھ ''صبا'' پڑھیں تو ''ہوا'' کا نام

ہو جاتا ہے۔

سبا کون تھا؟

حدیث میں ہے کہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ کو پوچھا گیا: یہ سبا کون تھا؟

حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے جواب دیا کہ: یہ ایک آدمی تھا جس کے دس بیٹے تھے، اس کے چھ(٦) بیٹے داہنی طرف(right side) چلے گئے، اور انھوں نے پورا شہر آباد کر دیا، یہی ''یمن'' کہلاتا ہے۔

اور چار(۴) بیٹے بائیں طرف(Left side) چلے گئے، انھوں نے ''شام'' آباد کیا جس کو ہم ''سیریا'' کہتے ہیں۔

بلقیس کے خاندان کا تعارف

اسی ''سبا'' کی رانی کا نام ''بلقیس'' ہے، اس کے ابا کا نام ''شراحیل'' تھا، یہ ''یعرب بن قحطان'' کی نسل اور اولاد میں سے تھی، بلقیس کا باپ بھی بہت بڑا بادشاہ تھا، کہتے ہیں کہ: اس کے دادا، پر دادا، اوپر تک انتالیس(۳۹) بادشاہ اس کے خاندان میں ہو چکے تھے اور یہ ''شراحیل'' چالیسویں (۴۰) نمبر پر تھا، یہ شراحیل اپنے آپ کو بہت بڑا بادشاہ سمجھتا تھا، وہ تکبر میں لوگوں سے یوں کہتا تھا کہ: میرے ساتھ شادی کے لیے انسانوں میں کوئی خاندان نہیں ہو سکتا، میرا انسانوں میں کوئی ''کفو'' اور برابر کا ہے ہی نہیں۔

اس لیے کہ لوگ شادی کرنے کے لیے علم، عقل، ہوشیاری اور مال داری میں اپنے برابر کی فیملی ڈھونڈتے ہیں۔

وہ کہتا تھا کہ: میں اتنا بڑا بادشاہ ہوں اور اتنا مال دار ہوں کہ انسانوں کی کوئی فیملی نکاح کرنے کے لیے میرے برابر نہیں ہے؛ اس لیے میری شادی جناتوں کی فیملی میں ہونی چاہیے۔

بلقیس کے باپ کا نکاح ایک جنّی عورت سے

لوگ کہنے لگے کہ: بہت اچھا! انسانوں میں تیرے برابر کی کوئی فیملی نہیں ملتی تو کسی جنات کی لڑکی سے ہم تیری شادی کروا دیتے ہیں؛ چنانچہ ایک جنات کی فیملی میں اس کی شادی ہوئی اور جنات کی جس لڑکی کے ساتھ اس کی شادی ہوئی۔

اس جنی عورت کا نام؟

اس کا نام بعض تفسیری روایتوں میں ''ریحانہ بنت سکن'' آیا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ: بلقعہ یا بلعمہ بنت شیصان نام کی ایک جنات کی لڑکی کے ساتھ اس کی شادی کرائی گئی۔

''جن'' سے شادی کرنے کا مسئلہ

آپ کے دماغ میں یہ مسئلہ آسکتا ہے کہ کیا کوئی انسان مرد جنات کی لڑکی سے شادی کرسکتا ہے یا انسانوں میں سے کوئی عورت جنات کے مرد سے شادی کرسکتی ہے؟

فتاویٰ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ: بعض مفتیانِ کرام اس شادی اور نکاح کو جائز کہتے ہیں، ایک کتاب کا نام ''آکام المرجان فی احکام الجان'' ہے، حضرت علامہ عبدالحی لکھنویؒ ہمارے ایک بہت بڑے مفتی گذرے ہیں، انھوں نے اس میں اس طرح کے مسائل بھی

لکھے ہیں اور ایسے قصے بھی لکھے ہیں۔

میں نے یہاں آپ کو شریعت کا مسئلہ بتایا؛ لیکن بلقیس کے باپ نے جنات کی لڑکی سے شادی کی، یہ ہمارے لیے کوئی دلیل نہیں ہے؛ اس لیے کہ وہ تو کافر تھا، غیر مسلم تھا اور یہ واقعہ پچھلی امتوں کا ہے۔

ایک بہت ہی اہم بات

یہاں ایک اہم بات سمجھنی چاہیے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو ہمارے جوڑے بنائے ہیں، یہ انسانوں کے لیے انسان میں اور جناتوں کے لیے جنات میں، جانوروں کے لیے جانور میں، پرندوں کے لیے پرندوں میں، یہ اللہ تعالیٰ کا نظام (System) ہے، اس نظام کو توڑنا نہیں چاہیے اور اس کو بدلنا نہیں چاہیے، اسی میں خیر اور برکت ہے۔

آج کا بگڑا معاشرہ جو جانوروں سے جنسی تعلقات رکھتا ہے

آج دنیا میں ایسی بگڑی ہوئی عورتیں ہیں جو جانوروں کے ساتھ میاں بیوی والے تعلق رکھتی ہیں اور ایسے مرد بھی ہیں جو جانوروں کے ساتھ میاں بیوی والے تعلق رکھتی ہیں، ایسی گندگی اور ایسا بگاڑ آج کے انسانوں میں ہے، یہ حرام ہے، شریعت میں بالکل جائز نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ایسے بگاڑ سے ابھی بھی اور مستقبل میں بھی ہماری سوسائٹی اور ہمارے سماج کی حفاظت فرماوے، آمین۔

قرآن کا فرمان

قرآن کی ایک آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ
الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ؕ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۱۱﴾

ترجمہ: آسمانوں اور زمین کو وہی (اللہ تعالیٰ) پیدا کرنے والے ہیں، اس (اللہ تعالیٰ) نے تمھارے لیے تم ہی میں سے جوڑے بنائے اور مویشیوں کے بھی جوڑے بنائے (اور) وہ (اللہ تعالیٰ) تم کو اس میں بڑھاتے ہیں، کوئی چیز اس کے جیسی نہیں ہے اور وہی ہر بات سنتے ہیں (اور) سب کچھ دیکھتے ہیں ﴿۱۱﴾

یعنی انسانوں کے لیے انسان میں سے جوڑے بنائے اور جانوروں میں جانوروں کے جوڑے بنائے۔

انسان کی جنسی ضرورت انسان ہی سے پورا ہونا بھی ایک بہت بڑی نعمت ہے

اس آیت میں غور کرو ''مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا'' فرمایا؛ حالاں کہ جماع کرنا اور نکاح کرنا ایک ضرورت ہے، وہ اپنے ہی اندر سے پوری کرنا ہے، اسی طرح انسان کے ساتھ بہت ساری دوسری ضروریات لگی ہوئی ہیں وہ تمام ضروریات اپنے ہم جنس سے پوری نہیں کرتا، مثلاً کھانا ایک ضرورت ہے؛ لیکن وہ انسان اپنے ہم جنس دوسرے انسان سے پورا نہیں کرتا کہ ایک انسان دوسرے انسان کا گوشت کھاوے، انسان کا گوشت حرام ہے اور یہ حرام ہونا انسانی شرافت وکرامت کی وجہ سے ہے۔

لیکن آج کچھ انسان جو دوسرے جانوروں سے بھی بدتر ہیں وہ انسان کا گوشت

کھاتے ہیں، انسانیت میں کتنی گراوٹ آگئی ہے۔

خیر! تو کھانے جیسی ضرورت ایک انسان دوسرے انسان سے پوری نہیں کرتا؛ بلکہ دوسرے حلال جانوروں سے پوری کرتا ہے، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے۔

لیکن جماع جیسی جنسی ضرورت انسان اپنی ہی ہم جنس انسانی نوع میں بیوی سے، باندی سے پوری کرتا ہے، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے؛ ورنہ تصور کرو! اگر انسان کو کسی اور جانور سے یہ ضرورت پوری کرنی ہوتی تو کیسی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا؟

جماع کا لطف اور مزہ ہی کیا ہوتا؟ اولاد کتنی مشکل ہوتی؟

اس لیے انسان جنسی ضرورت اپنی ہی نوع سے پوری کرے، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔

''کُفُو'' کا مسئلہ اور اہمیت

اِسی آیت کے تناظر (Refrence) میں ایک دوسری بڑی اہم بات سمجھو! کہ ہمارے دین میں ''کُفُو'' بہت اہم چیز ہے، کفو کا مطلب ہوتا ہے ''برابری''؛ یعنی جب نکاح کرے تو جوڑا برابر برابر ہے کہ نہیں وہ دیکھنا چاہیے، خاص کر کے دین داری میں برابری دیکھنا چاہیے۔

اگر دین داری میں برابری، بزنس اور کاروبار میں برابری، عقل اور ہوشیاری میں برابری، علم اور ایجیوکیشن میں برابری دیکھ کر شادی کریں گے تو دونوں اچھے میچ (Match) ہوجائیں گے، ایک دوسرے کو سمجھ سکیں گے اور سمجھ کر اچھی طرح سکون والی زندگی گزار سکیں گے۔

انٹرنیٹ پر جوڑے کا انتخاب ایک نقصان دینے والا عمل

اگر برابری نہیں ہے جیسے کہ آج کل ایک بیماری چل رہی ہے، ایک غلط رواج بن رہا ہے انٹرنیٹ کے ذریعے پسند (Choice) کرنے کا، اور فانی چیزوں کو دیکھ کر پسند کرنے کا، تو اس میں تھوڑے دن تو اچھا لگتا ہے؛ لیکن بعد میں نقصان ہوتا ہے، دونوں کی فیملی جیسی جمنی چاہیے ایسی جمتی نہیں ہے اور اس کے بڑے نقصانات ہوا کرتے ہیں؛ اسی لیے ہمارے دین میں کفو؛ یعنی برابری کو ایک اچھا درجہ بتایا گیا۔

ماں کے جنّی ہونے کا اثر بلقیس میں

بہر حال! بلقیس کے باپ شراحیل نے ایک جنّی عورت کے ساتھ شادی کی، ان دونوں کے نکاح کے بعد اللہ نے جو لڑکی عطا فرمائی اسی لڑکی کا نام بلقیس ہے؛ گویا کہ یہ بلقیس عجیب وغریب لڑکی تھی کہ باپ انسان میں سے اور ماں جنات میں سے۔

بعض تفسیر کی کتابوں میں عجیب وغریب بات لکھی ہوئی ہے کہ قدرتی طور پر بلقیس کے پاؤں کی ایڑی جانوروں جیسی تھی، ظاہر بات ہے کہ دو الگ الگ (یعنی انسان اور جنات) سے یہ لڑکی پیدا ہوئی تو ایسا ممکن (Possible) ہے۔

بعض جانوروں کے پیر میں کھُر بھی ہوتے ہیں جیسے کہ گھوڑا، گدھا، خچر، اونٹ، ان کے پیروں میں کھُر ہوتا ہے، بلقیس کے پیر بھی کھُر کی طرح تھے۔

نیز بلقیس کو اللہ تعالیٰ نے لمبے لمبے گھنے بال عطا فرمائے تھے، یہ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت ہے جس کو امام سیوطیؒ نے نقل کیا ہے۔

ماحول کا اثر انسان کو ایمان سے بھی محروم کردیتا ہے

وہ ایمان والی نہیں تھی؛ لیکن زندگی کے آخری دنوں میں-الحمد للہ-وہ ایمان لے آئی، اس کے ایمان کا قصہ ان شاء اللہ! ہم آگے سنیں گے، شروع میں اس کو ماحول اچھا نہیں ملا، مشرکہ عورت تھی، سورج کی پوجا کرتی تھی، کافروں کے ماحول میں رہنے کی وجہ سے اسے کفر سیکھنے کو ملا، یہ سب کچھ غلط ماحول کا اثر تھا۔

اِس سے یہ بات سیکھنے کو ملی کہ جب غلط ماحول ملتا ہے تو انسان ایمان تک سے محروم ہوکر کے کافر بن جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان کہ ہم کو ماں باپ بھی ایمان والے ملے، ماحول بھی ایمان والا ملا، انسان کو کفر اور شرک کا ماحول ملتا ہے تو-نعوذ باللہ-کافر بن جاتا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہم کو ایمان کے ساتھ باقی رکھے، آمین۔

ملکہ بلقیس اور اس کی پارلمینٹ

اس کے باپ کے مرنے کے بعد پورے سبا علاقے کی حکومت اِس بلقیس کے ہاتھ میں آگئی اور وہ رانی بن گئی، اس کی ایک پارلمینٹ تھی، اس پارلمینٹ میں تین سو بارہ (312) بڑے بڑے اس کے رکن (ممبر) تھے، اور ہر ایک کی ماتحتی میں دس ہزار لوگ ہوا کرتے تھے۔

ملکہ بلقیس کا لشکر

بعض تفسیروں میں لکھا ہے کہ اس کے بڑے بڑے لشکر کے بارہ ہزار کمانڈر (Comander) تھے اور ہر کمانڈر کی ماتحتی میں ایک لاکھ سپاہیوں کی آرمی اور فوج

ہوا کرتی تھی۔

عالی شان محل اور تخت

اس کا ایک بہت بڑا عالی شان اور عجیب وغریب محل تھا، وہ اس محل کے تمام دروازوں کو تالا لگاتی تھی اور رات کو چابی اپنے تکیے کے نیچے رکھ کر سویا کرتی تھی۔

اس کا ایک عظیم اور بڑا تخت بھی تھا، پرانے زمانے میں بادشاہ لوگ اپنی حکومت چلانے کے لیے شاندار تخت پر بیٹھتے تھے، قرآن میں خود اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ: وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ۔ اور بلقیس کا تخت بہت بڑا تھا۔

تخت کی مقدار

تفسیر کی ایک روایت میں ہے کہ اس کا تخت اسّی (۸۰) ہاتھ لمبا۔ یعنی تقریباً ایک سوبیس فٹ۔ اور چالیس ہاتھ چوڑا، اور تیس (۳۰) ہاتھ اونچا تھا۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے بقول لمبائی اور چوڑائی تیس تیس (۳۰) ہاتھ اور اونچائی اسی (۸۰) ہاتھ تھی۔

یہ تخت سونے (Gold) کا بنا ہوا تھا، لال رنگ کے یاقوت کے پتھر، ہرے ہرے (green) رنگ کے زبرجد کے پتھر اور موتی اس کے تخت پر لگے ہوئے تھے۔

نیز اس کے تخت پر سات روم بھی تھے اور ہر روم کا الگ الگ دروازہ تھا، اتنا عالی شان اس کا تخت تھا۔

یہ بلقیس خود بھی شرک وکفر کرتی تھی اور اس کی عوام بھی شرک وکفر کرتی تھی، یہ میں نے آپ کو بلقیس کی تھوڑی سی پہچان کرائی، آگے جیسے جیسے قصہ آئے گا اس کا تعارف

خود سمجھ میں آتا جائے گا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر

اب ہم اللہ کے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر کرتے ہیں: حضرت سلیمان علیہ السلام۔ جن کو (عیسائی) لوگ سولومون (solomon) کہتے ہیں۔ کی قبر بیت المقدّس (Palestine) میں مسجدِ اقصیٰ کے قریب ہے، الحمدللہ! وہاں اللہ تعالیٰ نے بندے کو حاضری کی سعادت عطا فرمائی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام بادشاہ بھی تھے اور اللہ کے نبی بھی تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو عجیب وغریب حکومت دی تھی: انسان، جنات، پرندے، جانور، اور ہوا، ہر چیز پر آپ کی حکومت تھی۔

نیز حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ خوبی بھی دے رکھی تھی کہ وہ پرندوں اور جانوروں کی بات سمجھتے تھے اور ان کے ساتھ بات چیت بھی کرتے تھے۔

تفسیری روایتوں میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے انیس (۱۹) بیٹے تھے؛ لیکن ان سب میں حضرت سلیمان علیہ السلام کو علومِ نبوت اور تاجِ نبوت نصیب ہوا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا سفرِ مکہ

حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب مسجدِ اقصیٰ بنالی تو مکہ مکرمہ گئے اور وہاں انھوں نے چند دن قیام کیا۔

اس لیے کہ مکہ ایک ایسی جگہ ہے کہ تقریباً اللہ تعالیٰ کے تمام نبی وہاں حج وعمرہ

کرنے کے لیے پہنچے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی وہاں بار بار لے جائے، آمین۔

سلیمان علیہ السلام کی سیدنا حضرت محمد ﷺ کے متعلق پیشین گوئی

حضرت سلیمان علیہ السلام مکہ مکرمہ میں روزانہ پانچ ہزار اونٹنیاں، پانچ ہزار بیل اور تیس ہزار مینڈھے ذبح کر کے لوگوں کی دعوت کرتے اور مکہ میں اپنی قوم کے سرداروں کو جمع کر کے یوں کہتے کہ: یہ مکہ وہ شہر ہے جہاں اللہ کے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ آنے والے ہیں اور ان کی صفت یہ ہوگی کہ:

جتنے ان کے مخالفین ہوں گے اللہ تعالیٰ ان پر ان کو غالب کریں گے۔

اللہ تعالیٰ ان کو ایسا رعب عطا فرمائیں گے کہ ایک مہینے کی دوری تک ان کا رعب چلتا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے دین کے معاملے میں وہ کسی ملامت کرنے والی کی ملامت کی پروا نہیں کریں گے۔

مجمع میں حاضر لوگوں نے پوچھا کہ: ان کا دین کیا ہوگا؟

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: دینِ توحید؛ یعنی ملتِ ابراہیمی پر چلیں گے؛ لہذا جو بھی ان کا زمانہ پاوے وہ ان پر ایمان لاوے۔

لوگوں نے پوچھا: ابھی ان کا زمانہ کتنا باقی ہے؟

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ: ایک ہزار (۱۰۰۰) سال باقی ہے، پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: جو بات میں نے تم کو سنائی وہ تم نے سن لی، اب جو لوگ یہاں موجود نہیں ہیں ان تک تم یہ بات پہنچا دو۔

گویا کہ اللہ کے دین کی تبلیغ، اللہ کے دین کی باتوں کو پہنچانا ہر نبی کے زمانے

میں یہ رہا ہے، حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں بھی تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام مکہ سے یمن کی طرف

حضرت سلیمان علیہ السلام حج سے فارغ ہوکر ایک دن صبح صبح مکہ سے روانہ ہوئے اورزوال تک یمن پہنچ گئے؛ حالاں کہ اس زمانے میں مکہ سے یمن جانے میں ایک مہینہ لگتا تھا؛ لیکن چوں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ہواؤں پر اڑنے کی طاقت عطا فرمائی تھی؛ اس لیے ہوا پر اڑکر زوال تک یمن پہنچ گئے۔

وہاں دیکھا کہ پورا یمن خوب صورت اور سرسبز وشاداب (Greenery) ہے، آپ دوپہر کا کھانا کھانے اور نماز پڑھنے کے لیے وہاں اترے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو نماز کے لیے پانی کی ضرورت پڑتی تو طریقہ یہ ہوتا تھا کہ اگر وہاں تالاب، جھیل، ندی یا چشمہ ہوتا تو بہت اچھا! ورنہ کنواں کھود کر پانی نکالا جاتا تھا، اور زمین میں کہاں پانی ہے یہ تحقیق کرنے کی ذمے داری ''ہدہد'' کے سپرد تھی۔

ہدہد کا تعارف

''ہدہد'' ایک پرندے کا نام ہے، آج بھی دنیا میں یہ پرندہ ہے، میں نے بھی اس کو دیکھا ہے، یہ بہت چھوٹا ہوتا ہے؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو یہ کرامت دی ہے کہ زمین کے اندر کہاں پانی ہے اور کتنا نیچے ہے وہ اس کو نظر آجاتا ہے، اس کی چونچ بہت لمبی ہوتی ہے، تقریباً دو تین انچ لمبی ہوتی ہے، جہاں پانی ہوتا ہے وہاں وہ چونچ کے ذریعے نشان کردیتا ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ گویا وہ ایک انجینئر ہے۔

اسی طرح اس کو زمین کے ایک یا دو بالشت نیچے کینچواں بھی نظر آتا ہے۔

ہاں! اگر کوئی شکاری جال (Net) رکھ دے تو وہ اس کو نہیں دیکھ سکتا ہے اور وہ اس میں پھنس جاتا ہے اور شکاری اس کا شکار کر لیتے ہیں، یہ عجیب اللہ کی قدرت ہے!!!

اس سے معلوم ہوا کہ کسی انسان یا کسی جانور کو اپنے ہنر، اپنے فن اور اپنے علم پر تکبر نہیں کرنا چاہیے، اترانا نہیں چاہیے، اللہ تعالیٰ کی قدرت پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

بہر حال! حضرت سلیمان علیہ السلام ہد ہد کو حکم (Order) کرتے کہ دیکھو! پانی کہاں ہے؟ ہد ہد جہاں پانی ہوتا وہاں چونچ کے ذریعے نشان کر دیتا، پھر حضرت سلیمان علیہ السلام جنات کو حکم دیتے اور جنات فوراً اس جگہ کو کھود کر پانی نکال لیتے۔

ہد ہد کہاں ہے؟

جب حضرت سلیمان علیہ السلام یمن پہنچے اور آپ کو نماز کے لیے پانی کی ضرورت پڑی تو فرمایا: ہد ہد کہاں ہے؟

آپ نے پرندوں کے لشکر کی حاضری لی؛ تاکہ معلوم ہووے کہ کون حاضر ہے اور کون غیر حاضر ہے؟ ہد ہد بھی لشکر میں تھا؛ لیکن جب سلیمان علیہ السلام یمن پہنچے تو ہد ہد گھومنے کے لیے نکل گیا، اس درمیان اس کو بلقیس کا باغ نظر آیا اور وہ اس باغ میں پھرنے کے لیے چلا گیا، ادھر حضرت سلیمان علیہ السلام ہد ہد کو تلاش کر رہے ہیں، قرآن میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَآ أَرَى الْهُدْهُدَ ۖ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِينَ ۝٢٠

ترجمہ: اور ان (سلیمان) نے پرندوں کی حاضری لی، سو وہ کہنے لگے: کیا بات ہے مجھے ہد ہد (کیوں) نظر نہیں آتا، کیا وہ کہیں غائب ہو گیا ہے؟۔

حاضری کی اہمیت

حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کی جماعت کی حاضری لی، نظم ونسق کے لیے حاضری بہت ضروری ہے اور بلا وجہ غیر حاضری بہت بڑا جرم ہے، خود حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے حالات سے باخبر رہتے تھے، جو مسجد میں نظر نہ آتا اس کے بارے میں دریافت فرماتے تھے۔

ماتحتوں کی نگرانی رکھنی چاہیے

یہاں مفسرین نے ایک نکتے (Point) کی بات لکھی ہے: اِس آیت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ گھر میں جو ذمے دار ہوں ان کو ہر ایک کی حاضری لینی چاہیے، بڑوں کو چاہیے کہ اپنے چھوٹوں کی حاضری لیتے رہیں، باپ کو چاہیے کہ فیملی میں جتنے بھی لوگ ہیں ان کی حاضری لیوے، ماں کو چاہیے کہ اپنے گھر کے بچے، بچی سب کی حاضری لیوے کہ: کہاں جاتے ہیں؟ کیوں جاتے ہیں؟ کس کام کے لیے جاتے ہیں؟ کب آئیں گے؟ آنے میں کیوں دیر ہوگئی؟ سب چیزیں پوچھنی اور معلوم کرنی چاہیے۔

آج ہماری اولاد۔نعوذ باللہ۔جو بگڑ رہی ہیں اس کی ایک بہت بڑی وجہ (Reason) یہی ہے کہ اولاد کہاں جاتی ہیں؟ کہاں پھرتی ہیں؟ ماں باپ کو کچھ پتہ ہی نہیں ہوتا، پوچھتے ہی نہیں ہیں۔

کوتاہی کی نسبت اپنی طرف

اللہ کے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام کہہ رہے ہیں: ﴿مَا لِیَ لَآ اَرَی الْهُدْهُدَ﴾

یعنی کوتاہی اور کمی کی طرف اپنی نسبت کی کہ: مجھے ہدہد نظر نہیں آتا؛ یعنی ممکن ہے کہ وہ موجود ہو؛ لیکن مجھے دکھتا نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی یہ خوبی عطا فرماوے کہ ہم اپنی غلطیوں کی طرف نظر کرنے والے بنیں، آمین۔

ماتحتوں کو سزا

پھر فرمانے لگے: ہاں! پکی بات ہے وہ غیر حاضر ہے۔ آپ بادشاہ بھی تھے؛ اسی لیے فرمایا: ﴿لَأُعَذِّبَنَّهُ عَذَابًا شَدِيدًا أَوْ لَأَذْبَحَنَّهُ﴾

میں اس کو (غیر حاضری پر) ضرور سخت سزا دوں گا یا اس کو ذبح کر ڈالوں گا۔

اِس سے معلوم ہوا کہ اپنی اولاد اس طرح غیر حاضر رہے تو ان کو ڈانٹنا ڈپٹنا چاہیے، سزا دینی چاہیے؛ تاکہ آئندہ ہم ان پر کنٹرول کر سکیں۔

نبی کے اعلیٰ اخلاق

آگے فرمایا: ﴿أَوْ لَيَأْتِيَنِّي بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ﴾

ہاں! اپنی غیر حاضری پر کوئی صحیح، سچی بات کرے گا تو میں معاف کر دوں گا۔

یہ ہوتے ہیں نبی کے اخلاق کہ پہلے سختی سے کہا: کیوں بھاگ گیا؟ سزا دوں گا؛ لیکن اگر غیر حاضری کا صحیح سبب بتلا دے تو میں معاف کر دوں گا۔

جیسے کہ بیٹا اگر بغیر پوچھے چلا گیا، آنے کے بعد ماں نے پوچھا: کہاں گیا تھا؟ اس نے کہا: میں مسجد میں نماز پڑھنے گیا تھا، بیان میں بیٹھا تھا تو معاف کر دینا چاہیے، یہ تو اچھے کام کے لیے گیا تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کونسی سزا دینے کی دھمکی دی تھی؟

مفسرین نے لکھا ہے کہ: اس کے پر اکھاڑ کر تارکول لگا کر دھوپ میں پھینک دینے کی دھمکی دی تھی۔

اندازہ لگاؤ! ایک چھوٹے سے پرندے پر تارکول لگا کر اس کو گرمی میں ڈال دیوے تو اس کو کتنی تکلیف ہوگی؟

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ: حضرت سلیمان علیہ السلام کا مطلب یہ تھا کہ ''میں ہدہد کو پنجرے میں غیر جنسوں کے ساتھ بند کردوں گا''۔

یا یہ دھمکی دی کہ: میں اس کو اس کی عورت (Female) سے ہمیشہ کے لیے الگ کردوں گا۔ یا یہ کہ اس کے مخالف لوگوں کے ساتھ قید میں ڈال دوں گا؛ تاکہ وہ اس کو جیل میں تکلیف دیویں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے اللہ تعالیٰ نے جانوروں کو ایسی سزا دینا حلال کر دیا تھا، اس امت کے لیے بھی اگر کوئی پالتو جانور کام میں سستی کرے تو تادیب کے لیے بقدرِ ضرورت مارنا جائز ہے۔

ہدہد کی حاضری اور عاجزی

ہدہد زوال کے وقت سے عصر تک غائب رہا، پھر حاضر ہوا، اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں: ﴿فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ﴾ سو وہ (ہدہد) تھوڑی دیر بعد حاضر ہوگیا۔

ہدہد حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے حاضر ہوا، اپنا سر اٹھایا، عاجزی کے طور

پرِدُم اور دونوں بازو (wing) نیچے کردیے اور زمین پر رکھ دیے اور بالکل تواضع کے انداز میں کھڑا ہو گیا اور اس نے اپنی غلطی کا اقرار کرلیا۔

جو اپنی غلطی کا اقرار کرلے اس کو معاف کردینا چاہیے

یادرکھو! دینی بہنو! جو بھی اپنی غلطی کا اقرار کرلیوے اس کو معاف کردینا چاہیے، اللہ تعالیٰ بھی غلطی کا اقرار کرنے والوں کو معاف کرتے ہیں؛ اسی لیے ہمیں بھی رمضان کے مبارک مہینے میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی غلطی اور بھول کا اقرار کرنا چاہیے، گناہوں کا اقرار کرنا چاہیے، ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کو معاف کردیں گے۔

یقینی خبر

پھر ہدہد آہستہ سے کہنے لگا: ﴿فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ یَّقِیْنٍ﴾

اور وہ (ہدہد سلیمان علیہ السلام سے) کہنے لگا: میں نے ایک ایسی بات معلوم کی ہے جس کی آپ کو خبر نہیں ہے (حالاں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا تھا ''ولقد اٰتینا داود وسلیمان علما'' پھر بھی ان کے علم کی کمی کا یہ حال ہے) میں ملکِ سبا سے ایک یقینی خبر لے کر تمھارے پاس حاضر ہوا ہوں۔ یہ ایک چھوٹا سا پرندہ اللہ کے نبی کو کہہ رہا ہے۔

چھوٹوں کی بات بھی سننی چاہیے

اِس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ بہت سی مرتبہ چھوٹوں کو بھی ایسی بات معلوم

ہوتی ہے جو بڑوں کو معلوم نہیں ہوا کرتی؛ اس لیے کبھی چھوٹے، اپنے بچے، اپنے شاگرد کوئی بات کہیں تو ان کی بات کو بھی دھیان سے سننا چاہیے، ان کی باتوں سے بھی بہت سی مرتبہ ہمیں بہت کچھ سیکھنے کو ملتا ہے۔

پرندوں کو بھی یہ علم تھا کہ اللہ کے نبی عالم الغیب نہیں ہوتے

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ: پرندوں کو بھی یہ علم تھا کہ اللہ کے نبی عالم الغیب نہیں ہوا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ انسانوں کو بھی یہ عقیدہ صحیح معنیٰ میں سمجھا دیوے۔

وہ یقینی خبر کیا تھی؟

وہ پکی خبر کیا ہے؟ آگے فرمایا: ﴿إِنِّي وَجَدتُّ امْرَأَةً تَمْلِكُهُمْ وَأُوتِيَتْ مِن كُلِّ شَيْءٍ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ﴾

میں نے ایک عورت کو (وہاں) دیکھا ہے جو ان پر حکومت کر رہی ہے۔

اللہ اکبر! ہوا میں اڑنے والا ایک چھوٹا سا پرندہ یہ سب خبر دے رہا ہے۔

ہدہد کا اندازِ بیان یہ بتلا رہا ہے کہ خود اس کو تعجب ہو رہا ہے کہ ایک عورت کیسے حکومت کرے، جب کہ آج انسانوں کو کوئی تعجب نہیں کہ عورت حاکم بن جائے۔

بلقیس اور سلیمان علیہ السلام کی حکومت میں فرق

اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایک عجیب بات کہی: ﴿وَأُوتِيَتْ مِن كُلِّ شَيْءٍ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ﴾

اور اس کو ہر طرح کا (ضروری) سامان ملا ہے اور اس کا ایک بڑا تخت بھی ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی حکومت کے اعتبار سے ہر چیز اللہ تعالیٰ نے اس کو عطا کی ہے؛ یعنی عالی شان محل، قسم قسم کے کپڑے، قسم قسم کی استعمال کی چیزیں، بڑا لشکر، اس طرح دنیا کی تمام چیزیں اللہ تعالیٰ نے بلقیس کو عطا فرمائی ہے۔

جب کہ قرآن میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے بھی بیان کیا گیا:

﴿وَأُوتِينَا مِن كُلِّ شَيْءٍ﴾

سلیمان علیہ السلام نے کہا: اے لوگو! اور ہم کو ہر قسم کی (ضروری) چیز دی گئی ہے۔

لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبوت دی، آسمانی علم دیا، اسلام عطا فرمایا اور دنیا کی حکومت عطا فرمائی؛ گویا حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے دین بھی دیا، دنیا بھی عطا فرمائی اور بلقیس کو صرف دنیا کی حکومت عطا فرمائی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام تیرہ (۱۳) سال کی عمر میں بادشاہ بنے اور ترپن (۵۳) سال کی عمر میں آپ کا انتقال بھی ہوگیا، زندگی کے آخری دنوں میں بلقیس کے ساتھ آپ کا نکاح ہوا جیسے کہ آگے والے واقعے میں ایک روایت سے معلوم ہوگا۔

بہر حال! ہدہد نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو بلقیس کے ملک میں جو کچھ دیکھا اس کی کارگزاری بیان کرنا شروع کی، اس نے کہا کہ: وہاں ''مَأرِب'' کے علاقے میں ایک عورت ہے جس کا نام بلقیس ہے، وہ عورت پورے ملک پر حکومت کرتی ہے، اس کو دنیا کی ہر قسم کی نعمتیں دی گئی ہیں، اس کے باوجود وہ اور اس کی قوم اللہ کو چھوڑ کر سورج کی عبادت کرتی ہے اور شیطان ان کو گناہوں کے کام اچھے انداز سے دکھلاتا ہے جس کی وجہ سے ان کو ان کے برے کام برے معلوم نہیں ہوتے ہیں، ہدایت اور ایمان کے راستے سے دور ہیں، یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں کی پرستش کرتے ہیں، ان لوگوں کو

چاہیے تھا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے اور اللہ تعالیٰ۔ جو بلقیس سے بھی بڑے عرش کے مالک ہیں اس۔ کی عبادت ان کو کرنی چاہیے تھی۔

اِس آیت پر سجدۂ تلاوت ہے؛ اس لیے میں آپ تمام بہنوں سے کہوں گا کہ آپ سجدۂ تلاوت ضرور کرلیں، یہ واجب اور ضروری ہے۔

بلقیس کی حکومت

یہ پچھلی امت کی بات ہے، ہماری شریعت میں عورت کا حکومت کرنا اچھی چیز نہیں ہے، حدیث میں ہے: عن أبي بَكْرَةَ رَضي الله عنه قال: لَمَّا بَلَغ رَسُوْلَ اللهِ صَلّٰى الله عليه و سلَّم أَنَّ أهْلَ فَارِسَ قَدْ مَلَّكُوْا عَلَيْهِمْ بِنْتَ كِسْرىٰ، قَالَ: لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا أمْرَهُمْ إمْرَأةً۔ (البخاري والنسائی)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ اہلِ فارس نے کسریٰ کی بیٹی کو حکومت سپرد کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: وہ قوم کبھی کامیاب نہیں ہوسکتی جو کسی عورت کو امیر اور بادشاہ بناوے۔

سزا سے بچنے کے لیے چھوٹوں کی عادت

جب ہدہد نے پورا واقعہ سنادیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے سوچا کہ پتہ نہیں یہ سچی بات کہہ رہا ہے یا بناوٹی بات، ہمیں تحقیق کرنی چاہیے؛ اس لیے کہ چھوٹوں کی عادت ایسی ہوتی ہے کہ جب بڑوں کے سامنے پکڑے جاتے ہیں تو جھوٹی، بناوٹی باتوں کے ذریعے وہ سزا سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ماتحتوں کی بات کا امتحان لینا چاہیے

اس لیے حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد پرندے کا امتحان لیا، فرمایا:

قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۷﴾

ترجمہ: (یہ بات سن کر) سلیمان علیہ السلام نے کہا: ابھی ہم دیکھ لیتے ہیں کہ تم سچ کہتے ہو یا تم بھی جھوٹ بولنے والوں میں شامل ہو گئے ہو۔

اس سے ایک بات یہ سمجھ میں آئی کہ ہمارے چھوٹے، ہمارے ماتحت لوگ کوئی بات کہے تو فوراً مان نہیں لینی چاہیے، ذرا امتحان بھی لیا جاوے، کہ یہ صحیح بات کہہ رہا ہے یا غلط بول رہا ہے، مثلاً مسجد کا کہہ کر گیا تھا تو حقیقت میں مسجد گیا تھا یا صرف دوستوں کی محفل میں گھوم کر واپس آ گیا؟

خط کے ذریعے دین کی دعوت نبیوں کا مبارک عمل

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کا امتحان لینے کے لیے بلقیس کے نام ایک خط لکھا، جس میں اس کو ایمان کی دعوت دی۔

اِس سے یہ بات سیکھنے کو ملی کہ خط کے ذریعے سے بھی دین کی دعوت دے سکتے ہیں، یہ خط کے ذریعے دین کی دعوت دینا نبیوں کا مبارک طریقہ ہے، جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو ایمان کی دعوت دینے کے لیے لکھا۔

آپ ﷺ نے بھی بادشاہوں کے نام خط لکھے

میرے اور آپ کے پیارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی دنیا کے

بڑے بڑے بادشاہوں کے نام ایمان کی دعوت کے بہت سارے خطوط لکھے، وہ سب خطوط چھپے ہوئے موجود ہیں، لوگ اس کو برکت کے طور پر اپنے گھر پر رکھتے ہیں۔

دین کی دعوت کے لیے انٹرنیٹ کا بھرپور استعمال کرنا چاہیے

حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت نبیٔ کریم ﷺ کا یہ مبارک عمل ہمیں یہ بتلاتا ہے کہ دین کی دعوت کے لیے، دین سیکھنے سکھانے کے لیے جو بھی طریقہ صحیح اور جائز ہو اس کو اپنانا چاہیے۔

جیسے آج کل ای میل (Email)، انٹرنیٹ (internet) کے ذریعے بھی ہم دین پھیلانے کا کام کر سکتے ہیں، اِس سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہیے۔

جب کہ آج کل لوگ وہاٹس ایپ (Whatsapp) انٹرنیٹ، فیس بک (Facebook) یوٹیوب (Youtube) وغیرہ کو غلط، گناہ اور فتنہ وفساد کے کام میں استعمال کرتے ہیں تو ہمیں یہ سب چیزیں دین کے کام میں استعمال کرنی چاہیے، مثلاً بیان ریکارڈ کرلیا اور دوسرے ملکوں میں رہنے والے اپنے رشتے داروں کو واٹس ایپ کے ذریعے بھیج دیا، یوٹیوب پر رکھ دیا، فیس بک پر رکھ دیا، وہ سنیں گے تو ان کو بھی فائدہ ہوگا اور ان شاء اللہ! اس کا ثواب آپ کو بھی ملے گا۔

جب کسی کو کہیں بھیجیں تو اس کو آداب سکھا کر روانہ کرنا چاہیے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے بہت پیارا خط لکھا، وہ خط بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں نقل کیا ہے، اسے لے کر آپ نے ہدہد کو بھیجا، روانہ کرتے وقت آپ نے اس کو کچھ

نصیحتیں بھی فرمائیں جس کو ہم روانگی کی ہدایات اور روانگی کے آداب بھی کہہ سکتے ہیں، جب کسی کو دینی کام کے لیے یا کسی دوسرے سفر پر روانہ کریں تو کچھ نصیحت دے کر اس کو روانہ کرنا چاہیے۔

یہ طریقہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ سے بھی ثابت ہے، جب حضور ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو بہت ساری روانگی کی ہدایات دی تھیں۔

اللہ تعالیٰ نے بھی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس دین کی دعوت لے کر بھیجا تو بہت ساری روانگی کی ہدایات اور آداب بتلائے تھے۔

وہ کیا جواب دیتے ہیں؟

اسی طرح یہاں بھی حضرت سلیمان علیہ السلام ایک پرندے کو دین کی دعوت کا خط لے کر بھیج رہے ہیں، تو روانہ کرتے وقت اس کو نصیحت کر رہے ہیں:

اِذۡهَبۡ بِّكِتٰبِىۡ هٰذَا فَاَلۡقِهۡ اِلَيۡهِمۡ ثُمَّ تَوَلَّ عَنۡهُمۡ فَانۡظُرۡ مَاذَا يَرۡجِعُوۡنَ۝۲۸

ترجمہ: (اے ہدہد!) میرا یہ خط لے کر جا اور اس (خط) کو ان کے پاس ڈال دے، پھر ان کے پاس سے تو ہٹ جا، پھر دیکھ وہ کیا جواب دیتے ہیں؟

یعنی تو میرا یہ خط بلقیس کو پہنچا دے، خط پہنچانے کے بعد تو وہاں بیٹھے مت رہنا، ان کے سر پر مت رہنا؛ بلکہ وہاں سے ہٹ جانا، تاکہ اطمینان سے وہ خط پڑھ سکیں اور آپس میں آزادی سے مشورہ کر سکیں۔

نیز یہ دیکھنا کہ وہ خط کا کیا جواب دیتے ہیں؟

بیٹی کو سسرال بھیجے تو اس کو نصیحت کر کے بھیجنا چاہیے

دیکھو! یہ بڑوں کا حال ہے، اللہ کے نبی کا حال ہے کہ پرندے تک کو آپ نے نصیحت فرمائی، ادب سکھلایا، ہمیں بھی اپنے بچوں کو ادب سکھانا چاہیے، بیٹی کو سسرال بھیجے تو اس کو نصیحت کر کے بھیجنا چاہیے، بیٹے کو حلال روزی کمانے بھیجے، مدرسے میں پڑھنے بھیجے، جماعت میں بھیجے تو اس کو نصیحت کر کے، آداب سکھلا کر بھیجنا چاہیے، یہی نبیوں کا مبارک طریقہ ہے۔

ہدہد کا عجیب طریقے سے محل میں داخل ہونا

ہدہد پرندہ اپنی چونچ میں خط پکڑ کر اڑا، بعض تفسیری روایت میں ہے کہ اس نے اپنے دونوں پنجوں کے درمیان وہ خط دبالیا اور بلقیس کے دربار میں پہنچا، اس وقت بلقیس صنعا سے تین منزل دور مارب شہر میں تھی اور اپنے خاص (private) روم میں چت لیٹی ہوئی تھی، اس کے دربان، پولیس والے محل کے چاروں طرف چوکی داری اور نگرانی کررہے تھے۔

لیکن ہدہد عجیب طریقے سے محل میں داخل ہوگیا، جیسا کہ کل آپ نے روایت سنی تھی کہ بلقیس اپنے محل کے تمام دروازوں کو تالے لگا کر اس کی چابی تکیے کے نیچے رکھ کر سوتی تھی؛ لیکن محل کے کمرے میں ہوا کے لیے اوپر ایک چھوٹا سا راستہ تھا، اس کو اردو میں ''رَوْزَن'' (روشن دان) کہتے ہیں، اس میں سے یہ ہدہد داخل ہوا اور چپکے سے بلقیس کے سینے پر وہ خط رکھ دیا۔

سورج کو سجدہ

روایتوں میں آتا ہے کہ اس دن بلقیس بہت دیر تک اپنے محل میں میٹھی نیند سوئی رہی، روزانہ اس کی عادت تھی کہ جب سورج نکلتا تھا تو وہ اس کو روشن دان میں سے دیکھتی اور پلنگ سے نیچے اتر کر اس کے سامنے سجدہ کرتی تھی۔

سورج نکلنے کے وقت نماز پڑھنے کی ممانعت کی وجہ

حضرت نبی کریم ﷺ نے سورج نکلنے کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے؛ اس لیے کہ اس وقت سورج کی پوجا کرنے والے سورج کے سامنے سجدہ کرتے ہیں اور ان کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے۔

ہاں! جب سورج اونچا ہو جائے؛ یعنی سورج نکلنے کا جو وقت ہوتا ہے اس سے پندرہ بیس منٹ کے بعد اشراق، چاشت وغیرہ کی نماز پڑھ سکتے ہیں۔

بلقیس کی حیرانگی

لیکن آج ہدہد خط رکھ کر اس روشن دان پر اپنے پَر پھیلا کر بیٹھ گیا تھا جس کی وجہ سے روشن دان سے سورج نظر نہیں آرہا تھا؛ اس لیے بلقیس کو پتہ ہی نہیں چلا کہ سورج طلوع ہو گیا ہے اور جب اس نے وہ خط دیکھا تو اس کی وجہ سے اس کو بہت حیرانی ہوئی، اس نے وہ خط لیا، جلدی جلدی اپنے بستر سے اٹھی، تب اس کو پتہ چلا کہ آج تو بہت دیر ہو گئی، سورج بھی نکل گیا، اس نے وہ خط کھولا، حضرت سلیمان علیہ السلام نے وہ خط مہر (stamp) لگا کر بالکل پیک کر کے روانہ کیا تھا۔

خط کا مضمون

خط میں لکھا تھا: اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳۰﴾ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾

ترجمہ: یقیناً وہ (خط) سلیمان کی طرف سے آیا ہے اور وہ (خط) اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کیا گیا ہے، جس (اللہ تعالیٰ) کی رحمت سب کے لیے ہے، جو بہت زیادہ رحم کرنے والے ہیں ﴿۳۰﴾ (اس میں یہ لکھا ہے) کہ تم میرے مقابلے میں تکبر نہ کرو اور میرے سامنے مسلمان (یعنی فرماں بردار) بن کر چلے آؤ ﴿۳۱﴾

بس اتنی مختصر اور اچھی بات اس خط میں لکھی ہوئی تھی۔

مشورے کے لیے ہنگامی مجلس (Emergency meeting)

بلقیس نے خط پڑھا، بلقیس کتنی ہوشیار تھی؟ ذرا اندازہ لگاؤ! خط پڑھنے کے بعد اس نے فوراً مشورے کے لیے ایک مجلس منعقد کی اور اس میں اپنی پارلیمنٹ کے تمام ممبروں اور سرداروں کو بلایا، تین سو بارہ (۳۱۲) مجلسِ شوریٰ کے ممبر تھے۔

کافرہ عورت کے نزدیک مشورے کی اہمیت!!!

میری دینی بہنو! ایک کافرہ عورت ہے، جس کے اندر ابھی ایمان بھی نہیں ہے، وہ ملکہ ہے؛ لیکن اس کے باوجود اس کے یہاں مشورہ اتنی اہم چیز ہے کہ ایک خط آیا تو اس نے فوراً مشورے کے لیے سب کو جمع کر لیا، اِس سے اندازہ لگاؤ کہ مشورہ کتنی اہم اور کتنی ضروری چیز ہوگی؟

ہمیں بھی مشورہ کرنا چاہیے، گھر میں کوئی بات پیش آجائے تو فوراً اللہ کے نیک بندوں سے مشورہ کرنا چاہیے۔

ماتحتوں سے بھی مشورہ لینا چاہیے

دوسری بات یہ کہ ''مشورہ کرنے کے لیے اپنے ممبروں کو جمع کرلیا''، اِس سے ان کا حوصلہ بڑھ گیا، ان کی دل جوئی ہوئی، ان کو خوشی ہوئی کہ ہماری رانی کتنی اچھی ہے کہ فیصلہ کرنے سے پہلے ہمارا مشورہ لیتی ہے۔

ہم کو بھی اپنے ماتحتوں کے ساتھ صلاح ومشورہ کرکے فیصلہ کرنا چاہیے، کسی کی کوئی کمپنی ہو تو کمپنی کے کارکنوں سے مشورہ کریں، اس سے بہت فائدہ ہوگا، ان کارکنوں کو خوشی ہوگی، مشورے کے بغیر فیصلہ کرلیں گے تو ان کا دل ٹوٹ جائے گا۔

بلقیس کی زبان سے خط کی تعریف

بہر حال! بلقیس نے ان کے سامنے خط رکھنے سے پہلے کہا:

قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْۤ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۹﴾

ترجمہ: بلقیس نے کہا: اے میری کمیٹی کے ممبرو! میرے پاس ایک بڑا عزت والا خط آیا ہے۔

بلقیس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے خط کی تعریف کی۔

''كِتٰبٌ كَرِيْمٌ'' کہنے کی حکمتیں

''کتابٌ کریم'' کی ایک علت تو مفسرین نے یہ لکھی ہے کہ خط لکھنے والے

حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں؛لہٰذا ان کی طرف سے آیا ہوا خط عزت اور برکت والا ہی ہوگا۔

دوسری علت یہ بھی لکھی ہے کہ:ہدہد نے یہ خط عجیب وغریب طریقے سے بلقیس کی چھاتی پر رکھ دیا،اس کی بنیاد پر''کتابٌ کریم'' کہا گیا۔

یا اس لیے کہ خط میں اسلام کی دعوت تھی،اس لیے یہ بڑا عزت والا خط بن گیا۔

یا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے مبارک نام اور''بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ'' کی برکت سے یہ خط عزت والا بن گیا۔اسی طرح اس میں جو مضمون لکھا ہوا تھا وہ بھی بہت اچھا تھا؛اس لیے عزت والا خط کہا گیا۔

خط پر مہر لگانا

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس پر مہر بھی لگائی تھی۔اِن تمام وجوہات کی بنیاد پر یہ خط بڑا عزت والا''کتابٌ کریم''بن گیا تھا۔

خود حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ مبارکہ بھی تھی کہ خط لکھنے کے بعد نیچے مہر لگایا کرتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر لگانے کے لیے ایک چاندی کی انگوٹھی بنوا رکھی تھی،اس میں ایک نگینہ تھا،اس نگینے میں اوپر''اللہ'' لکھا تھا،نیچے''رسول'' لکھا تھا اور بالکل نیچے''محمد'' لکھا تھا،نیچے سے پڑھو تو یوں ہوتا تھا''محمد رسول اللہ''۔

اس انگوٹھی کے فوٹو بھی چھپے ہوئے ملتے ہیں اور لوگ برکت کے طور پر اس کو گھروں میں بھی لگاتے ہیں۔

نرم انداز میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس خط میں نرم انداز میں اللہ کی عبادت کی دعوت دی تھی، بہت پیار اور محبت سے اللہ کی عبادت کی دعوت دی تھی، شفقت اور مہربانی کی باتیں لکھی تھیں، اس میں کوئی لعن طعن، گالی گلوچ، کوئی سخت اور کڑوی بات نہیں لکھی تھی، کوئی ایسی بات نہیں لکھی تھی جس کی وجہ سے پڑھنے والے کو غصہ آجائے، کوئی مبہم اور گول مول بات بھی نہیں لکھی تھی کہ سامنے والے کو سمجھ میں نہ آئے۔

میسیج وغیرہ اچھے لکھنے چاہیے

معلوم ہوا کہ نرمی، شفقت اور محبت سے دین کی بات فائدہ دیتی ہے، اللہ تعالیٰ دلوں میں بات اتار دیتے ہیں۔

اِس سے ہمیں یہ ادب سیکھنے ملا کہ خط میں دین کی باتیں شفقت اور نرمی کے ساتھ لکھنی چاہیے، گالی گلوچ، جھگڑے کی بات، سامنے والے کو غصہ آجائے ایسی بات، مبہم جو سمجھ میں نہ آوے ایسی بات نہیں لکھنی چاہیے، یہ دین کی دعوت کے لیے بہت ضروری اور بہت اہم بات ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خط، میسیج وغیرہ اچھے لکھنے چاہیے، گندے، غلط، گناہ اور بے حیائی کے میسیج نہیں لکھنے چاہیے۔

خط، میسیج وغیرہ میں اپنا نام لکھنا چاہیے

حضرت سلیمان علیہ السلام نے خط میں پہلے لکھا تھا: انه من سليمان؛ یعنی یہ خط

سلیمان کی طرف سے ہے، نبی کا لفظ نہیں لکھا تھا۔

اس سے ہمیں ایک بات یہ سیکھنے کو ملی کہ خط، میسیج یا میل اس طرح لکھنا چاہیے کہ سامنے والے کو پتہ چل جائے کہ یہ کس نے لکھا ہے؟

خود حضرت نبیٔ کریم ﷺ بھی جب خط لکھتے تھے تو اپنا نام لکھتے تھے ''من محمد بن عبداللّٰه و رسوله''؛ یعنی عبداللہ کے بیٹے محمد اللہ کے رسول کی طرف سے یہ خط ہے۔

آج کل بہت سے لوگ اس لیے نام نہیں لکھتے کہ سامنے والے کو پریشان کرنا ہوتا ہے، اس طرح بغیر نام کے میسیج اور میل چلانا یہ بھی ایک فتنہ ہے۔

دوسری بات یہ کہ نام لکھیں گے تو جس کو ہم نے خط یا میسیج لکھا ہے اس کو کوئی شک نہیں رہے گا۔ یہ نام چاہے شروع میں لکھے چاہے بعد میں لکھے دونوں جائز ہے۔

بے ادبی کا خطرہ نہ ہو تو اللہ کا نام بھی لکھنا چاہیے

پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ کا نام لکھا: وانه بسم اللّٰه الرحمن الرحیم۔

ہمیں بھی خط اور میسیج میں اللہ کا نام لکھنا چاہیے؛ لیکن جہاں اللہ کے نام کی بے ادبی کا خطرہ ہو ایسے موقع پر نہ لکھیں، صرف زبان سے پڑھ لیں، جیسے آپ نے کچھ لوگوں کو خط لکھا، آپ کو معلوم ہے کہ وہ اللہ کے نام کی بے ادبی کریں گے، خط کو ردّی کی ٹوکری میں ڈال دیں گے تو ایسی صورت میں اللہ کا نام نہیں لکھنا چاہیے۔

البتہ جہاں آپ کو معلوم ہے کہ سامنے دین دار ہیں، بے ادبی نہیں کریں گے تو خط اور میسیج کے شروع میں ''بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ'' لکھنا چاہیے۔

اسی طرح ہر چیز اور ہر کام ہمیں ''بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ'' سے شروع کرنا چاہیے۔

خط میں مختصر بات

حضرت سلیمان علیہ السلام نے پورے خط میں بس ایک ہی بات لکھی:

﴿ اَلَّا تَعۡلُوۡا عَلَیَّ وَاۡتُوۡنِیۡ مُسۡلِمِیۡنَ ﴿۳۱﴾ ﴾

بلقیس! تم میرے مقابلے میں دادا گیری مت کرو، میرے مقابلے میں گھمنڈ مت کرو اور مسلمان بن کر، فرماں بردار بن کر، اطاعت کرنے والی بن کر تم آجاؤ۔

بس! اتنا چھوٹا سا خط حضرت سلیمان علیہ السلام نے لکھا۔

باقی قصہ دوسرے حصے میں، اللہ تعالیٰ ان باتوں پر عمل کی توفیق نصیب فرمائے، آمین۔

وأخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

سبا کی رانی: بلقیس کا عجیب واقعہ

(حصہ:۲)

اقتباس

قرآن کی طاقت کا کیا حال ہوگا!!!

دیکھیے! اس آیت میں عجیب بات بیان کی ہے:

﴿عِلۡمٌ مِّنَ الۡكِتٰبِ﴾

دینی بہنو! حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے کا ایک انسان آسمانی کتاب کے علم کی مدد سے اتنا بڑا کام کر سکے جو بڑے سے بڑا جنات نہیں کر سکتا؛ جب کہ مجھے اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن عطا فرمایا ہے جو تمام آسمانی کتابوں سے افضل ہے، تو قرآن کے علم میں اللہ تعالیٰ نے کتنی طاقت رکھی ہوگی!!!

اس لیے قرآن پڑھو! قرآن سمجھو! قرآن پر عمل کرو!

اللہ تعالیٰ نے اس میں جو طاقت رکھی ہے وہ طاقت کہیں بھی نہیں ہو سکتی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ للہ الَّذِيْ هَدَانَا لِلْإِسْلَامِ وَ مَا كُنَّالِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللہ وَ أَكْمَلَ لَنَا دِيْنَنَا وَ أَتَمَّ عَلَيْنَانِعَمَهُ وَ رَضِيَ لَنَا الْإِسْلَامَ دِيْناً،وَ أَشْهدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَحْدَه لَاشَرِيْكَ لَه وَ أَشْهدُ اَنَّ سَيِّدَنَا مُحَمَّداً عَبْدُه وَرَسُوْلُه،صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلَيْه وَ عَلٰى اٰلِه وَاَصْحَابِه وَذُرِّيَّاتِه وَ اَهلِ بَيْتِه وَاَهلِ طَاعَتِه، وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْراً كَثِيْراً اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْٓ اَمْرِيْ ۚ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ۝۳۲

ترجمہ: وہ (رانی) بولی: اے درباریو! یہ جو مسئلہ مجھے پیش آیا ہے اس (کے بارے) میں مجھے پکا فتویٰ (مشورہ) دو، میں اس وقت تک کسی کام کا قطعی فیصلہ نہیں کیا کرتی جب تک تم لوگ میرے پاس موجود نہ ہو ﴿۳۲﴾

گذشتہ سے باقی بات

گذشتہ یہاں تک بات پہنچی تھی کہ ہدہد نے وہ خط بلقیس کو پہنچا دیا اور بلقیس نے ایک مشورے کی مجلس قائم کر کے وہ خط سب کو پڑھ کر سنایا۔

بلقیس کا سرداروں سے مشورہ طلب کرنا

جب بلقیس نے یہ خط تمام لوگوں کو پڑھ کر سنایا تو اس کی کمیٹی کے ممبر لوگ کیا

کہہ رہے ہیں؟ عجیب بات اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمائی:

قَالَتۡ یٰۤاَیُّهَا الۡمَلَؤُا اَفۡتُوۡنِیۡ فِیۡۤ اَمۡرِیۡ ۚ مَا كُنۡتُ قَاطِعَةً اَمۡرًا حَتّٰی تَشۡهَدُوۡنِ ﴿۳۲﴾

ترجمہ: وہ (رانی) بولی: اے درباریو! یہ جو مسئلہ مجھے پیش آیا ہے اس (کے بارے) میں مجھے پکا فتویٰ (مشورہ) دو، میں اس وقت تک کسی کام کا قطعی فیصلہ نہیں کیا کرتی جب تک تم لوگ میرے پاس موجود نہ ہو ﴿۳۲﴾

مشورہ چل رہا تھا؛ لیکن بلقیس نے ''اَفۡتُوۡنِیۡ'' کا لفظ استعمال فرمایا، مفسرین فرماتے ہیں کہ: حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف سے جو خط گیا تھا وہ بہت اہم تھا؛ اسی لیے بلقیس نے اسے ''فتوے'' کے لفظ سے تعبیر کیا۔

چنانچہ اس نے سب لوگوں کی رائے مانگی کہ ہمیں اس کا کیا جواب دینا چاہیے؟

سرداروں کا جواب

سب سردار لوگ آستینیں چڑھا کر، اپنی طاقت اور فوج پر بھروسہ کرتے ہوئے جواب دے رہے ہیں:

﴿قَالُوۡا نَحۡنُ اُولُوۡا قُوَّةٍ وَّاُولُوۡا بَاۡسٍ شَدِیۡدٍ﴾

یعنی ہمارے پاس طاقت ہیں، ہمارے پاس بڑی فوج ہے، ہمارے پاس بڑے بڑے ہتھیار ہیں، ہم لڑ لیں گے، مقابلہ کر لیں گے، تم صرف حکم کرو، ہم لڑائی کرنے میں بڑے ماہر لوگ ہیں، ہم کو لڑنا بھی خوب آتا ہے۔

پھر اخیر میں انھوں نے کہا: ﴿وَالۡاَمۡرُ اِلَیۡكِ فَانۡظُرِیۡ مَاذَا تَاۡمُرِیۡنَ﴾

یعنی ہم نے تو رائے دے دی کہ ہم لڑنے کے لیے تیار ہیں؛ لیکن فیصلہ آپ کو کرنا ہے، آپ جو فیصلہ کرو گی ہم اس کے لیے تیار ہیں۔

گویا اخیر میں انھوں نے ملکہ کے ہاتھ میں سارا اختیار دے دیا، یہ پرانی بیماری ہے کہ اخیر میں جا کر عورتوں ہی کے ہاتھ میں اختیار دے دیتے ہیں!!!

بڑوں کے سامنے ہمت والا جواب دینا چاہیے

اِس آیت سے ہمیں مشورے کی بڑی اچھی تعلیم ملی، ایک بات ہمیں یہ سیکھنے ملی کہ جب کسی مشورے میں بیٹھے تو ماتحتوں کی طرف سے بڑوں کو کیا جواب ملنا چاہیے، بلقیس کے کمانڈوز نے کیسا ہمت والا جواب دیا!

چھوٹوں کو بڑوں کے سامنے ایسا ہی جواب دینا چاہیے، اپنی رائے دے دیوے اور بڑوں کے فیصلے پر راضی رہے۔

جوان لڑکیوں کو ایک اہم نصیحت

میں اپنی جوان بیٹیوں کو کہوں گا کہ: جب شادی کا مرحلہ آوے تو اخلاص کے ساتھ۔ کسی دین دار جوڑے پر آپ کی نظر ہو۔ ماں باپ کے سامنے اپنی رائے رکھ دیں؛ لیکن ماں باپ جو فیصلہ کریں اس پر راضی ہو جاویں، اس میں اللہ تعالیٰ تمھیں دنیا و آخرت میں عزت عطا کریں گے۔

امیر کسی کی رائے کا پابند نہیں ہے

ایک بات یہ بھی ہے کہ مشورے میں ہر ساتھی کو صحیح صحیح رائے دینی چاہیے؛

لیکن امیر رائے کا پابند نہیں ہے، وہ جو چاہے فیصلہ کرے اور جب کسی کے پاس منصب، عہدہ، ذمے داری ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے دل میں صحیح بات ڈالتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد بھی آتی ہے۔

بلقیس کا عقل مندی والا فیصلہ

اب بلقیس کیا کہتی ہے وہ بھی سنو! اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتے ہیں:

قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَ كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۴﴾

ترجمہ: وہ (ملکہ) بولی: جب بادشاہ (فاتح بن کر) کسی بستی میں داخل ہوا کرتے ہیں تو اس کو برباد کر ڈالتے ہیں اور وہاں کے عزت والے لوگوں کو ذلیل کر دیا کرتے ہیں اور یہ لوگ بھی ایسا ہی کریں گے۔

بڑی ہوشیار عورت ثابت ہوئی، کہنے لگی کہ: لڑنے جھگڑنے کی بات مت کرو۔

حدیث میں بھی ہے حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِذَا اسْتَنْصَحَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَالْيَنْصَحْ لَهُ (البخاری)۔

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی اپنے کسی بھائی سے خیر خواہی چاہے تو اس سے خیر خواہی کا معاملہ کرنا چاہیے۔

لڑائی جھگڑے کا نتیجہ خراب ہوتا ہے، ہمیشہ صلح سے کام چلانا چاہیے، اس میں بڑی خیر اور بڑی بھلائی ہوا کرتی ہے۔

بلقیس اس وقت کافرہ تھی؛ لیکن بڑی سمجھ دار نکلی اور بعد میں ایمان کی برکت

سے اللہ تعالیٰ نے اس کی عقل اور فراست میں اور برکت عطا فرمائی۔

بادشاہوں کی عادت

بلقیس کو صرف اتنا اندازہ تھا کہ سلیمان کوئی بڑے بادشاہ ہیں؛ اس لیے اس نے کہا کہ: یہ بادشاہ لوگ جب کبھی حملہ کرتے ہیں تو دوسرے ملک میں جا کر فساد کرتے ہیں، توڑ پھوڑ کرتے ہیں، جلاتے ہیں، انسانوں کو قتل کر دیتے ہیں، مال داروں اور عزت والوں کو ذلیل کرتے ہیں، لوگوں کو پکڑ کر لے جاتے ہیں، ان کو غلام اور باندی بنا دیتے ہیں، اسی طرح یہ بھی کوئی بادشاہ ہے، یہ بھی ایسا کر سکتے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے امتحان کا ارادہ

بلقیس کو پتہ ہی نہیں تھا کہ یہ اللہ کے نبی ہیں، پیغمبر ہیں اور بادشاہ بھی ہیں؛ اس لیے اس نے اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کا امتحان لینا چاہا کہ سلیمان کون ہے؟ اس نے کہا: ﴿وَاِنِّیْ مُرْسِلَةٌ اِلَیْهِمْ بِهَدِیَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ یَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ﴾

اور میں ان کے پاس ہدیہ بھیجتی ہوں، پھر دیکھتی ہوں کہ (میرے) بھیجے ہوئے (قاصد) کیا جواب لے کر واپس آتے ہیں۔

دراصل بلقیس یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ اگر یہ سلیمان کوئی دنیوی بادشاہ ہیں تو میرا ہدیہ دیکھ کر خوش ہو جائیں گے اور میرے ہدیہ کے چکر میں آ جائیں گے اور اگر واقعی اللہ کے نبی ہیں تو میرے ہدیہ کے چکر میں نہیں پھنسیں گے۔

اس کی قوم میں ''منذر ابن عمرو'' ایک سردار تھا، یہ بڑا ہوشیار اور چالاک تھا، اس سے کہا کہ: بہت سارے ہوشیار اور چالاک لوگوں کی ایک جماعت بناؤ اور سب

لوگ یہ ہدیے اور تحفے لے کر جاؤ اور سلیمان کو دو۔

بلقیس کی چالاکی

بلقیس نے چالاکی سے ایک کام یہ کیا کہ جو تحفے بھیجے اس کی فہرست بھی بنائی اور اس کو بند کر کے بھیجا؛ تاکہ راستے میں کوئی ادھر اُدھر نہ کر دے۔

دیکھو! کتنی ہوشیار عورت تھی؟ اس نے عجیب بات کہی: جب تم ان کو تحفہ دے دو اور وہ غصے ہو جائے تو سمجھنا کہ وہ بادشاہ ہے، تم ان سے گھبرانا نہیں، ہم ان سے زیادہ طاقت والے ہیں، ان کے ساتھ لڑ لیں گے اور اگر وہ خوشی، نرمی اور مہربانی سے بات کرے تو سمجھنا کہ وہ اللہ کے نبی ہیں، تم ان سے ادب کے ساتھ باتیں کرنا، سبحان اللہ!

بلقیس کے تحفوں کی تفصیل

اب اس نے جو تحفے بھیجے تھے وہ بھی سننے کے لائق ہے، اس کی تفصیلات بھی روایتوں میں موجود ہیں:

① دوسو (۲۰۰) گھوڑے۔ ② سونے اور چاندی کی اینٹیں۔

③ ہیرے، موتی اور قیمتی سامان۔

④ اسی طرح سو (۱۰۰) غلام اور سو (۱۰۰) باندیاں بھیجیں، یا دوسو (۲۰۰) غلام اور دوسو (۲۰۰) باندیاں بھیجیں۔

پھر اس نے عجیب چالاکی کی کہ: لڑکوں کو لڑکیوں والے کپڑے پہنائے اور لڑکیوں کو لڑکوں والے کپڑے پہنائے اور لڑکیوں سے کہا کہ: تم لڑکوں کی طرح بات کرنا اور لڑکوں سے کہا کہ: تم لڑکیوں کی طرح بات کرنا، ہم دیکھتے ہیں کہ سلیمان پہچان

لیتے ہیں یا نہیں؟

عورتوں کا مردوں کے کپڑے پہننا پرانی فیشن

یہ جو آج کل کے زمانے کا فیشن ہے لگتا ایسا ہے کہ پرانے زمانے سے یہ فیشن چلا آرہا ہے، لڑکیاں لڑکوں جیسے کپڑے پہنے اور لڑکے لڑکیوں جیسے کپڑے پہنے، حدیث میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی ہیں جو مردوں جیسی شکل و صورت اپنائے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:لَعَنَ اللهُ الْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ۔ (البخاری، الترمذی)

ترجمہ: حضرت نبیٔ کریم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو ایسے مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کریں اور ایسی عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کریں۔

نبوی فراست سے جان لیا کہ لڑکے کون ہیں اور لڑکیاں کون؟

حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے، اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کو جو سمجھ اور نبوت کا نور عطا فرماتے ہیں اس کی روشنی میں چند نشانیوں کے ذریعے حضرت سلیمان علیہ السلام نے پہچان لیا کہ اس میں کون لڑکے ہیں اور کون لڑکیاں ہیں۔

پہلی نشانی

ایک نشانی یہ پہچانی کہ لڑکیاں۔ جو لڑکوں کے کپڑے پہنی ہوئی تھیں وہ۔ برتن

میں سے پانی ایک ہاتھ میں لیتی تھیں، پھر ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں ڈالتی تھیں، پھر منہ پر پانی مارتی تھیں۔ جب کہ لڑکے۔ جو لڑکیوں کے کپڑے پہنے ہوئے تھے وہ۔ پانی لے کر سیدھا منہ پر مارتے تھے۔

دوسری نشانی

دوسری نشانی یہ دیکھی کہ: لڑکیاں جتنی تھیں وہ ہاتھ کے اندر والے حصے کی طرف پانی ڈالتی تھیں اور لڑکے کلائی والے پیچھے کے حصے کی طرف پانی بہاتے تھے۔

ہدیے سے آپس میں محبت بڑھتی ہے

دینی بہنو! ہدیہ دینا بہت اچھی چیز ہے، ہدیے سے آپس میں محبت پیدا ہوتی ہے، آپس میں تعلقات بڑھتے ہیں، خود حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا:

تهادوا تحابوا. (رواه البخاري في أدب المفرد)

ترجمہ: ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو، محبت بڑھے گی۔

بہن بہن کو دے۔ شوہر بیوی کو، بیوی شوہر کو دے۔ بھائی بہن کو، بہن بھائی کو دے۔ ماں بیٹی کو، بیٹی ماں کو دے۔ باپ بیٹے کو، بیٹا باپ کو دیوے۔

غلط مقصد کے لیے ہدیہ

ہاں! اگر پتہ چل جائے کہ ہدیہ بھیجنے کا مقصد غلط ہے تو پھر اسے وہ واپس کر دینا چاہیے، جیسے ویلن ٹائن ڈے (Valentines day) پر اس طرح کی غلط رسم مناتے ہیں، اس میں تحفہ دیتے ہیں، اس کا مقصد دوسرا ہی ہوتا ہے۔

اسی طرح بعض مرتبہ لوگ رشوت کے طور پر ہدیہ دیتے ہیں، یہ حرام ہے، اس طرح کے ہدیے سے عزت اور وقار کا سودا ہوتا ہے، اس سے انسان کے اخلاق اور دین داری کا امتحان ہوتا ہے؛ اس لیے جو ہدیہ ایسا ہو اس کو نہیں قبول کرنا چاہیے۔

کافر کا ہدیہ قبول کرنا؟

اسی طریقے سے ایک اہم مسئلہ یہ بھی سمجھ لو! حضرت سلیمان علیہ السلام تو اللہ کے نبی ہیں اور بلقیس اس وقت کافرہ تھی تو کیا کافر کا ہدیہ قبول کرنا چاہیے یا نہیں؟

اِس سلسلے میں ایک بات یاد رکھو! حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض کافروں کے ہدیے قبول کیے اور بعض کافروں کے ہدیے قبول نہیں کیے، دونوں طرح کا عمل ثابت ہے، اِس سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ اگر کافروں کا ہدیہ قبول کرنے میں اپنی یا مسلمانوں یا دین کی کوئی بھلائی ہو تو کافروں کا ہدیہ قبول کر لینا چاہیے؛ اس لیے کہ اس سے وہ اسلام کے قریب آئیں گے، مسلمانوں کے بارے میں ان کا دماغ صاف ہوگا، مسلمان ان کے فتنے سے بچیں گے۔

لیکن اگر اس میں مسلمانوں یا دین کے نقصان کا خطرہ ہو تو کافروں کا ہدیہ قبول نہیں کرنا چاہیے۔

چوں کہ بلقیس نے وہ ہدیہ آپ کا امتحان لینے اور رشوت کے انداز میں بھیجا تھا؛ اس لیے حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کا ہدیہ قبول نہیں کیا تھا۔

سونے چاندی کا راستہ اور دوسری عجیب تیاریاں

حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں یہ تمام ہدیے پہنچے، حضرت سلیمان علیہ السلام

کو پتہ چل گیا تھا کہ بلقیس کے آدمی یہاں کچھ ہدیے لے کر آرہے ہیں، حضرت سلیمان علیہ السلام نے عجیب تیاری کی: تقریباً تیس میل تک سونے اور چاندی کا ایک لمبا راستہ بنوایا اور راستے کے دونوں طرف عجیب عجیب قسم کے جانور اس طرح کھڑے کر دیے کہ ان جانوروں کا پیشاب، پاخانہ سونے چاندی پر ہو۔

آپ نے ایسا انتظام اس لیے کیا؛ تاکہ بلقیس کے آدمی متأثر (impress) ہو جائے کہ ہم جو ہدیہ لے کر آئے ہیں وہ تو کچھ بھی نہیں ہے، یہاں تو جانور بھی سونے اور چاندی پر پیشاب، پاخانہ کرتے ہیں۔

اسی طرح آپ نے اپنا دربار سجایا، چار چار ہزار سونے کی کرسیاں لگوائی، ایک طرف علما کو بٹھایا، دوسری طرف حکومت کے ذمے داروں کو بٹھایا، پورا ہال آپ نے جواہرات سے سجایا اور صفوں میں جنات اور عجیب عجیب جانوروں کو کھڑا کر دیا۔

بلقیس کے قاصدوں کی مرعوبیت

جب بلقیس کے لوگ سفر کر کے یمن سے بیت المقدس پہنچے تو حضرت سلیمان علیہ السلام کا اتنا عالی شان دربار دیکھ کر اتنے مرعوب ہو گئے کہ بعض مفسرین تو یہ لکھتے ہیں کہ: سونے چاندی کی جو اینٹیں وہ لے کر آئے تھے وہ راستے میں ڈال دی؛ اس لیے کہ یہاں تو راستے سونے چاندی کے ہیں تو راستے کی چیز ہم ہدیے میں دیں گے تو یہ تو ایک قسم کی بے عزتی کہی جائے گی، جیسا کہ ہمارے یہاں پتھر کے راستے بنتے ہیں، اب اگر کوئی آدمی دوسری جگہ سے آئے اور ہمیں پتھر ہدیے میں دیوے تو کتنا غصہ آئے گا؟

بلقیس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو میسیج بھیجا کہ: آپ ہمارے یہاں مت آؤ،

ہم خود آپ کے پاس حاضر ہو جاتے ہیں۔

تحفے دیکھ کر حضرت سلیمان علیہ السلام کا جواب

بعض روایتوں میں آتا ہے کہ وہ غلام، باندی، لڑکے، لڑکیاں، ہیرے موتی سب حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے، آپ نے وہ تمام ہدیے واپس کردیے اور کہا کہ: مجھے تمھارے ہدیے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، قرآن میں ہے:

فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ ۫ فَمَآ اٰتٰىنَِۧ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ ۚ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ﴿٣٦﴾ اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿٣٧﴾

ترجمہ: پھر وہ (قاصد) جب سلیمان (علیہ السلام) کے پاس پہنچا تو اس (سلیمان علیہ السلام) نے کہا کہ: کیا مال کے ذریعہ تم میری مدد کرنا چاہتے ہو؟ سو اللہ تعالیٰ نے مجھے جو کچھ دے رکھا ہے وہ اس سے زیادہ اچھا ہے جو تم کو دے رکھا ہے؛ بلکہ تم ہی لوگ تمھارے ہدیہ پر خوش ہوتے رہو۔

جاؤ اور جا کر تمھاری ملکہ بلقیس کو بتلا دو کہ ہم بہت بڑا لشکر لے کر تم پر حملہ کریں گے اور تمھارے پورے ملک پر قبضہ کرلیں گے اور تمھاری رانی کو اور تمھارے بڑے بڑے عزت والے لوگوں کو ذلیل کر کے وہاں سے نکالیں گے۔

یہ پوری جماعت واپس یمن آئی اور بلقیس کو پوری بات بتلائی، بلقیس یہ بات سن کر سمجھ گئی کہ سلیمان کوئی دنیوی بادشاہ نہیں ہے؛ بلکہ اللہ کے نبی ہیں؛ اسی لیے لڑنے کی بات پہلے بھی اس نے چھوڑ دی تھی، اس نے فوراً فیصلہ لیا کہ سلیمان کو خبر کردو کہ آپ

ہمارے ملک پر حملہ نہ کریں، ہم فرماں بردار بن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے ہیں؛ چوں کہ اس کو حضرت سلیمان علیہ السلام سے ملنے یمن سے فلسطین جانا تھا؛ اس لیے اس نے پورے ملک کی حکومت چلانے کے لیے ایک آدمی کو اپنا نائب بنایا اور پورے لشکر کے ساتھ بیت المقدس حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں جانے کی تیاری کی۔

بلقیس کی آپ علیہ السلام کے پاس آنے کی تیاریاں

اس نے اپنا شان دار تخت ایسی جگہ بند کروا دیا جہاں ایک کے بعد ایک سات دروازے تھے، تمام دروازوں کو تالے لگا دیے اور حفاظتی فوج (security) کے لیے آدمی کھڑے کر دیے؛ تاکہ اس کے تخت کو کوئی ہاتھ نہ لگا سکے۔

نیز حکومت چلانے کے لیے اپنی جگہ ایک نائب مقرر کر دیا اور کہا کہ: میرے اس تخت اور محل کی حفاظت کرنا۔

پھر ملکِ یمن میں اعلان کرایا کہ: ہم فلسطین جا رہے ہیں، الگ الگ شہروں میں تقریباً بارہ ہزار حاکم اور نواب تھے، ہر ایک کے ماتحت ہزاروں سپاہی تھے، اتنے بڑے قافلے کو لے کر بلقیس روانہ ہوئی۔

آج بھی فلسطین میں مسجدِ اقصیٰ کے پاس ایک جگہ ہے جس کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اسی جگہ فیصلے کیا کرتے تھے، اور اس کے قریب میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی قبر بھی موجود ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام بہت بڑی شان والے آدمی تھے، نبی بھی تھے اور بادشاہ بھی تھے، کوئی آدمی سامنے سے کوئی بات پوچھنے کی ہمت نہیں کرتا تھا؛ بلکہ حضرت

سلیمان علیہ السلام خود کوئی بات پوچھتے تو جواب دیا کرتے تھے۔

ہوا میں دھول اڑتی ہوئی نظر آئی

بلقیس یمن سے روانہ ہوگئی اور بالکل قریب پہنچ گئی، تقریباً تین میل باقی رہ گیا، حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے تخت کو لے کر باہر بیٹھے ہوئے تھے اور مٹی اڑتی ہوئی نظر آئی، جیسا کہ کوئی بڑا مجمع آرہا ہو۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا کہ: ہوا میں دھول اڑتی ہوئی نظر آرہی ہے، کیا بات ہے؟

لوگوں نے کہا: بلقیس اپنی پوری فوج کے ساتھ آئی ہے، وہاں سامنے رُکی ہوئی ہے، اس کے ہزاروں آدمیوں کی وجہ سے مٹی ہوا میں اڑتی نظر آرہی ہے۔

سامنے والے پر شروع ہی میں اچھا اثر ڈالنا چاہیے

حضرت سلیمان علیہ السلام نے سوچا کہ ابھی تھوڑی دیر میں بلقیس میرے پاس آئے گی تو اس کو کوئی معجزہ، کوئی عجیب بات دکھانی چاہیے؛ جیسا کہ انگریزی زبان میں بولتے ہیں: First impression is the last

مطلب یہ کہ بلقیس پر ایسا رعب یا اثر پڑ جائے کہ پھر آگے کی تمام چیزیں آسان ہو جائے۔

سسرال میں جانے والی بہنوں کو ایک قیمتی نصیحت

ہماری جو بہنیں شادی کر کے سسرال جاتی ہیں میں ان کو نصیحت کیا کرتا ہوں

کہ: جاتے ہی شروع میں جیسا اپنا اثر دکھاؤ گی ویسا وہاں تمھارا مقام بنے گا، اگر تم نے وہاں جا کر نماز کا ماحول، دین کا ماحول، پردے کا ماحول، خدمت کا ماحول، ادب کا ماحول بنایا تو تمھارے لیے لوگوں کے دلوں میں ہمیشہ کے لیے ایک اچھی چھاپ بیٹھ جائے گی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام بلقیس پر پہلی ہی مرتبہ میں اچھا اثر ڈالنا چاہتے تھے؛ اس کے لیے آپ نے اس کا تخت لانے کا ارادہ فرمایا، حضرت سلیمان علیہ السلام بلقیس کو اللہ تعالیٰ کی قدرت سمجھانا چاہتے تھے، نبی کا معجزہ سمجھانا چاہتے تھے، بلقیس کی عقل کا امتحان لینا چاہتے تھے۔

سوچو! بیت المقدس سے یمن کا سفر اُس زمانے میں ایک مہینے میں ہوتا تھا اور بلقیس بالکل قریب آ چکی تھی، تین میل دور تھی اور اس کا تخت ایک مہینے کی دوری پر تھا اور اس پر بھی تالا لگا ہوا تھا۔

کون تخت لائے گا؟

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے دربار میں اعلان کیا کہ:

قَالَ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۸﴾

اے میرے دربار کے لوگو! بلقیس میرے پاس فرماں بردار ہو کر آ رہی ہے، اس کے آنے سے پہلے کون اس کا تخت مجھے لا کر دکھلائے گا؟

ایک راکشش کا جواب

ایک بہت طاقت والا پہاڑ جتنا اونچا جنات۔ اس کے چلنے کی طاقت یہ تھی کہ ایک قدم اگر یہاں رکھے تو دوسرا قدم ہماری نظر لمبے کھلے میدان میں جتنی دور جاوے اتنا

دور اس کا دوسرا قدم پڑتا تھا، وہ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں بیٹھا ہوا تھا، اس نے کہا جیسا کہ قرآن میں ہے:

قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ﴿۳۹﴾

ترجمہ: جناتوں میں سے ایک بڑے بھاری جسم والا بولا: آپ اپنی جگہ سے (یا مجلس سے) اٹھو اس سے پہلے ہی میں اس (تخت) کو آپ کے پاس لے آؤں گا، اور (آپ میرے بارے میں) یقین رکھیے کہ میں اس (تخت کو لانے) کی پوری طاقت بھی رکھتا ہوں۔

اس جن کا نام

اس جن کا نام بعض روایتوں میں ''لوذی'' آیا ہے۔

بعض روایات میں اس کا نام ''ذکوان'' آیا ہے۔

بعض روایات میں اس کا نام ''صخر'' آیا ہے۔

کتنی دیر میں لاؤ گے؟

حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا کہ: کتنی دیر میں لاؤ گے؟

حضرت سلیمان علیہ السلام کی روزانہ صبح فجر سے لے کر ظہر تک مجلس ہوتی تھی، عدالت لگتی تھی، جو کیس آتے تھے اس کے فیصلے کرتے تھے۔

اس جنات نے کہا کہ: حضرت! آپ کی یہ عدالت کا وقت پورا ہو اس سے پہلے میں بلقیس کا تخت آپ کے سامنے لا کر رکھ دوں گا۔

کام کرنے والے کی دو اہم صفات

پھر وہ جنات کہتا ہے: ﴿وَاِنِّیۡ عَلَیۡهِ لَقَوِیٌّ اَمِیۡنٌ﴾

یہ صرف زبانی بات نہیں ہے؛ بلکہ میرے اندر طاقت ہے، میں لاکر دکھا دوں گا اور میں امانت دار بھی ہوں، اتنا قیمتی تخت لاؤں گا تو اس میں سے ہیرے، موتی کسی چیز کی چوری نہیں کروں گا۔ کام کرنے والے میں یہ دو خوبیاں ہونی چاہیے:

① طاقت والا ہو۔ ② امانت دار ہو۔

ان دو خوبیوں کو سنبھال لو، یہ بہت بڑی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔

ایک عالم کی طرف سے پیش کش

مگر حضرت سلیمان علیہ السلام یہ چاہتے تھے کہ اس سے بھی جلدی کوئی لے آئے، اب سنیے ایک دوسری پیش کش وآفر آئی:

قَالَ الَّذِیۡ عِنۡدَهٗ عِلۡمٌ مِّنَ الۡكِتٰبِ اَنَا اٰتِیۡكَ بِهٖ قَبۡلَ اَنۡ یَّرۡتَدَّ اِلَیۡكَ طَرۡفُكَ ؕ

ترجمہ: ایک علم والا۔ جس کے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب کا علم تھا۔ اس مجلس میں بیٹھا ہوا تھا، اس نے کہا کہ: حضرت! آپ کی پلک جھپکے اس سے پہلے وہ تخت میں آپ کے سامنے لاکر رکھ سکتا ہوں۔

آسمانی کتاب کی برکت

دینی بہنو! اللہ تعالیٰ نے انسان کو آسمانی کتاب کی برکت سے وہ طاقت عطا

فرمائی ہے کہ بڑے بڑے جنات جو کام نہیں کر سکتے یہ کمزور انسان اللہ تعالیٰ کے علم کی برکت سے وہ کام کر سکتا ہے۔

یہ کون انسان تھے؟

① بعض کہتے ہیں: حضرت خضر علیہ السلام تھے جن کا قصہ سورۂ کہف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہے۔

② بعض کہتے ہیں کہ: وہ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام تھے، جو انسان کی شکل میں اس مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔

③ بعض کہتے ہیں کہ: اللہ کے کوئی اور فرشتہ تھے۔

④ بعض کہتے ہیں کہ: خود حضرت سلیمان علیہ السلام کی ذات مراد ہے۔

کسی نبی کا کوئی امتی اگر کرامت دکھلاتا ہے تو حقیقت میں وہ اس نبی کا ہی معجزہ شمار ہوتا ہے، جیسے قیامت تک اِس امت میں اللہ تعالیٰ کا کوئی ولی اگر کرامت دکھائے گا تو وہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی معجزہ ہے، آپ کی برکت سے آپ کی امت میں ایسے ایسے آدمی اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے جن سے ایسی عجیب عجیب کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں۔

⑤ لیکن زیادہ تر مفسرین یہ لکھتے ہیں کہ: وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دوست اور خالہ کے لڑکے تھے، جن کا نام ''آصف ابن برخیہ'' تھا، جو بہت بڑے اللہ کے ولی تھے اور صدیقیت کے مقام پر فائز تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت بڑا علم دیا تھا۔

ان کے پاس کیا علم تھا؟

کہتے ہیں کہ: وہ اللہ تعالیٰ کا اسمِ اعظم جانتے تھے۔

اسمِ اعظم ایک بہت بڑی قیمتی نعمت ہے: اِسْمُ اللّٰهِ الْأَعْظَمُ الَّذِيْ إِذَا دُعِيَ بِهِ أَجَابَ وَ إِذَا سُئِلَ بِهِ اَعْطٰى.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے اسمِ اعظم (یعنی بڑے نام) کی برکت یہ ہے کہ وہ نام لے کر دعا کرو تو اللہ تعالیٰ اس دعا کو قبول کرتے ہیں، سوال کرو تو اللہ تعالیٰ سوال پورا کر دیتے ہیں۔

اسمِ اعظم کیا ہے؟

وہ اسمِ اعظم کیا ہے؟ آپ بھی سیکھ لو!

بعض حضرات کہتے ہیں کہ: وہ اسمِ اعظم یہ ہے: يَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْإِكْرَامِ.

بعض کہتے ہیں کہ: وہ اسمِ اعظم یہ ہے: يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ۔

بعض کہتے ہیں کہ: اسمِ اعظم یہ ہے:

يَا اِلٰهَنَا وَاِلٰهَ كُلِّ شَيْءٍ وَاحِدٍ، لَا اِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ۔

ترجمہ: اے ہمارے معبود! اے ہر چیز کے معبود! اے ایک معبود! آپ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

بعض روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ: اسمِ اعظم یہ ہے:

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَّا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ۔

لہٰذا یہ جتنے بھی کلمات میں نے آپ کو بتائے یہ سب پڑھ پڑھ کر دعا کرو، اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے دعا قبول کر لیں گے۔

بہر حال: بات یہ چل رہی تھی کہ اس عالم نے کہا کہ: میں اسمِ اعظم جانتا ہوں،

میں اسے پڑھوں گا تو اللہ تعالیٰ اس تخت کو حاضر کر دیں گے۔

ہر موقع پر نماز پڑھ کر اللہ سے مدد مانگنی چاہیے

اس کے بعد آصف نے نماز پڑھی۔

دیکھو! ہر موقع پر نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنی چاہیے۔

پھر حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہا کہ: جہاں تک آپ کی نظر پہنچے آپ نظر اٹھا کر دیکھیے۔

پلک جھپکنے سے پہلے تخت حاضر

حضرت سلیمان علیہ السلام نے نظر اٹھا کر یمن کی طرف دیکھا، حضرت آصف برخیہ نے دعا کی، اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بھیجا، فرشتوں نے بلقیس کا وہ تخت۔ جو سات دروازوں میں بند تھا۔ اٹھایا اور زمین کے نیچے سے زمین کو چیرتے ہوئے حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے لاکر رکھ دیا۔

قرآن کی طاقت کا کیا حال ہوگا!!!

دیکھیے! اس آیت میں عجیب بات بیان کی ہے: ﴿عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ﴾

دینی بہنو! حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے کا ایک انسان آسمانی کتاب کے علم کی مدد سے اتنا بڑا کام کر سکے جو بڑے سے بڑا جنات نہیں کر سکتا؛ جب کہ مجھے اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن عطا فرمایا ہے جو تمام آسمانی کتابوں سے افضل ہے، تو قرآن کے علم میں اللہ تعالیٰ نے کتنی طاقت رکھی ہوگی!!!

اس لیے قرآن پڑھو! قرآن سمجھو! قرآن پر عمل کرو!

اللہ تعالیٰ نے اس میں جو طاقت رکھی ہے وہ طاقت کہیں بھی نہیں ہوسکتی۔

ایسے موقع پر کیا بولنا چاہیے؟

اگر ہمارے تمھارے ہاتھ سے ایسی کوئی کرامت ظاہر ہوجائے تو ہمارے دل پھولے نہ سمائیں، لوگوں کو کہتے پھرے کہ: یہ ہوگیا، وہ ہوگیا، اللہ کے نبی سے سیکھو! ایسے موقع پر کیا بولنا چاہیے؟ قرآن میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ﴾

حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب وہ تخت اپنے سامنے دیکھا تو اس علم والے نے کہا کہ: پلک جھپکنے میں اتنا بڑا تخت اتنی دور سے آگیا، یہ میرے اللہ کا فضل وکرم ہے، میرے رب کا میرے اوپر انعام ہے، اس میں میری کوئی طاقت نہیں ہے۔

نعمت کا شکر ادا کرنے والے بنیں

پھر آگے کیا کہتے ہیں: ﴿لِيَبْلُوَنِیْۤ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ﴾

اللہ تعالیٰ اتنی قیمتی نعمت دے کر میرا امتحان لے رہے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں یا اللہ کی ناشکری کرتا ہوں۔

اللہ جب کوئی نعمت عطا فرمائے تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہم شکر کرنے والے بنیں۔

شکر سے نعمت بڑھتی ہے

آگے کہتے ہیں: ﴿وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ﴾

جو بھی شکر کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو شکر کا فائدہ عطا کریں گے۔

کیا فائدہ ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نعمت کو ہمیشہ باقی رکھیں گے، نعمت کو بڑھائیں گے۔

آگے فرماتے ہیں: ﴿وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ﴾

اور جو بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری کرے گا تو میرے رب تو بے نیاز ہے، ان کو کسی کی کوئی پرواہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو شکر کرنے والی زبان، شکر کرنے والا دل، شکر کرنے والے اعمال اور شکر کرنے والی زندگی عطا فرمائے، اور ہر طرح کی ناشکری سے اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے، آمین۔

امتحان کی غرض سے تخت میں تبدیلی

الغرض! بلقیس کے پہنچنے سے پہلے تخت آ گیا، حضرت سلیمان علیہ السلام بلقیس کا امتحان لینا چاہتے تھے کہ ہوشیار ہے کہ نہیں؟

امتحان لینے کے لیے حضرت سلیمان نے فرمایا:

قَالَ نَكِّرُوا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ أَتَهْتَدِي أَمْ تَكُونُ مِنَ الَّذِينَ لَا يَهْتَدُونَ ﴿٤١﴾

ترجمہ: سلیمان (علیہ السلام) نے (خادموں سے) کہا: اس (بلقیس) کے لیے اس کے تخت میں کچھ تبدیلی کر دو؛ تا کہ ہم دیکھ لیویں کہ وہ اس کو پہچان لیتی ہے یا ان لوگوں میں سے ہوتی ہے جن کو پہچان نہیں ہے۔

یعنی اس میں تھوڑی سی تبدیلی کر دو، ہم بلقیس کی عقل کا امتحان لینا چاہتے ہیں۔

چنانچہ تخت پر جو لال چیزیں تھیں ان کو سبز بنادی اور جو سبز تھیں ان کو لال کردیا۔

جناتوں کا ڈر اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو بلقیس کے ساتھ نکاح سے روکنے کی چال

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایسا کیوں کیا؟ اس کی عقل کا امتحان کیوں لیا؟

اس سلسلے میں عجیب باتیں تفسیر کی روایتوں میں آتی ہیں: جناتوں کو ایسا پتہ چلا تھا کہ حضرت سلیمان بلقیس سے شادی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، اب ان کو یہ ڈر ہوا کہ اگر سلیمان علیہ السلام نے بلقیس سے شادی کرلی تو بلقیس جناتوں کی خفیہ (Secret) باتیں حضرت سلیمان علیہ السلام کو بتادے گی۔

کیوں کہ بلقیس کی ماں جنات میں سے تھی، اس کی وجہ سے وہ جنات کی چھپی ہوئی باتوں کو جانتی تھی۔

نیز شادی کے نتیجے میں اگر کوئی بچہ ہوگیا تو مستقبل (Future) میں وہ بھی بادشاہ بنے گا اور ہم کو آئندہ چل کر اس کی بھی غلامی میں رہنا پڑے گا۔

پاگل اور پیر گدھے جیسے

اس لیے جناتوں نے نفرت دلانے کے لیے حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے ایک بات کہی؛ تاکہ حضرت سلیمان علیہ السلام اس کے ساتھ شادی نہ کرے۔

جناتوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو کہا کہ: یہ بلقیس جو آرہی ہے وہ تو پاگل جیسی ہے اور اس کے دونوں پیر گدھے جیسے ہیں اور اس کی پنڈلی پر بہت بال ہیں۔

تحقیق کے بغیر کسی کی بات نہیں مان لینی چاہیے

حضرت سلیمان علیہ السلام تو اللہ کے نبی تھے، آپ نے جناتوں کی بات نہیں مانی؛ بلکہ خود اس کا امتحان لیا۔

اس سے یہ نصیحت ہمیں ملتی ہیں کہ کبھی ایسا ہو کہ شادی کے لیے کوئی پیغام آوے تو بعض لوگ ۔ جو اس رشتے کو چاہتے نہیں ہیں وہ ۔ ان کے بارے میں غلط سلط باتیں ہمارے سامنے بیان کریں، تو ایسے موقع پر ہمیں کسی کی بات میں نہیں آنا چاہیے، یہ دھوکے کی دنیا ہے، کوئی کس مقصد سے کونسی بات کہے ہم نہیں کہہ سکتے: اس لیے براہِ راست تحقیق کرنی چاہیے۔

اور بعض لوگ ایسی باتیں اس لیے کرتے ہیں کہ اس طرح کی بات کر کے آپ کو رشتے سے روک دیوے پھر خود رشتہ کر لیوے۔

کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے؟

بہر حال! تھوڑی دیر میں بلقیس پہنچ گئی، حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو سوال کیا: ﴿قِيلَ أَهَٰكَذَا عَرْشُكِ﴾

ترجمہ: اس کو پوچھا گیا: کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے؟

بلقیس کی الجھن اور عاقلانہ جواب

بلقیس الجھن میں پڑ گئی کہ کیا جواب دے۔

وہ سوچ رہی تھی کہ میں تو تالے لگا کر آئی تھی، وہاں میری حفاظتی فوج

(security) موجود ہیں اور یمن تو بیت المقدس سے ایک مہینہ دور ہے، کیسے آ گیا؟

لیکن بلقیس نے بھی ویسا ہی جواب دیا جیسا سوال کیا گیا تھا، اس نے بھی بڑی عقل مندی سے گول گول جواب دیا: ﴿قَالَتۡ كَاَنَّهٗ هُوَ﴾

ترجمہ: تو وہ کہنے لگی: ایسا لگتا ہے کہ ہو بہو وہی ہے۔

بالکل صاف ''ہاں'' بھی نہیں کہا اور صاف ''نا'' بھی نہیں کہا۔

لگتا ایسا ہے کہ اس نے پہچانا نہیں تھا؛ اس لیے اس نے اقرار بھی نہیں کیا اور انکار بھی نہیں کیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام سمجھ گئے کہ یہ بڑی ہوشیار ہے، اس سے جناتوں کی بات غلط ثابت ہوگئی کہ بلقیس پاگل جیسی ہے۔

''وَاُوۡتِيۡنَا الۡعِلۡمَ'' کی دوسری توجیہ

پھر بلقیس بولی: ﴿وَاُوۡتِيۡنَا الۡعِلۡمَ مِنۡ قَبۡلِهَا وَكُنَّا مُسۡلِمِيۡنَ﴾

ترجمہ: اور ہم کو تو اس (واقعہ) سے پہلے ہی (آپ کی نبوت کی سچائی کا) علم ہو چکا تھا اور ہم مسلمان ہو چکے ہیں۔

بعض حضرات نے ''وَاُوۡتِيۡنَا الۡعِلۡمَ'' کو حضرت سلیمان علیہ السلام کا قول مانا ہے، مطلب یہ ہوگا کہ ہم کو پہلے سے وحی کے ذریعہ بتا دیا گیا تھا کہ تو فرماں بردار بن کر حاضر ہوگی۔ (از تیسیر القرآن)

''وَصَدَّهَا مَا كَانَتۡ تَّعۡبُدُ'' کے دو مطلب

آگے ارشاد فرمایا: ﴿وَصَدَّهَا مَا كَانَتۡ تَّعۡبُدُ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ﴾

ترجمہ: اور (آج تک) اس کو (ایمان لانے سے) اس بات نے روک رکھا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا (دوسروں) کی عبادت کیا کرتی تھی۔

اِس آیت کا ایک مطلب یہ ہے کہ: حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو سمجھایا: اے بلقیس! جن بتوں کی اور سورج کی تو عبادت کرتی ہے ان کو چھوڑ دے؛ گویا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو ان بتوں کی عبادت کرنے سے روک دیا۔

دوسرا مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ: اللہ تعالیٰ کے سوا جن معبودوں کو وہ پوجتی تھی ان بتوں کی عبادت نے بلقیس کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روکے رکھا تھا، آج تک ان بتوں کی اور سورج کی عبادت نے بلقیس کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روک لیا تھا، جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے سمجھایا تب اس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت شروع کردی۔

گندے ماحول کا اثر

اور بڑی بات کیا تھی: ﴿اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ﴾

ترجمہ: کیوں کہ وہ ایک کافر قوم میں سے تھی۔

پورا ماحول گندا تھا؛ اس لیے اس کو یہی چیز سیکھنے کو ملی، اچھی کوئی چیز اس سے سیکھنے کو ملی ہی نہیں تھی؛ لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعوت کی برکت سے بلقیس ایک اللہ کی عبادت کرنے والی بن گئی۔

دوسری بات کا امتحان

ایک چیز کا تو امتحان ہوگیا کہ یہ پاگل نہیں ہے؛ بلکہ عقل مند اور ہوشیار عورت ہے، اب دوسری بات - کہ اس کے پیر گدھے جیسے ہیں اور اس کی پنڈلی پر بال بہت ہیں،

اس ۔کا امتحان باقی تھا۔

شیشے کا محل

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کے لیے ایک شان دار، عجیب وغریب، پورا شیشے کا اور ایک دم سفید رنگ کا محل بنوایا، اس کے آگے بڑا صحن، باغ اور باغ میں پانی کا حوض، حوض میں قسم قسم کی رنگ برنگی مچھلیاں، قسم قسم کے مینڈک اور پانی کے جانور رکھے، اس حوض پر آپ نے ایک دوسرا کانچ بچھوایا، اتنا شان دار کانچ کہ پتہ بھی نہ چلے کہ پانی کے اوپر کانچ لگا ہوا ہے، اور محل میں داخل ہونے کا راستہ تھوڑا سا اونچا بنوایا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو فرمایا: ﴿قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ﴾

ترجمہ: اس (بلقیس) کو کہا گیا: تو (اس) محل میں داخل ہوجا۔

دونوں پنڈلیاں کھول دیں

بلقیس وہاں پہنچی، اس نے دیکھا یہاں تو پانی ہی پانی ہے، وہ تھوڑی دیر تو یہی سمجھتی رہی کہ پانی ہے، پانی میں جاؤں گی تو میرے کپڑے بھیگ جائیں گے، اس نے اپنے کپڑے اٹھائے؛ تاکہ پانی میں بھیگ نہ جائے، آگے اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا﴾

ترجمہ: پھر جب اس نے اس (کے صحن) کو دیکھا تو یہ سمجھی کہ یہ تو گہرا پانی ہے اور اس نے اپنی دونوں پنڈلیاں کھول دیں۔

کپڑے اٹھانے کی وجہ سے اس کی پنڈلی کھل گئی، اس کی ایڑی پر نظر پڑ گئی اور دیکھ لیا کہ یہ کوئی گدھے جیسی نہیں ہے، جناتوں نے غلط بات بتلائی تھی، اس کے پیر

گدھے جیسے نہیں ہیں، عام انسانوں جیسے اس کے پیر ہیں، ہاں! اتنی بات تھی جیسا کہ بعض روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ اس کی پنڈلی پر بال بہت تھے۔

مخطوبہ کو دیکھنا جائز ہے

بعض روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اس کے ساتھ شادی کرنے کا ارادہ کر چکے تھے؛ اس لیے اس کو دیکھنا جائز تھا، حدیث میں بھی ہے کہ جس کے ساتھ شادی کرنا ہو اس کو دیکھنا جائز ہے، اس سے محبت بڑھے گی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام چوں کہ شادی کا ارادہ فرما چکے تھے؛ اس لیے آپ کے لیے دیکھنے میں کوئی حرج بھی نہیں، انبیاء کا معصوم ہونا ہمارا ایمان اور ہمارا عقیدہ ہے۔

نظر کی غلطی

جب اس نے دونوں پنڈلیاں کھول دیں تو اس کو کہا گیا:

﴿قَالَ إِنَّهُ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّن قَوَارِيرَ﴾

ترجمہ: سلیمان علیہ السلام نے کہا: یہ تو ایک محل ہے جس میں شیشے جڑے ہوئے ہیں (یعنی شیشوں سے بنا ہوا ہے)۔

اس کو کہا گیا کہ: یہ تو محل ہے، اس کے صحن کے اوپر کانچ بچھا ہوا ہے، یہ تیری غلطی ہے، تجھے یہ کانچ نظر نہیں آرہا ہے۔

شروع میں بلقیس کی بدگمانی

بعض روایتوں میں آتا ہے کہ شروع میں بلقیس کو تھوڑی سی بدگمانی ہوگئی تھی کہ

۔نعوذ باللہ۔حضرت سلیمان علیہ السلام اس کو پانی میں ڈبو کر مار ڈالنا چاہتے ہیں؛اس لیے وہ کہنے لگی: اللہ کی قسم! میں اس میں ضرور کود جاؤں گی۔

لیکن جب اس کو پتہ چلا کہ پانی کے حوض پر شیشہ اور کانچ لگا ہوا ہے تو اس کا دماغ صاف ہو گیا اور وہ سمجھ گئی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کوئی غلط ارادہ نہیں کیا ہے۔

ایمان کا اعلان

بلقیس سمجھ گئی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں، ہر چیز پر آپ کی حکومت ہے، میرا تخت یمن سے یہاں تک آ گیا، یہ آپ کے نبی ہونے کی ایک بہت بڑی نشانی ہے، یہ سب ایمان کے اسباب تھے، یہ سب چیزیں دیکھ کر بلقیس کو حقیقت سمجھ میں آ گئی، اس نے فوراً ایمان قبول کر کے اس کا اعلان کر دیا:

﴿رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَیْمٰنَ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾

ترجمہ: اے میرے رب! یقیناً میں (اب تک) اپنی جان پر (کفر کر کے) ظلم کرتی رہی اور میں سلیمان (علیہ السلام) کے ساتھ ہو کر اللہ رب العالمین کے لیے مسلمان بنتی ہوں ﴿۴۴﴾

گویا بلقیس نے ایمان کا اعلان کر دیا۔

صحیح بات سامنے آوے تو قبول کر لینی چاہیے

ہمارا مزاج بھی ایسا ہونا چاہیے کہ جب کسی چیز کی حقیقت سامنے آ جائے تو فوراً قبول کر لینا چاہیے، بات صحیح ہو تو مان لینی چاہیے، ضد نہیں کرنی چاہیے۔

ایمان لانا بہت بڑی عقل مندی کی علامت ہے

دینی بہنو! ایمان لانا بہت بڑی عقل اور ہوشیاری کی نشانی ہے، قرآن میں اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ

ترجمہ: اور کون ہے جو ابراہیم (علیہ السلام) کے طریقے سے اعراض کرے (یعنی منہ پھرالیوے اور نہ مانے)؟ مگر وہی شخص (منہ پھرائے گا) جس نے خود بے وقوفی اپنا لی ہو (دوسرا ترجمہ) جس نے خود کو بے وقوف بنایا ہو)

یعنی جو بیوقوف ہو وہ ایمان نہ لاوے، جس میں عقل ہو وہ ایمان قبول کرے۔

''مع سلیمان'' کا دل نشین نکتہ

دوسری عجیب بات بلقیس کہہ رہی ہے: ''مع سلیمان'' یعنی سلیمان اللہ کے نبی، اللہ کے دین کے داعی ان کے ساتھ ان کے جیسا ایمان لاتی ہوں، وہ سمجھ رہی ہے کہ اللہ کے نیک بندوں کی معیت اور اللہ کے نیک بندوں جیسا راستہ اپنانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کو کامیاب کردیتے ہیں۔

اس لیے اللہ کے نیک بندے، انبیا، اولیاء اللہ جیسا اپنے آپ کو بنانا چاہیے، اسی میں ہماری بہت بڑی کامیابی ہے۔

بال صاف کرنے کے لیے پاوڈر کا سب سے پہلا استعمال

اس نے ایمان کا اعلان کردیا، ایمان لانے کے بعد کیا ہوا، آگے کا واقعہ قرآنِ

مجید میں موجود نہیں ہے، تفسیر کی کتابوں میں موجود ہے۔

جب وہ ایمان لے آئی تو بعض روایتوں سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کے ساتھ نکاح کرلیا اور اس کی پنڈلی کے بال صاف کرنے کے لیے لوہے کا استرا استعمال کرنے کا حکم دیا۔

بلقیس نے کہا کہ: میری چمڑی ایسی نازک ہے کہ اس پر لوہا لگنے سے مجھے تکلیف ہوگی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنات کو حکم دیا کہ بال صاف کرنے والا پاوڈر تیار کرو۔ اس تفصیلی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کے لیے بال کی صفائی کا پاوڈر جناتوں کے پاس بنوایا تھا، پھر ممکن ہے کہ وہاں سے پوری دنیا میں عام ہوا ہو، یہ تمام تفصیلات تفسیرِ مظہری میں موجود ہے۔

بلقیس کی یمن واپسی اور اس کے لیے قلعے کی تعمیر

بہرحال! حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کے ساتھ نکاح کرلیا اور کہا کہ: تو واپس یمن چلی جا اور یمن کی حکومت سنبھال، یمن میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کے لیے تین بڑے بڑے قلعے بنائے جن کے نام یہ ہیں:

(۱) سلحون۔ (۲) سنون۔ (۳) عمدان۔

بلقیس اس میں رہ کر پورے یمن کی حکومت سنبھالتی تھی اور حضرت سلیمان علیہ السلام ہوا کے تخت پر اڑ کر ہر مہینے یمن تشریف لے جاتے تھے، تین دن وہاں رہتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس شادی کی برکت سے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایک بیٹا بھی عطا

فرمایا۔

بعض روایتوں سے ایسا پتہ چلتا ہے کہ: یمن کے ”حمدان“ کے تُبَّع بادشاہ کے ساتھ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کی شای کروادی تھی۔

آپ ﷺ کا جانوروں سے بات کرنا

حضرت سلیمان علیہ السلام جناتوں سے بات کرتے ہیں، ہدہد سے بات کرتے ہیں، پرندوں سے بات کرتے ہیں تو میرے آپ کے آقا حضرت محمد ﷺ کے پاس بھی جانور آکر بات کیا کرتے تھے:

ایک مرتبہ ایک اونٹ اپنے مالک کی فریاد کرنے حضور ﷺ کی خدمت میں آیا، حضور ﷺ نے اس کے مالک کو بلاکر کہا کہ: جانور پر رحم کرو۔

حضور ﷺ کو بھی یہ معجزہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا، حضور ﷺ کی شان تو بہت اونچی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک کرامت: یاساریة !الجبل

حضور ﷺ کی برکت سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے ایک کرامت عطا فرمائی تھی کہ: ایک مرتبہ مدینۂ پاک میں منبر پر بیان کرتے کرتے آواز لگائی: یاساریة !الجبل۔

ہوانے آپ کی بات مدینہ سے ملکِ شام پہنچادی، اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی امت کو بھی ایسی ایسی کرامتیں عطا فرمائی ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے انتقال کے بعد حکومت ختم

حضرت سلیمان علیہ السلام کا انتقال ہو گیا؛ مگر جناتوں کو ایک سال کے بعد پتہ چلا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا انتقال ہو گیا ہے، ایک بڑا جن یمن گیا، وہاں جا کر اس نے اعلان کیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا انتقال ہو گیا؛ لہٰذا تم سب اپنا کام چھوڑ دو، حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد آپ کی حکومت بھی ختم ہو گئی اور بلقیس کی حکومت بھی ختم ہو گئی، اس کے بعد بلقیس کا بھی انتقال ہو گیا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ باقی ہے، اللہ تعالیٰ کا ملک باقی ہے، اللہ تعالیٰ کی حکومت باقی ہے، اللہ تعالیٰ ہمیشہ باقی رہنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس واقعے میں آئی ہوئی باتوں اور نصیحتوں کو سمجھ کر عمل کی توفیق عطا فرماوے اور منکرات سے بچنے کی توفیق عطا فرماوے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی کی قربانی اور وفاداری کا عجیب واقعہ

مختصر تعارف

ان کا نام نہ تو قرآن میں ہے اور نہ تو صحیح حدیث میں ہے، البتہ مؤرخین نے ان کا نام ''لیا بنت یعقوب'' بتایا ہے۔

بعض مفسرین کے نزدیک نام ''رحمت بنت افرائیم بن یوسف بن یعقوب'' ہے۔

بعض کے نزدیک ''ماخر بنت فیشا بن یوسف بن یعقوب'' ہے (جلالین سورۂ ص)

مختلف تفسیری روایات سے پتہ چلتا ہے کہ بیماری کے زمانے میں جب سارے رشتے دار دور ہو گئے تب حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی آپ کی بہت خدمت کرتی تھیں، ہر وقت اس فکر میں رہتی تھیں کہ کس طرح آپ کو جلد از جلد شفا ہو۔

ایک معزز، مال دار، شاہی گھرانے کی بیٹی ہونے کے باوجود شوہر کی بیماری میں مزدوری کر کے گھر کا گزر بسر، اور خدمت کرتی تھیں۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی اس سخت بیماری کی حالت میں شفقت و مہربانی، ان کے ساتھ احسان کرنے والی اور نہایت صابرہ و شاکرہ تھیں۔

ان کا مزار موجودہ ترکی کے ''سانلی عرفہ'' میں بتلایا جاتا ہے۔

مزید تفصیل کے لیے ''دیکھی ہوئی دنیا جلد: ۲'' دیکھیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا،مَنْ یَّھدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھدُ اَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ شَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ،صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَ اَھلِ بَیْتِہٖ وَاَھلِ طَاعَتِہٖ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً

اَمَّا بَعْدُ!فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّہٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ﴿۸۳﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَہٗ فَکَشَفْنَا مَا بِہٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَیْنٰہُ اَھْلَہٗ وَمِثْلَھُمْ مَّعَھُمْ رَحْمَۃً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِکْرٰی لِلْعٰبِدِیْنَ﴿۸۴﴾ (الانبیاء)

ترجمہ: اور ایوب (علیہ السلام کا واقعہ بھی تو سنو) جب انھوں نے اپنے رب کو پکارا کہ ”بیشک مجھ کو بڑی تکلیف پہنچ رہی ہے اور آپ رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں“ ﴿۸۳﴾ سو ہم نے ان (ایوب علیہ السلام) کی دعا قبول کر لی اور ان کو جو تکلیف تھی ہم نے دور کر دی اور ہم نے ان (ایوب علیہ السلام) کو ان کے گھر والے بھی دیے اور ان کے ساتھ اتنے ہی (بال بچے) اور بھی دیے، یہ سب ہماری طرف سے رحمت (سے عطا کیا) ہے اور عبادت کرنے والوں کے لیے ایک نصیحت ہے ﴿۸۴﴾

وَقَالَ تَعَالٰی: **وَاذْکُرْ عَبْدَنَاۤ اَیُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰی رَبَّہٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ﴿۴۱﴾ اُرْکُضْ بِرِجْلِکَ ۚ ھٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ﴿۴۲﴾** (ص)

ترجمہ: اور تم ہمارے بندے ایوب کو (بھی تو) یاد کرو، جب انھوں نے اپنے رب کو آواز دی کہ: (اے اللہ!) شیطان نے مجھ کو تو دکھ اور تکلیف پہنچا رکھی ہے ﴿۴۱﴾ (ہم نے حکم دیا کہ زمین پر) تم اپنا پیر مارو، یہ ٹھنڈا پانی ہے جو نہانے اور پینے کے کام میں آئے گا ﴿۴۲﴾

حضرت لیّا رضی اللہ عنہا کا حضرت ایوب علیہ السلام سے نکاح

حضرت زلیخا کو۔جن کا قصہ پیچھے گزرا۔اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹی عطا فرمائی تھی، اس بیٹی کے باپ اللہ کے نبی حضرت یوسف علیہ السلام ہیں، اور ماں زلیخا ہیں، جو اللہ سے معافی مانگ کر اور اللہ کی عبادت کر کے بہت بڑی نیک صالحہ اور اللہ کی برگزیدہ بندی بن گئی تھی؛ لہٰذا ان کے گھر میں پیدا ہونے والی لڑکی بھی بڑی نیک، اللہ تعالیٰ کی فرماں بردار تھی، اُس کا نام ''لیّا'' رکھا گیا، اس کے بعد زلیخا کا انتقال ہو گیا، حضرت یوسف علیہ السلام کا بھی انتقال ہو گیا، اور یہ لیّا جوان ہو گئی تو اس کا نکاح اللہ کے ایک اور نبی حضرت ایوب علیہ السلام کے ساتھ ہوا۔

بعض مفسرین کی قول کے مطابق حضرت یوسف علیہ السلام کی پوتی تھی۔

حضرت لیّا رضی اللہ عنہا ایک نبی اور بادشاہ کی بیٹی

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی لیا کا قصہ قرآن، حدیث اور معتبر تفسیروں میں آیا ہے، حضرت یوسف علیہ السلام نبی بھی تھے اور مصر کے بادشاہ بھی تھے؛ اس لیے یہ لڑکی بہت اچھے ماحول میں بڑی ہوئی تھی، گھر کا ماحول پورا دینی ہے، اور ساتھ میں بہت مال داری میں یہ لڑکی بڑی ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بڑی نعمتوں سے نوازا تھا، قرآن میں ہے: رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ.

ترجمہ: اے میرے رب! آپ نے مجھے حکومت کا بڑا حصہ عطا فرمایا اور مجھے خوابوں کی تعبیر کا علم بھی عطا فرمایا۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر کا بادشاہ بنایا، ظاہر بات ہے کہ ایک بادشاہ کی لڑکی کتنے شاندار محل میں بڑی ہوئی ہوگی، اور ماحول بھی اس کو پورا دینی ملا، دونوں طرح کی نعمتیں ہیں، دنیا بھی ہے، دین بھی ہے۔

دین اور دنیا دونوں ملنا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے

یہی دعا ہم سب اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہیں کہ:

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾

ترجمہ: اے ہمارے رب! آپ ہم کو دنیا میں بھلائی دیجیے اور آخرت میں بھی بھلائی (دیجیے) اور ہم کو (جہنم کی) آگ کے عذاب سے بچا لیجیے۔ (سورۂ بقرہ)

یعنی ہماری دنیا بھی اچھی بنا دے اور ہماری آخرت بھی اچھی بنا دے، اللہ کسی کو دونوں نعمتیں عطا فرمائیں تو بہت اچھی بات ہے، دنیا میں رہنے کے لیے اچھا مکان ہو، اچھی کھانے پینے کی نعمتیں ہوں، اچھے کپڑے اللہ نے دے رکھے ہوں، پھر دین داری کے ساتھ اس کو استعمال کریں، نماز کی پابندی، پردے کی پابندی، حرام اور گناہ سے اپنے آپ کو بچائیں تو یہ میری بہنو! اچھی چیز ہے، کوئی بری چیز نہیں ہے۔

حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا بہت زیادہ

مانگتے تھے؛اس لیے ہمیں بھی ہر دعا کے موقع پر اس دعا کو مانگنے کی عادت بنا لینی چاہیے۔

بہر حال! حضرت لیا رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے بڑی نعمتوں سے نوازا تھا، باپ اللہ کے نبی اور بادشاہ، ماں بڑی نیک اور صالحہ، شوہر بھی اللہ کے نبی جو خود بھی بڑے مال دار تھے، کتنی خوش نصیب لڑکی ہے!

حضرت لیّا رضی اللہ عنہا کی آزمائش

لیکن میری دینی بہنو! اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف سے کبھی امتحان ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ جو امتحان لیتے ہیں وہ عملی زندگی میں لیتے ہیں، اللہ خود قرآن میں فرماتے ہیں:

الٓمّٓ ① اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْۤا اَنْ یَّقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ② وَ لَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِیْنَ ③

ترجمہ: الم ﴿۱﴾ کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ صرف اتنا کہہ دینے پر کہ: ’’ہم ایمان لے آئے ہیں‘‘ چھوڑ دیے جائیں گے اور ان کو آزمایا نہیں جائے گا؟ ﴿۲﴾ حالاں کہ ان سے پہلے جو لوگ گذر چکے ہیں ہم ان (سب) کو آزما چکے ہیں، سو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ضرور معلوم کر کے رہیں گے جو (ایمان میں) سچے ہیں اور وہ (اللہ تعالیٰ) جھوٹوں کو بھی ضرور معلوم کر کے رہیں گے۔ (سورۂ عنکبوت)

واقعہ سنانے کا مقصد

میری دینی بہنو! کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان آجائے تو صبر کے ساتھ رہنا چاہیے، اس کو سنانے اور سمجھانے کے لیے یہ واقعہ آپ کو سنا رہا ہوں۔

آزمائش کی ابتدا

حضرت ایوب علیہ السلام اور اُن کی بیوی لیّا دونوں مزے سے زندگی گزار رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے دنیوی زندگی کی ہر قسم کی راحت کا سامان ان کو عطا فرمایا تھا، پچھلی امتوں کو اللہ تعالیٰ نے لمبی لمبی عمریں عطا فرمائی تھیں، کہتے ہیں کہ: ۷۰ رسال تک ایسی مزے کی زندگی اُن کی گزری، پھر اچانک اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان شروع ہوا۔

سب سے زیادہ آزمائش انبیائے کرام کی

اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کا امتحان لیتے ہیں، خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أشدُّ الناسِ بلاءً الأنبياءُ، ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ. (ابن ماجة عن ابي سعيد الخدري رضي الله عنه)

سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کا امتحان لیتے ہیں، پھر ان سے قریب کا درجہ رکھنے والے اپنے نیک بندوں کا، پھر وہ جو زیادہ دین دار ہوتا ہے؛ یعنی جو دین داری میں جتنا زیادہ آگے ہوگا اس کا اتنا ہی امتحان ہوگا۔

اس لیے میری دینی بہنو! ہم جیسے اللہ تعالیٰ کے قریب جائیں گے، اللہ تعالیٰ کے نیک، محبوب، پیارے اور چہیتے بنیں گے، کچھ نہ کچھ اللہ تعالیٰ ہمارا امتحان لیتے ہیں: لیکن ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگنی چاہیے۔

عافیت کی ایک دعا

ایک دعا ہے پتہ نہیں میں نے پہلے آپ کو بتائی تھی کہ نہیں، اگر بتائی تھی اور آپ مانگتی ہو تو بہت اچھی چیز ہے، اگر نہیں بتائی تھی اور بھول گئے ہیں تو اس کو یاد کر و اور

صبح وشام تین مرتبہ مانگو، میں بھی مانگتا ہوں آپ بھی مانگا کرو، بہت پیاری دعا آئی ہے:

اللهم إني أسئلک العافيةَ ودوامَ العافية والشكرَ على العافية.

اے اللہ! میں تجھ سے عافیت کا سوال کرتا ہوں، اور مجھے ہمیشہ عافیت میں رکھنا؛ یعنی دنیا بھی عافیت سے گزرے اور آخرت بھی عافیت میں رہے، اور عافیت پر تو مجھے شکر کی توفیق عطا فرما۔

عافیت کا مطلب

عافیت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہماری سب چیز اچھی رہے، سب کام برابر چلتے رہیں، زندگی خیریت، عزت، بھلائی کے ساتھ چلتی رہے، اس کو عافیت کہتے ہیں، ہمیشہ صبح وشام تین مرتبہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگو، منقول دعاؤں میں یہ دعا آتی ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری

بہر حال! اللہ تعالیٰ نے ان کی زندگی کو پلٹا۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا امتحان لیتے ہیں، اللہ سے ہمیشہ دعا کرو: اے اللہ! وہ تیرے نیک بندے تھے جنھوں نے مصیبتوں پر صبر کیا، تکلیف کو برداشت کیا، اور تیرے امتحان کو پورا کیا، ہم تو تیرے کمزور بندے ہیں، تو ہم کو دنیا اور آخرت میں عافیت سے رکھ، ہم امتحان کے قابل نہیں ہیں۔

دینی بہنو! پہلے مال داری تھی، تندرستی تھی، مال داری اور تندرستی کے زمانے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اولاد بھی نصیب ہوئی، حضرت ایوب علیہ السلام اور حضرت لیّا کو سات بیٹے اور سات بیٹیاں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی تھی، بیماری شروع ہوئی، عجیب قسم کی

بیماری جو پورے بدن میں پھیل گئی، آپ کی بیماری کے سلسلے میں عجیب عجیب واقعات تفاسیر میں آئے ہیں، ان میں سے بہت سارے اسرائیلیات کے قبیل سے ہیں اور بعض نامناسب بھی ہیں۔

ایسے واقعات بھی آئے ہیں کہ: حضرت ایوب علیہ السلام کے پورے بدن میں کیڑے پڑ گئے، پورے بدن میں زخم ہوگئے، جزام کی بیماری ہوگئی۔

بعض مرتبہ ایسا ہوتا تھا کہ بدن کے کچھ کیڑے اگر زمین پر گر جاتے تو حضرت ایوب علیہ السلام اس کو اٹھا کر دوبارہ رکھ دیتے کہ تیری غذا اگر میرا بدن ہے تو تو اس کو کھا، اس طرح کے واقعات کتابوں میں لکھے ہیں۔

غرض آپ کو عجیب قسم کی بیماری لگ گئی، ایسی بیماری سے اللہ تعالیٰ ہم سب کو سلامت رکھے، ہم سب کو عافیت میں رکھے، آمین۔

زبان اور دل بیمار نہیں تھے

کہتے ہیں کہ: صرف زبان باقی تھی اور دل باقی تھا، زبان پر بھی بیماری نہیں اور دل پر بھی بیماری نہیں، باقی پورے بدن پر بیماری لگ گئی اور اللہ کے نبی زبان سے ذکر میں اور دل سے شکر میں مشغول رہتے۔

بیماری میں عام طور پر کوئی کام نہیں آتا

میری دینی بہنو! اللہ بُرے دن کبھی نہ لاوے، جب خراب دن آتے ہیں تو دوست بھی دور ہو جاتے ہیں، ملنے جلنے والے بھی دور ہو جاتے ہیں، اور قریبی لوگ دور بھاگ جاتے ہیں، حضرت ایوب علیہ السلام کا واقعہ بھی کچھ ایسا ہوا۔

مصیبت کے وقت لوگ پہچانے جاتے ہیں

جب حالات اور تکلیف آتی ہے تب ہی صحیح رشتہ دار کون ہے اس کا پتہ چلتا ہے؛ اس لیے کہ تکلیف کے دنوں میں جو رشتہ دار، جو دوست اور جو سہیلی تمھارا خیال رکھے وہ رشتہ دار صحیح اور سچے رشتے دار ہیں، باقی آدمی کے پاس مال و دولت ہو تو اس وقت محبت کرنے والے، تعلق رکھنے والے، اور آنے جانے والے تو بہت ہو جاتے ہیں۔

محتاجوں کی مدد کرنا بڑا ثواب کا کام ہے

ہمیں بھی عادت بنانی چاہیے کہ اپنے رشتہ دار میں جو غریب ہوں، جو بیمار ہوں، جو مصیبت میں ہوں، ہم ان کی زیادہ خبر لینے والے بنیں، مال دار رشتہ دار کو ہر ایک پوچھتا ہے، ہر ایک ان سے ملتا ہے، ہر ایک ان سے سلام کرتا ہے؛ لیکن جو غریب رشتہ دار ہیں، بیمار ہیں، مصیبت میں ہیں، اللہ کو خوش کرنے کے لیے ہم ان کی خبر لیویں، ہم سے جو بن سکے ان کی مدد کریں، اور جتنی ہو سکے اتنی ان کی خدمت کریں، اللہ تعالیٰ اس پر بڑا اجر اور بڑا ثواب عطا فرمائیں گے۔

عجیب آزمائش

بہر حال! جب بیماری آئی تو آہستہ آہستہ مال بھی ختم ہو گیا، بالکل غریبی کے دن آ گئے، ایسے برے دن آئے کہ دوا اور علاج کے بھی پیسے باقی نہ رہے، اسی طرح ان کے سات لڑکے اور لڑکیوں کا بھی باری باری کر کے انتقال ہو گیا، پورے بدن میں سوئی رکھنے کے برابر بھی ایک جگہ ایسی نہیں تھی جو سلامت اور تندرست ہو۔

قرآن میں حضرت ایوب علیہ السلام کی تعریف

حضرت ایوب علیہ السلام زبان سے اللہ کا ذکر کرتے اور دل سے اللہ کا شکر کرتے، اتنی بیماری میں بھی وہ کسی کو کوئی فریاد نہیں کرتے، خود اللہ نے ان کے لیے فرمایا:

إِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ إِنَّهٗ أَوَّابٌ ﴿۴۴﴾ (ص)

ترجمہ: یقیناً ہم نے ان (ایوب) کو صبر کرنے والا پایا، (حقیقت میں) وہ بہت ہی اچھے بندے تھے، یقیناً وہ (اللہ تعالیٰ کی طرف) بہت زیادہ لولگانے والے تھے۔

اللہ جن کو صبر کرنے والا فرما دیوے ان کے بارے میں کیا کہنا!

چنانچہ زبان سے تسبیح پڑھتے رہتے: ''لا إله إلا الله'' کا ذکر کرتے رہتے اور دل میں خدا کا شکر ادا کرتے، اے اللہ! تو نے جس حالت میں رکھا تیرا شکر ہے، تیرا احسان ہے۔

میری دینی بہنو! اللہ ہم کو یہ توفیق عطا فرمائے کہ: ہم زبان سے اللہ کا ذکر اور دل سے اللہ کا شکر کرنے والے بنیں، چاہے اللہ جس حال میں بھی رکھے۔

حضرت ایوب علیہ السلام اٹھارہ سال بیماری میں رہے

میری دینی بہنو! ایک، دو مہینے نہیں، تفسیر میں لکھا ہے کہ پورے اٹھارہ سال گاؤں کے باہر حضرت ایوب علیہ السلام نے رہ کر زندگی بتائی، اندازہ لگاؤ، ایک نبی کے داماد، ایک بادشاہ کے داماد، خود بھی بڑے مال دار، ۷۰ر سال زندگی کے مال داری میں گزرے اور آج تکلیف کے دن آئے، ایسے زمانے میں ساتھ دینے والی، خدمت

کرنے والی صرف آپ کی بیوی حضرت لیّا رضی اللہ عنہا تھیں۔

لیّا کا سوال اور حضرت ایوب علیہ السلام کا عجیب جواب

حضرت لیّا رضی اللہ عنہا نے ایک دن حضرت ایوب علیہ السلام سے کہا: اے اللہ کے نبی! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ: اللہ تعالیٰ ہماری تکلیف اور تمھاری بیماری کو دور کر دے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کہنے لگے: اللہ تعالیٰ جس حالت میں رکھے، میں اس کا شکر ادا کرتا ہوں، جس اللہ نے ۷۰/سال مزے میں رکھا، اب ہم اس بیماری میں فریاد کریں یہ مناسب نہیں ہے۔

مجھے تو میرے اللہ کے سامنے دعا کرنے کی بھی ہمت نہیں ہے، کہیں اللہ کی طرف سے یہ بات نہ آوے کہ ہم نے ۷۰/سال مزے میں رکھا تھا، اب تھوڑی سی تکلیف آئی ہے، اس پر صبر نہیں ہوتا؟

کیسے یہ دونوں میاں بیوی ہوں گے؟ کیسی ان کی زندگی ہوگی؟ کیسی یہ وفادار عورت ہوگی؟ جب کوئی ساتھ دینے کے لیے تیار نہیں ایسے زمانے میں یہ بیوی اپنے شوہر کی خدمت کر رہی ہے، عجیب عجیب ان کی خدمت کے واقعات ہیں۔

حضرت لیّا رضی اللہ عنہا کی خدمت

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی اکیلی خدمت کرتی تھی، یہاں تک کہ حضرت ایوب علیہ السلام کو استنجا وغیرہ کرانے کے لیے بھی خود ہی لے جاتی تھی، حضرت ایوب علیہ السلام بہت کمزور ہو گئے تھے، جب استنجا کر لیتے تو کھڑے ہونے میں بھی مدد کی ضرورت پڑتی، تو بیوی وفادار بن کر اپنے شوہر کی مدد کرتی، پکڑ کر کھڑا کرتی، اور لا کر بستر پر بٹھا دیتی۔

غرض اس عورت نے تقریباً ۱۸؍سال تک اپنے شوہر کی بے مثال خدمت کی۔

عورت کی خوبی

میری دینی بہنو! عورت ذات میں یہی خوبی بڑی کمال کی ہوتی ہے کہ شوہر مال دار ہو یا غریب، بیمار ہو یا تندرست، خوشی وغمی ہر حال میں اپنے شوہر کی وفادار بنے، اپنے شوہر کی خدمت کرنے والی بنے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ آپ ﷺ سے معلوم کیا گیا کہ بہترین عورت کونسی ہوتی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: التي تسره اذا نظر، وتطيعه اذا أمر، ولا تخالفه في نفسها ولا في ماله بما يكره. (مشکوۃ شریف ص ۲۸۳؍)

جسے دیکھ کر شوہر کو خوشی ہو، شوہر کے ہر حکم کو پورا کرے، اور اپنی ذات اور شوہر کے مال میں کوئی کام ایسا نہ کرے جو شوہر کو ناپسند ہو۔

خدمت کرنے والی عورت سے اللہ تعالیٰ راضی رہتے ہیں

حضرت لیّا رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر کی غریبی میں کیسی عجیب وغریب خدمت انجام دی، عورت ذات میں یہی وفاداری، خدمت کا جذبہ جب ہوتا ہے تو اللہ ایسی عورت کو دنیا اور آخرت میں نوازتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا حکم بھی یہی ہے، ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا حکم سامنے رکھو، اور اپنے شوہر کی وفادار اور خدمت گزار بن کر رہو، اس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوں گے۔

حضرت لیّا رضی اللہ عنہا یہ بات سمجھتی تھیں کہ میرے شوہر اللہ کے نبی ہیں، انھوں نے زندگی میں مجھے ۷۰؍سال تک بہت سُکھ دیا، اب جب میرے شوہر پر حالات آئے،

مصیبت آئی، بیماریاں آئیں تو میں ایسے دنوں میں اپنے شوہر کو کیسے چھوڑ کر چلی جاؤں؟ کیسے میں ان سے بے وفائی اور غداری کروں؟

اگر ہماری دینی بہنیں یہ بات سامنے رکھیں، یہ نکتہ سامنے رکھیں کہ بے چارہ شوہر جب اس سے بن پڑتا ہے تو محنت سے کما کر لا کر دیتا ہے، تو کبھی زندگی میں مصیبت آجاوے، مال میں کمی آجاوے، تو اس زمانہ میں بھی عورت صبر کے ساتھ شوہر کے ساتھ رہے، اپنے شوہر کو ہمت دلائے، اور اپنے شوہر کی وفادار بن کر رہے۔

بیوی کی وفاداری کا ایک واقعہ

میرے ایک دوست ہے جو کسی زمانے میں ملٹی ملینر تھے، بہت مال دار تھے، تقریباً چالیس سال پہلے جب انڈیا میں لوگوں کے پاس گاڑیاں بھی بہت کم تھیں، اس وقت جاپانی گاڑیوں میں گھومنے والا آدمی، پھر ان پر تنگی کے حالات آئے، اتنی غریبی آئی کہ وہ بے چارہ سائیکل پر پھرنے لگا، اور قُلفی، کینڈی وغیرہ بیچ کر وہ اپنی زندگی گزارنے لگا، اس زمانے میں بھی اس کی بیوی نے اس کی عزت کی حفاظت کی۔

وہ مجھے کہتے تھے کہ: اللہ میری بیوی کو جزائے خیر دیوے، جب غربت کی وجہ سے اس کا سارا سونا بِک گیا، پہلے اس کے پاس سونے چاندی کے زیورات تھے، غریبی کے دن آئے تو اس نے خوشی خوشی سارے زیورات بیچ دیے، تو وہ سونے جیسے دکھنے والے رول گولڈ کے زیورات پہن کر شادی، بیاہ، منگنی میں جاتی تھی؛ تاکہ کسی کو پتہ نہ چلے کہ ہمارے گھر میں ایسی غریبی اور پریشانی کے حالات چل رہے ہیں۔

عورت ایسی وفادار ہو کہ دوسروں کے سامنے گھر کے حالات، پریشانی اور

تکلیف کی باتیں کہتی نہ پھرے، اپنے شوہر کے لیے عزت کا ذریعہ بنے۔

اللہ امت کی تمام بہنوں کو ایسی وفاداری کی توفیق عطا فرمائے، اور یہ کام اللہ کو راضی کرنے کی نیت سے کرو کہ اللہ تعالیٰ ہم سے خوش ہو جاوے۔

آج الحمدللہ! پھر اللہ تعالیٰ نے اس دوست کے حالات بدلے، پھر دوبارہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مال دار اور رئیس بنا دیا، زندگی میں اونچ نیچ آتی رہتی ہے، سُکھ کے دن دُکھ کے دن چلتے رہتے ہیں؛ لیکن ہمیشہ شوہر کی عزت بن کر زندگی گزارو، کبھی ان کے سامنے ایسے دُکھ کے دنوں میں اپنی زبان سے سوالات اور مطالبات کر کے ان کو پریشان مت کرو، ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی نوازیں گے اور آخرت میں بھی بہت نوازیں گے۔

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی بیوی کا واقعہ

اِس موقع پر ایک بات یاد آ گئی، دارالعلوم دیوبند جو پوری دنیا کے مسلمانوں کا ایک روحانی مرکز ہے، اور پوری دنیا میں اس کی شاخیں ہیں، اس کے بانی حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بہت اونچے درجے کے عالم اور اللہ کے ولی تھے، جنھوں نے دیوبند کا مدرسہ قائم کیا۔

دیوبند میں ایک بڑے مال دار آدمی شیخ کرامت حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے ،جن کی بیٹی سے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا نکاح ہوا، حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ خود بیان کر چکی ہیں کہ: نکاح کے بعد جب مجھے میرے والد نے رخصت کیا تو بہت بڑا عظیم الشان جہیز مجھے دیا گیا، جس میں قیمتی زیورات تھے، کپڑے تھے اور تانبے کے

برتنوں کا بہت بڑا ذخیرہ تھا، رخصتی کی رات جب حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی اہلیہ کی ملاقات ہوئی، تو سب سے پہلے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ رخصتی والے کمرے میں آ کر نفل نمازیں پڑھنے میں مشغول ہو گئے، کافی دیر تک نفل نمازیں پڑھتے رہے، نفل نمازوں سے فارغ ہو کر اپنی اہلیہ محترمہ کے پاس تشریف لائے، بہت سکون اور اطمینان کے ساتھ اپنی اہلیہ سے بات چیت شروع کی۔

سب سے پہلے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب تم کو اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ وابستہ کر دیا ہے تو نبھاؤ کی ضرورت ہے۔

پھر دوسری بات ارشاد فرمائی: مگر ابھی جو صورت ہے اس میں نبھاؤ مشکل ہے کہ تم امیر، مال دار ہو اور میں غریب آدمی ہوں۔

پھر تیسری بات ارشاد فرمائی کہ: اب دو ہی صورتیں ہیں یا تو میں بھی مال دار بن جاؤں یا تم میری طرح نادار، غریب بن جاؤ۔

پھر حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے آہستہ سے فرمایا کہ: میرا امیر اور مال دار بننا تو مشکل ہے، آسان بات یہی ہے کہ تم میری طرح غریب اور نادار بن جاؤ۔

پھر آگے یہ بات ارشاد فرمائی کہ: اللہ تعالیٰ نے تمھارے ساتھ میرا جو تعلق قائم فرمایا ہے، اس میں مجھے تربیت کا مقام دیا ہے اور تم کو اطاعت کا مقام دیا ہے۔

اِس تمہیدی بات کے بعد حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اہم بات ارشاد فرمائی کہ: اگر تم کو میں کسی بات کا حکم دوں، جس میں تمھارا ہی فائدہ ہو تو کیا تم مجھ پر بھروسہ اور اعتماد کرو گی، تم کو مجھ پر اعتماد اور بھروسہ ہو گا؟

جب حضرت نانوتویؒ کی طرف سے یہ پہلا سوال ہوا تو حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ نئی نویلی، بھولی بھالی دلہن خاموش رہی، کوئی جواب نہیں دیا، جب حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب کے لیے بار بار اصرار کیا تو اس پر دلہن نے جواب میں کہا: مجھے آپ پر پورا اعتماد اور بھروسہ ہے، جب یہ جواب مل گیا تو حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ایک عجیب بات آئی کہ جس کو سوچتے ہیں تو دل کانپ جاتا ہے؛ اس لیے کہ عورتوں کو زیورات کے ساتھ بہت ہی زیادہ محبت ہوتی ہے، خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ ﴿١٨﴾ (زخرف)

ترجمہ: کیا وہ بچی جو پرورش پاتی ہے زیور میں اور آپس کے جھگڑے میں وہ صاف بول نہیں سکتی۔

جب حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ نے حضرت پر پورا اعتماد اور بھروسہ کیا تو یہ نوجوان دولہا حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی دلہن سے کہہ رہے ہیں کہ: اچھا اب زیورات اتار کر مجھے دے دو، اسی طرح جتنے کپڑے اور برتن تمھارے پاس ہیں ان پر بھی مجھے اختیار دے دو، اتنے بڑے مطالبہ پر نئی نویلی دلہن نے بغیر ہچکچائے ہوئے فوراً عرض کیا: آپ کو پورا اختیار ہے۔

اس وقت خود حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی عمر تقریباً ۲۱/ ۲۲ سال کی تھی، جب رخصتی کی صبح ہوئی تو تمام زیورات اور تمام کپڑوں کے جوڑے اور تمام برتن جو اس زمانہ میں ہزاروں روپیہ کا سامان تھا، اور آج کے دور میں تو اس کا حساب ہی نہیں لگا سکتے کہ اتنی بڑی دولت ہوگی، وہ سب کا سب سلطانی چندے میں جمع کرا دیا۔

اس زمانہ میں تقریباً ۱۸۵۳ء میں روس اور ترکیوں کے درمیان میں جو جنگ ہورہی تھی اس میں خلافت کو مضبوط کرنے کے لیے اور خلافت کو بچانے کے لیے اتنا بڑا مال چندے میں جمع کرادیا۔

اس کی برکت سے ہوا یہ کہ دیوبند کے بہت بڑے مال دار کی بیٹی نانوتہ کے ایک فقیر کی صحیح معنی میں رفیقۂ حیات بن گئی، حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی جوانی اور اس میں بھی ابھی ایک رات ساتھ رہنا نصیب ہوا، اس میں بھی ایک مال دار کی لڑکی کو کتنی بڑی ترقی نصیب ہورہی ہے کہ وہ لڑکی اس قیمتی مال سے صرف باہر کی دنیا میں ہی خالی نہیں ہوئی؛ بلکہ ایک اللہ تعالیٰ کے ولی کی صحبت کی برکت سے دل سے بھی ان تمام چیزوں کی محبت نکل گئی۔

یہ واقعہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت تھی، حضرت شاہ فضل الرحمن صاحب فرمایا کرتے تھے کہ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو بہت کم عمری میں ولایت مل گئی تھی، بہت چھوٹی عمر میں آپ اللہ تعالیٰ کے ولی بن گئے تھے، اور یہ واقعہ آپ کے ولی ہونے کی بہت بڑی دلیل ہے، کہ جوانی کی عمر میں جب اس طرح کے قیمتی سامان کی لالچ اور ضرورت ہوتی ہے تب اتنا قیمتی سامان بغیر مانگے ہوئے سسرال سے آیا تو بڑی ہمت کر کے ان سب کو ٹھکرا کر اسلام کی حفاظت کے لیے خیرات کردیا۔

میری دینی بہنو! قصہ ابھی یہاں پورا نہیں ہوا، جب حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی نانوتہ اپنے سسرال سے دیوبند اپنے والد کے گھر رخصتی کے بعد پہلی مرتبہ آئی تو حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ خود فرماتی ہی کہ: ابا جان نے میرے ہاتھ، پاؤں، کان،

ناک خالی دیکھے اور بدن پر قیمتی کپڑے بھی نہیں تھے، تو والد صاحب نے پوچھا کہ: بیٹی! زیورات کا کیا ہوا؟

بیٹی نے پورا واقعہ صحیح صحیح سنا دیا، تو اس پر حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے خسر زبان سے کچھ نہیں بولے، دل میں خیال آیا ہوا ہوگا کہ میری بیٹی رشتہ داروں کے سامنے زیورات کے بغیر ننگی بنی ہوئی کب تک رہے گی، اللہ تعالیٰ کے فضل سے لڑکی کے والد کے پاس کسی قسم کی تنگی بھی نہیں تھی، لڑکی کے والد شیخ کرامت علی صاحب نے پھر سے زیورات، برتن، کپڑے تیار کروائے اور جب دوسری مرتبہ والد صاحب کے مکان سے دلہن سسرال جانے کے لیے روانہ ہوئی، تو اس موقع پر خود حضرت نانوتویؒ کی اہلیہ کے الفاظ ہے کہ: میں بن سنور کر دوبارہ سسرال پہنچی، دن تو کسی طرح گزر گیا، جب رات ہوئی اور حضرت نانوتویؒ اپنی اہلیہ کے پاس تشریف لائے تو آخرت کی ترغیب دینا شروع کر دی اور کل کی تیاری کے لیے آج کا اختیار اپنے ہاتھ میں لینے کی چاہت ظاہر کی، اہلیہ محترمہ پہلے ہی حضرت کو اختیار دے چکی تھی، اس کو واپس لینے کا تو کوئی سوال ہی نہیں ہوتا تھا، پھر سے اہلیہ نے کہا: آپ پورے پورے مختار ہو۔

جب صبح ہوئی تو زیورات، برتن، کپڑے، پورا سامان پھر سے دوسری مرتبہ، اسلامی خلافت کے لیے ترکیوں کے چندے میں جمع کروا دیا۔

خود حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ فرماتی ہیں کہ: اس دوسری مرتبہ جو آپ نے سارا سامان چندے میں دلوا دیا، تو اس کی برکت سے روپیہ، پیسہ، زیورات کی محبت میرے دل سے قطعاً نکل گئی؛ بلکہ ان چیزوں کی نفرت میرے دل میں پیدا ہوگئی، پھر

زندگی بھر کبھی میں نے زیور نہیں بنوایا، اور کبھی بھی قیمتی لباس پہننے کی دل میں ہوس اور آرزو پیدا نہیں ہوئی۔

اِس واقعہ میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ کی کتنی عجیب قربانی ہمارے سامنے ہے کہ کہ عورت کو زیورات اور عمدہ کپڑوں سے کتنی محبت ہوتی ہے؛ لیکن اسلامی خلافت کی حفاظت کی خاطر آپ نے ان تمام چیزوں کی قربانی دے دی، اور اپنے شوہر کے سامنے زندگی بھر کبھی بھی ایک لفظ نہیں بولی، اور حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی حالت دیکھیے کہ اپنی اہلیہ کو سمجھا کر سادگی والی زندگی کے لیے کیسے تیار کرلیا؟

اِس دو مرتبہ کے واقعات کے بعد بھی جب بھی آپ کی اہلیہ دیوبند جاتی تو ابا شیخ کرامت علی صاحب وقتاً فوقتاً اپنی بیٹی کو کچھ نہ کچھ زیور ضرور دیا کرتے تھے؛ لیکن حالت یہ ہوتی کہ جب نانوتہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے گھر مہمان آجاتے اور حضرت نانوتویؒ کے والدین غریب تھے، مہمانوں کی مہمان نوازی کے لیے خرچ میں مشکلی ہوتی تو حضرت نانوتویؒ اپنی بیوی سے اجازت لیتے اور زیورات بیچ کر والدین کی مشکلی میں مدد کرنے میں اس رقم کو پیش کردیتے۔

ایک مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ حضرت نانوتویؒ کے ایک چاہنے والے نے ایک قیمتی چادر اور ایک زیور حضرت نانوتویؒ کی خدمت میں پیش کیا کہ یہ آپ کی اہلیہ کے واسطے ہے، آپ میرا ہدیہ اہلیہ محترمہ کو پہنچا دیں، حضرت نانوتویؒ گھر تشریف لائے اور اپنی بیوی کے سامنے دونوں چیز پیش کرنے لگے، اور فرمایا: حقیقت تو ایسی ہے کہ چادر اور زیور سے دل ضرور خوش ہوتا ہے؛ لیکن چند دن کے استعمال سے یہ دونوں چیزیں خراب

ہوجائیں گی، پھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: اس طرح کی ریشمی چادر سے جو کام ہوگا، وہ لٹھے کی سفید چادر سے بھی ہوجائے گا،، لٹھا اس زمانہ میں بہت سستے قسم کا کپڑا تھا، جو بہت معمولی اور ہلکا سمجھا جاتا تھا۔

پھر حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: تمھاری یہ قیمتی چادر اور قیمتی زیور اگر خراب ہونے سے بچانا چاہتی ہو، تو یہ دونوں چیزیں اس اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں دے دو، جس کی حفاظت میں پہنچنے والی چیزیں کبھی خراب نہیں ہوتیں؛ یعنی کسی غریب، مسکین کو یہ دونوں چیزیں دے دو، اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں تم کو ہمیشہ باقی رہنے والا لباس اور زیور عطا فرمائیں گے؛ یعنی جنت میں یہ سب چیزیں ملے گی، چنانچہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ نے فوراً دونوں چیزیں اللہ تعالیٰ کے راستہ میں دے دی اور دل میں میل تک نہیں آیا۔

بعض مرتبہ تو ایسا ہوتا کہ بعض محبت رکھنے والے آپ کی بیوی کے واسطے قیمتی کپڑے اور زیور بنا کر بھیجتے اور حضرت نانوتویؒ مسکینوں کو دے دیا کرتے تھے، اور بیوی صاحبہ کو خبر بھی نہیں کیا کرتے تھے،، اس میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ کا عجیب وغریب جذبہ ہمارے سامنے آتا ہے، کہ بغیر کسی جھجک کے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے اور اپنے شوہر کو خوش کرنے کے لیے سب کچھ اللہ تعالیٰ کے نام پر قربان کردیا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ کی آپ سے محبت

کیسی محبت بھری یہ میاں بیوی کی زندگی تھی، جس میں ایسا لگتا تھا کہ آسمان کی جنت اسی دنیا کی زندگی میں تھوڑی دیر کے لیے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں اتر

آئی تھی، حضرت نانوتویؒ کی اہلیہ ایک مال دار گھرانے کی بیٹی تھی، حضرت نانوتویؒ کی خدمت کے ساتھ ساتھ حضرتؒ کے ماں باپ کی خدمت میں بھی بہت تکلیف اٹھاتی تھی، اس میں بعض مرتبہ ساس اور بہو میں کچھ ہلکی سی بات پیش آتی تو حضرت نانوتویؒ ایک عجیب انداز میں اپنی بیوی کو تنبیہ فرماتے۔

حضرت نانوتویؒ کی عادت تھی کہ رات کو سوتے وقت گائے کا دودھ استعمال کرتے تھے، جب حضرت نانوتویؒ عشا کی نماز سے فارغ ہوکر گھر تشریف لاتے اور مکان کے اوپر والے حصے میں تشریف لے جاتے تو اہلیہ محترمہ دودھ کا پیالہ لے کر پہنچ جاتی اور حضرت نانوتویؒ کا معاملہ ایسا تھا کہ اگر دودھ کے لیے اہلیہ کا انتظار کرتے تو اہلیہ سمجھ جاتی کہ حضرتؒ مجھ سے خوش ہیں اور اگر انتظار کیے بغیر نفل نماز شروع کر دیتے تو یہ نشانی تھی کہ اہلیہ سے ناراض ہیں، کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ حضرتؒ پوری رات نفل نماز میں گزار دیتے اور اہلیہ فرماتی ہیں کہ: میں پوری رات دودھ کا پیالہ لے کر گزار دیتی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت کی برکت

بس! حضرت نانوتویؒ کی صحبت کی برکت ہوئی کہ آپ کی زندگی بالکل اونچے درجہ کی تقویٰ والی بن گئی، گھریلو کام کاج میں مشغول ہوتی اور کسی بھی نماز کی جب اذان ہوتی اور مؤذن صاحب ’’حی علی الصلاۃ‘‘ پر پہنچتے، تو آپ کی اہلیہ تمام کاموں کو چھوڑ کر اس طرح اٹھ جاتی تھی کہ اس کام سے کوئی واسطہ ہی نہیں، ہر چیز سے بالکل بے گانہ ہو جاتی تھیں، فرض کے علاوہ سنت ونوافل کی بھی بڑی پابند تھیں، فجر کی نماز کے بعد سر اور منہ پر اپنا دوپٹہ ڈال کر ہلکی ہلکی ضرب سے ذکر کیا کرتی تھیں، ٹھنڈی ہو کہ گرمی، آندھی

ہو کہ بارش، اس میں بال برابر بھی فرق نہیں آتا تھا۔

جب عورتوں میں ایسے قربانی کے پاکیزہ جذبات ہوتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ ان کے گھرانے سے ایسی اولاد پیدا فرماتے ہیں جو اپنے دور کے مجدد ہوا کرتے ہیں۔

حضرت نانوتویؒ کے پوتے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: جب میں نے مشکوٰۃ شریف اور اس کے بعد دوسرے سال مسلم شریف پڑھنا شروع کیا تو سبق پڑھ کر جب میں واپس گھر آتا اور سبق کی پوری تقریر اپنی دادی صاحبہ کو سنایا کرتا تھا، خود حضرت قاری محمد طیبؒ فرماتے ہیں کہ جتنی دیر میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کا ترجمہ اور مطلب بیان کرتا رہتا دادی صاحبہ کی آنکھوں سے آنسو مسلسل جاری رہتے تھے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ کا مقام

اللہ تعالیٰ نے اس نیک خاتون کو عزت کا بڑا مقام دنیا میں بھی عطا کیا کہ کسی بھی دلہن کی شادی ہوتی تو حضرت نانوتویؒ کی اہلیہ کے پاس اس دلہن کے سر پر ہاتھ رکھوایا جاتا اور جب کبھی کوئی کھانا تقسیم کرنا ہوتا تو حضرتؒ کی اہلیہ سے ہی شروع کرواتے تھے، پھر آگے چل کر اللہ تعالیٰ نے عزت کا وہ مقام عطا فرمایا کہ حضرت نانوتویؒ کہ اہلیہ بہت سی مرتبہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مرتضیٰ حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایسے بڑے بڑے حضرات کو دروازے پر بلا کر ڈانٹ دیتی تھی، اور یہ سب بڑے حضرات ان کے سامنے چوں بھی نہ کرتے تھے؛ بلکہ خوشی خوشی ان کی ناراضگی کو سن کر اپنی ترقی سمجھتے تھے۔

اِس واقعہ میں ہماری دینی بہنوں کو بہت بڑی نصیحت ہے کہ دارالعلوم دیوبند جس کا فیض آج پوری دنیا میں ہے، اس کے بانیوں میں سے ایک حضرت نانوتویؒ اور ان کے گھر کا کیسا نورانی اور پاکیزہ ماحول تھا، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسے پاکیزہ جذبات عطا فرمائے، آمین۔

میری دینی بہنو! جب عورتوں میں ایسے جذبات ہوتے ہیں تو اللہ ان کے پیٹ سے ایسی اولاد پیدا فرماتے ہیں، جن کا علم ساری دنیا میں پہنچتا ہے، مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ اوران کی اولاد سے اللہ تعالیٰ نے دارالعلوم دیوبند کی خدمت لی، اور پوری دنیا میں یہ مدرسہ چمکا، اورساری دنیا میں اس کا علمی، روحانی فیض پہونچا، اللہ ہماری دینی بہنوں کوایسے پاکیزہ اورمبارک جذبات عطا فرمائے۔

حضرت لیا رضی اللہ عنہا کی خوب صورتی

میری دینی بہنو! حضرت یوسف علیہ السلام تو بہت خوب صورت تھے، معراج کی حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کو جو حسن عطا فرمایا اس کا آدھا حسن اور خوب صورتی حضرت یوسف علیہ السلام کو عطا فرمائی تھی، اور ماں زلیخا بھی بہت خوب صورت تھی، توان کی بیٹی حضرت لیا رضی اللہ عنہا کتنی خوب صورت ہوگی؟

غریبی میں بال بھی بیچنے پڑے

حضرت لیا رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑے خوب صورت لمبے لمبے بال دیے گئے تھے، اس زمانے کے کسی بادشاہ کی بیٹی نے حضرت لیا رضی اللہ عنہا کے بال دیکھے، وہ حضرت لیا رضی اللہ عنہا کو کہنے لگی کہ: تیرے یہ لمبے لمبے خوب صورت بال بہت پیارے اور

بہت اچھے لگتے ہیں، تو کاٹ کر یہ بال مجھے بیچ دے، میں تجھے اتنے پیسے دوں گی۔

حضرت لیا رضی اللہ عنہا اس کے لیے تیار نہیں ہوئی۔

مفسرین نے ایک عجیب بات نقل کی ہے کہ ایک دن بہت سخت حالات آئے، کہ اس دن ایک روٹی بھی کھانے کے لیے نہیں تھی، اب بے چاری کیا کرتی؟

وہ اس بادشاہ کی بیٹی کے پاس گئی اور جا کر اپنے لمبے لمبے خوب صورت بال کاٹ کر اس کو بیچ دیے، اور بیچ کر اس سے ایک روٹی خرید کر لائی، اور شوہر کو کھلائی۔

بدن کا کوئی حصہ بیچنا جائز نہیں

میری دینی بہنو! اندازہ لگاؤ کہ حضرت لیا رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کی کیسی وفادار عورت ہوگی؟ یہ تو میں اُس شریعت کی بات کر رہا ہوں، اِس امت میں اس طرح جائز نہیں ہے کہ اپنے بدن میں سے کوئی چیز بیچ کر پیسے کمائے، مثلاً اپنا خون بیچنا یا اپنے بدن میں سے کڈنی بیچنا، اس طرح کی کوئی چیز بیچنا شریعت میں جائز نہیں ہے، ہاں کوئی آدمی مجبور ہو، پریشان ہو، کوئی راستہ نہ ہو تو اس کو ہدیہ میں خون دے سکتے ہیں، بیچنا ہماری شریعت میں جائز نہیں ہے۔

یہاں رُک کر ایک مسئلہ بھی سمجھ لینا چاہیے، اور فطرت کی بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ عورتوں کے بالوں کی خوب صورتی چوٹیوں میں ہے کہ بال لمبے ہوں اور چوٹیاں ہوں، اس میں عورتوں کے بال کی خوب صورتی ہے۔

بال کٹوانا درست نہیں ہے

میری دینی بہنو! بالوں کو کٹوانا، کٹوا کر اس کو چھوٹے کروا دینا یہ عورتوں کے

بالوں کی خوب صورتی نہیں ہے، یہ تو مغربی تہذیب ہے، یہ اسلامی اور دینی تہذیب نہیں ہے، جو اسلامک کلچر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم کو ملا وہ یہی ہے کہ عورتوں کے بال لمبے ہوں اور اس میں چوٹیاں بندھی ہوئی ہوں، حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے مبارک زمانے میں بھی عورتوں میں چوٹیاں بنانے کا رواج تھا۔

میری دینی بہنو! یہی چیز تمھاری زندگی میں ہونی چاہیے، یہ بال کو کٹوانا، بال کو چھوٹے کروا دینا یہ ہماری شریعت کی تعلیم نہیں ہے، اور میں پہلے بھی بتلا چکا ہوں کہ ہماری بعض بہنیں اپنی بچیوں کے بھی بال کٹواتی ہیں، ہماری شریعت میں اس کی اجازت نہیں ہے۔

شیطان کا حضرت لیّا رضی اللہ عنہا کو بہکانا

بہر حال! اٹھارہ سال مصیبت اور پریشانی میں گزرے، یہ عورت محنت کر کے اپنے شوہر کو کھلاتی ہے، اپنا گزران چلاتی ہے، ایک دن ایسا ہوا کہ حضرت لیّا رضی اللہ عنہا کہیں کام کرنے کے لیے گئی ہوئی تھی کہ شیطان ایک ڈاکٹر کی شکل میں آ کر حضرت لیّا رضی اللہ عنہا کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

حضرت لیّا رضی اللہ عنہا نے پہچانا نہیں کہ یہ شیطان ہے، وہ اپنے شوہر کی بیماری سے بہت پریشان تھیں، انھوں نے اس ڈاکٹر سے کہا کہ: میرے شوہر بہت سالوں سے بیمار ہیں، بہت پریشان ہیں، آپ ان کے لیے کوئی دوا کر دیجیے۔

شیطان نے سوچا کہ عورت مجبوری میں ہے اس لیے اس نے غلط فائدہ اٹھا کر کہا کہ: میں تمھارے شوہر کی دوا کروں گا؛ لیکن میری ایک شرط رہے گی، وہ شرط یہ ہے

کہ تمھارے شوہر اچھے ہو جاوے تو تم زبان سے اتنی بات کہہ دینا کہ اس ڈاکٹر کی وجہ سے میرے شوہر کو شفا ہو گئی، بس! اتنی بات تم اپنی زبان سے کہہ دینا، باقی مجھے کوئی فیس نہیں چاہیے، مجھے کوئی پیسے نہیں چاہیے۔

حضرت لیّا رضی اللہ عنہا بہت پریشان تھی، انھوں نے اپنے شوہر کی محبت میں فوراً اس کی بات قبول کر لی۔

پھر جب گھر آئی تو حضرت ایوب علیہ السلام کو بتلایا کہ آج ایک ڈاکٹر صاحب سے ملاقات ہوئی، اور شرط والا پورا واقعہ سنایا۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے پوچھا کہ: کیا تم نے شرط منظور کر لی؟

بیوی نے کہا: ہاں! میں نے شرط منظور کر لی۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی ایمانی غیرت اور قسم

جب یہ بات سنی تو حضرت ایوب علیہ السلام سخت بیماری کے باوجود جلال اور غصّے میں آ گئے، اور انھوں نے قسم کھالی کہ: جب میں تندرست ہو جاؤں گا تو میں تجھے ۱۰۰ر کوڑے ماروں گا۔

حضرت ایوب علیہ السلام سمجھ گئے تھے کہ وہ شیطان تھا جو ڈاکٹر کی شکل میں آیا تھا، آپ کو غصہ اس بات پر آیا کہ تو نے شیطان کے سامنے کیسی بات کہہ دی، یہ تیری بات ظاہراً شرک ہے؛ اگر چہ حقیقت میں شرک نہ ہو؛ کیوں کہ شفا دینے والے تو اللہ ہیں، قرآن میں اللہ نے یہ عقیدہ سکھلایا:

﴿وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ﴾

ترجمہ: جب میں بیمار ہوتا ہوں تو میرے اللہ مجھے شفا دیتے ہیں۔

حقیقت میں شفا دینے والے اللہ ہیں، ڈاکٹر کی دوا تو ایک ذریعہ بنتی ہے؛ لیکن شیطان حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی سے ظاہر میں ایک شرک کی بات بلوانا چاہتا تھا۔

نبیوں کو شرک سے بے انتہا نفرت ہوتی ہے

میری دینی بہنو! جس بیوی نے ۱۸ر برس خدمت کی، جس بیوی نے محنت اور مزدوری کر کے روٹی کھلائی، سارے رشتے دار بھاگ گئے، اولاد مر گئی، صرف بیوی وفادار نکلی؛ لیکن جب بیوی کی زبان سے ظاہراً شرک جیسی بات نکلی تو اللہ کے نبی کو اللہ کے واسطے اتنا غصّہ آیا کہ اس وفادار بیوی کو ۱۰۰ر کوڑے مارنے کی قسم کھالی، اس سے اندازہ لگاؤ! کہ نبیوں کو اپنے گھر والوں کے ایمان کی کتنی بڑی فکر ہوتی ہے؟

نبی کی بیوی کیسی وفادار ہوتی ہے

بیوی بھی کیسی وفادار کہ ۱۸ر برس سے خدمت کر رہی ہے؛ لیکن سامنے ایک لفظ نہ بولی کہ: میں آپ کی خدمت کرتی ہوں اور آپ مجھے مارنے کی قسم کھاتے ہو۔

بیوی صبر کے ساتھ اسی طریقے سے جیسے پہلے خدمت کرتی تھی برابر خدمت کرتی رہی، کیسی وفادار عورت ہوگی؟ کیسی جذبات کو قابو کرنے والی عورت ہوگی؟

جب بیوی ایسی خدمت گزار، صبر کرنے والی ہوتی ہے تب ہی تو اللہ تعالیٰ ان کی باتوں کو قرآن میں بیان فرماتے ہیں، اور قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے اللہ تعالیٰ ان کو نمونہ بناتے ہیں۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا

جب ان حالات اور بیماری کو بہت سال ہو گئے تو ایک دن آپ کی بیوی نے پھر درخواست کی کہ: اے اللہ کے نبی! اب تو آپ دعا کرو کہ: اللہ تعالیٰ ہماری مصیبت کو دور کر دیوے، بہت تکلیف اٹھالی، کئی سال ہو گئے۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے دیکھا کہ بہت سال گزر گئے، اور میری بیوی اتنی محنت و مزدوری کرتی ہے، اتنی خدمت کرتی ہے تو اب ان کے دل میں ارادہ ہوا کہ میں اپنے اللہ کے سامنے دعا کروں، اور دعا کرنے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ شیطان ان کی بیوی کو ایسی بات بلوا رہا تھا جو ظاہر میں شرک تھی؛ گویا شیطان ہماری مجبوری کا غلط فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہا ہے؛ اس لیے اب حضرت ایوب علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں دعا کی نیت کر لی، آپ نے اللہ تعالیٰ کے سامنے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے، اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قرآن میں نقل فرمایا:

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۸۳﴾ (انبیاء)

ترجمہ: اور ایوب (علیہ السلام کا واقعہ بھی تو سنو) جب انھوں نے اپنے رب کو پکارا کہ "بیشک مجھ کو بڑی تکلیف پہنچ رہی ہے اور آپ رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔

اے میرے اللہ! اب تو تو میری تکلیف کو دور فرما۔

تکلیف دور کرنے کی دعا

میری دینی بہنو! اس چھوٹی سی دعا کو یاد کر لو، بہت پیاری اور پاورفول دعا ہے،

جب بھی کوئی تکلیف پہنچے، بیماری آوے، شوہر ناراض ہوجائے، اولاد نافرمان بن جاوے، کوئی بھی تکلیف آوے، تو اس دعا کو اپنی تکلیف کی نیت کرکے ہر نماز کے بعد سات مرتبہ، گیارہ مرتبہ، اکیس مرتبہ، اکتالیس مرتبہ جتنا ہوسکے اللہ تعالیٰ کے سامنے مانگو، اللہ تعالیٰ بڑی سے بڑی تکلیف کو اپنے فضل وکرم سے دور فرمادیں گے۔

اس لیے کہ یہ وہ دعا ہے کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام اور ان کی بیوی کی تکلیف کو دور کیا ہے۔

آج بھی کوئی ایمان والا اخلاص کے ساتھ اس دعا کو مانگے گا، اللہ تعالیٰ اس کی تکلیف کو ان شاء اللہ! دور فرمادیں گے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کو شفا

چنانچہ دعا قبول ہوگئی، اور عجیب طریقے سے اللہ نے دعا قبول فرمائی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے، اور فرمایا:

اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴿۴۲﴾ (ص)

ترجمہ: تم اپنا پیر مارو، یہ ٹھنڈا پانی ہے جو نہانے اور پینے کے کام میں آئے گا۔

یعنی اللہ نے حکم دیا کہ: اے ایوب! اپنے پیر کو زمین پر مارو۔

حضرت ایوب علیہ السلام تو بہت زیادہ کمزور تھے؛ لیکن جب اللہ کا حکم آیا تو انھوں نے بہت ہمت کرکے آہستہ آہستہ اپنے پیر کو زمین پر رگڑنا شروع کیا، جیسے ہی اپنے پیر کو زمین پر رگڑا اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے وہاں پر پانی کا ایک چشمہ جاری کردیا۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ: اٹھو! اور اس پانی سے غسل کرلو۔

حضرت ایوب علیہ السلام ہمت کر کے اٹھے اور اس پانی سے غسل کیا، جیسے ہی اس پانی سے غسل کیا پورے بدن میں سے پھوڑے پھنسیاں جو کچھ تھا سب کا سب ختم ہو گیا، اور اللہ کی قدرت! بدن پہلے سے بھی زیادہ تندرست اور اچھا ہو گیا، سبحان اللہ!

جو اللہ بیماری دیتے ہیں، وہ اللہ اپنے فضل و کرم سے شفا بھی عطا فرماتے ہیں، بڑی سے بڑی بیماری میں بھی انسان ہمت نہ ہارے، اللہ سے دعا کرے، اللہ تعالیٰ بڑے شفا دینے والے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ: دوسری مرتبہ اپنے پیر کو زمین پر مارو۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے دوسری جگہ پر اپنے پیر کو مارا، تو وہاں سے پانی کا ایک دوسرا چشمہ نکل آیا، اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ: اس پانی میں سے پینا شروع کرو، جب حضرت ایوب علیہ السلام نے اس دوسرے چشمے میں سے پانی پیا تو اس پانی پینے کی برکت سے بدن میں جتنی بھی تکلیف تھی، وہ تمام تکلیف دور ہو گئی، اور اچانک جوان، تندرست، پوری طاقت والے ہو گئے اور پہلے سے بھی زیادہ اچھے ہو گئے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام واپس گئے اور جنت میں سے ایک کپڑا لائے، اور حضرت ایوب علیہ السلام کو پہنا دیا۔

سونے کی ٹڈیاں

اب رہا یہ سوال کہ کیا کھائیں گے، مال تو سب چلا گیا تھا، بخاری شریف کی حدیث میں عجیب مضمون آیا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام غسل کرنے کے لیے بیٹھے، آپ کے بدن پر کوئی کپڑا نہیں تھا، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ

نے اپنے فضل وکرم سے جہاں آپ غسل کر رہے تھے وہاں سونے کی چھوٹی چھوٹی ٹڈیاں بھیجی، وہاں آکر وہ سونے کی چھوٹی چھوٹی ٹڈیاں گرنے لگیں، اللہ کی قدرت! اللہ کیسے غیب سے روزی عطا فرماتے ہیں!

حضرت ایوب علیہ السلام غسل پورا کر کے جلدی جلدی وہ سونے کی ٹڈیاں جمع کر کے اس کو اپنے پاس اپنی تھیلی میں بھرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی:

یاایوب! ألم أکن اغنیتک عما تریٰ.

اے ایوب! کیا میں نے تم کو اس چیز سے بے نیاز نہیں کر رکھا؟

حضرت ایوب علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: اے اللہ! تیری بزرگی اور بڑائی کی قسم! لیکن تُو جو مجھے برکت دیوے اس برکت سے کون بے نیاز ہوسکتا ہے؟

اللہ کی برکت تو جو ملے وہ لے لینی چاہیے، اے اللہ! یہ سونے کی ٹڈیاں تو میرے لیے بھیج رہا ہے میں اس کو جمع کر رہا ہوں، یہ تیری نعمت ہے، یہ تو مجھے ضرور چاہیے؛ چناں چہ انھوں نے ٹڈیوں کو جمع کر لیا، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نوازش ہوئی۔

کھیتوں میں برکت

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے دو کھیت تھے، جب تندرستی آئی تو اللہ تعالیٰ نے دو بادل بھیجے، ایک بادل ان کے کھیت پر پہنچا، جس کھیت میں پہلے گندم یعنی گیہوں کی کھیتی ہوتی تھی اس پر پہنچا اور اس نے سونے کی بارش برسائی، اور دوسرا کھیت جس میں جَو کی کھیتی ہوتی تھی اس پر دوسرا بادل آیا اور اس بادل نے بھی آکر اس کھیت پر سونا برسایا، دونوں کھیت میں سونے کی بارش ہوئی، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ

نے پھر سے حضرت ایوب علیہ السلام کو دولت اور مال داری سے مالا مال فرما دیا۔

اولاد بھی واپس مل گئی

قرآن میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے ان کو دو بارہ اولاد عطا فرمائی، پوتے عطا فرمائے۔ بعض روایتوں سے تو عجیب بات معلوم ہوتی ہے کہ جو بیٹے بیٹیوں کا انتقال ہو گیا تھا اللہ تعالیٰ نے ان کو دوبارہ زندہ فرما دیا، اور بعض روایتوں میں ہے کہ تندرستی کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو دوسرے لڑکے لڑکیاں عطا فرمائے۔ پوتے، نواسے اتنے ہو گئے کہ پھر سے اللہ نے ان کے گھر کو آباد کر دیا۔

قسم کیسے پوری ہوئی؟

جب سب نعمتیں مل گئیں تو حضرت ایوب علیہ السلام کو اپنی قسم یاد آئی، میری بیوی نے اتنی خدمت کی ہے کہ اس کو مارنے کی ہمت نہیں ہوتی؛ لیکن قسم کو پورا کرنا بھی ضروری ہے، یہاں بھی اللہ کی مدد آئی اور اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا:

وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ.(ص)

ترجمہ: اور (اے ایوب!) تم تنکوں کا ایک مٹھا اپنے ہاتھ میں لے لو، سو اس سے (اپنی بیوی کو) مار دو اور (اپنی) قسم کو مت توڑو۔

اللہ تعالیٰ نے کتنی اچھی بات قرآن میں ارشاد فرمائی: اے ایوب! قسم بھی پوری کرو، قسم بھی نہ ٹوٹے اور تمھاری بیوی کو کوئی زیادہ تکلیف بھی نہ ہو؛ اس لیے ایک جھاڑو لے لو، اس کے پتلے پتلے سو تنکے ہاتھ میں پکڑو، اور اس کو اپنی بیوی کے بدن پر

ایک مرتبہ ماردو، تو اس سے تمھاری قسم اللہ کے یہاں پوری ہوجائے گی۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے سو تنکے لیے اور اللہ کے نام پر اپنی قسم کو پورا کرنے کے واسطے ایک مرتبہ اس سے اپنی بیوی کو ماردیا، جس سے بیوی کو تکلیف بھی نہیں پہنچی اور آپ کی قسم جو اللہ کے نام سے کھائی تھی وہ بھی پوری ہوگئی۔

عورت میں کیسی صفات ہونی چاہیے

میری دینی بہنو! حضرت لیا رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ پورا واقعہ میں نے آپ کو اس نیت سے سنایا کہ ایک عورت کی زندگی میں کیسی صفات ہونی چاہیے، کہ اپنے شوہر پر حالات آجاویں، شوہر کو دکھ اور پریشانی آجاوے، گھر میں کچھ الجھن آجاوے، تو بیوی ایسی ہو کہ وہ دوسروں کو کہتی نہ پھرے، لوگوں کے سامنے اپنے گھر کے دکھڑے نہ سناوے، اپنے ماں باپ کو بھی جا کر شکایتیں نہ کرے؛ بلکہ اپنے شوہر کی وفادار بن کر رہے، بیماری اور دکھ کے دنوں میں بھی اپنے شوہر کی خدمت کرے، جو عورت ایسی صفات والی ہوگی، اللہ ان صفات کی برکت سے اس عورت کو بھی نوازیں گے، اور اس کے پورے خاندان اور گھرانے کو بھی ان شاء اللہ! نوازیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہماری تمام دینی بہنوں کو ایسی توفیق اور سعادت عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کے متعلق ایک خاص وضاحت

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کی یہ تفصیل کہ ان کے جسم میں کیڑے پیدا ہو گئے تھے اس کو مختلف مفسرین نے نقل کیا ہے:

① علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ: ابن عساکرؒ نے نقل کیا ہے کہ: ان کے جسم میں مختلف بیماریاں لگ گئی تھیں؛ یہاں تک کہ صرف دل اور زبان بچ گئے تھے۔

② سدیؒ کہتے ہیں کہ: جسم کا گوشت گل کر گر گیا تھا؛ یہاں تک کہ صرف ہڈیاں اور پٹھے رہ گئے تھے۔

③ ابن کثیرؒ البدایہ والنہایہ میں لکھتے ہیں کہ: حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم پر جذام کی بیماری لگ گئی تھی جس سے دل اور زبان کے علاوہ سارا جسم متاثر ہوا تھا۔

④ حضرت حسن بصریؒ اور قتادہؒ کہتے ہیں کہ: حضرت ایوب علیہ السلام پر سات سال ایسے گزرے کہ ان کے جسم میں کیڑے نظر آنے لگے تھے۔

⑤ علامہ بغویؒ کہتے ہیں کہ: ان ے جسم پر پھوڑے نکلے جس سے ان کا جسم بدبو دار ہو گیا اور بستی والوں نے ان کو بستی سے نکال دیا اور کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ پر ڈال دیا۔

حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم پر اس قدر قبیح بیماری لگی تھی اس بارے میں اسرائیلیات ہی اصل ہے کہ وہاں اس بیماری اس طرح کی تفاصیل موجود ہیں جیسا کہ کتاب ''السفر'' جو غالباً انجیل کا کوئی حصہ ہے اس کے عربی ترجمہ میں ایسا منقول ہے کہ:

شیطان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ملی تو وہ آیا اور حضرت ایوب علیہ السلام کے سر سے پیر تک پھوڑے نکلے اور حضرت ایوب علیہ السلام نے سخت کپڑے سے اس کو

کھجانا شروع کیا۔

کیا یہ اسرائیلیات مقبول ہیں

علمائے کرام نے ایسی اسرائیلی روایات کو قبول کرنے سے انکار کیا ہے جو کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی شان کے منافی ہوں اور حضرت ایوب علیہ السلام کے متعلق یہ تمام روایات شانِ نبوت کے خلاف ہے، لہذا اس بارے میں جس قدر قرآنِ مجید اور احادیثِ مبارکہ میں آیا ہے اسی پر اکتفا کیا جائے گا۔

علامہ آلوسیؒ نے روح البیان میں نقل کیا ہے کہ: اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری اور امتحان بڑا تھا، البتہ ان کی بیماری اس قدر بڑی نہیں تھی کہ وہ قابلِ نفرت ہو جائیں۔

علامہ طبرسیؒ کہتے ہیں کہ: امتحان کی یہ صورت تو ممکن ہے کہ فقر آ جائے یا آل و اولاد ہلاک ہو جائیں؛ لیکن اس طرح کی بیماری کہ لوگ ان سے نفرت کرنے لگیں، انبیاء کی طرف ایسی بات کی نسبت کرنا درست نہیں۔

خلاصۂ کلام

حضرت ایوب علیہ السلام ایک بڑے امتحان میں تقریباً! اٹھارہ (۱۸) سال مبتلا رہے اور یہ امتحان جان، مال، اولاد سب پر آیا تھا؛ لیکن اس دوران ان کے جسم میں کیڑے پڑ گئے یا کچھ ایسا ہوا کہ لوگ حضرت ایوب علیہ السلام سے نفرت کرنے لگے یہ بات سند کے لحاظ سے بھی درست نہیں اور نہ ہی شانِ نبوت کی وجہ سے عقلاً درست ہے؛ لہذا اس طرح کے واقعات بیان کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔

حضرت زکریا علیہ السلام

کی بیوی کا

عجیب واقعہ

مختصر تعارف

نام: مؤرخین نے ان کا نام ''الیشاع بنت عمران'' ذکر کیا ہے۔
اشیاع بنت فاقوذ بن قبیل بھی نسب بتلایا جاتا ہے۔
ابن جریر کی ایک روایت کے مطابق ان کا نام ''اشیع'' تھا۔
وطن: فلسطین قدس میں رہا کرتی تھیں۔
ایک نیک صالح باپ کی نیک صالح بیٹی تھیں۔
پھر ایک نیک صالح مرد کی بیوی اور ایک نیک صالح بیٹے کی ماں بننے کی سعادت ملی۔
آپ حضرت یحیی علیہ السلام کی والدہ ہیں۔
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خالہ تھیں۔
یا ان کی والدہ سیدہ مریم کی خالہ تھیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لله الَّذِيْ هَدَانَا لِلْإِسْلَامِ وَ مَاكُنَّالِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللهُ وَ أَكْمَلَ لَنَا دِيْنَنَا أَتَمَّ عَلَيْنَانِعَمَهُ وَ رَضِيَ لَنَا الْإِسْلَامَ دِيْناً،وَ أَشْهدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَحْدَه لَاشَرِيْكَ لَه وَ أَشْهدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَ شَفِيْعَنَا وَحَبِيْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُه وَرَسُوْلُه،صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلَيْه وَ عَلٰى اٰلِه وَاَصْحَابِه وَذُرِّيَّاتِه وَ اَهلِ بَيْتِه وَاَهلِ طَاعَتِه، وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْراً كَثِيْراً اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ۝٨٩ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۡ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ۭ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ۝٩٠ (الأنبياء)

ترجمہ: اور زکریا (علیہ السلام کی بات تو دیکھو!) جب انھوں نے اپنے رب کو پکارا: اے میرے رب! آپ مجھ کو اکیلا مت چھوڑیئے، اور آپ تو سب سے اچھے وارث ہیں (حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا یہ تھی کہ ایک بیٹا مل جائے جو وارث بنے؛ لیکن بیٹا ملے کے نہ ملے، بیٹا بھی فنا ہونے والی چیز ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ بہتر وارث ہیں، ہمیشہ باقی رہنے والے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان یہ نبوی ادب ہے) سو ہم نے ان (زکریا علیہ السلام) کی دعا قبول کر لی اور ہم نے ان (زکریا علیہ السلام) کو یحییٰ (جیسا بیٹا) دیا اور ہم نے ان (زکریا علیہ السلام) کی خاطر ان کی بیوی کو اچھا (یعنی بچہ دے سکے ویسا) کر دیا، یقیناً وہ (سب نبی) بھلے کاموں کے کرنے میں تیزی دکھاتے تھے اور ہم کو شوق اور ڈر سے

پکارتے تھے اور وہ ہمارے آگے عاجزی کرنے والے تھے۔

وقال تعالیٰ فی مقام آخر: هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۸﴾ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۳۹﴾

ترجمہ: اس موقع پر (اسی جگہ) زکریا (علیہ السلام) نے اپنے رب سے دعا کی (زکریا علیہ السلام نے دعا میں) عرض کیا: اے میرے رب! آپ مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرمائیے، یقینی بات ہے کہ آپ دعا کو بہت سنتے ہیں ﴿۳۸﴾ سو (اس دعا کی قبولیت کا پتہ اس طرح چلا کہ ایک دن) اس (زکریا علیہ السلام) کو جب کہ وہ عبادت کی جگہ میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے، فرشتوں نے آواز دے کر کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو یحییٰ کی (پیدائش کی) خوش خبری دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ایک کلمے (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) کو سچا بتاویں گے اور وہ (دینی) سردار ہوں گے اور خود کو نفسانی خواہشات سے پورے طور پر روکنے والے ہوں گے اور نبی ہوں گے (اور) نیک لوگوں میں (ان کا) شمار ہوگا۔

قرآن میں حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی کا قصہ

قرآن میں اللہ کی نیک بندیوں کے جو واقعات ہیں ان میں حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی کا قصہ بھی ہے، آج کی اس مجلس میں اس قصے کو ذکر کیا جائے گا، اور دوسری ایک دو ضروری دعائیں اور واقعات ذکر کیے جائیں گے، اللہ تعالیٰ اس کو آپ کے لیے، میرے لیے اور پورے عالم کے لیے خیر کا ذریعہ بنائے۔

اللہ تعالیٰ جو ارادہ بھی فرماتے ہیں وہ ارادہ ضرور پورا ہوکر رہتا ہے، اللہ تعالیٰ کسی کو بڑی عمر میں اولاد دینے کا ارادہ کریں تو وہ ارادہ بھی اللہ کا پورا ہوتا ہے۔

اللہ بڑھاپے میں بھی اولاد دے سکتا ہے

حضرت زکریا علیہ السلام کی عمر بڑی ہو چکی تھی، ان کی بیوی کی عمر بھی بڑی ہو چکی تھی، پھر بھی ان کو اولاد دینے کا اللہ کا ارادہ ہوا، اللہ تعالیٰ نے ان کو بیٹا عطا فرمایا۔

اللہ جو چاہتا ہے وہ پورا ہوکر رہتا ہے

یہ قصہ ہم سب کو اللہ پر یقین سکھاتا ہے کہ اللہ جو ارادہ کرتے ہیں وہ ارادہ پورا ہوتا ہے، اولاد دینے کے لیے جوانی کی عمر کوئی ضروری نہیں ہے، اللہ بڑھاپے کی عمر میں بھی اولاد کی دولت سے مالا مال کر سکتے ہیں۔

دعا اللہ کی رحمت بندوں کی طرف کھینچتی ہے

دوسری بات: دعا ایک ایسی طاقت ہے کہ اللہ کی رحمت کو بندوں کی طرف کھینچنے والی ہے، دعا کے ذریعے سے اللہ کی رحمت ہماری طرف متوجہ ہوتی ہے؛ اس لیے دینی بہنو! ہمیشہ دعائیں مانگنے کی عادت ڈالو۔

حضرت زکریا علیہ السلام اور ان کی بیوی کے اوصاف

حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی کا نام ''ایشاع'' ہے، اللہ نے ان دونوں میاں بیوی کے لیے قرآن میں ایک لفظ استعمال فرمایا: ﴿وَاَصۡلَحۡنَا لَهٗ زَوۡجَهٗ﴾

وَاَصۡلَحۡنَا لَهٗ زَوۡجَهٗ کا ایک مطلب

اِس کا ایک مطلب یہ ہے کہ ''ہم نے حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی کو اچھے اخلاق والی بنادی تھی'' ظاہر ہے کہ ایک نبی کے گھر میں رہے اور نبی کے ساتھ ایمان لاوے اور اطاعت کرے تو اللہ تعالیٰ نبی کے اخلاق نبی کی بیوی کو بھی عطا فرماتے ہیں۔

دنیا کی سب سے بڑی دولت

میری دینی بہنو! یاد رکھنا! عورت ذات میں اچھے اخلاق کا ہونا یہ اس کی زندگی کی بہت بڑی خوبی ہے، آپ نے حدیث شریف میں سنا ہوگا، مشکوۃ شریف میں یہ حدیث ہے، حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عن عبد اللّٰہ بن عمرو رضی اللہ عنہ قال قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ: اَلدُّنۡیَا کُلُّھَا مَتَاعٌ وَخَیۡرُ مَتَاعِ الدُّنۡیَا اَلۡمَرۡأَۃُ الصَّالِحَۃُ. (مشکوۃ:۲)

یعنی نیک، اچھے اخلاق والی، دین دار بیوی اور عورت اس دنیا کی سب سے بڑی نعمت ہے؛ اس لیے ہماری دینی بہنوں کو اپنے اخلاق اچھے بنانے چاہیے، اپنے آپ کو دین دار بنانا چاہیے، نبیٔ کریم ﷺ نے اپنی مبارک زبان سے کیسی خوش خبری دی کہ جو عورت نیک ہوگی وہ اس دنیا کی بہت بڑی نعمت ہے، بہت بڑی فائدے کی چیز ہے۔

ایک اور حدیث میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا، حضور ﷺ کا دل دنیا کی محبت سے پاک تھا، اللہ نے حضور ﷺ کے دل میں دنیا کی گندی محبت نہیں رکھی تھی پھر بھی حضور ﷺ اللہ سے دعا کرتے تھے: اَللّٰھُمَّ لَا تَجۡعَلِ الدُّنۡیَا اَکۡبَرَ ھَمِّنَا. (الحزب الأعظم:۳)

اے اللہ! دنیا کو ہماری سب سے بڑی فکر کی چیز مت بنا۔

اللہ نے حضور ﷺ کے دل مبارک کو دنیا کی ناپاک گندی محبت سے پاک رکھا تھا؛ لیکن خود حضرت نبیٔ کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

حُبِّبَ إِلَيَّ مِنْ دُنْيَاكُمُ الطِّيْبُ وَالنِّسَاءُ وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلٰوةِ۔

اس دنیا کی چیزوں میں سے مجھے ایک تو خوشبو سے محبت ہے، حضور ﷺ خوشبو کو بہت پسند کرتے تھے اور دوسری چیز عورتوں یعنی اپنی بیویوں سے محبت رکھتے تھے اور آگے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ نے میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں بنائی ہے۔

وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ کا دوسرا مطلب

بعض مفسرین نے ''وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ'' کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اللہ نے ان کی بیوی کو خوب صورت بنایا تھا۔

خوب صورتی یہ بھی اللہ کی طرف سے ملنے والی ایک نعمت ہے، اس پر کبھی اترانا نہیں چاہیے اور جن کے پاس خوب صورتی نہ ہو ان کو کبھی حقیر اور نیچا نہیں سمجھنا چاہیے۔

وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ کا تیسرا مطلب

بعض حضرات نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ان کی بیوی بانجھ تھی؛ یعنی اس میں بچہ جننے کی طاقت نہیں تھی، اللہ تعالیٰ نے دعا کی برکت سے ان کی بیوی میں بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت پیدا کردی۔

نیک کام میں جلدی کرنے والے

آگے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ﴾

یعنی وہ لوگ نیک کام میں بہت جلدی کرنے والے تھے۔

دینی بہنو! نیک اعمال جلدی جلدی کیا کرو، وقت نکلتا جاتا ہے، دیکھو! اب رمضان ختم ہونے کے قریب ہے، کتنا جلدی جلدی وقت (time) نکلتا ہے، نیک کام کرنے میں جلدی کرو اور نیک کام پابندی کے ساتھ کیا کرو، یہ نہیں کہ ابھی نیک کام کیا، پھر چھوڑ دیا، رمضان میں بھی کرو، رمضان کے بعد بھی کرو۔

اللہ تعالیٰ کو شوق اور ڈر کے ساتھ پکارنے والے

آگے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا﴾

ترجمہ: اور ہم کو شوق اور ڈر سے پکارتے تھے۔

یعنی دونوں میاں بیوی مل کر اللہ کی بارگاہ میں دعا مانگنے والے تھے اور اللہ کی عبادت کرنے والے تھے، "یدعوننا" میں دعا بھی ہے اور عبادت بھی ہے۔

کیسے عبادت کرتے تھے؟ قرآن میں ہے "رغبا ورھبا" اللہ تعالیٰ سے ڈرتے بھی تھے اور اللہ کی رحمت کی امید بھی رکھتے تھے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے جب ہم دعا کریں، اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں تو اللہ تعالیٰ سے ہم جنت کی امید بھی رکھیں اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے بھی رہیں، ایمان اسی کا نام ہے، اللہ سے جنت، مغفرت اور رحمت کی امید رکھیں اور ساتھ میں ڈرتے بھی رہیں کہ کہیں اللہ تعالیٰ ناراض نہ ہو جائیں۔

خشوع کرنے والے

آگے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَكَانُوا لَنَا خٰشِعِيْنَ﴾

یعنی وہ دونوں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے، خشوع کرنے والے تھے۔

میری دینی بہنو! اللہ تعالیٰ سے ڈرنا، دل میں اللہ تعالیٰ کا خشوع یہ بہت بڑی نعمت ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ نعمت عطا فرماوے۔

کامیاب مؤمنین

چنانچہ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس خشوع کی وجہ سے تعریف کی، اور ایک جگہ قرآن میں اللہ نے کامیاب ہونے والے کو بیان کیا تو ان کی نشانی بیان کی:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ① الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ② (المؤمنون)

ترجمہ: پکی بات ہے کہ (وہ) ایمان والے فلاح پاگئے، جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں۔

خشوع کا مطلب

یہ خشوع تکبر کے مقابلے میں آتا ہے، جس انسان کے دل میں تکبر نہیں ہوگا اس کے دل میں اللہ تعالیٰ خشوع پیدا فرماتے ہیں اور جب دل میں خشوع ہوتا ہے تو اللہ کی طرف سے دل میں اطمینان ہوتا ہے، نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوں تو دھیان اللہ کی طرف، عبادت کریں تو دھیان اللہ کی طرف، ذکر کریں تو دھیان اللہ تعالیٰ کی طرف اور نماز میں ہمارا بدن بھی پورا پورا سکون کے ساتھ رہے، یعنی ظاہری اعضا میں سکون ہو، بے کار حرکت نہ ہو، دل میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کا خیال نہ آوے، نظر نیچے، آنکھ کے کنارے سے دائیں بائیں نہ دیکھے، بدن کے کسی حصے سے نہ کھیلے، نظر بھی نیچی ہو، آواز بھی مناسب پست ہو۔ اس طرح یہ میاں بیوی زندگی گذارنے والے تھے۔

بیوی کے بانجھ ہونے کے باوجود حضرت زکریا علیہ السلام کا صبر

دینی بہنو! حضرت زکریا علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ایسے نیک بندے تھے کہ بیوی بانجھ ہے، دل میں آرزو ہے کہ بچہ ملے؛ لیکن اس کے باوجود بھی انھوں نے پورے صبر کے ساتھ زندگی گزاری، کبھی اپنی بیوی کے ساتھ اولاد کے واسطے جھگڑا نہیں کیا۔

دوسری سب سے بڑی بات یہ کہ انھوں نے لوگوں کو جا جا کر کہا نہیں کہ: میری بیوی بانجھ ہے؛ بلکہ اللہ کی بارگاہ میں دعا کی، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کی دعا سن لی اور اپنے فضل وکرم سے ان کو اولاد عطا فرمائی۔

بہر حال! دونوں میاں بیوی میں یہ سب خوبیاں تھیں جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں بیان فرمایا، اللہ تعالیٰ یہ تمام خوبیاں آج کل تمام مسلمان جوڑے کو اپنانے کی توفیق عطا فرماوے، آمین۔

دعا کی برکت سے نیک بیٹا

تیسری بات: حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا واقعہ آگے آرہا کہ ان کے کمرے میں جو بغیر موسم کے پھل فروٹ ہوتے تھے، اس کو دیکھ کر حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اس دعا کی برکت سے ان کے گھر میں ایک نیک بیٹا عطا فرمایا۔

بے موسم پھل

بہر حال! جیسا کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا واقعہ آگے آرہا کہ ان کے کمرے میں بغیر موسم کے پھل فروٹ ہوتے تھے، حضرت زکریا علیہ السلام کو کہیں جانا ہوتا تو حضرت

مریم رضی اللہ عنہا کے حجرہ پر تالا لگا کر جاتے اور پھر آ کر دروازہ کھولتے تو ان کے پاس عجیب عجیب قسم کے پھل ہوتے اور پھل بھی الگ الگ موسم کے۔

اس لیے کہ پھل کا تعلق موسم سے ہوتا ہے، گرمی کا موسم ہوتا ہے تو گرمی کے موسم کے فروٹ ملتے ہیں اور سردی کا موسم ہوتا ہے تو ٹھنڈی کے فروٹ ملتے ہیں؛ لیکن اللہ کی عجیب قدرت یہ تھی کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے پاس بے موسم پھل ہوتے تھے، گرمی کے موسم میں ٹھنڈی کے پھل ہوتے تھے اور ٹھنڈی کے موسم میں گرمی کے پھل ہوتے تھے، بے موسم انگور ہوتے تھے، یہ عجیب اللہ تعالیٰ کی قدرت تھی۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی امید کی نئی کرن

حضرت زکریا علیہ السلام بوڑھے ہو چکے تھے، ان کی بیوی بانجھ تھی؛ یعنی بیوی کو اولاد نہیں ہوتی تھی، اور وہ بھی بوڑھی ہو گئی تھی۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے یہ منظر دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت ہے کہ سردی کے موسم میں گرمی والے پھل ہیں اور گرمی کے موسم میں سردی والے تو حضرت زکریا علیہ السلام کے دل میں امید کی ایک نئی کِرن پیدا ہوئی، اور انھوں نے اللہ تعالیٰ کے سامنے دعا کی ہمت کر لی۔

کیا دعا مانگی؟

عجیب دعا مانگتے ہیں: اے اللہ! میں بوڑھا ہو چکا ہوں، میری بیوی بھی بوڑھی ہو چکی ہے، میرے بال سفید ہو چکے ہیں، میرے بدن کی ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں اور میری بیوی بھی بانجھ ہے، (اور عام طور پر اس دنیا میں مشاہدہ یہ کہ جب مرد اور عورت

بوڑھے ہو جاتے ہیں تو ان کو اولاد نہیں ہوتی ہے) اے اللہ! میں تجھ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ جس طرح تو مریم کو بے موسم پھل دے سکتا ہے تو تو ہمارے گھر میں بے وقت اولاد عطا فرما؛ اگرچہ ابھی موسم اور عمر اولاد کی نہیں ہے۔

عورت کی ایک خداداد شرافت

میری دینی بہنو! ویسے تو تمام پیغمبر سوائے حضرت آدم علیہ السلام کہ کسی عورت کے بیٹے ہیں، اللہ نے تمھاری گود کو یہ مقام بخشا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے سوائے جتنے بھی پیغمبر دنیا میں آئے وہ سب کے سب کسی عورت کی اولاد تھے؛ لیکن آج دیکھیے عجیب بات ہے کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی عبادت کی برکت سے اللہ ایک نبی کو اولاد کی دولت سے نواز رہے ہیں۔

سبحان اللہ! اللہ نے تمھاری عبادت، تقویٰ، عفت و پاک دامنی میں کیسی تاثیر رکھی ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام جیسے پیغمبر کو حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی عبادت کی برکت سے دعا کی توفیق ہوئی اور اس دعا کے نتیجے میں اللہ نے ان کو اولاد عطا فرمائی۔

دعا کا ایک ادب

حضرت زکریا علیہ السلام اللہ سے بڑی پیاری دعا مانگتے ہیں، اللہ نے ان کی پوری دعا قرآن میں نقل فرمائی ہے، سورۂ مریم میں اللہ ارشاد فرماتے ہیں:

كٓهٰيٰعٓصٓ ۝١ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ۝٢ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ۝٣

ترجمہ: کٓھٰیٰعٓصٓ، یہ تذکرہ ہے اس رحمت کا جو تمھارے پروردگار نے اپنے بندے زکریا پر کی تھی، یہ اس وقت کی بات ہے جب انھوں نے اپنے پروردگار کو آہستہ

آہستہ آواز سے پکارا تھا۔

دعا آہستہ آہستہ مانگنی چاہیے

اللہ فرماتے ہیں: ہم نے ہمارے بندے زکریا پر جو مہربانی کی تھی، وہ ذرا دھیان سے سنو: ﴿اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا﴾

اللہ اکبر! حضرت زکریا علیہ السلام نے چپکے چپکے، آہستہ آہستہ، دھیمی دھیمی آواز سے اللہ کے دربار سے دعا مانگی۔

اِس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے سامنے دعا آہستہ آہستہ کرنی چاہیے، چپکے چپکے کرنی چاہیے، دھیمی دھیمی آواز سے کرنی چاہیے، دعا میں بہت شور نہیں مچانا چاہیے۔

اگرچہ آواز سے بھی دعا کر سکتے ہیں، خاص کر اجتماعی دعا کے موقع پر۔

کیا دعا تھی؟ فرمایا: قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ۝۴

ترجمہ: زکریا (علیہ السلام) نے کہا: اے میرے رب! میری ہڈی تو (بڑھاپے کی وجہ سے) کمزور ہوگئی اور سر بڑھاپے کی سفیدی سے چمک اٹھا اور میرے رب! میں آپ سے مانگ کر کبھی بھی محروم نہ رہا۔

پہلے اپنی عاجزی ظاہر کرتے ہیں: اے اللہ! میں تیرا عاجز، کمزور اور محتاج بندہ ہوں، میرے بدن کی ہڈیاں کمزور پڑ گئیں، میرے بال سفید ہو گئے۔

دعا کا دوسرا ایک ادب

میری دینی بہنو! جو بندہ یا بندی اپنی دعا میں اپنے آپ کو اللہ کے سامنے عاجز،

کمزور اور محتاج بتلائے اللہ کو ایسی دعا بہت پسند ہے؛ اسی لیے جب اللہ کے سامنے دعا کے لیے ہاتھ اٹھاؤ تو دل اور زبان میں یہ ہو: اے اللہ میں بے سہارا ہوں، مجھ میں کچھ طاقت نہیں ہے۔ اپنے آپ کو محتاج ظاہر کرو، اور حقیقت میں بھی ہم اللہ کے محتاج ہیں، خود اللہ نے فرما دیا: ﴿يَاأَيُّهَا النَّاسُ أَنتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ﴾ (فاطر:۱۵)

اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو۔

محتاج بن کر اللہ سے دعا مانگو گے تو اللہ تعالیٰ کو بڑا پیار آئے گا۔

اللہ کے یہاں ٹوٹے دل کی قدر

حدیثِ قدسی میں آتا ہے، اللہ فرماتے ہیں کہ: جہاں دل ٹوٹا ہوا ہوتا ہے، میں وہاں ہوتا ہوں۔ اگر ہمارا دل ٹوٹ جائے، شوہر ناراض ہو جائے، باپ کی طرف سے ہم نا امید ہو جائیں، اولاد نعوذ باللہ! نافرمان ہوں، ہر طرف سے ہم ٹوٹ جائیں، ایسے ٹوٹے ہوئے دلوں میں اللہ ہوتے ہیں؛ اس لیے مایوسی اور ٹوٹے دل کی حالت میں صرف اللہ تعالیٰ ہی سے عرض کرو، اللہ تعالیٰ ہماری دعا کو قبول فرمالیں گے۔

اللہ سے نا امید نہیں ہونا چاہیے

پھر حضرت زکریا علیہ السلام نے عرض کیا: ﴿وَلَمْ أَكُن بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا﴾

اے اللہ آج تک میں تجھ سے دعا مانگ کر محروم نہیں رہا ہوں۔

میری دینی بہنو! اللہ سے اچھی امید رکھو، ہم کبھی یہ نہ سوچیں کہ ہم دعا مانگتے ہیں تو اللہ قبول نہیں فرماتے، یقین یہ ہو کہ اللہ سے جب بھی ہم نے مانگا ہے، اللہ نے دیا ہے اور ان شاء اللہ! اللہ دیں گے؛ لیکن کبھی بھی نا امید نہیں ہونا چاہیے۔

اس کے بعد حضرت زکریا علیہ السلام آگے عرض کرتے ہیں کہ: اللہ! مجھے اولاد چاہیے؛لیکن اولاد کیوں چاہیے؟

اولاد کی چاہت دین کی اشاعت کے لیے

پیغمبر کی دعا کے مبارک الفاظ سے ہم بھی مانگنا سیکھیں،عرض کرتے ہیں: وَاِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِیْ وَکَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا﴿۵﴾

ترجمہ:اور مجھے اپنے (مرنے) کے بعد رشتے داروں سے ڈر لگا ہوا ہے اور میری بیوی تو بانجھ ہے،سو آپ خاص مجھے اپنے پاس سے (ظاہری اسباب نہ ہونے کے باوجود) وارث (یعنی بیٹا) عطا کیجیے ﴿۵﴾

اولاد اس لیے مانگی کہ اللہ میں تو بوڑھا ہو گیا، پتہ نہیں کب موت آجائے اور میں مرکر دنیا سے چلا جاؤں، میرے بعد یہ دین کا کام کون کرے گا؟

اس لیے کہ حضرت زکریا علیہ السلام نبی ہیں اور نبی کی ذمے داری دین کی دعوت کی ہوتی ہے؛لہذا اس نیت سے اولاد مانگی کہ وہ دنیا میں آکر دین کا کام کرے۔

اس لیے آپ بھی جب اللہ سے اولاد مانگو، اس نیت سے مانگو کہ: اے اللہ! میری اولاد دنیا میں آکر دین کا کام کریں۔

ایک دوسرے موقع پر دعا کے الفاظ اس طرح ہیں:

رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِیْعُ الدُّعَآءِ﴿۳۸﴾

اے میرے رب! آپ مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرمائیے، یقینی بات ہے کہ آپ دعا کو بہت سنتے ہیں۔

آگے عرض کرتے ہیں:

یَرِثُنِیۡ وَیَرِثُ مِنۡ اٰلِ یَعۡقُوۡبَ ٭ۖ وَاجۡعَلۡہُ رَبِّ رَضِیًّا ﴿۶﴾

ترجمہ: اے اللہ! جو میرا (بھی نبوت والے کاموں میں) وارث بنے اور یعقوب (علیہ السلام) کے خاندان کا (علم اور دعوت کے کام میں) وارث بنے، اور میرے رب آپ اس کو اپنا پسندیدہ بنا دیجیے ﴿۶﴾

حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے لیے عجیب دعا مانگی، اس میں حضرت زکریا علیہ السلام نے بیٹے کے متعلق تین چیزیں مانگی:

① وہ دین کا کام کرنے والا بنے، خاندان میں جو نبوت کی میراث چلی آرہی ہے، وہ امانتِ نبوت دنیا میں پہنچانے والا بنے۔

② میرا بیٹا ایسا ہو جو تیری مرضی پر چلنے والا ہو، تو اس سے راضی ہو۔

③ وہ عالم باعمل بنے، خاندان میں جو علومِ بنوت کا سلسلہ چلا آرہا ہے، وہ اس کا صحیح اور کامل وارث بنے۔

اولاد کے لیے دین داری مانگو

اس لیے میری دینی بہنو! دنیا کی ضروریات تو اللہ پورا کر ہی دیں گے، اللہ کا وعدہ ہے، کسی کو اللہ بھوکا نہیں رکھے گا: وَمَا مِنۡ دَآبَّۃٍ فِی الۡاَرۡضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزۡقُہَا.

ترجمہ: اور زمین پر چلنے والا کوئی جانور ایسا نہیں ہے جس کا رزق اللہ نے اپنے ذمے نہ لے رکھا ہو۔ (سورۂ ہود:۶)

روزی کی ذمہ داری تو اللہ نے لے رکھی ہے، اپنی اولاد کے لیے دین داری

مانگو، اولاد دین دار ہو جائے، اولاد نیک بن جائے، اللہ اولاد سے دین کا کام لے، اللہ سے ایسی دعائیں برابر مانگتی رہا کرو۔

ایک واقعہ

ایک واقعہ یاد آ گیا، واقعہ بھی ہے، لطیفہ بھی ہے، عبرت کی اور نصیحت کی اس میں بات بھی ہے: ایک عالم دین، اللہ والے ایک جگہ پر رہتے ہیں تو ان عالم دین کو لوگ ملنے آتے ہیں، گاڑیاں لے کر لینے آتے ہیں، دعا کے لیے لے جاتے ہیں، وعظ و نصیحت کے لیے جاتے ہیں، لوگ ان کی خدمت میں ہدیہ لاتے ہیں۔

علما و صلحا سے تعلق کا فائدہ

یہ ہمارے لوگوں میں ایک بہت مناسب اور نہایت اہم اور ضروری جذبہ ہے کہ وہ علما اور نیک لوگوں سے مربوط رہتے ہیں، علما اور صالحین سے مشورہ کر کے، رہبری حاصل کر کے کام کرتے ہیں، ان سے استفادہ کرتے ہیں اور ان کی صحبت میں رہتے ہیں، ان کے پاس آتے جاتے ہیں۔

آج دنیا کے بہت سے علاقوں میں ہمارے مسلمان بھائی اہلِ علم، اہلِ صلاح سے دور ہو گئے ہیں، جس کی وجہ سے ان میں دینی لحاظ سے بڑی کمزوری ہے، جہالت اور غلط عقائد و اعمال زندگیوں میں آ جاتے ہیں؛ اس لیے علما و صلحا سے تعلق ضرور ہونا چاہیے، اس کی برکت سے صحیح علم، صحیح عمل بھی زندگی میں آئے گا اور ان شاء اللہ! دنیا اور آخرت میں رضائے الٰہی اور خیر و برکت کا ذریعہ ثابت ہوگا۔

اللہ کے نیک بندوں کا ارشاد ہے: علما کی خدمت کبھی ضائع اور بے کار نہیں

جاتی، اس کی برکت سے اللہ خاندان میں علما اور حفاظ پیدا فرمائیں گے۔

اللہ کے ایک ولی کا ملفوظ ہے کہ: اللہ والوں سے تعلق کا ایک اہم فائدہ یہ ہے کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ ان شاء اللہ! ایمان پر موت عطا فرمائیں گے۔

حصولِ علمِ دین میں والدین کی غلط نیت

میں ایک اللہ والے کی بات عرض کر رہا تھا، اس اللہ والے کے سگے بھائی ان کے پڑوس میں رہتے ہیں، اس سگے بھائی کی بیوی ایک دن اپنے بچہ کو کہنے لگی: تو کیا یہ سب دنیا کے دھندے اور کاروبار کرتا ہے، جا! مدرسہ میں داخل ہو جا، مولوی بن جا، عالم بن جا، لوگ تجھے بھی اس طرح ہدیہ دینے آئیں گے، تجھے بھی لوگ گاڑیاں لے لے کر لینے کے لیے آئیں گے۔

مجھے اس واقعہ کا پتہ چلا تو میں نے کہا: اے اللہ! آج ہماری نیتیں اتنی خراب ہو گئیں کہ ہم اولاد کو نعوذ باللہ! دنیا کمانے کے واسطے عالم بنائیں۔

اولاد کو دین کا علم اس لیے دینا ہے؛ تا کہ اللہ راضی ہو جائے، اور ہمارے لیے آخرت میں نجات کا ذریعہ بن جائے، اس نیت سے اولاد کو دین کا علم سکھانا چاہیے۔

دعا کی قبولیت اور اولاد کی خوش خبری

اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کو قبول فرما لیا، ابھی تو حضرت زکریا علیہ السلام عبادت کی جگہ سے باہر بھی نہیں نکلے تھے کہ اللہ کے فرشتہ نے آ کر خوش خبری سنائی:

يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ اسْمُهٗ يَحْيٰى.

اے زکریا! ہم تمھیں ایک ایسے لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا۔

ولادت کے سلسلہ کو رکوانا انبیا علیہم السلام کی متفقہ سنت کی مخالفت

میری دینی بہنو! اس جگہ رک کر دین کی ایک اہم بات میں آپ سب کو سمجھانا چاہتا ہوں کہ اولاد اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے، بلا وجہ اس کو رکوانے کی کوشش کرنا یہ انبیا علیہم السلام کی مبارک اور متفق سنت کے خلاف ہے۔

حدیث میں میرے اور آپ کے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

تزوّجوا الودود الولود فانّی مکاثر بکم الامم یوم القیمة. (مشکوة: ۲۶۸/۲)

ایک حدیث میں ہے: فانّی اباھی بکم الامم یوم القیمة.

حضور ﷺ نے ترغیب دی، ایسی عورت سے شادی کرو جو بہت محبت کرنے والی ہو، جو بیوی اپنے شوہر سے بہت محبت کرے، وہ بیوی اللہ کے رسول ﷺ کی نظر میں بھی اچھی عورت ہے اور دوسری بات فرمائی: جو بہت زیادہ بچے دینے والی ہو۔ اس کے لیے لڑکی کی ماں، نانی، وغیرہ کے احوال سے اندازہ ہوتا ہے۔

اس لیے کہ امت کی تعداد زیادہ ہوگی تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں قیامت کے دن سارے پیغمبروں کے سامنے فخر کروں گا: کہ میری امت کتنی بڑی ہے۔

لہذا اولاد کے مبارک سلسلہ کو آپریشن کے ذریعہ سے یا کسی اور تدبیر کے ذریعہ سے روکنے کی کوشش کرنا، یہ غلط کام ہے۔

ہاں! اگر بیماری وغیرہ کا عذر ہو تو پہلے کسی ماہر عالم دین، مفتی صاحب سے مسئلہ معلوم کریں پھر آگے بڑھیں۔

یحییٰ نام کی حفاظت

حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ کے یہاں سے اشارہ مل گیا کہ لڑکا پیدا ہوگا اور اس کا نام یحییٰ رکھنا، اللہ نے نام بھی بتلا دیا اور ساتھ میں یوں فرمایا: یہ یحییٰ نام ایسا اچھا نام ہے کہ آج تک دنیا میں کسی نے نہیں رکھا، سب سے پہلے حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے بیٹے کا نام اللہ کے حکم سے یحییٰ رکھا، یحییٰ کا معنی ہوتا ہے وہ زندہ رہے گا؛ یعنی ایمان کے ساتھ اس کی زندگی رہے گی۔

دو مبارک نام ''احمد'' اور ''محمد''

میری دینی بہنو! ایک بات آپ کو بتلا دوں، جیسے زکریا علیہ السلام کے یہاں لڑکا ہوا تو پہلا اس کا نام یحییٰ رکھا گیا، اس سے پہلے کسی کا نام یحییٰ نہیں تھا، قربان جاؤں میرے اور آپ کے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر کہ ''محمد'' اور ''احمد'' نام اتنے مبارک نام تھے کہ آپ سے پہلے کسی کا یہ نام نہیں رکھا گیا، یہ مبارک نام محمد اور احمد ہمارے حضور ﷺ سے ہی دنیا میں مشہور ہوا؛ گویا اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضور کے واسطے یہ نام محفوظ رکھا تھا؛ اس لیے یہ مبارک نام اپنی اولاد کے رکھو، ان شاء اللہ! حضور کے ساتھ 'اسمی' (نام کے اعتبار سے) مناسبت بھی حاصل ہوگی اور اس کے اچھے اثرات مرتب ہوں گے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی ایک درخواست:

اللہ تعالیٰ سے علم وفہم کا سوال نبیوں کی سنت

حضرت زکریا علیہ السلام اللہ سے عرض کرنے لگے: رَبِّ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ

وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ﴿۸﴾

اے میرے رب! مجھ کو کس طرح لڑکا ہوگا؟ حالاں کہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں ایسے بڑھاپے پر پہنچ گیا ہوں کہ میرا بدن تو سوکھ گیا ہے۔

یعنی میں آپ کی قدرت پر ایمان رکھتا ہوں؛ لیکن مجھے یہ سمجھنا ہے کہ یہ اولاد کیسے ہوگی؟ کیا میں اور میری بیوی دوبارہ جوان ہوجائیں گے؟

یا یہ بوڑھاپے والی کیفیت باقی رہے گی؟

اللہ کے یہاں سے جواب ملا: ﴿قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ﴾

کہا: ہاں! ایسا ہی ہوگا، تمھارے رب نے فرمایا ہے کہ یہ تو میرے لیے معمولی بات ہے۔ یعنی تم اور تمھاری بیوی بوڑھے ہی رہوں گے اور ہم اپنی قدرت سے بوڑھاپے میں تم کو اولاد عطا فرمائیں گے۔

آگے فرمایا: ﴿وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا﴾

یعنی اس سے پہلے میں نے تم کو پیدا کیا تھا جب کہ تم کچھ بھی نہیں تھے؛ لہذا آج بوڑھاپے میں اولاد دینا میرے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے کیفیت کی سمجھ باری تعالیٰ سے طلب کی، اللہ کے کامل بندے علم اور سمجھ بھی اللہ تعالیٰ ہی سے مانگتے ہیں۔

علامت بھی، عبادت بھی

حضرت زکریا علیہ السلام نے مزید ایک درخواست کی کہ: میرے یہاں لڑکا کب پیدا ہوگا؟ ذرا وقت بتلادو۔

اللہ تعالیٰ نے عجیب وقت بتلایا، وقت کے لیے جونشانی بتلائی وہ ''نشانی'' بھی ہے، ساتھ میں اللہ کی عبادت بھی ہے اور اللہ کا شکر بھی ہے؛ گویا ایک ساتھ تین اچھی چیزیں جمع ہورہی ہیں: قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ۝۱۰

حضرت زکریا نے کہا: میرے پروردگار! میرے لیے کوئی نشانی مقرر کردیجیے، فرمایا: تمھاری نشانی یہ ہے کہ تم صحت مند ہونے کے باوجود تین رات تک لوگوں سے بات نہیں کرسکو گے۔

یعنی جس دن تمھاری بیوی کو بچہ ہونے والا ہوگا تو ایسا ہوگا کہ تین دن اور تین رات تمھاری زبان بند ہوجائے گی، کوئی بیماری نہیں ہوگی، تمھاری زبان سے دنیا کی کوئی بات نہیں نکلے گی، بس! تم صرف اللہ کا ذکر کرسکو گے، تسبیح پڑھ سکو گے۔

نعمت ملنے پر خدا کا شکر بجالاؤ

فَخَرَجَ عَلٰي قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ۝۱۱

ترجمہ: پھر زکریا (علیہ السلام اپنی) عبادت کی جگہ سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آئے اور ان (قوم کے لوگوں) کو اشارہ سے سمجھایا کہ (روزانہ کے معمول کے مطابق) صبح وشام تسبیح (یعنی عبادت) کیا کرو۔

حضرت زکریا علیہ السلام امام تھے؛ اس لیے اپنے کمرہ سے نکل کر عوام سے کہہ دیا: کہ تم ذکر کرتے رہو، اور تسبیح پڑھتے رہو، ابھی تین دن تک میں تمھارے ساتھ بات نہیں کروں گا۔

وہ مقررہ وقت آ گیا، تین دن ایسے گذرے کہ حضرت زکریا علیہ السلام رات دن اللہ کا ذکر کر رہے ہیں، اللہ کا شکر کر رہے ہیں، کسی کے ساتھ دنیا کی بات نہیں کر رہے ہیں اور اللہ نے ان کے گھر میں بیٹا عطا فرمایا۔

میری دینی بہنو! ہمیں سیکھنے کو ملا کہ اللہ جب اولاد دے یا کوئی اور نعمت دے تو اس پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

عمر میں حضرت یحییٰ علیہ السلام بڑے، مرتبے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام پہلے پیدا ہوئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد میں پیدا ہوئے، اس کے بعد ان شاء اللہ! حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا قصہ آ رہا ہے، حضرت یحییٰ علیہ السلام عمر میں بڑے تھے، حضرت عیسی علیہ السلام عمر میں چھوٹے تھے؛ لیکن درجہ کے اعتبار سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت یحییٰ علیہ السلام سے بڑے تھے۔ اور دونوں کو حدیث شریف میں خالہ زاد بھائی کہا گیا ہے۔

حضرت عیسیٰ اور یحیٰ علیہما السلام کو خالہ زاد بھائی کہنے کی توجیہ

بنی اسرائیل خاندان میں ''فاقوذا'' نام کے ایک بڑے آدمی تھے، ان کی ایک بیٹی حضرت حنہّ تھی، اس حنہّ سے حضرت عمران جیسے نیک صالح اور بیت المقدس کے امام کی شادی ہوئی اور حضرت عمران اور حنہ سے حضرت مریم کی ولادت ہوئی؛ گویا حضرت عمران حضرت عیسی علیہ السلام کے نانا ہوئے۔

فاقوذا کی دوسری بیٹی ایشاع سے حضرت زکریا علیہ السلام کا نکاح ہوا اور ان سے حضرت یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے؛ اس لیے حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت مریم دونوں خالہ

زاد بھائی بہن ہوئے، یہ حقیقی رشتہ ہوا۔

مگر حدیث شریف میں یہ انوکھی تعبیر ہے کہ حضرت مریم کی خالہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خالہ سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو خالہ زاد بھائی فرمایا گیا۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کا ایک اہم کارنامہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا اعلان حضرت یحییٰ علیہ السلام نے بھی کیا تھا، حضرت یحییٰ علیہ السلام کی زندگی کا یہ بڑا کارنامہ تھا کہ انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لا رہے ہیں اس کی خوش خبری لوگوں کو دی، حضرت یحییٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے تقریباً چھ ماہ پہلے دنیا میں آئے اور انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے رشد و ہدایت اور دین کی محنت و اشاعت کا ماحول تیار کیا، قرآن میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًاۢ بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ آپ کو یحییٰ کی (پیدائش کی) خوش خبری دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ایک کلمے (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) کو سچا بتاویں گے۔

اللہ سے بڑی امیدیں قائم کرو

میری دینی بہنو! میں آپ کو ایک عجیب بات بتلاؤں! ہم اللہ سے جتنا مانگتے ہیں، اللہ اپنی شایانِ شان اس سے زیادہ عطا فرماتے ہیں۔

ہم تو کیا ہے؟

ہماری زبان بھی چھوٹی، ہمارا دل بھی چھوٹا، ہماری سوچ بھی چھوٹی، ہم اللہ سے

تھوڑا مانگتے ہیں؛ لیکن اللہ اپنی شایانِ شان اپنی قدرت سے بہت کچھ عطا فرماتے ہیں۔

آپ نے ابھی تھوڑی دیر پہلے سنا کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے لیے تین دعائیں مانگی تھیں، اللہ تعالیٰ نے وہ تینوں نعمتیں عطا فرمائی، اور ساتھ میں تین سے زیادہ دوسری اور خوبیاں بھی عطا کی۔

اس لیے ہمیشہ اپنی اولاد کے لیے بڑی بڑی امیدیں باندھو، خاص دین کے اعتبار سے بڑی بڑی امیدیں باندھو اور اس کی دعا بھی مانگنی چاہیے۔

اولاد کے لیے دعا

میرے مرشدِ ثانی حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم جب کبھی کوئی آدمی اپنی اولاد کے لیے دعا کرانے آتا ہے تو حضرت یوں فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ تمھارے بیٹے کو، تمھاری بیٹی کو تمھاری امیدوں سے بھی بڑھ کر بنائے۔

اِس سے یہ سمجھ میں آیا کہ ہم جو امیدیں باندھتے ہیں، وہ ہماری چھوٹی امیدیں ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ ہماری اولاد کو دینی، دنیوی، علمی، عملی، اخلاقی کمالات سے نوازتے ہیں۔

اولاد کے لیے نیک لوگوں سے دعائیں بھی کروانی چاہیے

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا حضرت انس رضی اللہ عنہ کو لے کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور دعا کی درخواست کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مال اور اولاد میں برکت کی دعا فرمائی، پھر اس دعا کا ثمرہ دنیا نے دیکھا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے یہاں اولاد در اولاد

ہوکر سو(۱۰۰) سے زائد اولاد ہوئی اور مال میں برکت بھی نصیب ہوئی۔

اس سے معلوم ہوا کہ والدین خود بھی اولاد کے لیے دعا کی پابندی کرے اور اللہ کے نیک بندوں سے بھی دعائیں کروائیں۔

اولاد کے لیے ایک جامع دعا

میرے حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لوگ بچوں کو دعا کروانے لاتے تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ پانچ عین سے دعا فرماتے: اللہ تمھارے بچے کو علم، عمل، عمر، عزت، عافیت سے نوازے، پھر فرماتے: ذاکر، شاکر، داعی اور آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔

نرالی خوبیوں والا لڑکا: بچپن میں کتاب وحکمت کا عطا ہونا

غرض! تین چیزیں جو حضرت زکریا علیہ السلام نے مانگی تھیں وہ تو اللہ نے عطا فرما ہی دی، چوتھی نعمت اور خوبی اللہ نے یہ عطا فرمائی کہ ابھی تو حضرت یحییٰ علیہ السلام بچے ہیں اور بچپن میں اللہ تعالیٰ نے ان کو دین کی سمجھ عطا فرمادی: ﴿يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ﴾

اے یحییٰ! کتاب کو مضبوطی سے تھام لو۔

یعنی تورات کے قانون پر پورا عمل کرو اور اسی کے مطابق لوگوں کی رہبری کرو۔

﴿وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا﴾

اور ہم نے ان کو بچپن ہی میں دانائی بھی عطا کردی تھی۔

بچپن میں دین سمجھنے لگے، بچپن ہی سے سمجھ داری، عقل مندی، علم وحکمت، سچی فراست، اللہ کی کتاب کے احکام کا علم، اللہ کی بندگی کے آداب یہ سب ان کو عطا کیا گیا۔

بعض بچے ایسے ہوتے ہیں جو چار برس کی عمر میں قرآن پڑھنے لگتے ہیں، چھ سات سال کی عمر میں حافظِ قرآن بن جاتے ہیں، یہ بھی بچپن میں دین کی سمجھ ہے۔

نرم دلی

پانچویں نعمت اور خوبی: ﴿وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً﴾

خاص اپنے پاس سے نرم دلی بھی عطا کی تھی۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بہت نرم دل بنایا تھا، حضرت یحییٰ علیہ السلام اللہ کے ڈر سے بہت روتے تھے، اتنا روتے تھے کہ رخسار پر آنسوؤں کی نالی جیسے نشان بن گئے تھے، بہت ہی اچھے عبادت واطاعت کے ذوق شوق والے تھے، رحمت وشفقت والے اور نرم دل تھے۔

پاکیزہ اخلاق

چھٹی نعمت اور خوبی صاف ستھرے پاکیزہ چہرہ اور پاکیزہ اخلاق والے تھے، تقوی والے پرہیزگار تھے۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے کبھی گناہ نہیں کیا، کبھی گناہ کا ارادہ بھی نہیں کیا۔

والدین کے خدمت گزار

ساتویں نعمت اور خوبی اللہ نے یہ عطا فرمائی: ﴿وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ﴾

اپنے ماں باپ کی خدمت کرنے والے، ماں باپ کے خدمت گزار، ماں باپ کے آنکھوں کی ٹھنڈک۔

آٹھویں نعمت اور خوبی: ﴿وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا﴾
اللہ کی بھی نافرمانی نہیں اور اللہ کے بندوں کی بھی حق تلفی نہیں۔
اللہ کے حقوق کو بھی ادا کر رہے ہیں، اللہ کے بندوں کے حقوق کو بھی ادا کر رہے ہیں۔

نویں خوبی یہ تھی کہ یحییٰ علیہ السلام میں تکبر نہیں ہوگا، شرارت نہیں کریں گے۔ بعض بچے ماں باپ کے لیے سر کا درد ہوتے ہیں۔

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ: عام طور سے بڑی آرزو کے بعد جو اولاد ملتی ہیں ان میں شرارت، نافرمانی وغیرہ زیادہ ہی ہوتی ہے، حضرت یحییٰ علیہ السلام میں اس قسم کی کوئی بات نہیں تھی۔

بچپن کی عمر میں بھی کھیل سے نفرت

حضرت علامہ شبیر احمد عثانی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ: بچپن میں ایک مرتبہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو ہم عمر لڑکوں نے کھیل کے لیے بلایا تو اس پر آپ نے جواب عنایت فرمایا: ہم کھیل کود کے واسطے نہیں بنائے گئے۔ کیسا عجیب جواب عنایت فرمایا؟

دسویں خوبی: ﴿وَكَانَ تَقِيًّا﴾
متقی پرہیزگار، اللہ تعالیٰ نے ان کو کامل تقویٰ والا بنایا تھا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی

گیارہویں زبردست خوبی اللہ نے یہ عطا فرمائی:
﴿وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ۝١٥﴾

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام ہے ان پر اس دن بھی جس روز وہ پیدا ہوئے، اس دن بھی جس روز انہیں موت آئے گی، اور اس دن بھی جس روز انہیں زندہ کر کے دوبارہ اٹھایا جائے گا۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام جس دن پیدا ہوئے اس دن بھی ان کے لیے سلامتی ہے۔

جس دن یحییٰ علیہ السلام کی موت ہوگی اس دن بھی سلامتی ہے۔

اور قیامت میں جب اللہ کے دربار میں اپنی قبر سے نکل کر آئیں گے، تب بھی ان کے لیے سلامتی ہے۔ اللہ کی طرف سے سلامتی کا پیغام مل جائے، اس سے بڑی کوئی اور نعمت نہیں ہوسکتی؟

خلاصہ یہ ہے کہ کسی بھی وقت، کسی بھی حالت میں ان پر خدا تعالیٰ کی پکڑ نہیں، ولادت سے موت اور موت سے قیامت تک خدا کی پکڑ سے ہمیشہ امن میں رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا سلام

آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام کا ذکر آیا ہے۔

اللہ تعالیٰ جس بندہ پر بھی سلام بھیجیں وہ اس بندہ کے لیے بڑی عزت اور بڑی شرافت کی بات ہے۔ اللہ ہمیں بھی اپنے فضل سے یہ نعمت عطا فرمائے، آمین۔

حیرت انگیز کارناموں والے ہمارے دو بزرگ

ہمارے ایک بزرگ گزرے ہیں؛ مجاہدِ قوم و ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ، اللہ نے ان کو بڑی خوبیوں کا مالک بنایا تھا۔

حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا حفظ الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

دونوں کی زندگی کے متعلق ہم کو بڑی حیرت ہے، دونوں کی زندگی میں اسفار کی کثرت، عملی، دینی محنت، ایک دعوت وتبلیغ کے میدان میں، دوسرے جنگِ آزای اور آزادی کے بعد کے مسلمانوں پر آئے ہوئے حالات میں بے مثال خدمت انجام دے رہے ہیں، رات دن عوام سے واسطہ پڑ رہا ہے، پھر بھی ان دونوں حضرات کی علمی تصانیف دیکھو تو لگتا ہے کہ سالہا سال کی یکسوئی اور محنت کے بعد یہ کام ہوئے ہیں، ایسے تحقیقی اور مثالی تصنیفی کارنامے ان دونوں حضرات کے ہوئے، ذلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء.

حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کے واقعات پر "قصص القرآن" نامی کتاب میں بڑا علمی، تحقیقی، تدقیقی کام کیا ہے۔

انسانی زندگی کے تین نازک اوقات

حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

انسان کے لیے سب سے زیادہ تین اوقات نازک اور اہم ہیں:

① ولادت کا وقت: یعنی پیدائش کا وقت جب انسان ماں کے پیٹ سے جدا ہو کر دنیا میں آتا ہے۔ ② موت کا وقت: جب دنیا سے نکل کر "برزخ" قبر کی دنیا میں پہنچتا ہے۔ ③ حساب کا دن: جب قبر سے نکل کر آخرت کی دنیا میں اعمال کے حساب کے لیے حاضری دیتا ہے۔

اگر ان تین اوقات میں اللہ کی طرف سے کسی کو سلامتی کی خوش خبری مل جائے تو اس کو دنیا وآخرت کی سعادت مندی کا پورا پورا ذخیرہ مل گیا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ نعمت اپنے فضل سے عطا فرمائے، آمین۔

لوگوں کی نظر میں پسندیدہ

قرآن میں ایک جگہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو ”سیّد“ بھی فرمایا گیا ہے یعنی اللہ کی نظر میں اور لوگوں کی نظر میں پسندیدہ و برگزیدہ تھے، گویا سیادت، سرداری بھی ملی۔

اور ”حصور“ یعنی جن برے کاموں سے بچنا، جن گناہوں سے دور رہنا ضروری ہے ان تمام برے کاموں اور گناہوں سے دور رہنے والے اور بچنے والے انسان تھے اور نیکی اور بھلائی کے کاموں کو جلدی جلدی کرتے۔

میری دینی بہنو! حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنی اولاد کے لیے تین دعائیں مانگیں، اللہ نے ان کی اولاد کو کتنی ساری خوبیوں سے مالا مال کر دیا، ایسے کمالات اور خوبیوں والی اولاد حضرت زکریا علیہ السلام کو اللہ نے عطا فرمائی، یہ سب نعمتیں کیسے ملیں؟

دعا کی برکت باکمال اولاد

حضرت مریم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بے موسم پھلوں کی نوازش ہوئی، اس کو دیکھ کر اللہ نے حضرت زکریا علیہ السلام کو ایک جذبہ عطا فرمایا، دعا کی توفیق ہوئی اور جہاں حضرت مریم عبادت کرتی تھیں، اسی برکت والی جگہ پر حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا کی، اللہ نے اتنی بڑی نعمت سے ان کو نواز دیا کہ ان کے یہاں اللہ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام جیسا خوبیوں والا بیٹا عطا فرما دیا۔

عبادت کی طاقت

میری دینی بہنو! اللہ نے تمھاری عبادت، تمھاری بندگی کو اتنا طاقت والا بنایا

ہے، اس میں ایسی تاثیر اللہ نے رکھی ہے کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ ایک نبی کو باکمال اولاد جیسی نعمت سے نوازتے ہیں۔

میاں بیوی کو ضروری ہدایات

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے اولاد کے لیے ایک خاص بات بیان فرمائی ہے، وہ بھی میں آپ کے سامنے ذکر کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَىِٕنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۸۹﴾ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹۰﴾ (الأعراف)

ترجمہ: اسی (اللہ تعالیٰ) نے تم کو ایک جان (حضرت آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا اور اس میں سے ان کی بیوی (حوّا) کو پیدا کیا؛ تاکہ وہ اس سے سکون حاصل کرے، پھر جب اس (مرد) نے اس (عورت) کو ڈھانپ لیا تو (شروع میں) عورت کو بالکل ہلکا سا حمل رہ گیا تو وہ اس (حمل) کو لے کر (بے تکلف) چلتی پھرتی رہی، پھر جب وہ (حمل والی) عورت (حمل کے بڑا ہونے سے) بھاری ہوگئی تو وہ دونوں (میاں بیوی) اللہ تعالیٰ۔ جو ان دونوں کے رب ہیں۔ سے دعا کرتے ہیں کہ: اگر ہم کو صالح (یعنی مکمل، تندرست، نیک) اولاد دیں گے تو ہم شکر کرنے والوں میں سے ہوجائیں گے ﴿۱۸۹﴾ سو جب اس (اللہ تعالیٰ) نے ان کو صحیح سلامت (تندرست، نیک) بچہ دیا تو وہ دونوں اس (اللہ تعالیٰ) کی دی ہوئی نعمت میں شریک بنانے لگے، سو جو شریک وہ لوگ بناتے

ہیں سو اللہ تعالیٰ تو اس سے بہت دور ہیں۔

اس آیت میں اللہ نے میاں بیوی کے لیے بہت ہی اہم اور ضروری ہدایت ارشاد فرمائی، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

میاں بیوی کا ایک جنس سے ہونا اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے

وہ اللہ جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا؛ یعنی حضرت آدم علیہ السلام میں سے تمام مرد و عورت کو اللہ نے پیدا فرمایا اور آدم علیہ السلام میں سے اللہ نے ان کی بیوی حوا کو پیدا فرمایا۔

یہ انسان کے لیے جوڑا (coupel) مرد کے لیے عورت، عورت کے لیے مرد دونوں ایک جنس اور ایک ذات میں سے ہیں، یہ بھی اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔

میاں بیوی میں سکون ہو تو دنیا ان کے لیے جنت کا نمونہ ہے

آگے اللہ فرماتے ہیں: اللہ نے مرد کے لیے عورت کو بنایا؛ تاکہ سکون حاصل کریں۔

اس لیے دینی بہنو! میاں بیوی کے درمیاں سکون اور چین ہو تو دنیا ان کے لیے جنت کا نمونہ بن جاتی ہے اور اگر سکون، چین زندگی میں نہ ہو تو دنیا جہنم کا نمونہ بن جاتی ہے، قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اس کو خاص طور پر بیان کیا۔

آج دنیا کی نئی ترتیب جس نے سکون چھین لیا ہے

آج کل اس دنیا کی جو ایک نئی ترتیب ہے اس ترتیب میں سکون ختم ہوتا جا رہا

ہے، نئی ترتیب کون سی؟

عورتوں میں بے پردگی کا آنا، اس سے سکون ختم ہوتا ہے۔

عورت کا گھر سے باہر نکل کر کاروبار میں جانا، دکان پر جانا، یہ سکون کو ختم کرنے کا ذریعہ بننے والی چیز ہے۔

دینی بہنو! شریعت پر عمل کرنے کی برکت سے ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ میاں بیوی دونوں کو سکون اور چین عطا کریں گے، کام خدائی تقسیم کے مطابق کرو، مرد گھر کے باہر کے کام کریں اور عورتیں گھر کے اندر کے کام کریں۔

حمل کی حالت میں میاں بیوی کی فکر

آگے اللہ ارشاد فرماتے ہیں: اللہ ان دونوں میاں بیوی کو ان کی شادی والی زندگی میں بچہ عطا کرتے ہیں اور جب عورت حاملہ (pregnent) ہوتی ہے تو شروع میں بالکل پیٹ اس کا ہلکا ہوتا ہے، آسانی سے وہ چلتی پھرتی ہے، پھر جب پیٹ میں وزن زیادہ ہو جاتا ہے اور تکلیف بڑھنا شروع ہو جاتی ہے اور میاں بیوی کو یقین ہو جاتا ہے کہ اب اللہ تعالیٰ ان کے گھر میں اولاد دیں گے تو دونوں کی فکر بڑھ جاتی ہے۔

اور فکر کرنے کی ضرورت بھی ہے دینی بہنو! اس لیے کہ بہت سی مرتبہ ایسا ہوتا ہے آپ نے بھی نیوز (news) میں اخبار میں کبھی سنا ہوگا کہ بچہ یعنی حمل وقت سے پہلے گر گیا یا عورت کے پیٹ سے جانور کی شکل کا بچہ نکلا یا بدن میں عیب والا بچہ پیدا ہوا؛ اس لیے حمل کے زمانے میں خوب دعا کریں اور دعا کروائیں بھی کہ اللہ تعالیٰ ان کے گھر میں انسان بچہ عطا کرے، کوئی دوسرا جانور جیسا بچہ نہ آوے، ایک دعا اس کی بھی

کرنی چاہیے۔

دوسری دعا یہ کرنی چاہیے کہ بہت سی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ بچہ ہوتا ہے؛ لیکن اس کے اندر عیب ہوتا ہے، اندھا بچہ ہوا، کان کے بغیر کا ہو، کان والا ہے؛ لیکن بہرا ہے، بولتا نہیں، لولا لنگڑا ہوا تو اس طرح کا عیب والا بچہ اپنے والدین کے لیے بڑی آزمائش بن جاتا ہے۔

اللہ ہمارے گھر میں کامل تندرست بچے عطا فرمائے، آمین۔

اللہ سے دعا کرنی چاہیے اور ایک تیسرا عیب یہ کہ بچہ بڑا ہو کر نافرمان بن جائے؛ اس لیے دعا کرنی چاہیے کہ اللہ بچے کو نیک اور صالح بناوے، بڑا ہونے کے بعد وہ اخلاقی اعتبار سے بھی عیب والا نہ ہو، اس کی بھی اللہ سے دعا کرنی چاہیے۔

سنت پر عمل کرنے کا نقد انعام

میں آپ کو ایک بڑی کام کی بات بتاؤں، ایک سیرت کی کتاب میں میں نے پڑھا ''سیرتِ حضورِ اکرم ﷺ'' حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالحی عارفیؒ جو حضرت تھانویؒ کے خلیفہ تھے، انھوں نے نقل کیا ہے: دسترخوان پر کھانا کھاتے وقت دانا اور لقمہ نیچے گر جاتا ہے تو اس لقمے کو اٹھا کر کھانا سنت ہے۔

لقمہ اٹھا کر کھالیوے تو اللہ تعالیٰ ان کے یہاں اولاد تندرستی والی پیدا کریں گے، ان کی اولاد میں عیب نہیں رہے گا، ان میں اندھا پن نہیں آئے گا، اس میں کوئی بیماری، کوئی معذوری بچپن سے نہیں آئے گی اور خوب صورت اولاد پیدا ہوگی، نبیٔ کریم ﷺ کی اس سنت پر عمل کرنے کا نقد انعام یہ ملے گا۔

حیض کے زمانے میں ہم بستری سے بچہ عیب والا

دوسری خاص بات جب بات آئی ہے تو میں عرض کروں: حیض کے زمانے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ میاں بیوی دونوں جماع کرنے سے الگ رہے یعنی ضرورت پوری نہ کرے، حیض کے زمانے میں ضرورت پوری کرنا حرام ہے، یہ بھی بزرگوں نے کتابوں میں لکھا ہے کہ حیض کے زمانے میں جماع کرنے سے بچے میں عیب آتا ہے، بدن میں کوئی کمزوری رہ جاتی ہے، اس کے ذمے دار ماں باپ بھی بنتے ہیں۔

اولاد اللہ ہی دیتا ہے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ جب اولاد عطا فرماوے تو زبان سے کبھی یہ مت کہنا کہ فلاں نے ڈاکٹر کی وجہ سے بچہ پیدا ہوا؛ بلکہ اس پیدا ہونے والے بچے کو اللہ کی نعمت سمجھنا اور ہمیشہ یہ کہنا کہ: یہ بچہ میرے اللہ نے اپنے فضل وکرم سے مجھے عطا کیا ہے۔

اس بچے کے پاس بھی کوئی غلط کام مت کروانا، بہت سے بچے کو لے جا کر درگاہ پر سر رکھواتے ہیں، بچوں کی بابری بڑھاتے ہیں، عجیب عجیب شرک وکفر والے کام کرتے ہیں، منتیں مانتے ہیں، ایسا کوئی غلط کام نہیں کرنا چاہیے، اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت بچوں سے بھی کروانے کی۔

بچے کے نام اسلامی رکھنے چاہیے

بچے کے نام اسلامی رکھیں کہ اللہ کا شکر ظاہر ہو، جیسے کہ عبداللہ، عبدالرحمن ایسے

نام رکھیں گے تو ان ناموں سے اللہ کا شکر ظاہر ہوگا کہ یہ بچہ اللہ کی نعمت ہے، اللہ نے عطا فرمایا ہے۔

آج کل ہم بہت سارے نام غیر اسلامی رکھتے ہیں، پتہ ہی نہیں چلتا کہ یہ کسی مسلمان کا نام ہے کہ غیر مسلم کا نام ہے۔

یہ کچھ ضروری ہدایات جو قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے سورۂ اعراف میں عطا فرمائی تھی وہ میں نے آپ کے سامنے ذکر کی۔

پاک دامنی کا ایک عجیب قصہ

اب آج کی مجلس کے اختتام پر ایک اہم واقعہ سناتا ہوں، اس سال ربیع الاول کے مہینے میں میرا مصر کا سفر ہوا تھا، عجیب وغریب وہاں قرآن وحدیث کی باتیں ہیں، مصر کے سفر کی پوری کارگذاری میں نے بیان کی ہے، وہ انٹرنیٹ پر موجود ہے، آپ اس کو سن سکتے ہیں، اور کتاب ''دیکھی ہوئی دنیا جلد: تین'' میں بھی چھپ چکی ہے، ایک خاص قصہ جو آپ کے لائق تھا وہ میں آپ کو سنانا مناسب سمجھتا ہوں۔

مصر میں ''قرافہ'' ایک علاقہ ہے، وہاں حضرت امام شافعیؒ کی قبر ہے، دوسرے بڑے بڑے اولیاء کی قبریں ہیں، وہیں پر امام ابوالحسن طاہر ابن غلبون کی قبر ہے، ان کے بازو میں ان کی بیٹی کی قبر ہے، اس کی قبر کو ''عَرُوْسَةُ الصَّحْرَاء'' یعنی جنگل کی دلہن کہتے ہیں، اس لڑکی کا ایک عجیب وغریب قصہ میں نے ایک کتاب میں پڑھا، مشہور مؤرخ علامہ سخاوی حنفیؒ کی عربی میں ایک کتاب ''تحفة الأحباب وبغية الطلاب في الخطط والمزارات والتراجم والبقاع'' میرے پاس ہے جس میں مصر کی پوری

تاریخ لکھی ہوئی ہے، اس میں میں نے ایک قصہ پڑھا وہ قصہ میں آپ کو سناتا ہوں:

یہ لڑکی ایسی تھی کہ اس کے ابا بہت بڑے عالم اور بہت بڑے اللہ والے تھے، بہت بڑے قاری تھے، انھوں نے اپنی بیٹی کی ایسی تربیت کی تھی کہ وہ بڑی نیک، صالحہ، بہت پارسا تھی، جب بیٹی جوان ہوگئی تو ابا جان نے اپنی بیٹی کا نکاح اپنے سگے بھتیجے سے کرایا، وہ لڑکی اتنی نیک اور صالحہ تھی کہ اس نے پوری زندگی کسی مرد کا چہرہ نہیں دیکھا تھا، صرف اپنے ابا جان کو دیکھا تھا، اپنے ابا کے علاوہ کسی بھی مرد کا چہرہ پوری زندگی میں اس نے نہیں دیکھا تھا، کیسی عفیفہ اور پاک دامن، نیک، صالحہ وہ لڑکی ہوگی؟

جب اس کا نکاح ہوا تو نکاح کے بعد اس کا شوہر اپنی دلہن کے پاس گیا اور دلہن کے چہرے پر سے اس نے پردہ ہٹایا تو اس لڑکی کو اتنی حیا اور شرم آئی کہ اس کے پورے بدن پر پسینہ پسینہ ہوگیا اور پورے بدن سے پسینہ بہنے لگا اور مارے پسینے کے اس نے دعا کی:

اَللّٰهُمَّ لَا تَهْتِكْنِيْ عَلٰى يَدِ أَحَدٍ۔

ترجمہ: اے اللہ! کسی کے ہاتھ پر مجھے رسوا نہ فرما۔

چنانچہ اللہ نے اس کی دعا قبول کی اور اس کا اسی وقت انتقال ہوگیا، پھر لوگوں نے اس کو دفن کیا، اس کے ابا کی قبر بھی اس کے بازو میں بنی، آج تک اس لڑکی کی زندہ کرامت یہ ہے کہ اس لڑکی کی قبر کے پاس چھوٹے چھوٹے دو کھمبے بنے ہوئے ہیں، کھمبے پر وہ گول بنا ہوا ہے، کتابوں میں بھی لکھا ہے اور لوگ بھی وہاں جا کر مشاہدہ کرتے ہیں کہ کوئی بھی آدمی اس لڑکی کی قبر پر جائے اور اس کھمبے کے پاس جو گول بنے ہوئے

ہیں وہاں ہاتھ رکھے تو سخت ٹھنڈی کے موسم میں بھی جو انسان ہاتھ رکھتا ہے اس کے بدن پر پسینہ نکل آتا ہے۔

اور یہ بھی مشہور ہے کہ اس لڑکی کی قبر کے پاس کھڑے رہ کر جو دعا مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ اس دعا کو قبول فرمالیتے ہیں، ایسی وہ نیک اور پارسا اور صالحہ لڑکی تھی، اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی ایسی حیا اور پاک دامنی اور شرم عطا فرمائے، آمین۔

آج کے گندے ماحول سے حفاظت کے لیے حدیث میں آئی ہوئی چند اہم دعائیں:

پہلی دعا

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ الْهُدٰى وَالتُّقٰى وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰى. (الحزب الأعظم:۳)

اے اللہ! میں آپ سے ہدایت، تقوی، پاک دامنی اور مال داری کا سوال کرتا ہوں۔ یہ چار چیزیں، ہدایت، تقوی، پاک دامنی اور مال داری، جن کی ہم سب کو ضرورت ہے۔

دوسری دعا

دوسری ایک دعا جو ترمذی شریف میں آئی ہے:

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنْ مُنْكَرَاتِ الْأَخْلَاقِ وَالْأَعْمَالِ وَالْأَهْوَاءِ وَالْأَدْوَاءِ.

اے اللہ! ایسے اخلاق جو آپ کو پسند نہ ہوں اور برے اعمال اور بری خواہش

اور امراضِ بد سے آپ کی حفاظت میں آتا ہوں۔

تیسری دعا

ایک تیسری دعا: اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ سَمْعِيْ، وَمِنْ شَرِّ بَصَرِيْ، وَمِنْ شَرِّ لِسَانِيْ،وَمِنْ شَرِّ قَلْبِيْ، وَمِنْ شَرِّ مَنِيِّيْ .

اے اللہ! میں اپنے کانوں کی برائی اور اپنی آنکھوں کی برائی اور اپنی زبان کی برائی اور گندی شہوت کی برائی سے آپ کی حفاظت میں آتا ہوں۔

اس لیے کہ گناہ کان سے ہوتے ہیں، آنکھ سے ہوتے ہیں، زبان سے بات کر کے ہوتے ہیں اور گندی خواہش سے ہوتے ہیں، یہ تینوں دعا جو حدیث میں آئی ہیں، بڑی زبردست، بڑی قیمتی دعا ہے، ان دعاؤں کو اللہ کی بارگاہ میں مانگا کرو، نفل نماز کے آخری قاعدہ میں بھی مانگو، نماز کے علاوہ بھی مانگو، ان شاء اللہ! بری زبان سے بھی اللہ حفاظت کریں گے، زبان بھی اچھی اور میٹھی بنا دیں گے، برے اخلاق سے بھی اللہ بچائیں گے اور گندی خواہشات سے بھی اللہ بچائیں گے اور بری عادتوں سے بھی اللہ بچائیں گے، یہ حدیث میں آئی ہوئی دعائیں ہیں جو نبیٔ کریم ﷺ نے سکھلائی، بڑی عجیب وغریب دعائیں ہیں۔

چوتھی دعا

ایک اور دعا جو روایتوں میں آئی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ: نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا تو آدم علیہ السلام

کعبہ کے پاس گئے اور کعبہ کے پاس جا کر دو رکعت نماز پڑھی، اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ایک دعا سکھلائی اور ارشاد فرمایا کہ: یہ دعا پڑھو، تمھاری توبہ ہم قبول کرلیں گے اور جو بھی اس دعا کو پڑھے گا اللہ اس کے گناہ معاف کردیں گے، اس کی ضرورت کو پورا کریں گے، شیطان سے حفاظت کریں گے اور سب طرف سے اللہ تعالیٰ اس کو روزی عطا کریں گے اور دنیا اس کے پاس مجبور ہوکر آئی گی چاہے وہ اس کو نہ چاہے، یہ دعا حضرت آدم علیہ السلام کو سکھلائی گئی تھی، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو سکھلائی، وہ دعا یہ ہے، اس کو یاد کر کے ہمیں مانگنا چاہیے:

اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ سِرِّيْ وَ عَلَانِيَتِيْ فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِيْ، وَتَعْلَمُ حَاجَتِيْ فَأَعْطِنِيْ سُؤْلِيْ، وَتَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ. اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ إِيْمَانًا يُّبَاشِرُ قَلْبِيْ، وَيَقِيْنًا صَادِقًا حَتّٰى أَعْلَمَ أَنَّه لَايُصِيْبُنِيْ إِلَّا مَا كَتَبْتَ لِيْ، وَرِضاً بِمَا قَسَمْتَ لِيْ؛ إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ.(الحزب الأعظم:منزل:٦)

اے اللہ! آپ میری چھپی ہوئی اور میری ظاہری حالت کو جانتے ہیں، اے اللہ! میرے عذر کو قبول کر لیجیے۔ اے اللہ! آپ میری حاجت کو جانتے ہیں؛ لہٰذا میرے سوال کو آپ پورا کردیجیے۔ اے اللہ! میرے دل میں جو ہے آپ جانتے ہیں آپ میرے گناہ کو معاف کردیجیے۔

اے اللہ! میں آپ سے ایمان کا سوال کرتا ہوں، ایسا ایمان جو میرے دل میں رچ بس جائے اور سچے یقین کا سوال کرتا ہوں، ایسا یقین کہ مجھے اچھی طرح اعتقاد حاصل ہوجائے کہ جو مصیبت آپ نے میرے لیے لکھی ہے وہی پہنچے گی، اس کے علاوہ

کوئی چیز مجھے نہیں پہنچ سکتی اور آپ نے میرے لیے جو نعمت تقدیر میں لکھ دی، جو تقسیم میرے لیے کی ہے اس پر میں خوش رہوں، اے اللہ! ایسی مجھے توفیق عطا فر، بے شک آپ ہر کام کر سکتے ہیں۔

اس دعا کو بھی مانگو، اس کی برکت سے گناہ معاف ہوں گے، توبہ قبول ہوگی، روزی میں برکت ہوگی، شیطان سے حفاظت ہوگی، اللہ ضرورت کو پوری کریں گے اور خوب نوازیں گے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی نیک اور اچھی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وأخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

حضرت عمران کی بیوی کا
اور ان کی لڑکی حضرت مریم
رضی اللہ عنہا کی پیدائش کا عجیب واقعہ

مختصر تعارف

نام: حنہ بنت فاقاذ بن فتیل۔

شوہر: بنی اسرائیل کا مردِ صالح حضرت عمران بن باشہم بن آمون۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس گھرانے کو اپنی نعمتِ عظمی کے لیے منتخب فرما لیا تھا۔

یہ گھرانہ اپنے زمانے میں تمام لوگوں سے زیادہ بہتر تھا۔

اسی لیے تو اللہ عزوجل نے تمام جہانوں میں سے انہی لوگوں کا انتخاب فرمایا۔

یہ گھر والے اس دور میں خیر وبرکت والے لوگوں میں سے تھے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ نَحْمَدُہ وَنَسْتَعِیْنُہ وَنَسْتَغْفِرُہ وَنُؤْمِنُ بِہ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہ مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا،مَنْ یَّھدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہ وَمَنْ یُّضْلِلْہ فَلَاھادِیَ لَہ وَنَشْھدُ اَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہ لَاشَرِیْکَ لَہ وَنَشْھدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ شَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہ وَرَسُوْلُہ،صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہ وَ عَلٰی اٰلِہ وَاَصْحَابِہ وَذُرِّیَّاتِہ وَ اَھلِ بَیْتِہ وَاَھلِ طَاعَتِہ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً

اَمَّا بَعْدُ!فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ ۚ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰی ؕ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ؕ وَلَیْسَ الذَّکَرُ کَالْاُنْثٰی ۚ وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَاِنِّیْٓ اُعِیْذُهَا بِکَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ﴿۳۶﴾ (اٰلِ عمران)

ترجمہ: (اللہ کے یہاں دعا قبول ہونے کا واقعہ سنو!) جب کہ عمران کی بیوی (حنہ) نے کہا: اے میرے رب! میں نے آپ کے لیے منت مانی ہے کہ جو بچہ میرے پیٹ میں ہے وہ (سب دنیوی کاموں سے) آزاد (ہوکر آپ کے لیے وقف) ہوگا سو آپ میری طرف سے (اس منت کو) قبول فرمالیجیے، یقینی بات ہے کہ آپ ہر ایک بات کو سنتے ہیں، ہر ایک بات کو جانتے ہیں ﴿۳۵﴾ پھر جب اس (عمران کی بیوی) کو لڑکی پیدا ہوئی تو وہ (افسوس سے) کہنے لگی: اے میرے رب! مجھ سے تو لڑکی پیدا ہوئی: حالاں کہ اللہ تعالیٰ تو پوری طرح جانتے ہیں اس (لڑکی کی شان) کو جوان کے یہاں

پیدا ہوئی ہے اور لڑکا (جس کی وہ تمنا کرتے تھے) اِس لڑکی جیسا نہیں ہوسکتا اور میں نے اس کا نام "مریم" رکھا اور میں اس (لڑکی) کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے آپ کی حفاظت میں دیتی ہوں ﴿۳۶﴾

قرآنِ مجید کی ان آیات میں ایک بہت ہی نیک اور صالحہ، اللہ کی عبادت کرنے والی بندی کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے، اس میں بہت ساری نصیحت اور فائدے کی باتیں ہیں، اللہ تعالیٰ ان باتوں کو سن کر ہماری تمام دینی بہنوں اور تمام مردوں کو عمل کی توفیق عطا فرمائے، اور ہماری بہنوں کو خصوصاً ایسی نیک اور صالحہ بنادے۔

اللہ کی اس نیک بندی کا نام "حِنّہ" ہے۔

حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا کے شوہر

حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا بڑی نیک عورت تھیں، ان کے شوہر کا نام "عمران" تھا، حضرت عمران بہت نیک آدمی تھے، بیت المقدس کے امام تھے، جیسے آج حرم شریف سے کوئی امام صاحب آجائے، تو ہم ان کو کتنی عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں، اسی طرح حضرت عمران جو بیت المقدس کے امام تھے، ان کا بہت بڑا مرتبہ تھا، اللہ کے چہیتے اور لاڈلے بندے تھے، اللہ کے خاص بندوں میں سے تھے۔

حضرت عمران حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خاندان میں سے تھے، اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ حضرت حنہ رضی اللہ عنہا کا خاندان پیغمبروں کا خاندان ہے۔

حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا کی حسرت ودعا

حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا کے یہاں اولاد نہیں تھیں، حیض بھی نہیں آتا تھا، ایک دن

حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا اپنے گھر کے برآمدہ (Passage) میں باہر نکلی ہوئی تھیں، وہاں ایک درخت تھا، حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا کی نظر اس درخت پر پڑی، اس پر ایک پرندہ بیٹھا ہوا تھا، اور اس پرندہ کے پاس اس کا بچہ تھا اور وہ اپنے اس بچے کو پیار کر رہا تھا۔

آپ نے بھی کبھی یہ منظر دیکھا ہوگا کہ ایک پرندہ اپنے چھوٹے بچے کی چونچ میں چونچ ڈال کر کتنے پیار سے دانا کھلاتا ہے۔

حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا نے یہ منظر دیکھا تو ان کا دل بھر آیا، دل میں آرزوئیں پیدا ہونے لگیں کہ یہ کتنا خوش نصیب پرندہ ہے کہ اپنے بچے کو محبت کر رہا ہے، میرے پاس اگر کوئی بچہ ہوتا تو میں بھی اللہ کے لیے اپنے بچہ کو پیار کرتی۔

ہر عورت کا یہ فطری جذبہ ہوتا ہے کہ اس کی گود میں بچہ ہو اور وہ اس بچے سے پیار کرے۔ حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا نے اسی وقت اللہ کی بارگاہ میں دعا کی:

اے میرے اللہ! تو جانتا ہے، میرے پاس اولاد نہیں ہے، اے اللہ! تو اپنی مہربانی سے مجھے اولاد عطا فرما۔

انھوں نے اللہ کی بارگاہ میں پورے اخلاص کے ساتھ اولاد کے لیے دعا کی۔

اولاد حاصل کرنے کا نسخہ

میری دینی بہنو! اولاد حاصل کرنے کے لیے سب سے زیادہ مؤثر اگر کوئی چیز ہے تو وہ اللہ کے سامنے دعا ہے، دعا کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ ان شاء اللہ! اولاد کی آرزو پوری فرمائیں گے اور دعا بھی اللہ تعالیٰ سے ایسی مانگنی چاہیے کہ اللہ نیک اور صالح اولاد عطا فرمائے، قرآن میں ایک پیغمبر کی دعا ہے:

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۸﴾ (آلِ عمران)

ترجمہ: اے میرے رب! آپ مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرمائیے، یقینی بات ہے کہ آپ دعا کو بہت سنتے ہیں۔

اِس دعا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نیک اولاد کی طلب اللہ کے نبیوں کی سنت ہے۔

اولاد دینا اللہ کی قدرت میں ہے

میری بہنو! اولاد دینا اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ﴿۴۹﴾ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾ (شوریٰ)

ترجمہ: وہ (اللہ تعالیٰ) جس کو چاہتے ہیں (اس کو) بیٹیاں عطا کرتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں بیٹے عطا کرتے ہیں ﴿۴۹﴾ یا ان کو لڑکے اور لڑکیاں (دونوں) جمع کر دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں (اس کو) بانجھ (یعنی بے اولاد) رکھتے ہیں، یقیناً وہ (اللہ تعالیٰ) بڑے جاننے والے، بڑے قدرت والے ہیں ﴿۵۰﴾

اِس لیے اولاد اللہ ہی سے مانگنی چاہیے، اللہ ہی حفاظت فرمائے، اولاد کی خاطر ہماری بعض بہنیں غیر شرعی طریقہ سے علاج، معالجے، تعویذ کرواتی ہیں، یہاں تک کے غیر مسلم عاملوں کے پاس بھی جاتی ہیں، یہ تو اپنا ایمان خطرہ میں ڈالنے والی چیز ہے۔

مبارک عورت: جس کے بطن سے پہلے لڑکی پیدا ہو

اِن آیات میں بچوں کے اقسام بیان کرنے میں حق تعالیٰ نے پہلے لڑکیوں کا ذکر فرمایا ہے، اسی آیت کے اشارہ سے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: جس

عورت کے بطن سے پہلے لڑکی پیدا ہووہ مبارک ہوتی ہے۔ (قرطبی)

ایک اور حدیث میں ہے کہ: وہ عورت مبارک ہوتی ہے جس کے پہلے پیٹ سے لڑکی پیدا ہو۔

ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ: جس کو ان لڑکیوں میں سے کسی کے ساتھ سابقہ پڑے اور پھر وہ ان کے ساتھ احسان کا برتاؤ کرے تو یہ لڑکیاں اس کے لیے جہنم کے درمیان پردہ بن کر حائل ہوجائیں گی۔ (روح البیان)

خلاصہ یہ ہے کہ لڑکی کے پیدا ہونے کو بُرا سمجھنا جاہلیت کی بُری رسم ہے، مسلمانوں کو اس سے اجتناب کرنا چاہیے اور اس کے بالمقابل جو اللہ کا وعدہ ہے اس پر مطمئن اور مسرور ہونا چاہیے۔

حصولِ اولاد کا دوسرا قرآنی نسخہ

قرآن میں ایک اور جگہ اللہ فرماتے ہیں:

اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ط اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ﴿۱۰﴾ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ﴿۱۱﴾ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ. (نوح)

ترجمہ: تم اپنے رب سے استغفار کرو، یقین رکھو وہ بہت معاف کرنے والے ہیں ﴿۱۰﴾ وہ تمھارے اوپر آسمان سے خوب بارش برسائیں گے ﴿۱۱﴾ اور تمھارے مال اور اولاد میں مدد کریں گے۔

اگر کسی کے پاس اولاد نہیں ہے تو اولاد حاصل کرنے کا وظیفہ، اللہ نے قرآن میں ایک دوسرا بھی بتلایا کہ استغفار کرو، خوب استغفار کرو، استغفار کی برکت سے اللہ

ان شاء اللہ! اولاد عطا فرمائیں گے۔

تو اولاد حاصل کرنے کے لیے یہ دو چیزیں یاد رکھنا:

① اللہ سے دعا مانگنا ② استغفار کرنا۔

ہماری ایک غلطی

حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا نے اللہ کی بارگاہ میں اخلاص اور دل میں تڑپ کے ساتھ دعا مانگی، وہ دعا اللہ کے یہاں ضرور قبول ہوتی ہے جو دل کی تڑپ، طلب اور رقت کے ساتھ مانگی جائے۔

آج جب ہم دعا کرنے کے لیے بیٹھتے ہیں تو دل تو ہمارا مطبخ میں ہوتا ہے، اور زبان سے ہم اللہ تعالیٰ کو فہرست گنواتے ہیں، شاید ایسا لگتا ہے کہ کسی کو چیزوں کی فہرست نوٹ کروا رہے ہوں، یاد رکھو دل کی تڑپ کے ساتھ، دل کی طلب کے ساتھ جو دعا ہوگی اللہ تعالیٰ اس دعا کو ان شاء اللہ! قبول فرمالیں گے۔

قبولیتِ دعا

حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا کی دعا کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالیا، اسی وقت ان کو حیض آنا شروع ہوگیا، حیض سے پاک ہونے کے بعد شوہر سے ملاقات ہوئی، اللہ تعالیٰ نے ان کو حمل عطا فرمایا، یہ خدا تعالیٰ کی قدرت تھی، اس کے بعد جب حضرت حنّہ کو یقین ہوگیا کہ میرے پیٹ میں بچہ ہے تو انھوں نے ایک بڑا زبردست، عجیب کام کیا، جو میں ہماری دینی بہنوں کو بتلانا چاہتا ہوں، حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا کو یہ معلوم نہیں ہے کہ میرے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ لڑکا ہے کہ لڑکی۔

اولاد کو دین کے لیے فارغ کرنا

اُس زمانے میں یہ رواج تھا کہ لوگ اپنے چھوٹے لڑکے کو اللہ کے دین کی خدمت کے لیے وقف کر دیتے تھے، ایسی مائیں اس زمانہ میں ہوتی تھیں کہ لڑکا پیدا ہوا تو نیت کر لیتی تھیں کہ میرا یہ لڑکا اللہ کے دین کی خدمت کے لیے ہے اور اس بچے کے پاس وہ دنیا کا کوئی کام نہیں کرواتی تھیں، اور اس زمانے میں ان کا مرکز بیت المقدس تھا، جیسے آج کعبہ شریف ہے، تو وہ مائیں نیت کرتی تھیں کہ میرے لڑکے کو بیت المقدس کی خدمت کے لیے دے دوں گی۔

اللہ ہماری دینی بہنوں کو یہ جذبہ عطا فرمائے کہ اپنی اولاد کو دین کا علم سکھانے کے لیے فارغ کرنے کی نیت کریں کہ: ہمارے بچوں کو ان شاء اللہ! حافظ بنائیں گے، عالم بنائیں گے، دین کا داعی بنائیں گے، مفتی بنائیں گے، کامل مسلمان بنائیں گے، ایسی نیتیں کریں اور ایسی اللہ سے دعا بھی کریں۔

حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا کی منّت

اب عام طور پر لوگ لڑکوں کو اللہ کے دین کے لیے فارغ کرتے تھے، حضرت حنّہ کو معلوم نہیں ہے میرے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی؟ یہ اتنی نیک عورت تھیں کہ انھوں نے فوراً نیت کر لی کہ: اے اللہ! آج تک ہمارے گھر میں کوئی اولاد نہیں تھی، اب میرے پیٹ میں جو بچہ ہے جب وہ پیدا ہوگا تو مسجدِ اقصیٰ میں تیرے دین کی خدمت کے لیے دے دوں گی۔

منت کی نیت بھی پوری تاکید، قوی ارادے اور شدید رغبت کے ساتھ کی،

قرآن میں اس کے لیے ''اِنّی'' کا لفظ ہے وہ تاکید کو بتاتا ہے اور ''سمیع'' اور ''علیم'' اللہ کی دو صفتوں سے وسیلہ طلب کر کے منت مانی۔

اللہ تعالیٰ کو اس عورت کی منت اتنی پسند آئی کہ ان کی اس منت کو قرآن میں بیان فرمایا، کتنے پیارے الفاظ ہیں:

رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ.

ترجمہ: اے میرے رب! میں نے آپ کے لیے منت مانی ہے کہ جو بچہ میرے پیٹ میں ہے وہ (سب دنیوی کاموں سے) آزاد (ہوکر آپ کے لیے وقف) ہوگا، سو آپ میری طرف سے (اس منت کو) قبول فرمالیجیے۔

عمل کی قبولیت کے لیے دعا کا اہتمام

میری دینی بہنو! حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا اپنی دعا میں ہم کو یہ سکھا رہی ہے کہ ہمارا عمل اللہ کے یہاں قبول ہوجائے اس کے لیے دعا کرتے رہنا چاہیے، ہم نماز پڑھیں تو ہم کو دعا کرنی چاہیے، اے اللہ! ہماری نماز کو قبول فرما، روزے رکھیں تو اللہ سے دعا کریں، اے اللہ! ہمارے روزے کو قبول کرلے، ہم صدقہ کریں تو اللہ سے دعا کریں، اے اللہ تو ہمارے صدقہ کو قبول فرما۔

بغیر ضرورت سونوگرافی کروانا گناہ ہے

یہاں ایک بات سمجھنے کی ہے، حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا کو معلوم نہیں ہے کہ پیٹ میں لڑکا ہے کہ لڑکی ہے؟ بس اتنا معلوم تھا کہ پیٹ میں بچہ ہے اور منت مان لی۔

جب عورت حاملہ (Pragnent) ہو تو اس زمانے میں پیٹ کا حمل لڑکا ہے یا

لڑکی اس کو ''سونوگرافی'' کے ذریعہ سے چیک کروانا، یہ ناجائز اور گناہ کا کام ہے۔

ہماری بعض بہنیں لڑکا یا لڑکی معلوم کرنے کے لیے سونوگرافی کرواتی ہیں، اس سے بچنا چاہیے۔

لڑکی کی پیدائش اور حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا کی پریشانی

بہر حال! وقت گذر گیا اور اللہ نے حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا کو ایک لڑکی عطا فرمائی، جب لڑکی پیدا ہوئی تو حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا بہت پریشان ہوئی کہ اللہ میں نے تو منت مانی تھی کہ لڑکی کو مسجد میں خدمت کے لیے کیسے دیا جائے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰى.

پھر جب ان سے لڑکی پیدا ہوئی تو وہ حسرت سے کہنے لگیں: یا رب! یہ تو مجھے لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ﴾

اللہ کو معلوم ہی ہے کہ تمھارے گھر لڑکی پیدا ہوئی۔

حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا کا اللہ کی بارگاہ میں معذرت پیش کرنا

حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا نے معذرت کے انداز میں اللہ کے سامنے عرض کیا:

﴿وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى﴾

ترجمہ: اور لڑکا (جس کی وہ تمنا کرتے تھے) اِس لڑکی جیسا نہیں ہوسکتا۔

معذرت پیش کرنے کی وجوہات

① اس دور میں ان کی شرعی روایت یہ تھی کہ لڑکوں کو اللہ کی راہ میں دیتے تھے،

لڑکیوں کونہیں۔

② عبادت گاہ کی خدمت کی زیادہ صلاحیت مردوں میں ہوتی ہے،عورتوں کو حیض وغیرہ پیش آتا ہے،ان ایام میں مسجد میں آنا ممنوع ہے۔

③ لڑکوں میں طاقت بھی زیادہ ہوتی ہے،عورت میں کمزوری ہوتی ہے؛اس لیے خدمت کے لیےلڑکے زیادہ مناسب ہوتے ہیں۔

④ لوگوں سے ملنا جلنا بھی ہوگا،عبادت گاہوں میں ہرایک آتا جاتا ہے،اس لیے اس میں لڑکے زیادہ مناسب ہیں،عورت پر اس میل جول میں تہمت بھی لگ سکتی ہےاور گناہ بھی ہے۔

اللہ کی مرضی

اِن سب وجوہات کے باوجود حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا جانتی تھی کہ اللہ کریم اپنے بندوں کے بارے میں جو فیصلہ کرتا ہے وہ اس کے لیے بہتر ہوتا ہے،اپنی چاہت کو اللہ کی چاہت پر قربان کرنا یہ بندوں کی شان ہے؛اسی لیے یہ جملہ بھی قرآن میں آیا ہے:

﴿وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ بِمَا وَضَعَتۡ﴾

کریم اللہ خوب جانتا ہے جو حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا نے جنا ہے،اِس جملے کے ذریعہ انھوں نے خود کو تسلی دی،حسرت کو دور کرنے کی کوشش کی۔

مرد اور عورت میں امتیاز

اِس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ قدرتی طور پر مرد اور عورت میں امتیازات ہیں خود اللہ نے مرد اور عورت میں فرق رکھا ہے؛اس لیے مساوات (Equal rights) کا

نعرہ لگانا سمجھ اور شریعت سے دور کی بات ہے، مرد وعورت دونوں کی جسمانی بناوٹ، صلاحیتیں، مزاج بالکل الگ الگ ہے، پھر مساوات کیسے؟

یہ ان لوگوں کا نعرہ ہے جو عورتوں کے جسم سے ناجائز طریقہ سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں، وہ مساوات کی آڑ میں عورتوں کا استیصال (શોષણ) کرنا چاہتے ہیں۔

کیا کبھی یہ ہوسکتا ہے کہ مرد بچوں کو جننا شروع کردے، یہ نہیں ہوسکتا اس کے لیے صرف عورتوں کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے، پھر مساوات و برابری کیسے ممکن ہے؟

ہمارے جامعہ ڈابھیل کے ایک وقت کے شیخ الحدیث حضرت مولانا ایوب صاحب اعظمیؒ فرماتے تھے: پہلے سبزی گھی سے بنتی تھی، اب گھی سبزی سے بنتا ہے (سبزی سے بنا ہوا گھی Veg ghee کی طرف اشارہ ہے)۔

پہلے عورت جنتی تھی، اب پورا عالم جنتا ہے (عوام کے مجموعہ کو گجراتی زبان میں جنتا (જનતા) کہتے ہیں)۔

حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا نے نام ''مریم'' رکھا

جب لڑکی پیدا ہوئی تو حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اس کا نام ''مریم'' رکھ دیا، قرآن میں ہے: ﴿وَاِنِّيْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ﴾ میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے۔ اس نام کے ذریعہ انھوں نے اچھی فال لی کہ اس بچی کا ہر کام اس کے نام کے مطابق ہوجائے۔

اولاد کے اچھے نام اور اس کے اچھے اثرات

دینی بہنو! اپنی اولاد کے اچھے نام رکھنا چاہیے، اچھے نام کے اچھے اثرات

اولاد پر پڑتے ہیں، مریم عبرانی زبان کا لفظ ہے، اس کا معنیٰ ''عبادت کرنے والی'' ہے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ: ان کی والدہ نے ان کا نام مریم اس نیت سے رکھا کہ میری بیٹی عبادت گذار بن جائے، اللہ تعالیٰ کے یہاں والدہ کا یہ جذبہ مقبول ہوا اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا واقعی بڑی عبادت گذار بنی۔

اچھے نام کون سے ہیں؟

بڑا سوال یہ ہے کہ اچھے نام کا معیار کیا ہے؟

کسی فلمی اداکار یا فلمی اداکارہ یا کھیل کود والے یا کسی فلمی ہیرو کے نام کو اچھا کہا جائے گا؟ یہ تو میں نے عرف کے لحاظ سے کہہ دیا؛ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ جن کو دنیا کے لوگ ہیرو کہتے ہیں وہ زیرو (صفر) ہیں، یہ ہیرے نہیں، کیڑے ہیں۔

جو انسانیت کے لیے گمراہی کا ذریعہ بنے، وہ کبھی ہیرو نہیں ہوسکتا۔

بہت سے نام جو کبھی لوگوں میں متعارف نہیں تھے، اب کھیل والے یا فلم والوں کے نام کی وجہ سے مسلمانوں میں عام ہورہے ہیں۔

ایک صاحب مجھ سے سوال کرنے آئے: ''ثانیہ'' نام رکھنا ہے، کیا معنیٰ ہوتا ہے؟ میں نے کہا: کوئی دوسرا نام رکھ لو؛ اس لیے کہ جس نسبت سے (ایک کھیل میں معروف لڑکی کا نام) آپ بیٹی کا نام ''ثانیہ'' رکھنا چاہتے ہو، وہ درست نہیں ہے۔

اچھے نام کا معیار یہ ہے کہ قرآن میں نبیوں کے مبارک نام آئے ہیں، احادیث میں صحابہ، صحابیات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں اور بیٹیوں کے مبارک نام آئے ہیں، اس کو معیار بنایا جائے۔

گجرات والوں کی ایک خوبی

پہلے ہمارے یہاں مشہور خطیب مولانا عبد المجید ندیم شاہ صاحب رحمہ اللہ پاکستان سے تشریف لاتے تھے، بیرون کے ممالک میں بھی اہلِ گجرات کو مولانا کا میزبان ہونے کا شرف حاصل ہوتا تھا، ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ: نبیوں کے مبارک ناموں پر تو گجراتیوں نے قبضہ کر رکھا ہے، جس کو نام پوچھو: موسیٰ، آدم، یحییٰ، ہارون، صالح وغیرہ۔

الحمدللہ! ہمارے علاقوں میں یہ نام بکثرت استعمال ہوتے ہیں۔

ابوداؤد شریف میں ایک روایت ہے، حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے روز تم اپنے اور اپنے باپوں کے ناموں سے پکارے جاؤ گے؛ اس لیے اپنے اچھے نام رکھا کرو۔

نامناسب نیت سے نام رکھنے کی ایک معروف مثال

ایک مثال ہے، آج سے آٹھ دس برس پہلے مسلمانوں میں ایک شہرہ تھا کہ اپنے لڑکوں کے نام عمران رکھتے تھے، میں لوگوں سے کہتا تھا: عمران نام قرآن میں آیا ہے، بہت اچھا نام ہے، اللہ کے ایک نیک بندے کا نام ہے؛ لیکن مسلمان اولاد کا نام عمران اس لیے رکھتے ہیں کہ پاکستان کی کرکٹ ٹیم کے کپتان کا نام عمران ہے۔

دیکھو! نیت میں فرق ہوجائے تو بات کیسی بدل جاتی ہے کہ اگر عمران نام تم رکھو کہ قرآن میں یہ نام آیا ہے، اللہ کے نبی کے خاندان میں سے ایک فرد کا نام ہے تو بہت اچھی بات ہے؛ لیکن لوگ یہ نام رکھتے ہیں اس لیے کہ وہ ایک کھلاڑی کا نام ہے تو نیت بدل گئی تو اس کا اثر اور فائدہ بھی بدل جائے گا۔

بچوں کے نام کون رکھے؟

قرآن کی اِس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت مریم کی والدہ نے ان کا نام رکھا تھا، ہمارے یہاں بس پھوپھیوں نے نام رکھنا اپنا حق سمجھ رکھا ہے، ان سے رائے مشورہ نہ لو تو وہ ناراض ہو جاتی ہیں، یہ رواج غلط ہے، پتہ نہیں کس طرح ہمارے معاشرہ میں یہ آ گیا؟ قرآنِ مجید کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ خود بچے کی ماں بھی اولاد کا نام رکھ سکتی ہے۔

حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا کی دعا

یہ حنّہ اتنی نیک عورت تھیں کہ بیٹی پیدا ہوئی تو فوراً اللہ سے دعا مانگی اور کہا:

وَإِنِّيٓ أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَٰنِ الرَّجِيمِ ﴿٣٦﴾

ترجمہ: اور میں اس (لڑکی) کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے آپ کی حفاظت میں دیتی ہوں ﴿۳۶﴾

اے اللہ! تو میری اس بیٹی مریم کو شیطان سے بچا کر رکھنا اور میری بیٹی مریم کی جو اولاد ہوں، ان کو بھی تو شیطان سے بچا کر رکھنا۔

ولادت کے وقت شیطان کی حاضری

بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال النبيُ صلى الله عليه وآله وسلم كُلُّ بَني آدمَ يطعنُ الشيطانُ في جنبه بإصبعه حين يولدُ غير عيسى بنِ مريم ذهب يطعن فطعن في الحجاب. (البخاري: ٩٧٦)

حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: جب انسان پیدا ہوتا ہے تو پیدائش کے وقت شیطان اس کو چھوتا ہے (اور بچہ شیطان کے چھونے سے روتا ہے) سوائے مریم کے بیٹے (عیسی) کے، پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت مریم اور ان کے بیٹے عیسیٰ کو شیطان نے ولادت کے وقت نہیں چھویا، اس سے معلوم ہو کہ اولاد کو شیطان سے اللہ کی پناہ میں دیتے ہوئے ہمیشہ شیطانی کوشش سے محفوظ رکھنے کی فکر کرنی چاہیے۔

بچوں کی حفاظت کے لیے بہترین دعا

صحیح بخاری شریف میں بچوں کی حفاظت کے لیے خاص دعا آئی ہے:

أَعوذُ بِكلماتِ اللّٰه التّامّاتِ مِن كُلِّ شَيطَانٍ وَّهامّةٍ وَّمِن كُلِّ عَينٍ لّامّةٍ.

ترجمہ: میں اللہ کے پورے پورے کلمات کے ذریعہ پناہ مانگتا ہوں، ہر ایک شیطان اور زہر والے جانور سے اور نقصان پہنچانے والی بری نظر سے۔

حدیث میں ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کے لیے خود حضرت نبیٔ کریم ﷺ بھی ان کلمات سے پناہ مانگتے اور فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے لیے ان کلمات سے پناہ مانگتے تھے۔

ماں کی فکر

میری دینی بہنو! اس زمانہ کی عورتیں کیسی تھیں کہ ابھی تو بچہ پیٹ میں تھا، پھر بچہ پیدا ہوا ہے اور اس کے مستقبل (Future) کے لیے کتنی بڑی بڑی نیک امید، نیک آرزو اور نیک دعا اللہ سے کر رہی ہیں، کیسی وہ عورتیں تھیں!!!

منت پوری کرنے کا جذبہ

حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا نے اللہ سے دعا کرنے کے بعد ارادہ کیا کہ: مجھے میری منت پوری کرنی ہے، اپنی معصوم لڑکی کو گود میں اٹھایا اور بیت المقدس کی طرف روانہ ہو گئیں۔

اندازہ لگاؤ میری دینی بہنو! ابھی تو بچی پیدا ہوئی، اور ماں کو فکر ہے کہ میں نے اللہ کے سامنے نیت کی تھی کہ اس کو اللہ کے دین کے لیے دے دوں گی تو فوراً نام رکھا اور نام رکھ کر دعا کی اور بچی کو ایک کپڑے میں لپیٹا اور اس کو لیکر بیت المقدس کی طرف روانہ ہوگئی، سبحان اللہ! کیسی جذبہ والی ماں ہے!

کہتے ہیں کہ: حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت عمران کا تو انتقال ہو گیا تھا؛ گویا کہ حضرت مریم یتیم ہو کر پیدا ہوئی، ہمارے حضور ﷺ بھی یتیم ہی پیدا ہوئے تھے۔

ماں اور بیٹی بیت المقدس میں

اس یتیم بچی کو لے کر ماں حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا مسجدِ اقصیٰ کے دروازہ پر جاتی ہے، وہاں پر بہت سارے اللہ کے نیک بندے رہتے تھے، ان کو جا کر کہا کہ: میں اپنی چھوٹی سی بچی کو لے کر آئی ہوں، تم میری بچی کو اللہ کے دین کے لیے قبول کرلو۔

سارے کے سارے اللہ کے نیک بندے جو بیت المقدس میں رہتے تھے، سب جمع ہو گئے، حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا نے صاف صاف بات کی کہ: مجھے معلوم ہے کہ اللہ کے گھر کی خدمت کے لیے لڑکوں کو فارغ کر کے دیتے ہیں اور میں تو لڑکی لے کر آئی ہوں، لڑکی کو حیض وغیرہ بھی پیش آتا ہے، یہ مسئلہ بھی ہے۔

حیض آنا بعض مرتبہ عجیب رحمت بنتا ہے

جب حضرت نبی کریم ﷺ زندگی کا آخری حج کرنے کے لیے تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حیض آ گیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عمرہ باقی رہ گیا، جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حیض سے پاک ہوگئی تو حضرت نبی کریم ﷺ نے ان کے بھائی حضرت عبد الرحمن رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ: تمھاری بہن کو لے کر 'تنعیم' جاؤ اور وہاں سے احرام باندھ کر لے آؤ اور عمرہ کی قضا کرلو۔

میری دینی بہنو! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حیض آنا اور عمرہ قضا ہوجانا، قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے لیے رحمت بن گیا کہ آج مکہ میں رہتے ہوئے جس کو بھی عمرہ کرنے کا ارادہ ہو، تو وہاں چلے جاؤ، جہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا احرام باندھنے گئی تھیں اور وہاں سے احرام باندھ کر آؤ اور عمرہ کرلو۔

تنعیم میں جہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے احرام باندھا تھا، آج اس جگہ عالی شان مسجد بنی ہوئی ہے، جس کو ''مسجدِ عائشہ'' کہا جاتا ہے اور وہیں سے لوگ عمرہ کا احرام باندھتے ہیں۔

حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا نے منت پوری کی

حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یہ بچی ہے، جس کے متعلق طبعی طور پر بہت سارے مسائل ہیں، پردہ کا مسئلہ بھی ہے، یہ سب مسائل ہیں؛ لیکن میں اپنی لڑکی واپس گھر نہیں لے جاؤں گی، میں نے اللہ سے منت مانی ہے، منت پوری کرکے رہوں گی۔

بیت المقدس کے عالموں نے مل کر یہ فیصلہ کیا کہ جب یہ عورت اتنا مبارک جذبہ رکھتی ہے تو ہم اس لڑکی کو اللہ کے گھر کی خدمت کے لیے قبول کر لیتے ہیں۔

ارشاد فرمایا:﴿فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا﴾

ترجمہ: پھر اس (لڑکی) کو ان کے رب نے اچھی طرح قبول کرلیا اور بہترین طریقے سے اس کو بڑھایا۔

کیسی جذبہ والی عورت ہوگی! اللہ نے ان کے جذبہ کی رعایت کی اور ان کی لڑکی کو قبول کرلیا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسے پاکیزہ جذبات کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا ذوقِ عبادت اور ان پر اللہ کی عنایتوں کا عجیب واقعہ

(پہلی قسط)

مختصر تعارف

نام: مریم بنت عمران۔

خاندان: آپ حضرت داؤد علیہ السلام کی خاندان اور نسل میں سے تھیں۔

آپ بنی اسرائیل کے ایک معزز گھرانہ سے تعلق رکھتی تھیں۔

آپ بیت المقدس کے معزز امام: حضرت عمران کی بیٹی تھیں۔

آپ نے تمام بنی اسرائیل میں سے نہایت اعلیٰ قسم کی نشوونما پائی تھی۔

مریم عبرانی زبان کا لفظ ہے، اس کا معنیٰ ہے "عابدہ"؛ یعنی عبادت کرنے والی، اللہ کے لیے خدمت کرنے والی۔

آپ کی نشوونما اللہ کی طرف سے حیرت انگیز طریقے پر ہوئی: چنانچہ آپ ایک دن میں عقل ومعرفت کے اعتبار سے اتنی بڑھ گئیں جتنا نومولود بچہ ایک سال میں نشوونما پاتا ہے۔

صحیح احادیثِ مبارکہ میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی بڑی تعریف آئی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: عورتوں پر عائشہ بنت ابی بکر کی فضیلت ایسی ہے جیسے تمام کھانوں پر ثرید کی، مردوں میں سے تو کامل بہت گزرے ہیں؛ لیکن عورتوں میں مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی آسیہ کے سوا کوئی کامل نہیں پیدا ہوئی۔ (موسوعہ التفسیر الماثور: ۲۲/ ۵۴)

آپ بھی جنت میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ محترمہ ہوں گی۔

ان میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ایک قدرت ظاہر ہوئی کہ ان کو بغیر مرد کے لڑکا پیدا ہوا، اور آپ کی برکتیں بھی ظاہر ہوتی تھیں کہ بے موسم پھل ملتے تھے۔

قدس میں مسجدِ اقصیٰ کے قریب آپ کی قبر ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى،اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

وَ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ۭ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴿۳۷﴾ (آل عمران)

ترجمہ: اور اس (اللہ تعالیٰ) نے وہ لڑکی زکریا (علیہ السلام) کی نگرانی میں دے دی جب کبھی زکریا (علیہ السلام) اس (مریم) کے پاس مسجد میں (یعنی عبادت اور رہنے کے حجرے میں) آتے تو اس کے پاس کھانے کی کوئی نہ کوئی چیز پاتے، اس (زکریا علیہ السلام) نے پوچھا: اے مریم! یہ چیزیں تیرے پاس کہاں سے آئیں؟ تو اس (مریم) نے جواب دیا کہ: وہ (کھانے کی چیزیں) اللہ تعالیٰ کے یہاں سے (آئی) ہیں، یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں بے حساب رزق دیتے ہیں ﴿۳۷﴾

قرآنِ مجید کی ان آیات میں اللہ کی بہت زیادہ عبادت کرنے والی ایک نیک بندی حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے، حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا پورا قصہ قرآن کی دو الگ سورتوں میں آیا ہے، اس میں بہت ساری نصیحت اور فائدے کی باتیں ہیں، اللہ تعالیٰ ان باتوں کو پڑھ کر ہماری تمام دینی بہنوں کو بھی ایسا ذوقِ عبادت عطا فرمائے۔

بنی اسرائیل کا تعارف

بنو اسرائیل ایک خاندان کا نام ہے، یہ کسی زمانے میں بہت نیک خاندان تھا،

اللہ کے ہزاروں پیغمبر اس خاندان میں پیدا ہوئے، حضرت یعقوب علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے بھی پیغمبر آئے تقریباً سب کے سب اسی خاندان میں سے تھے، سینکڑوں برس تک نبوت و پیغمبری اس خاندان میں رہی ہے۔

بنو کا معنی: بیٹے، اور اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب ہے؛ گویا حضرت یعقوب علیہ السلام کی بارہ اولاد کو اوران اولاد کے خاندان کو بنو اسرائیل کہا جاتا ہے۔

اسرائیل عبرانی زبان کا لفظ ہے جس کا ترجمہ ''اللہ کا بندہ'' ہوتا ہے، یعنی یہ بنو اسرائیل اللہ کے نیک بندے حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد ہیں، یہ ان کو یاد دہانی کرائی کہ تم اللہ کے نیک بندے کی اولاد سے ہو؛ اس لیے تم کو بھی نیک اور اللہ کا بندہ بن کر رہنا چاہیے۔

بنی اسرائیل کی عورتوں کی سردار

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو ''سيدة نساء بني اسرائيل''؛ یعنی بنی اسرائیل کی عورتوں کی سردار کہا جاتا ہے۔

عظیم عورت

حضرت مریم رضی اللہ عنہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ماں ہیں، یہ وہ عظیم عورت ہیں کہ اللہ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے بغیر مرد کے ان کو بیٹا عطا فرمایا تھا، یہ وہ مبارک عورت ہیں کہ اللہ ان کو غیب سے کھانے کے لیے پھل اور میوے عطا فرماتے تھے۔

بعض روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ جن پانچ عورتوں کو دنیا کی تمام عورتوں پر فضیلت حاصل ہے، ان میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا بھی ہیں۔

یہ وہ عظیم عورت ہیں کہ اللہ نے ان کے متعلق ایک ایک چھوٹی چھوٹی بات بھی قرآن میں بیان فرمادی۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی والدہ حضرت حنہ رضی اللہ عنہا کے واقعے میں ان کی پیدائش کا ذکر گزر چکا، اور یہ بھی آچکا کہ ان کی والدہ نے اپنی منت پوری کرتے ہوئے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو بیت المقدس میں علما کو سپرد کردیا۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی کفالت کون کرے؟

اب وہاں رہنے والے جتنے بھی بڑے بڑے علما اور اللہ کے نیک بندے تھے وہ سب بحث کرنے لگے، کوئی کہتا کہ: میں بچی کو رکھوں گا، کوئی کہتا ہے کہ میں بچی کو رکھوں گا، ہر ایک تیار ہے کہ اس لڑکی کی میں خدمت کروں گا، اس کو میں بڑا کروں گا۔

مریم کے ابا حضرت عمران مسجدِ اقصیٰ کے سابق امام تھے اور تقریباً سب موجودہ اماموں کے استاذ تھے؛ اس لیے انھوں نے چاہا کہ ہمارے بڑے بزرگ، ہمارے استاذ کی بیٹی ہماری خدمت میں رہے، ہم کو خدمت کرنے کا موقع ملے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی پیشکش

اس زمانے میں مسجدِ اقصی میں اللہ کے ایک نبی حضرت زکریا علیہ السلام رہتے تھے، آپ مسجدِ اقصی کے امام بھی تھے، حضرت زکریا علیہ السلام نے تمام عالموں سے فرمایا کہ: یہ لڑکی مجھے دے دو، اس بچی کی کفالت میں کروں گا۔

اس کی وجہ ظاہر تھی؛ اس لیے کہ حضرت زکریا علیہ السلام اس وقت بیت المقدس کے بڑے امام تھے اور دوسری خاص وجہ بتائی کہ: مریم کی خالہ، حضرت زکریا علیہ السلام کی

بیوی ہیں، اور خالہ کا درجہ ماں کے برابر ہوتا ہے۔

ایک انوکھی تجویز

پھر بھی سب اماموں نے قبول نہیں کیا، پھر یہ طے ہوا کہ قرعہ اندازی کرو، جس کے نام کی چٹھی نکلے اس کو ہم مریم دے دیں گے، چنانچہ چٹھی ڈالی، کیسی عجیب چٹھی ڈالی، اللہ نے یہ چٹھی ڈالنے کا منظر بھی قرآن میں بیان فرمادیا:

﴿وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ﴾

ترجمہ: تم ان لوگوں کے پاس (اس وقت) موجود نہیں تھے جب وہ (بیت المقدس کے اس دور کے علما) اپنے قلموں کو (دریا میں) ڈال رہے تھے، (اپنی اس بات کو طے کرنے کے لیے) کہ ان سب میں سے کون مریم کی کفالت کرے گا۔

یہ انتیس (۲۹) علما تانبے کے قلم سے اللہ کی کتاب تورات لکھتے تھے، طے یہ ہوا کہ وہ تانبے کے قلم لے کر "نہرِ اُردُن" کے کنارے پر جاتے ہیں اور سب اپنا اپنا قلم ندی کے پانی میں ڈال دیتے ہیں، جس کا قلم پانی میں سلامت رہے گا، اس کو مریم ملے گی اور جس کا قلم پانی میں ڈوب جائے اس کو مریم نہیں ملے گی، یہ فیصلہ ہوا؛ چنانچہ تمام علما ندی کے کنارے گئے، سب نے اپنا قلم ڈالا۔

ایک عجیب بات

سب نے اپنے اپنے قلم ڈالے، حضرت زکریا علیہ السلام نے بھی اپنا قلم ڈالا تو سب علما کے قلم پانی میں ڈوبنے لگے، اور حضرت زکریا علیہ السلام کا قلم پانی میں سلامت رہا۔

اِس واقعہ میں دو معجزات ظاہر ہوئے:

① تانبے کا وزن دار قلم پانی میں ڈوبا نہیں، تیرنے لگا۔

② پانی کے بہاؤ کی مخالف سمت میں بہنے لگا۔

یہ اللہ کی قدرت کا کرشمہ تھا، لگتا ایسا ہے کہ خود باری تعالیٰ کو ہی یہ منظور تھا کہ حضرت مریم کی کفالت ان کے خالو حضرت زکریا علیہ السلام کریں، ارشاد فرمایا:

﴿وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا﴾ اور زکریا اس کے سرپرست بنے۔

تفسیر میں لکھا ہے کسی بندے پر اللہ کا یہ بڑا انعام ہوتا ہے کہ وہ نیک اور صالح بندوں کی کفالت اور پرورش میں ہو۔

ضرورتِ مرشد

ہر انسان کو اپنے اعمال اور احوال کی نگرانی کے لیے کسی نہ کسی مرشد کی ضرورت ہوتی ہے، کوئی دین دار، متقی، کامل علم وعمل والے، اللہ کے نیک بندے، صاحبِ نسبت ولی کو اپنا بڑا مان لیں، اور اپنے احوال واعمال کا ان کو نگران بنائیں، اصلاحی ضروریات میں ان کے مشورہ سے کام کریں، یہ بہت ضروری ہے۔

ایسے نگران آدمی کو ''مرشد'' کہتے ہیں، اسی کو ہم نے ''پیر صاحب'' کا لقب بھی دیا ہے، قرآن وحدیث اور سلفِ صالحین کے طرزِ عمل سے اس کی اہمیت اور ضرورت کا ثبوت ہوتا ہے۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا نورانی ماحول میں

فیصلہ ہو گیا کہ مریم حضرت زکریا علیہ السلام کو دے دی جائے، حضرت زکریا علیہ السلام حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو گھر لے گئے، اللہ تعالیٰ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی ایک نبی کے

ذریعہ تربیت کرانا چاہتے تھے؛ تاکہ ایک نبی کے گھر کا نورانی ماحول مل جائے اور وہ بھی اللہ کی نیک بندی بن جائے، ایسے تو حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے والد، ماں، خالہ، خالو، خالو کے بیٹے پورا گھرانہ متقی اور صالح لوگوں کا تھا۔

حیرت انگیز نشوونما

کہتے ہیں کہ: حضرت مریم رضی اللہ عنہا عجیب وغریب عورت تھی، قرآن میں ہے:

﴿فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَّاَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا﴾

ترجمہ: پھر اس (لڑکی) کو ان کے رب نے اچھی طرح قبول کرلیا اور بہترین طریقے سے اس کو بڑھایا۔

ہمارے یہاں مدرسوں میں جلالین شریف پڑھائی جاتی ہے اس میں لکھا ہے کہ "عام طور پر بچہ ایک سال میں جتنا بڑھتا ہے، حضرت مریم رضی اللہ عنہا ایک روز میں اتنا بڑھ جاتی تھیں اور بڑی ہو جاتی تھیں۔

صرف جوان ہی نہیں ہوئی؛ بلکہ نیک ماحول اور عمدہ تربیت کی برکت سے حضرت مریم رضی اللہ عنہا بہت نیک مزاج، ایک بہت نیک زندگی گزارنے والی ہوگئی؛ گویا حضرت مریم رضی اللہ عنہا میں دو طرح کی خوبیاں ہوئیں:

① بچپن ہی سے اللہ تعالیٰ کی عبادت واطاعت کرنے والی۔

② ان کا نشوونما اور جسمانی بڑھاؤ بھی عام بچوں سے زیادہ ہی تھا۔

پیغمبر کی احتیاطی تدبیر

جب حضرت مریم رضی اللہ عنہا بڑی ہوگئی تو حضرت زکریا علیہ السلام نے مسجدِ اقصیٰ کے

بالکل بازو میں ایک کمرہ خاص کروایا اور اس کمرہ میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا قیام کروا دیا، حضرت زکریا علیہ السلام کو جب کبھی کہیں جانا ہوتا تو حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو اس کمرہ میں رکھتے، وہ پورا دن اس کمرہ میں رہتی، اللہ کی عبادت کرتی، اور جب رات ہوتی تو حضرت زکریا علیہ السلام ان کو گھر لے جاتے اور ان کی خالہ کے پاس لے جا کر رکھتے، پھر صبح ہوتی تو مسجد میں لے آتے، اور مسجد کے کمرہ میں رکھ دیتے۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے پاس بے موسم پھل

بعض مرتبہ حضرت زکریا علیہ السلام کو کہیں جانا ہوتا تو حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو کمرہ میں چھوڑتے اور باہر سے تالا لگا دیتے تھے، سبحان اللہ! کیسی فکر رکھنے والے تھے؟

اب اللہ کی عجیب قدرت دیکھو! یہ کوئی کہانی نہیں ہے، اللہ قرآن میں فرما رہے ہیں: ﴿كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا﴾

ترجمہ: جب کبھی زکریا (علیہ السلام) اس (مریم) کے پاس مسجد میں (یعنی عبادت اور رہنے کے حجرے میں) آتے تو اس کے پاس کھانے کی کوئی نہ کوئی چیز پاتے۔

حضرت زکریا علیہ السلام تشریف لا رہے ہیں اور کمرے کا دروازہ کھول رہے ہیں، عجیب چیز دیکھتے ہیں کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے پاس پھل اور فروٹ رکھے ہوئے ہیں!

حضرت زکریا علیہ السلام حیران کہ میں تو تالا لگا کر گیا تھا، پھر مریم کے پاس یہ فروٹ کہاں سے آتا ہے؟ یہ فروٹ کون دے جاتا ہے؟

آج کل کے حالات میں ماں باپ کی ایک خاص ذمہ داری

میری دینی بہنو! ماں باپ کی ذمہ داری ہے کہ ہماری اولاد کے پاس کیا کیا ہے؟

اس کے کباٹ میں، اس کے سونے کا کمرے (Bed room) میں کیا کیا ہے؟ یہ کبھی کبھی چیک کرنا چاہیے، ہم اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کے لیے الگ روم تو بنا دیتے ہیں، ان کو الگ کباٹ تو دے دیتے ہیں؛ لیکن کبھی کبھی چیک بھی کریں، کہیں کوئی غلط چیز تو ان کے کمرے میں نہیں ہے؟ اللہ حفاظت میں رکھے۔

آپ میری اس جسارت کو معاف کرنا! کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کے لڑکے کے کمرے میں کوئی ایسی چیز ہو جو اس کو کسی لڑکی (Girl friend) نے دی ہو، آپ کی جوان لڑکی کے کمرے میں کوئی ایسی چیز ہو جو اس کو کسی اجنبی لڑکے (Boy friend) نے دے رکھی ہو، اور لڑکے اور لڑکی کا ناجائز تعلق چل رہا ہو؛ اس لیے کبھی کبھی چیک کر لینا چاہیے، یہ ماں باپ کا فرض ہے۔

آج ہماری اولاد بہت ساری ایسی چیزیں استعمال کر رہی ہیں جس کے بارے میں ہمیں معلوم ہی نہیں کہ وہ کہاں سے لا کر وہ چیزیں استعمال کر رہے ہیں؟

حضرت مریم رضی اللہ عنہا والا تقویٰ کا مقام تو نہیں ہے کہ غیب سے رزق آوے، ظاہر ہے کہ کوئی چھپا ہوا ناجائز تعلق ہوگا جس کی نحوست سے یہ سب چیزیں آرہی ہیں۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا ایمان تازہ کرنے والا جواب

حضرت زکریا علیہ السلام نے سوال کیا: ﴿قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا﴾

اے مریم! یہ فروٹ تم کو کون دے جاتا ہے؟ یہ کہاں سے آئے؟

حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: ﴿هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ﴾

یہ پھل مجھے میرے اللہ نے دیے ہیں، اللہ کے غیبی خزانہ سے آئے ہیں۔

آگے کہتی ہیں: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴿۳۷﴾﴾

اللہ جس کو چاہتے ہیں بغیر حساب کے روزی دیتے ہیں۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کتنی نیک ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے خود ان کے لیے پھل بھیجے!

حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے زندگی میں کبھی جھوٹ نہیں بولا، اللہ کی ولیہ اور پکی مؤمنہ تھی، قرآن میں ان کے لیے ''صدیقہ'' کا لفظ استعمال کیا ہے: ﴿وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ﴾

ترجمہ: اور اس (عیسیٰ) کی اماں بڑی سچائی پر چلنے والی (یعنی ولیہ) تھی۔

یہ نبوت کے بعد کا درجہ ہے۔

میری دینی بہنو! اگر تم نیک بن جاؤ گی، اللہ کی عبادت کرنے والی بن جاؤ گی، اپنی عفت کی حفاظت کروگی، تو اللہ تم کو بھی غیب سے روزی دینے کی قدرت رکھتے ہیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ایمان تازہ کرنے والا واقعہ

اِس پر مجھ کو ایک حدیث یاد آگئی، حدیث میں ایک بڑا عجیب قصہ آیا ہے، ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کئی دنوں کے بھوکے تھے، آپ سب بیویوں کے گھر گئے، کسی کے پاس کچھ کھانا مل جائے، تمام بیویوں نے جواب دیا: اللہ کے رسول! گھر میں کوئی چیز کھانے کے لیے نہیں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اخیر میں اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں گئے، فرمایا: فاطمہ! تمھارے ابا جان بھوکے ہیں، کچھ کھانے کے لیے ہے؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میرے ابا! میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔

اللہ، اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کیسا خاندان تھا، تمام بیویوں کے پاس کچھ نہیں اور جنت کی عورتوں کی سردار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھی کچھ نہیں!

میری دینی بہنو! اللہ کا شکر ادا کرو، اللہ نے ہم کو کھانے پینے کی کتنی نعمتیں دے رکھی ہیں، جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے منع کر دیا تو حضور ﷺ وہاں سے نکل کر روانہ ہو گئے، اتنے میں ایسا ہوا کہ ایک باندی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک برتن میں دو روٹی اور ایک گوشت کا ٹکڑا لے کر آئی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خوش ہو گئی اور ایک بڑے برتن میں جس کو ''لگن'' کہتے ہیں (ہمارے یہاں آٹا گوندھنے کا برتن) اس برتن میں وہ دو روٹی اور گوشت کا ٹکڑا رکھ دیا اور اس کو ڈھانک دیا، پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ یا حضرت حسین رضی اللہ عنہ میں سے کسی ایک کو بھیجا کہ: جاؤ! تمھارے نانا حضور ﷺ کو بلا کر لے آؤ۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ یا حسین رضی اللہ عنہ دوڑ کر گئے، حضور ﷺ ابھی راستے میں تھے، غرض! آپ ﷺ گھر تشریف لائے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دل کا جذبہ کیسا ہے؟ وہ خود بھوکی ہے، حسن و حسین بھوکے ہیں، شوہر حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی بھوکے ہیں، پورا گھرانہ بھوکا ہے؛ لیکن جو دو روٹی ملی، وہ اللہ کے نبی ﷺ کو کھلا رہی ہیں، خود بھوکے رہنا پسند ہے، اپنے بچوں کو بھوکا رکھنا پسند ہے، اپنے شوہر کو بھوکا رکھنا پسند ہے؛ لیکن جذبہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کو کھلاؤں گی۔

جب حضور ﷺ تشریف لائے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کہنے لگی: ابا جان! یہ کھانا قبول فرمالیجیے، میں نے آپ کے لیے رکھا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: بیٹی! وہ کھانا لاؤ! کہاں ہے؟

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا وہ بڑا برتن لے کر گئی، وہ بہت بڑا برتن تھا اور اس میں صرف دو روٹی اور ایک گوشت کا ٹکڑا تھا، حضور ﷺ نے وہ برتن طلب فرمایا اور کھولا، اللہ کی عجیب قدرت ظاہر ہوئی، وہ پورا کا پورا برتن روٹی اور گوشت سے بھرا ہوا تھا، یہ اللہ کی

غیبی مدد آئی کہ دو روٹی اور ایک ٹکڑا تھا؛ لیکن اللہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اخلاص اور محبت کی برکت اور آپ ﷺ کے معجزہ کے طور پر پورا برتن روٹیوں اور گوشت سے بھر دیا۔

آپ ﷺ نے پوچھا: اتنا سارا کھانا تمھارے پاس کہاں سے آیا؟

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بہت اچھا جواب دیا: یہ کھانا اللہ کے یہاں سے آیا ہے اور اللہ جسے چاہتے ہیں بغیر حساب کے روزی دیتے ہیں۔

یہ نہیں کہا کہ: فلاں دے گیا، شوہر کما کر لایا ہے، بیٹا کما کر لایا ہے۔

اللہ ہمارے لڑکے، لڑکیوں اور ہماری بہنوں کو ایسا ایمان ویقین سے بھرا ہوا جواب دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضور ﷺ بہت خوش ہوئے، اور فرمایا: فاطمہ! آج تمھاری زبان سے وہ جواب نکلا ہے جو بنی اسرائیل کی سردار مریم کا جواب تھا۔

نعمت پر خدا کا شکر

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں اِس واقعہ کو نقل فرمایا ہے، اس میں ایک اہم بات یہ بھی نقل فرمائی ہے کہ: جب یہ گوشت اور روٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی تھی تو فوراً آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا، درود شریف پڑھا اور جب نبی کریم ﷺ نے بھی اس گوشت اور روٹی کو دیکھا تو اس پر اللہ کا شکر کیا۔

معلوم ہوا نعمت کے ملنے پر دل وزبان سے اللہ کا شکر ادا کرو، الحمد للہ پڑھو، کوئی بھی نعمت ملے دینی، دنیوی یا کوئی خوشی کی خبر پائے ہماری عادت اور مزاج ایسا بن جائے کہ فوراً اللہ کی تعریف اور شکر کے مبارک الفاظ زبان سے نکلے۔

بہر حال! حضور ﷺ نے وہ کھانا کھایا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا، انھوں نے پیٹ بھر کر کھایا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ نے پیٹ بھر کر کھایا اور حضور ﷺ نے پھر اپنی تمام بیویوں کو پیٹ بھر کر کھلایا؛ لیکن ایسی برکت ہوئی کہ سب کے پیٹ بھر کھانے کے باجود اس برتن میں سے ذرا برابر کمی نہیں ہوئی، حضور ﷺ نے فرمایا: اڑوس پڑوس والوں اور محلے والوں کو تقسیم کرو۔

حقیقت ہے کہ اگر اللہ پر یقین ہو جائے، اللہ کی عبادت کا جذبہ آجائے تو اللہ تعالیٰ غیب سے ایسی روزی عطا فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی قدرت پر یقین عطا فرمائے اور حضور ﷺ کی کامل محبت عطا فرمائے، آمین۔

عجیب عبادت

بہر حال! حضرت مریم رضی اللہ عنہا اللہ کی عجیب وغریب عبادت کرتی تھیں، اتنی لمبی لمبی نمازیں پڑھتی تھیں اور اتنی دیر تک اللہ کے سامنے کھڑی رہتی تھیں کہ ان کے دونوں ٹخنوں پر ورم آجاتا تھا، دونوں پیر سوجھ جاتے تھے، دونوں پیروں میں سے پیلے پیلے رنگ کا پانی۔ جس کو ہم اردو میں پیپ اور گجراتی میں (પરુ) کہتے ہیں۔ نکلنے لگتا تھا، ساتھ ہی جب بیت المقدس کی خدمت کے لیے ان کی باری آتی تو اس کو بھی برابر انجام دیتیں اور ضروری حاجت کے علاوہ کبھی اس حجرے سے باہر نہ جاتی تھیں۔

ہمارا حال

میری دینی بہنو! سوچنے کا مقام ہے کہ ایک عورت ذات اللہ کے سامنے اتنی دیر کھڑی رہے کہ دونوں پیر سوجھ جائے اور پیر میں سے پیپ نکلنے لگے، کیسی عبادت

کرنے والی اللہ کی بندی ہوں گی ۔ آج ہم لوگ فریاد کرتے ہیں کہ بیٹھے بیٹھے پیر درد کرنے لگتے ہیں، بیٹھے بیٹھے ہمارے پیر سوجھنے لگتے ہیں اور وہ اللہ کی نیک بندی تھیں، کہ عبادت کرتے کرتے ان کے پیر سوجھ جاتے تھے۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کمرے میں بیٹھ کر اللہ کی عبادت میں مشغول ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتے نے آکر ان کو بشارت سنائی۔

میری دینی بہنو! سوچنے کا مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو بھیج کر حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو خوش خبری دے رہے ہیں، سبحان اللہ! وہ کیسی نیک عورت تھیں!

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾

ترجمہ: اور (وہ واقعہ یاد کرو) جب فرشتوں نے کہا کہ: اے مریم! یقینی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو منتخب فرمالیا ہے اور تجھے (ہر قسم کے گندے اخلاق واعمال سے) پاک رکھا ہے اور تمام عالَم کی عورتوں پر تجھ کو چن لیا ہے۔

فرشتوں نے آکر کے کہا کہ: ① ﴿اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ﴾

اے مریم! خوش ہوجا، اللہ نے تجھے منتخب کرلیا ہے، تو اللہ کی پسندیدہ ہے، تو اللہ کی پیاری ہے، خدا کی نعمتوں پر جو خاص تم پر ہوئیں غور کر کہ: شروع ہی سے اللہ نے تم کو کیسا نوازا؟ عورت ہونے کے باوجود تجھے مسجد کی خدمت کے لیے قبول کرلیا، پھل وغیرہ کی عجیب کرامات عطا فرمائی۔

میری دینی بہنو! کتنی خوش نصیب ہے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کہ دنیا میں فرشتوں کے ذریعہ سے اللہ کہلوا رہے ہیں کہ تو میری چنی ہوئی ہے۔

② ﴿وَطَهَّرَكِ﴾ اللہ نے تجھے ستھرا بنایا ہے، صاف ستھرے اخلاق والا بنایا، کیسا قدرتی نظم بنایا کہ کوئی مرد تجھ کو ہاتھ نہ لگائے، ظاہری و باطنی صفائی عطا فرمائی۔

③ ﴿وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ﴾ دنیا کی تمام عورتوں پر اللہ نے تجھے عزت کا اونچا مقام عطا فرمایا۔

عورتوں کی سردار

اِس موقع پر آپ کو ایک حدیث سناتا ہوں، اس آیت میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو کہا گیا: ﴿وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ﴾

مختلف احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچ عورتیں اس دنیا میں ایسی گذری ہیں کہ وہ تمام عورتوں پر فضیلت رکھتی ہیں، ان کے مبارک نام سن لو، یہ جنت میں آپ کی سردار ہوں گی، یہ پانچ عورتیں ایسی ہیں جو اللہ کی برگزیدہ ہیں، اس دنیا کی تمام عورتوں کی سردار ہیں:

① حضرت مریم رضی اللہ عنہا۔ ② فرعون کی بیوی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا۔

③ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا۔ ④ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا۔

⑤ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت

حدیث میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: عائشہ کو تمام عورتوں پر ایسی

فضیلت ہے جیسے ثرید کو تمام کھانوں پر فضلیت حاصل ہے۔

ثرید ایک کھانا ہے جو حضور ﷺ کو بھی بہت پسند تھا، آپ بھی سنت کی نیت سے ثرید بناؤ، سالن کا شوربہ ہوتا ہے، اس میں روٹی توڑ کر تیار کرلو، اس کو ''ثرید'' کہتے ہیں، حضور ﷺ بہت پسند فرماتے تھے۔ دودھ وغیرہ میں روٹی توڑ کر بھی ثرید تیار کر سکتے ہیں۔

ثرید میں کفایت شعاری، نعمت کی قدردانی اور لذت بھی ہے اور جلدی ہضم ہو جاتا ہے۔

نعمت کی قدردانی

حرمین شریفین کی مسعود حاضری کے موقع پر اہلِ حرمین کے یہاں اپنے بزرگوں کے طفیل دعوتِ طعام کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔

مدینہ منورہ میں میرے مرشدِ ثانی حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری مدظلہ العالی کے ایک عرب شاگرد: شیخ عبدالحلیم ہیں، ان کے یہاں پُرتکلف دعوت ہوتی ہے۔

ایک مرتبہ مسجدِ نبوی (على صاحبها عليه الصلوة والسلام) میں فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد شیخ کی گاڑی میں مختلف متبرک مقامات پر حاضری ہوئی، واپسی میں شیخ کے یہاں ناشتے کی دعوت تھی، ناشتے میں لذیذ ثرید بھی تھا۔

دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ: روزانہ جو روٹی پوری یا ایک آدھ ٹکڑا کھانے سے بچ جاتا ہے، اس کو اہتمام سے حفاظت سے رکھا جاتا ہے، پھر جب چند روٹیاں جمع ہوجاتی ہیں، وہ خشک ہوچکی ہوتی ہیں اس کو شوربہ میں بھگو کر اس سے ثرید بناتے ہیں، کبھی دودھ میں بھگو کر شہد ڈال کر میٹھا ثرید بھی تیار کرتے ہیں۔

یہ بات سن کر مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ روٹی کے ٹکڑوں کی کیسی قدردانی یہ لوگ کرتے ہیں، اور ہم بے دھڑک اس کو ادھر ادھر پھینک دیتے ہیں۔ اس طرح روٹی کو جمع کیا جائے تو اس سے نعمت کی قدردانی بھی ہوگی، لذیذ ثرید والی سنت سے بھی آسانی سے محظوظ ہوتے رہیں گے اور حدیث شریف پر بھی عمل ہوگا کہ روٹی کا اکرام کرو۔

جامعہ ڈابھیل میں میرے بعض اساتذہ کے گھروں کے متعلق بھی اس طرح سے ثرید بنانے کا معمول سنا تھا۔

دارالعلوم دیوبند کے طلبہ کا عمل

جب میں جامعہ ڈابھیل میں درجۂ عربی دوم میں متعلم تھا، تو دارالعلوم دیوبند میں اول مرتبہ حاضری کی سعادت حاصل ہوئی، دیکھا کہ طلبہ کے حجروں میں ٹوکروں میں خشک روٹی کے ٹکڑے جمع ہیں، دریافت کرنے پر معلوم ہوا یہاں طلبہ کو جو کھانا دیا جاتا ہے، جب اس میں سے روٹی بچ جاتی ہے تو طلبہ اس کو جمع کرتے ہیں، اہلِ دیوبند خود طلبہ کے حجروں سے وزن کر کے وہ خشک روٹی خرید کر لے جاتے ہیں اور اس کو پانی میں بھگو کر جوش دے کر بھینس، گائے، بکریوں کو کھلاتے ہیں، اس سے جانور فربہ ہوتے ہیں، دودھ بڑھ جاتا ہے۔ اِس طرح طلبہ کے لیے اسی خشک نان کی قیمت سے چائے کے خرچ کا نظم ہو جاتا ہے۔

اہلِ مدینہ کا طرزِ عمل

مدینہ منورہ میں حضرت مولانا اسماعیل صاحب بداتؒ کے یہاں ایک مرتبہ دعوت میں دیکھا کہ خشک روٹیوں کو شیخ عبدالوحید صاحب دہلوی جیسے آدمی خود اپنے ہاتھ

سے اٹھا کر اپنی گاڑی میں رکھ رہے ہیں، پتہ چلا کہ وہ ان روٹیوں کو لے جا کر اونٹوں کو کھلائیں گے۔ بہت خوشی ہوئی کہ نعمت کی قدردانی ہو رہی ہے، اس کو ضائع ہونے سے بچایا جا رہا ہے، اس طرح کفایت شعاری اور نعمت کی قدردانی کا مزاج بنانا چاہیے، خاص کر جن مقامات پر ضرورت سے فراغت کے بعد کا کھانا لے جانے کے لیے فقرا، مساکین، گھر کے خدام نہ ہوں وہاں اس طرح کی کوئی مناسب تدبیر سے نعمت کو ضائع ہونے سے بچانا چاہیے۔

اونچا مقام زیادہ عبادت

میری دینی بہنو! اگر اونچا مقام چاہیے تو اللہ کی ویسی عبادت بھی کرنی پڑتی ہے، جب عورت اخلاص سے زیادہ عبادت کرے، اللہ اس کو اونچا مقام عطا فرماتے ہیں، نیز اونچا مقام ملنے کی شکرگزاری بھی عبادت میں زیادتی ہے۔ ارشاد ہوا:

يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾

ترجمہ: اے مریم! تو اپنے رب کی بندگی میں لگی رہ اور تو سجدہ کرتی رہ اور تو رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرتی رہ۔

روایت میں ہے کہ خود فرشتوں نے مریم رضی اللہ عنہا سے روبرو یہ بات کی تھی۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا میں خداداد خوبیاں

میری دینی بہنو! حضرت مریم رضی اللہ عنہا میں کتنی خوبیاں تھیں:

① وہ اللہ کی بہت عبادت کرنے والی تھیں۔

② دنیا سے ان کو کوئی رغبت نہیں تھی۔

③ وہ بڑی شریف عورت تھیں، بہت پاک دامن عورت تھیں۔

④ شیطان کے انگلی لگانے سے اور شیطان کے وسوسہ سے ان کو بچایا گیا تھا۔

⑤ اللہ تعالیٰ کے سامنے تواضع سے رہنے والی عورت تھیں۔

⑥ کثرت سے رکوع وسجدہ؛ یعنی نماز ادا کرنے والی تھیں۔

⑦ آپ کو اللہ کے دین کے کام کے لیے وقف کر دیا گیا تھا۔ یہ خوش نصیبی آپ سے پہلے کسی عورت کو نصیب نہیں ہوئی۔

جنت پر کسی کا ٹھیکہ نہیں

میری دینی بہنو! جب ماں اتنے اونچے درجہ کی ہوتی ہے تو اللہ اس کی گود میں بیٹا بھی اس درجہ کا عطا فرماتے ہیں، اگر اونچا درجہ چاہیے تو نیک بن جاؤ، پاک دامن بن جاؤ، شریف بن جاؤ، اللہ بہت اونچے مقامات عطا فرمائیں گے۔

جنت پر کسی کا ٹھیکہ نہیں ہے، جنت تو اچھے اعمال پر ملتی ہے، جنت تو نیکیوں کی برکت سے، اللہ کے فضل سے ملتی ہے، اپنے آپ کو اچھا بنانے پر ملتی ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ایک بات پھر میں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں، شاید پہلے سنا چکا ہوں، ایک مرتبہ حضور پاک ﷺ نے اپنی بیٹی، جنت کی عورتوں کی سردار، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا: بیٹی فاطمہ! یہ بات یاد رکھنا کہ: تو اللہ کے نبیوں کے سردار کی بیٹی ہے، تو یہ چیز تجھے جنت میں نہیں لے جائے گی۔

من بطّأ به عمله لم يسرع به نسبه. (المسلم: ۲/۳۴۵)

جس کے اعمال کمزور ہوں گے، جس کے اعمال ڈھیلے ڈھیلے ہوں گے، اس کی

خاندانی نسبت اس کواڑا کر جنت میں نہیں لے جائے گی۔

اگر تجھے جنت میں جانا ہے تو تجھے بھی نیک اعمال کرنے پڑیں گے۔

اللہ کی قدرت کی عجیب نشانی

اللہ نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو کتنا بڑا تحفہ عطا فرمایا؟

اِذۡ قَالَتِ الۡمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرۡيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنۡهُ ۖ اسۡمُهُ الۡمَسِيۡحُ عِيۡسَى ابۡنُ مَرۡيَمَ وَجِيۡهًا فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ وَمِنَ الۡمُقَرَّبِيۡنَ ﴿۴۵﴾ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الۡمَهۡدِ وَكَهۡلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ﴿۴۶﴾

(وہ وقت بھی یاد کرو) جب کہ فرشتوں نے کہا: اے مریم! یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ تم کو اپنے ایک کلمے کی (پیدائش کی) خوش خبری دیتے ہیں، جس کا نام ''مسیح عیسیٰ'' ہوگا جو دنیا اور آخرت میں بڑے مرتبے والا ہوگا اور (اللہ تعالیٰ کے) مقرب بندوں میں سے ہوگا ﴿۴۵﴾ اور وہ (عیسیٰ) گہوارے میں اور بڑی عمر (یعنی اڈھیر پن) میں لوگوں سے بات کرے گا اور وہ (اللہ تعالیٰ کے) نیک بندوں میں سے ہوگا ﴿۴۶﴾

حضرت مریم رضی اللہ عنہا اللہ کی عبادت میں لگی ہوئی ہے، مردوں سے اپنے آپ کو بچائے ہوئی ہے، اللہ کے فرشتے نے آکر خوش خبری دی:

اے مریم! اللہ تعالیٰ تجھے اپنی قدرت کی نشانی بنانا چاہتے ہیں، اللہ تیری گود میں ایک بیٹا دینا چاہتے ہیں، اور وہ بیٹا کیسا ہوگا؟

اس کو اللہ نے عجیب خوبیوں اور کمالات والا بنایا ہے، اللہ اس کو حیرت انگیز معجزات عطا فرمائیں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں خداداد خوبیاں اور عجیب معجزات

① اس میں ایک خوبی یہ ہوگی: ﴿بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ﴾

یعنی بغیر مرد کے اللہ کے ''کلمۂ کُنْ'' سے پیدا ہوں گے۔

عام طور پر انسانوں کی پیدائش میں مرد وعورت دونوں کا حصہ ہوتا ہے؛ لیکن تمھارے اس بچہ کو بغیر مرد کے اللہ محض اپنے حکم سے کلمۂ کن سے پیدا فرمائیں گے

② اس بیٹے کا نام بھی اللہ نے بتادیا:

﴿اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ﴾

یعنی ان کا نام ''عیسیٰ'' ہوگا اور لقب ''مسیح'' ہوگا۔

بعض لوگ اپنی اولاد کے دو دو نام رکھتے ہیں یا نام کچھ اور ہے اور پیار سے ''مُنّا''، ''گورا'' وغیرہ کہہ کر بلاتے ہیں، اس کو 'لقب' کہتے ہیں۔

مسیح کا معنیٰ ''سفر کرنے والا'' ہوتا ہے؛ یعنی وہ دنیا میں دین کے لیے بہت زیادہ سفر کریں گے۔

دوسرا مطلب یہ بھی ہے کہ: آپ کی ذات سے گندگیاں صاف کردی گئیں، آپ کو گناہوں سے پاک رکھا گیا، آپ کو یہ خوبی بھی عطا کی گئی کہ بیمار کو ہاتھ لگاتے تو وہ آپ کا مبارک ہاتھ لگنے سے ٹھیک ہوجاتا، نیز آپ کا وجود بہت سی برکتوں کا ذریعہ ہے۔

عیسیٰ کا معنیٰ ''سردار'' ہوتا ہے؛ گویا جو نام اور لقب آپ کے لیے تجویز کیا گیا اس میں بھی بڑی برکت اور بھلائی ہے۔

③ تیسری خوبی یہ ہوگی کہ: ﴿وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾

یعنی دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ ان کو اونچا مرتبہ عطا فرمائیں گے، طعن اور بدنامی سے اللہ تعالیٰ ان کو بچا کر رکھیں گے۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی والدہ کے دل میں یہ ڈر تھا کہ لوگ تہمت لگائیں گے، اس پر اللہ تعالیٰ نے اس لفظ سے تسلی عطا فرمائی کہ: ڈرو نہیں، ہم ان کے نسب کے بارے میں جو الزام لگے اس کو علی الاعلان دور کر دیں گے، اور آخرت میں سب کے سامنے براءت کا اعلان ہوگا۔

④ چوتھی خوبی یہ ہوگی کہ:

﴿وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ﴾

یعنی اللہ کے خاص مقرب بندوں میں سے ہوں گے۔

⑤ پانچویں خوبی یہ ہوگی:

﴿وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ﴾

یعنی ماں کی گود میں ہوں گے تب بولیں گے، ابھی تو دودھ پی رہے ہیں، ابھی پیدا ہوئے ہیں یا صرف چالیس دن کی عمر ہوئی ہے اور بولنے لگے۔

اس خوبی میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو تسلی دی گئی کہ: گھبراؤ نہیں! لوگ الزام لگائیں گے تو تمھارا بچہ بول کر تمھارے بری ہونے کا اعلان کرے گا۔

⑥ چھٹی خوبی:

﴿وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا﴾

پوری عمر کے ہوں گے یعنی جس عمر میں عقل پوری ہوتی ہے اس عمر میں بھی

بولیں گے، جیسے چالیس سال کے بعد کی عمر، ایسے تو اس عمر میں سب انسان بولتے ہیں؛ لیکن آپ کا اس عمر میں بولنا ایک معجزہ ہے؛ چونکہ آسمان پر اٹھائے جانے تک میں یہ عمر نہیں ہوئی تھی، تقریبا! تینتیس (۳۳) سال کی عمر میں آپ اٹھا لیے گئے، اب جب دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے تو اس وقت بات فرمائیں گے۔

⑦ ساتویں خوبی:

﴿وَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾

نہایت درجہ کے نیک اور صالح ہوں گے، نبیوں میں یہ خوبی خاص ہوتی ہے۔

⑧ آٹھویں خوبی:

﴿وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ﴾

اللہ ان کو انجیل کتاب آسمان سے دیں گے۔

⑨ نویں خوبی یہ ہوگی کہ:

﴿اَنِّيْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾

ان کے ہاتھ میں اللہ وہ معجزہ دیں گے کہ مٹی سے چڑیا بنائیں گے، پھر اللہ کے مبارک نام سے پھونک مار کر اس چڑیا کو زندہ کریں گے۔

⑩ دسویں خوبی یہ ہوگی کہ: قیامت کے دن وہ جس کی شفاعت کریں گے، وہ قبول ہوجائے گی۔

⑪ گیارہویں خوبی یہ ہوگی کہ: ﴿وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ﴾

جو بچے ماں کے پیٹ سے اندھے اور کوڑھ والے ہوں گے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کو اچھا کردیں گے۔

⑫ بارہویں خوبی یہ ہوگی کہ:

﴿وَاُحۡیِ الۡمَوۡتٰی بِاِذۡنِ اللّٰهِ﴾

مُردوں کو زندہ فرمادیں گے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کسی کی قبر پر جاتے اور اس مردے کو اللہ کے مبارک نام سے آواز دیتے تو وہ مردہ زندہ ہوجاتا، بات چیت کرتا، پھر اس کا انتقال ہوجاتا۔

ایک قابلِ توجہ بات

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے نبیوں کو زمانے کے حالات کے اعتبار سے معجزات عطا فرماتے ہیں، حضرت عیسی علیہ السلام کے زمانہ میں طب، حکمت، دوا، علاج، معالجہ کی بڑی ترقی کا زمانہ تھا، Medical Science بہت آگے بڑھ رہا تھا؛ لیکن سارے حکیم، ڈاکٹر لوگوں کے پاس دو بیماریوں کی دوا نہیں تھی:

① موت؛ یعنی مُردے کو زندہ کرنا۔

② ماں کے پیٹ سے عیب کے ساتھ آنے والے بچے کا علاج۔

اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں چیزیں بطورِ معجزہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمائی تھی۔

ایک غلط مشہور بات کی اصلاح

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جب سے دنیا شروع ہوئی تب سے دنیا ختم ہونے

تک جو بھی انسان مر گیا اس کو دوبارہ اللہ دنیا میں زندہ نہیں فرمائیں گے، یہ ایسی مشہور بات ہے کہ اس کی کوئی دلیل ہماری نظر میں نہیں آئی۔ دیکھو! ان واقعات سے پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو اپنے کرم سے ایسے معجزات عطا فرماتے ہیں کہ وہ اللہ کے حکم سے مُردوں کو دوبارہ زندہ کرے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بقیہ خوبیاں

⑬ تیرھویں خوبی یہ تھی کہ:

﴿وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ﴾

آپ کی مجلس میں دین سیکھنے کے لیے آنے والوں کو بتلا دیتے کہ: تم نے کیا کھایا؟ گھر میں کیا کر کے آئے ہو؟ اور گھر میں کیا چیز بھر کر رکھی ہے؟

⑭ چودھویں خوبی یہ تھی کہ: ''تورات'' کتاب جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی، اس کی بھی آپ نے تصدیق فرمائی، آپ لوگوں کو بتاتے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو کتاب نازل ہوئی تھی وہ صحیح اور سچی تھی۔

گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں نبی ہونے کے ساتھ ساتھ ''مجدد'' بن کر تشریف لائے، تورات کے احکام، مسائل اور قانون کی تکمیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ سے ہوئی۔

نبیوں کی ایک خاص خوبی

اللہ کے نبیوں کی یہ خاص خوبی اور شان رہی ہے کہ وہ اپنے سے پہلے دنیا میں

آنے والے ہر نبی کو سچا بتاتے ہیں اور جتنی کتابیں اتر چکیں ان کے بارے میں سچائی کا اعلان فرماتے ہیں؛ خصوصاً حضرت نبیٔ کریم ﷺ آخری نبی تشریف لانے والے ہیں، اس بات کا ہر نبی نے اپنے زمانے میں اعلان فرمایا۔

⑮ پندرھویں خوبی یہ تھی کہ: اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ آسمان پر اٹھالیا، پھر دوبارہ دنیا میں زندہ اتارے جائیں گے، اور آکر لوگوں کو دین سکھائیں گے، اور اسی امتِ محمدیہ کے ایک امتی بن کر رہیں گے۔

غرض یہ ہے کہ ایسی ایسی عجیب خوبیوں اور کمالات والا بچے دینے کی اللہ کی طرف سے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو بشارت ہوئی، ساتھ میں ان کو عجیب عجیب معجزات دیے گئے، اس کا بھی قرآن میں بیان آیا ہے۔

جیسی ماں ویسی اولاد

میری دینی بہنو! ایک عورت جب نیک ہوتی ہے، پارسا ہوتی ہے، پاک دامن ہوتی ہے تو اللہ اس کو صلاح، تقوی والا بیٹا دیتے ہیں۔

اگر ہماری بہنیں نیک بن جائیں، تو اللہ تعالیٰ ان کی گود میں بھی نیک اولاد عطا فرمائیں گے، اگر ہماری بہنیں شکر گذار بن جائیں تو اللہ ان کی گود میں شاکر، ذاکر اولاد عطا فرمائیں گے، جیسی ماں ویسی اولاد۔

اگر ہماری بہنیں نیک بن جائیں تو اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کو اپنے زمانے کا ولی بنائیں گے، قطب اور ابدال بنائیں گے، عالم، مفتی، ذاکر، دین کا داعی بنائیں گے، ان کی اولاد اللہ کی فرماں بردار اور کامل مسلمان ہوگی۔

ایسی ہی کامل فرماں برداری والی اولاد کی دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ سے مانگی تھی: ﴿رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ﴾

ترجمہ: اے ہمارے رب! اور آپ ہم کو اپنا پورا فرماں بردار بنا دیجیے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک ایسی جماعت (یعنی امت) پیدا کر دیجیے جو آپ کی پوری فرماں بردار ہو۔

صحیح بات یہ ہے کہ ''بڑی اولاد بڑی ماؤں کے پیٹ سے دنیا میں آیا کرتی ہیں'' اس لیے تمھاری زندگی اسلامی بنے گی تو ان شاء اللہ! تمھاری اولاد بھی دین دار بنے گی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیسے پیدا ہوئے؟ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو کیسے ولادت ہوئی؟ وہ عجیب واقعہ سورۂ مریم میں ہے، ان شاء اللہ! آئندہ مجلس میں پورا واقعہ میں آپ کی خدمت میں عرض کروں گا۔

اللہ تعالیٰ ہماری ماں بہنوں کو ان باتوں کو سمجھ کر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ ربّ العالمین

حضرت مریم رضی اللہ عنہا

(دوسری قسط)

(حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا عجیب واقعہ)

اس بیان کے چنندہ جواہر پارے

اگر کوئی شیطان صفت انسان آپ کی طرف گندی نیت رکھتا ہو تو اس کو اللہ کے نام سے ڈراؤ، یہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا دیا ہوا مبارک سبق ہے۔

ایک لفظ ہے ''لڑکا'' دوسرا لفظ ہے ''لڑکی'' دونوں کے آخر سے ''کا'' اور ''کی'' نکال دو، باقی رہے گا ''لڑ،لڑ'' یعنی دونوں جو تنہائی میں ملے، غلط طریقہ سے ملے تو لڑائی: یعنی گناہ وجود میں آئے گا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں: حمل کی اقل مدت چھ ماہ ہے؛ اس لیے کسی بہن کو شادی کے چھ مہینے یا ساڑھے چھ مہینے بعد اگر بچہ ہو گیا تو ہماری بہنیں نعوذ باللہ! اس پر تہمت لگاتی ہیں کہ یہ شادی سے پہلے کے حمل کا بچہ ہے۔

میری دینی بہنو! تہمت لگا کر اپنی زبانوں کو گناہ میں مت مبتلا کرو۔

''جیسی کرنی ویسی بھرنی'' آج تم نے تمھارے ماں باپ کا دل دکھایا، کل تمھاری اولاد تمھارا دل دکھائے گی، یہ خدا کا نظام ہے.

حدیث شریف میں یہ مضمون آیا ہے کہ: تم تمھارے والدین سے اچھا برتاؤ کرو، تمھاری اولاد تمھارے ساتھ اچھا برتاؤ کرے گی۔

❁❁❁

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى،اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ۙ﴿۱۶﴾

فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۫ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿۱۷﴾

قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿۱۸﴾ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ

لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿۱۹﴾ (مریم)

ترجمہ: اور (اے نبی!) تم اس کتاب (قرآن کے خاص حصے) میں مریم کا بھی تذکرہ کرو، جب وہ اپنے گھر والوں سے الگ ہوکر ایک ایسے مکان (جگہ) میں چلی گئی جو مشرق میں تھا ﴿۱۶﴾ پھر اس (مریم) نے (اپنے اور) ان (لوگوں) کے درمیان میں پردہ ڈال دیا، سو ہم نے ان کے پاس اپنے ایک فرشتے (جبرئیل علیہ السلام) کو بھیجا جو اس (مریم) کے سامنے ایک مکمل انسان کی شکل میں ظاہر ہوا ﴿۱۷﴾ وہ (مریم) بولی: میں تجھ سے (اللہ) رحمٰن کی حفاظت چاہتی ہوں، اگر تو خدا سے ڈرنے والا ہے (تو یہاں سے چلا جا) ﴿۱۸﴾ وہ (فرشتہ) بولا: میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں (اس لیے بھیجا گیا ہوں) تاکہ تجھ کو پاکیزہ لڑکا دوں ﴿۱۹﴾

بات حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے متعلق ہو رہی تھی، انھوں نے اللہ تعالیٰ کی بڑی عبادت کی، پاک دامن رہی، تو اللہ نے ان کو نیک اور صالح بیٹے کی خوش خبری سنائی۔

تیرہ یا پندرہ سال کی عمر میں سب سے پہلے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو حیض کا خون آیا، جب حیض کا خون شروع ہوا تو ان کو شرم آئی جس کی وجہ سے وہ بیت المقدس کی مشرقی

جانب یعنی (east side) میں چلی گئی۔

عورتوں میں فطری حیا

ایسے بھی جو نیک اور پاک دامن لڑکیاں ہوتی ہیں وہ اس قسم کی چیزوں کو گھر میں اپنے باپ، بھائی وغیرہ کے سامنے ظاہر کرنے کو نامناسب سمجھتی ہیں، یہ ان کی حیا، شرم اور پاک دامنی کی بات ہوتی ہے۔

بہر حال! حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو حیض کا خون آیا تو حیض کا غسل کرنے بیت المقدس سے تقریباً آٹھ میل کی دوری پر ایک جگہ ہے جس کو ''بیت اللحم'' کہا جاتا ہے اور آج کل اس کو انگریزی میں Bethlhome کہتے ہیں، وہاں پر چلی گئی، اور پہاڑ کے اس پار کسی دیوار کی آڑ میں پردہ تان لیا، ایسے تو حضرت مریم رضی اللہ عنہا اپنے کمرہ میں عبادت میں مشغول رہتی تھیں، ضروری حاجات کے لیے نکلتی تھیں، یہ بھی بعض روایات میں ہے کہ اس وقت بھی کسی ضرورت کی وجہ سے مشرق کی طرف گئی ہوئی تھیں اور وہاں کنگھی سے بال ٹھیک کر رہی تھیں۔

تفاسیر میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ اس مرتبہ کے حیض سے پہلے دو مرتبہ حیض آچکا تھا اور دونوں مرتبہ اپنی خالہ کے یہاں چلی جاتی تھیں، جب حیض کے غسل سے فارغ ہوتی تب پھر مسجد میں آجاتی۔

حیض کے دنوں میں عورتوں کے لیے ایک مسئلہ

بہت سی عبادتیں وہ ہیں جو حیض کے زمانے میں کرنا جائز نہیں ہیں؛ جیسے قرآن پڑھنا، نماز پڑھنا، روزے رکھنا، طواف کرنا یہ سب کام حیض کے زمانے میں جائز نہیں

ہیں؛ لیکن بہت سے کام وہ ہیں جو ہماری بہنیں حیض کے زمانہ میں بھی کر سکتی ہیں، جیسے زبان سے اللہ کا ذکر کرنا، تسبیح پڑھنا، درود شریف پڑھنا، دعائیں پڑھنا یہ سب کام حیض کے زمانے میں بھی ہو سکتے ہیں۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو اللہ کی عبادت کی عادت تھی، وہاں بیت المقدس میں بھی تنہائی میں بیٹھ کر، کمرہ میں بند ہو کر اللہ کی عبادت کرتی تھی تو یہاں بھی جنگل میں دور جا کر اللہ کی عبادت میں مشغول ہو گئی ہوں گی۔

تنہائی میں خوب صورت نوجوان

وہاں جنگل میں وہ اکیلی ہے، کوئی نہیں ہے اور اچانک حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے ایک عجیب چیز دیکھی: فَأَرْسَلْنَآ إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿۱۷﴾

ترجمہ: سو ہم نے ان کے پاس اپنا ایک فرشتہ (جبرئیل علیہ السلام) کو بھیجا جو اس (مریم) کے سامنے ایک مکمل انسان کی شکل میں ظاہر ہوا۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ: ایک خوب صورت نوجوان آ رہا ہے، اس کے بال بھی بڑے خوب صورت گھونگھریالو۔ تھوڑے تھوڑے مڑے ہوئے۔ تھے اور چہرے پر داڑھی نہیں تھی، بدن کی سائز بھی نہ زیادہ لمبی نہ زیادہ چھوٹی، درمیانی سائز کا۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا اس کو دیکھ کر گھبرا گئیں، ڈر گئیں۔

اللہ کا ڈر ہر جگہ ہونا چاہیے

میری دینی بہنو! یہ ایک عجیب سیکھنے کی چیز ہے کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا نوجوان تھی، خوب صورت تھی اور جنگل میں جہاں کوئی نہیں تھا ایسی جگہ پر ایک نوجوان آیا اور وہ آنے

والا نوجوان بھی خوب صورت تھا؛ لیکن حضرت مریم رضی اللہ عنہا اس کو دیکھ کر ڈر گئی، گھبرا گئی، کیسی عفیف اور پاک دامن عورت ہوگی؟ دل میں کوئی خوشی نہیں ہوئی کہ چلو! تنہائی میں ہم دونوں نوجوان مل گئے، یہ بھی جوان ہے میں بھی جوان ہوں، یہاں کوئی دیکھنے والا نہیں ہے، حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے دل میں خوشی کا کوئی جذبہ نہیں آیا، اس نوجوان کو دیکھ کر کے اپنی طرف سے کوئی مسکراہٹ بھی نہیں دی، اللہ ہماری دینی بہنوں کو ایسی پاک دامنی عطا فرمائے۔ حقیقت ہے کہ دل میں اللہ کا ڈر ہو تو گناہ سے بچنا آسان ہو جاتا ہے۔

دو طرف سے گناہ کی دعوت

آج فتنہ دونوں طرف سے ہے، جہاں نوجوان لڑکے نوجوان لڑکیوں کے چکر میں رہتے ہیں، ہماری جوان بہنیں بھی جوان لڑکوں کے چکر میں رہتی ہیں، جہاں کہیں دیکھا کہ نوجوان لڑکا ہے، خوب صورت ہے تو موقع پا کر ہماری بہنیں ذرا مسکرا کر اس نوجوان لڑکے کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرتی ہیں، یہ حرام کام ہے۔

جس طرح کوئی نوجوان لڑکا قصداً کسی لڑکی کو دیکھے وہ گناہِ کبیرہ ہے، اسی طرح اگر ہماری بہنیں کسی نوجوان کو شہوت کی نگاہ سے دیکھے، اپنی طرف للچانے کی نیت سے دیکھے تو یہ دیکھنا بھی حرام اور گناہِ کبیرہ ہے۔

نظر نیچی رکھنے کا حکم

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُیُوْبِهِنَّ. (النور: ۳۱)

ترجمہ: اور (اے نبی!) تم ایمان والی عورتوں کو (بھی) کہو کہ: وہ اپنی نظروں کو نیچے رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں اور اپنی سجاوٹ (کسی پر بھی) ظاہر نہ کریں؛ مگر جو اس میں سے (مجبوراً) ظاہر ہو جائے اور اپنی اوڑھنیاں (دوپٹے) اپنے گریبانوں پر ڈال دیا کریں۔

فائدہ: قرآن میں عام طور پر مرد اور عورت دونوں کے لیے ایک ہی ساتھ احکام بیان کیے جاتے ہیں؛ لیکن نگاہ اور شرمگاہ کی حفاظت کے لیے دونوں کو الگ الگ حکم دیا گیا، یہ اس کی اہمیت کو بتاتا ہے۔

بہرحال! حضرت مریم رضی اللہ عنہا ڈر گئی اور ڈر کے مارے بولنے لگی:

قَالَتْ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿۱۸﴾

ترجمہ: وہ (مریم) بولی: میں تجھ سے (اللہ) رحمن کی حفاظت چاہتی ہوں، اگر تو خدا سے ڈرنے والا ہے (تو یہاں سے چلا جا)۔

دوسرا ترجمہ: اگر تو خدا سے ڈرنے والا ہو تو بھی میں رحمن سے تیرے بارے میں پناہ مانگتی ہوں۔ یعنی متقی ہو تب بھی قریب مت آ، متقی کہے جانے والوں کو بھی ابلیس کسی وقت گمراہ کر سکتا ہے۔

اللہ کے نام کا واسطہ دے کر حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے اس نوجوان کو ڈرایا۔

نظروں کا ملنا فتنہ کا ذریعہ

آپ غور کرو، ایک لفظ ہے ''لڑکا'' دوسرا لفظ ہے ''لڑکی'' دونوں کے آخر سے ''کا'' اور ''کی'' نکال دو، باقی رہے گا ''لڑ، لڑ'' یعنی دونوں جو تنہائی میں ملے، غلط طریقہ

سے ملے تو لڑائی یعنی گناہ وجود میں آئے گا۔

جیسے پٹرول کی سلامتی اسی میں ہے کہ آگ قریب نہ جائے، اسی طرح یہاں بھی دونوں غیر شرعی طریقہ سے ایک دوسرے کے قریب نہ جائے، ورنہ گناہ کی آگ بھڑک اٹھے گی۔

اجنبی مرد حقیقت میں فرشتہ، اللہ کے نام کا ادب

یہ آنے والا نوجوان کوئی اور نہیں تھا وہ تو اللہ کے فرشتہ ’’حضرت جبرئیل علیہ السلام‘‘ تھے، اللہ نے ان ایک خوب صورت نوجوان کی شکل میں بھیجا تھا۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جب اللہ کا نام سنا کہ: اللہ سے ڈرا اور میرے پاس مت آ، تو اللہ کے نام کے احترام میں وہ پیچھے ہٹ گئے۔

گناہ سے بچنے کا آسان نسخہ: فکرِ آخرت

میری دینی بہنو! جب کبھی ایسا موقع آئے جس میں شیطان گناہ کا ماحول پیدا کرے تو فوراً اللہ کو یاد کرو کہ: میرے اللہ مجھے دیکھ رہے ہیں، میرے دل کے ارادوں کو اللہ دیکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو قیامت کے دن مجھے جواب دینا ہے، قبر میں اللہ کے فرشتوں کو جواب دینا ہے۔

میری دینی بہنو! اتفاقاً ایسی کوئی بات ہو جائے، فوراً اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈر کر اپنے آپ کو گناہ سے بچانے کی فکر کرو، ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ راضی ہوں گے اور اگر کوئی شیطان صفت انسان آپ کی طرف گندی نیت رکھتا ہو تو اس کو بھی اللہ کے نام سے ڈراؤ، یہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا دیا ہوا مبارک سبق ہے۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا امتحان

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے پاس فرشتے کو آنا ہی تھا، تو بوڑھے کی شکل بھی ہو سکتی تھی، بچہ کی شکل بھی ہو سکتی تھی؛ لیکن جوان کی شکل میں اس لیے بھیجا کہ اللہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا امتحان لینا چاہتے تھے کہ: یہ عورت کیسی پاک دامن ہے؟ ان کا اس نوجوان کو دیکھ کر کیا حال ہوتا ہے؟ اور اِس امتحان کے ذریعہ آپ کی عفت کو ظاہر فرمانا چاہتے تھے۔

اللہ کی طرف سے بندہ کا امتحان

میری دینی بہنو! اللہ ہم کو عزت اور عافیت سے رکھے؛ لیکن اللہ کی طرف سے اس طرح امتحان ہوتا ہے کہ میرا بندہ اور میری بندی گناہ کے موقع پر مجھ سے ڈرتے ہیں اور بچتے ہیں یا یہ کہ گناہ میں پھنس جاتے ہیں؟

کبھی کبھی اللہ بندوں کے ایمان کا امتحان لیتے ہیں اور یہ تو قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ: ایمان کا امتحان لوں گا اور ایمان کا امتحان عملی زندگی میں ہوتا ہے۔

اس کے لیے کوئی امتحانی پرچہ (Exam paper) نہیں ہوتا، اور نہ کوئی سوال جواب (Quastion,Answer) ہوتے ہیں، وہاں امتحان کا طریقہ یہ ہے کہ مثلاً گناہ کا موقع آئے تو اللہ یہ دیکھتے ہیں کہ میری بندی گناہ سے بچتی ہے یا گناہ میں پھنس جاتی ہے؟

قرآن اللہ فرماتے ہیں:

الٓمّٓ ۝١ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْۤا اَنْ یَّقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ۝٢ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ

الْكٰذِبِيْنَ ③ (عنکبوت)

ترجمہ: الم ﴿۱﴾ کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ صرف اتنا کہہ دینے پر کہ ''ہم ایمان لے آئے ہیں'' چھوڑ دیے جائیں گے اور ان کو آزمایا نہیں جائے گا؟ ﴿۲﴾ حالاں کہ ان سے پہلے جو لوگ گذر چکے ہیں ہم ان (سب) کو آزما چکے ہیں، سو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ضرور معلوم کر کے رہیں گے جو (ایمان میں) سچے ہیں اور وہ (اللہ تعالیٰ) جھوٹوں کو بھی ضرور معلوم کر کے رہیں گے ﴿۳﴾

اللہ فرماتے ہیں: تم زبان سے کہتے ہو کہ ہم ایمان لے آئے تو اللہ تم کو ایسے ہی تھوڑے چھوڑ دیں گے، اللہ تمھارے ایمان کا امتحان لیں گے۔

میری دینی بہنو! صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اور صحابیہ رضی اللہ عنہن نے جو ایمان کا امتحان دیا ہے، ہم تو صرف ان کے واقعات پڑھتے اور سنتے ہیں، انھوں نے خون بہا کر، مار کھا کر، بھوکے، پیاسے رہ کر، کافروں کے ظلم کو برداشت کر کے ایمان کا امتحان دیا تھا، اللہ ایسے امتحان سے ہماری حفاظت فرمائے، ہمارے حال پر رحم فرمائے اور ہمارے ایمان کو مضبوط فرمائے اور دنیا آخرت میں ہمارے ایمان کو سلامت رکھے۔

پردہ ہر غیر محرم سے ضروری

اس آیت کا دوسرا مطلب بھی ہے کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کہنے لگی:

اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ⑱ (مریم)

اگر تو تقویٰ والا ہے تو بھی میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔ یعنی اگر تو تقویٰ والا ہے تو اس کا تقاضا ہے کہ برے کام کی طرف آگے مت بڑھ، پرائی عورت کی طرف

مت آ اور اگر تقویٰ نہ ہو تو بدرجۂ اولیٰ میرے قریب مت آ۔

کیسی عجیب بات فرمادی کہ سامنے والا مرد جو غیر محرم ہے وہ کتنا ہی بڑا اللہ کا ولی، متقی، پرہیزگار، عالم، مفتی، پیر ہو، کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو؛ لیکن پھر بھی اس سے آمنے سامنے ملنا، آمنے سامنے ہونا، بغیر پردہ اس کے قریب جانا، یہ ہماری شریعت میں ناجائز اور گناہ کا کام ہے۔

بہت سی مرتبہ ہماری بہنیں جذبات میں بہہ جاتی ہیں اور بہت سے عاملوں اور عالموں کے پاس آمنے سامنے چلی جاتی ہیں اور نعوذ باللہ! اس کی نحوست سے گناہ وجود میں آتے ہیں؛ اس لیے کتنا ہی بڑا عالم ہو، کتنا ہی بڑا اللہ والا ہو؛ لیکن ہم کو شریعت کی حد (Border) کا لحاظ کرنا چاہیے۔

اور وہ ولی ہی کیا جو غیر محرم عورتوں سے بے پردہ بات چیت کرے؟

کوئی ضروری کام ہے تو پردہ کے پیچھے سے بات کرو اور بات کرنے کا طریقہ بھی پہلے میں نے آپ کو بتلا دیا تھا کہ سخت اور اکھڑے ہوئے لہجہ میں بات کرو، نرم لہجہ میں بات مت کرو۔

غرض حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے دیکھا کہ: یہ مریم تو مجھ کو دور بھگا رہی ہے تو جبرئیل علیہ السلام نے اپنی پہچان کروائی: ﴿قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ﴾

اے مریم! میں کوئی اجنبی نہیں ہوں، میں انسان نہیں ہوں، میں تو اللہ کا فرشتہ جبرئیل ہوں۔

جب جبرئیل علیہ السلام نے اپنی پہچان کروائی اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے چہرے کا نور دیکھا تو اس چمکتے ہوئے نور کو دیکھ کر حضرت مریم رضی اللہ عنہا

پہچان گئی، حقیقت میں یہ اللہ کا فرشتہ ہے اور فرشتہ میں مرد وعورت کچھ نہیں ہوتا، وہ معصوم مخلوق ہے، ان سے کوئی پردہ نہیں ہوتا۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام کے آنے کا مقصد

جبرئیل علیہ السلام نے اپنے آنے کا مقصد بھی بتلا دیا: ﴿لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا﴾
میں اس لیے آیا ہوں تاکہ تمھیں ایک پاکیزہ لڑکا دوں۔

یعنی ایسا بیٹا جو نسب کے اعتبار سے پاک اور صاف ہوگا، اخلاق کے اعتبار سے پاک اور صاف ہوگا، گناہوں سے معصوم ہوگا، نیکی، پرہیزگاری، بزرگی میں ہمیشہ ترقی کرنے والا ہوگا، ایسا نیک لڑکا تجھے دینے کے لیے میں آیا ہوں۔

بشارت پر تعجب

مریم رضی اللہ عنہا نے جب یہ بات سنی تو تعجب میں کہنے لگی: ﴿اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ﴾
ارے! مجھے لڑکا کیسے ہوگا؟ مجھے کیسے اولاد ہوگی؟

اس لئے کہ: ﴿وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا﴾

آج تک پوری زندگی میں کسی مرد نے مجھے ہاتھ بھی نہیں لگایا اور میں کوئی زنا کرنے والی عورت بھی نہیں ہوں؛ یعنی میری شادی بھی نہیں ہوئی، اور میں کوئی گندی عورت بھی نہیں ہوں کہ کسی مرد سے میرا حرام تعلق ہو، پھر مجھے کیسے لڑکا ہوگا؟

اللہ ہماری بہنوں کو ایسی پاک دامنی دے، کیسے یقین کے ساتھ بول رہی ہے، کہ: آج تک زندگی میں مجھے کسی پرائے مرد نے ہاتھ بھی نہیں لگایا ہے۔

میری دینی بہنو! ایک عورت کسی انسان کے سامنے تو جھوٹ بول سکتی ہے، اپنے

نئے نئے شوہر کو خوش کرنے کے لیے تو جھوٹ بنا سکتی ہے کہ ''آج تک کسی مرد نے مجھے ہاتھ نہیں لگایا'' لیکن یہ بات تو فرشتہ سے ہو رہی ہے، فرشتہ اللہ کے یہاں سے آتا ہے، گویا یہ معاملہ اللہ سے ہو رہا تھا، یہاں جھوٹ اور بناوٹ نہیں ہو سکتی۔

میری دینی بہنو! آج ایسی نیتیں لے کر جاؤ، ایسے جذبات لے کر جاؤ، ایسے ارادے لے کر جاؤ کہ کوئی پرایا مرد، غیر محرم ہم کو ہاتھ نہیں لگائے گا، ہمارے بدن کو نہ دیکھ سکے گا، اس طرح پاک دامن رہ کر بچ بچ کر زندگی گزارو، ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں ہم سے راضی ہو جائیں گے۔

چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جواب میں کہا:

﴿قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ﴾

فرشتے نے کہا: ایسے ہی ہو جائے گا، تمھارے رب نے فرمایا ہے کہ یہ میرے لیے ایک معمولی بات ہے۔

یعنی اللہ اپنی قدرت سے بغیر مرد کے تجھے نیک صالح بیٹا عطا فرمائیں گے۔

خدا تعالیٰ کا نظامِ تخلیق

دیکھو میری دینی بہنو! ایک عجیب بات سمجھو، اللہ نے دنیا میں جتنے بھی انسان پیدا فرمائے، جتنے مرد، جتنی عورتیں ان کو چار طریقوں سے پیدا فرمایا ہے:

① حضرت آدم علیہ السلام کو مرد و عورت دونوں کے بغیر پیدا فرمایا، کوئی مرد نہیں تھا، کوئی عورت نہیں تھی، اللہ نے اپنی قدرت سے پیدا فرما دیا، یہ پہلا طریقہ ہے۔

② صرف مرد ہو، عورت نہ ہو، جیسے کہ ماں ''حوا'' کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا،

حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے اللہ نے ماں حوا کو پیدا فرمایا، اس میں کوئی عورت نہیں تھی، صرف مرد ہے حضرت آدم علیہ السلام۔

③ صرف عورت ہو، مرد نہ ہو، جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صرف عورت حضرت مریم رضی اللہ عنہا سے پیدا فرمایا، اللہ تعالیٰ نے بغیر مرد کے صرف عورت سے پیدا فرمایا۔

④ چوتھا طریقہ دنیا میں عام طور پر جو ہوتا ہے کہ تمام انسانوں کو ایک مرد اور ایک عورت سے اللہ تعالیٰ پیدا فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت اور رحمت

اللہ تعالیٰ نے آگے فرمایا: ﴿وَلِنَجۡعَلَهٗۤ اٰيَةً لِّلنَّاسِ﴾

مریم! تیرے بیٹے کو ہم قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لیے اپنی قدرت کی نشانی بنائیں گے کہ ہم وہ قدرت والے ہیں کہ بغیر مرد کے ہم انسان کو پیدا کر سکتے ہیں، تمھارا بیٹا ہماری قدرت کی ایک نشانی ہوگا۔

اور آگے فرمایا: ﴿وَرَحۡمَةً مِّنَّا﴾

اور تمام انسانوں کے لیے رحمت ہوگا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب دنیا میں تھے رحمت ہی رحمت تھے، قبروں پر جاتے اور مُردوں کو زندہ کرکے کھڑا کرتے تھے۔ اپنے ہاتھ میں مٹی لیتے، مٹی سے پرندہ بناتے اور اس میں روح پھونک کر ہوا میں اڑا دیتے۔ کوئی ماں کے پیٹ میں سے اندھا پیدا ہوتا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کی آنکھوں پر انگلی پھرا دیتے، اس اندھے کی آنکھیں اچھی ہو جاتیں۔ چمڑی پر کوڑھ کی بیماری والے آتے، جن کو ماں کے پیٹ سے یہ بیماری

ہوتی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہاتھ پھرا دیتے وہ اچھا ہوجاتا تھا۔

میری دینی بہنو! آج کے زمانے میں میڈیکل سائنس اتنی آگے بڑھ گئی ہے؛ لیکن جو بچہ ماں کے پیٹ سے اندھا نکلے، جو بچہ ماں کے پیٹ سے کوڑھ کی بیماری والا نکلے اس کو آج کے ڈاکٹر لوگ اچھا نہیں کرسکتے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے ایسا رحمت والا بنایا تھا کہ ماں کے پیٹ سے اندھے پیدا ہونے والے اور کوڑھ والے کو اپنا ہاتھ پھراتے اور وہ اچھا ہوجاتا تھا۔

یہ تو دنیا میں تھے اس وقت رحمت تھے، ابھی آسمان سے اتر کر دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے تو اس وقت بھی رحمت بنیں گے۔

آپ کے آنے پر پوری دنیا میں اسلام کا بول بالا ہوجائے گا، مسلمانوں کو پوری دنیا میں حکومت ملے گی اور اللہ تعالیٰ زمین کے خزانوں کو نکالیں گے، موسلا دھار بارش برسے گی، پھل بہت ہوں گے۔

حدیث میں آتا ہے کہ اتنے بڑے پھل فروٹ ہوں گے کہ ایک انار اتنا بڑا ہوگا کہ ایک پوری جماعت اس کو کھاتے کھاتے تھک جائے گی اور اس کا جو چھلکا ہوگا، اس کو چھاتا (چھتری) بنا کر لوگ سایہ حاصل کریں گے، اتنے بڑے بڑے انار دنیا میں پیدا ہوں گے۔

آپ علیہ السلام کے آنے پر پوری دنیا میں رحمت، برکت ہوجائے گی، جھگڑے ختم ہوجائیں گے، امن وامان ہوجائے گا، انصاف ہوجائے گا۔

اللہ نے عجیب بات فرمائی کہ: مریم! تیرا بیٹا ابھی بھی رحمت ہے، بعد میں بھی رحمت ہے۔

اس کے بعد آگے ارشاد فرمایا: ﴿وَكَانَ أَمْرًا مَّقْضِيًّا﴾

مریم! یہ اللہ تعالیٰ نے طے فرما لیا ہے کہ تیرے یہاں اولاد ہونی ہی ہونی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے جو لوحِ محفوظ میں لکھا جا چکا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت

بہر حال! حضرت جبرئیل علیہ السلام پاس میں آئے اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے کرتے کے گریبان کو چٹکی سے پکڑا اور کھینچا، پھر آستین میں پھونک ماردی، حضرت جبرئیل علیہ السلام کے پھونک مارنے کی وجہ سے فوراً حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو حمل ہو گیا، حمل ہونے کے بعد فوراً حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو بچہ بھی ہو گیا، سیکنڈوں میں یہ کام ہو گیا، کوئی دیر نہیں لگی؛ چونکہ اللہ کی قدرت سے یہ سب ہو رہا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَحَمَلَتْهُ فَانتَبَذَتْ بِهِ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿٢٢﴾﴾

پھر ہوا یہ کہ مریم کو اس بچہ کا حمل ٹھہر گیا، اور جب ولادت کا وقت قریب آیا تو وہ اس کو لے کر لوگوں سے الگ ایک دور مقام پر چلی گئیں۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو جب حمل ہو گیا اور پیٹ بڑا ہو گیا تو شرم کی وجہ سے بیت اللحم میں ایک طرف بیٹھ گئی۔ کہتے ہیں کہ: یہ ولادت کا واقعہ زوال کے وقت کے بعد ہوا، اس وقت حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی عمر ایک قول کے مطابق دس سال کی تھی۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا دل ہی دل میں سوچتی ہے کہ اب کیا کروں؟ پہلی مرتبہ حمل ہے، کوئی مدد کرنے والا بھی نہیں ہے، کون میری مدد کرے؟ کیا کھاؤں؟ کیا پیوں؟

پریشان ہیں، حضرت مریم رضی اللہ عنہا اسی پریشانی کے عالم میں اٹھ کر ایک طرف چلی گئیں۔

بچہ ماں کے پیٹ میں کتنے مہینہ رہتا ہے؟

میری دینی بہنو! یہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے لیے فوری حمل اور فوری ولادت کا ہونا اللہ کی قدرت کا کرشمہ تھا۔ ہماری شریعت کا قانون یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ: ایک عورت کم سے کم چھ ماہ حمل سے رہ سکتی ہے؛ یعنی چھ مہینے میں کم از کم اس کو بچہ پیدا ہوسکتا ہے، یہ ثابت ہے۔

اس لیے اگر کسی بہن کو چھ مہینے میں بچہ ہو جائے تو اس پر غلط تہمت لگانا جائز نہیں ہے، ایسے عام حالات میں نو مہینے میں بچہ ہوتا ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ ایک بچہ ماں کی پیٹ میں زیادہ سے زیادہ دو برس تک رہ سکتا ہے؛ یعنی کم سے کم چھ مہینے اور زیادہ سے زیادہ دو برس کی مدت ہے۔

ہمارے معاشرے میں ایک غلط بات چل پڑتی ہے، کسی بہن کو شادی کے چھ مہینے بعد، ساڑھے چھ مہینے بعد، سات مہینے کے بعد اگر بچہ ہوگیا تو ہماری بہنیں اس پر تہمت لگاتی ہے۔نعوذ باللہ۔ کہ یہ شادی سے پہلے کا بچہ ہے۔

میری دینی بہنو! تہمت لگا کر اپنی زبانوں کو گناہ میں مبتلا مت کرو۔

میرے مشاہدے کی بات

ایک نوجوان لڑکا مجھ سے تعلق رکھتا ہے، اس کے بچے سب کے سب صرف سات مہینے میں پیدا ہوئے تھے، اب تو ماشاء اللہ! وہ بچے بھی بڑے ہوگئے اور ہمارے مدرسے میں حفظ کرنے کے لیے آنے لگے، مدرسے میں وہ بچے میرے پاس آتے ہیں

تو میں ان بچوں کو ہنستے ہوئے کہتا ہوں کہ: ''یہ سات مہینے والا آیا''۔

عورت ولادت کے وقت کہاں جائے؟

ہمارے یہاں عام طور پر جو رواج ہے کہ پہلی مرتبہ میں لڑکیاں اپنی ماں کے گھر چلی جاتی ہیں، یہ کوئی غلط رواج نہیں ہے؛ اس لیے کہ عورتوں کو پہلی ولادت میں زیادہ شرم آتی ہے، مدد کی ضرورت پڑتی ہے، ماں کے گھر میں اس کو انس ملتا ہے؛ اس لیے اگر ماں کے گھر جائے تو اس میں کوئی بری بات نہیں ہے۔

اب حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے سوچا کہ کہاں ٹیک لگاؤں؟

ان کو ایک کھجور کا درخت نظر آیا اور وہ کھجور کا درخت کیسا تھا؟ بالکل سوکھا، اس پر پتے نہیں تھے، اس پر پھل بھی لگے ہوئے نہیں تھے، صرف کھجور کے درخت کا لکڑا کھڑا ہوا تھا، حضرت مریم رضی اللہ عنہا اس درخت کے پاس پہنچ گئیں۔

اللہ کی مدد: بے جان میں جان

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ﴾

پھر زچگی کے درد نے انھیں ایک کھجور کے درخت کے پاس پہنچا دیا۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو درد شروع ہوا، وہ کھجور کا درخت اللہ کے فضل سے تازہ ہو گیا۔

عورت کو حمل کی وجہ سے درد

اس سے معلوم ہوا کہ درد کا ہونا یہ فطری چیز ہے اور جو درد ہوتا ہے اتنا خطرناک

ہوتا ہے کہ اللہ نے خود اس درد کو قرآن میں ذکر فرمایا:

﴿حَمَلَتۡهُ أُمُّهٗ كُرۡهًا وَّوَضَعَتۡهُ كُرۡهًا﴾ (الأحقاف:۱۵)

ترجمہ: اس کی ماں نے اس کو بڑی تکلیف سے (پیٹ میں) اٹھائے رکھا اور بڑی تکلیف سے اس کو جنا۔

اور جب بچہ باہر آتا ہے تب بھی بہت درد ہوتا ہے۔

ولادت کے وقت عورت کو ایسا درد ہوتا ہے کہ موت اور درد میں صرف ایک درجہ باقی رہ جاتا ہے؛ اسی لیے بچے کی پیدائش کے وقت کسی عورت کا انتقال ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس عورت کو شہید کا درجہ عطا فرماتے ہیں۔

ماں کو ستانے سے پہلے سوچو

میں اپنے نو جوان بھائیوں اور بہنوں کو ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ: اپنی ماں کی نافرمانی کرنے سے پہلے سوچو، جس ماں نے اتنے درد کے ساتھ، اتنی تکلیف کے ساتھ تم کو جنم دیا، تم کیسے اس ماں کے دل کو دکھاتے ہو؟ اس کی نافرمانی کرتے ہو؟

کبھی ماں کا دل مت دکھانا، ماں کے پیروں کے نیچے جنت ہے؛ اس لیے کبھی ماں کی بددعا مت لینا؛ ورنہ تمھاری دنیا اور آخرت دونوں برباد ہو جائے گی۔

ایک ماں کی درد بھری نصیحت

ایک بات یاد آئی، ہمارے یہاں ایک قصہ ہوا، وہ میں آپ کو سناتا ہوں: ہمارے یہاں ایک لڑکے نے ایک لڑکی کے ساتھ غلط تعلق کر کے شادی کر لی، اس لڑکی کی فیملی والے ناراض تھے؛ لیکن عدالت کے سہارے سے شادی ہو ہی گئی، شادی

ہونے کے بعد بہت دنوں تک لڑکی والے ناراض رہے، وہ میاں بیوی زندگی گزارنے لگے، وہ لڑکی حاملہ ہوئی اور ولادت کے وقت اس کو ہسپتال لے گئے۔

دیکھو! اللہ کی شان، آخر ماں، ماں ہوتی ہے

اس لڑکی نے ماں کا دل دکھا کر شادی کی تھی؛ اس لیے ماں اس لڑکی سے تعلق نہیں رکھتی تھی؛ لیکن جب سنا کہ میری لڑکی کو ہسپتال لے گئے ہیں اور بچہ ہونے والا ہے تو ماں اپنے دل پر پتھر رکھ کر ہسپتال پہونچ گئی۔

ادھر بچہ پیدا ہوا اور فوراً مر گیا، اب وہ لڑکی ادھر ادھر کی باتیں بولنے لگی، اس میں اس کی زبان سے -نعوذ باللہ- اللہ تعالیٰ کی شان میں بھی گستاخی ہوگئی کہ:

اچھا! یہ بچی نو مہینے تک میرے پیٹ میں رہی اور پیدا ہو کر مر گئی، اللہ نے مجھے اتنی تکلیف دی۔

یہ بے ادبی اس لڑکی کی زبان سے ہوئی۔

دینی بہنو! مصیبت میں ایسے کلمات نہیں بولنے چاہیے؛ بلکہ صبر کر کے اجر و ثواب حاصل کرنا چاہیے، جو بچے بالغ ہونے سے پہلے مر جاتے ہیں وہ آخرت میں نجات کا ذریعہ بنتے ہیں۔

اب سنو! جب اس کی ماں نے اس کی بے ادبی کی بات سنی تو اس کی ماں اس کے بستر کے پاس کھڑے ہو کر کہتی ہے کہ: بیٹی! آج تجھے اتنی تکلیف ہو رہی ہے، تیری لڑکی پیدا ہوئی، مر گئی؛ حالاں کہ تو نے اس لڑکی کو اپنی چھاتی سے ایک قطرہ بھی دودھ نہیں پلایا، تو نے ایک مرتبہ بھی اپنی اس لڑکی کو غسل نہیں کرایا، تو نے اپنی اس بچی کا ایک

مرتبہ بھی پاخانہ صاف نہیں کیا۔

میری لاڈلی بیٹی! میں نے تو تجھے بچپن میں دو برس دودھ پلایا تھا، میں نے تیرا پاخانہ صاف کیا تھا، نہلا دھلا کر محنت سے تجھے بڑا کیا تھا، آج بغیر محنت کی تیری لڑکی مرگئی تو تجھے اتنا دکھ ہورہا ہے تو جس ماں نے تیرے پیچھے محنت کرکے تجھے بڑا کیا تھا جب اس ماں کا دل دکھا کر تو نے ناجائز تعلق کے ذریعہ شادی کرلی تو تیری ماں کا دل کیسا دکھا ہوگا؟ اس کو ذرا سوچ لے۔

ماں باپ کو ستاؤ گے تو اولاد تم کو ستائے گی

اس لیے میں اپنی جوان بہنوں اور بھائیوں کو کہا کرتا ہوں کہ: آج اگر حد سے باہر نکل کر ماں باپ کا دل دکھاؤ گے تو یاد رکھو اللہ کی قدرت ہے ”جیسی کرنی ویسی بھرنی“ آج تم نے تمھارے ماں باپ کا دل دکھایا، کل تمھاری اولاد تمھارا دل دکھائے گی، یہ خدا کا نظام ہے۔

حدیث شریف میں بھی یہ مضمون آیا ہے کہ تم تمھارے والدین باپ دادا سے اچھا برتاؤ کرو، تمھاری اولاد تمھارے ساتھ اچھا برتاؤ کرے گی۔

سمجھانے کے لیے ایک لطیفہ کے انداز کا واقعہ

ممبئی ایئرپورٹ کے بالکل قریب میرے ایک عزیز رہتے ہیں (اب تو وہ دوسری جگہ رہنے کے لیے چلے گئے) بہت ذہین، بہت ہوشیار اور انگلش بھی ان کو اچھی آتی ہے، ان کی طالبِ علمی کے دور میں میں کہا کرتا تھا کہ: یہ اپنے زمانہ کا ”مفتی تقی عثمانی“ بنے گا، اس نے آکر ابھی مجھے ایک عجیب واقعہ سنایا کہ:

میری شادی کے بعد میرے یہاں لڑکی کی ولادت ہوئی، اب یہ بچی چار سال کی ہوئی، اس کی حالت یہ ہے کہ وہ مستی اور شرارت کرتی ہے، وہ ایسی طوفانی لڑکی ہے کہ رات کو بھی سونے نہیں دیتی، دن میں بھی سونے نہیں دیتی، اس کی وجہ سے میں بھی پریشان رہتا ہوں، اس کی ماں؛ یعنی میری بیوی بھی پریشان رہتی ہے۔

کہا کہ: ایک دن میری والدہ اور میری بیوی میری چھوٹی بچی کو لے کر ہمارے پرانے گھر گئے تو میری بیٹی کی طوفان مستی کو دیکھ کر پرانے گھر کے پورے محلے والے میرا نام لے کر یہ کہنے لگے کہ: آج تو تیری بچی کی شرارت دیکھ کر تیرا بچپنا ہم کو یاد آ گیا کہ جب تو بچہ تھا تو تو تیرے ماں باپ کو اسی طرح ستاتا تھا، آج تیرے گھر میں جو لڑکی ہوئی وہ بھی ایسی ہی ہوئی جو اپنے ماں باپ کو خوب ستاتی اور پریشان کرتی ہے، یہ تو بچپن کی ایک غیر شعوری دور کی بات ہے۔

اللہ کا نظام

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ: آج اپنے ماں باپ کو پریشان کروگے تو کل تمھاری اولاد تم کو پریشان کرے گی؛ اس لیے میری جوان بہنوں سے درخواست ہے کہ اپنے ماں باپ کا دل خوش رکھنا، کبھی ان کے دل کو ناراض مت کرنا۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے یہاں اولاد

بہرحال! حضرت مریم رضی اللہ عنہا اٹھ کر اس کھجور کے درخت کے پاس پہونچی، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَاَجَآءَهَا الۡمَخَاضُ اِلٰى جِذۡعِ النَّخۡلَةِ‌ۚ قَالَتۡ يٰلَيۡتَنِىۡ مِتُّ قَبۡلَ

هٰذَا وَ كُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿٢٣﴾ (مریم)

ترجمہ: پھر ولادت کے وقت کا درد اس (مریم) کو کھجور کے درخت کے پاس لے گیا، وہ (مریم) بولی: کاش کہ اس حالت سے پہلے ہی میں مرگئی ہوتی اور مرکر ایسی ہوجاتی کہ کسی کو یاد بھی نہ رہتی!۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو ایک طرف درد ہو رہا ہے، درد کی وجہ سے حضرت مریم رضی اللہ عنہا پریشان ہیں، دوسری طرف جنگل میں اکیلی ہیں، کوئی مدد کرنے والا نہیں، کھانے پینے کا سامان نہیں۔

موت کی آرزو

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی زبان سے یہ بات نکلی: اے کاش کہ میں مرگئی ہوتی، مجھے یہ دن دیکھنے نہ ملتا، لوگ مجھے بھول چکے ہوتے، میں بھولی بسری ہوجاتی۔

ایسی پریشانی ہوئی کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا موت کی تمنا اور آرزو کر رہی ہے۔

میری دینی بہنو! ہماری شریعت کے قانون میں ہم موت کی تمنا نہیں کر سکتے، اور خودکشی (આપઘાત) حرام ہے، یہ مرنے کی تمنا تو حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے کر لی، ان کی شریعت میں اس وقت جائز ہوگا، بہت سی مرتبہ مارے دکھ کے ہماری بہنیں بول دیتی ہیں ''میں مرجاؤں، میری موت آجائے'' ایسا کبھی اپنی زبان سے نہیں بولنا چاہیے۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا پر حال کا غلبہ تھا اور حال کے غلبے میں بے اختیار و بلا ارادہ ایسا جملہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی زبان سے نکل گیا، وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی بشارت بھول گئی کہ تمھارے گھر میں نیک بیٹا آرہا ہے۔

دوسری طرف بدنامی کا ڈر تھا کہ بغیر شادی کا بچہ ہے، لوگ بدنام کریں گے۔

جنگل میں سہارا

اب جا کر اس کھجور کے درخت کو ٹیک لگا کر بیٹھ گئیں، جنگل میں ایک درخت کا سہارا مل گیا؛ لیکن بھوک لگی ہے، پیاس لگی ہے، کیا کروں؟ بچہ پیٹ میں ہے اور پورا بچہ ہے، اللہ تعالیٰ نے کیسے عجیب طریقہ سے غیب سے کھانے پینے کا انتظام فرما دیا؟

خود حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی لحاظ کر رہے ہیں

دیکھو! اللہ کی قدرت حضرت جبرئیل علیہ السلام پھر وہاں آئے، حضرت مریم رضی اللہ عنہا ذرا اونچی جگہ پر کھجور کے درخت کو ٹیک لگا کر بیٹھی ہوئی تھیں، حضرت جبرئیل علیہ السلام نیچے کھڑے رہے، اوپر نہیں آئے، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بھی لحاظ کیا کہ مریم رضی اللہ عنہا کو شرم محسوس ہو گی؛ اس لیے کہ پیٹ میں بچہ ہے، پیٹ بڑا ہے، ٹیک لگا کر بیٹھی ہیں۔

اِس سے سیکھنے کو ملا کہ اس طرح کے موقع پر محرم مردوں کو بھی لحاظ کرنا چاہیے۔

تسلی

نیچے کی جانب کھڑے کھڑے ہی جبرئیل امین علیہ السلام نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو آواز لگائی اور یہ آواز تسلی دینے کے لیے دی:

فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿۲۴﴾

ترجمہ: سو اس (جبرئیل) نے اس (مریم) کو اس کے نیچے (کی جگہ) سے آواز دی کہ: تو غم نہ کر، تیرے نیچے تیرے رب نے پانی کا ایک چشمہ پیدا کر دیا ہے۔

جنگل میں پانی کا نظم

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پاؤں مارا اور جہاں حضرت مریم رضی اللہ عنہا بیٹھی تھیں وہاں سے بہترین ٹھنڈا پانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔

کہتے ہیں کہ: وہاں ایک نہر تھی، وہ بالکل سوکھی تھی، اسی میں پانی جاری ہو گیا۔

آیت کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ مریم! گھبراؤ مت، تمھارے نیچے سے اللہ تم کو ایک سردار بیٹا عطا فرما رہے ہیں۔

دنیا میں اسباب اختیار کرنا ہے

پانی تو مل گیا، اب کھانا چاہیے، کھانے کے لیے اللہ نے کیا کروایا؟ فرمایا:

وَهُزِّيٓ إِلَيۡكِ بِجِذۡعِ ٱلنَّخۡلَةِ تُسَٰقِطۡ عَلَيۡكِ رُطَبٗا جَنِيّٗا ۝٢٥

ترجمہ: اور تو اپنی طرف کھجور کے تنے کو (پکڑ کر) ہلا (اس ہلانے سے) تازہ پکی کھجوریں تجھ پر گریں گی۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے دل میں سوچا ہو گا کہ خداوندا! اس پر تو پتے بھی نہیں ہے تو کھجور کہاں سے آئے گی؟ یہ تو سوکھا درخت ہے، اس میں تو جان بھی نہیں ہے، اللہ نے فرمایا: مریم! درخت کو ہلانا تمھارا کام ہے تازی تازی کھجور گرانا ہمارا کام ہے، تم محنت کرو، ہم تم کو عطا کریں گے، یہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے دل میں الہام فرمایا کہ ”درخت ہلاؤ اور اللہ کی قدرت کا مشاہدہ کرو۔

سوکھے درخت کو ہلاتے ہی درخت کی چوٹی پر شاخیں آئیں، پتے آنے لگے، اور اس پر کھجوریں آ گئیں۔ یہ دنیا دار الاسباب ہے، اس میں محنت کرنی پڑتی ہے، دیکھو!

اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا سے چھوٹے چھوٹے اسباب اختیار کروائے اور اسباب کو اپنانا توکل کے خلاف نہیں ہے۔

ہماری بہت سی بہنیں ایسی ہوتی ہیں، شوہر بیمار ہے، کما نہیں سکتا یا شوہر کا انتقال ہو گیا، تو وہ بے چاری کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتی، سوال نہیں کرتی، پردہ کے پیچھے رہ کر چھوٹا موٹا ہنر کر کے روزی کما کر اپنا گزران چلاتی ہے، یہ شریعت کی مبارک تعلیم ہے کہ حلال روزی کے لیے کچھ اسباب اختیار کرنا پڑے تو کرو اور اس کے ذریعہ سے حلال روزی حاصل کرو۔

ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی بہت بڑے کاروبار والی عورت تھی، مکہ سے لے کر ملکِ شام تک حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کی تجارت چلتی تھیں؛ لہذا جس بہن کے لیے روزی کا کوئی نظم نہ ہو، وہ شریعت کی حد میں رہتے ہوئے حلال روزی کمائے تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

مردہ درخت زندہ ہو گیا

اللہ کے حکم کے مطابق حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے اس درخت کو ہلایا، ایک مرا ہوا درخت جس پر پتے بھی نہیں ہے اللہ کی نیک بندی حضرت مریم رضی اللہ عنہا اپنے مبارک ہاتھ لگاتی ہیں، اللہ اس درخت کو زندہ کر دیتے ہیں اور اس میں سے تازی تازی کھجور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے پاس گرنے لگی۔

بے موسم کھجور اللہ کا انعام

غرض! اٹھ کر کہیں جانا بھی نہیں پڑا، وہیں پانی ہے، وہیں کھجور ہے۔

اور کھجور بہترین کھانا ہے خصوصاً ان لوگوں کے لیے جن کے بدن میں خون کی کمی ہو، حدیث میں آتا ہے کہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جب رخصتی ہونے والی تھی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بدن کمزور، دبلا، پتلا تھا تو ان کی امی جان نے ان کے بدن میں طاقت آئے اس کے لیے کھجور اور ککڑی کھلائی۔

بچہ پیدا ہونے کے زمانے میں کھجور بہت فائدہ والی چیز ہے

یہ کھجور اور ککڑی کھانا صحت (Health) کے لیے بہت اچھی چیز ہے، اس سے خون پیدا ہوتا ہے؛ اس لیے ولادت کے زمانے میں عورتوں کو کھجور، چھوہارے وغیرہ چیزوں کو زیادہ استعمال کرنا چاہیے، بہت فائدہ کی چیز ہے۔

مفسرین اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ بچہ پیدا ہونے کے زمانے میں کھجور سب سے زیادہ فائدہ والی چیز ہے؛ اس لیے کہ اگر اس حالت میں اس سے بہتر کوئی فائدہ کی چیز ہوتی تو اللہ تعالیٰ اپنی بندی حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو وہ کھلاتے۔

میری دینی بہنو! حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی بات ہو رہی ہے، ایک عورت پاک دامن رہے، ایک عورت اپنی عفت کی حفاظت کرے، اللہ سے ڈرے، اللہ کی عبادت کرے تو اللہ اس کو جنگلِ بیابان میں کھجور کھلاتے ہیں، ٹھنڈا پانی پلاتے ہیں، اس کی تسلی کے واسطے جبرئیل امین علیہ السلام کو بھیجتے ہیں اور اللہ اس کی مدد فرماتے ہیں، اس کو نیک صالح بیٹا عطا فرماتے ہیں، آگے کی بات ان شاء اللہ آئندہ مجلس میں ذکر کی جائے گی۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین

حضرت مریم رضی اللہ عنہا

(تیسری قسط)

(حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا عجیب واقعہ)

اس بیان کی اہم باتیں

اپنے بچوں کو یہ عقیدہ بھی سکھاؤ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی باپ نہیں تھا، اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ان کو پیدا فرمایا تھا، اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا کسی سے کوئی غلط تعلق نہیں ہوا، وہ پاک دامن تھیں۔

حکما کا کہنا ہے کہ: کھانے سے پہلے اور درمیان میں پانی پینا فائدہ مند ہے اور کھانے کے فورا بعد پانی نہ پیو، کچھ دیر کے بعد پیو تو ACDT کی تکلیف سے راحت ہوتی ہے۔

خاموش رہنا بہت سے فتنوں کا علاج ہے، خاموشی بہت قیمتی دولت ہے، ہاں! ضرورت کے موقع پر ضروری بات کرنی چاہیے، ضروری وضاحت کردینی چاہیے۔

جس نے کسی کو کسی گناہ پر طعنہ دیا تو طعنہ دینے والے کی اس وقت تک موت نہیں آئے گی جب تک وہ خود اس گناہ میں مبتلا نہ ہوجائے؛ اس لیے کبھی کسی کو گناہ پر طعنہ مت دینا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰه نَحْمَدُه وَنَسْتَعِيْنُه وَنَسْتَغْفِرُه وَنُؤْمِنُ بِه وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْه وَنَعُوْذُ بِاللّٰه مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا ، مَنْ يَّهدِهِ اللّٰهُ فَلَامُضِلَّ لَه وَمَنْ يُّضْلِلْه فَلَاهَادِىَ لَه وَنَشْهدُ اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَحْدَه لَاشَرِيْكَ لَه وَنَشْهدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَ شَفِيْعَنَا وَحَبِيْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُه وَرَسُوْلُه ، صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلَيْه وَ عَلٰى اٰلِه وَاَصْحَابِه وَذُرِّيَّاتِه وَ اَهلِ بَيْتِه وَاَهلِ طَاعَتِه، وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْراً كَثِيْراً اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ﴿۲۶﴾ (مریم)

ترجمہ: اب تو (کھجور) کھا اور تو (چشمے کا) پانی پی اور (بچے کو دیکھ کر) آنکھ ٹھنڈی رکھ، پھر اگر تو کسی آدمی کو دیکھ لیوے تو (اشارے سے) کہہ دینا کہ: میں نے (اللہ) رحمٰن کے لیے ایک روزے کی منت مانی ہے؛ اس لیے میں آج کسی بھی انسان سے بات نہیں کروں گی ﴿۲۶﴾

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے لیے اللہ تعالیٰ کی چار بڑی نعمتیں

گذشتہ کل بات یہاں تک پہونچی تھی کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے واسطے اس جنگلِ بیابان میں چار بڑی بڑی نعمتوں کا انتظام فرمایا:

① اکیلی تھی تو تسلی کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا۔
② ٹیک لگانے کے لیے ایک کھجور کے درخت کا انتظام ہوا۔
③ ٹھنڈے پانی کا بہترین چشمہ جاری کر دیا۔
④ کھانے کے واسطے بہترین تازی تازی کھجور اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی۔

جب یہ چاروں نعمتوں کا انتظام ہو گیا تو اب اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو حکم دیا: ﴿فَكُلِي وَاشْرَبِي﴾ مریم تازی تازی کھجور کھاؤ اور یہ ٹھنڈا میٹھا (پانی) پیو۔

کھانا، پانی اور دسترخوان کی ترتیب

یہاں آیتوں میں غور کرنے کا مقام ہے کہ جب انتظام کرنے کا موقع تھا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلے پانی کا انتظام ہوا: ﴿قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا﴾

پھر کھانے کی کھجور کا انتظام ہوا اور جب استعمال کرنے کی باری آئی تو فرمایا کہ: پہلے کھجور کھاؤ، بعد میں پانی پیو۔

عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ دسترخوان پر پانی، مشروبات (Drinks) وغیرہ پہلے رکھ دیے جاتے ہیں، کھانا بعد میں آتا ہے۔

بلکہ بعض بزرگوں کے یہاں یہ طریقہ رہا کہ پہلے گھر کے لوگ دسترخوان پر بیٹھ جائیں یا مہمان بیٹھ جائیں اس کے بعد دسترخوان پر کھانا رکھا جائے۔

پہلے سے اگر کھانا رکھ دیا جائے بعد میں آ کر لوگ بیٹھیں تو یہ کھانے کی ایک طرح بے ادبی سمجھی جاتی ہے، ایسا سمجھا جاتا ہے کہ گویا ”کھانا ہمارا انتظار کر رہا ہے“ اس

لیے جب لوگ آ کر بیٹھ جائیں، اس کے بعد کھانا رکھا جائے۔

میرے پیر و مرشد کے یہاں کا معمول

میرے حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں دیو بند کی چھتہ مسجد مہمانوں کو اولاً صف میں بٹھا دیا جاتا، پھر کھانے سے بھری پلیٹ دستر خوان پر ہم خدام کو رکھنے کی سعادت حاصل ہوتی۔

اور کھانے میں ترتیب یہی ہوتی ہے کہ پہلے کھانا کھاتے ہیں، بیچ میں یا بعد میں پانی پیتے ہیں۔

ACDT سے بچنے کا نسخہ

ایسے حکیم لوگ کہتے ہیں کہ: کھانے سے پہلے اور درمیان میں پانی پینا فائدہ مند ہے اور کھانے کے فوراً بعد پانی نہ پیو، کچھ دیر کے بعد پیو تو ACDT کی تکلیف سے راحت ہوتی ہے۔

کھانے کا ادب

جب کھانے سے لوگ فارغ ہو جائیں تو پہلے کھانا اٹھا لیا جائے، بعد میں کھانے والے لوگ دستر خوان سے اٹھے، یہ کھانے کا ایک ادب ہے؛ لیکن اگر دوسری صف لگنے والی ہو، کچھ لوگ اور باقی ہوں تو پھر کھانا اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے، پہلے جو لوگ کھانے سے فارغ ہو گئے وہ اٹھتے جائیں اور دوسرے لوگ آ کر دستر خوان پر شامل ہوتے جائیں، یہ کھانے کا ایک ادب ہے۔

تکمیلِ ضروریات کے اسباب کا انتظام، یہ بھی اللہ کی نعمت ہے

یہ اللہ کی طرف سے انسانوں کے لیے ایک رحمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں ہماری تمام ضروریات کو پورا فرمایا اور اس کے لیے اسباب کا بھی اللہ تعالیٰ نے انتظام فرما دیا، کھانا پینا ہماری ضرورت ہے، وہ ضرورت بھی اللہ تعالیٰ نے پوری فرمائی اور اس کے لیے اسباب کا بھی اللہ تعالیٰ نے انتظام فرما دیا۔

نیک اولاد آنکھوں کی ٹھنڈک

آگے ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَقَرِّيْ عَيْنًا﴾

مریم! اپنے بیٹے کو دیکھ کر اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کرو۔

جس اولاد کو دینی کاموں میں دیکھ کر دل کو اطمینان اور سکون ملے وہ اولاد رحمت اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

جو اولاد نیک، دین دار، اللہ کی اور ماں باپ کی مطیع اور فرماں بردار ہو، وہ اولاد ماں باپ کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

ورنہ میری دینی بہنو! کھانے کی نعمتیں، پینے کی نعمتیں، پہننے کی نعمتیں، رہنے کی نعمتیں، گاڑی کی نعمت سب کچھ حاصل ہو؛ لیکن اگر اولاد نافرمان ہے تو ماں باپ کی زندگی کا سکون ختم ہو جاتا ہے، پھر عالیشان بنگلوں میں بھی اطمینان نصیب نہیں ہوتا، پھر شاندار گاڑیوں میں بھی چین نصیب نہیں ہوتا۔

ہاں! اگر اولاد نیک، دین دار اور ماں باپ کی خدمت گذار ہیں تو چھوٹا سا مکان، سیدھی سادی زندگی میں بھی انسان کو بڑا مزہ آتا ہے؛ اس لیے ہمیشہ اللہ سے

دعا بھی کرو اور اولاد کی ایسی تعلیم و تربیت کی فکر کرو کہ اولاد مستقبل (Future) میں تمھارے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سکون بنیں۔

اللہ کے نیک بندوں کی ایک جامع دعا

اس کے لیے قرآن میں بہت اچھی دعا آئی ہے:

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴿۷۴﴾ (الفرقان)

ترجمہ: اور وہ (رحمن کے بندے دعا میں یہ) کہتے ہیں: اے ہمارے رب! تو ہم کو ہماری بیویوں سے اور ہماری اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور تو ہم کو تقویٰ والوں کا امام بنادے ﴿۷۴﴾

یہ اللہ کے نیک بندوں کی دعا ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمائی ہے: عورتیں اِس دعا میں یہ نیت کریں کہ: اے ہمارے رب! تو ہمارے شوہر کی طرف سے اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما۔

اسی طرح اولاد کو بچپن سے ہی مکتب، مدرسہ کے ذریعہ اچھی تعلیم دلواؤ اور گھر میں اسلامی اخلاق، اسلامی آداب، سنتیں سکھاؤ، اور اسلامی تربیت کرو۔

باقی اولاد کے پاس کاروبار بہت بڑا ہے؛ لیکن وہ دین دار نہیں ہے؛ بلکہ اللہ کی نافرمانی اور گناہ میں زندگی گذار رہے ہیں تو وہ آنکھوں کی ٹھنڈک نہیں ہیں، وہ ماں باپ کے لیے ''آنکھوں کا کانٹا'' ہے۔

جب ہماری اولاد دین دار اور پرہیز گار بن جائے گی تو ہم اس پرہیز گار اولاد

کی پوری جماعت کے لیڈر رہوں گے؛ کیوں کہ ماں اور باپ گھر کے بڑے ہوتے ہیں، ذمے دار ہوتے ہیں۔

نافرمان شوہر یا بیوی یا اولاد کے لیے ایک قیمتی نسخہ

یہ بہت پیاری دعا ہے؛ بلکہ میں تو آپ کو یہ بتاتا ہوں کہ سنت اور نفل نمازوں میں التحیات اور درود شریف پڑھنے کے بعد یہ دعا پڑھو، خاص کر جن بہنوں کی اولاد نہیں ہیں یا جو بہنیں اولاد کی لائن سے پریشان ہیں وہ فرض نماز کے بعد تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ اس دعا کو پڑھا کریں، اسی طرح جن کو شوہر کی لائن کی تکلیف ہو وہ بھی یہ دعا سنت و نفل نماز میں آخری قعدہ میں التحیات و درود شریف کے بعد اور فرض نماز کے سلام کے بعد بھی پڑھیں، ان شاء اللہ! اس سے بڑا فائدہ ہوگا۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا یقین

چنانچہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے اس پر عمل کیا، ٹھنڈا پانی پی رہی ہیں، کھجور کھا رہی ہیں، دودھ پیتا معصوم بچہ اپنی گود میں ہے، اس کا چہرہ دیکھ رہی ہیں، دل کو سکون اور اطمینان مل رہا ہے؛ لیکن اب سوال یہ تھا کہ اس جنگل میں کب تک بیٹھی رہے؟

اس لیے کہ بیت المقدس سے تقریباً آٹھ میل دور بیت اللحم (Bethlhum) میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا تھیں، اب گھر بھی تو جانا ہے، اگر نہیں جاؤں گی تو وہ لوگ فکر کریں گے اور تلاش کریں گے۔

اس بات کا بھی ڈر تھا کہ بیٹے کو لے کر جاؤں گی تو گھر کے لوگ سوال کریں گے کہ: مریم! شادی سے پہلے یہ بچہ کہاں سے آیا؟ لوگ زنا کی تہمت لگائیں گے۔

لیکن دوسری طرف اللہ تعالیٰ پر اطمینان اور یقین تھا کہ جس اللہ نے اپنے فضل وکرم سے مجھے یہ بیٹا عطا فرمایا ہے وہ اللہ میرا پاک ہونا ظاہر فرمائیں گے، مجھے عزت عطا فرمائیں گے اور کوئی مجھے کچھ نہیں کر سکے گا۔

دینی بہنو! اگر اللہ کی ذات پر یقین ہو تو اللہ تعالیٰ ہمارے کاموں کو ان شاء اللہ! آسان فرمائیں گے، آج تو یقین ہی کی کمزوری ہے، دل میں یہ وسوسہ ہوتا ہے کہ پتہ نہیں اللہ یہ کام کریں گے؟ یا نہیں کریں گے؟

لوگوں کے سوال پر اللہ کی طرف سے بتایا گیا ایک عجیب طریقہ

اللہ تعالیٰ نے ایک طریقہ بتلایا کہ: لوگ اگر سوال کریں یہ جواب دینا:

فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِیْۤ اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْیَوْمَ اِنْسِیًّا ۚ﴿۲۶﴾

ترجمہ: پھر اگر تو کسی آدمی کو دیکھ لیوے تو (اشارے سے) کہہ دینا کہ: میں نے (اللہ) رحمٰن کے لیے ایک روزے کی منت مانی ہے؛ اس لیے میں آج کسی بھی انسان سے بات نہیں کروں گی ﴿۲۶﴾

پہلے روزے کی منت مان لینا اور اس کے بعد صحیح صحیح بتلا دینا کہ آج میرا روزہ ہے اور روزے کی حالت میں میں کسی سے بات نہیں کروں گی، یہ جواب دے دینا اور خاموش رہنا، تمھاری خاموشی ان لوگوں کے فتنے کو دبانے کے لیے بہترین علاج ہوگا۔

فتنوں سے حفاظت کا مجرب نسخہ

میری دینی بہنو! خاموش رہنا بہت سے فتنوں کا علاج ہے، اگر آپ نے اپنی

زندگی میں یہ صفت اپنائی تو اللہ تعالیٰ ان شاء اللہ! بڑے بڑے فتنوں اور جھگڑوں سے آپ کی حفاظت فرمائیں گے، یہ خاموشی بہت قیمتی دولت ہے، ہاں! ضرورت کے موقع پر ضروری بات کرنی چاہیے، ضروری وضاحت کردینی چاہیے۔

میرے پیرومرشد رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ملفوظ

میرے پیرومرشد حضرت اقدس مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: فتنے کے زمانے میں جب لڑائی، جھگڑے کا ماحول ہو، ایسے زمانے میں اگر اپنے آپ کو فتنے سے بچانا ہے تو کان اور آنکھ کھلی رکھو، اور زبان بند رکھو۔

یعنی کان کو کھلا رکھنا ہے، ان کو تو بند کرنے کا کوئی ذریعہ بھی نہیں ہے، مطلب یہ ہے کہ بات سنتے رہو، کوئی بولے تو سنتے رہو، آنکھ سے دیکھتے رہو؛ لیکن زبان بند رکھو، فرمایا: جس نے اپنی زبان کو بند رکھا اللہ تعالیٰ فتنوں سے اس کی حفاظت فرمائیں گے، یہ اللہ والوں کا بتایا ہوا عجیب علاج ہے۔

اِس امت پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی کرم

میری دینی بہنو! اُس زمانہ میں ایسا روزہ بھی ہوتا تھا کہ صبح سے شام تک چپ چاپ رہنے کی منت مان لو کہ آج پورا دن میں چپ رہوں گی، بالکل نہیں بولوں گی، اس طرح کے روزوں کی منت اُس شریعت میں جائز تھی، گویا ان کے دین میں نہ بولنے کا روزہ رکھنے کی نیت بھی درست تھی۔

اللہ تعالیٰ نے اس امت پر بڑا اکرم فرمایا کہ: ایسا روزہ ہماری شریعت میں نہیں ہے؛ لیکن ہم کو یہ تعلیم ہے کہ روزہ کی حالت میں اچھی بات بولو، غیبت مت کرو، جھوٹ

مت بولو، چغلی مت کرو، کسی کے ساتھ جھگڑے، فتنے مت کرو، قرآن اور تسبیح پڑھو، اللہ کا ذکر کرو، اللہ سے دعا کرو، دین کی باتیں بولو، اچھی باتیں بولو، اگر روزہ رکھ کر کسی کی غیبت کی، چغلی کی، جھوٹ بولے، گالی بولے تو روزہ کا نور اور ثواب کم ہوجاتا ہے۔

دوعورتوں کا عجیب واقعہ

فضائلِ اعمال میں آپ نے یہ قصہ سنا ہے کہ: دوعورتوں نے روزہ رکھا تھا، پھر ان کو روزہ بہت لگا، روزے میں تکلیف ہوئی، مرنے کے قریب ہوگئیں، حضرت نبیٔ کریم ﷺ کو ان دوعورتوں کے متعلق پوچھا گیا۔ حضور ﷺ نے ان کے پاس پیالہ بھیجا کہ اس میں قے (الٹی) کرو تو اس قے میں گوشت کے ٹکڑے نکلے، تازہ کھایا ہوا خون نکلا، لوگوں کو یہ منظر دیکھ کر بہت حیرت ہوئی، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: انھوں نے اللہ تعالیٰ کی حلال روزی سے روزہ رکھا اور حرام چیزوں کو کھایا کہ دونوں عورتیں لوگوں کی غیبت کرتی رہیں، گویا غیبت کرنا مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانے کے برابر ہے، وہ ان کی قے سے ظاہر ہوا۔

غیبت کے نتیجے میں اس طرح گوشت، خون کا ظاہر ہونا نبیٔ کریم ﷺ کا معجزہ تھا۔

رمضان مشق کا زمانہ ہے

میری دینی بہنو! ہمیں پوری زندگی کیسے گذارنی چاہیے، روزہ اس کے لیے ایک مشق ہے، اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ رمضان کے دنوں میں مشق کرو کہ غیبت نہیں کروں گی، جھوٹ نہیں بولوں گی، چغلی نہیں کروں گی، تہمت نہیں لگاؤں گی: تاکہ یہ مشق پورے سال تم کو کام آئے، قرآنِ مجید کی آیت سے بھی یہ مفہوم نکلتا ہے، فرمایا:

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴿۱۸۳﴾ (بقرة)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کردیے گئے ہیں، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے؛ تاکہ تمھارے اندر تقویٰ پیدا ہو۔

یعنی رمضان کی برکت سے تم تقویٰ والے ہوجاؤ، ایسا تقویٰ جو پورے سال اور پوری زندگی حرام اور گناہ سے بچنے پر مدد کرے۔

کوئی بات آپ کو ناگوار گزرے تو میں پہلے ہی آپ کو Sorry کہہ دیتا ہوں، ہماری بہنوں کو روزہ رکھنے کا بہت شوق ہوتا ہے، روزہ رکھنے میں وہ مردوں کے مقابلے میں بہت آگے ہیں؛ لیکن میں یوں کہا کرتا ہوں کہ: اگر چپ رہنے کا روزہ ہوتا تو شاید ہماری کوئی بہن روزہ نہ رکھ پاتی، اللہ صحیح سمجھ دیوے، اپنی زبانوں پر قابو رکھنے کی توفیق عطا فرمائے، زبان کو غلط باتوں میں استعمال کرنے سے اللہ ہماری حفاظت فرمائے۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا تنہائی سے آبادی کی طرف

چنانچہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا اپنے بچے کو گود میں لے کر جنگل سے بستی میں آئیں، بعض روایات میں ہے کہ جس دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اسی دن لے کر آ گئیں اور بعض روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ چالیس دن یعنی نفاس کے خون سے جب وہ پاک ہوگئی اس کے بعد آئیں۔

ایک غلط فہمی

ہمارے یہاں بعض بہنیں یہ سمجھتی ہیں کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد چالیس روز

نماز معاف ہو جاتی ہے، چالیس روز بعد غسل کرے، پھر نماز پڑھے، یہ غلط بات ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ بچہ پیدا ہونے کے ساتھ عورت کو نفاس کا خون (M.c) چالو ہوتا ہے، جب تک نفاس کا خون چالو ہو وہاں تک نماز نہ پڑھیں، پھر غسل کر کے نماز شروع کر دیں۔

نفاس کا خون زیادہ سے زیادہ چالیس روز آ سکتا ہے، چالیس دن سے زیادہ ہو تو وہ بیماری ہے، اس میں نماز معاف نہیں۔

البتہ بہت ساری بہنوں کو چالیس روز سے کم نفاس کا خون آتا ہے، کسی کو تو ایک ہی دن یا چند ہی دن میں خون بند ہو جاتا ہے تو وہ عورت خون بند ہوتے ہی غسل کر کے نماز شروع کر دے، اور بعض بہنوں کو بالکل ہی نہیں آتا، ایسا بھی ہوتا ہے۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی گود میں بچہ دیکھ کر لوگوں کا سوال

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ؕ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا ۝۲۷

ترجمہ: وہ (مریم) اس (لڑکے) کو (گود میں) اٹھائے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئی، وہ (قوم کے لوگ) کہنے لگے: اے مریم! تو نے تو بڑا غضب ہی کا کام کیا۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے اپنے بچے کو گود میں اٹھایا اور لے کر اپنی قوم کے پاس آئی، سب نے دیکھا کہ مریم جنگل کی طرف گئی اور یہ بچہ لے کر آئی، کہنے لگے:

اے مریم! ابھی تو تیری شادی نہیں ہوئی تو یہ لڑکا کہاں سے لے کر آئی؟

❁❁❁

دوسروں کی بے جا فکر میں رہنے والے افراد

ہر زمانے میں ایسے لوگ رہے ہیں جن کا کام ہی یہی ہوتا ہے کہ کس کے یہاں کیا ہوا؟ کون کیا کر رہا ہے؟ بس اسی فکر میں لگے رہتے ہیں، دوسروں کی بے جا فکر کرنا انھوں نے اپنی زندگی کا مشغلہ بنا رکھا ہے۔

اللہ ایسی عادت سے ہماری حفاظت فرمائے، اپنے کام سے کام رکھو، کہاں کیا ہوا؟ کس کے یہاں کیا ہوتا ہے؟ ان سب چیزوں میں اپنے آپ کو مت مشغول رکھو، اس کی وجہ سے نیکیاں کم ہو جاتی ہیں، گناہ بڑھ جاتے ہیں۔

لوگوں کا طعنہ

اس کے بعد لوگوں نے طعنے کے انداز میں کہا:

يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ﴿۲۸﴾

ترجمہ: اے ہارون کی بہن! تیرے والد کوئی برے آدمی نہیں تھے اور تیری ماں بھی کوئی بدکار عورت نہیں تھیں۔

یعنی اے ہارون جیسے بھائی کی بہن! تمھارا بھائی ہارون تو کتنا نیک آدمی تھا اور تم نے کتنا غلط کام کیا، شادی کے بغیر تجھے بچہ ہو گیا؟ لوگ طعنہ دینے لگے۔

طعنہ زنی خطرناک گناہ

میری دینی بہنو! کبھی کسی کو گناہ پر طعنہ مت دینا، حدیث میں آتا ہے کہ:

جس نے کسی کو کسی گناہ پر طعنہ دیا تو طعنہ دینے والے کی اس وقت تک موت

نہیں آئے گی جب تک وہ خود اس گناہ میں مبتلا نہ ہو جائے۔

طعنہ دینے والا گویا کہ اپنے آپ کو اس طرح کی برائی سے بری اور پاک خیال کرتا ہے اور سامنے والے کو حقیر اور چھوٹا سمجھتا ہے، اور اس کی حقارت اور برائی لوگوں کے سامنے ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے، اگر تم کو کسی مسلمان سے خیر خواہی ہے تو اس کو تنہائی میں اس کی برائی پر سمجھاؤ۔

گناہوں میں مبتلا ہونے کی ایک وجہ

میرے حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری مدظلہ فرمایا کرتے ہیں کہ: آج بہت سے لوگ، یہاں تک کے اچھے اچھے دین دار لوگ بعض خاص قسم کے گناہوں میں مبتلا ہوتے ہیں، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ پہلے انھوں نے کسی مسلمان کو کسی گناہ پر طعنہ دیا تھا جس کی نحوست سے بعد میں وہ خود اس گناہ میں مبتلا ہو گئے، اللہ ہی ہماری حفاظت فرمائے، آمین۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت ہارون

حاصل یہ ہے کہ سوال کرنے والوں نے آپ کو ایک نیک نسبت سے سوال کیا کہ: اے ہارون جیسے بھائی کی بہن مریم! شادی سے پہلے بچہ کیسے آیا؟

کہتے ہیں کہ: حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے ایک بھائی کا نام ہارون تھا، جو بڑے نیک تھے۔

اس کا مطلب یہ ہوسکتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ پہلے لوگ انبیاء علیہم السلام اور نیک لوگوں کے نام سے اپنے نام رکھتے تھے، گویا حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے

بھائی کا نام ہارون جو رکھا گیا وہ حضرت ہارون علیہ السلام کی طرف نسبت کر کے رکھا گیا اور ایسی پاکیزہ نسبت کو یاد دلا کر لوگوں نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا سے سوال کیا۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی طرف نسبت ہے؛ گویا ان کے ساتھ خاندانی رشتے کی نسبت۔

خاندان کے کسی نیک فرد کی برکت سے پورے خاندان کی نیک نامی

معلوم ہوا خاندان میں اگر کوئی نیک آدمی ہوتا ہے تو اس نیک آدمی کی وجہ سے پورے خاندان کی نیک نامی ہو جاتی ہے، پورے خاندان کا لوگ ادب کرتے ہیں کہ یہ فلاں بزرگ کے خاندان کے لوگ ہیں۔

اور کبھی کوئی برائی ہو گئی تو انہی نیک آدمی کے نام سے لوگ طعنہ بھی دیتے ہیں کہ تیرے ابا کتنے نیک، تیرا بھائی کیسا نیک اور تو گناہ کر رہا ہے؟ تو برائی کر رہی ہے؟

تو یہاں لوگوں نے کہا کہ:

اے ہارون جیسے نیک بھائی کی بہن! تیرے ابا حضرت عمران بہت نیک تھے، بیت المقدس کے امام تھے، اماموں کے استاذ تھے، تیری ماں حضرت حنّہ وہ بھی بڑی نیک عورت تھیں اور تیرا بھائی بھی نیک، غرض! تیرا پورا خاندان نیک اور تو یہ شادی سے پہلے بچہ کہاں سے لے آئی؟

اب حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے جو تعلیم دی تھی اس تعلیم پر عمل کیا اور عمل کرنے کی برکت سے اللہ نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا کام بنا دیا۔

حقیقت ہے میری دینی بہنو! اللہ کی طرف سے جو ہدایات ہم کو دی گئی ہیں اس پر عمل کرنے سے دنیا و آخرت میں ہمارا کام بن جاتا ہے۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی اللہ تعالیٰ کی جانب سے نصرت

حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے کیا کیا؟

﴿فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ﴾

اپنے بچے کی طرف اشارہ کر دیا، مجھے مت پوچھو، اس بچہ سے پوچھو۔

اب لوگوں کو بہت غصہ آیا کہ ایک تو بغیر شادی کے بچہ لائی، اوپر سے ہمارا مذاق کر رہی ہے کہ ہم اس بچہ سے پوچھیں، کبھی بچے بولتے ہیں؟ کہنے لگے:

﴿قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا﴾

ترجمہ: قوم کے لوگ کہنے لگے: جو بچہ گہوارے میں ہے اس کے ساتھ ہم کس طرح بات کریں گے؟

میری دینی بہنو! جب ہماری کوئی بہن پاک دامن رہے تو اللہ اس کی کیسی مدد فرماتے ہیں؟ دیکھو! حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی کیسی مدد ہوئی۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی کا اعلان

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی ماں کی گود میں تھے، دودھ پی رہے تھے، جب یہ سنا کہ ان کی والدہ پر تہمت لگ رہی ہے، فوراً ماں کی چھاتی کو چھوڑ دیا، اور کروٹ پر گھوم گئے اور گھوم کر اپنے سیدھے ہاتھ کی انگلی آسمان کی طرف اٹھا کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تقریر کرنا شروع کر دیا۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت: ایک دن کے بچے کی بے مثال تقریر

ابھی جو لڑکا پیدا ہوا، ابھی معصوم بچہ ہے، ایک دن کا بچہ ہے، وہ ماں کی گود میں سو کر آسمان کی طرف انگلی کر کے تقریر کرتا ہے اور ایسی زبردست تقریر کہ بڑے بڑے عقلمند لوگ بھی نہیں کر سکتے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کیا تقریر کی؟ اللہ تعالیٰ نے ان کی پوری تقریر قرآن میں نقل فرمادی:

قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰىنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا ﴿۳۰﴾ وَّ جَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ ۪ وَ اَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا ﴿۳۱﴾ ۖ وَّ بَرًّۢا بِوَالِدَتِیْ ؗ وَ لَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا ﴿۳۲﴾ وَ السَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَ یَوْمَ اَمُوْتُ وَ یَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا ﴿۳۳﴾

ترجمہ: (اس پر) وہ (بچہ) بولا کہ: میں تو اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، اس (اللہ) نے مجھ کو کتاب دی ہے اور مجھ کو نبی بنایا ہے (مراد یہ ہے کہ اس وقت انجیل کتاب اور نبوت کا دینا طے ہو چکا تھا، وعدہ بھی ہو چکا تھا؛ البتہ جب وقت آئے گا تب کتاب اور نبوت ملے گی) ﴿۳۰﴾ میں جہاں کہیں بھی رہوں اس (اللہ تعالیٰ) نے مجھ کو برکت والا بنایا اور جب تک میں (دنیا میں) زندہ رہوں مجھ کو نماز پڑھنے کا اور زکوۃ دینے کا حکم دیا ہے ﴿۳۱﴾ اور مجھ کو میری ماں کا خدمت کرنے والا بنایا ہے اور مجھ کو شرارت کرنے والا، بدنصیب نہیں بنایا ﴿۳۲﴾ جس دن میں پیدا کیا گیا اور میں جس دن (قیامت کے قریب) مروں گا اور جس (قیامت کے) دن میں دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا (ہر موقع پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے) مجھ پر سلامتی ہوگی۔

یہ پوری تقریر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی ماں کی گود میں سوتے ہوئے فرمائی۔

میری دینی بہنو! اللہ تعالیٰ اس بات پر قدرت رکھتے ہیں کہ معصوم بچہ کو بولنا سکھادے اوراس کے ذریعے سے ماں کے پاک دامن ہونے کا اعلان کرادے۔

حدیث میں آتا ہے مسند احمد میں روایت ہے: چار بچے ایسے گذرے ہیں جو بچپن میں بولے ہیں یعنی بالکل چھوٹی عمر میں چار بچے بولے ہیں:

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔

(۲) حضرت یوسف علیہ السلام پر تہمت لگی تو ایک چھوٹے بچے نے گواہی دی۔

(۳) فرعون کے دربار میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بھی ایک معاملہ ہوا تھا، تب فرعون کی عورتوں کے بال بنانے والی عورت کے بچے نے گواہی دی تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بچپن میں فرعون کی ڈاڑھی پکڑ لی اور فرعون کا منہ کھینچ کر جھکا دیا اور طمانچہ مار دیا، اس پر فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنا چاہتا تھا تو ایک بچے نے کہا کہ اس کا امتحان لے لو، اس کے سامنے انگارہ اور ہیرے رکھ دو، اگر انگارہ منہ میں رکھ لے تو سمجھنا کہ نادانی میں یہ کام کیا ہے، ایسا ہی کیا گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حفاظت ہوئی، یہ بات بھی ایک چھوٹا بچہ بولا تھا۔

(۴) بنی اسرائیل کے ایک بہت بڑے عابد: حضرت جریج پر کسی عورت نے زنا کی تہمت لگائی تو ایک چھوٹا بچہ بولا تھا کہ یہ اللہ کا ولی پاک دامن ہے۔

یہ چار مواقع ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے چھوٹے بچے کو بولنا سکھایا اور ان کے بولنے کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے براءت کا اعلان فرمایا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بیان سن کر سب لوگ سمجھ گئے کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا پاک ہیں، انھوں نے کوئی غلط کام نہیں کیا۔

یہ بات بھی یاد رکھنا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کو حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو پاک بتانا تھا اس لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بولے، پھر بولنا بند ہو گیا، پھر عام طور پر جس عمر میں بچے بولتے ہیں تب پھر بولنا شروع ہوا، یہ بولنا معجزہ تھا، بس! اس وقت بولے، پھر بولنا بند ہو گیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تقریر کا خلاصہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عجیب تقریر کی، ماں کی گود سے کہا:

① ﴿قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ﴾

میں اللہ کا بندہ ہوں، میری ماں پر شک مت کرو، میری ماں پر تہمت مت لگاؤ، اللہ نے اپنی قدرت سے مجھے پیدا کیا ہے۔

اِس میں یہ اشارہ بھی ہو گیا کہ مستقبل میں لوگ میرے بارے میں غلط فہمی میں نہ رہیں، میں ہمیشہ اللہ کا بندہ ہوں، میں خدا نہیں ہوں۔

بندہ ہونے کا اعلان

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دنیا میں تشریف لاتے ہی سب سے اول اعلان اپنے متعلق جو فرمایا وہ یہ ہے کہ: میں اللہ کا بندہ ہوں۔

عبدیت یعنی اللہ کا بندہ ہونا یہ انسان کے لیے سب سے بڑی سعادت ہے، اعلیٰ ترین عزت ہے؛ اس لیے قرآن میں خود نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ لفظ آیا ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ

الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا. (بنی اسرائیل: ۱)

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی، جس کے اردگرد ہم نے برکتیں نازل کی ہیں؛ تاکہ ہم انھیں اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں۔

حالاں کہ بے مثال سفر اور اللہ کی نوازش کے بیان کا موقع ہے، معراج کے قصے کی شروعات ہو رہی ہے، کوئی اور خطاب جیسے خلیل وغیرہ ہونا اچھا لگتا، یہ ہم جیسے کوتاہ نظر کو سمجھ میں آسکتا تھا؛ لیکن لفظ ''عبد'' نے سارے احتمالات ختم کرڈالے کہ اعلیٰ ترین شرافت، کمال کی بات عبدیت یعنی بندہ بن کر رہنا ہے۔

بندہ وہ ہوتا ہے جو ہر حال میں اپنے مالک کی اطاعت، فرماں برداری کرے اور ہر حال میں مالک کے فیصلے پر راضی ہو۔

ایک غلط عقیدہ کی اصلاح

آج دنیا میں بہت سے لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو Jesus Is God سمجھتے ہیں؛ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا ہیں۔

میری دینی بہنو! اپنے بچوں کو یہ عقیدہ سکھاؤ کہ:Jesus Is Not God؛ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا نہیں ہیں، وہ اللہ کے بندے ہیں، اللہ کے نبی ہیں، اللہ تعالیٰ ایک ہی خدا ہے، اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا دونوں اللہ کے بندے ہیں۔

پتہ نہیں یہاں کی نصاب کی کتاب (Syllabus Book) کا کیا حال ہے؟

ہمارے یہاں انڈیا میں جو عیسائی اسکول ہوتے ہیں، وہاں کا حال یہ ہے کہ: اسکولوں کے کورس میں ایک چیز اور غلط پڑھائی جاتی ہے کہ: حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا ۔نعوذ باللہ۔ جنگل میں یوسف نجار (Josef Carpenter) سے غلط تعلق ہو گیا تھا جس کے نتیجے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے، ایسی من گھڑت داستان بچوں کو پڑھائی جاتی ہے۔

اس لیے اپنے بچوں کو یہ عقیدہ بھی سکھاؤ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی باپ نہیں تھا، اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ان کو پیدا فرمایا تھا، اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا کسی سے کوئی غلط تعلق نہیں تھا، وہ پاک دامن تھیں۔

تعلیم کے نام پر کفریہ عقائد

انڈیا میں دمن (Daman) نام کا ایک شہر ہے، وہاں کے حضرات کے ساتھ اور وہاں کے جامعہ کے ساتھ تعلق کی بنیاد پر آنا جانا رہتا ہے، ہمارے ایک تعلق والے نے ایک عجیب واقعہ سنایا کہ: اتوار کو انھوں نے اپنے بچے کی اسکول کی کاپی دیکھی، وہ بچہ عیسائی اسکول میں جاتا تھا، کاپی کے پہلے صفحے پر چونکا دینے والی ایک بات بچہ نے لکھ رکھی تھی: The God is Three (یعنی خدا تین ہیں):

One jesus (ایک عیسیٰ علیہ السلام)

Second Mother Marry (دوسرے: ماں مریم)

Third ALLAH (تیسرے: اللہ)

دیکھیے! ایک نہایت غلط عقیدہ آج انگریزی تعلیم کے عنوان سے مسلمان بچوں میں آرہا ہے، اللہ اس سے ہماری اور ہماری نسلوں کی حفاظت فرمائے؛ اس لیے اپنے

بچوں کی اسکول بک دیکھتے رہنا ضروری ہے۔

②﴿اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ﴾

اے لوگو! اللہ نے مجھے پکّا وعدہ فرمادیا ہے کہ: بڑے ہونے کے بعد اللہ مجھے انجیل کتاب عطا فرمائیں گے۔

③﴿وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا﴾

اور بڑا ہونے کے بعد میں اللہ کا نبی بننے والا ہوں۔

④﴿وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ﴾

میں جہاں رہوں گا میں برکت والا بن کر رہوں گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برکتیں میں نے آپ کو بتائی تھی کہ: کوئی آنکھ کا اندھا آتا، کوڑھ والا آتا، آپ اس پر اپنا برکتی ہاتھ پھیر دیتے، وہ اچھا ہو جاتا اور جب قیامت سے پہلے دنیا میں آئیں گے تو آپ کے آنے کے بعد برکت ہی برکت ہو جائے گی، پھل فروٹ بھی بہت ہوں گے۔

حدیث میں آتا ہے کہ: ایک بکری، ایک گائے، ایک اونٹنی میں سے اتنا دودھ نکلے گا کہ پورے پورے خاندان کو کافی ہو جائے گا، پھر بھی دودھ ختم نہیں ہوگا، اللہ جانوروں میں اتنی برکت دے دیں گے۔

⑤﴿وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَادُمْتُ حَیًّا﴾

اور مجھے تاکید سے حکم دیا ہے کہ: نماز پڑھوں، دوسروں کو پڑھاؤں، مال میں سے زکوۃ دوں، دوسروں کو کہوں کہ: زکوۃ نکالو، جب تک زندہ رہوں۔

⑥ ﴿وَّبَرًّۢا بِوَالِدَتِيْ﴾

اور میں اپنی ماں کی خدمت کروں۔

⑦ ﴿وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا﴾

اللہ نے مجھے بد بخت نہیں بنایا، برے اخلاق کا نہیں بنایا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بڑے نرم اخلاق کے، بڑے پیار والے، بڑے شفقت والے، بڑی محبت والے تھے۔

⑧ ﴿وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا﴾

اللہ تعالیٰ نے تین موقع پر میرے لیے خاص سلامتی رکھی؛ پیدا ہونے کے دن کہ شیطان مجھے ہاتھ نہیں لگا سکا، میری موت کے دن کہ شیطان مجھے ہاتھ نہیں لگا سکے گا، چناں چہ ابھی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہے، قیامت سے قبل دنیا میں تشریف لائیں گے، اس کے متعلق حدیث شریف میں ہے کہ دنیا میں آکر شادی کریں گے، ان کی اولاد بھی ہوگی اور پھر جب ان کا انتقال ہوگا تو مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں ان کو دفن کیا جائے گا۔

تو ان کی موت کے دن بھی ان کے لیے سلامتی ہوگی اور قیامت کے دن جب قبر سے نکلیں گے اس دن بھی ان کے لیے سلامتی ہوگی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے جب حکمت بھری عجیب، معجزانہ تقریر لوگوں نے سنی تو سب حیران رہ گئے، اور یقین ہو گیا کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا پاک دامن ہیں اور بچے کی پیدائش اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اللہ کی قدرت سے ہے۔

اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ زندگی گذارو

میری دینی بہنو! حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے جب اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور اطاعت کے ساتھ زندگی گذاری، انھوں نے اپنی عفت اور پاک دامنی کی حفاظت کی، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسا صالح اور نیک بیٹا عطا فرمایا۔

حقیقی بات ہے میری دینی بہنو! جو اللہ کی اطاعت کرلے، اللہ کی مرضی پر زندگی گذار لے، اللہ تعالیٰ ان کو دنیا اور آخرت میں نوازتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو دنیا وآخرت میں عزت عطا فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نیک صالح، فرماں بردار بیٹا عطا فرماتے ہیں۔

میری دینی بہنو! اپنی عفت اور پاک دامنی کی حفاظت کرو، اپنے اخلاق کی حفاظت کرو، اپنی جوان لڑکیوں کی حفاظت کرو اور اللہ کی عبادت کرنے والیاں بن جاؤ۔

تہمت لگانا ایک گناہ

دیکھو! تہمت لگانا بڑا خطرناک گناہ ہے، اللہ کو یہ گناہ اتنا ناپسند ہے کہ جب کوئی کسی نیک عورت پر تہمت لگائے، اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے عجیب عجیب معجزہ سے ایسی پاک دامن عورتوں کی براءت ظاہر فرماتے ہیں، جیسا ابھی حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے واقعے میں آپ نے سنا؛ اس لیے اللہ کے واسطے تہمت لگانے کے گناہ سے بچو، یہ غیبت سے بھی زیادہ خطرناک گناہ ہے اور اپنی اولاد کی تعلیم وتربیت کی فکر کرو، ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں بہترین رزق اور میوے عطا فرمائیں گے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین

ایک عورت کا ایمان تازہ کرنے والا واقعہ

(اصحابِ اخدود کا واقعہ)

(پہلی قسط)

اقتباسات

ہماری پہلی کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ہم قسم نہ کھائیں، اگر ہمیشہ سچ بولنے کی عادت ہوگی تو قسم کھانے کی ضرورت نہیں پڑے گی اور اگر کبھی قسم کھانے کی ضرورت پڑ جائے تو صرف اور صرف اللہ کے پاک نام کی قسم کھائیں اور پھر اس کو پورا بھی کریں، غلط کام کے لیے قسم نہ کھائیں۔

تعویذ کا کام کسی دین دار، نیک، تقوی والے عامل سے ہی کروانا چاہیے۔

بچپن ہی سے اپنی اولاد کو اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے پاس لے جاؤ، علما کے پاس لے جاؤ، اللہ والوں کے پاس بھیجو، ان کے پاس دعائیں کرواؤ، اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ آپ کی اولاد کو بچپن ہی سے نیک اور صالح بنادیں گے۔

آج کل ہم لوگ جب بچے چھوٹے ہوتے ہیں تب تو اللہ والوں کے پاس بھیجتے نہیں اور جب یہ بگڑ کر بڑے ہوجاتے ہیں تو بزرگوں کے پاس لے جاتے ہیں تب تو وقت بہت آگے نکل چکا ہوتا ہے۔

ہمیں اپنے بچوں کے اسکول، مدرسہ جانے کے اوقات (Time Table) پر خاص نظر رکھنی چاہیے کہ اس کے اسکول اور مدرسہ کا وقت کتنے بجے شروع ہوتا ہے، کتنے بجے ختم ہوتا ہے، کتنے بجے یہ گھر پر آتا ہے، کہیں ہمارا بچہ مدرسے سے نکل کر غلط دوستوں کے ساتھ ادھر ادھر گھومنے نہ چلا جائے اور اس کی زندگی برباد نہ ہوجائے۔

اپنی اولاد کے اچھے نام رکھنے چاہیے، اچھے نام کے اچھے اثرات اولاد پر پڑتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی،اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ﴿۱﴾ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ﴿۲﴾ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ﴿۳﴾

قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ﴿۴﴾ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ﴿۵﴾ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ﴿۶﴾ وَّهُمْ

عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ﴿۷﴾ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ

الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ﴿۸﴾ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

شَهِيْدٌ ﴿۹﴾(البروج)

ترجمہ: قسم ہے برجوں والے آسمان کی ﴿۱﴾ اور اس (قیامت کے) دن کی جس کا وعدہ کیا گیا ہے ﴿۲﴾ اور اس کی جو حاضر ہوتا ہے اور اس کی جس کے پاس لوگ حاضر ہوتے ہیں ﴿۳﴾ خندق کھودنے والے مارے گئے ﴿۴﴾ جو خندقیں ایندھن والی آگ سے بھری ہوئی تھیں ﴿۵﴾ جس وقت وہ (خندق کھودنے والے) اس (آگ) کے آس پاس بیٹھے تھے ﴿۶﴾ اور وہ ایمان والوں کے ساتھ جو ظلم کر رہے تھے اس کو اپنے سامنے دیکھ رہے تھے ﴿۷﴾ اور وہ (خندق کھودنے والے) ان (ایمان والوں) کو صرف اس وجہ سے سزا دے رہے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے تھے جو بڑے زبردست تمام صفات والے تھے ﴿۸﴾ جس (اللہ) کے لیے آسمانوں اور زمین کی حکومت ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھ رہے ہیں ﴿۹﴾

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں چند قسمیں کھا کر ایک واقعہ بیان فرمایا ہے:

پہلی قسم

اللہ تعالیٰ نے پہلی قسم آسمان کی کھائی: وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝۱

ترجمہ: قسم ہے برجوں والے آسمان کی۔

کیسا عجیب آسمان اللہ تعالیٰ نے بنایا؟ جس میں الگ الگ منزلیں بنائیں، ان منزلوں میں اللہ کے فرشتے بیٹھتے ہیں۔

سورج، چاند، تارے اللہ کی یہ بڑی بڑی مخلوقیں آسمان میں ہیں، ایسی عجیب عجیب منزلیں اور بڑے بڑے قلعے اور بڑے بڑے ستارے والا آسمان اللہ نے بنایا۔

اللہ تعالیٰ کا مخلوق کی قسم کھانا

دینی بہنو! اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جس چیز کی قسم کھانا چاہے کھا سکتے ہیں۔

قرآن مجید میں بہت سی جگہوں پر اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی قسم کھائی ہے، جب کسی مخلوق کے کسی خاص فائدے کو بتانا ہوتا ہے یا کسی خاص چیز کی کوئی اہمیت بتانی ہو تو اللہ تعالیٰ اس مخلوق کی قسم کھاتے ہیں، جیسے قرآن میں زمانہ، وقت کی قسم ہے، اللہ تعالیٰ بندوں کو سمجھاتے ہیں کہ وقت ضائع مت کرو، وقت برباد مت کرو، یہ وقت بہت اہم اور قیمتی ہے، اے انسانو! اس کی قدر کرو اور انسان جب وقت کی قدر کرتا ہے، برباد نہیں کرتا تو اس سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں۔

ہم صرف اللہ تعالیٰ کی قسم کھا سکتے ہیں

لیکن ہمارے لیے مسئلہ یہ ہے کہ پہلی کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ہم قسم نہ کھائیں،

اگر ہمیشہ سچ بولنے کی عادت ہوگی تو قسم کھانے کی ضرورت نہیں پڑے گی اور اگر کبھی قسم کھانے کی ضرورت پڑ جائے تو صرف اور صرف اللہ کے پاک نام کی قسم کھائیں اور پھر اس کو پورا بھی کریں۔

گناہ کے کام کی قسم

کسی گناہ کے کام کی اور غلط کام کی قسم نہ کھاویں، اگر گناہ کے کام کی قسم کھاویں تو اس کو توڑ دیویں اور قسم پر عمل نہ کریں، جیسے آج کل ہماری نوجوان بہنیں ناجائز تعلقات میں وفاداری کی قسمیں کھاتی اور کھلواتی ہیں، یہ گناہ کا کام ہے اور اس پر عمل کرنا جائز نہیں ہے، اس کو توڑ دیویں اور قسم کا کفارہ دیویں۔

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی قسم مت کھاؤ

حدیث میں نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنی ماؤں اور باپوں کی اور بتوں کی قسم مت کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی قسم مت کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کی قسم بھی صرف اسی وقت کھاؤ جب تم اپنی بات میں سچے ہو۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ نبیٔ کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ اپنے ابا کی قسم کھا رہے ہیں تو نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: خبردار رہو، اللہ تعالیٰ نے باپوں کی قسم کھانے سے منع فرمایا ہے، جس کو قسم کھانا ہو وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کھائے، ورنہ چپ رہے۔

اس لیے صرف ضرورت کے موقع پر آدمی قسم کھائے اور سچی بات پر ہی قسم کھائے اور صرف اللہ تعالیٰ کے پاک نام کی قسم کھائے اور قسم کھانے کے بعد اس کو پورا

بھی کرے۔

دوسری قسم

دوسری قسم کھائی:﴿وَالۡيَوۡمِ الۡمَوۡعُوۡدِ﴾

ترجمہ:اور قسم ہے اس (قیامت کے) دن کی جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔

قیامت کے دن کی قسم کھائی، بڑا خطرناک اور بڑا ابھاری دن ہوگا۔

تیسری قسم

تیسری قسم اللہ نے ”شَاهِدٍ“ کی کھائی:﴿وَشَاهِدٍ﴾

ترجمہ:اور قسم ہے اس کی جو حاضر ہوتا ہے۔

شاہد سے مراد

”شاہد“ کہتے ہیں جمعہ کے دن کو، جمعہ کے دن کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی، حدیث شریف میں آتا ہے کہ جمعہ کے دن ایک گھڑی ہوتی ہے، جو بندہ اس وقت اللہ سے بھلائی کی دعا مانگے اللہ تعالیٰ اس کو وہ بھلائی اور نیکی عطا فرما دیتے ہیں، کسی شر اور برائی سے پناہ کی دعا مانگے اللہ تعالیٰ اس شر اور برائی سے اس کی حفاظت فرما لیتے ہیں۔

”شاہد“ قرآن مجید کی دوسری آیتِ کریمہ میں نبیٔ کریم ﷺ کو بھی کہا گیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيۡرًا ﴿۴۵﴾ (الأحزاب)

ترجمہ:اے نبی! یہ بات یقینی ہے کہ ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور

(ایمان والوں کے لیے) خوش خبری سنانے والا اور (کافروں کو عذاب سے) ڈرانے والا (بنا کر) بھیجا ہے۔

توقسم جمعہ کے دن کی یا قسم نبیٔ کریم ﷺ کی ذاتِ بابرکت کی اور یہ بہت بڑی فضیلت کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی قسم کھائے اور جمعہ کا دن مراد ہے تو قرآن میں جمعہ کے دن کی قسم آئی؛ اس لیے اس کی اہمیت زیادہ ہوگئی۔

چوتھی قسم

چوتھی قسم اللہ نے کھائی "مشہود" کی: ﴿وَّمَشۡهُوۡدٍ﴾

ترجمہ: اور قسم ہے اس کی جس کے پاس لوگ حاضر ہوتے ہیں۔

مشہود سے مراد

عرفہ کے دن کو "مشہود" کہتے ہیں۔

اسلامی کیلنڈر کا آخری مہینہ جس کو ہم "ذی الحجہ" کا مہینہ کہتے ہیں، جس مہینے میں حج اور قربانی آتی ہے، اس مہینے کی نویں تاریخ کو عرفہ کا دن کہا جاتا ہے۔

عرفہ کے دن روزہ رکھنے کی فضیلت

حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص عرفہ کے دن روزہ رکھے اللہ اس کے اگلے سال کے اور پچھلے سال کے گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔

اس لیے ذی الحجہ کی نویں تاریخ یعنی بقرہ عید سے ایک دن پہلے روزہ رکھنا چاہیے

اوراس میں ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ عید کے ایک روز پہلے پیٹ کوآرام مل جائے گا تو پھر قربانی کا گوشت مسلسل کھانے میں بھی خیریت رہے گی۔

بہر حال! اللہ تعالیٰ نے ان چار چیزوں کی قسم کھائی:

① آسمان کی۔② قیامت کے دن کی۔

③ جمعہ کے دن کی یا نبئ کریم ﷺ کی ذاتِ مبارک کی۔④ عرفہ کے دن کی۔

اور یہ چار قسمیں کھا کر اللہ ایک قصہ بیان فرمارہے ہیں۔

سوچو میری دینی بہنو! وہ قصہ کتنا عجیب ہوگا کہ اللہ تعالیٰ خود چار چار چیزوں کی قسم کھا کر وہ قصہ بیان فرمارہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس واقعے میں جو نصیحت کی باتیں ہیں اس کو سمجھنے کی، اس پر یقین کی، اس کے خیر اور معروفات پر عمل کرنے کی اور اس کے شر اور منکرات سے بچنے کی ہم کو توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کے لیے اللہ تعالیٰ اس واقعے کو ایمان اور یقین میں ترقی کا ذریعہ بنادے، آمین۔

یہ واقعہ کب ہوا؟

کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ نبئ کریم ﷺ کی پیدائش کے ستر(۷۰) سال پہلے یہ قصہ ہوا، موجودہ سعودیہ عربیہ کے بالکل پڑوس میں ''یمن'' ہے جس کی راجدھانی ''صنعاء'' ہے، یمن میں ایک بادشاہ تھا، جس کی پورے یمن پر حکومت چلتی تھی، اس بادشاہ کا نام ''یوسف'' تھا، لوگ اس کو ''یوسف ذونواس'' کہتے تھے۔

اس بادشاہ نے اپنے دربار میں ایک جادوگر کو رکھا تھا، وہ بڑا جادوگر تھا اور اس

جادوگر کی مدد اور اس کے جادو سے وہ اپنی حکومت کو چلاتا تھا، جہاں کہیں اس کو پریشانی پیش آتی وہ اس جادوگر سے مدد لیتا اور وہ جادوگر اس کی مدد کرتا اور اس کی حکومت چلتی رہتی تھی۔ایسا پرانے زمانے میں بہت ہوتا تھا کہ لوگ جادوگروں سے مدد لیتے تھے:

دوسروں پر قبضہ جمانے کے لیے۔

دوسروں کو اپنا تابع کرنے کے لیے۔

دوسروں پر اپنا رعب جمانے کے لیے۔

برے لوگوں سے بچنا چاہیے

آج بھی نعوذ باللہ! بہت سے مسلمان جادو کا سہارا لیتے ہیں، کسی کو قابو میں کرنا ہو، کسی کو تابع کرنا ہو تو جادو کی ہوئی چیز اس کو کھلا دیتے ہیں، جادو کی ہوئی چیز پلا دیتے ہیں اور اس کے ذریعہ سے دوسرے مرد یا عورت کو اپنے قابو میں کر لیتے ہیں۔

اس لیے کبھی بھی چلتے پھرتے تعویذ اور عملیات والوں کے پاس ہرگز نہ جانا چاہیے، خاص کر کسی غیر مسلم یا بے نمازی اور جس کی دین داری کا کوئی ٹھکانا نہ ہو، جو متقی اور پرہیزگار نہ ہو، جو پردہ کا اہتمام نہ کرتا ہو ایسے کسی تعویذ اور عملیات والے کے پاس کبھی غلطی سے بھی نہیں جانا چاہیے۔

بعض مرتبہ اگر وہ کوئی چیز کھلائے نہیں، پلائے نہیں تو بھی وہ کچھ گندے کلمات پڑھتے ہیں، شرک والے کلمات پڑھتے ہیں جن کلمات کو پڑھ کر دم کرنے (پھونک مارنے) کی وجہ سے ہماری بہنوں اور بھائیوں کو پتہ نہیں چلتا اور وہ ان کے ایسے فرماں بردار ہو جاتے ہیں کہ ’’وہ جو کہیں گے کریں گے‘‘ ’’جیسا وہ چاہیں کریں گے‘‘۔

ہماری دینی بہنوں کا حال

مجمع میں بظاہر غیر مناسب لگنے والی ایک اہم بات بتاؤں! لیکن آپ بہنوں کی حفاظت ہو، آپ اپنے آپ کو بچائیں؛ اس لیے کہہ دیتا ہوں، اپنے یہاں ہندوستان (India) میں آج کل ایسا بھی ہو رہا ہے کہ مسلمان عورتیں مندروں میں جاتی ہیں، سادھوؤں کے پاس جاتی ہیں، غیر مسلم تعویذ والوں کے پاس جاتی ہیں اور مسلمانوں میں بھی فاسق، فاجر، بے نمازی، بے دین، گنہ گاروں کے پاس جاتی ہیں، پھر وہ ان کو کچھ کلمات پڑھ کر کھلا دیں، پلا دیں تو ان بہنوں پر پتہ نہیں کیا ہو جاتا ہے کہ وہ پورے پوری اس کے کنٹرول میں آجاتی ہیں۔

اور کیا ہوتا ہے اس کو زبان پر لاتے بھی مجھ کو شرم آتی ہے، وہ سادھو، وہ فاسق، فاجر تعویذ والے ہماری دینی بہنوں کو ایسا قابو میں کر لیتے ہیں کہ جب ان کی مرضی میں آتا ہے ان کے ساتھ غلط کام کرتے ہیں، زنا کرتے ہیں، ایسے عجیب عجیب حالات وہاں ہو رہے ہیں اور ایسی کارگزاریاں ہمارے پاس آتی ہیں، پھر بڑی محنت سے کسی دین دار، نیک، تقویٰ والے عامل سے علاج کروا کر ان کا اثر کم کروانا پڑتا ہے۔

اس لیے اس لائن سے آپ سب کو بہت احتیاط کی ضرورت ہے، میں آپ سے امید رکھتا ہوں اور درخواست کرتا ہوں کہ کبھی کسی غلط عملیات والے، تعویذ والے کے پاس -چاہے مسلمان ہو، چاہے غیر مسلم ہو- جانے سے اپنے آپ کو ضرور بچا کر رکھو گے۔

کبھی ایسی کوئی مجبوری ہو تو ایسے موقع پر کسی دین دار عالم، متقی، اللہ والے، مخلص

کے پاس جاؤ اور اس میں بھی اپنے باپ، اپنے بھائی، اپنے شوہر کو ساتھ میں رکھو۔

ہمارے تیسرے سال کے جو بیانات چھپے ہیں۔ اردو میں بھی اور گجراتی میں بھی، یہاں پر موجود ہیں اور وہ سی ڈیاں بھی آپ کے پاس ہیں۔ اس میں سنو اور پڑھو، عجیب عجیب قصے ہم نے ایسے غلط عاملوں کے غلط کاموں کے بیان کیے ہیں، اللہ تعالیٰ ہماری تمام دینی بہنوں کی ایسی چیزوں سے حفاظت فرمائیں۔

جادوگر کی ایک درخواست لڑکے کے بارے میں

تو یمن کے بادشاہ ''یوسف ذونواس'' نے اپنے پاس ایک جادوگر رکھا ہوا تھا اور وہ اس جادوگر کے ذریعہ جس پر چاہتا جادو کرواتا اور اس کو اپنے قابو میں کر لیتا، وہ جادوگر بوڑھا ہوگیا اور اس جادوگر نے ایک دن اس بادشاہ سے کہا کہ: اے بادشاہ! میں بوڑھا ہوگیا، پتہ نہیں کب مجھے موت آجائے؟ پھر میرا یہ جادو ختم ہو جائے گا، کوئی چھوٹا لڑکا جو بہت ہوشیار ہو تو مجھ کو دے دے؛ تاکہ میں اس کو یہ جادو سکھا دوں اور میرے مرنے کے بعد وہ بچہ تیری مدد کرے۔

بادشاہ نے تلاش کیا اور ایک چھوٹا لڑکا اس کو مل گیا جو بہت ذہین، ہوشیار تھا، اس کا حافظہ بھی بہت عمدہ تھا، بہت آسانی سے وہ باتوں کو یاد کر لیا کرتا تھا، بادشاہ نے اس بچے کو اس کے ماں باپ سے کہہ کر لے لیا کہ ''یہ بچہ جادو سیکھے گا اور مستقبل میں ہم اس کو بڑا عہدہ اور درجہ دیں گے اور اس کو اپنے دربار میں رکھیں گے''۔

اس کے ماں باپ بھی اس کو جادو سکھانے کے واسطے راضی ہوگئے۔

اب اس جادوگر نے اس لڑکے کے لیے وقت مقرر کر دیا کہ ''تجھے اتنے بجے

میرے پاس آنا ہے اور اتنے بجے تک میرے پاس رہنا ہے، میں روز تجھ کو تھوڑا تھوڑا جادو سکھا دیا کروں گا‘‘۔

وہ لڑکا اپنے گھر سے نکلتا اور چلتے چلتے اس جادوگر کے گھر جاتا اور وہ جادوگر روزانہ اس کو تھوڑا تھوڑا جادو سکھاتا، جب جادوگر کے پاس جادو سیکھنے کا وقت پورا ہو جاتا تو وہ بچہ چل کر اپنے گھر پر آ جاتا۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھو! بادشاہ نے اور جادوگر نے اس بچے کو جادو سکھانا چاہا؛ لیکن اللہ تعالیٰ کے یہاں اس بچے کے لیے کچھ اور ہی فیصلہ تھا۔

اس بچے کا جو راستہ تھا اس راستے پر ایک بہت بڑے عالم، اللہ کے ولی رہتے تھے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتے تھے اور وہ زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کا تھا اور انجیل کتاب کے وہ عالم تھے۔

یہ بچہ Detective Mind کا تھا اور بچوں کا دماغ کچھ قدرتی ایسا ہوتا ہے کہ وہ نئی نئی چیزوں کو تلاش کرتے رہتے ہیں۔

ایک دن جب یہ بچہ اس جادوگر کے پاس جا رہا تھا تو تھوڑی دیر کے لیے اس عالم کے پاس بیٹھ گیا، عالم نے اس کو اللہ کی کتاب انجیل پڑھائی، اللہ کی کتاب تھی اس میں نور تھا، اس میں برکت تھی، خیر تھی۔

اُس زمانے میں انجیل کتاب کی باتیں آسمانی تھیں، اب تو انجیل میں بہت ساری ملاوٹیں ہوگئیں، اس قدر ملاوٹ ہے کہ آسمانی بات کونسی اور ملاوٹ کونسی یہ سمجھنا بھی مشکل ہے اور اب تو دنیا میں انجیل ہی نظر نہیں آتی، بائبل نام سے کتاب ملتی ہے، اس میں باتیں کس نے جمع کیں؟ کہاں سے جمع کیں؟ یہ بتانا بھی مشکل ہے۔

بہر حال! اس بچے کو جادوگر کے پاس جو جادو سیکھنے کو ملتا اس میں گندگی تھی، برائی تھی، شر تھا، دونوں چیزوں کے درمیان بہت بڑا فرق تھا کہ عالم کے پاس کتاب میں نورانیت ملتی، اچھے اخلاق سیکھنے کو ملتے اور وہاں جادوگر کے پاس اس کو برائی ہی برائی، گندگی ہی گندگی سیکھنے کو ملتی، قدرتی طور پر اس بچے کا دل اس عالم کے ساتھ لگ گیا۔

اللہ تعالیٰ کا عجیب نظام اور اس کی کتاب کی نورانیت

دیکھو! اللہ تعالیٰ کا نظام اس دنیا میں کس طرح چلتا ہے، یہ سمجھنے کی چیز ہے، یہ بچہ جب صبح کے وقت جادوگر کے پاس جاتا تو اس عالم کے پاس بیٹھ جاتا، عالم اس کو انجیل پڑھاتے اور اس بچے کو اتنا مزہ آتا تھا کہ وہ بہت دیر تک وہاں بیٹھا رہتا تھا، پھر وہ عالم اس سے کہتے کہ: بیٹا! جاؤ وہ جادوگر تمھارا انتظار کر رہا ہوگا۔

وہ بچہ اٹھ کر جادوگر کے پاس جاتا تھا، دل نہیں چاہتا تھا؛ لیکن چوں کہ ماں باپ بھیجتے، بادشاہ کا آرڈر تھا؛ اس لیے وہ بچہ جاتا تھا۔

جادوگر کے پاس جانے کا جو ٹائم ہوتا اس میں اکثر دیر ہو جاتی؛ اس لیے وہ جادوگر اس کو مارتا تھا، یہ بچہ اس جادوگر کی مار کھا لیتا؛ لیکن روزانہ وہ اس عالم کے پاس ضرور جاتا اور کتاب کو وہ پڑھتا تھا اور جادوگر کے پاس دیر سے جاتا اور جادوگر کی مار کھاتا، پھر جب جادوگر کے پاس وقت پورا ہو جائے تو وہاں سے نکلتا اور آ کر پھر اس عالم کے پاس بیٹھ جاتا اور آ کر پھر اللہ کی کتاب انجیل پڑھتا تھا، اتنی دیر ہو جاتی کہ گھر جانے میں تاخیر ہو جاتی تھی تو گھر میں اس کی اماں اس کے ابا جان اس کو ڈانٹتے تھے کہ ''کہاں جاتا ہے؟ بہت دیر دیر سے آتا ہے، تیرا وقت تو اتنے بجے پورا ہو جاتا ہے پھر

بھی تو کیوں دیر کرتا ہے''؟ اور مارتے تھے۔

غرض میری دینی بہنو! یہ اس عالم کے پاس بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھتا تو جادوگر کے پاس لیٹ جاتا اور جادوگر مارتا تھا اور جادوگر کے پاس سے نکل کر جب واپس اپنے گھر جانا ہوتا تو پھر وہ اس عالم کے پاس پڑھنے کے لیے بیٹھ جاتا تو گھر پر دیر سے پہنچتا تو ماں باپ اس کو مارتے تھے، اس بچے کو دونوں طرف سے مار پڑتی تھی؛ لیکن وہ تکلیف برداشت کرتا اور صبر کرتا رہا اور اللہ تعالیٰ کا دین سیکھتا اور پڑھتا رہا۔

یہ ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب کی نورانیت کی بات کہ جس کو اللہ تعالیٰ کی مبارک کتاب کی مٹھاس معلوم ہو جائے، مزہ آجائے تو وہ چھوٹا سا معصوم بچہ بھی مار کھاتے کھاتے اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھتا ہے، کیسا عجیب وہ بچہ ہوگا؟ لیکن دین کی تعلیم کی خاطر مار کھانے کی برکت ہوئی، وہ بچہ باکرامت اور علم والا بن گیا۔

ہمیں اپنے بچوں کے اوقات کی خاص فکر کرنی چاہیے

میری دینی بہنو! ایک سمجھنے کی بات یہ بھی ہے کہ ہمیں اپنے بچوں کے اسکول مدرسہ جانے کے اوقات (Time Table) پر خاص نظر رکھنی چاہیے کہ:

اس کی اسکول کا وقت کتنے بجے شروع ہوتا ہے؟

مدرسے کا وقت کتنے بجے شروع ہوتا ہے؟ کتنے بجے ختم ہوتا ہے؟

کتنے بجے یہ گھر پر آتا ہے؟

کہیں ہمارا بچہ مدرسے سے نکل کر کہیں ادھر ادھر گھومنے نہ چلا جائے، غلط دوستوں کے ساتھ نہ چلا جائے اور اس کی زندگی برباد نہ ہو جائے؛ اس لیے بچوں پر نظر

رکھنے کی خاص عادت بناؤ، یہ بہت ضروری ہے۔

اب ہوا یہ کہ اس عالم کی صحبت کی برکت سے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھنے کی برکت سے وہ بچہ بچپن ہی میں اللہ کا ولی ہو گیا، بچپن میں اللہ تعالیٰ نے اس کو ولی بنا دیا۔

بچوں کو اللہ تعالیٰ کا ولی بنانے کا طریقہ

حقیقت بات یہ ہے کہ جب بچے چھوٹے ہوتے ہیں بچپن ہی سے ان کو اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے پاس لے جاؤ، علما کے پاس لے جاؤ، اللہ والوں کے پاس بھیجو، اولیاء اللہ کے پاس بھیجو، ان کے پاس دعائیں کرواؤ، اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ آپ کی اولاد کو بچپن ہی سے نیک اور صالح بنا دیں گے۔

بچوں کے بارے میں ہماری ایک بری عادت

آج کل ہم لوگ جب بچے چھوٹے ہوتے ہیں تب تو اللہ والوں کے پاس بھیجتے نہیں اور جب یہ بڑے ہو کر بگڑ جاتے ہیں تو بزرگوں کے پاس لے جاتے ہیں تب تو وقت بہت آگے نکل چکا ہوتا ہے، بچپن ہی سے ان کو اللہ کے نیک بندوں کے پاس لے جانے کی عادت بناؤ۔

خادمِ رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات

حدیث سے بھی یہ بات ثابت ہے۔

جب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تمھارے گھر کا کوئی چھوٹا بچہ ہو تو ہمارے گھر کے کام

کاج کے لیے دے دو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ مجھے سواری پر اپنے پیچھے بٹھا کر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے اور مجھے آپ کے حوالے کیا کہ یہ آپ کی خدمت کے لیے ہے۔

اس وقت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر دس سال کی تھی اور دس سال انھوں نے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر بیس سال کی تھی، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے سوتیلے والد ہوتے تھے، ان کے حقیقی والد کا انتقال ہوگیا تھا، اس کے بعد ان کی والدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا تھا؛ اس لیے وہ ان کے سوتیلے ابا ہوتے تھے۔

بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میری والدہ، خالہ، نانی وغیرہ گھر کی عورتیں مجھ سے پابندی کرواتی تھیں، یہ عورتیں تاکید کرکے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجتی رہتی تھیں؛ چوں کہ بچوں کی طرف سے غفلت تو ہو ہی جاتی ہے، اگر میں ادھر ادھر ہو جاتا تو میرا خیال رکھا جاتا تھا اور میں نے دس سال خدمت کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل شفقت اور کریمانہ اخلاق

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کسی کرنے کے لیے کہے گئے کام کے متعلق یہ نہیں فرمایا کہ: یہ کیوں نہیں کیا؟

اور نہ کرنے کے لیے کہے گئے کام کے متعلق یہ نہیں فرمایا کہ: یہ کیوں کیا؟

یہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل شفقت اور اونچے اخلاق کا نمونہ تھا؛ ورنہ ظاہر ہے کہ

دس سال کے بچے سے بھول ہونا اور خدمت کے معاملے میں کوتاہی ہونا یہ تو فطری چیز ہے؛لیکن آپ ﷺ نے کبھی ٹوکا نہیں ؛ بلکہ کبھی تو حضور ﷺ کسی کام کے لیے فرماتے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں بچہ ہونے کی وجہ سے کہہ دیتا تھا کہ نہیں جاؤں گا؛ حالاں کہ میرے دل میں ہوتا تھا کہ میں جاؤں گا؛لیکن زبان سے یوں کہتا تھا،اس طرح بچوں کی عادت ہوتی ہے۔

خیر! یہی حضرت انس رضی اللہ عنہ جو نبیٔ کریم ﷺ کے خادم تھے،ان کی والدہ نے ایک مرتبہ حضورِ اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ: آپ اپنے خادم انس کے لیے دعا کر دیجیے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد میں اور ان کے مال میں اور ان کی عمر میں برکت عطا فرمائے۔

حضور ﷺ نے دعا فرمائی، چنانچہ ان کی عمر سو سال کے قریب ہوئی اور اخیر میں جن صحابۂ کرام کی وفات ہوئی ان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ بھی ہیں اور انھوں نے اپنی زندگی میں اپنی اولاد کی کئی پشتیں دیکھیں،انھوں نے اپنے ہاتھ سے خود کے ایک سو بیس (120) لڑکے لڑکیاں دفن کیے تھے۔

اور اللہ تعالیٰ نے مال میں بھی اتنی برکت دی کہ ان کے باغات سال میں دو مرتبہ پھل دیا کرتے تھے،ان کے باغ میں ایک پھول تھا جس کے اندر سے مشک کی خوشبو آیا کرتی تھی۔

ایک روایت میں اس طرح ہے،حضور ﷺ نے آپ کے لیے تین خاص دعائیں کیں:اللھم اکثر مالہ وولدہ وادخلہ الجنۃ۔

ترجمہ:اے اللہ! تو اس (انس) کے مال اور اولاد میں زیادتی عطا فرما اور اس کو جنت میں داخل فرما۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں انصاری صحابہ میں بہت مال دار تھا اور میں نے اپنے ہاتھوں سے ایک سو بیس سے زائد صلبی لڑکے لڑکیاں دفن کیے ہیں، ان شاء اللہ جنت میں بھی داخل ہوں گا۔

میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ کے ذکر اور صحبت کی برکت

ہمارے سلسلۂ چشتیہ کے بزرگوں میں ایک بہت بڑے ہمارے پر دادا پیر حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ گذرے ہیں۔

میرے پیر حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ۔

ان کے پیر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ، فضائلِ اعمال کتاب والے۔

ان کے پیر حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ۔

ان کے پیر حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ۔

ان کے پیر حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ۔

اور حضرت حاجی صاحبؒ کے پیر حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ، وہ عجیب اللہ کے ولی تھے، آج بھی لوہاری۔ جو جلال آباد کے پڑوس میں ایک گاؤں ہے۔ وہاں حضرت کا حجرہ ہے، جہاں بیٹھ کر حضرت ذکر کیا کرتے تھے۔

حضرت میاں جیؒ کے انتقال سے تقریباً ایک سو اسی سال سے زیادہ سال گذر چکے؛ لیکن جس چھوٹے سے حجرہ میں بیٹھ کر وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے، آج تک اس حجرہ میں ان کے ذکر کی خوشبو محسوس ہوتی ہے، ایسا وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے اور

چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں کو الف، با اور ناظرہ قرآن وغیرہ پڑھایا کرتے تھے، یوپی میں جو چھوٹے بچوں کو قرآن پڑھائے اس کو ''میاں جی'' کہتے ہیں، اسی سے ان کا لقب مشہور ہے ''قطبِ عالم حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ''۔

ان کی حالت یہ تھی کہ ان کے پاس جو چھوٹے چھوٹے بچے ''الف، با'' پڑھنے آتے، قرآن پڑھنے آتے ان کو بچپن ہی میں سلوک کے تمام مراحل طے کرا دیتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے سارے بچوں کو اپنی روحانیت کی طاقت کی برکت سے اپنے زمانہ کا ولی بنا دیا کرتے تھے۔

تو قصہ یہ بیان ہو رہا تھا کہ وہ معصوم بچہ جو اس عالم کے پاس آنے جانے لگا تھا اس عالم کی برکت سے اپنے زمانے کا ولی بن گیا، ایک دن عجیب قصہ پیش آیا، ان بچوں کا دماغ Detective ہوتا ہے، وہ تلاش کرتے رہتے ہیں۔

معصوم بچے کے سامنے دو چیزیں

اب اس بچے کے سامنے دو چیزیں تھیں:

ایک جادوگر استاذ تھا اور ایک عالم اس کے استاذ تھے۔

عالم کے پاس اپنی خوشی سے جاتا اور جادوگر کے پاس زبردستی جانا پڑتا تھا۔

اللہ تعالیٰ ہمارے زمانے کے علما اور مکتب کے اساتذہ کو طلبہ سے ایسی شفقت، پیار اور محبت عطا فرمائے کہ بچے ان کے پاس خوشی خوشی جانے والے بن جائیں۔

الغرض! اس بچے کے معاملے میں دو چیزیں تھیں کہ جادوگر استاذ کے پاس زبردستی جاتا، عالم استاذ کے پاس خوشی خوشی جاتا، اب اس بچے کو دل میں یقین تو تھا کہ

میرا یہ جادوگر استاذ غلط راستے پر ہے، وہ گندی باتیں سکھاتا ہے اور یہ عالم استاذ بھلی اور پیاری اور دین کی باتیں مجھ کو سکھاتے ہیں؛ لیکن اس بچے نے سوچا کہ کبھی مجھ کو امتحان لینا چاہیے کہ ان دونوں استاذوں میں سے کون سے استاذ کا علم صحیح ہے؟ جادوگر استاذ کا علم صحیح ہے یا اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھانے والے استاذ کا علم صحیح ہے۔

امتحان کا ایک عجیب موقع

ایک مرتبہ قدرتی طور پر عجیب موقع آ گیا کہ ایک دن وہ بچہ دونوں استاذوں کے پاس جانے کے لیے صبح اپنے وقت پر نکلا تو دیکھا کہ راستہ بند (Block) ہے اور پورے شہر کے لوگوں کا ایک بہت بڑا مجمع بھیڑ لگا کر کھڑا ہے، اس لڑکے نے قریب جا کر پوچھا کہ: کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا کہ: آج راستے کے بیچ میں ایک بہت بڑا اژدہا یا بڑا شیر بیٹھ گیا ہے، جس کی وجہ سے راستہ بند ہے، کسی کو آگے جانے کی ہمت نہیں ہے اور وہ جانور اتنا بڑا ہے کہ کوئی اس کو مارنے کی ہمت نہیں کر سکتا۔

دیکھو! جب اللہ تعالیٰ کسی علاقے کے لوگوں کو ایمان کی دولت سے نوازنا چاہتے ہیں تو کیسے کیسے ایمانی حالات پیدا فرماتے ہیں، اس بچے کے دل میں ایک قدرتی بات آئی، اس نے سوچا کہ آج بہت اچھا موقع ہے کہ میں امتحان لے لوں کہ کس کا دین، کس کا علم صحیح اور اچھا ہے؟

اس نے ہاتھ میں ایک تیر لے کر اس کو کمان پر چڑھایا اور اس بڑے جانور کی طرف اس نے تیر تانکا اور پھر اس نے اپنی زبان سے۔ چوں کہ اس کو پورا یقین تھا کہ جادوگر استاذ کا دین اور علم غلط ہے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھانے والے استاذ کا علم اور

دین صحیح اور سچا ہے تو اس بچے نے تیر چلایا، بعض روایات میں ہے کہ اس نے پتھر اٹھا کر پھینکا اور پتھر مارتے وقت۔ یہ نیت کی کہ ''میرے استاذ جن کے پاس میں اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھتا ہوں، جن سے میں اللہ تعالیٰ کا دین پڑھتا ہوں اگر اس کا دین صحیح ہے، اس کا علم صحیح ہے تو یہ بڑا جانور مر جائے'' یہ کہہ کر اس نے زور سے ایک پتھر اس جانور کی طرف پھینکا یا تیر چلایا، سبحان اللہ!!!

جنگِ بدر میں آپ ﷺ کا کنکر پھینکنا

قرآنِ مجید میں بھی اس کی مثالیں موجود ہیں:

بدر کی جنگ کے موقع پر جب خطرناک حالات تھے، اسی طریقے پر جب ہجرت کے موقع پر مکہ کے کافروں نے حضور ﷺ کو گھیر لیا تھا تو نبیٔ کریم ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھ میں ایک مٹھی کنکر اور ریت کی اٹھائی اور دشمنوں کی طرف پھینکی اور قرآن کی آیت پڑھتے گئے: ﴿وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى﴾ (الانفال:۱۷)

ترجمہ: اور (اے پیغمبر!) جب تم نے ان پر (مٹی) پھینکی تھی تو وہ تم نے نہیں؛ بلکہ اللہ نے پھینکی تھی۔

اللہ فرماتے ہیں کہ: ظاہر میں تو ایسا لگا کہ نبی نے ایک مٹھی کنکری ڈالی، دنیا نے ایسا دیکھا؛ لیکن حقیقت بات یہ ہے کہ وہ کنکریاں جو پھینکیں وہ اللہ نے پھینکی تھیں۔

آپ ﷺ کی عجیب شان

اللہ تعالیٰ نے حضرت نبیٔ کریم ﷺ کو عزت کا، محبت کا کیسا مقام اور مرتبہ عطا فرمایا کہ کنکریاں حضور ﷺ پھینکیں اور اللہ یہ فرمائے کہ ''اے میرے نبی! وہ کنکر آپ

نے نہیں پھینکے وہ تو اللہ نے پھینکے ہیں‘‘ جس کام کو میرے حضور کریں اس کام کو اللہ تعالیٰ فرمائیں کہ وہ کام میں نے کیا ہے۔

آپ ﷺ کے مقام و مرتبہ کی دوسری مثال

قرآن کی ایک دوسری آیت میں ہے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کے ہاتھ پر بیعت ہورہے ہیں۔ یہ بیعت ہونا اور کرنا حضور ﷺ کے زمانے سے مبارک سنت ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم جنگل میں ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر بیعت ہو رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس واقعے کو قرآنِ مجید میں بیان فرمایا، سبحان اللہ! کتنی پیاری بات اللہ نے فرمائی:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ ؕ یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡہِمۡ (الفتح:۱۰)

ترجمہ: (اے پیغمبر!) جو لوگ تم سے بیعت کر رہے ہیں، وہ درحقیقت اللہ سے بیعت کررہے ہیں، اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

عجیب بات! بیعت فرما رہے تھے نبیٔ کریم ﷺ، حضور ﷺ کا ہاتھ مبارک اوپر ہوتا صحابی کا ہاتھ مبارک نیچے ہوتا اور حضور ﷺ درخت کے نیچے بیٹھ کر بیعت فرما رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ’’جن صحابہ نے، جن خوش نصیب لوگوں نے اس درخت کے نیچے بیٹھ کر آپ کے ہاتھ پر بیعت کی انھوں نے حقیقت میں اللہ سے بیعت کی ہے‘‘۔

وہ ہاتھ جو دکھنے میں حضور ﷺ کا تھا وہ حقیقت میں اللہ کا ہاتھ تھا، میرے حضور اللہ کے یہاں کتنے پیارے، کتنے لاڈلے، سبحان اللہ!!!

ہم بہت خوش نصیب ہیں

ایک قدم آگے چل کر سنو! ہم بہت خوش نصیب ہیں کہ اللہ نے ہم کو ایسے رحمت والے نبی کا امتی بنایا ہے، اللہ نے ہم گنہگاروں کی گندی زبان کو اس نبی پر درود پڑھنے کے لیے قبول فرمایا، کہاں ہماری گندی زبانیں؟ کہاں ہمارے گندے منہ اور کہاں حضور ﷺ پر مبارک درود؟ یہ مجھ پر اور آپ پر بڑا کرم ہے۔

یارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

اللہ کے کروڑوں درود اتریں، اللہ کی کروڑوں رحمتیں اتریں، اللہ کے کروڑوں سلام اتریں ہمارے حضور ﷺ کے ان نورانی اور برکتوں والے ہاتھوں پر۔

ان شاء اللہ ہم بڑے خوش نصیب ہوں گے، ایسے نورانی اور مبارک ہاتھوں سے، جن ہاتھوں کو اللہ اپنا ہاتھ بتلائے، قیامت کے دن ہم پاپی اور گنہگار امتیوں کو اللہ تعالیٰ حوضِ کوثر کا پانی عطا فرمائیں گے۔

ایک اور خوش نصیبی کی بات

اس سے بڑھ کر اور عجیب خوش نصیبی کی بات:

ایسے گنہگار امتیوں کو ان مبارک ہاتھوں سے ہاتھ ملانے کا اور مصافحہ کرنے کا موقع نصیب ہو، نبیٔ کریم ﷺ کے ساتھ مصافحہ کرنے اور ہاتھ میں ہاتھ ملانے کا موقع اللہ تعالیٰ امتیوں کو عطا فرمائیں گے۔

کتنا پیارا اور نورانی وقت ہوگا کہ قیامت کے میدان میں حضور ﷺ کا مصافحہ

اور آپ کی ملاقات نصیب ہوگی!!!

پچاس مرتبہ درود شریف پڑھنے کی فضیلت

حضرت عبدالرحمن بن عیسیٰؒ کی روایت میں ہے:

جو مسلمان روزانہ پچاس مرتبہ درود پڑھے (یہ Special الگ حدیث ہے) پچاس مرتبہ اسی نیت سے درود پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس مسلمان کو قیامت کے دن نبیٔ کریم ﷺ کا مبارک مصافحہ، مبارک ملاقات عطا فرمائیں گے۔

آپ ﷺ کا معجزہ

میری دینی بہنو! ایک کنکری مٹھی حضور ﷺ نے ڈالی اور تمام دشمنوں کے آنکھوں میں پہنچ گئی، کوئی حضور ﷺ کو دیکھ نہیں سکا اور حضور ﷺ اطمینان کے ساتھ گھر سے نکل کر مدینہ کے لیے روانہ ہوگئے اور بدر میں ایک مٹھی کنکری دشمنوں پر گری اور تمام دشمن آنکھ ملتے رہ گئے اور اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو فتح اور کامیابی عطا فرمادی۔

ایسے زبردست معجزات ہمارے حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت سے جانور مر گیا

بہرحال! اس بچے نے تیر یا پتھر مارا اور یہ نیت کی کہ اگر عالم کا دین سچا ہے تو یہ جانور مر جائے، اللہ کی عجیب قدرت! وہ تیر لگا اور لگتے ہی وہ جانور مر گیا اور لوگوں نے بڑی خوشی سے اس مرے ہوئے جانور کو راستے سے ہٹایا اور لوگوں کا راستہ کھل گیا۔

پورے شہر میں یہ بات پھیل گئی اور اس بات کا چرچا ہوگیا کہ یہ لڑکا صحیح دین پر

ہے اور اس بچے کی پورے شہر میں لوگ تعریف کرنے لگے اور آہستہ آہستہ لوگ اس بچے کے پاس آتے، آکر اس بچے سے پوچھتے:

بیٹا! تیرا دین اور مذہب کیا ہے؟ تو کونسے دین اور مذہب پر عمل کرتا ہے؟

وہ بچہ ایک اللہ تعالیٰ کی بات بتلاتا تھا اور لوگ اس کے مذہب پر، ایک اللہ پر ایمان لاتے تھے اور اللہ پر ایمان لاکر مسلمان اور مومن بنتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ایک معصوم بچے کے ذریعہ سے آہستہ آہستہ اپنے دین کو پھیلانا شروع کر دیا اور یمن میں ایمان کا ماحول بننے لگا۔

اس بچے کا نام حدیث کی کتابوں میں ''عبداللہ بن تامر'' آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو پیارے نام

حدیث میں ہے کہ تم اپنے بچوں کا نام عبداللہ رکھو، عبدالرحمن رکھو، عبیداللہ رکھو، یہ نام اللہ کو بہت پسند ہیں، اللہ کی نظر میں بڑے پیارے نام ہیں۔

''محمد'' نام بھی اللہ تعالیٰ کو بہت پیارا ہے، حدیث شریف میں ہے:

اذا سميتم الولد محمداً فاكرموه وأوسعوا له في المجلس ولا تقبحوا له وجهاً. (طبرانی)

ترجمہ: جب تم اپنے لڑکے کا نام ''محمد'' رکھو تو اس کی عزت کرو اور اس کو مجلس میں جگہ دو اور اس کو تکلیف پہنچے ایسا کوئی کام نہ کرو۔

بچوں کو سکھانے کی بات

میری دینی بہنو! ایک نکتے (Point) کی بات سمجھ لو، اس بچے نے لوگوں

کے لیے جو تکلیف کی چیز تھی، وہ ختم کردی اورلوگوں کے لیے راحت کا کام کردیا، راستہ بند تھا، اس بچے نے تیر یا پتھر مار کر اس جانور کو مار ڈالا اور راستہ کھول دیا اور لوگوں کو راحت نصیب ہوگئی۔

اس سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو بچپن ہی سے یہ بات سکھاؤ کہ بیٹا! لوگوں کو راحت پہنچانے کا کام کرو، لوگوں کی تکلیف دور کرنے کا کام کرو، لوگوں کی خدمت کا کام کرو، تمھارے ذریعہ سے اللہ لوگوں کی تکلیف اور مصیبت کو دور کردے، تمھارے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ لوگوں کو راحت پہنچائے، ایسے کام کرو۔

مکہ میں افطاری کے وقت عرب بچوں کی خدمت

آپ مکہ میں دیکھتے ہیں کہ عربوں کے چھوٹے چھوٹے بچے حرم شریف میں رمضان میں عمرہ کرنے والوں کی کیسی خدمت کرتے ہیں؟ زبردستی پکڑ پکڑ کر ان کو افطار کے دسترخوان پر بٹھاتے ہیں اور عربی میں کتنی پیاری پیاری باتیں بولتے ہیں:

أُمِّي، أَبِي، عَمِّي، اماں، ابا، چچا آؤ! ہمارے دسترخوان پر بیٹھ کر افطار کرلو۔

کیسا عجیب منظر حرم شریف میں دیکھنے کو ملتا ہے!!!

منیٰ، عرفہ، مزدلفہ میں پیدل چلنے والے حاجیوں کو اصرار کر کے زبردستی ٹھنڈا (Drinks) اور پانی کی بوتلیں دیتے ہیں۔

جنت کمانے کا بہت آسان راستہ

اپنے معصوم بچوں کو بھی لوگوں کی خدمت کرنا، لوگوں کو راحت پہنچانا سکھلاؤ کہ اگر بچپن سے اس کی عادت بنے گی تو یہ بڑے ہوکر ان شاء اللہ! لوگوں کے اور ماں

باپ کے خدمت گزار بنیں گے اور صحیح بات ہے کہ خدمت کے راستے سے آسانی سے جنت ملتی ہے، جنت کمانے کا یہ بہت آسان راستہ ہے، اللہ تعالیٰ یہ ماحول ہمارے یہاں عام اور قائم فرمائے، آمین۔

بادشاہ کے دربار کے ایک اندھے آدمی کا واقعہ

خدا کی قدرت دیکھیے! اس بادشاہ کے دربار میں ایک اندھا آدمی بھی بیٹھتا تھا، جو بادشاہ کا خاص آدمی تھا، بادشاہ اس پر بڑا بھروسہ کرتا تھا اور بادشاہ اس کے ساتھ بڑے محبت کا برتاؤ کرتا تھا، وہ آدمی اندھا ہو گیا تھا، پہلے اس کی آنکھیں اچھی تھیں بعد میں اس کی آنکھیں خراب ہو گئی تھیں، جب اس کو پتہ چلا کہ یہ کوئی عجیب وغریب بچہ ہے اور اس کے پاس کوئی اللہ کی کتاب کا علم ہے تو اس بچے کے پاس لوگ آنے لگے، بیمار لوگ آتے، پریشان لوگ آتے وہ ان سب کی خدمت کرتا تھا اور سب کو کہتا تھا کہ:

بھائیو! ایک اللہ پر ایمان لے آؤ، وہ تمھیں بیماری سے شفا دے دیں گے۔ اللہ تمھاری پریشانی اور مصیبت کو دور کر دیں گے۔ ہر ایک کو وہ بچہ یہی تعلیم دیتا تھا۔

اب اس اندھے آدمی کو پتہ چلا تو وہ بھی اس کے پاس گیا اور کہا کہ: بیٹا! میری آنکھیں اندھی ہو گئی ہیں تو میری آنکھوں کو اچھا کر دے اور ساتھ میں بہت سارے تحفے بھی لے کر گیا اور بچے کو تحفوں کی لالچ دی۔

اس بچے نے جواب دیا کہ: تحفے تو تم واپس رکھ لو، اس بچے نے کتنا پیارا ایمان سے بھرا ہوا جواب دیا کہ: تیری آنکھوں کو اچھا کرنا میرے بس میں نہیں ہے؛ بلکہ اللہ کی قدرت میں ہے، تو اللہ پر ایمان لے آ، میں اللہ سے دعا کرتا ہوں اللہ تیری آنکھوں

کو اچھا کر دیں گے۔

اس اندھے آدمی نے کلمہ پڑھا، اس بچے نے دعا کی ''اے اللہ! تو اس آدمی کو شفا دے دے۔ چنانچہ اللہ کے کرم سے اس کی دونوں آنکھیں اچھی ہو گئیں اور وہ آدمی صحیح سلامت بادشاہ کے دربار میں گیا تو بادشاہ کو بڑا تعجب ہوا کہ کل تک اندھا تھا اور آج کیسے اچھا ہو گیا؟ بادشاہ نے پوچھا: تجھے کس نے اچھا کر دیا؟

اس نے جواب دیا: میرے مالک اللہ نے میری آنکھوں کو اچھا کر دیا۔

اس پر بادشاہ کو بڑا غصہ آیا اور غصہ میں کہنے لگا کہ: تیرا مالک تو میں ہوں، کون تیرا دوسرا مالک ہے؟ اس نے کہا کہ: تو بادشاہ ہے، مالک نہیں ہے، مالک تو اللہ ہے، اسی اللہ نے مجھے اچھا کر دیا ہے۔

بادشاہ کو اور بھی غصہ آیا اور اس نے اس آدمی کو جیل میں بھیج دیا اور سخت سزا کا حکم دیا، بہت پٹائی کروائی، صحیح صحیح بتا کون تیری آنکھوں کو اچھا کرنے والا ہے؟ اس نے اس لڑکے کا نام بتا دیا اور اس عالم کا نام بتا دیا۔

اللہ تعالیٰ کے نیک بندے پر ظلم

بادشاہ نے اس عالم کو بلوایا اور زبردستی کی، ظلم کیا اور کہا کہ: تو اپنا دین چھوڑ دے، ایمان چھوڑ دے۔

اس پر اس عالم نے ایمان چھوڑنے سے انکار کیا تو اس ظالم بادشاہ نے اس عالم کے سر پر آرہ (کروت) رکھوا کر دو ٹکڑے کر دیے اور زندہ قتل کر دیا۔

دیکھو! ایمان کی خاطر کتنی تکلیفیں اٹھائیں، زندہ چیر دیا گیا اور اس آدمی کو جو اس

بادشاہ کا درباری تھا اور پہلے اندھا تھا، اب اس بچے کی دعا اور ایمان کی برکت سے اچھا ہوگیا تھا اس کو بھی قتل کردیا، اس طرح ان دونوں کو بادشاہ نے قتل کردیا۔

لیکن اس نے ابھی اس بچے کو قتل نہیں کروایا کہ اس کے ساتھ اس کی غرض لگی ہوئی تھی کہ وہ بچہ بڑا جادوگر بن جائے اور جادوگر بن کر اس کی مدد کرے؛ اس لیے اس نے اس بچے کو قتل نہیں کروایا؛ بلکہ بادشاہ نے خود اس بچے کو بلا کر کہا کہ:

بیٹا! تو نے جادوگر سے بہت جادو سیکھ لیا، تو اندھوں کو بھی جادو کے ذریعہ اچھا کرنے لگا ہے۔

لڑکے نے صاف جواب دیا کہ: میں کسی کو شفا نہیں دیتا، اللہ تعالیٰ ہی شفا دیتا ہے، بادشاہ نے بچے کو بہت تکلیفیں دی، تب لڑکے نے اس عالم کا نام بتادیا کہ مجھے عالم صاحب آسمانی کتاب کی باتیں سکھاتے تھے۔

آگے والی آیت میں جو واقعہ ہے ان شاء اللہ آئندہ کل کی مجلس میں ہم ذکر کریں گے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم کو بھی ایسا ایمان اور یقین نصیب فرمائے اور ہمارے بچوں کو بچپن سے نیک لوگوں کے ساتھ رہنے کی اور رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے بچوں کو بھی اللہ تعالیٰ عالم اور زمانہ کا ولی اور متقی بنائے، ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے اور ہمارے گھروں میں اللہ اپنے فضل وکرم سے علما، صلحا اور اولیاء اللہ پیدا فرمائے، جو ہمارے لیے آخرت میں صدقۂ جاریہ بنے اور اللہ ہمیں ایسا پاکیزہ ماحول اور پاکیزہ یقین عطا فرمائے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

قصدِ طیبہ

از: فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہ

بڑھاپا ہے، چلا ہوں سوئے طیبہ	لرزتا لڑکھڑاتا، سر جھکائے
گناہوں کا ہے سر پر بوجھ بھاری	پریشاں ہوں اسے اب کون اٹھائے
کبھی آیا جو آنکھوں میں اندھیرا	تو چکرا کر قدم بھی ڈگمگائے
کبھی لاٹھی کبھی دیوار پکڑی	کبھی پھر بھی قدم جمنے نہ پائے
نہ بیٹا ہے نہ پوتا ہے نہ بھائی	کوئی گھر کا نہیں جو ساتھ جائے
نہیں کچھ آرزو اب واپسی کی	وہیں رکھے خدا واپس نہ لائے
مگر چلتا رہوں گا دھیرے دھیرے	دیا والا میری نیا لکھائے
وہاں جا کر کہوں گا گڑگڑا کر	سلام اس پر جو گرتوں کو اٹھائے
سلام اس پر جو سوتوں کو جگائے	سلام اس پر جو روتوں کو ہنسائے
سلام اس پر جو اجڑوں کو بسائے	سلام اس پر جو بچھڑوں کو ملائے
سلام اس پر جو بھوکوں کو کھلائے	سلام اس پر جو پیاسوں کو پلائے

ایک عورت کا
ایمان تازہ کرنے والا واقعہ
(اصحابِ اخدود کا واقعہ)

(دوسری قسط)

اقتباسات

مختلف احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچ عورتیں اس دنیا میں ایسی گزری ہیں کہ وہ تمام عورتوں پر فضیلت رکھتی ہیں:

① حضرت مریم رضی اللہ عنہا۔

② فرعون کی بیوی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا۔

③ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا۔

④ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا۔

⑤ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔

اللہ کے ایک ولی کا ملفوظ ہے کہ اللہ والوں سے تعلق کا ایک اہم فائدہ یہ ہے کہ اس کی برکت سے اللہ ایمان پر موت عطا فرمائیں گے......ان شاء اللہ۔

حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ کی خدمت میں لوگ بچوں کو دعا کروانے لاتے تو حضرتؒ **پانچ عین** سے دعا فرماتے: اللہ تمھارے بچے کو علم، عمل، عمر، عزت، عافیت سے نوازے، پھر فرماتے: ذاکر، شاکر، داعی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی،اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۙ﴿۱﴾ وَالْیَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۙ﴿۲﴾ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ؕ﴿۳﴾ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۙ﴿۴﴾ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۙ﴿۵﴾ اِذْ هُمْ عَلَیْهَا قُعُوْدٌ ۙ﴿۶﴾ وَّهُمْ عَلٰی مَا یَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ شُهُوْدٌ ؕ﴿۷﴾ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ ۙ﴿۸﴾ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ؕ﴿۹﴾ (البروج)

معصوم بچے کو قتل کرنے کی بادشاہ کی سازش

گذشتہ کل اس آیت میں جو واقعہ ہے وہ آپ کے سامنے شروع کیا گیا تھا، بات یہاں تک پہنچی تھی کہ یمن کے بادشاہ یوسف نے اس عالمِ دین کو قتل کروا دیا اور وہ اندھا آدمی جس کو اس معصوم بچے عبداللہ کی دعا کی برکت سے شفا ہوگئی تھی اور آنکھوں سے دیکھتا ہو گیا تھا اس کو بھی قتل کروا دیا، اب بادشاہ کا پورا پورا غصہ اس چھوٹے سے معصوم بچے پر تھا، بادشاہ کی کوشش یہ تھی کہ کسی طریقے سے اس بچے کو بھی قتل کر دیا جائے۔

میری دینی بہنو! جیسا کہ جب واقعہ شروع ہوا تب آپ نے سنا تھا کہ اس بچے سے بادشاہ کو اپنی ایک غرض اور مطلب تھا، اس بچے کو جادو سکھایا جا رہا تھا اور جادو سکھانے کے لیے خود بادشاہ نے اس کو پسند کیا تھا؛ لیکن جب یہ بچہ ایمان لے آیا تو ایمان کی وجہ سے بادشاہ کو اس بچے سے دشمنی ہوگئی۔

دشمنی ایمان کی خاطر بھی ہوتی ہے

ایسا دنیا میں بہت سی مرتبہ ہوا کہ ایمان کی خاطر دشمنی ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے آیتِ کریمہ میں یہی بات فرمائی:

وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝۸ (البروج)

اور وہ ایمان والوں کو کسی اور بات کی نہیں، صرف اس بات کی سزا دے رہے تھے کہ وہ اس اللہ پر ایمان لے آئے تھے جو بڑے اقتدار والا، بہت قابل تعریف ہے۔

یعنی ان کی دشمنی بس اسی وجہ سے تھی کہ وہ ایک اللہ پر ایمان لائے تھے۔

بچے کو پہاڑ پر لے جانا

اب بادشاہ نے اس معصوم بچے کو قتل کرنے کا پلان بنایا تو اپنی پولیس کو کہا کہ: اس بچے کو لے کر پہاڑ پر جاؤ، پہاڑ پر لے جا کر اس کو نیچے پھینک دو اور اس کو قتل کر دو۔

پولیس کے لوگ اس معصوم بچے کو لے کر ایک پہاڑ پر گئے، ان کی ناپاک نیت یہ تھی کہ اس معصوم بچے کو نیچے گرا کر قتل کر دیں۔

جب پہاڑ کے اوپر پہنچے ہیں تو۔ چوں کہ یہ بچہ اس عالم کی صحبت میں رہنے کی برکت سے بڑا عالم اور ولی بن گیا تھا۔ اس نے فوراً اللہ کے سامنے دعا مانگنی شروع کر دی:

اے اللہ! یہ لوگ مجھے قتل کرنے کے لیے لائے ہیں، مجھے اوپر سے نیچے گرانے کے لیے لائے ہیں تو میری مدد فرما اور تو میری حفاظت فرما۔

ایک چھوٹا سا معصوم بچہ ہے، لیکن اس کی سوچ کتنی پیاری ہے کہ ایسی تکلیف کے موقع پر بھی میرے اللہ میری مدد فرمائیں گے۔

بس! اس بچے نے معصوم معصوم ہاتھ اٹھا کر معصوم معصوم زبان سے کیا پیاری دعا مانگی کہ ایک دم زلزلہ شروع ہو گیا، ایسا خطرناک زلزلہ (Earthquake) آیا کہ جتنے بادشاہ کے آدمی اس بچے کو پکڑ کر لے گئے تھے وہ تمام پہاڑ کے اوپر سے نیچے گر گئے اور ان تمام ظالموں کی موت ہو گئی، ایک بھی نہیں بچ سکا اور اللہ تعالیٰ نے اس بچے کو زندہ اور سلامت رکھا، یہ اس بچے کی دعا کی برکت تھی۔

جب وہ تمام آدمی مر گئے تو وہ بچہ آہستہ آہستہ نیچے اترا اور شہر میں داخل ہوا اور بادشاہ کے دربار میں پہنچ گیا، بادشاہ اس کو دیکھ کر کہتا ہے:

ارے! تو کیسے زندہ آ گیا؟ میرے آدمی کہاں گئے؟

بچے نے پوری بات سنائی کہ: اے بادشاہ! میں نے میرے مالک اللہ کے سامنے دعا کی اور دعا کی طاقت اور دعا کی برکت سے زلزلہ آیا اور تیرے تمام آدمی مر گئے اور میرے اللہ نے مجھ کو زندہ اور سلامت رکھا، اس نے پوری ہمت کے ساتھ بادشاہ کے سامنے جواب دیا۔

بچے کو قتل کرنے کا دوسرا پلان

پھر بادشاہ نے اس بچے کو قتل کرنے کا دوسرا پلان بنایا، اپنے بہت سارے لوگوں کو بلا کر کہا: اس بچے کو لے کر ایک کشتی میں بٹھاؤ اور گھومنے پھرنے کے نام پر اس کو دریا میں لے جاؤ اور وہ کشتی جب دریا کے بیچ میں پہنچے تو اس بچے کو اٹھا کر دریا میں پھینک دینا اور پانی میں ڈبو کر ختم کر دینا۔

چنانچہ بادشاہ کے آدمی اس بچے کو گھومنے پھرنے کے نام پر لے کر نکلے، کشتی

میں بٹھایا اور لے کر دریا میں آگے بڑھے، جب دریا کے بیچ میں کشتی پہنچی اور ان لوگوں نے ارادہ کیا کہ بچے کو اٹھا کر دریا میں ڈال دیں، تو پھر اس بچے نے اللہ کے سامنے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور اللہ سے دعا مانگنا شروع کی:

اے مصیبت میں مدد کرنے والے اللہ! یہ لوگ مجھے ڈبونا چاہتے ہیں تو میری حفاظت فرمالے، تو میری مدد فرما۔

چنانچہ خدا کی شان دیکھیے! آندھی اور طوفان شروع ہوا اور ایسی خطرناک آندھی اور طوفان آیا کہ پوری کشتی الٹ گئی اور جتنے لوگ اس بچے کو لے کر گئے تھے، تمام مرکر ختم ہوگئے اور اس بچے کو اللہ تعالیٰ نے پانی پر تیراتے ہوئے اطمینان کے ساتھ کنارے پر پہنچادیا، دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس بچے کی حفاظت فرمالی۔

دعا کی برکت سے مصیبت دور ہوجاتی ہے

میری دینی بہنو! ہمیشہ یہ بات یاد رکھو، بڑی سے بڑی تکلیف اور مصیبت کے موقع پر دعا ایک ایسی طاقت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے مصیبت کو دور فرمادیتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ (النمل:۶۲)

ترجمہ: بھلا وہ کون ہے کہ جب کوئی بے قرار اس کو پکارتا ہے تو اس کی دعا کو قبول کرتا ہے اور تکلیف دور کردیتا ہے۔

کوئی مجبور مرد یا عورت اللہ کو پکارے تو اللہ اس کی دعا قبول فرمالیتے ہیں اور اس کی تکلیف کو دور فرمادیتے ہیں۔

پھر یہ بچہ کنارے پر آیا اور چلتے چلتے بادشاہ کے دربار میں پہنچا، بادشاہ اس کو دیکھ کر حیران ہوا اور کہا: کہاں گئے وہ لوگ جو تجھے ڈبونے کے لیے گئے تھے؟

اس نے کہا: وہ سب ڈوب کر ختم ہو گئے اور میرے اللہ نے میری حفاظت فرمالی، بڑے ایمان اور یقین کے ساتھ اس نے جواب دیا۔

اب یہ بادشاہ یوسف ذونواس پریشان ہے کہ کس طرح اس بچے کو قتل کرے، یمن کے لوگوں میں یہ خبر بھی مشہور ہوگئی کہ یہ بچہ سلامت رہ جاتا ہے اور جو بھی اس کو مارنے جاتا وہ مر جاتا ہے۔

بچے نے اپنے قتل کا طریقہ خود بتایا

پھر اس بچے نے بادشاہ سے کہا: اے بادشاہ! اگر تو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے تو میں خود تجھے بتلاتا ہوں کہ تو مجھے کیسے قتل کر سکتا ہے؟ میں جو طریقہ بتلاتا ہوں، اس طریقے کے مطابق اگر تو مجھے قتل کرے گا تو میں مروں گا، ورنہ میں نہیں مر سکتا۔

بادشاہ نے کہا: جلدی سے بتا! وہ کیا طریقہ ہے کہ جس طریقے سے تو مر جائے اور تو قتل ہو جائے؟

اس بچے نے جواب دیا کہ: ایک بہت بڑے میدان کے بیچ میں ایک لکڑی کھڑی کر اور اس لکڑی پر مجھے لٹکا اور پورے یمن کی عوام کو جمع کر اور سب لوگوں کے مجمع میں اس طرح مجھے قتل کر کہ: اپنے ہاتھ میں ایک تیر لے اور دور سے کھڑے ہو کر تو مجھ پر تیر چھوڑ؛ لیکن تیر چھوڑتے وقت اپنی زبان سے یوں کہنا:

بِسْمِ رَبِّ هٰذَا الْغُلَامِ.

ترجمہ: میں اس بچے کے رب کے نام سے تیر چلاتا ہوں۔

ایسا کہنا اور ایسا کہہ کر تو مجھ پر تیر چلا دینا تو میرا قتل ہو جائے گا۔

میری دینی بہنو! یہ بادشاہ جو ایک اللہ پر ایمان نہیں رکھتا تھا، اسی ایمان کی خاطر وہ سب کا دشمن بن گیا تھا؛ لیکن آج جب اس بچے کو قتل کرنے کا موقع آیا تو وہ نہ چاہتے ہوئے بھی بچے کے کہے ہوئے پر عمل کرنے کے لیے تیار ہو گیا، یہ سب کچھ جو ہو رہا ہے، ایمان کی دعوت کی تیاری ہو رہی ہے، یہ بچہ اپنی جان دے رہا ہے؛ لیکن ہزاروں انسانوں کے لیے ایمان کا ذریعہ بن رہا ہے۔

بچے کی شہادت اور اس کی برکت

بادشاہ نے ایک بڑا میدان تیار کیا اور اس کے بیچ میں ایک لکڑی لگائی اور اس پر اس بچے کو زندہ لٹکا دیا اور یمن کے لوگوں کو جمع کیا، پورے یمن کے لوگ اس بچے کو دیکھ کر حیران تھے، یہ کیسا بچہ ہے جو دعا کر کے بیماروں کو اچھا کر دیتا ہے!!!

سب لوگ جمع ہو گئے، بادشاہ نے اپنے ہاتھ میں تیر لیا اور تیر لے کر زور سے اس نے پڑھا: بِسْمِ رَبِّ هٰذَا الْغُلَامِ.

یہ کہہ کر اس نے زور سے ایک تیر چلایا اور وہ تیر بچے کے کان کے پاس آ کر اس کے سر میں لگ گیا، خون کا فوارہ اڑا اور اس بچے کو شہادت نصیب ہو گئی، وہ معصوم بچہ شہید ہو گیا، انتقال کر گیا، اس نے اپنی جان دے دی، قربانی دے دی۔

اس کی قربانی پر اللہ نے یمن میں ایمان کی ہواؤں کو چلایا اور جو لوگ اس میدان میں جمع ہوئے تھے، سب نے اس حق چیز کو آنکھوں سے دیکھ کر نعرہ لگایا اور تقریباً تمام کے

تمام لوگوں نے کلمہ پڑھنا شروع کر دیا، سب کی زبان پر کلمہ تھا:

اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰذَا الْغُلَامِ.

ترجمہ: اس بچے کے اللہ پر ہم ایمان لاتے ہیں۔

ہزاروں لوگوں نے کلمہ پڑھنا شروع کر دیا کہ جو بچہ کسی طرح قتل نہیں ہو سکا، صرف اس کے رب کا مبارک نام لیا گیا تو وہ شہید ہو گیا، معلوم ہوا کہ وہ بچہ جس رب کی دعوت دیتا تھا وہ حق ہے۔

جب بادشاہ نے یہ منظر دیکھا تو بادشاہ بہت پریشان ہوا کہ:

ارے! میں تو لوگوں کو ایمان سے روکنا چاہتا تھا۔

ایمان سے روکنے کے لیے اندھے کو قتل کر دیا۔

ایمان سے روکنے کے لیے عالم کو میں نے قتل کر دیا۔

ایمان سے روکنے کے لیے اس معصوم بچے کو قتل کر دیا۔

لیکن یہ تو الٹا ہو گیا کہ جیسے ہی بچے کو قتل کیا، ہزاروں لوگ کلمہ پڑھ کر ایمان میں داخل ہو گئے۔

ایمان قربانی سے پھیلتا ہے

حقیقت ہے کہ ایمان قربانی کی برکت سے پھیلتا ہے، جتنی قربانی ہوتی ہے اتنا ایمان چمکتا ہے، اس بچے نے جان دے دی، شہید ہو گیا؛ لیکن اس کی برکت سے ہزاروں لوگوں کو ایمان نصیب ہو گیا۔

بعض روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ اس بچے کے خون کا فوارہ نکلا، خون بہنا شروع

ہوا اور اس بچے نے تڑپ تڑپ کر جان دے دی۔

بادشاہ کا خندق کھدوانا

جب ہزاروں لوگ ایمان میں داخل ہو گئے تو بادشاہ اور کافر لوگ بہت پریشان ہوئے کہ یہ تو الٹا ہو گیا تو بادشاہ نے غصے میں اپنی فوج کو یہ حکم دیا کہ: یہ جتنے لوگ ایمان لا رہے ہیں ان تمام کو بھی قتل کر ڈالو۔

لیکن ہزاروں آدمی ایمان لے آئے ہیں تو ان کو کیسے قتل کریں؟

بادشاہ نے اپنی فوج کو بڑی بڑی خندقیں کھودنے کا حکم دیا، اسی خندق کی بات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس واقعے کو قرآن میں ''اُخدود'' سے تعبیر کیا۔

قُتِلَ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ ۙ﴿۴﴾ النَّارِ ذَاتِ الۡوَقُوۡدِ ۙ﴿۵﴾

ترجمہ: خدا کی مار ہے، ہلاکت ہے اس خندق (کھودنے) والوں پر، ان آگ والوں پر جو ایندھن سے بھری ہوئی تھی۔

بادشاہ نے یمن میں چاروں طرف بڑی بڑی خندقیں کھدوائیں اور اس میں آگ جلائی، کئی دنوں تک جل کر آگ تیار ہو گئی تو بادشاہ نے اپنی فوج کو حکم دیا ''جتنے کلمہ پڑھنے والے ہیں تمام کو پکڑ پکڑ کر لاؤ، رسیوں میں باندھ باندھ کر لاؤ اور سب کو زندہ آگ میں ڈال کر جلا دو''۔

چنانچہ ان ظالموں نے پورے یمن سے ایمان والوں کو پکڑنا شروع کیا، وہ ایمان لانے والے بھی عجیب ایمان والے تھے، ان کو جو ایمان نصیب ہوا تھا اتنا مضبوط ایمان، استقامت والا ایمان تھا کہ سامنے جلتی ہوئی آگ کو دیکھ رہے ہیں، اپنی آنکھوں

سے دیکھ رہے ہیں کہ کلمہ پڑھنے والوں کو پکڑ کر آگ میں ڈالا جا رہا ہے، جلایا جا رہا ہے؛ لیکن اس کے باوجود بھی وہ ایمان چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہیں، ایک ایک، دو دو، تین تین، چار چار مردوں، عورتوں، جوانوں، بوڑھوں اور بچوں کو پکڑ کر فوج والے لا رہے ہیں، سب کو آگ میں جلا رہے ہیں۔

میری دینی بہنو! وہ کافر لوگ آ کر اس خندق کے ارد گرد بیٹھ گئے اور بیٹھ کر مسلمانوں کے جلنے کا تماشہ دیکھ کر خوش ہونے لگے:

واہ! تم نے کلمہ پڑھا اور اس کلمے کی وجہ سے آج تم جلائے جا رہے ہو۔

مسلمان آگ میں ڈالے جاتے، ان کو تکلیف ہوتی، پریشانی ہوتی تو وہ سب کافر بیٹھ کر اپنی آنکھوں سے دیکھتے اور خوش ہوتے تھے، اللہ تعالیٰ اس منظر کو قرآنِ مجید میں بیان فرماتے ہیں:

قُتِلَ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ ۝۴ النَّارِ ذَاتِ الۡوَقُوۡدِ ۝۵ اِذۡ هُمۡ عَلَيۡهَا قُعُوۡدٌ ۝۶

ترجمہ: خدا کی مار ہے ان خندق (کھودنے) والوں پر، اس آگ والوں پر جو ایندھن سے بھری ہوئی تھی، جب وہ اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔

یہ کافر چاروں طرف بیٹھ گئے اور ایمان والوں کو جو تکلیف دی جا رہی تھی، اس تکلیف کو دیکھ کر وہ خوش ہو رہے تھے۔

تکلیف آئے تو گھبرانے کی ضرورت نہیں

میری دینی بہنو! آج دنیا میں ایسا ہوتا ہے، مسلمانوں کو تکلیف ہوتی ہے تو اس سے یہ دشمن خوش ہوتے ہیں؛ لیکن گھبرانے کی کوئی بات نہیں، یہ بات تو اللہ تعالیٰ نے

قرآن مجید میں فرمادی:

اِنۡ تَمۡسَسۡكُمۡ حَسَنَةٌ تَسُؤۡهُمۡ ۫ وَاِنۡ تُصِبۡكُمۡ سَيِّئَةٌ يَّفۡرَحُوۡا بِهَا ؕ

ترجمہ: اگرتم (مسلمانوں) کو کوئی بھلائی پہنچے تو ان کو برا لگتا ہے اور اگر تم کو کوئی برائی پہنچے تو وہ اس سے خوش ہوتے ہیں۔ (آل عمران: ۱۲۰)

مسلمان مارے جاتے ہیں، مسلمانوں پر کوئی بیماری آتی ہے، مسلمانوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے، مسلمان پریشانی میں ہوتے ہیں تو اس سے یہ لوگ خوش ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی دو زبردست نصیحتیں

لیکن گھبراؤ مت اللہ تعالیٰ نے ہم کو دو زبردست نصیحتیں فرمائی ہیں:

وَاِنۡ تَصۡبِرُوۡا وَتَتَّقُوۡا لَا يَضُرُّكُمۡ كَيۡدُهُمۡ شَيۡـًٔا ؕ (آل عمران: ۱۲۰)

ترجمہ: اور اگر تم صبر کو اپنا لو اور تم تقویٰ والے بن جاؤ تو ان کی سازش تمھارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گی۔

یعنی اللہ تعالیٰ ان کی اسکیموں کو کو ناکام فرما دیں گے، ان کی تدبیر کو، ان کی پلاننگ کو اللہ تعالیٰ ناکام فرمادیں گے۔

ایک خوشی کی بات

خوشی کی ایک بات اور سن لو! خوشی کی بات یہ ہے کہ قرآن کی ایک دوسری آیت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آج دنیا میں مسلمانوں کی تکلیف پر یہ کافر ہنستے ہیں؛ لیکن کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو موقع دیں گے کہ جب ان کافروں کو جہنم میں ڈالا جارہا ہوگا، مومن اس منظر کو دیکھ کر خوش ہوں گے اور وہ خوشی ہمیشہ کی خوشی ہوگی،

جب فرشتے ان کو کھینچ کھینچ کر جہنم کی آگ میں ڈال رہے ہوں گے تو ایمان والے اس منظر کو دیکھ کر بڑے خوش ہوں گے۔

بارہ ہزار مسلمانوں کو جلا دیا

چنانچہ حدیث میں ہے، یہ واقعہ مسلم شریف کی روایت میں موجود ہے، ایک، دو، تین، چار، سو، ہزار نہیں؛ بلکہ بارہ ہزار مسلمانوں کو آگ میں جلا دیا گیا اور یہ ایمان والے بھی اتنے مضبوط تھے کہ آگ میں جل رہے ہیں، پھر بھی کلمہ چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہیں، اللہ نے ان کو اتنا مضبوط ایمان عطا فرمایا تھا۔

ایک عورت کا پیچھے ہٹنا اور چھوٹے بچہ کا بولنا

حدیث میں ہے کہ جب سب کو پکڑ کر آگ میں ڈالا جارہا تھا تو ایک عورت پکڑ کر لائی گئی، اس عورت کی گود میں چھوٹا سا دودھ پیتا بچہ تھا، وہ اپنی گود میں بچہ اٹھائے ہوئے ہے، کلمہ پڑھنے والی عورت ہے اور پولیس والے آگ میں ڈالنے کے لیے اس کو پکڑ کر لا رہے ہیں تو اس ماں کو اپنے دودھ پیتے بچے کی وجہ سے رحم آگیا اور وہ آگ میں گرنے سے پیچھے ہٹنے لگی، اس کے دل میں بچے کی محبت جوش مار رہی تھی کہ میں جل جاؤں؛ لیکن میرا یہ دودھ پیتا معصوم بچہ ہے، اس کا کیا ہوگا؟ جب ماں جھجھکنے لگی، پیچھے ہٹنے لگی تو عجیب اللہ کی قدرت ظاہر ہوئی، اللہ تعالیٰ نے اس دودھ پیتے بچے کو زبان عطا فرمائی، وہ بچہ بولنے لگا اور اپنی ماں کو تسلی دینے لگا:

اے میری ماں! تو کیوں گبھراتی ہے؟ آگ میں گرنے سے کیوں ڈرتی ہے؟

آگ میں کود جا۔ تو حق بات پر ہے۔ تو ایمان پر ہے۔ اور ایمان کے واسطے جو

تکلیف آئے، اس تکلیف کو اٹھانے میں تجھے گھبرانا نہیں چاہیے۔

ایک دودھ پیتا بچہ اپنی ماں کو تسلی دیتا ہے، جب اس بچے کی بات سنی تو ماں کو ہمت آئی اور وہ ماں اپنے معصوم بچے کو لے کر آگ میں کود پڑی، سبحان اللہ!!!

بارہ ہزار لوگوں نے اپنے ایمان کی خاطر جان کی قربانی دے دی۔

اللہ تعالیٰ کی مسلمانوں کے ساتھ مدد

میری دینی بہنو! حدیث میں ہے کہ کافر لوگ اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھ رہے تھے کہ یہ مسلمان آگ میں گر رہے ہیں، ان کو جلنے کی تکلیف ہو رہی ہے؛ لیکن حقیقت بات یہ تھی کہ جب وہ خندق میں گرتے تھے تو آگ میں پہنچنے سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ ان کی روح کو قبض کر کے جنت میں پہنچا دیتے تھے، جتنے بھی لوگ آگ میں گرے ان میں سے کوئی بھی زندہ آگ میں نہیں گرا، سب کی مری ہوئی لاش آگ میں گری اور کسی مؤمن کو بھی آگ کی تکلیف نہیں ہوئی، یہ اللہ تعالیٰ کی کھلم کھلی مدد تھی۔

بارہ ہزار ایمان والے آگ میں جل گئے؛ لیکن اللہ تعالیٰ آگے کی آیت میں ارشاد فرماتے ہیں:

وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝۸ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝۹ (البروج)

ترجمہ: اور وہ ایمان والوں کو کسی اور بات کی نہیں، صرف اس بات کی سزا دے رہے تھے کہ وہ اس اللہ پر ایمان لائے تھے جو بڑے اقتدار والا، بہت قابل تعریف ہے، جس کے قبضے میں سارے آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے اور اللہ ہر چیز

کو دیکھ رہا ہے۔

یعنی ان کی دشمنی کی وجہ یہی تھی کہ وہ آسمان اور زمین کے بادشاہ اور ایک اللہ پر ایمان رکھتے تھے، چنانچہ انھوں نے اتنا بڑا ظلم کیا کہ: بارہ ہزار ایمان والوں کو مار دیا۔

اس اندھے کو قتل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب جاننے والے عالم کو قتل کر دیا۔

عبداللہ نام کے معصوم بچے اللہ کے ولی کو قتل کر دیا۔

اللہ تعالیٰ کی مہربانی

لیکن اے میرے اللہ! تو کتنا مہربان ہے کہ اتنے بڑے ظالموں کو بھی تو دعوت دے رہا ہے: اے کافرو! اے ظالمو! توبہ کرلو، معافی مانگ لو، معافی مانگ کر کلمہ پڑھ لو، میں تم سب کو معاف کرنے کے لیے تیار ہوں، آگے والی آیت میں کتنی زبردست بات ارشاد فرمائی:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا﴾

ترجمہ: یقین رکھو کہ جن لوگوں نے مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو ظلم کا نشانہ بنایا ہے، پھر توبہ نہیں کی ہے۔

مفسرین نے خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ کا ملفوظ نقل کیا ہے، ارشاد فرماتے ہیں: یہ میرے اللہ کی مہربانی ہے، میرے اللہ کی شانِ رحمت ہے کہ یمن کے جن ظالموں نے اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والے بندوں کو جلایا، اللہ ان کو توبہ کی دعوت دے رہے ہیں، ایمان کی دعوت دے رہے ہیں، آؤ! ایمان لے آؤ، توبہ کرلو، میں تم کو معاف کر دوں گا، کیسا مہربان ہمارا اللہ ہے۔

میری دینی بہنو! جو اتنے ظالم کافروں کو توبہ اور ایمان کی دعوت دے، وہی اللہ ہم مؤمنوں کو بھی کہتے ہیں: اے میرے گنہگار بندو اور بندیو! آؤ! معافی مانگ لو، توبہ کر لو، اپنی زندگی کو صحیح کر لو، میں تمھارے بڑے سے بڑے گناہ کو معاف کر دوں گا۔

اللہ ہمیں صحیح معنی میں توبہ کرنے والا اور اس کے سامنے رونے والا بنا دے۔

توبہ نہ کرنے اور ایمان نہ لانے پر اللہ تعالیٰ کی پکڑ

اللہ تعالیٰ نے دعوت دی پھر بھی وہ لوگ ایمان نہیں لائے تو ان کے لیے اللہ کی طرف سے زبردست سزا آئی، اللہ نے فرمایا:

ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ ۝١٠

ترجمہ: پھر توبہ نہیں کی ہے، ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور ان کو آگ میں جلنے کی سزا دی جائے گی۔

میں نے ایسے ظالموں کو ایمان کی دعوت دی، پھر بھی انھوں نے ایمان قبول نہیں کیا، توبہ نہیں کی ایک سزا تو ان کو آخرت میں جہنم کی ہوگی؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں ایک نقد سزا دی اور وہ سزا یہ ہوئی کہ وہ آگ جو انھوں نے مؤمنوں کے واسطے بھڑکائی تھی، اللہ تعالیٰ نے اس آگ کو خطرناک طریقے سے بھڑکایا، پھر اللہ کی عجیب قدرت کہ خندق میں سے آگ باہر نکلی اور باہر نکل کر چلی اور وہ کافر اس آگ کو بجھا نہیں سکے، وہ آگ ایسی چلی کہ یمن کے کافروں کے مکانوں اور شہر اور گاؤں کو جلا ڈالا اور سب کو جلا کر ختم کر دیا۔

وہ ظالم بادشاہ اپنی جان بچانے کے لیے بھاگا، آگ آ رہی ہے، وہ بھاگ رہا

ہے، اس نے آگ سے بچنے کے لیے اپنے آپ کو ایک کشتی میں سوار کیا کہ پانی میں آگ نہیں آسکتی، وہ ایک کشتی میں بیٹھ کر دریا کی طرف بھاگا، اللہ تعالیٰ نے اس کی کشتی کو الٹ دیا اور وہ بادشاہ بھی ڈوب کر ختم ہوگیا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ﴿١٢﴾

ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ تمھارے پروردگار کی پکڑ بڑی سخت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے لوگو! میری پکڑ، میری سزا، میرا عذاب بڑا سخت ہے، جب میں عذاب دینے پر آتا ہوں تو آگ لگانے والوں کو اسی آگ میں جلا کر ختم کردیتا ہوں، انھوں نے آگ لگائی تھی ان مؤمنوں کے لیے وہ تو سب جنت میں چلے گئے؛ لیکن یہی آگ ان سب کافروں کے لیے عذاب بن گئی اور وہ یوسف بادشاہ پانی میں ڈوب کر ختم ہوا۔

اللہ کی پکڑ، اللہ کا عذاب ایسی چیز ہے کہ جب اللہ عذاب دینے پر آتا ہے تو کوئی اس کے عذاب سے بچ نہیں سکتا۔

ایک عجیب بات

آگے کی ایک عجیب بات میں آپ کو سنادوں، جیسا میں نے کل آپ کو بتلایا تھا کہ یہ واقعہ نبیٔ کریم ﷺ کی پیدائش سے ستر (۷۰) سال پہلے ہوا، پھر حضور ﷺ دنیا میں تشریف لائے اور حضور ﷺ کی تریسٹھ (۶۳) سالہ زندگی گذر گئی، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی دنیا سے چلے گئے، ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا یعنی تقریباً اس قصے کے ڈیڑھ سو (۱۵۰) سال گذر گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں یمن میں ایک جگہ نہر کھودی جا رہی تھی، نہر کھودتے کھودتے اسی معصوم بچے عبداللہ کی قبر نکل آئی۔

جب کسی انسان کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو تھوڑے عرصے میں تو اس کا کفن بھی ختم ہوجاتا ہے، انسان کا بدن بھی ختم ہوجاتا ہے۔

لیکن عجیب اللہ کی قدرت! جب انھوں نے اس کی قبر کو کھودا تو وہ معصوم، اللہ کے ولی عبداللہ کی لاش جیسی کی ویسی نکلی، اس کے بدن پر سے ایک بال بھی گرا نہیں تھا، ایسا لگتا تھا کہ آج ہی یہ لاش دفن کی گئی ہے، ایک دم تازہ اور نورانی اس کا بدن۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں صحیح بات فرمائی:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ۝۱۵۴ (البقرۃ)

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل (شہید) کیے گئے ان کو تم (عام مُردوں کی طرح) مرے ہوئے مت کہو؛ بلکہ وہ تو سب زندہ ہیں؛ لیکن تم کو (ان کی زندگی کا) احساس نہیں ہے ﴿۱۵۴﴾

اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے، زمین پیغمبروں کی لاش کو کھا نہیں سکتی، زمین شہیدوں کی لاش کو کھا نہیں سکتی۔

آگے کی بات سنیے! اس کا داہنا ہاتھ اس کے زخم پر رکھا ہوا تھا، جس جگہ اس کو تیر لگا تھا اس جگہ اس کا ہاتھ رکھا ہوا تھا، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جو نہر کے پاس تھے انھوں اس کے ہاتھ کو ہٹایا تو تازہ تازہ خون اس کے زخم سے بہنا شروع ہوا، ایسا لگ رہا تھا کہ آج ہی اس بچے کو تیر لگا ہے، پھر اس کے ہاتھ کو اس کے زخم پر رکھ دیا تو خون نکلنا بند ہو گیا،

اس کے ہاتھ میں ایک انگوٹھی تھی، اس انگوٹھی پر ایک پتھر میں لکھا ہوا تھا:

اللہ ربي. یعنی اللہ میرے رب ہیں۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پریشان ہوئے کہ اس معصوم بچے کی لاش کو کیا کریں؟

انھوں نے فوراً یمن سے مدینۂ منورہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع بھیجی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پورا قصہ بتایا گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا کہ: اس معصوم اللہ کے ولی اور شہید کو جیسی اس کی لاش نکلی ہے بالکل اسی طرح دوبارہ دفن کردو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حکم نامہ پہنچا تو وہاں موجود صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ نے پھر سے ایک قبر تیار کی اور اس معصوم بچے کی لاش کو اس کے کفن، اس کی انگوٹھی، اس کے زخم اور زخم پر اس کے ہاتھ کے ساتھ دوبارہ اسی طرح دفن کردیا۔

اس پوری سورت میں ہمارے لیے بڑی نصیحت کی باتیں ہیں

میری دینی بہنو! اللہ تعالیٰ نے اس واقعے کو قرآنِ مجید میں ذکر فرمایا، جیسا میں نے آپ سے عرض کیا تھا، چار قسمیں کھا کر اللہ تعالیٰ نے اس قصہ کو بیان کیا ہے۔

ایک نصیحت

میری دینی بہنو! اس میں ہمارے لیے بڑی نصیحت ہے، ایک بات جو میں نے کل آپ کو عرض کی تھی کہ ''اپنے بچوں کو بچپن ہی سے عالموں کے پاس، نیک لوگوں کے پاس بھیجو'' اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کی صحبت کی برکت سے تمھاری اولاد کو بچپن ہی سے اپنا ولی بنادیں گے۔

یہ چھوٹا سا بچہ ہے؛ لیکن ایک اللہ کی کتاب پڑھانے والے عالم کی خدمت میں گیا، اللہ تعالیٰ نے اس عالم کی خدمت سے اس کو اپنے زمانے کا ولی بنایا، شہید بنایا اور پورے یمن میں ایمان پھیلنے کا اس کو ذریعہ بنا دیا۔

اللہ تعالیٰ ہماری اولادوں کو بھی نیک اور صالح بنائے، ہماری اولاد میں بھی اللہ تعالی اولیاء اللہ پیدا فرمائے، صلحا، ذاکرین اور نیک لوگوں کو پیدا فرمائے؛ لیکن اس کے لیے بہت ضروری ہے کہ ہم بچپن ہی سے اپنی اولاد کی تعلیم اور تربیت کی فکر کریں۔

بچوں کی تربیت کی بچپن ہی میں فکر کرنی چاہیے

آج تو ایسا زمانہ ہے کہ جب بچے چھوٹے ہوتے ہیں اس زمانے میں ہم فکر نہیں کرتے؛ حالاں کہ ان کی تعلیم اور تربیت کا زمانہ بچپن ہے، جب یہ چھوٹے ہوتے ہیں اسی زمانے میں خاص ان کی تعلیم و تربیت کی فکر کرو، بچپن میں اگر آپ نے ان کی صحیح فکر کر لی تو ان شاء اللہ جوان ہو کر یہ بچے نیک اور صالح بنیں گے۔

آج ماں باپ بچوں کی محبت میں اندھے ہو کر بچپن میں ان کو گناہ کرنے دیتے ہیں، فلم دیکھنے دیتے ہیں، ٹی وی اور میوزک پر ان کو بٹھاتے ہیں، ان کو بڑے قیمتی قیمتی موبائل فون لا کر دے دیتے ہیں اور جب یہ بچے بگڑ جاتے ہیں تو ماں باپ پریشان ہوتے ہیں، روتے ہیں۔

بچوں کے ساتھ محبت کیا ہے؟

میری بہنو! بچوں کے ساتھ محبت یہی ہے کہ: ان کو پاکیزہ اخلاق سکھاؤ۔

ان کو دین داری سکھاؤ۔ گندی گندی بگاڑنے والی چیزوں سے بچاؤ۔

اگر یہ بچپن میں سدھر گئے، نیک ہو گئے تو بڑے ہونے کے بعد یہ ان شاء اللہ! تمھاری آنکھوں کی ٹھنڈک بنیں گے، نیک بنیں گے اور بچپن میں اگر آپ نے ان کی فکر نہیں کی تو بڑے ہونے کے بعد ان کو قابو میں کرنا بہت مشکل ہو جائے گا، اللہ ہمیں اپنی اولاد کی صحیح تعلیم اور تربیت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

گذشتہ سال آپ لوگوں کے سامنے اولاد کی تعلیم اور تربیت کے سلسلے میں بہت تفصیلی بیانات کیے تھے اور وہ CD میں بھی موجود ہیں اور ابھی ہمارے بیانات کا جو دوسرا حصہ چھپ کر آیا ہے اس میں بھی وہ بیانات موجود ہیں؛ لیکن آج اس مجلس کے اختتام پر میں آپ کو چند بہت ہی اہم حدیثیں سناتا ہوں۔

تربیت اولاد کے بارے میں ایک حدیث

اولاد کی تعلیم اور تربیت کے سلسلے میں ایک چیز حدیث میں آتی ہے کہ جب بچہ پیدا ہو جائے تو اس موقع پر کیا کرنا چاہیے۔

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: جب حضرت فاطمہؓ کے گھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کان میں اذان دی۔

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ بچہ پیدا ہوتے ہی اس کے داہنی طرف کے کان میں اذان دی جائے اور بائیں طرف اقامت کہی جائے اور بہتر یہ ہے کہ کسی عالم، کسی اللہ والے کو لا کر اس کے کان میں اذان دلوائی جائے۔

دوسری حدیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ جب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بچوں کو

لایا جاتا تھا تو حضور ﷺ ان کے لیے کھجور چبا کر ان کے منہ میں رکھ دیتے تھے اور ان کے لیے برکت کی دعا کرتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد کسی اللہ والے کے پاس کھجور چبوا کر اس کے منہ میں رکھنی چاہیے۔

دیکھو! یہاں غلط فہمی یہ ہے کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد ہم پہلے دودھ پلا دیتے ہیں؛ حالاں کہ بچے کے منہ میں سب سے پہلے کسی نیک اللہ والے عالم کی چبائی ہوئی کھجور رکھنی چاہیے، بعد میں اس بچے کو دودھ پلانا چاہیے اور بچے کے لیے دعا بھی کروا دینی چاہیے۔

تیسری حدیث

ایک حدیث میں آتا ہے کہ ساتویں دن بچے کا عقیقہ کیا جائے، عقیقے کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس بچے کی حفاظت فرما لیتے ہیں۔

چوتھی حدیث

یہ بھی آتا ہے کہ ساتویں دن بچے کے بال کٹوا دو اور بال کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کرو، اور بچے کے ناخن کاٹ لو اور اس کی ختنہ کی چمڑی بھی کاٹ کر دفن کر دو۔

پانچویں حدیث

ایک حدیث میں آتا ہے کہ: جب بچہ بولنا شروع کرے تو سب سے پہلے اس کو قرآنِ مجید کی آیت سکھاؤ:

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا ﴿۱۱۱﴾ (بني إسرائيل)

ترجمہ: اور تم کہہ دو کہ: تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے کوئی اولاد نہیں بنائی اور سلطنت میں کوئی اس کا شریک بھی نہیں ہے اور عاجزی (کمزوری) سے بچانے کے لیے اس (اللہ تعالیٰ) کو کسی مدد کرنے والے کی ضرورت نہیں اور اس کی ایسی بڑائی بیان کرو جیسی بڑائی بیان کیے جانے کا اس کو حق حاصل ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کے خاندان میں کوئی بچہ بولنا سیکھتا تھا تو سب سے پہلے نبی کریم ﷺ اس کو یہ آیتِ کریمہ سکھاتے تھے۔

اسی طرح ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' بھی بچوں کو سکھایا جائے۔

چھٹی حدیث

حدیث میں آتا ہے کہ: جب بچہ سات سال کا ہوجائے تو اس کو نماز پڑھنے کا حکم دو، دس سال کا ہوجائے اور وہ نماز نہ پڑھے تو تم اس کو مارو، اس کی پٹائی کرو۔

جب بچے دس سال کے ہوجائیں تو ان کے بستر الگ کردو۔

لڑکے اور لڑکی کو ساتھ مت سلاؤ، یہ بھی حدیث میں حکم ہے۔

ساتویں حدیث

حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ:

بچپن ہی سے ایسے کلمات سکھاؤ جن سے ان کے عقیدے درست ہوں۔

ان کو اچھی اچھی اور پاکیزہ باتیں سکھاؤ۔ گندی باتوں سے بچوں کی حفاظت کرو۔ اسلامی اخلاق سکھاؤ۔ پیار اور محبت کا ان کے ساتھ برتاؤ کرو۔

آٹھویں حدیث

ایک حدیث میں عجیب مضمون آیا ہے کہ: حضرت نبیٔ کریم ﷺ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بوسہ دے رہے تھے، وہاں حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے، انھوں نے کہا کہ: حضور! میرے تو دس بیٹے ہیں، میں نے تو کبھی ان کو بوسہ نہیں دیا۔

تو نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: جو رحم نہیں کرتا اس پر اللہ تعالیٰ رحم نہیں کرتے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بچوں کے ساتھ پیار و محبت، بوسہ، چوم لینے کا برتاؤ کرنا چاہیے۔

نویں حدیث

ایک اور حدیث میں نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے گھر میں کوڑا لٹکا کر رکھو یعنی چابک، لکڑی لٹکا کر رکھو؛ تاکہ بچہ اس کو دیکھے اور اس کو تنبیہ ہو اور ضرورت کے موقع پر اس کو استعمال بھی کرو۔

دسویں حدیث

مسلم شریف کی حدیث میں آتا ہے کہ: بچوں کے لیے بددعا مت کرو۔

گیارہویں حدیث

بخاری شریف کی ایک حدیث میں آتا ہے کہ: تمام اولاد کے درمیان برابری کرو۔ یعنی ایک بیٹے کو دو اور دوسرے بیٹے کو نہ دو، ایسا مت کرو، سب اولاد کے ساتھ

برابری کرو۔

بارھویں حدیث

ایک حدیث میں نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا کہ: لڑکیوں کے ساتھ خاص طور پر اچھا برتاؤ کرو، جس نے لڑکیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا تو یہ لڑکیاں کل قیامت کے دن جہنم کی آگ سے حفاظت کا ذریعہ بنیں گی۔

اپنی لڑکیوں کو پردہ کی عادت سکھاؤ۔

لڑکے لڑکی جس وقت چھوٹے ہوں تو ذرا ان کا خیال رکھو، ان پر زیادہ سختی مت کرو، نرمی کا برتاؤ کرو۔

ہاں! اگر شریعت کی کوئی بات ہو، دین کی کوئی بات ہو تو سختی سے بھی کام لو اور ان کو ڈانٹ ڈپٹ اور ضرورت کے موقع پر ان پر لکڑی بھی استعمال کرو۔

ایک خاص بات یہ کہ ''کبھی بچوں پر احسان مت جتاؤ'' میں نے بہت محنت سے تجھے بڑا کیا، میں نے بہت محنت سے تجھے کھلایا، پلایا، بڑا کیا، ایسا احسان کبھی مت جتاؤ۔

ساتھ میں دعا بھی کرتے رہو، ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ ہماری اولادوں کو نیک اور صالح بنائیں گے اور سب سے بڑی چیز اسلامی تعلیم اور اسلامی اخلاق ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی طرف دھیان دینے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

❁❁❁

دعا

درود شریف پڑھو، دعا کرتے ہیں:

الحمد لله رب العالمين، سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم، سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم،

اللّٰهم صل علىٰ سيدنا محمد وعلىٰ اٰل سيدنا ومولانا محمد كما تحب وترضىٰ، عدد ما تحب وترضىٰ يا كريم۔

اے اللہ! اے ارحم الراحمین خدا! اے اللہ تو ہم سب کے گناہوں کو معاف فرما دے۔

اے اللہ! ہم مجرم ہیں، ہم خطا کار ہیں۔

اے اللہ! ساری زندگی تیری نافرمانی میں گزاری ہے۔

اے اللہ! زندگی میں ایک دن بھی ایسا نہیں گذرا جس دن ہم نے گناہ نہ کیے ہوں۔

اے اللہ! ہم گناہ کرتے ہیں، ہر رات گناہ کرتے ہیں، ہر وقت تیری نافرمانی کرتے ہیں۔ اے اللہ! تو معاف فرما دے تو معاف فرمادے، اے اللہ! معاف فرمادے، اے اللہ! معاف فرمادے۔

اے کریم خدا! زلزلے سے حفاظت فرمالے۔

اے اللہ! تو وہ خدا ہے جو سیکنڈوں کے اندر ہزاروں انسانوں کو ختم کر سکتا ہے۔

اے اللہ! ہم کمزور ہیں، تیری پکڑ کو ہم برداشت نہیں کر سکتے۔

اے اللہ! تو عذاب کا معاملہ نہ فرما، پکڑ کا معاملہ نہ فرما۔

اے اللہ! تو معافی کا معاملہ فرما۔

اے اللہ! وہ گناہ جس کی وجہ سے تیرا عذاب زمین پر اُترتا ہے ان تمام گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔

اے اللہ! جن نیکیوں کی وجہ سے تیری رحمت برستی ہے ان نیکیوں کی توفیق عطا فرما۔

اے اللہ! اے اللہ! اے اللہ! آج اس مبارک مجلس میں بھیک مانگتے ہیں تو ہمارے گھروں سے ٹی وی کو نکال دے۔

اے اللہ! اس کی محبت کو ہمارے دل سے نکال دے۔

اے اللہ! ہم بار بار سُنتے ہیں؛ لیکن ٹی وی کے بغیر ہمیں چین نہیں پڑتا۔

اے اللہ! ٹی وی سے نفرت عطا فرما۔

اے اللہ! اے اللہ! تو ٹی وی سے مسلمانوں کے گھروں کو پاک کر دے۔

اے اللہ! تو شیطان کو ہمارے گھروں سے نکال دے۔

اے اللہ! غیبت سے حفاظت فرما۔

اے اللہ! زنا سے حفاظت فرما۔

اے اللہ! شراب سے حفاظت فرما۔

اے اللہ! سود سے حفاظت فرما۔

اے اللہ! تیری نافرمانی سے حفاظت فرما۔

اے اللہ! ہم گندے ہیں۔

بُرے ہیں۔

گنہگار ہیں۔

خطا کار ہیں۔

مجرم ہیں، جیسے بھی ہیں تیرے بندے ہیں۔

تیرے پیدا کیے ہوئے ہیں۔

تیری نبی کی امت سے ہے۔

اے اللہ! ہم پر رحم فرما۔

دنیا و آخرت کی بھلائیوں سے مالا مال فرما۔

اے اللہ! ہم سب کا اپنے اپنے وقت پر ایمان پر خاتمہ نصیب فرما۔

اے کریم خدا!

اے رحیم خدا!

ہماری دعا کو محض اپنے فضل سے حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اور طفیل میں قبول فرما، آمین۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم،وتب علینا انک انت التواب الرحیم۔

ابولہب اور اس
کی بیوی
ام جمیل کا واقعہ

مختصر تعارف

نام: اروی تھا۔

لقب: ''العوراء'' تھا

حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت ترین مخالف تھی۔

اس کی ایک خاص عادت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشرکین کے پاس چغلی کرنا تھا۔

دوسری بری عادت یہ تھی کہ: وہ لوگوں کے درمیان دشمنی کرواتی تھی۔

کانٹے ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے پر ڈال دیتی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فقیر اور نادار ہونے کی عار دلاتی تھی۔

مال دار ہونے کے باوجود بخل کا حال یہ تھا کہ: گھر چلانے کے لیے جنگل سے لکڑیاں اٹھا کر لاتی تھی؛ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کو عار اور شرم دلانے کے لیے کہا کہ ''حمّالة الحطب''؛ یعنی لکڑیاں اٹھانے والی۔

❁❁❁

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی،اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

تَبَّتْ یَدَاۤ اَبِیْ لَہَبٍ وَّتَبَّ ﴿۱﴾ مَاۤ اَغْنٰی عَنْہُ مَالُہٗ وَمَا کَسَبَ ﴿۲﴾
سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَہَبٍ ﴿۳﴾ وَّامْرَاَتُہٗ حَمَّالَۃَ الْحَطَبِ ﴿۴﴾ فِیْ جِیْدِہَا حَبْلٌ مِّنْ
مَّسَدٍ ﴿۵﴾

ترجمہ: ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ ہلاک ہو چکا ہے ﴿۱﴾ اس کا مال اور اس کی کمائی اس کے کچھ کام نہیں آئی ﴿۲﴾ وہ عنقریب (مرتے ہی) ایک بھڑکتے شعلوں والی آگ میں داخل ہوگا ﴿۳﴾ اور اس کی بیوی بھی جو سر پر جلانے کی لکڑی اٹھا کر لاتی ہے ﴿۴﴾ اس کی گردن میں خوب مضبوط بٹی ہوئی (چبھنے والی) رسی ہوگی ﴿۵﴾

(یعنی آخرت میں جہنم کے طوق وسلاسل اس کی گردن میں پڑے ہوں گے اور دنیا میں بھی اسی طرح ایک رسی گلے میں پھنس گئی جو موت کا سبب بنی۔ ''گردن'' عورت کے لیے محلِ حسن ہے، جہاں خوب صورت ہار پہن کر زینت کی نمائش کرتی ہے، اس عورت ام جمیل کے لیے محلِ زینت محلِ عذاب ہے)

بُرا جوڑا

آج کی اس مجلس میں قرآن میں ایک ایسے جوڑے کا قصہ ہے جو دونوں میاں بیوی حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے بڑے کٹّر دشمن تھے اور بڑی خطرناک انھوں نے حضور ﷺ کے ساتھ دشمنی کی؛ یعنی ابولہب اور اس کی بیوی کا قصہ وہ آپ کو سناتا ہوں۔

چچا، چچی خود خطرناک دشمن

یہ ابولہب حضرت نبیٔ کریم ﷺ کا چچا ہوتا تھا اور اس کی بیوی یعنی امِ جمیل حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی چچی ہوتی تھی، یہ دونوں میاں بیوی حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے بڑے خطرناک اور پکّے دشمن تھے، جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی محبت میں، حضور ﷺ کو سچا ماننے میں سب سے پہلے نمبر پر تھے، اسی طرح یہ ابولہب اور اس کی بیوی حضرت نبیٔ کریم ﷺ کو جھٹلانے میں، حضور ﷺ کی مزاق اڑانے میں اور آپ ﷺ کو تکلیف دینے میں سب سے پہلے نمبر پر تھے۔

ابولہب کا معنی اور وجہ تسمیہ

دنیوی اعتبار سے ابولہب بڑا خوش نصیب تھا، اللہ نے اس کو بہت خوب صورت بنایا تھا، اتنا خوب صورت تھا کہ کوئی جب زیادہ سفید (Extra White) ہوتا ہے تو اس میں لال رنگ آتا ہے تو اس آدمی کا چہرہ لال رنگ کا تھا اور لال رنگ کی آگ کو عربی میں ''لہب'' کہتے ہیں، اس پر سے اس کا یہ نام ''ابولہب'' یعنی ''آگ کا باپ (Father of the fire)'' مشہور ہوا۔

بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ اس کے پاس سونا بہت تھا، پورا کمرہ بھر کے اس کے پاس سونا تھا اور جس روم میں سونا ہوتا ہے وہ پیلا پیلا دکھتا ہے اور پیلا رنگ آگ کا بھی ہوتا ہے، اس پر سے اس کا نام ابولہب مشہور ہوگیا تھا؛ یعنی آگ کے رنگ جیسا گولڈ، پیلا سونا اس کے پاس بہت زیادہ تھا۔

ابولہب بڑا خوش نصیب تھا

اس آدمی کی خوش نصیبی دیکھو کہ پورے عرب کے سب سے اچھے خاندان قریش۔جن کے نام پر قرآن میں سورت ہے ''لایلٰف قریش''۔اس خاندان کا یہ ممبر تھا۔

دوسری خوش نصیبی یہ کہ نبیٔ کریم ﷺ کے دادا عبدالمطلب کا خاندان جو سب سے زیادہ عزت والا تھا تو یہ ابولہب اسی عبدالمطلب کا بیٹا تھا۔

تیسری خوش نصیبی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بہت خوب صورت بنایا تھا۔

چوتھی خوش نصیبی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بہت مال دار بنایا تھا۔

پانچوی خوش نصیبی یہ کہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ کا چچا ہوتا تھا۔

اتنی ساری خوش نصیبی اس کے اندر تھی، اللہ نے اس کو اولاد بھی عطا فرمائی تھی۔

ابولہب کے بارے میں ایک عجیب قصہ

ابولہب کے بارے میں ایک عجیب قصہ بھی آپ کو سناؤں:

آپ جانتے ہیں کہ نبیٔ کریم ﷺ کے ابا کا پہلے انتقال ہو گیا تھا، ابولہب کی ایک باندی تھی جس کا نام ثویبہ تھا، اس نے خود نبیٔ کریم ﷺ کو بچپن میں دودھ پلایا تھا۔

آپ ﷺ کو دودھ پلانے والی خوش نصیب عورتیں

سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ: کل آٹھ عورتوں نے آپ ﷺ کو دودھ پلایا:

① آپ کی والدہ آمنہ ② ثویبہ ③ خولہ بنت منذر ④ سعدیہ (حلیمہ نہیں) ⑤ ⑥ ⑦ تینوں کا نام عاتکہ لکھا ہے ⑧ حلیمہ سعدیہ (سیرت احمد مجتبیٰ: ۱/ ۶۳)

پہلے سات دن حضور ﷺ کو آپ کی والدہ حضرت آمنہ نے دودھ پلایا اور پھر سات دن کے بعد ثویبہ نے نبیٔ کریم ﷺ کو آٹھ دن دودھ پلایا اور قدرتی بات دیکھو! نبیٔ کریم ﷺ کے دوسرے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو بھی ثویبہ نے دودھ پلایا تھا تو حضور ﷺ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ چچا بھتیجے بھی ہوتے ہیں اور دونوں آپس میں دودھ بھائی بھی ہوتے ہیں۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا قصہ اور سارے غزوات آج کل ظہر کے بعد مسجد میں چل رہے ہیں، آپ اس کی پوری سی ڈی بعد میں ضرور سن لینا، اس میں بڑے اہم سیرتِ مبارکہ کے واقعات ہیں۔

آپ ﷺ کی پیدائش کی خوشی میں باندی کو آزد کردیا

سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جب نبیٔ کریم ﷺ پیدا ہوئے تو یہی ثویبہ باندی نے ابولہب کو جاکر خوش خبری دی کہ تمھارے مرحوم بھائی عبداللہ کے گھر لڑکا پیدا ہوا تو یہ ابولہب بہت خوش ہوا، اتنا خوش ہوا کہ یہ باندی جو خوش خبری سنانے گئی تھی اس کو اس نے اشارہ کر کے کہا کہ: جا! تجھے میں نے آزاد کردیا۔

آپ ﷺ کی پیدائش کی خوشی میں باندی آزد کرنے کا انعام

جب ابولہب مرگیا تو ایک سال بعد اس کے بھائی یعنی نبیٔ کریم ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے ابولہب کو ایک دن خواب میں دیکھا کہ ابولہب بہت تکلیف میں تھا، بہت پریشان تھا، کہنے لگا کہ: تمھارے بعد یعنی مرنے کے بعد میں نے کوئی راحت نہیں دیکھی، بس! اتنا ہے کہ پیر کے دن عذاب تھوڑا ہلکا ہو جاتا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ پیر کے دن نبیٔ کریم ﷺ پیدا ہوئے تھے اور ابولہب نے اس خوشی میں اپنی باندی کو آزاد کیا تھا؛ اس لیے پیر کے دن عذاب تھوڑا ہلکا ہو جاتا ہے۔

بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ ابولہب نے کہا کہ: انگلی کے اوپر جتنا پانی آسکتا ہے اتنا تھوڑا سا پانی مجھے ہر پیر کے دن پلایا جاتا ہے۔

باقی جہنم میں کسی کو پانی نہیں ملتا ہے؛ لیکن اس ابولہب کو جہنم کے عذاب میں بھی ہر پیر کو تھوڑا سا پانی دیا جاتا ہے، جس انگلی سے اشارہ کر کے اس نے ثویبہ کو آزاد کیا تھا اس انگلی پر جتنا پانی آوے اتنا پانی اس کو ملتا ہے، یہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی ولادت پر باندی کو آزاد کرنے کا فائدہ اس کافر کو آخرت میں بھی ملتا ہے۔

دین کی خاطر آپ ﷺ کی دو بیٹیوں کو طلاق

اس ابولہب کے دو بیٹے تھے، ایک بیٹے کا نام عتبہ اور دوسرے بیٹے کا نام عُتَیبہ تھا، ان دونوں لڑکوں کے ساتھ نبیٔ کریم ﷺ کی دو بیٹیاں: حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی ہوئی تھی اور ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی۔

لیکن جب نبیٔ کریم ﷺ نے ایمان کا اعلان کیا، دین کی دعوت دی تو یہ حضور ﷺ کا چچا، سمدھی وہ دشمن بن گیا اور اس نے پہلا کام یہ کیا کہ اپنے دونوں بیٹوں کو کہا کہ: تم اپنی دونوں بیویوں کو طلاق دے دو؛ چنانچہ اس نے حضور ﷺ کی دشمنی میں، ایمان کی دشمنی میں اپنے دونوں بیٹوں کے پاس حضور ﷺ کی دونوں بیٹیوں کو طلاق دلوادی۔

حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ

یہ طلاق دینا ان کے لیے رحمت ہو گیا کہ طلاق کے بعد ان دونوں کی شادی

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہوئی، پہلے ایک بیٹی سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نکاح ہوا، جب اس بیٹی کا انتقال ہو گیا تو دوسری بیٹی کے ساتھ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شادی کروادی، جب دوسری بیٹی کا انتقال ہو گیا تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اگر میری چالیس لڑکیاں ہوتیں تو میں ان سب کی شادی عثمان کے ساتھ کرواتا۔

یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بڑے خوش نصیب ہیں، سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں میں اور نبی پر ایمان لانے والوں میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک ایسے خوش نصیب آدمی ہیں کہ ان کے نکاح میں نبی کی ایک کے بعد ایک دو بیٹیاں تھیں، یہ فضیلت کسی نبی کے کسی صحابی کو حاصل نہیں ہوئی؛ اسی لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا لقب ''ذی النورین'' یعنی دو نور والے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو نورِ نظر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کا نکاح ہوا تھا۔

غرض! ابولہب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے ساتھ ایسی دشمنی تھی کہ اس نے اپنے دونوں لڑکوں کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں بیٹیوں کو طلاق دلوادی، اندازہ لگاؤ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنا رنج ہوا ہوگا؟ کتنا صدمہ ہوا ہوگا؟ ایک ساتھ دو دو بیٹی کو طلاق ہو جاوے اور دونوں بیٹی گھر میں آجاوے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صدمے کو بھی برداشت کرلیا۔

علی الاعلان دعوتِ اسلام کا حکم

حدیث میں اور ایک واقعہ بھی آیا ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اللہ تعالیٰ نے نبی بنایا تو تین سال تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم چپکے چپکے لوگوں کو ایمان کی دعوت دیتے رہے، جب تین سال گذر گئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آیا:

وَاَنۡذِرۡ عَشِيۡرَتَكَ الۡاَقۡرَبِيۡنَ ﴿۲۱۴﴾ (الشعراء)

(اے نبی!) تم اپنے قریبی رشتہ داروں کو (نافرمانی پر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے) ڈراؤ۔

جب یہ آیت نازل ہوئی۔ جس میں حضور ﷺ کو یہ حکم دیا گیا کہ اب چپکے چپکے نہیں؛ بلکہ اب لوگوں کو کھلم کھلا ایمان کی دعوت دو اور سب سے پہلے اپنے خاندان والوں کو ایمان کی دعوت دو۔ تو حدیث میں آتا ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ پہاڑ پر چڑھے، یہ صفا مروہ کا جو علاقہ ہے اسی کے بیچ میں یہ قریش کا خاندان رہتا تھا؛ اسی لیے حضور ﷺ صفا پہاڑ پر چڑھے اور اپنے خاندان بنی عبدالمطلب کے لوگوں کو جمع کیا، جب سب لوگ جمع ہو گئے تو نبیٔ کریم ﷺ نے ان کو پوچھا کہ: بتاؤ! اگر میں کہوں کہ پیچھے کی طرف سے ایک لشکر تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم میری بات مان لوگے؟

چوں کہ حضور ﷺ پہاڑ کے اوپر تھے اور لوگ نیچے تھے کہ آپ ﷺ پیچھے دیکھتے تھے اور لوگوں کی نظر پیچھے نہیں جاتی تھی۔

تمام قریشی لوگ کہنے لگے: اے محمد! آپ ہمیشہ سچ ہی بولے ہیں:

مَا جَرَّبْنَا كَ كَذِبًا قَطُّ۔

کبھی ہم نے آپ کو جھوٹ بات بولتے نہیں دیکھا۔

اللہ ہمیں بھی ہر چیز میں سچا بنادیں، آمین۔

پہاڑی پر وعظ

اس کے بعد حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا:

اے میرے قریش کے خاندان کے لوگو! اے عبدالمطلب کے لوگو!

سنو! میں تمھیں شدید عذاب سے ڈرانے والا ہوں، اپنی جانوں کو بچاؤ، اللہ نے مجھے اپنے قریب ترین عزیزوں کو خبردار کرنے کا حکم دیا، تم قریش کے لوگ میرے رشتے دار ہو، میں تم کو اللہ سے کچھ دلوانے اور آخرت میں تمھیں کسی حصے سے مالا مال کرنے کا اختیار نہیں رکھتا؛ الا یہ کہ تم ''لا الہ الا اللہ'' کے قائل ہو جاؤ، تب میں تمھارے رب کے یہاں اس کی شہادت دوں گا، اس کلمے کی بدولت عرب تمھارے تابع اور عجم تمھارا مطیع ہو جائے گا۔ (سیرت احمد مجتبی: ۱/۱۸۶)

آپ ﷺ کے خلاف سب سے پہلے دشمنی کے لیے کھڑا ہونے والا

کہتے ہیں کہ: اس وقت سب سے پہلے حضور ﷺ کو جھٹلانے کے لیے یہی ابولہب کھڑا ہوا، ہاتھ میں ایک پتھر اٹھایا اور پتھر اٹھا کر نبی کریم ﷺ کی طرف مارنے کی اس نے تیاری کی اور اس نے عربی میں گالی دی:

تَبًّا لَکَ اَلِھٰذَا جَمَعْتَنَا.

یعنی اے محمد! تو برباد ہو، کیا اسی لیے تو نے ہم کو جمع کیا تھا۔

بس! اس نے حضور ﷺ کو یہ گالی دی؛ چنانچہ جن برے الفاظ سے اس نے حضور ﷺ کو بد دعا دی، اللہ تعالیٰ نے اسی الفاظ سے قیامت تک قرآن میں اس کے لیے اس طرح کے الفاظ استعمال کیے:

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ؕ﴿۱﴾

ترجمہ: ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ ہلاک ہو چکا ہے۔

ابولہب کا نام عبدالعزیٰ تھا

اس کا نام تو عبدالعزیٰ تھا، عُزّیٰ ایک بت کا نام ہے، عبدالعزیٰ کا مطلب عزیٰ بت کا بندہ، اس کا نام مشرکوں والا تھا؛ اسی لیے قرآن میں اس کا نام نہیں آیا، اس کی کنیت ''ابولہب'' آئی، یہ اس کی کنیت ہے، اس کا نام نہیں ہے۔

بہر حال! سب سے پہلے حضور ﷺ کے خلاف دشمنی کے لیے کھڑا ہونے والا یہی تھا، حضور ﷺ جہاں بھی لوگوں کو ایمان کی دعوت دیتے تو یہ ابولہب لوگوں کے پاس جا کر حضور ﷺ کو جھوٹا بتلاتا تھا، اس کی بات مت سنو، نعوذ باللہ! یہ جھوٹا ہے اور حضور ﷺ کو تکلیف دیتا تھا۔

کیسا چچا ہوگا کہ اپنے بھتیجے کو ستا رہا ہے؛ حالاں کہ عرب میں اس زمانے میں رشتے داریوں کا بڑا لحاظ رکھتے تھے؛ لیکن محض ایمان کی وجہ سے یہ حضور ﷺ کا دشمن بنا ہوا تھا۔

بعض روایتوں میں آتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے نبیٔ کریم ﷺ کو یہ حکم دیا کہ آپ اپنے رشتے داروں اور خاندان والوں کو ایمان کی دعوت دو تو حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ: علی! ایک دعوت کی تیاری کرو۔

دینی دعوت کے لیے کھانے کا انتظام

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک بکری کا آگے والا پیر اور دودھ کا ایک بھرا ہوا پیالا لائے اور ایک صاع یعنی تقریباً ساڑھے تین کلو اناج لائے، اس زمانے کے اعتبار سے اتنا کھانا ایک یا دو آدمی کے لیے چل سکتا ہوگا اور اتنا کھانا تیار کرنے کے بعد نبیٔ کریم ﷺ

نے اپنے پورے خاندان بنوعبدالمطلب کے لوگوں کو جمع کیا۔

دیکھو! حضور ﷺ نے لوگوں کو دین سکھانے کے لیے، ایمان سکھانے کے لیے کھانے کی بھی دعوت کی، یہ بھی ایک ترتیب ہے۔

مولانا الیاس صاحبؒ کے والد مولانا اسماعیل صاحبؒ کا ایک عجیب معمول

حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے والد حضرت مولانا اسماعیل صاحبؒ کے حالات میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ نے لکھا ہے کہ: میوات کے علاقے سے جو مزدور لوگ کام کرنے آتے تھے ان مزدوروں کو مسجد میں لاتے، پورا دن کلمہ، نماز، وضو، غسل سکھاتے اور شام ہوتی تو ان مزدوروں کو مزدوری کے پیسے دے کر گھر روانہ کرتے تھے، اس طرح یہ دعوت کا مبارک کام شروع ہوا اور اس ترتیب سے نظام الدین پر مدرسہ کاشف العلوم شروع ہوا۔

گھر میں کام کرنے والوں کے دین کی فکر کرنی چاہیے

میری دینی بہنو! آپ یہ بھی نیت کرلو! اپنے گھروں میں جو کام کرنے والے، خدمت کرنے والے ہوتے ہیں ان کے کام کاج کے ساتھ ساتھ ان کی دین داری کی بھی فکر کرو، ان کو کلمہ سکھاؤ، نماز سکھاؤ، قرآن سکھاؤ، وضو، غسل سکھاؤ، آپ کو دعوت کا ثواب بھی ملے گا اور یہ دین دار بنیں گے تو وفادار بنیں گے، بے دینی ہوں گے تو غدّاری کریں گے؛ اس لیے آپ کے پاس بہت اچھا موقع ہے اور یہ حضور ﷺ کی سنت سے ہم

کو سیکھنے کو ملتا ہے اور ایسا بھی تو ہم کام کر سکتے ہیں کہ کسی غریب کو اپنے یہاں بلوا کر دو وقت کا کھانا کھلا یا اب ان کو نماز سکھاؤ، کلمہ سکھاؤ، وضو سکھاؤ، قرآن کی سورتیں یاد کراؤ، یہ ترتیب بھی ہم کر سکتے ہیں، کتنی اچھی ترتیب ہے جو نبیٔ کریم ﷺ نے ہم کو سکھائی؟

لوکیشن یعنی اطراف کے گاؤں میں چلے گئے، ایک دن، دو دن، تین دن جماعت کی نیت سے اور وہاں جا کر کھانے کی دعوت کی، سب کو جمع کیا اور ساتھ میں اللہ کا دین بھی سکھا دیا، یہ ترتیب بھی ہم اپنا سکتے ہیں۔

ہمارے بعض دوست چالو تنخواہ پر ملازموں کو سال میں ایک مرتبہ چالیس (۴۰) دن اور مہینے میں تین دن جماعت میں جانے کی اجازت دیتے ہیں اور بہت سی جگہ پر یہ نظم ہے کہ ملازموں کے لیے کام کے ساتھ مکتب کی تعلیم اور نماز، مسائل وغیرہ سیکھنے کے لیے کچھ وقت فارغ دیا جاتا ہے یعنی ملازمت کے اوقات ہی میں سے اس کی گنجائش نکالی جاتی ہے، یہ بھی بڑا دینی کام ہے، ہم امت کے ابتدائی دور کو دیکھتے ہیں تو غلام اور باندیاں تک محدث اور بڑے عالم ہوتے تھے۔

بہر حال! گھر میں کام پر آنے والوں پر بھی تھوڑی محنت کر وان شاء اللہ! اس کا آپ کو بہت ثواب ملے گا۔

ایک آدمی جتنا کھانا چالیس آدمیوں نے کھایا

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بکری کا ایک آگے والا پیر، دودھ کا پیالا اور ساڑھے تین کلو اناج جمع کیا، بنو عبد المطلب خاندان کے چالیس آدمی جمع ہو گئے، اس بکری کی ٹانگ کو اٹھایا اور دانت سے اس کو چیرا اور چیر کر پیالے میں رکھ دیا اور سب کو کہا: اللہ کا نام لو اور

کھانا شروع کرو، یہ کھانا اس زمانے کے لحاظ سے ایک آدمی کا ہوسکتا تھا؛ لیکن جب اللہ کا نام لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو کھلایا تو ایسی برکت ہوئی کہ تمام لوگوں نے پیٹ بھر کر کے کھانا کھایا اور کھانا بچ بھی گیا۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: دودھ پلاؤ، سب نے دودھ پی لیا۔

ابولہب کی شرارت

جب کھانا اور دودھ ہوگیا تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر ان کو ایمان کی دعوت دینا چاہتے تھے، دین کی بات سنانا چاہتے تھے تو یہی ابولہب سب لوگوں کو کہنے لگا: چلو! یہاں سے اٹھو! محمد نے تمھارے کھانے پر جادو کر دیا ہے، ایسا جادو ہم نے کبھی دیکھا ہی نہیں۔

بس! یہ بات اس نے کہی اور سب لوگ نکل کر چلے گئے؛ گویا اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بات بھی نہیں کرنے دی۔

دوسرے دن کھانے کی دعوت اور اسلام کی دعوت

پھر دوسرے دن نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ اسی طریقے سے کھانا تیار کروایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دین کی باتیں ان کو سنائیں، فرمایا:

اے بنی عبدالمطلب! مجھے کسی ایسے جوان کا علم نہیں جو اپنی قوم کے لیے میری لائی ہوئی دعوت بہتر لائحۂ عمل لایا ہو، میں تمھارے لیے دنیا اور آخرت میں کامیابی کا خیر خواہ ہوں۔

اے اولادِ عبدالمطلب! اے عباس! اے میری پھوپھی صفیہ!

اے میری بیٹی فاطمہ! تم لوگ اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ؛ کیوں کہ

میں اللہ کی پکڑ سے تم کو بچانے کا اختیار نہیں رکھتا؛ البتہ میرے مال میں سے جو چاہو مانگ سکتے ہو، یقین جانو یہ دینِ حق کی دعوت ہے، تم میں سے کون ہے جو میرا ساتھ دے سکتا ہے اور کون ہے جو میرا بھائی ثابت ہو؟

اب تم اپنے بیٹے کی فرماں برداری کرو گے؟

اہلِ مجلس پر سناٹا تھا، ایسے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ کا ساتھ دوں گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ: یہ میرا بھائی اور مددگار رہے گا۔

لوگو! تم اسی کی سن لو، اسی کی بات مان لو۔

ابولہب نے ابوطالب کو مخاطب کر کے کہا: سنو! اب تم اپنے بیٹے کی فرماں برداری کرو گے؟ یہ کہتے ہوئے قہقہہ لگا کر ہنسنے لگا اور مجلس درہم برہم ہوگئی۔ (سیرت احمد مجتبیٰ: ۱/۱۸۶)

میں آپ کو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ: یہ ابولہب حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا خطرناک دشمن تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا کرتا تھا اور اس کی بیوی بھی نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشان کیا کرتی تھی۔

ابولہب کی بربادی

ایک دن یہ ابولہب لوگوں کو کہنے لگا کہ: یہ محمد لوگوں کو ایسا کہتا ہے کہ مرنے کے بعد ایسا ہوگا، ایسا ہوگا اور وہ اپنا ہاتھ لوگوں کو دکھا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ: میرے ہاتھ میں تو کچھ بھی نہیں آیا اور پھر وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو کہنے لگا کہ: تم برباد ہو جاؤ، میں تمھارے اندر ان چیزوں میں سے کچھ بھی نہیں دیکھتا جن کے ہونے کی خبر محمد دیتا ہے، اس نے

یہی جملہ کہا تھا: تبالکما ماأری فیکما شیئا مما قال محمد.

محمد جو بات کہتا ہے اس میں سے کوئی بات تمھارے اندر نہیں ہے۔

بس یہی بات قرآن میں بھی آئی: ﴿تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ﴾

ترجمہ: ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ ہلاک ہو چکا ہے۔

اس نے اور اس کی بیوی دونوں نے پوری زندگی آپ ﷺ کی دشمنی میں گذاری۔

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ﴾

ابولہب کو اس کا مال بھی کام نہیں آیا، اس کی کمائی بھی اس کو کام نہیں آئی، کوئی چیز کام نہیں آئی اصل مال اور اس کے اوپر کا نفع دونوں چیزیں اس کو کام نہیں آئی، کوئی چیز اس کو اللہ کے عذاب سے بچا نہیں سکی۔

اللہ آگے فرماتے ہیں: ﴿سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ﴾

جیسی اس کی کنیت تھی ایسی آگ کی اللہ نے بات فرمائی کہ: اس کے اوپر عنقریب ایک شعلہ آگ کا اس کے اندر وہ داخل کیا جائے گا، اللہ اس کو جہنم کی آگ میں داخل کریں گے۔

قرآن میں جو بددعا آئی اس کا اثر کیسے ظاہر ہوا؟

ابولہب کی عبرت ناک موت

نبیٔ کریم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ پاک چلے گئے اور اس کے دوسرے سال بدر کی لڑائی ہوئی، بدر کی لڑائی میں یہ ابولہب گیا نہیں تھا، اس لڑائی میں بڑے بڑے مکہ کے کافر مارے گئے؛ لیکن بدر کی لڑائی کے سات دن کے بعد ابولہب کے بغل کے اندر

پلیگ کی پھونسی، چھوٹی سی گلٹی نکلی، عربی میں اس کو ''عبسہ'' کہا جاتا ہے، یہ بیماری ایسی خطرناک ہوتی ہے کہ اس کی وجہ سے اندر سے بدبو وغیرہ بھی نکلتی ہے اور سب لوگ یہ ڈرتے ہیں کہ جو بھی ایسے مریض کے پاس جائے اس کو یہ بیماری لگ جاتی ہے، چنانچہ اس کے سب گھر والوں نے اس کو الگ کر دیا، کوئی اس کے پاس نہیں جاتا تھا۔

دیکھو! اللہ نے دنیا میں نقد سزا دے دی کہ گھر والے نفرت کر رہے ہیں۔

بیماری کسی کو لگتی نہیں ہے

ایسے ہمارے دینِ اسلام میں ایسا عقیدہ رکھنا جائز نہیں ہے کہ: یہ بیماری چھپی (یعنی متعدی) ہے، یہ چھپی روگ ہے، یہ بیماری ہم کو بھی لگ جائے گی، مقدر میں جو بیماری ہوتی ہے وہ لگتی ہے اور مقدر میں نہ ہو تو کچھ بھی نہیں ہوسکتا۔

طاعون زدہ علاقے کے متعلق حکم

حدیث میں آتا ہے:

عن أسامة بن زيد رضي الله عنه عن النبي ﷺ قال: إِذَا سَمِعْتُمُ الطَّاعُوْنَ بِأَرْضٍ فَلَا تَدْخُلُوْهَا وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ فِيْهَا فَلَا تَخْرُجُوْا مِنْهَا (متفق علیہ)

ترجمہ: نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم سنو کہ کسی علاقے میں طاعون (پلیگ) پھیل چکا ہے تو وہاں مت جاؤ، اور جب کسی جگہ طاعون پھیل جائے اور تم وہاں پہلے سے موجود ہو تو وہاں سے مت نکلو۔

افادات: وہاں سے نکلنے کی ممانعت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اگر سبھی بھاگ

جائیں گے تو جو لوگ اس بیماری کا شکار ہو چکے ہیں ان کی خیر خبر کون لے گا اور جن لوگوں کی موت واقع ہو جائے گی ان کی تکفین وتدفین کون کرے گا؟ (حدیث کے اصلاحی مضامین: ۱۴)

لوگوں کا عقیدہ خراب نہ ہو جائے

ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں لوگوں کا عقیدہ خراب ہوتا ہے، کسی شہر میں اگر طاعون کی بیماری ہے اور تم اس شہر میں چلے گئے اور تقدیر میں تھا اور بیماری ہو گئی تو تم کیا عقیدہ قائم کرو گے کہ میں اس شہر میں گیا اور بیماری ہو گئی؛ حالاں کہ شہر میں جانے سے بیماری نہیں ہوتی، اللہ کے یہاں جو مقدر ہوتا ہے وہی ہوتا ہے؛ اس لیے ایک مؤمن مرد اور مؤمن عورت کو یہی عقیدہ رکھنے چاہیے کہ جو چیز تقدیر میں ہوگی وہ ہوگی۔

نیز گھر میں کوئی فرد بیمار ہو تو اس سے نفرت نہیں کرنی چاہیے؛ بلکہ اس کے پاس جاویں، اس کی خدمت کریں، اس کا بہت ثواب ہے۔

طاعون زدہ علاقے سے نکلنے کی تین صورتیں

حدیث میں یہ ارشاد فرمایا ہے: ''فلا تخرجوا فِرارا منه'' بھاگ کر نہ نکلو، تو نکلنے کی تین شکلیں ہیں:

① پہلی شکل تو یہ ہے کہ آدمی وہاں سے یہ سمجھتے ہوئے بھاگ کر نکلے کہ میں بچ جاؤں، یہ تو حرام ہے۔

② دوسری شکل یہ ہے کہ پہلے سے اس کا پروگرام طے ہو، جیسے آج کل ایک دو مہینے پہلے سے ٹکٹ بک کروا کر رکھا جاتا ہے اور جس وقت پروگرام طے کیا اس وقت کوئی بیماری بھی نہیں تھی، اتفاق کی بات کہ آپ کا سفر ہونے والا تھا اس کے دس پندرہ

دن پہلے بیماری پھیل گئی اور خوب چل رہی ہے اور آپ کی تاریخ آ گئی، تو اب ایسا نہیں ہے کہ آپ اس بیماری کی وجہ سے جا رہے ہیں؛ بلکہ آپ کا پروگرام تو پہلے ہی سے طے تھا تو اس میں کوئی اشکال نہیں، آپ بے تکلف نکل کر جا سکتے ہیں۔

③ تیسری شکل یہ ہے کہ آپ کا پہلے سے کوئی پروگرام طے نہیں تھا، بیماری آئی اور آپ کا بھی کوئی کام نکل آیا اس لیے آپ وہاں سے جانا چاہتے ہیں تو اس صورت میں جائیں یا نہ جائیں؟ تو بعض حضرات کہتے ہیں کہ: نہ نکلے۔

اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ: اس کام کی وجہ سے جانا چاہتا ہے تو جا سکتا ہے، اس کے دل میں یہ خیال نہیں ہونا چاہیے کہ میں یہاں سے جاؤں گا تو بچ جاؤں گا۔

الحمد للہ! ہمارے یہاں سورت میں جب طاعون (پلیگ) پھیلا تھا تو کمزور ایمان والے بھی مضبوطی سے جمے رہے اور اللہ تعالیٰ نے سب کو ایمان کی وہ طاقت عطا فرمائی کہ ہر ایک کہتا تھا کہ یہاں سے کوئی جاتا نہیں ہے، اگر موت آنی مقدر ہے تو یہاں بھی آئے گی اور جہاں جائیں گے وہاں بھی آئے گی (حدیث کے اصلاحی مضامین: ۹۴۴/۱۴)

بہر حال! ابولہب اسی بیماری میں مر گیا، جب مر گیا تو اس کی لاش میں سے ایسی بد بو نکل رہی تھی کہ کوئی اس کے پاس جانے کے لیے بھی تیار نہیں تھا۔

بری موت سے بچنے کی دعا

کیسی عبرتناک موت! اللہ ایسی بیماری اور ایسی موت سے حفاظت فرمائے، اللہ سے ایک دعا کیا کرو:

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَأَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَأَعُوْذُبِكَ أَنْ أُرَدَّ إِلٰى

أَرْذَلِ الْعُمُرِ وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَاوَ عَذَابِ الْقَبْرِ۔

اے اللہ! بخیلی سے میری حفاظت فرما، اے اللہ! بزدلی سے میری حفاظت فرما، اے اللہ! ایسی حالت سے حفاظت فرما کہ نکمی عمر کے اندر ہم پہنچ جاویں، اے اللہ! دنیا کے فتنوں اور قبر کے عذاب سے بھی حفاظت فرما۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم ایسے بیمار، ایسے کمزور، ایسے بستر پر ہو جاویں کہ کھانے پینے میں محتاج، استنجے میں محتاج، کپڑے میں محتاج ہر چیز میں دوسروں کے محتاج ہو جاویں، اللہ ایسی بیماری سے ہماری حفاظت فرمائے، آمین۔

یہ بہت پیاری اور جامع دعا ہے، یہ دعا مانگا کرو، خود کے لیے بھی اور گھر والوں کے لیے بھی؛ اس لیے کہ بہت سی مرتبہ ایسی بیماری کی وجہ سے گھر والے نفرت کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ کب یہ جاوے۔

تین دن تک کوئی اس کی لاش کے پاس نہیں گیا

بہر حال! تین دن تک کوئی اس کی لاش کے پاس نہیں گیا، پھر جب لاش سڑنے لگی تو اس کے گھر والوں نے مزدوروں کو بلوایا، مزدوروں نے پہلے دور جنگل میں ایک گڑھا کھودا اور گڑھا کھود کر کے لمبی لکڑی لائے اور لمبی لکڑی لا کر دور سے اس کی لاش کو دھکے مارتے مارتے گڑھے میں لے گئے اور اس میں ڈال دیا اور اوپر سے پتھر ڈال کر اس کی لاش کو دبا دیا۔

یہ ہے نبی کی دشمنی کا انجام، کیسی بری موت آئی کہ مزدور لوگ بھی اس کی لاش کو ہاتھ لگانے کو تیار نہیں!!!

اللہ وقت پر عافیت والی موت عطا فرماوے، موت کے بعد بھی اللہ عافیت عطا فرماوے، بری موت، اور بری حالت سے ہم سب کی ہمیشہ حفاظت فرماوے، آمین۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کو ایسی بری موت کے ساتھ دنیا سے روانہ کیا اور آخرت کے بارے میں قرآن میں ہے: ﴿سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ﴾

آخرت میں اللہ اس کو بھڑکتی ہوئی گرم گرم آگ میں داخل کریں گے۔

اور جب اللہ کا عذاب آیا، بری موت آئی تو اس کی اولاد بھی کام نہیں آئی اور اس کا مال بھی کام نہیں آیا، سب چیزیں بے کار ہو کر رہ گئیں۔

ابولہب کی بیوی ام جمیل

آگے اللہ اس کی بیوی کے بارے میں فرماتے ہیں:

وَّامْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۚ﴿۴﴾

ترجمہ: اور اس کی بیوی بھی جو سر پر جلانے کی لکڑی اٹھا کر لاتی ہے۔

اس کی بیوی یہ بھی نبیٔ کریم ﷺ کی چچی اور ابوسفیان کی بہن تھی اور اس نے اپنا لقب ''ام جمیل'' رکھا تھا یعنی خوب صورتی کی ماں، اتنی خوب صورت کہ اپنے آپ کو وہ ''ام جمیل'' کہتی تھی، اس کا اصل نام اروی یا حمنہ بنت حرب تھا، یہ بھی حضور ﷺ کی بڑی دشمن تھی۔

''حمالة الحطب'' کا پہلا مطلب

''حمالة الحطب'' یعنی لکڑیاں اٹھا کر لانے والی۔ کیا مطلب؟

یہ عورت مال دار کی بیوی تو تھی؛ لیکن ساتھ میں بہت بخیل تھی، ایسی بخیل تھی کہ

وہ لکڑیا کاٹنے کے واسطے جنگل میں جاتی تھی، بخیلوں کا ایسا ہی حال ہوتا ہے، اللہ نے مال دیا ہے، دولت دی ہے تو خیریت سے استعمال کرنا چاہیے، اتنے مال دار کی بیوی؛ لیکن جنگل میں جاتی، گھر میں جلانے کے واسطے لکڑیاں کاٹ کر لاتی اور ظاہر ہے لکڑیاں لاوے تو اس کو رسی سے باندھنا پڑے گا تو وہ بہت ساری لکڑیاں کاٹتی، رسیوں سے باندھتی، سر پر اٹھاتی اور اٹھا کر لاتی۔

کہتے ہیں کہ: یہی چیز اس کے لیے موت کا ذریعہ بنی، ایک دن یہ بخیل عورت ام جمیل جنگل میں گئی ہوئی تھی، لکڑیاں اٹھا کر آرہی تھی، لمبی رسی لکڑیوں کے ساتھ تھی، راستے میں تھک گئی تو ایک جگہ بیٹھ گئی اور جب بیٹھ گئی اور وہ رسی اس کے گلے میں تھی اس رسی کا پھندا بن گیا اور جنگل میں تڑپ تڑپ کے مر کے ختم ہوگئی۔

شوہر کی موت بھی بڑی خطرناک آئی اور بیوی کی موت بھی بڑی خطرناک آئی، دونوں اللہ کے نبی کے دشمن، چچا چچی ہوکر بھی حضور ﷺ کے دشمن بنے۔

”حمالة الحطب“ کا دوسرا مطلب

بعض حضرات نے ”حمالة الحطب“ کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ: وہ بڑی چغل خور تھی، چغلی کرنے کی اس کی عادت تھی؛ چوں کہ جس طرح لکڑی سے آگ لگتی ہے اسی طرح چغل خوری سے بھی انسانوں میں آگ لگتی ہے، جب کوئی آدمی چغل خوری کرتا ہے تو دو خاندان میں، دو آدمیوں میں، دو عورتوں میں لڑائی کی آگ لگ جاتی ہے۔

چغل خوری کا مطلب یہ ہے کہ: یہاں کی بات وہاں اور وہاں کی بات یہاں کر کے لڑانا۔ چنانچہ حضرت نبی کریم ﷺ کی چغل خوری بھی کرتی تھی۔

اللہ کی طرف سے آپ ﷺ کی حفاظت

جب یہ آیت ''تبت یدا'' اتری تو وہ ہاتھ میں ایک پتھر لے کر حضور ﷺ کو تلاش کرنے نکلی، نبیٔ کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دونوں کعبہ کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے، جب وہ آرہی تھی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبیٔ کریم ﷺ کو کہا کہ: حضور! وہ آرہی ہے، وہ بدزبان ہے، آپ ادھر کہیں چلے جایئے۔

حضور ﷺ نے کہا کہ: نہیں! کوئی بات نہیں، اس کو آنے دو، وہ مجھے دیکھ نہیں سکے گی، ایک فرشتہ مجھے چھپائے ہوئے ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے سامنے فرشتوں کو کردیا پردے لگ گئے، وہ حضور ﷺ کو دیکھ نہ سکی، اس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پوچھا کہ: تمھارے دوست کہاں ہے؟ میں نے سنا ہے کہ اس نے میری برائی کی ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ: اس گھر کے رب کی قسم انھوں نے تیری کوئی برائی نہیں کی ہے۔

غصے میں اس نے کہا کہ: ہم ''مذمم'' کے منکر ہیں، اس کے دین کے دشمن ہیں۔

نفرت میں اس نے حضور ﷺ کو محمد کے بجائے ''مُذَمَّم'' کہا، محمد کا مطلب ہوتا ہے جس کی خوب تعریف کی جائے اور مذمم یعنی جس کی برائی کی جائے۔

اس کے جانے کے بعد حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: کس طرح اس کی برائی کو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پھیر دیا، وہ مذمم کو برا کہتی ہے اور میں تو محمد ہوں؛ گویا اس کی بدزبانی حضور ﷺ کو لگنے والی نہیں تھی۔

چغل خور جنت میں نہیں جائے گا

میری دینی بہنو! کبھی چغل خوری میں مت پڑنا، نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا:

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ قَتَّاتٌ (بخاری:۲/ ۸۸۵)

چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔

ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ: جو ناحق کسی کو قتل کرے، جو تاجر سود کا کاروبار کرے اور جو چغل خوری کرے یہ تینوں کبھی جنت میں نہیں جائیں گے۔

دیکھو! چغل خوری کا گناہ حضور ﷺ نے قتل کے درجے میں رکھا ہے، کسی کو ناحق قتل کر دیوے اس درجے کا خطرناک گناہ ہے۔

میری دینی بہنو! ہم دوسرے کو قتل کرنا تو بہت بڑا گناہ سمجھتے ہیں، سود، لون لینے کو بڑا گناہ سمجھتے ہیں؛ لیکن چغل خوری کو ہم گناہ نہیں سمجھتے ہیں، رات دن چغل خوری ہوتی رہتی ہے، توبہ کرو، کبھی کسی کی چغل خوری نہیں کرنا، اس سے دو مسلمان بھائی، بہنوں میں لڑائی کی آگ لگتی ہے، اللہ ہم کو اس سے بچنے کی توفیق نصیب فرمائے، آمین۔

”حمالة الحطب“ کا تیسرا مطلب

بعض روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ ”حمالۃ الحطب“ اس لیے کہا گیا کہ یہ عورت جہنم میں بھی اپنے شوہر کے ساتھ ہوگی، شوہر ابولہب بھی جہنمی، بیوی بھی جہنمی۔

جہنم میں ایک درخت ہے جس کا نام ”زقوم“ ہے، کانٹے والا، بدبو والا، کڑوا، جس کو جہنمی لوگ کھائیں گے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴿۴۳﴾ طَعَامُ الْاَثِیْمِ ﴿۴۴﴾ کَالْمُهْلِ ۚ یَغْلِیْ فِی الْبُطُوْنِ ﴿۴۵﴾

كَغَلِيِ الْحَمِيْمِ ﴿٤٦﴾ (الدخان)

ترجمہ: یقینی بات ہے کہ زقوم کا درخت (بڑے) گنہگار (کافر) کا کھانا ہوگا (وہ زقوم) سیاہ تل کی تلچھٹ جیسا ہوگا، وہ لوگوں کے پیٹوں میں کھولتے ہوئے پانی کی طرح جوش مارے گا۔

تو یہ عورت جہنم میں زقوم کے درختوں کے لکڑیاں کاٹ کر لائے گی اور اپنے شوہر پر ڈالے گی اور اپنے شوہر پر آگ کو بھڑکائے گی، دنیا میں اپنے شوہر کے ساتھ مل کر دونوں ظلم کرتے تھے، کفر کرتے تھے تو اس کی سزا یہ ہوئی۔

اللہ تعالیٰ ایسے حالات سے ہم سب کی اور پوری امت کی پوری حفاظت فرمائے، آمین۔

"حمالة الحطب" کا چوتھا مطلب

بعض روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ام جمیل جنگل میں جا کر کانٹے لاتی تھی اور حضور ﷺ کے راستے میں بچھاتی تھی۔

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ﴾

ترجمہ: اس کی گردن میں خوب مضبوط بٹی ہوئی (چبھنے والی) رسی ہوگی۔

چنانچہ عورت کے گلے میں تو ہار اچھا لگتا ہے؛ لیکن یہاں اللہ نے فرمایا کہ: اس کے گلے میں ایک رسی ہوگی۔

بعض تفسیروں میں یہ لکھا ہے کہ جہنم میں لوہے کے تار کی بنی ہوئی ایک رسی ہوگی جو جہنم میں اس کے گلے میں ڈالی جائے گی۔

میری دینی بہنو! یہ دونوں میاں بیوی نبی کے چچا، چچی، مال دار اور خوب صورت، دونوں مکہ کے بڑے عزت والے تھے؛ لیکن نبی کی دشمنی کی اور ایمان نہیں لائے تو کتنی خطرناک اور بری موت آئی؟

اللہ ایسی بری موت سے ہم سب کی حفاظت فرمائے، نبیٔ کریم ﷺ کی سچی پکی کامل محبت ہم سب کو نصیب فرماوے، آمین۔

ایک پیاری دعا

ایک پیاری دعا اللہ سے مانگا کرو: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا قَبْلَ الْمَوْتِ.

اے اللہ! موت کے آنے سے پہلے ہماری مغفرت کردیجیے۔

بلکہ ابھی تو یہ دعا کرو کہ: اے اللہ! اس رمضان کی برکت سے عید کا چاند نکلنے سے پہلے ہماری مغفرت کردیجیے اور ہماری موت اس حالت میں آوے کہ ہم گناہوں سے بالکل پاک صاف ہو، چنانچہ ایک بزرگ شیخ فریدالدین عطارؒ کا شعر ہے:

چشم دارم از گناہ پاکم کنی	پیش ازاں کاندر لحد خاکم کنی

اے اللہ! قبر میں دفن ہونے سے پہلے ہم کو گناہوں سے پاک کردے، اللہ زندگی ہی میں ہماری مغفرت کے فیصلے کردے، رمضان اور اپنی رحمت کی برکت سے اللہ ہم سب کی مغفرت کردے۔

وَارْحَمْنَا عِنْدَ الْمَوْتِ. وَلَا تُعَذِّبْنَا بَعْدَ الْمَوْتِ. وَلَا تُحَاسِبْنَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ.

اور اے اللہ! موت کے وقت ہم پر رحم فرمانا، بری موت سے ہم سب کو حفاظت میں رکھنا۔ اے اللہ! موت کے بعد ہم کو عذاب مت دینا۔ قیامت کے دن

حساب مت لینا۔

إِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَيْءٍ قَدِیْرٌ.

بیشک آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔

دوسری دعا

میری دینی بہنو! یہ دعا بھی پڑھا کرو:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِيْ فِي الْمَوْتِ، وَفِيْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ. (الحزب الأعظم، منزل:۵)

ترجمہ: اے اللہ! میرے لیے موت میں بھی اور موت کے بعد والی زندگی میں بھی بڑی بھلائیاں مقدر فرما۔

روزانہ پچیس مرتبہ یہ دعا پڑھو، حدیث میں اس کی بڑی فضیلت آئی، اللہ تعالیٰ بری موت سے حفاظت فرمائے، قبر کے عذاب سے حفاظت کرے، بری بیماری سے حفاظت کرے، آمین۔

کیسا برا یہ میاں بیوی کا جوڑا تھا کہ اللہ نے ان کی حقیقت بیان فرماتے ہوئے قرآن میں پوری ایک سورت نازل فرمائی، نبی کو برا کہنے گئے، نبی کو گالی دینے گئے، قیامت تک اللہ تعالیٰ نے ان کی بری حقیقت قرآن میں بیان فرمادی۔

ایسا برا جوڑا اور برا خاندان بننے سے اللہ ہماری اور ہماری نسلوں کی پوری حفاظت فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

مکہ مکرمہ کی ایک سوت کاتنے والی بے وقوف عورت کا واقعہ

مختصر تعارف

نام: ''رائطہ'' تھا۔

بعض کے نزدیک: ''ریطہ بنت سعد القرشیہ'' تھا۔

لقب: ''جعواء'' تھا۔

امام سدیؒ کے قول کے مطابق اس عورت کو ''خرقاء'' کہا جاتا تھا، جس کا معنی ہے ''بے وقوف''؛ اس لیے کہ وہ اپنا کپڑا ہاتھ سے بنتی تھی، جب پورا بُن لیتی تو اسے توڑ دیتی۔ (حاشیۂ جلالین)

فتح الباری میں اس عورت کا نام اس طرح آیا ہے: ''ریطہ بنت عمرو بن کعب بن سعد بن زید مناۃ بن تمیم''۔

امام بلاذریؒ کہتے ہیں کہ: یہ اسد بن عبدالعزی بن قصی کی والدہ تھی۔

ابوبکر ابن ابوحفصؒ کے قول کے مطابق یہ ''سعیدہ الاسدیہ'' تھی۔

ابونعیم نے ''معرفۃ الصحابہ'' میں لکھا ہے کہ وہ عورت ''سُعیدہ الاسدیہ'' تھی۔

تفسیرِ مقاتل بن سلیمان کے قول کے مطابق اس عورت کا لقب ''جِعرانہ'' تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰه نَحْمَدُه وَنَسْتَعِيْنُه وَنَسْتَغْفِرُه وَنُؤْمِنُ بِه وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْه وَنَعُوْذُ بِاللّٰه مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا،مَنْ يَّهدِهِ اللّٰهُ فَلَامُضِلَّ لَه وَمَنْ يُّضْلِلْه فَلَاهَادِىَ لَه وَنَشْهدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَحْدَه لَاشَرِيْكَ لَه وَنَشْهدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَ شَفِيْعَنَا وَحَبِيْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُه وَرَسُوْلُه،صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلَيْه وَ عَلٰى اٰلِه وَاَصْحَابِه وَذُرِّيَّاتِه وَ اَهلِ بَيْتِه وَاَهلِ طَاعَتِه، وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْراً كَثِيْراً اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۝

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ؕ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ؕ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ؕ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ﴿۹۲﴾

ترجمہ: اور (قسم توڑنے میں) تم اس عورت جیسے مت بن جانا جو اپنے سوت کو (محنت کرکے) مضبوط کرنے کے بعد توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کردیا کرتی تھی کہ تم اپنی قسموں کو (توڑ کر) آپس میں فساد ڈالنے کا بہانہ (ذریعہ) بنانے لگو، اس لیے کہ کچھ لوگ دوسروں سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے لگے، یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے تمھارا امتحان لے رہے ہیں اور جن چیزوں میں تم اختلاف کرتے ہو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمھارے سامنے اس کی پوری حقیقت کھول دیں گے ﴿۹۲﴾

وقال رسولُ اللهِ ﷺ: نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ: اَلصِّحَّةُ وَ الْفَرَاغُ. (بخاری عن ابن عباس رضی اللہ عنہ)

ترجمہ: اللہ کے رسول نے فرمایا کہ: دو نعمتیں ایسی ہیں جن کے بارے میں اکثر لوگ دھوکے میں ہیں: ایک تندرستی اور دوسری فراغت۔

دس مرتبہ درود شریف پڑھ لو:

صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ

صبح وشام دس مرتبہ درود شریف پڑھنے کی فضیلت

حدیثِ پاک میں آتا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ: جو مرد یا عورت صبح میں دس مرتبہ اور شام کو دس مرتبہ درود شریف پڑھنے کی عادت بنالیوے تو قیامت کے دن اس کو حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی اور جس کو بھی حضور ﷺ کی شفاعت ملے گی اس کا کام بن جائے گا، اس کے لیے جنت کا داخلہ آسان ہوجائے گا؛ اس لیے صبح شام کی درود کی تسبیح کے علاوہ روزانہ صبح میں دس مرتبہ اور شام کو دس مرتبہ اِس حدیث پر عمل کی نیت سے درودِ پاک کی عادت بنالو، اللہ تعالیٰ آپ کو مجھے اور پوری امت کو اس کی توفیق عطا فرمائے اور اس کی برکت سے قیامت کے دن حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی

شفاعت کی دولت سے ہمیں مالا مال فرما دیوے، آمین۔

یہ جو آیت میں نے ابھی آپ کے سامنے تلاوت کی یہ سورۂ نحل کی ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے ایک عورت کا قصہ بیان فرمایا ہے۔

انسان کی زندگی میں وقت بہت قیمتی چیز ہے

اصل واقعہ شروع کرنے سے پہلے ایک اہم بات سن لو! انسان کی زندگی میں وقت اور ٹائم بہت ہی قیمتی نعمت ہے، آپ دیکھو! ہم کب سے کہہ رہے تھے: رمضان رمضان، آج اس کے چھ روزے الحمدللہ! مکمل ہو چکے، وقت بہت تیزی سے گذرتا ہے؛ لہذا کوشش یہ کرنی چاہیے کہ اِس وقت کے ذریعے سے کچھ ایسا کام کر لیویں جس سے دنیا میں بھی فائدہ ہو، قبر میں بھی فائدہ ہو اور قیامت کے دن بھی فائدہ ہو، اس وقت کو کھیل تماشوں میں نہیں لگانا چاہیے، بے کار کاموں میں برباد نہیں کرنا چاہیے، جس کام میں ہمارے دین کا کوئی فائدہ نہیں، ہماری دنیا کا کوئی فائدہ نہیں ایسے لغو کاموں میں اپنا وقت برباد نہیں کرنا چاہیے۔

دو نعمتیں جن کی لوگ قدر نہیں کرتے

بخاری شریف کی ایک حدیث میں نے آپ کو سنائی، حضرت نبیٔ کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ کی دو نعمتیں ایسی ہیں جن کے بارے میں اکثر لوگ دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں؛ یعنی اس کی قدر نہیں کرتے: ایک نعمت ''تندرستی'' اور دوسری ''فراغت'' یعنی ٹائم ہے، اس کی لوگ صحیح قدر نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ ہمیں تندرستی اور وقت دونوں سے فائدہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دماغ کی بعض حالتیں

دینی بہنو! حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے مبارک زمانے میں مکۂ مکرمہ میں ایک عورت تھی، یہ عورت کچھ بیوقوف جیسی تھی؛ یعنی ایک تو پوری پاگل ہوتی ہے، اور ایک پوری پاگل تو نہیں؛ لیکن پاگل سے کچھ کم جو بیوقوف جیسا کام کرے؛ یعنی تھوڑا سا اس کا دماغ خراب ہو اور ایسے کام کرتی ہو جو نہیں کرنے چاہیے، بعض لوگوں کا مزاج ایسا ہوتا ہے کہ وہ ایک بات پر جمتے نہیں ہیں، تھوڑی تھوڑی دیر میں ان کی بات بدلتی رہتی ہے، یہ بھی دماغ کی کمزوری کی ایک نشانی ہے، پھر ایک اکھڑ دماغ ہوتا ہے؛ یعنی اس دماغ والوں کا مزاج ایسا ہوتا ہے کہ ہر ایک کے ساتھ لڑنا جھگڑنا، کسی کے ساتھ بنتی نہیں، ہر ایک کے ساتھ غلط طریقے سے بات کرنا، بداخلاقی سے پیش آنا اور ایک ایسا ہوتا ہے جو پاگلوں جیسے کام کرے، نہ کرنے کے کام کرے وہ بے وقوف کہلاتا ہے۔

بے وقوف عورت

یہ جس عورت کا قصہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمایا ہے یہ ایک بے وقوف جیسی عورت تھی اور اس عورت کی حالت یہ تھی کہ اپنے کام کو اپنے ہاتھ سے برباد کرتی تھی، خود کام کرے، خود محنت کرے اور پھر اس محنت سے کیا ہوا کام خود برباد کر ڈالے، کیسی نادان اور کیسی بے وقوف عورت ہوگی!!!

مثال کے طور پر ایک عورت بہت محنت کر کے کوئی چیز تیار کرے، پھر اس چیز کو اپنے ہاتھ سے توڑ ڈالے، اس کی بہت ساری وجوہات ہوتی ہیں، بعض مرتبہ پاگل پنے

کی وجہ سے ایسا کرتی ہے کہ کام کر کے توڑ ڈالا، بعض مرتبہ ایسا سوچتی ہے کہ جیسا کرنا چاہیے ایسا نہیں ہوا؛ اس لیے توڑ ڈالوں، یہ سب غلط عادت ہے۔

یہ عورت بھی کچھ ایسی ہی تھی، محنت کر کے ایک کام کرتی تھی، خود بھی محنت کرتی اور دوسرے لوگوں کے پاس بھی محنت کراتی تھی، اپنی سہیلیوں کے پاس محنت کراتی، اپنے گھر میں کام کرنے والی باندیوں کے پاس بھی محنت کراتی تھی اور محنت کر کے جب کوئی چیز تیار ہو جاتی تو اپنے ہاتھ سے توڑ پھوڑ کر ختم کر دیتی۔

اس عورت کا نام اور تعارف

اس عورت کا نام اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان نہیں فرمایا؛ لیکن دوسری روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ اس عورت کا نام ''ریطہ بنت عمرو بن کعب'' تھا، کہتے ہیں کہ: مکہ میں ایک آدمی ''اسد ابن عبد العزّٰی ابن قُصی'' تھا، یہ اس کی اماں تھی۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ: اس عورت کا نام ''سعیدہ'' تھا، قبیلۂ بنو اسد سے تعلق رکھتی تھی؛ اسی لیے اس نام ''سعیدہ الاسدیہ'' تھا۔ یہ مکہ کی رہنے والی عورت تھی اور ہنر اور دست کاری اچھے طریقے سے نہیں جانتی تھی۔

عورتوں کو ہاتھ سے ہونے والے کام کاج سیکھنے چاہیے

دیکھو! قرآن کی اس آیت سے ہمیں ایک بہت اہم سبق سیکھنے کو ملتا ہے کہ عورتوں کو ہاتھ سے ہونے والے کام کاج سیکھنے چاہیے اور موقع ملنے پر کرنے بھی چاہیے، مثلاً سلائی کام ہے، اسی طرح بُننے کا کام جس کو گجراتی میں ''بھرت'' کام کہتے ہیں، اسی

طرح بُنائی کے کام جس کو ”گوٹھن“ کہتے ہیں، ایسے کام عورتوں کو سیکھنے چاہیے اور ضرورت کے موقع پر کرنے چاہیے، اس سے گھر کی ضرورت بھی پوری ہوگی اور ضرورت کے موقع پر یہ حلال روزی روٹی کا ذریعہ بھی بن جائیں گے۔

قدیم زمانے میں کپڑے بنانے کے طریقے

پرانے زمانے میں آج کی طرح مشینیں نہیں تھیں تو اس زمانے میں ہاتھ سے کپڑے تیار کرتے تھے، اس کے لیے ایک ہاتھ سے چلنے والی مشین ہوتی ہے جس کو ریٹیا (રેટીયા) کہتے ہیں، اس کے اندر پنکھے جیسا ہوتا ہے جو گول گول چلتا ہے اور انگلی کی طرح ایک تکلہ ہوتا ہے اور ایک ڈمکڑا ہوتا ہے، روئی (cotton) جو کھیت میں سے نکلتی ہے اس کو اس پر لگا کر پہلے اس میں سے دھاگے تیار کرتے ہیں، پھر ان دھاگوں کو آپس میں ملا کر کپڑے بناتے ہیں۔

اسی طرح اونٹ پر جو بال ہوتے ہیں، بکریوں اور دُنبوں پر جو بال ہوتے ہیں ان کو کاٹ کر اس میں سے بھی کپڑے تیار کرتے ہیں۔

اسی طرح کھجور کی چھال سے بھی دھاگے بنا کر کپڑے تیار کرتے ہیں۔

یہ سب چیزیں شاید آپ کو جلدی سمجھ میں نہ آئے؛ اس لیے کہ اب زمانہ تیار (READYMADE) کپڑوں کا آ گیا ہے، مشینوں کے اندر کپڑے تیار ہوتے ہیں؛ لیکن ابھی بھی دنیا میں یہ چیز ہے اور اس طرح جو کپڑے بنتے ہیں وہ بہت مہنگے ہوا کرتے ہیں۔

صبح سے شام تک محنت کر کے اس کو ضائع کر دیتی تھی

یہ عورت بھی اسی طرح اون اور کھجور کی چھال کے ریشے اور دھاگے جمع کرتی تھی اور اس میں سے رسّی بناتی تھی، اس کے پاس رسّی بنانے کے لیے جو چیزیں ضروری ہوتی ہیں وہ نہیں تھی اور اس کو ہاتھ کے کام بھی اچھی طرح نہیں آتے تھے۔

اس کا یہ روزانہ کا معمول تھا کہ صبح صبح یہ کام شروع کر دیتی اور دوپہر تک برابر کام کرتی رہتی تھی، خود بھی کرتی تھی، اپنی سہیلیوں کے پاس بھی کرواتی تھی اور اپنی کام والی باندیوں کے پاس بھی کرواتی تھی، ظاہر ہے کہ دوپہر تک یہ کام کرے گی تو کتنا سارا کام ہو جاتا ہوگا! لیکن یہ عورت پاگل جیسی تھی اور بڑی بات یہ تھی کہ اس کو دل میں وسوسے آتے رہتے تھے۔ وہ ایسی بے وقوف عورت تھی کہ جب دوپہر ہو جاتی تو جتنا کام محنت کر کے تیار کیا ہوتا وہ تمام کام اپنے ہاتھ سے توڑ ڈالتی تھی۔

عورتوں کو کام میں ایک دوسرے کی مدد کرنی چاہیے

یہاں کی حالت تو مجھے معلوم نہیں، اپنے یہاں انڈیا میں ابھی بھی یہ سلسلہ ہے کہ محلوں میں عورتیں بعض کام آپس میں مل کر کرتی ہیں؛ جیسے کہ پاپڑ، پاپڑی وغیرہ بنانی ہو تو آپس میں مل کر بناتے ہیں، ایک دوسرے کی مدد کرنے کا یہ سلسلہ چلتا ہے، اِس سے آپس میں محبت بھی بڑھتی ہے، ایک دوسرے کے کام میں مدد ہو جاتی ہے اور خدمت بھی ہو جاتی ہے، پڑوسی کا حق بھی ادا ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس عورت کا قصہ قرآن میں ذکر فرما کر اس میں ہم لوگوں کے

لیے بڑی بڑی نصیحتیں بیان فرمائی ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن میں آئے ہوئے اِس واقعے سے نصیحت اور عبرت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرماوے۔

وعدہ کر کے توڑنا نہیں چاہیے

ایک اہم بات یہ سیکھنے کو ملی کہ آپس میں جو وعدے اور معاہدے ہوتے ہیں ان وعدوں اور معاہدوں کو توڑنا نہیں چاہیے، خاص طور پر جو وعدہ کسی کے ساتھ کیا اور وہ شریعت میں جائز ہے، ناجائز نہیں ہے، حرام نہیں ہے، اسی طرح وہ وعدہ جو دو آدمیوں کے بیچ میں، دو پارٹیوں کے بیچ میں، دو کمپنیوں کے بیچ میں، دو جماعتوں کے بیچ میں، دو خاندانوں کے بیچ میں، دو ملکوں کے بیچ میں ہو اس وعدے کو پورا کرنا چاہیے، توڑنا نہیں چاہیے، وعدہ توڑنے کا بڑا بھاری گناہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اِس آیتِ کریمہ کے ذریعے ہم کو یہ نصیحت کی کہ جس طرح وہ مکہ کی پاگل عورت بہت محنت کر کے دھاگے تیار کر کے پھر اپنے ہاتھ سے توڑ ڈالتی تھی تم ایسے بے وقوف، پاگل جیسے مت بنو کہ پہلے تو تم کوئی وعدہ کرو، کوئی معاہدہ کرو پھر بلا وجہ اس کو توڑ ڈالو، ایسا نہیں ہونا چاہیے۔

خلافِ شرع وعدہ پورا کرنا جائز نہیں ہے

ہاں! جس وعدے میں کوئی شریعت کے خلاف بات ہو، حرام چیز کا وعدہ ہو ایسا وعدہ کرنا بھی گناہ ہے اور اس کے مطابق عمل کرنا بھی گناہ ہے؛ لہٰذا ایسا وعدہ، ایسا عہد جو شریعت کے خلاف ہو اس کو پورا نہیں کرنا چاہیے۔

منگنی بھی ایک وعدہ ہی ہے

ہماری شریعت میں منگنی بھی ایک وعدہ ہی ہے، دو خاندان والوں نے آپس میں وعدہ کرلیا کہ اِدھر کی لڑکی اور اُدھر کا لڑکا شادی کریں گے تو اس وعدے کو بلا وجہ نہیں توڑنا چاہیے؛ بلکہ اس کو پورا کرنا اور نبھانا چاہیے۔

فائدے والی چیز ضائع نہیں کرنی چاہیے

دوسری ایک اہم بات ہمیں یہ سیکھنے کو ملی کہ کوئی چیز فائدے والی ہو تو اس کو اپنے ہاتھ سے خراب نہیں کرنا چاہیے، دیکھو! اس عورت نے محنت کر کے رسی بنائی جو فائدے کی چیز ہے اور اس کو ختم کر دیا۔

پرانا سامان جس کو ہم استعمال نہ کرتے ہوں وہ ضرورت مندوں کو دے دینا چاہیے

اِس میں یہ بات بھی یاد رکھو کہ کوئی چیز ایسی ہے جو ہمارے کام میں نہیں آتی؛ لیکن دوسرے کے کام آسکتی ہے تو ایسی چیز بھی خراب نہیں کرنی چاہیے، دوسروں کو دے دینی چاہیے، ہمارے گھر میں چادر پرانی ہوگئی، اب ۔ ماشاء اللہ ۔ ہمارے گھر کا معیار ایسا ہوتا ہے کہ پرانی چادر ہم نہیں بچھاتے تو کوئی بات نہیں؛ لیکن پرانی چادر کو جلا مت ڈالو، کچرے کے ڈبے (DUSTBIN) میں مت ڈال دو؛ بلکہ وہ چادر کسی غریب کو صدقہ کردو، وہ اس کو کام آجائے گی۔

اسی طرح گھر میں بہت سارے برتن پرانے ہو جاتے ہیں، اب ہمارے کام میں نہیں آئیں گے، کوئی بات نہیں، آپ کے کام میں نہ آویں تو اس کو کباڑی میں بیچ کر دو پیسے حاصل کر سکتے ہو؛ لیکن اس سے اچھا یہ ہے کہ کسی غریب کو برتن صدقہ کر دو، جس کے یہاں برتن نہ ہو اس کو دے دو، اس کو کام آئیں گے۔

جوتے، چپّل، استعمال کی چیزیں، فرنیچر وغیرہ بہت ساری چیزیں ایسی ہوتی ہیں جس میں کوئی نہ کوئی فائدہ ہوتا ہے؛ لیکن اگر وہ ہمارے کام کی نہ ہو تو اس کو برباد نہیں کرنا چاہیے، کسی اور کو دے دینا چاہیے، ان شاء اللہ! وہ فائدہ اٹھائے گا تو اس کا ثواب بھی آپ کو ملے گا۔

حضرت قاری صدیق احمد صاحب باندویؒ کا حال

حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندویؒ بہت بڑے اللہ کے ولی اور بزرگ تھے، ان کے انتقال کے بعد ہمارے یہاں لڑکا پیدا ہوا تو ہمارے حضرتؒ نے مجھے فرمایا: بیٹے کا نام بھی حضرتؒ کے نام سے ''صدیق احمد'' رکھ دے۔

وہ اللہ کے نیک بندے تھے، زندگی میں ایک ہی سفر انگلینڈ کا کیا۔

دیکھو! اللہ والوں کے یہاں چیزوں کی قدر کیسی ہوتی ہے؟

جب انگلینڈ تشریف لے گئے تو یہ کوک (COKE) کی جو کھالی بوتلیں ہوتی ہیں جس کو لوگ پی کر پھینک دیتے ہیں، حضرت کہنے لگے کہ: یہ بوتل پھینکو مت، میرے سامان میں رکھ دینا، میں انڈیا لے جاؤں گا، وہ ہم کو کام آئے گی، سوچو! اللہ والوں کا حال کیا ہوتا ہے!!!

انگلینڈ سے ایک دوست کی طرف سے بھیجے ہوئے پرانے کپڑے

اِس سال انگلینڈ سے ہمارے ایک دوست نے پرانے کپڑوں کے پارسل میرے پاس بھیجے کہ یہ عورتوں کے کپڑے ہیں، آپ جہاں چاہیں اس کو تقسیم کر دینا، میں نے وہ کپڑوں کے پارسل کھولے تو اس میں اتنے اچھے اچھے کپڑے نکلے کہ۔ میں رمضان میں روزے کی حالت میں بتلاؤں۔تقریباً میری یاد کے مطابق چار ہمارے غریب حافظ، عالم کی شادی اس میں ہوئی، تین چار شادیوں میں دلہنوں کو دینے کے بعد دوسرے بہت سارے کپڑے بچے تو میں نے ہمارے اچھے اچھے علما کو بلایا کہ: اپنی بیوی کو لے کر آؤ اور یہ کپڑے رکھے ہوئے ہیں پسند کر کے جو چاہو لے جاؤ، بہت خوشی خوشی وہ کپڑے لے گئے، سب کپڑے الحمدللہ! اچھے کہلانے والے لوگ لے گئے۔

میں آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں کہ ہمارے گھروں میں بہت ساری چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ ہم اس کو اپنے گھڑے ہوئے اونچے معیار کے خلاف سمجھتے ہیں اور ہم اپنے گھر میں ایسی چادر، ایسی چارپائی، ایسا فرنیچر، ایسا برتن، ایسے کپڑے استعمال نہیں کرتے، ہم کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے؛ اس لیے ہم نئی چیز لے آتے ہیں، ٹھیک ہے مگر وہ پرانی چیز کسی نہ کسی غریب کو صدقہ کر دو، اپنے سے کم درجے کے لوگوں کو دے دو، وہ اس کو استعمال کریں گے اور اس کا ثواب اللہ تعالیٰ ہم کو عطا فرمائیں گے۔

اپنے ہاتھ سے اپنی محنت کو برباد نہ کریں

ایک اور چیز بھی معلوم ہوئی کہ ہم جو محنت کریں تو اپنے ہاتھ سے اپنی محنت کو

برباد نہ کریں، بہت سی مرتبہ ہم محنت کر کے کوئی چیز تیار کرتے ہیں، پھر اپنے ہاتھ سے اس کو برباد کر دیتے ہیں، مثال کے طور پر کھانا بہت محنت کر کے آپ نے تیار کیا، کھانے کے بعد جو بچ گیا تو لالچ میں "کل کھائیں گے، پرسوں کھائیں گے" پڑا رہنے دیتے ہیں، پھر وہ سڑ جاتا ہے، بگڑ جاتا ہے اور آخر کار اس کو پھینک دیا جاتا ہے۔

اسی طرح بہت ساری چیزیں گھروں میں ڈبوں میں بھری ہوئی رہتی ہیں کہ کبھی کام آئیں گی اور بعد میں وہ چیز پرانی ہو کر استعمال کے لائق نہیں رہتیں، جب اس کو پکانے کے لیے نکالتے ہیں تو کہتے ہیں کہ: یہ تو بہت پرانا ہو گیا، اندر کیڑے پڑ گئے، پرانا ہونے کی وجہ سے مزہ باقی نہیں رہا، اس کو پھینک دو، نیا خرید کر لاؤ۔

اس طرح کی کھانے پینے کی تیار چیزیں، کچی چیزیں بہت ساری ایسی ہوا کرتی ہیں کہ ہم اس کو اپنے ہاتھ سے برباد کرتے ہیں، یہ غلط طریقہ ہے، ایسا نہیں ہونا چاہیے، یہ طریقہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے، آپ نے اتنی محنت کر کے کھانا پکایا، محنت کر کے کوئی چیز خرید کر لائے تو خود استعمال کر سکتے ہو تو استعمال کرو، ورنہ صدقہ کر دو؛ تاکہ وہ چیز برباد اور خراب نہ ہو جائے اور اللہ کے یہاں آپ کو اجر اور ثواب ملتا رہے۔

جب عبرت کے واسطے کسی کا حال بیان کریں تو اس کا نام نہ لیویں

یہ عورت پاگلوں جیسا کام کرتی تھی، اللہ تعالیٰ چاہتے تو اس کا نام بھی قرآن میں ذکر فرما دیتے؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کا نام قرآن میں بیان نہیں فرمایا، صرف اس کی مثال بیان کی، اِس سے ہم کو ایک بہت اہم بات سمجھ میں آتی ہے کہ کسی عورت کی کوئی بات، کسی مرد کی کوئی بات عبرت یا نصیحت کے طور پر کسی کو بتلانا ہو تو اس کا نام نہیں

لینا چاہیے، نام چھپانا چاہیے؛ تاکہ اس عورت کی ذلتی اور رسوائی نہ ہو۔

کبھی کسی عورت یا کسی مرد کا کوئی قصہ ایسا ہو گیا جو دوسروں کو بتلانا ضروری ہو؛ تاکہ ویسی حالت سے ہم اور دوسرے لوگ بچ سکیں تو ایسے موقع پر ان کا نام نہیں لینا چاہیے؛ بلکہ یوں کہنا چاہیے: دیکھو! ایک عورت نے ایسا کیا تھا تو یوں نقصان ہوا تھا؛ اس لیے ہمیں ایسا کام نہیں کرنا چاہیے، نام لیے بغیر گول مول بتلانا چاہیے؛ تاکہ کام بھی ہو جائے اور اس بے چاری کی ذلتی بھی نہ ہو۔

جو کام کرو اچھا اور مضبوط کرو

اللہ تعالیٰ نے اِس آیت میں یہ لفظ ''مِنۢ بَعۡدِ قُوَّةٍ'' استعمال فرمایا، اس سے یہ بات بھی سیکھنے کو ملی کہ جو کام بھی کرو مضبوط اور اچھے طریقے سے کرو، حدیث میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

عن عائشة رضی الله عنها أن رسولَ الله صَلَّى اللهُ عليه و سلم قال: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ يُحِبُّ إِذَا عَمِلَ أَحَدُكُمْ عَمَلًا أَنْ يُّتْقِنَهُ (البیھقی)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ تم میں سے جب کوئی آدمی کوئی کام کرے تو اس کو بہت مضبوط کرے۔

یہ حدیث حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمائی کہ کوئی بھی کام کرو تو اس کو مضبوط کرو، پکا کرو، یہ چیز اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو بڑی پسند ہے۔

ایک اور چیز حدیث میں ارشاد فرمائی:

إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الإِحْسَانَ عَلىٰ كُلِّ شَئٍ ۔(مجمع الزوائد)

اللہ نے ہر چیز میں احسان یعنی اس کو اچھے طریقے سے کرنا یہ ضروری قرار دیا۔

آج کل ''کمزور کام کرنے'' کی ایک عادت بن گئی ہے، تعمیرات کمزور، استعمال کی چیزیں کمزور؛ یعنی اس کو جیسا پختہ اور مضبوط بنانا چاہیے ویسا نہیں بناتے، پھر تھوڑے دنوں کے بعد اس کو ٹھیک کروانا پڑتا ہے اور اسی میں لوگ لگے رہتے ہیں، آج کل یہ بہت افسوس اور دکھ کی بات ہے کہ ہمارا مکان، مسجد، مدرسہ کوئی بھی چیز مضبوط نہیں بناتے، چالیس، پچاس سال میں پھر اس کو بنانا پڑتا ہے، یہ اچھی بات نہیں ہے۔

آپ آکر دیکھو! دہلی میں ''جامع مسجد'' ہے، آگرہ میں مسجدیں ہیں، اتنی مضبوط مسجدیں بنی ہیں کہ پانچ سو، چھ سو سال ہوگئے؛ لیکن ابھی تک وہ مسجدیں جیسی کی ویسی کھڑی ہیں، بنانے والوں کو کتنا زیادہ ثواب ملتا ہوگا؟

اِسی طرح گھر بھی مضبوط بناؤ، مضبوط گھر بنائیں گے تو پوتے، نواسے استعمال کریں گے اور دعا دیں گے کہ ہمارے دادا، دادی، نانا، نانی نے یہ مکان بنایا تھا، ہم بھی استعمال کررہے ہیں۔

بہت سے لوگوں کا مزاج ہوتا ہے کہ جیسا ویسا کام کرڈالتے ہیں یہ مناسب نہیں ہے، حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ہمیں ہر چیز اچھی طرح بنانے کی تعلیم دی ہے، جو کام تم کرو اچھے طریقے سے کرو، نماز اچھی، وضو اچھا، روزہ اچھا، گھر کا کام کاج بھی اچھا۔

اسی طرح اتنی محنت کرکے آپ روٹی بناؤ، سالن بناؤ تو ذرا اس کو اچھے ڈھنگ سے بناؤ، اس کو بگاڑو مت، یہ بگاڑ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔

ایک بہت ہی قیمتی مشورہ

میں اس کی مثال آج کل لوگوں کو یوں دیا کرتا ہوں کہ ایک بھائی ہمارے حضرت سے مسئلہ پوچھنے آیا کہ: یہ بناوٹی تانبے، پیتل، کانچ کی چوڑیاں وغیرہ پہننا، پہنانا جائز ہے کہ نہیں؟

اس کو ہمارے حضرت نے بہت اچھا جواب دیا کہ: یہ بناوٹی چیزوں کے پیچھے پیسے خرچ کرنے کے بجائے دس پندرہ مرتبہ بناوٹی چیزیں خریدنے کے پیسے جمع کر کے چاندی اور سونا پہنادو تمھارا کام ہو جائے گا۔

آج کل کے اِس فیشن کے زمانے میں بہت ساری چیزیں جو صرف دکھاوے (SHOW) کی ہوتی ہے، جس کو لوگ خریدتے ہیں اور اس پر پیسے خرچ کرتے ہیں، تھوڑے دن میں وہ خراب ہو جاتی ہیں، یا اس کی عمدگی اور چمک کم ہو جاتی ہے، پھر اس کو پھینک دیتے ہیں، اس کے بجائے پیسے جمع کر کے سونا، چاندی خریدلو، اپنے استعمال کے لیے چھوٹی چھوٹی چیزوں کے بجائے اچھی اور مضبوط چیز خریدلو ان شاء اللہ! دیر تک اس کا فائدہ ہوگا اور دیر تک اس کو استعمال کرنا نصیب ہوگا۔

فیشن والی چیزوں کی کوئی گارنٹی نہیں ہوتی

ایک جگہ فیشن کی ایک تھیلی تھی، اس پر ایک بات لکھی ہوئی تھی کہ:

’’فیشن کے زمانے میں گارنٹی کی امید نہیں رکھنی چاہیے‘‘۔

یعنی فیشن والی (FASHIONABLE) چیزیں ایسی کمزور بنتی ہیں کہ

گارنٹی کی امید نہیں رکھنے کی، صبح سے شام تک بھی چل جائے تو تمھارے پیسے وصول؛ لیکن ہمارا دین ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ اس طرح اپنے پیسوں کو فضول برباد نہیں کرنا چاہیے۔

اِس واقعہ کا ایک اہم پیغام:

نیکیاں کر کے گناہوں سے برباد نہیں کرنا چاہیے

جس طرح کام کر کے برباد کردینے والی یہ عورت ہمیشہ کے لیے بے وقوف کہلائی ایسے ہی ہم نیکیاں کر کے اس کو گناہوں سے برباد کردیتے ہیں تو ہم بھی اللہ تعالیٰ کی نظر میں بے وقوف ہوئے۔

بہرحال! اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآنِ مجید میں اس عورت کا واقعہ بیان فرمایا اور یہ ترغیب دی کہ بلاضرورت عہد اور وعدے مت کرو اور اگر ضرورت کے وقت معاہدے کرو تو اس کو پورا کرو، سب سے بڑی چیز اپنی زندگی کے ٹائم کی قدر کرو، یہ عورت جس طرح کرتی تھی اس طرح اپنے ٹائم کو برباد مت کرو۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

مکہ مکرمہ کی کمزور مؤمن عورتوں کا واقعہ

اس واقعے اور آیات سے سیکھنے کی باتیں

① کمزوروں کی مدد کا حکم خود اللہ تعالیٰ نے دیا، ان کی طرف داری میں قتال کا بھی حکم دیا۔

② کمزوروں کے لیے ہجرت جیسے اہم حکم میں بھی خصوصی رعایت کی گئی۔

③ جب بندے اور اس کے رب کی عبادت کے درمیان رکاوٹیں ڈالی جا رہی ہوں تو پھر وہاں سے ہجرت کرنا واجب ہوتا ہے۔

④ تمام مسلمانوں پر اپنے مؤمن بھائیوں کو ظالم اور کافروں کی قید سے چھڑانا واجب ہے، اسی طرح ہر مسلمان کو ہر ظالم کی تکلیف سے یا کسی چور اور ڈاکو کی لوٹ مار سے چھڑانا لازم ہے۔

⑤ لفظ ”لا یستطیعون حیلة“ سے معلوم ہوا کہ دشمن کی سختی اور اس کے ظلم سے بچنے کے لیے مناسب حیلہ (تدبیر و بہانہ) کرنا جائز ہے۔

⑥ مظلوموں کے لیے دعا یہ بھی بہت بڑی مدد ہے، کم از کم اس کی تو پابندی ضرور کرنی چاہیے۔

⑦ قیدیوں کو چھڑانے میں رقم خرچ کرنا بہت بڑا ثواب ہے۔

⑧ مظلوم قیدیوں کے گھر والوں کا خیال رکھنا بھی عبادت ہے۔

⑨ غیر مسلم یا جانور بھی مظلوم ہو تو اس کی بھی مدد کرنی چاہیے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰه نَحْمَدُه وَنَسْتَعِيْنُه وَنَسْتَغْفِرُه وَنُؤْمِنُ بِه وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْه وَنَعُوْذُ بِاللّٰه مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا،مَنْ يَّهدِهِ اللّٰهُ فَلَامُضِلَّ لَه وَمَنْ يُّضْلِلْه فَلَاهادِىَ لَه وَنَشْهد اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَحْدَه لَاشَرِيْكَ لَه وَنَشْهدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَ شَفِيْعَنَا وَحَبِيْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُه،صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلَيْه وَ عَلٰى اٰلِه وَاَصْحَابِه وَذُرِّيَّاتِه وَ اَهلِ بَيْتِه وَاَهلِ طَاعَتِه، وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْراً كَثِيْراً

اَمَّا بَعْدُ!فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ۝٧٥ (النساء)

ترجمہ: (اے مسلمانو!) اور تمھارے پاس کیا عذر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں اور ان کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر تم نہ لڑو، جو یوں (دعا مانگتے ہوئے) کہتے ہیں: اے ہمارے رب! آپ ہم کو اس بستی سے نکال دیجیے جس (بستی) کے لوگ ظالم ہیں، اور آپ ہمارے لیے اپنی طرف سے کوئی حمایت کرنے والا مقرر کر دیجیے اور آپ ہی ہمارے لیے اپنی طرف سے کوئی مدد کرنے والا بھیج دیجیے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِى الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝٩٧ اِلَّا

الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ حِیْلَةً وَّلَا
یَهْتَدُوْنَ سَبِیْلًا ﴿۹۸﴾ فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا
غَفُوْرًا ﴿۹۹﴾ وَمَنْ یُّهَاجِرْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یَجِدْ فِی الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِیْرًا وَّسَعَةً ؕ
وَمَنْ یَّخْرُجْ مِنْۢ بَیْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ یُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ
اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۱۰۰﴾ (النساء)

ترجمہ: یقیناً جنھوں نے (مکہ سے مدینہ ہجرت نہ کرکے) اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا (اور اسی حالت میں) فرشتے ان کی روح قبض کرنے آتے ہیں تو وہ (فرشتے) کہتے ہیں: تم (دنیا میں) کس حالت میں تھے؟ تو وہ (ہجرت نہ کرنے والے جواب میں) کہتے ہیں کہ: ہم زمین میں بے بس تھے، تو وہ (فرشتے) کہتے ہیں: کیا اللہ تعالیٰ کی زمین کشادہ نہیں تھی؟ سو تم ہجرت کرکے وہاں چلے جاتے، لہٰذا ایسے ہی لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ (جہنم) بہت ہی برا انجام ہے ﴿۹۷﴾ مگر جو مرد اور عورتیں اور بچے (واقعی) بے بس (یعنی کمزور) تھے، جو (ہجرت کی) کوئی تدبیر نہیں کرسکتے تھے اور (نکلنے کا) کوئی راستہ بھی نہیں جانتے تھے ﴿۹۸﴾ تو پوری امید ہے کہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ معاف کردیں گے اور اللہ تعالیٰ تو بڑے معاف کرنے والے، بڑے بخشنے والے ہیں ﴿۹۹﴾ اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہجرت کرتا ہے تو اس کو زمین میں بڑی جگہ اور وسعت ملے گی اور جو شخص بھی اپنے گھر سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلے گا، پھر موت نے آکر اس کو پکڑ لیا تو اس کا ثواب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ثابت ہو چکا اور اللہ تعالیٰ تو بہت زیادہ معاف کرنے والے، بڑے رحم کرنے والے ہیں ﴿۱۰۰﴾

وقال تعالیٰ: هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۲۵﴾ (الفتح)

ترجمہ: یہ (مکہ والے) وہی تو (لوگ) ہیں جنھوں نے کفر اپنایا اور تم کو مسجدِ حرام سے (روکا) اور قربانی کے جو جانور (حدیبیہ میں) رکے ہوئے تھے اُن کو اپنی جگہ (منیٰ) تک پہنچنے سے روک دیا اور اگر کچھ ایمان والے مرد اور کچھ ایمان والی عورتیں (مکہ میں) نہ ہوتیں جن کو تم پہچانتے نہیں تھے کہ (خطرہ یہ تھا کہ خبر نہ ہونے کی وجہ سے) تم ان کو پیس ڈالتے، پھر ان (بے گناہ مسلمانوں) کی وجہ سے تم کو بے خبری میں نقصان (یعنی رنج اور افسوس) پہنچتا (تب تو لڑائی ہو جاتی اسی طرح جنگ سے روکنے کی یہ حکمت بھی تھی) تا کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں اپنی رحمت (یعنی ایمان) میں داخل کریں، (ہاں!) اگر (اس طرح کہ) وہ (ایمان والے) الگ ہو گئے ہوتے تو ہم اُن (مکہ والوں) میں سے جو کافر تھے اُن کو دردناک سزا دیتے۔

یہ سورۂ نساء اور سورۂ فتح کی آیتیں ہیں، ان آیتوں میں ان ایمان والے کمزور مرد اور کمزور عورتوں کا ذکر ہے جو مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔

ہجرت کا حکم

شروع اسلام میں جب مکہ والوں کی طرف سے مسلمانوں پر بہت زیادہ ظلم و ستم ہونے لگے اور مسلمانوں کے لیے دینِ اسلام پر عمل کرنا اور اس پر قائم رہنا مشکل

ہو گیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کا حکم آیا، اس زمانے میں ہجرت کرنا فرض تھا، اگر کوئی آدمی ایمان والا ہو تو اس کا ایمان اسی وقت مقبول ہوتا تھا جب وہ اللہ کے راستے میں ہجرت کرتا، اس حکم کے نتیجے میں بہت سارے مسلمان آہستہ آہستہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے، حضرت نبی کریم ﷺ بھی ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے۔

بعض مجبور عورتیں اور مرد جو ہجرت نہ کر سکے

لیکن کچھ لوگ بے چارے مکہ میں رہ گئے؛ حالاں کہ وہ پکے ایمان والے تھے؛ لیکن وہ ہجرت نہیں کر سکے، ہجرت نہ کرنے کی ایک وجہ یہ تھی کہ:

① ان کے جسم اور بدن کمزور تھے، کوئی معذور، کوئی بوڑھا، اور کوئی بیمار تھا۔

② کچھ ایسے تھے جن کے پاس ہجرت کے لیے ضروری سامان: سواری، پیسے وغیرہ کچھ نہیں تھا؛ کیوں کہ اُس زمانے کا مکہ سے مدینہ کا سفر تقریباً آٹھ، دس دن کا ہوتا تھا، جس کے لیے سواری، کھانے، پینے کا خرچ یہ سب ضروری تھا۔

③ کافروں نے بھی ان کو ہجرت کرنے سے روک دیا تھا اور ان پر پابندی لگا دی تھی، اور کافر برابر کوشش میں رہتے تھے کہ کوئی ہجرت کر کے نہ جاوے، کوئی ہجرت کرتے ہوئے پکڑا گیا تو اس کو قید کر دیتے تھے، اگر کسی کے متعلق معلوم ہوتا کہ وہ ہجرت کرنے والے ہیں تو سختی شروع کر دیتے تھے اور ان کی سخت نگرانی کرتے تھے۔

④ بعض لوگوں کو راستے کے لیے کوئی رہبر نہیں مل رہا تھا اور اُس زمانے میں آج کی طرح باقاعدہ راستے بنے ہوئے نہیں تھے کہ آدمی نشان دیکھ کر منزل پر پہنچ جائے۔

⑤ بعض لوگ اپنی کمزوری کی وجہ سے اسلام کو چھپاتے تھے؛ چونکہ اسلام

ظاہر کرنے کی صورت میں کافر تکلیف دیتے تھے؛ اسی لیے ایمان لانے کے بعد انھوں نے ایمان کو چھپا کر رکھا:

مَنۡ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنۡ بَعۡدِ اِيۡمَانِهٖۤ اِلَّا مَنۡ اُكۡرِهَ وَقَلۡبُهٗ مُطۡمَئِنٌّۢ بِالۡاِيۡمَانِ.

ترجمہ: مگر یہ کہ جس آدمی پر زبردستی کی گئی اور اس کا دل ایمان پر قائم (یعنی بر قرار) ہو (تو اس پر کوئی پکڑ نہیں ہوگی) (النحل:۱۰۶)

اسی لیے بعض روایتوں میں آتا ہے کہ: كان قومٌ بمكةَ قد أَسْلَمُوا، فلَمّا هَاجَرَ رسولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم كَرِهوا أن يهاجروا وخافوا.

ترجمہ: مکہ میں ایک جماعت اسلام لے آئی تھی، پھر جب اللہ کے رسول ﷺ نے ہجرت فرمائی تو انھوں نے ہجرت نہیں کی اور وہ ڈرتے تھے۔

کمزور لوگ کتنے تھے؟

حضرت ابو جمعہ جنید الانصاری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ان کمزور عورتوں کی تعداد بھی بیان ہوئی ہے، فرماتے ہیں کہ: ہم تین (۳) مرد اور نو (۹) عورتیں تھیں جن کے بارے میں یہ آیتِ کریمہ ﴿وَلَوۡلَا رِجَالٌ مُّؤۡمِنُوۡنَ وَنِسَآءٌ مُّؤۡمِنٰتٌ﴾ اللہ تعالیٰ نے اتاری تھی۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ: دو عورتیں اور سات مرد تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: كنتُ أنا وأمي منهم.

یعنی میں اور میری والدہ بھی ان لوگوں میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے معذور قرار دیا تھا۔

اوران لوگوں میں عیاش بن ابی ربیعہ، سلمہ بن ہشام وغیرہ بھی شامل ہیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد دوسرے نمبر پر ایمان لانے والی عورت

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی والدہ ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا ہیں، ان کا نام لبابہ ہے، ام المؤمنین حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں۔

''بناتِ حارث'' کے نام سے یہ نو بہنیں تھیں جن کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''الاخوات المؤمنات؛ یعنی ایمان والی بہنیں'' فرمایا تھا، ان میں ایک اسماء بنت عُمیس رضی اللہ عنہا تھیں جو ماں کی طرف سے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کرلیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آگئیں۔ (قرطبی)

حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا کا نسب اوپر جا کر ''مضر'' خاندان سے جا ملتا ہے۔

یہ ام المؤمنین سیدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد دوسری خاتون تھیں جو اسلام لائیں اور پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہوجانے کے بعد انھوں نے مکہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تھی، حضرت عباس رضی اللہ عنہ مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے والے آخری صحابی ہیں۔

بغیر مجبوری کے ہجرت نہ کرنے والوں پر جہنم کی وعید

جو لوگ ہجرت کرنے کی طاقت رکھتے تھے اس کے باوجود انھوں نے ہجرت نہیں کی، ان کے بارے میں اللہ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ط

قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۹۷﴾

ترجمہ: یقیناً جنھوں نے (مکہ سے مدینہ ہجرت نہ کرکے) اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا (اوراسی حالت میں) فرشتے ان کی روح قبض کرنے آتے ہیں تو وہ (فرشتے) کہتے ہیں: تم (دنیا میں) کس حالت میں تھے؟ تو وہ (ہجرت نہ کرنے والے جواب میں) کہتے ہیں کہ: ہم زمین میں بے بس تھے، تو وہ (فرشتے) کہتے ہیں: کیا اللہ تعالیٰ کی زمین کشادہ نہیں تھی؟ سو تم ہجرت کر کے وہاں چلے جاتے، لہٰذا ایسے ہی لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ (جہنم) بہت ہی برا انجام ہے ﴿۹۷﴾

یعنی وہ لوگ جو مکہ معظّمہ اور دوسرے مقامات پر اسلام لا چکے تھے؛ لیکن کسی مجبوری کے بغیر مدینہ کی طرف ہجرت نہیں کر رہے تھے اور دار الاسلام کی زندگی چھوڑ کر دار الکفر میں رہنے پر خوش تھے ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے۔

روایات میں ہے کہ: اہلِ مکہ کی ایک جماعت مسلمان ہوگئی اور ان لوگوں نے آں حضرت ﷺ کے سامنے ایمان کا اظہار بھی کیا؛ مگر جب رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کی تو انھوں نے مکہ میں اپنی قوم کے پاس رہنا پسند کیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (قرطبی)

کمزور اور بے بس لوگ معذور ہیں

پھر بعد والی آیت میں بے بس، کمزور مردوں، اور عورتوں اور بچوں کو جو واقعی بے بس اور معذور تھے، ان کو الگ بتایا گیا:

اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ

حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ﴿٩٨﴾ فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿٩٩﴾ (النساء)

ترجمہ: مگر جو مرد اور عورتیں اور بچے (واقعی) بے بس (یعنی کمزور) تھے، جو (ہجرت کی) کوئی تدبیر نہیں کر سکتے تھے اور (نکلنے کا) کوئی راستہ بھی نہیں جانتے تھے ﴿۹۸﴾ تو پوری امید ہے کہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ معاف کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ تو بڑے معاف کرنے والے، بڑے بخشنے والے ہیں ﴿۹۹﴾

یعنی بالکل مجبوری کی وجہ سے ہجرت نہ کر سکے تو گناہ نہیں ہوگا۔

کمزوروں پر مشرکینِ مکہ کا ظلم وستم

جب یہ چند کمزور مسلمان مکہ میں رہ گئے تو مکہ والے ان پر بڑا ظلم کرنے لگے:

① وہ لوگ ان کمزوروں کو قید میں ڈال کر مارتے تھے۔

② ان کو بھوکے پیاسے رکھ کر سزا دیا کرتے تھے۔

③ اسی طرح وہ ان اللہ کے بے بس کمزور بندوں اور بندیوں کو مکہ کی سخت تپتی ہوئی زمین پر پھینک دیا کرتے تھے؛ تاکہ یہ کمزور لوگ اسلام کو چھوڑ دے۔

ان کا ظلم مردوں اور عورتوں کے ساتھ ساتھ بچوں پر بھی حد سے زیادہ ہو گیا تھا؛ تاکہ ان بچوں کی تکلیف دِکھا کر ان کے ماں باپ کو دینِ اسلام سے ہٹانے کی کوشش کر سکیں؛ مگر وہ لوگ ان ساری کوششوں کے باوجود اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔

مظلوموں کی دعا

جب ظلم حد سے زیادہ بڑھ گیا تو ان کمزور مسلمان مرد اور عورتوں نے اللہ تعالیٰ

سے دعا کرنی شروع کی، ایک دعا تو یہ کی:

رَبَّنَآ اَخۡرِجۡنَا مِنۡ هٰذِهِ الۡقَرۡيَةِ الظَّالِمِ اَهۡلُهَا.

ترجمہ: جو یوں (دعا مانگتے ہوئے) کہتے ہیں: اے ہمارے رب! آپ ہم کو اس بستی سے نکال دیجیے جس (بستی) کے لوگ ظالم ہیں۔

یعنی ظالموں کے ملک سے نکلنے کے اسباب پیدا فرما دیجیے، معلوم ہوا کہ اسباب آسانی کی ساتھ حاصل ہو جائے اس کے لیے بھی اللہ سے دعا کرنی چاہیے، چاہے وہ اسباب دین کے ہو، دنیا کے ہو، گھریلو ہو، کسی بھی قسم کے ہو، وہ آسانی سے حاصل ہو جائے اس کے لیے بھی دعا کرنی چاہیے۔

دوسری دعا یہ کی:

وَاجۡعَلۡ لَّنَا مِنۡ لَّدُنۡكَ وَلِيًّا ۙۚ وَّاجۡعَلۡ لَّنَا مِنۡ لَّدُنۡكَ نَصِيۡرًا ۝٧٥

ترجمہ: اور آپ ہمارے لیے اپنی طرف سے کوئی حمایت کرنے والا مقرر کر دیجیے اور آپ ہی ہمارے لیے اپنی طرف سے کوئی مدد کرنے والا بھیج دیجیے۔

یعنی اے اللہ! ہم بے سہارا ہیں، کوئی ہمارا مکہ میں مدد کرنے والا نہیں ہے، کوئی ہماری حفاظت کرنے والا نہیں ہے، اے اللہ! آپ ہی ہماری مدد کرنے والے، ہماری حفاظت کرنے والے ہیں، آپ اپنے خزانۂ غیب سے مدد عطا فرما دیجیے۔

دین دار والی اللہ کی نعمت

اِس سے معلوم ہوا کہ اپنے اوپر کوئی مناسب دین دار ''والی، ذمے دار یا سرپرست'' ہو یہ بھی اللہ کی بڑی نعمت ہے، آدمی پر کوئی نیک، فکر مند، ذمے دار اور

سرپرست نہ ہوتو آدمی کے بگڑ جانے کا بڑا خطرہ رہتا ہے؛ اسی لیے کہتے ہیں کہ:

جس کا کوئی والی نہیں ہوتا اس کا والی شیطان ہوا کرتا ہے۔

مظلوموں کی دونوں دعائیں قبول ہوئیں

اللہ تعالیٰ نے ان کمزور اور مظلوم مسلمانوں کی یہ دونوں دعائیں قبول فرمائیں، ان میں سے بعض حضرات تو کسی نہ کسی طرح مدینہ ہجرت کرنے میں کامیاب ہوگئے، اور سات سال کے بعد آٹھویں سال اللہ نے مکہ کو بھی فتح فرما دیا، اور حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو مکہ کا والی اور گورنر بنا دیا، اور وہاں جو کمزور اور مظلوم مسلمان تھے ان کو عافیت نصیب ہوئی، اسی طرح دوسری دعا بھی قبول ہوئی۔

دوسری ایک اہم بات جو اس آیت سے معلوم ہوئی کہ کمزوروں اور مظلوموں کی مدد کرنا ہمارے دین میں بہت بڑی عبادت ہے، کمزوروں اور مظلوموں کو ظالم سے چھڑانا اور اس کے لیے ہر ممکن کوشش کرنا یہ ایمانی فریضہ ہے، اس کے لیے جس قسم کی کوشش کرنی پڑے کرنی چاہیے، ضرورت پڑے تو جنگ کریں، قانونی کارروائی کی ضرورت ہو تو وہ کریں، پُرامن احتجاج کی ضرورت ہو تو وہ کریں۔

اسی طرح مظلوم جو بھی ہو، چاہے مسلمان ہو یا غیر مسلم ہو؛ یہاں تک کہ اگر جانور بھی ہو تو اس کو ظلم سے نجات دلوانا یہ بہت بڑے ثواب کا کام ہے۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ بھی ان مظلومین کے لیے دعا فرماتے تھے

حضرت نبیٔ کریم ﷺ مکہ کے ان کمزور مسلمانوں کے لیے باقاعدہ نماز میں دعا

فرماتے تھے:

عن ابی هريرة بينا النبي ﷺ يصلي العشاء إذقال: سمع الله لمن حمد، ثم قال قبل أن يسجد:

اللهم نج عياش بن ابي ربيعة، اللهم نَجِّ سلمة بن هشام، اللهم نج الوليد بن الوليد، اللهم نج المستضعفين من المؤمنين، اللهم اشدد وطأتک على مضر، اللهم اجعلها سنين كسني يوسف. (البخاري)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس درمیان کہ آپ ﷺ عشا کی نماز پڑھا رہے تھے، کہ آپ نے (رکوع سے اٹھتے ہوئے) ''سمع اللہ لمن حمدہ'' کہا، پھر سجدہ کرنے سے پہلے یہ دعا فرمائی: اے اللہ! عیاش ابن ربیعہ کو نجات عطا فرما۔ اے اللہ! سلمہ ابن ہشام کو نجات عطا فرما۔ اے اللہ! ولید بن ولید کو نجات عطا فرما۔ اے اللہ! کمزور مسلمانوں کو نجات عطا فرما۔ اے اللہ! اپنی پکڑ قبیلۂ مضر پر سخت کر دیجیے۔ اے اللہ! ان کو حضرت یوسفؑ کے قحط کی طرح قحط میں مبتلا فرما۔

اس واقعے اور آیات سے سیکھنے کی باتیں

① کمزوروں کی مدد کا حکم خود اللہ تعالیٰ نے دیا، ان کی طرف داری میں قتال کا بھی حکم دیا۔

② کمزوروں کے لیے ہجرت جیسے اہم حکم میں بھی خصوصی رعایت کی گئی۔

③ جب بندے اور اس کے رب کی عبادت کے درمیان رکاوٹیں ڈالی جا رہی ہوں تو پھر وہاں سے ہجرت کرنا واجب ہوتا ہے۔

④ تمام مسلمانوں پر اپنے مؤمن بھائیوں کو ظالم اور کافروں کی قید سے چھڑانا واجب ہے، اسی طرح ہر مسلمان کو ہر ظالم کی تکلیف سے یا کسی چور اور ڈاکو کی لوٹ مار سے چھڑانا لازم ہے۔

⑤ سورۃ الفتح کی آیت سے مسلمانوں کے بارے میں احتیاط برتنے کے ضروری ہونے کا حکم معلوم ہوا؛ تاکہ کسی مؤمن مرد اور کسی مؤمن عورت کو انجانے میں تکلیف نہ دی جاسکے۔

⑥ لفظ ''لا یستطیعون حیلة'' سے معلوم ہوا کہ دشمن کی سختی اور اس کے ظلم سے بچنے کے لیے مناسب حیلہ (تدبیر و بہانہ) کرنا جائز ہے۔

⑦ مظلوموں کے لیے دعا یہ بھی بہت بڑی مدد ہے، کم از کم اس کی تو پابندی ضرور کرنی چاہیے۔

⑧ قیدیوں کو چھڑانے میں رقم خرچ کرنا بہت بڑا ثواب ہے۔

⑨ مظلوم قیدیوں کے گھر والوں کا خیال رکھنا بھی عبادت ہے۔

⑩ غیر مسلم یا جانور بھی مظلوم ہو تو اس کی بھی مدد کرنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان سب کہی ہوئی باتوں پر عمل کی توفیق نصیب فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

❁❁❁

ام المؤمنین

حضرت زینب بنت جحش

رضی اللہ عنہا کا واقعہ

مختصر تعارف

نام: زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا۔

اصل نام ''برّہ'' تھا؛ مگر نبیٔ کریم ﷺ نے ان نام زینب رکھ دیا۔ معلوم ہوا کہ کسی مرد یا عورت کا نام نامناسب ہو تو بدل دینا چاہیے۔

قبیلۂ قریش کے خاندان اسد بن خزیمہ سے ہیں۔

آپ کا لقب ''ام الحکیم'' تھا۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی پھوپھی محترمہ امیمہ بنت عبدالمطلب کی بیٹی تھیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ان سے ہجرت کے پانچویں سال شادی کی تھی۔

اس وقت ان کی عمر پینتیس (۳۵) سال تھی۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا اس بات پر فخر کیا کرتی تھیں کہ ان کا نکاح اللہ تبارک و تعالیٰ نے پڑھایا۔

آپ رضی اللہ عنہا کا شمار حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی سب سے زیادہ فضیلت والی ازواجِ مطہرات میں ہوتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا کے سبب سے پردے کا حکم نازل ہوا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: تم (ازواجِ مطہرات) میں سے مجھ سے جلد وہ ملے گی جس کا ہاتھ لمبا ہوگا (یعنی جو زیادہ سخی ہوگی) چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا اس بشارت کا مصداق بنیں اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد سب سے پہلی ازواجِ مطہرات میں سے وفات پانے والی آپ ہی ہیں۔ آپ کی وفات ۲۰ سنہ ھ میں ترپن (۵۳) سال کی عمر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ہوئی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى.أَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ o بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴿٣٦﴾ وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْۤ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ؕ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْۤ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿٣٧﴾ (الأحزاب)

ترجمہ: اور جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کسی بات کا فیصلہ کر دیویں تو کسی ایمان والے مرد اور ایمان والی عورت کو اپنے معاملے میں کوئی اختیار باقی نہیں رہتا اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے یقیناً وہ کھلی گمراہی میں پڑ گیا ﴿۳۶﴾ (اے نبی!) جس آدمی (یعنی زید) پر اللہ تعالیٰ نے احسان کیا اور تم نے بھی احسان کیا اس سے تم فرما رہے تھے کہ تم اپنی بیوی (یعنی زینب) کو اپنے نکاح میں رہنے دو اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور (اے نبی!) تم اپنے دل میں وہ بات چھپا رہے تھے جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے ہی والے تھے اور تم لوگوں (کے طعنے) سے ڈر رہے تھے؛ حالاں کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنا چاہیے، پھر جب زید نے اس عورت سے اپنی حاجت پوری کر لی تو ہم نے اس (زینب) سے تمھارا نکاح کرا دیا؛ تا کہ ایمان والوں کے لیے اپنے منہ بولے (یعنی لے پالک) بیٹوں کی بیویوں سے نکاح کرنے میں کوئی تنگی (یعنی

گناہ،حرج) نہ رہے، جب کہ ان لے پالکوں نے ان سے (طلاق دے کر) تعلق ختم کردیا ہو اور اللہ تعالیٰ کا حکم تو پورا ہو کر ہی رہنے والا تھا﴿۳۷﴾

یہ قرآنِ مجید میں بائیسویں پارے میں سورۃ الاحزاب کی آیتیں آپ کے سامنے تلاوت کیں، اِن آیتوں میں ایک بہت ہی نیک اور پاکیزہ عورت کی پہلی اور دوسری شادی کا واقعہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

ایک صحابی ہیں جن کا نام ''حضرت زید رضی اللہ عنہ'' ہے، یہ غلام تھے، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عکاظ کے بازار سے خریدا اور آزاد کر کے ان کو اپنا بیٹا بنالیا تھا، عربی میں اس کو ''متبنیٰ'' کہتے ہیں، اردو میں ''لے پالک'' اور انگلش میں (adopt) کرنا کہتے ہیں۔

زمانۂ جاہلیت کی ایک غلط رسم

حضرت زید رضی اللہ عنہ کو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے متبنیٰ بنالیا تھا اور عرب میں ایک قانون تھا کہ اپنے متبنیٰ بیٹے کو اپنے سگے بیٹے کے برابر سمجھتے تھے، جس طرح کوئی آدمی اپنے سگے بیٹے کی بیوی سے یعنی بہو سے۔ بیٹا چاہے اپنی بیوی کو طلاق دے دیوے یا بیٹے کا انتقال ہو جاوے۔ نکاح نہیں کرسکتا، اسی طرح عربوں کے یہاں یہ بات بھی مشہور تھی کہ اپنے متبنیٰ لڑکے کی بیوی کے ساتھ بھی کبھی نکاح نہیں کرسکتا۔

لے پالک حقیقی بیٹا نہیں ہے

یہ غلط بات مشہور تھی، اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں اس غلط بات کی اصلاح

فرمائی کہ: نہیں! حقیقی بیٹا الگ ہے، حقیقی بیٹے کی بیوی کے ساتھ تو نکاح نہیں ہوسکتا؛ لیکن متبنی بیٹے کی بیوی کے ساتھ۔ اگر وہ طلاق دے دے یا وہ مرجائے۔ نکاح ہوسکتا ہے، یہ بات اللہ تعالیٰ نے قرآن کی ایک آیت کے ذریعے سے بھی بیان فرمائی اور خود نبیٔ کریم ﷺ سے عملی طور پر بھی لوگوں کے سامنے اللہ نے اس کو ظاہر کروایا۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ سے بڑی محبت تھی، ان کے ابا اور چچا لینے کے لیے آئے تو وہ نہیں گئے، حضور ﷺ ہی کے پاس رہنے کا انھوں نے فیصلہ کیا، وہ بڑا عجیب وغریب قصہ ہے ان شاء اللہ! پھر کبھی وہ آپ کو سنائیں گے۔

نوٹ: حضرت زید رضی اللہ عنہ کا مفصل تذکرہ بندے کا ملکِ شام کا سفرنامہ ''دیکھی ہوئی دنیا'' کے تیسرے حصے میں ملاحظہ فرمائیں۔

خیر! حضرت زید رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے متبنیٰ (لے پالک) تھے اور پورے مکہ میں لوگ ان کو ''زید ابن محمد'' کہتے تھے یعنی زید نبیٔ کریم ﷺ کے بیٹے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ آیاتِ کریمہ نازل فرمائی:

وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ۝۴ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ. (الأحزاب)

ترجمہ: اور تمھارے منہ بولے بیٹوں (لے پالک) کو (حقیقی، سچا) بیٹے نہیں بنایا، یہ تو تمھاری بات ہی بات ہے جو تم منہ سے کہتے ہو اور اللہ تو سچی بات کہتے ہیں اور وہی سیدھا راستہ بتلاتے ہیں ﴿۴﴾ تم ان کو ان کے (حقیقی) باپوں کے نام سے پکارا کرو، یہی طریقہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پورے انصاف کا ہے، پھر اگر تم کو ان کے (اصلی)

باپ معلوم نہیں ہے تو وہ تمھارے دینی بھائی اور تمھارے دوست ہیں۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝۴۰ (الأحزاب)

ترجمہ: محمد (ﷺ) تمھارے مردوں میں سے کسی کے (نسبی) باپ نہیں ہیں؛ لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور نبیوں میں سب سے آخری نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو اچھی طرح جانتے ہیں۔

اس میں بتلایا گیا کہ: منہ بولے بیٹے حقیقی بیٹوں کی طرح نہیں ہے اور ان کی نسبت حقیقی باپ سے ختم کر کے بن بیٹھے باپ کی طرف کرنا یہ نا انصافی ہے۔

یعنی لے پالک کو سگے بیٹے کی طرح نہیں پکارنا چاہیے اور اس سے پردہ کرنا بھی ضروری ہوتا ہے یعنی کوئی عورت کسی کو اپنا بیٹا بنالے تو اس کی وجہ سے پردہ ختم نہیں ہو جاتا؛ بلکہ پردہ کرنا ضروری ہے اور اس کو میراث میں سے حصہ نہیں ملے گا۔

پھر لوگوں نے حضرت زید کو ''زید ابن محمد'' کہنا بند کر دیا اور اللہ کے قانون کے مطابق ''زید ابن حارثہ'' ان کے ابا کا جو اصلی نام تھا اسی نام سے پکارنا شروع کر دیا۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کی ایک انفرادی خصوصیت

اللہ تعالیٰ کتنے مہربان ہے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کا نام حضور ﷺ کے ساتھ مشہور ہو گیا تھا؛ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا تو اب لوگوں نے زید بن حارثہ کہنا شروع کر دیا تو حضرت زید رضی اللہ عنہ کی تسلی کا سامان قرآن میں ان کے ذکرِ خیر کے ذریعہ سے کیا گیا، قرآنِ مجید میں صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے صراحتاً آپ ہی کا نام مذکور ہے:

﴿فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ﴾

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی تسلی آ گئی کہ پورے قرآن میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے اکیلے حضرت زید رضی اللہ عنہ کا نام آیا ہے، کسی اور صحابی کا نام پورے قرآن میں نہیں آیا، یہ ان کی خصوصیت ہے۔

دوسرے کسی صحابی کا نام قرآن میں نہیں ہے

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا صحابی ہونا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان کیا:

ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللهَ مَعَنَا.

ترجمہ: جبکہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم) دو آدمیوں میں سے دوسرے تھے جس وقت وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ (نبی) اپنے ساتھی (یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) سے یہ کہہ رہے تھے کہ: تم غم مت کرو، یقین رکھو! اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہیں۔ (التوبة: ۴۰)

لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام قرآن میں نہیں ہے۔

ماں عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے قرآن میں تقریباً بیس آیتیں اللہ نے اتاریں، جو قصہ میں پہلے آپ کو سنا چکا ہوں؛ لیکن قرآن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام کہیں پر نہیں ہے۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ پہلے دن آپ کو سنایا تھا، ان کے بارے میں بھی قرآن میں آیت اتری؛ لیکن ان کا نام قرآن میں نہیں ہے۔

تمام صحابہ رضی اللہ عنہم میں اکیلے حضرت زید رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جن کا نام اللہ نے قرآن میں ذکر فرمایا۔ یہ بہت پیارا نام ہے، مختصر بھی ہے، میٹھا بھی ہے؛ اس لیے قرآن میں آیا ہوا یہ مبارک نام اللہ توفیق دے تو اپنے بچوں کا نام رکھو، ان شاء اللہ! قرآن والا یہ

مبارک نام زندہ ہو جائے گا۔

آپ ﷺ نے غلاموں کو حقوق عطا کیے

حضرت زید رضی اللہ عنہ غلامی میں سے آزاد ہوئے تھے، یہ غلامی کا دھبہ ان کے ساتھ لگا ہوا تھا، حضرت نبی کریم ﷺ کے مبارک زمانے میں غلاموں کو حقیر اور نیچا سمجھا جاتا تھا، لوگ ان پر ظلم کرتے تھے، رسوا کرتے تھے، حضور ﷺ نے دنیا میں آ کر غلاموں کو حقوق دلوائے، عزت دلوائی۔

دنیا کی تاریخ میں ایک عجیب کام: غلام کا نکاح اپنی ایک آزاد معزز رشتے دار عورت کے ساتھ

اسی عزت کے کاموں میں سے حضور ﷺ نے ایک ایسا کام کیا کہ اس دنیا کی تاریخ میں کسی نے ایسا کام نہیں کیا، وہ کام یہ کیا کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے اس غلام حضرت زید رضی اللہ عنہ کو آزاد کر کے ان کی شادی اپنی سگی پھوپھی کی لڑکی کے ساتھ کروائی۔

عرب کا سب سے معزز خاندان

حضور ﷺ کا خاندان یعنی قریش پورے عرب میں سب سے بڑا عزت والا خاندان تھا اور اس میں بھی بنو عبد المطلب یعنی حضور ﷺ کے دادا کا خاندان یہ تو سب سے نرالی عزت والا، اتنا اونچے درجے کا خاندان تھا؛ لیکن حضور ﷺ نے اپنی پھوپھی کی لڑکی کے ساتھ حضرت زید رضی اللہ عنہ کا نکاح کروایا اور وہ غلاموں کے لیے عزت کا دن تھا، اتنا اونچا نکاح حضور ﷺ نے کروایا، وہ شادی میں آج کی مجلس میں سناتا ہوں۔

نبئ کریم ﷺ کی ایک پھوپھی تھی جن کا نام ''امیمہ بنت عبد المطلب'' تھا، ان کی ایک لڑکی تھی جن کا نام ''زینب بنت جحش'' تھا، نبئ کریم ﷺ نے سب سے پہلے شادی کا پیغام دیا کہ: میں زید کے ساتھ ان کا نکاح کرانا چاہتا ہوں۔

ایک آسان مثال

چوں کہ ان کے اوپر غلامی کا دھبہ تھا، آپ کو سمجھانے کے لیے اس کی صرف میں مثال دیتا ہوں، آپ کو کوئی ایسا کام کرنے کے لیے نہیں کہہ رہا ہوں، پہلے سے آپ بے فکر رہیے، جیسے کہ یہاں ''لیلونگوے'' میں کوئی بہت ہی اچھے اپنے انڈین پاکستانی فیملی میں کسی کو میں یہ کہوں: یہاں افریقن میں سے کسی کے ساتھ تمھاری لڑکی کی شادی کرا دو تو ظاہر بات ہے کہ مفتی صاحب کا اکرام اپنی جگہ پر؛ لیکن کوئی بھی شادی کرانے تیار نہیں ہوگا، لوگ کہیں گے کہ کوئی اور بات ہو تو کہو، یہ آپ نے جو مشورہ دیا وہ مشورہ گلے میں اترتا نہیں ہے کہ ہماری لڑکی اور کسی افریقن کے ساتھ شادی کرا دویں، یہ ناممکن کام ہے۔

بالکل اسی طرح جب نبئ کریم ﷺ نے پیغام بھیجا تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور ان کے بھائی حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ دونوں کے دونوں نے صاف لفظوں میں منع کر دیا کہ: ہم زید کے ساتھ نکاح نہیں کروائیں گے۔

نبی کا حکم ماننا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے؛ چاہے سمجھ میں نہ آئے

یہ بات اللہ کو پسند نہیں آئی؛ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے سورۂ احزاب کی یہ آیت نازل فرمائی:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴿۳۶﴾

ترجمہ: اور جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کسی بات کا فیصلہ کر دیویں تو کسی ایمان والے مرد اور ایمان والی عورت کو اپنے معاملے میں کوئی اختیار باقی نہیں رہتا اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے یقیناً وہ کھلی گمراہی میں پڑ گیا۔

دو باتیں یاد رکھیے! اگر نبیٔ کریم ﷺ کسی بات کا مشورہ دیں تو وہ کام کرو یا نہ کرو تمھاری مرضی کی بات ہے، جیسے کہ وہ باندی کی شادی والا واقعہ ہے۔

باندیاں تک فیضِ نبوی سے مثالی ذہین بن گئیں

عن ابن عباس قال كَانَ زَوْجُ بَرِيْرَةَ عَبْدًا أَسْوَدَ يُقَالُ لَهُ مُغِيْثٌ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ يَطُوْفُ خَلْفَهَا فِي سِكَكِ الْمَدِيْنَةِ يَبْكِي وَدُمُوْعُهُ تَسِيْلُ عَلَى لِحْيَتِهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِلْعَبَّاسِ: أَلَا تَعْجَبُ مِنْ حُبِّ مُغِيْثٍ بَرِيْرَةَ وَمِنْ بُغْضِ بَرِيْرَةَ مُغِيْثًا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَوْ رَاجَعْتِيْهِ! فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! تَأْمُرُنِي؟

قَالَ إِنَّمَا أَشْفَعُ۔ قَالَتْ لَا حَاجَةَ لِي فِيْهِ۔ (مشکوۃ)

ترجمہ: اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: بریرہ رضی اللہ عنہا کا شوہر ایک سیاہ فام غلام تھا جس کو مغیث رضی اللہ عنہ کہا جاتا تھا، میری آنکھوں کے سامنے اب بھی وہ منظر ہے جب وہ بریرہ رضی اللہ عنہا کے پیچھے پیچھے مدینہ کی گلیوں میں روتا پھرتا تھا اور اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپک ٹپک کر اس کی ڈاڑھی پر گرتے تھے، چنانچہ (ایک دن) آں حضرت ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: عباس! کیا تمھیں اس پر حیرت نہیں کہ مغیث،

بریرہ کو کتنا چاہتا ہے اور بریرہ مغیث سے کس قدر نفرت کرتی ہے؟

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ رضی اللہ عنہا سے بھی فرمایا: کاش تم مغیث رضی اللہ عنہ سے رجوع کرلیتیں! (یعنی مغیث رضی اللہ عنہ سے دوبارہ نکاح کرلیتیں)۔

بریرہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ: یارسول اللہ! کیا آپ مجھے (بطورِ وجوب) اس کا حکم دے رہے ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: بریرہ! میں تو سفارش کررہا ہوں۔

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے کہا: مجھے اس سے رجوع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا مدینہ کے ایک یہودی کی باندی تھی، اس یہودی نے نو اوقیہ کے بدلے میں ان کو مکاتب بنایا تھا یعنی نو (۹) اوقیہ چاندی دے دو تو میں تم کو آزاد کردوں۔

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس مدد کے لیے آئیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود ان کو خرید لیا اور آزاد کردیا۔

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا ایک شوہر تھا جس کا نام مغیث رضی اللہ عنہ تھا، وہ بھی پہلے غلام تھا، بعد میں وہ بھی آزاد ہوگیا، اس سلسلے میں حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو خیارِ عتق ملا یعنی آزاد ہونے کی وجہ سے طلاق کا اختیار ملا، اسی کا تذکرہ مذکورہ حدیث میں ہے۔

اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز کا فیصلہ کردیں تو پھر کوئی مسلمان اس کا انکار کر ہی نہیں سکتا اور یہ شادی کا مسئلہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ تھا؛ اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کی اس آیت میں بتلادیا کہ اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول کا فیصلہ ہے، شادی کروانی ہوگی، اگر تم نافرمانی کروگے تو کھلم کھلی گمراہی ہوگی۔

نبی کے حکم کے آگے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی بے مثال قربانی

جب قرآن کی آیت اتری تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا پر قربان جایئے کہ دل چاہتا نہیں تھا؛ لیکن اللہ کا حکم آیا تو فوراً خوشی خوشی نکاح کے لیے تیار ہوگئی اور ان کے بھائی حضرت عبداللہ ابن جحش رضی اللہ عنہ بھی خوشی سے تیار ہو گئے۔

اللہ ہم کو ایسا جذبہ عطا فرماوے کہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو اگر وہ ہماری اپنی مرضی کے خلاف ہو تب بھی ماننے والے بن جاویں، آمین۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا بالکل چاہتی نہیں تھی، ان کے بھائی بھی چاہتے نہیں تھے؛ لیکن جب اللہ کا حکم آیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ آیا تو انھوں نے اپنا فیصلہ بدلا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا مہر

پھر نکاح ہوا، اس نکاح میں مہر بھی خود نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے دیا؛ چوں کہ زید کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنا بیٹا سمجھتے تھے اور حضرت زید غریب تھے، غلامی سے آزاد ہوئے تھے۔

روایتوں میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر میں دس دینار سونے (gold) کے، ساٹھ (۶۰) درہم چاندی (silver) کے، ایک جانور۔ سمجھو کہ گاڑی۔ اور ایک جوڑا پورا، پچاس مُد آٹا، دس مد کھجوریں، اتنی ساری چیزیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر میں عطا فرمائی۔

ایک غلط سوچ کی اصلاح

اس سے ایک بات یہ بھی سیکھنے کو ملی کہ ہم دلہن کو جو چیزیں دیتے ہیں سب

چیزیں ہدیہ (gift) ہی دینی چاہیے، مہر کے طور پر دے دینی چاہیے، خالی چڑھاوا اور دوسری کسی نیت سے نہیں دینا چاہیے کہ نعوذ باللہ! شادی ٹوٹ گئی تو واپس لے لیں گے، ایسی غلط نیت سے نہیں دینا چاہیے، جیسے عام طور پر جَنّس میں خالی استعمال کرنے کی نیت ہوتی ہے، مالکی بہو کی نہیں ہوتی ہے، یہ سب چکر میں نہیں پڑنا چاہیے، جو اللہ دے مہر میں اور ہدیہ میں وہ دے دو اور دل میں اچھی نیت رکھو، شادی نہیں ٹوٹے گی اور ان شاء اللہ! سب خیریت سے چلتا رہے گا۔

دونوں کے درمیان نا اتفاقی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی ساری چیزیں حضرت زید رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو نکاح کے وقت مہر میں عطا فرمائی، شادی ہوگئی، زندگی چلتی رہی؛ لیکن دونوں کے مزاج میں موافقت نہیں ہوئی؛ چوں کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا قریش کے اونچے خاندان کی لڑکی اور بہت خوب صورت تھی اور حضرت زید رضی اللہ عنہ غلامی میں سے آزاد ہوئے تھے، رنگ بھی ان کا حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی طرح نہیں تھا؛ اس لیے جوڑ نہیں ہوا اور گاڑی زیادہ آگے چلی نہیں۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کا طلاق کا ارادہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منع کرنا

حضرت زید رضی اللہ عنہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے اور کہتے کہ: حضور! یہ ہوا، یہ ہوا، اب زینب کے ساتھ نباہ کا مشکل ہو رہا ہے۔

کیوں کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابا کی طرح تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نصیحت کرتے: اے زید! تم اپنی بیوی کو اپنے پاس خوب اچھے

طریقے اور اخلاقِ حسنہ سے رکھو، اس پر سختی نہ کرو؛ اس لیے کہ زینب نے میری بات مان کرتم سے نکاح کیا ہے، اگرتم اس کو طلاق دے دو گے تو زینب کو پورے خاندان میں شرمندگی ہوگی۔

دوسری بات یہ بھی سمجھانا تھا کہ طلاق اللہ کی نظر میں بہت بڑی ناراضگی کی چیز ہے؛ اس لیے طلاق سے بچنا چاہیے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم برابر سمجھاتے رہے چند دن تک گاڑی چلی؛ لیکن آگے زیادہ دن تک ان کا نکاح نبھ نہ سکا، حضرت زید رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے، اللہ نے وہ منظر قرآن میں بیان فرمایا ہے:

وَإِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ (الأحزاب)

ترجمہ: (اے نبی!) جس آدمی (یعنی زید) پر اللہ تعالیٰ نے احسان کیا اور تم نے بھی احسان کیا اس سے تم فرما رہے تھے کہ تم اپنی بیوی (یعنی زینب) کو اپنے نکاح میں رہنے دو اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: جس کے اوپر اللہ نے احسان کیا اور نبی نے بھی احسان کیا: اللہ تعالیٰ نے احسان یہ کیا کہ حضرت زید کو ایمان عطا فرمایا اور دوسرا احسان یہ فرمایا کہ: ایمان کی دولت عطا فرمائی، صحابی بننے کی سعادت ان کو حاصل ہوئی۔

بہر حال! حضرت زید رضی اللہ عنہ کو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے:

أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ۔

زید چلاؤ، تم اپنی بیوی کو اپنے پاس خوب اچھے طریقے اور اخلاقِ حسنہ سے

رکھو، اس پر سختی نہ کرو اور طلاق کے بارے میں سوچو بھی مت؛ طلاق دینا مناسب نہیں ہے، تمھاری طبیعت اگر زینب سے لگتی نہیں ہے، مزاج ملتا نہیں ہے تو بھی صبر کرو اور حق ادا کرو، حق تلفی مت کرو۔

میاں بیوی کو ایک دوسرے سے درگذر کرنا چاہیے

دینی بہنو! آپ کو بھی یہی نصیحت ہے کہ ہوسکتا ہے کہ شوہر کے ساتھ مزاج نہ ملتا ہو، تمھاری پسند اس کی پسند الگ ہے؛ لیکن چلا لو، نباہ لو، دنیا کی زندگی ہے کتنی! ساٹھ، ستر (۶۰، ۷۰) کے بیچ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو عمر عطا فرمائی ہے، پھر آگے جنت میں مزہ ہی مزہ ہے؛ اس لیے معمولی معمولی بات پر اپنے شوہر کے حق کو ادا نہ کرنا مناسب نہیں ہے، زندگی نباہ لینی چاہیے، طلاق اللہ کو پسند نہیں ہے۔

اللہ نے حضور ﷺ کو بتلا دیا تھا کہ زینب سے تمھارا نکاح ہوگا

درمیان میں ایک بات کہ اللہ تعالیٰ نے نبیٔ کریم ﷺ کو بتلا دیا تھا کہ زید اور زینب کی گاڑی چلنے والی نہیں ہے، طلاق ہونے والی ہے اور یہ بات بھی اللہ کی طرف سے بتلا دی گئی تھی کہ: زینب آپ کی ازواجِ مطہرہ میں شامل ہونے والی ہے یعنی آپ کا نکاح ان سے ضرور ہوگا۔

اس لیے کہ اتنے اونچے گھرانے کی لڑکی کی ایک غریب کے ساتھ شادی ہوئی، اب طلاق ہوگی تو طلاق کے بعد اس کی دل جوئی کے لیے سب سے اچھی بات یہی ہوگی کہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے ساتھ نکاح ہو جائے۔

لیکن حضور ﷺ اس کو لوگوں کے سامنے ظاہر کرتے نہیں تھے؛ اس لیے کہ ظاہر کرنے میں غلط فہمی پھیلتی کہ پورے عرب میں جو ایک بات مشہور تھی کہ متبنّٰی بیٹے کی بیوی سے نکاح نہیں ہو سکتا تو لوگ نبی کو برا بھلا کہیں گے کہ: اپنے متبنّٰی کی بیوی کے ساتھ نکاح کر لیا؛ اسی لیے حضور ﷺ اس بات کو چھپا چھپا کر رکھتے تھے۔

شریعت کا کوئی مقصد فوت نہ ہو تو کسی بات کا چھپانا جائز ہے

یاد رکھو! جب کوئی غلط فہمی پیدا ہوئی ہو اور لوگ طعنہ دیتے ہوں تو ایسے موقع پر طعنے سے بچنے کے لیے ہم کسی بات کو چھپاوے تو جائز ہے؛ لیکن یہ اسی وقت جائز ہے جب شریعت کا کوئی مقصد فوت نہ ہوتا ہو، اگر شریعت کا کوئی قانون چھوٹ جاتا ہو تو پھر اس بات کو چھپانا نہیں چاہیے، چاہے لوگ طعنہ دیں؛ لیکن اس کے باوجود بھی شریعت پر عمل کرنا چاہیے، لوگوں کے طعنے سے گبھرانا نہیں چاہیے۔

ایک خاص مسئلے کی وضاحت

جس کام کے کرنے سے لوگوں میں غلط فہمی پیدا ہوتی ہو اور لوگوں کے محض طعن وتشنیع میں پڑ جانے کا خطرہ ہو تو لوگوں کے دین کی حفاظت اور ان کو طعن کے گناہ سے بچانے کی نیت سے کسی کام کو چھوڑ دینا جائز ہے، شرط صرف یہی ہے کہ وہ کام خود شرعی مقاصد میں سے نہ ہو اور کوئی دینی حکم حلال وحرام کا اس سے متعلق نہ ہو، اگرچہ وہ کام خود پسندیدہ ہو، جیسے کعبہ شریف کی تعمیر کا واقعہ کہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے بنائے ابراہیمی پر تعمیر نہیں کروائی اور اپنا ارادہ موقوف رکھا۔

جب کہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا والا معاملہ ایسا تھا کہ اس سے شرعی

مقصد متعلق تھا، جاہلیت کی بری رسم اور باطل خیال کی عملی تردید خود نبیٔ کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس سے کروانی تھی۔

دوسری طرف لگتا ایسا ہے کہ خود نبیٔ کریم ﷺ نے اس حکم کی قولی تبلیغ جو سورۂ احزاب کی شروع کی آیات میں ہو چکی تھی اس کو کافی سمجھا تھا اور عملی طور پر اظہار کی طرف توجہ مبارک بھی نہیں گئی؛ اس لیے باوجود علم و ارادے کے اس بات کو چھپانا خود مناسب سمجھا؛ اس لیے آیتِ کریمہ میں آپ ﷺ کو فرمایا گیا کہ آپ کی ذات سے عملی اعلان کروانا ہے۔

عملی طور پر غلط رسم کا ازالہ

اللہ تعالیٰ نبیٔ کریم ﷺ کے ذریعے عملی (precticali) طور پر ظاہر کروانا چاہتے تھے کہ متبنّٰی جب اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو نکاح ہو سکتا ہے اور یہ ہونے والا ہے، نبیٔ کریم ﷺ نے لوگوں کے طعنے سے بچنے کے لیے اس بات کو چھپایا۔

خیر! ایک دن حضرت زید رضی اللہ عنہ آئے اور نبیٔ کریم ﷺ کو کہا کہ: حضور! آج میں نے اپنی بیوی زینب کو طلاق دے دی، بہت صبر کیا، اب مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔

حضور ﷺ کا پیغامِ نکاح خود زید رضی اللہ عنہ لے کر گئے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ جب طلاق کے بعد عدت پوری ہو گئی تو نبیٔ کریم ﷺ نے خود حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بلایا اور کہا کہ: تم زینب کے پاس جاؤ اور میری طرف سے میرے ساتھ نکاح کا پیغام دو۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اس لیے بھیجا؛ تاکہ لوگوں کے سامنے یہ واضح ہو جائے کہ زید نے یہ طلاق اپنی خوشی سے دی ہے، کوئی زبردستی طلاق دلوا کر یہ نکاح نہیں ہوا ہے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کا کمالِ تقویٰ

حضرت زید رضی اللہ عنہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے شادی کا پیغام لے کر زینب رضی اللہ عنہا کے گھر پہنچے، دیکھا تو زینب آٹا گونڈھ رہی تھیں، حضرت زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: جب میری نظر زینب رضی اللہ عنہا پر پڑی تو میرے دل میں ان کی عظمت اس قدر آئی کہ میں ان کی طرف نظر نہ کر سکا، اور گھر کے دروازے کی طرف پیٹھ کر کھڑے ہو گیا۔

کیسی تقویٰ کی بات کہ ان کے دروازے کی طرف پیٹھ کی؛ تاکہ منہ آمنے سامنے نہ ہو؛ حالاں کہ ابھی پردے کا حکم نہیں آیا تھا، یہ ان کے کامل تقویٰ کی بات ہے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے جا کر زینب رضی اللہ عنہا سے کہا کہ: میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمھاری شادی کا پیغام لے کر آیا ہوں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا عجیب جواب: میں استخارہ کروں گی

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے جیسے ہی یہ پیغام سنا تو کیا جواب دیا؟ دینی بہنو! عجیب سننے کے لائق جواب ہے، آپ اندازہ لگاؤ کہ اتنا اچھا پیغام آیا کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم شادی کرنا چاہتے ہیں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا کہ: میں ابھی کوئی جواب نہیں دیتی، میں اپنے اللہ سے مشورہ کروں گی یعنی استخارہ کروں گی اور استخارہ کر کے میں جواب دوں گی۔

ہر کام میں پہلے استخارہ کر لینا چاہیے

دینی بہنو! یہی ترتیب ہے کہ کوئی بھی شادی کا پیغام آوے، کتنا ہی اچھا لڑکا

ہو؛ لیکن پہلے استخارہ کرو، قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱۶﴾ (البقرۃ)

ترجمہ: اور ایسا ہوسکتا ہے کہ ایک چیز کو تم پسند نہ کرو؛ حالاں کہ وہ چیز تمھارے لیے اچھی ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو پسند کرو؛ حالاں کہ وہ چیز تمھارے لیے بری ہو، اور (ہر چیز کی حقیقت) اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم لوگ جانتے نہیں ہو۔

اس لیے استخارہ کر کے ہی جواب دینا چاہیے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ: میں استخارہ کروں گی اس کے بعد جواب دوں گی، چنانچہ ان کے گھر میں ایک چھوٹی سی مسجد تھی یعنی نماز پڑھنے کی جگہ وہاں گئی اور استخارہ کیا۔

استخارہ کرنے کا انعام: خود اللہ نے آسمانوں پر نکاح کروایا

اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا تھا، اللہ کو ان کا یہ جواب بہت پسند آیا کہ: میں اپنے ماں باپ سے نہیں پوچھوں گی، بھائی بہن سے نہیں پوچھوں گی، کسی سے نہیں پوچھوں گی؛ چوں کہ پہلی مرتبہ بھائی کو پوچھا تھا، اس نے منع کیا تھا، خود بھی منع کر رہی تھی؛ اس لیے اب صرف اللہ تعالیٰ ہی سے استخارہ کرنا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خود آسمانوں پر فرشتوں کی حاضری میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح کرا دیا، کتنی خوش نصیب عورت ہے!!!

اور یہ بات خود اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمائی:

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۳۷﴾

پھر جب زید نے اس عورت سے اپنی حاجت پوری کرلی تو ہم نے اس سے تمھارا نکاح کرادیا؛ تاکہ ایمان والوں کے لیے اپنے منہ بولے (یعنی لے پالک) بیٹوں کی بیویوں سے نکاح کرنے میں کوئی تنگی (یعنی گناہ، حرج) نہ رہے، جب کہ ان لے پالکوں نے ان سے (طلاق دے کر) تعلق ختم کردیا ہو اور اللہ تعالیٰ کا حکم تو پورا ہوکر ہی رہنے والا تھا۔

پھر بعد میں دنیا میں اعلان کرنے کے واسطے بھی نکاح ہوا؛ چنانچہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بھائی ابو احمد ابن جحش کی حاضری میں نبیٔ کریم ﷺ کا زمین پر بھی نکاح ہوا؛ تاکہ سب لوگوں میں اعلان ہوجائے اور اس نکاح میں چار سو درہم مہر طے کیا گیا۔

اس نکاح کے وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عمر تقریباً پینتیس سال کی تھی۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا سجدۂ شکر

چنانچہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو خبر پہونچی کہ میرا نکاح نبیٔ کریم ﷺ سے ہوگیا تو فوراً زمین پر گرگئی اور اللہ کے سامنے شکریہ کا سجدہ کیا، اللہ اکبر!

اللہ کوئی بھی نعمت عطا کرے، اچھی جگہ رشتہ کرادے، اچھی جگہ شادی کرادے تو اس پر بھی شکریہ کی نماز پڑھنی چاہیے، شکرانے کا صدقہ کرنا چاہیے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نام بدلنا

اس کے بعد نبیٔ کریم ﷺ کی رخصتی ہوئی، حضور ﷺ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے

پاس پہونچے تو سب سے پہلے حضور ﷺ نے زینب رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ: تمھارا نام کیا؟

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا: برّہ۔

اس وقت ان کا نام ''برّہ'' تھا، برّہ کا معنیٰ: جو گناہ سے بالکل پاک صاف ہو۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ: یہ نام ٹھیک نہیں ہے اور حضور ﷺ نے ان کا نام بدل دیا اور کہا کہ: آج سے تمھارا نام برّہ نہیں ہوگا، آج سے تمھارا نام زینب ہوگا۔

حضور ﷺ کی مبارک بیویوں میں، امت کی ماؤں میں دو زینب ہیں:

ایک حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا جو حضور ﷺ کی سگی پھوپھی کی بہن تھی۔

دوسری حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا۔

شوہر اپنی بیوی کے برے نام کو بدل سکتا ہے اور نیا لقب بھی دے سکتا ہے

خیر! حضور ﷺ نے ان کا نام مبارک بدل دیا، اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ شوہر اپنی بیوی کے لیے پرانے نام میں اگر کوئی خرابی دیکھے تو اس کو بدل کر کوئی اچھا نام طے کر سکتا ہے۔

نام کے علاوہ کوئی محبت بھرا لقب بھی شوہر اپنی بیوی کے لیے رکھ سکتا ہے، جیسے کہ حدیث میں آتا ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ''حمیراء'' فرمایا کرتے تھے، نام تو عائشہ ہی رہنے دیا؛ چوں کہ اچھا نام تھا؛ لیکن ایک محبت بھرا نام حضور ﷺ نے دوسرا بنا لیا جس کو لقب کہتے ہیں اور حضور ﷺ حضرت عائشہ کو حمیراء کہہ کر پکارا کرتے تھے، یہ پیار محبت کی بات ہے۔

حضرت نبی کریم ﷺ کا سب سے بڑا ولیمہ

نبی کریم ﷺ نے رخصتی کے بعد ایک ولیمہ بھی کیا۔

دینی بہنو! رمضان کی آج کی اس مبارک محفل میں آپ کو میں بتلاتا ہوں کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضور ﷺ کا نکاح ہوا، اس نکاح میں حضور ﷺ نے سب سے بڑا ولیمہ کیا، حضور ﷺ کی اتنی ساری شادیاں ہوئیں؛ لیکن اتنا بڑا ولیمہ حضور ﷺ نے کبھی نہیں کیا جتنا بڑا ولیمہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح میں کیا تھا۔

ذرا دل کھول کر ہمت اور عمل کی نیت سے سنو! حضور ﷺ نے ایک بکری ذبح فرمائی، یہ اللہ کے نبی ﷺ کے گھر کا سب سے بڑا ولیمہ تھا۔

ذرا سوچو! ایک بکری میں کتنے لوگ کھا سکتے ہیں؟

بعض روایتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ سو آدمیوں نے کھانا کھایا ہوگا۔

حضرت نبی کریم ﷺ کا سب سے چھوٹا ولیمہ

آگے سنو! حضور ﷺ کی ایک ہی کنواری بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں، ان کے ساتھ جب نکاح ہوا تو ولیمے میں صرف ایک دودھ کا پیالہ تھا، ایک انصاری کے گھر سے دودھ کا پیالہ آیا اور وہی حضور ﷺ نے سب کو پلا دیا، یہ ہمارے نبی کا ولیمہ ہے، یہ سب سے چھوٹا ولیمہ ہے۔

اب نیت کر کے اٹھو کہ ان شاء اللہ! ہمارے گھر میں سب سے بڑے ولیمے میں زیادہ سے زیادہ ایک بکری کٹے گی، اس سے زیادہ نہیں، اللہ ہم کو سادگی کے ساتھ

نکاح کی اور چھوٹے چھوٹے ولیموں کی توفیق نصیب فرمائے، آمین۔

دوسرے بعض نبوی ولیمے

① حضرت ام سلمہ کے ولیمے میں دوسیر (تقریباً دوکلو) جَوکھانا تھا۔

② حضرت صفیہ کے ولیمے میں جو کچھ صحابہ کے پاس حاضر تھا سب جمع کرلیا گیا اور سب نے ایک ساتھ بیٹھ کر کھالیا، جس میں کچھ کھجور اور کچھ پنیر اور مکھن تھا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا تین باتوں پر فخر

حضرت زینب رضی اللہ عنہا دوسری تمام ازواجِ مطہرات پر فخر کر کے کہا کرتی تھی کہ: تمھارا نکاح تو تمھارے ماں باپ نے کرایا؛ لیکن میرا نکاح تو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر خود کرایا۔

ایک مرتبہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کہنے لگی کہ: میں تین وجہ سے آپ پر ناز کرتی ہوں:

① میں آپ کی پھوپھی کی لڑکی ہوں۔

② اللہ تعالیٰ نے میرا نکاح آپ کے ساتھ آسمان پر کرایا۔

③ میرا نکاح کرانے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کوشش کی تھی۔

زینب رضی اللہ عنہا کی خوبیاں عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی

حضرت زینب رضی اللہ عنہا اتنی عجیب وغریب عورت تھی کہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ جوان کی سوکن ہوتی ہے۔ کہتی ہے کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہی

اکیلی تھی جو کچھ مجھ سے ٹکر لے سکتی تھی؛ چوں کہ وہ بھی خوب صورت اور حضور ﷺ کی پھوپھی کی لڑکی تھی؛ لیکن ماں عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ:

زینب سے زیادہ میں نے کسی کو دین دار نہیں دیکھا:

بہت زیادہ اللہ سے ڈرنے والی تھی۔ بہت زیادہ سچ بولنے والی تھی۔

بہت زیادہ رشتے داروں سے صلہ رحمی کرنے والی تھی۔

بہت زیادہ صدقہ خیرات کرنے والی تھی۔

بہت زیادہ اللہ کا قرب حاصل کرنے والی عورت تھی۔

دینی بہنو! حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہہ رہی ہے جو سوکن ہے۔

آج ہمارا حال

اللہ بھی ہم کو ایسا صاف دل عطا فرمائے، آج ہم کو کسی سے ذرا ناراضگی ہو جاتی ہے، کوئی دوسری بہن سے ذرا بھی جھگڑا ہو جائے تو ہم اس کی کوئی خوبی اور تعریف کی بات بولنا تو کیا، سننا بھی پسند نہیں کرتے، یہ جذبہ اور سوچ ہر گز مناسب نہیں ہے۔

خدا کی قسم! میں نے عائشہ میں بھلائی کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جب تہمت لگی، جس کا تفصیلی قصہ اس کتاب میں موجود ہے، اس موقع پر حضرت نبئ کریم ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ: اے زینب! بتاؤ عائشہ پر جو تہمت لگی ہے اس کے بارے میں تم کیا کہتی ہو؟ کیا تم کو اس بارے میں کچھ معلوم ہے؟

دیکھو! دونوں آپس میں کیسی رہتی تھیں، ادھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی تعریف کر رہی ہے اور آج موقع آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ: عائشہ کے بارے میں تم کیا کہتی ہو؟ یہ موقع (چانس) تھا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کچھ غلط بات کہہ دیتی؛ لیکن حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا:

واللہ ما علمت فیها الا خیرا۔

اللہ کی قسم! میں عائشہ میں خیر اور بھلائی ہی دیکھتی ہوں۔

کیسی نیک عورت تھی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے قسم کھا کر کہہ رہی ہے۔

حضرت زیب رضی اللہ عنہا کی سگی بہن حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں میں ہوگئی اور تہمت لگانے کی وجہ بھی شاید یہ تھی کہ وہ میری بہن کی سوکن ہے۔

تقویٰ کی برکت سے فتنے سے حفاظت

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ صحیح بخاری میں موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زینب کو اس کے تقویٰ اور اس کی پرہیزگاری کی وجہ سے فتنے سے بچالیا۔

میری دینی بہنو! دل میں جو تقویٰ ہوتا ہے اس کی برکت سے فتنے سے حفاظت ہوتی ہے، ان کی بہن فتنے میں پڑی اور خود حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے تقویٰ کی برکت سے فتنے سے بچ گئی۔

اللہ کی طرف بہت زیادہ رجوع کرنے والی

حضرت زیب رضی اللہ عنہا بہت عبادت کرنے والی اور بہت رونے والی عورت

تھی، اللہ کے سامنے دعا میں خوب روتی تھی۔

ایک مرتبہ نبئ کریم ﷺ گھر میں آئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے، حضرت زینب رضی اللہ عنہا نماز میں اور دعا میں تھی، نبئ کریم ﷺ نے خود ارشاد فرمایا:

إنها لأواهة.

زینب اللہ کے سامنے بہت رونے والی، اللہ کی طرف رجوع کرنے والی ہے۔

اللہ ہم سب کو بھی اللہ کے سامنے رونے والا بنادے، آمین۔

زینب رضی اللہ عنہا کی خوبیاں ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی زبانی

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی سوکن ہوتی ہے، وہ کہتی ہے کہ: حضرت زینب رضی اللہ عنہا بڑی نیک تھی، بہت روزے رکھنے والی، بہت تہجد پڑھنے والی تھی اور حلال کمائی کر کے مسکینوں کو صدقہ کرنے والی تھی۔

سارا مال اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں ان کے لیے ایک بہت بڑی رقم بھیجی تو کہنے لگی: اے اللہ! یہ مال آئندہ میرے پاس نہ آوے، یہ تو بڑا فتنہ ہے، بارہ ہزار درہم تھے، حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے پورا مال اللہ کے نام پر صدقہ کر دیا، ایسی صدقہ کرنے والی یہ عورت تھی۔

لمبے ہاتھ والی

ان کے بارے میں آتا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ حدیث نقل کرتی ہے کہ

حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ایک دن اپنی بیویوں سے یہ ارشاد فرمایا: میرے انتقال کے بعد تم میں سے یعنی ازواجِ مطہرات میں سے سب سے پہلے میرے پاس وہ آئے گی جس کا ہاتھ سب سے زیادہ لمبا ہوگا۔

جب حضور ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی تو تمام بیویاں اپنا ہاتھ ناپ رہی ہیں کہ کس کا ہاتھ سب سے لمبا ہے؟ جس کا ہاتھ لمبا وہ پہلے انتقال کرے گی اور پہلے حضور ﷺ کے پاس پہنچے گی، حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی لمبائی زیادہ نہیں تھی، وہ تھوڑی چھوٹے قد کی تھی؛ اسی لیے ان کا ہاتھ بھی چھوٹا ہوگا؛ لیکن دنیا نے دیکھا کہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے انتقال کے بعد حضور ﷺ کی بیویوں میں سب سے پہلے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا، تب لوگوں کی سمجھ میں آیا کہ ہاتھ لمبا ہونے کا مطلب یہ تھا کہ ''جو زیادہ صدقہ کرنے والی ہو'' چاہے ہاتھ کی سائز چھوٹی ہو، کتنی خوش نصیب بیوی تھی!!!

اپنا کفن خود تیار کرایا

انھوں نے اپنا کفن بھی خود تیار کر رکھا تھا، ان کے انتقال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود کفن تیار کروایا، پانچ کپڑے کفن کے اور اس میں خوشبو لگوائی اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے لیے کفن بھیجا؛ لیکن حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے وصیت کی تھی کہ مجھے اپنا کفن ہی پہنایا جائے، چنانچہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنی زندگی میں جو اپنا کفن تیار کیا تھا وہی کفن ان کو پہنایا گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو کفن بھیجا تھا وہ ان کی بہن حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا نے اللہ کے نام پر صدقہ کر دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی جنازے کی نماز پڑھائی، مدینۂ منورہ میں سن ہجری ۲۰ میں ان کا انتقال ہوا۔

ایک عجیب نکتہ

جس وقت ان کا انتقال ہوا پچاس یا ترپن سال کی ان کی عمر تھی، عجیب بات پینتیس (۳۵) سال کی عمر میں ان کا نکاح حضور ﷺ کے ساتھ ہوا اور پینتیس (۳۵) کو الٹا کرو تو ترپن (۵۳) ہوتا ہے۔

وفات کے دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا افسوس

جس دن حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا اس دن ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہنے لگی: افسوس! آج ایسی عورت کا انتقال ہو گیا جو بڑی پسندیدہ تھی، بہت اچھی خوبیوں والی تھی، بڑی عبادت کرنے والی تھی اور یتیموں اور بیواؤں کی مدد کرنے والی تھی۔

میری دینی بہنو! دنیا سے جانا تو ہر ایک کو ہے؛ لیکن کسی کے انتقال کے وقت کوئی دو اچھی بات کہہ دیوے یہ ہے خوبی اور کمال کی بات، اپنی زندگی میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا والی خوبیاں اپناؤ۔

روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کے گواہ

عن أنس رضي الله عنه قال: مَرُّوْا بِجَنَازَةٍ فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْراً، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: وَجَبَتْ. ثُمَّ مَرُّوْا بِأُخْرىٰ فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا شَرّاً فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: وَجَبَتْ، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضي الله عنه: مَاوَجَبَتْ؟ فَقَالَ: هٰذَا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْراً فَوَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، وَهٰذَا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرّاً فَوَجَبَتْ لَهُ النَّارُ، أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْأَرْضِ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: لوگ ایک جنازہ کو لے کر گزرے،

اس جنازے کو دیکھ کر نبیٔ کریم ﷺ کی مجلس میں جو لوگ موجود تھے انھوں نے اس جنازے والے کے متعلق اچھی بات کہی اور اس کی تعریف کی کہ: بہت اچھا آدمی تھا، نیک وصالح تھا۔

حضورِ اکرم ﷺ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا: اس کے لیے واجب ہوگئی۔

اس کے بعد ایک دوسرا جنازہ وہاں سے گزرا، اس کو دیکھ کر وہاں موجود لوگوں نے اس کی برائی کی کہ: بہت برا آدمی تھا۔

حضورِ اکرم ﷺ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا: اس کے لیے بھی واجب ہوگئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو اس مجلس میں موجود تھے انھوں نے عرض کیا کہ: اے اللہ کے رسول! کیا چیز واجب ہوگئی؟

نبیٔ کریم ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا: پہلا آدمی جس کے متعلق تم لوگوں نے اچھی بات کہی تھی اور اس کی تعریفیں کی تھیں، اس کے لیے جنت واجب ہوگئی اور دوسرا آدمی جس کے متعلق تم نے برے کلمات کہے تھے اس کے لیے جہنم واجب ہوگئی؛ تم لوگ روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کا اہلِ ایمان کے دلوں میں مرنے والے کے متعلق اچھائی ڈالنا اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے جنت کا فیصلہ ہوا ہے۔

(حدیث کے اصلاحی مضامین: ۱۰/۳۶۴)

بہر حال: حضرت زینب رضی اللہ عنہا بہت زیادہ صدقہ کرنے والی تھی، اللہ ہماری دینی بہنوں کو زیادہ صدقہ کرنے والی بناویں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا بہت زیادہ تہجد پڑھنے والی تھی، اللہ مجھے اور آپ کو کثرت سے تہجد پڑھنے کی توفیق عطا فرماوے۔

بیواؤں اور یتیموں کا بڑا خیال رکھنے والی تھی، اللہ ہم کو بھی بیواؤں اور یتیموں کی مدد کرنے کی اوران کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرماوے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا بہت زیادہ نفل روزے بھی رکھتی تھی، اللہ ہمیں بھی زیادہ سے زیادہ نفل روزے رکھنے کی توفیق عطا فرماوے۔

ایسی نیک اور پارسا عورت جن کے دو نکاح ہوئے: پہلا نکاح حضرت زید رضی اللہ عنہ سے ہوا، وہ نکاح ٹوٹ گیا، پھر حضرت نبیٔ کریم سے نکاح ہوا، ان کے دونوں نکاح کا واقعہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ذکر فرمایا، وہ واقعہ میں نے آپ کے سامنے ذکر کیا اور خاص طور پر میری دینی بہنوں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کے وقت جو سب سے بڑا ولیمہ ہوا تھا، جس میں ایک بکری کٹی تھی، سو دو سو آدمیوں نے کھایا ہوگا، اللہ ایسا ولیمہ ہم سب کو سادہ چھوٹا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی

پاک دامنی

اور منافقین کا الزام

(قسط اول)

مختصر تعارف

نام: عائشہ۔ عائشہ کا معنی ہوتا ہے اچھی اور بہتر حالت والی عورت۔

والد کی طرف سے نسب نامہ: عائشہ بنت ابوبکر بن ابی قحافہ القرشیہ۔

والدہ کی طرف سے نسب نامہ: عائشہ بنت ام رومان بنت عامر بن عویمر۔

القاب: صدیقہ، حمیراء، موفقہ، عائش۔

کنیت: ام عبداللہ۔

پیدائش: رمضان المبارک یا شوال میں نبوت کے چوتھے (۴) سال مکہ میں ہوئی۔

نکاح: چھ (۶) سال کی عمر میں، نبوت کے دسویں دس (۱۰) آپ ﷺ سے مکہ مکرمہ میں نکاح ہوا۔

رخصتی: مدینہ منورہ میں ہجرت کے پہلے سال یعنی نبوت کے چودہویں سال ماہِ شوال میں ۹ سال کی عمر میں آپ کی رخصتی ہوئی۔

مہر: ۴۰۰ درہم۔

رفاقت: آپ ﷺ کے ساتھ رہنے کی مدت ۹ سال ۵ مہینے اور ۱۲ دن تقریبا۔

وفات: ۶۷ سال کی عمر پا کر رمضان، ۵۸ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اخیری دورِ خلافت میں انتقال فرمایا۔

مدینہ منورہ کے مشہور قبرستان بقیع میں مدفون ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہ وَنَسْتَعِیْنُہ وَنَسْتَغْفِرُہ وَنُؤْمِنُ بِہ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا،مَنْ یَّھدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہ وَمَنْ یُّضْلِلْہ فَلَاھادِیَ لَہ وَنَشْھدُ اَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہ لَاشَرِیْکَ لَہ وَ نَشْھدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ شَفِیْعَنَا وَ حَبِیْبَنَا وَ اِمَامَنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہ وَ رَسُوْلُہ،صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہ وَاَصْحَابِہ وَذُرِّیَّاتِہ وَ اَھلِ بَیْتِہ وَاَھلِ طَاعَتِہ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ ۚ وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِکَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ ؕ لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ ﴿۲۶﴾ (النور)

ترجمہ: گندی عورتیں گندے مردوں کے لیے مناسب ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لیے مناسب ہیں اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے مناسب ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے مناسب ہیں، جو (تہمت کی) بات وہ (منافق) لوگ کہتے ہیں وہ (نیک مرد اور عورتیں) اس سے بالکل بری (یعنی بے تعلق) ہیں، ان کے لیے (آخرت میں) مغفرت ہے اور عزت کی روزی ہے۔

ہر قوم نے اپنے نبی کو ستایا

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار یا دو لاکھ چوبیس ہزار نبیوں

کو اپنے دین کی دعوت کے لیے بھیجا، اللہ تعالیٰ کی جانب سے جب بھی نبیوں کو ان کی قوم کی طرف دین کی دعوت اور اللہ کا دین سمجھانے کے لیے بھیجا گیا تو ہر زمانے میں ہر قوم کی طرف سے ہر نبی کو ستایا اور پریشان کیا گیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی بہت ستایا گیا

انبیا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا درجہ بہت اونچا ہے، آپ پیغمبروں میں دوسرے نمبر کے نبی ہیں، آپ پر بھی بہت پریشانیاں آئیں اور آپ کا بھی امتحان لیا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ستایا جانا

تمام پیغمبروں کے سردار ہمارے آقا تاج دارِ مدینہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام نبیوں سے زیادہ تکلیفیں آئیں، لوگوں نے سب سے زیادہ ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ستایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم علی الاعلان نبی بنائے جانے کے بعد تیرہ (۱۳) سال مکہ میں مقیم رہے، اسی دوران طائف تشریف لے گئے، دونوں جگہ؛ یعنی مکہ اور طائف کے ظالموں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشان کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی زندگی

جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینۂ منورہ تشریف لے گئے، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک ترپن (۵۳) سال کی تھی، مدینہ میں آپ کو یہودیوں نے ستایا اور مدینہ میں منافقین کی ایک جماعت تھی وہ بھی آپ کو ہر وقت پریشان کیا کرتے تھے۔

منافق کا مطلب

منافق کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جو اوپر اوپر سے اپنے آپ کو مسلمان بتائے، کہ ہم مسلمان ہیں، ایمان والے ہیں، کلمہ پڑھنے والے ہیں؛ لیکن ان کے دلوں میں ایمان نہیں ہوتا ہے، حقیقت میں کافر ہوتے ہیں۔

مدینہ کے منافق اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے، کلمہ پڑھتے تھے، مسجد میں آکر نماز بھی پڑھ لیا کرتے تھے، حضور ﷺ کی مجلس میں آکر دین کی باتیں بھی سن لیا کرتے تھے؛ لیکن ان کے دلوں میں ایمان نہیں تھا، وہ لوگ حقیقت میں کافر اور مشرک اور یہودی تھے، زبان پر ایمان اور دل میں کفر تھا۔

منافقوں کے بارے میں قرآن میں بڑی سخت وعید آئی ہے:

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿۱۴۵﴾ (النساء)

ترجمہ: یقینی بات ہے کہ منافق لوگ آگ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے اور تم ان کے لیے ہرگز کوئی مددکرنے والا نہیں پاؤ گے۔

یعنی منافق کو کافروں سے بھی زیادہ سخت عذاب دیا جائے گا، اللہ تعالیٰ نفاق سے اور نفاق کے تمام شعبوں سے ہم تمام کی حفاظت فرمائیں، آمین۔

دو قسم کا نفاق

نفاق دو طرح کا ہوتا ہے: (۱) عقیدہ کا نفاق۔ (۲) عمل کا نفاق۔

عقیدے کے اعتبار سے کون منافق ہے وہ تو اِس دور میں پتہ لگانا مشکل ہے، البتہ نفاق کی دوسری صورت عمل کے اعتبار سے منافق ہونا وہ عام ہے؛ یعنی جو آدمی منافقوں جیسے کام کرتا ہے، جیسے وعدہ خلافی کرنا، جھوٹ بولنا، امانت میں خیانت کرنا وغیرہ، یہ عمل کے اعتبار سے نفاق قیامت تک دنیا میں رہے گا۔

منافقوں کا آپ ﷺ کو ستانا

مدینہ میں ان منافقوں نے آپ ﷺ کو بہت ہی ستایا، ان کی بہت بڑی جماعت تھی اور اس جماعت کا لیڈر عبد اللہ ابن ابی ابن سلول تھا، نام تو عبد اللہ تھا؛ لیکن بڑا اکٹّر منافق تھا اور حضور ﷺ کو ستانے میں سب سے آگے آگے تھا، اس کے نام میں ایک بات یہ ہے کہ عربوں کے یہاں جیسا کہ عادت ہے کہ پہلے اپنا نام پھر باپ کا نام پھر دادا کا نام اس طرح بولتے ہیں، ہمارے یہاں بھی کچھ ایسا رواج ہے؛ لیکن اس کے نام میں اس کے باپ کے نام کے بعد اس کی ماں کا نام ہے، ''اُبَی'' اس کے باپ کا نام ہے اور ''سلول'' اس کی ماں کا نام ہے، یہ بھی ایک عجیب نسبت ہے۔ (حاشیہ جلالین: ۱/ ۱۶۴)

اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت

اللہ تعالیٰ کی شان اور قدرت دیکھو! اِس عبد اللہ ابن ابی منافق کے بیٹے کا نام بھی عبد اللہ تھا؛ لیکن وہ پکے مؤمن اور مخلص صحابی تھے۔

غیر مناسب نام بدل دینا چاہیے

اس زمانے میں ایسا ہوتا تھا کہ جو نام باپ کا ہوتا تھا وہی نام بیٹے کا ہوا کرتا تھا،

جیسے امام ابن جریر طبریؒ نے لکھا ہے: اس منافق عبداللہ کے بیٹے کا نام ''حباب'' تھا، جب یہ نبیٔ کریم ﷺ کی خدمت میں آئے تو آپ ﷺ نے پوچھا: تمھارا نام کیا ہے؟

انھوں نے عرض کیا کہ: میرا نام حباب ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تو شیطان کا نام ہے، اس کو بدل دو۔ پھر ان کا نام عبد اللہ رکھا گیا، اس طرح عبداللہ بن عبداللہ بن گئے۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی یہ عادتِ شریفہ تھی کہ کسی کا نامناسب نام سنتے تو بدل دیتے تھے؛ اس لیے اگر کسی کا غیر مناسب نام رکھا ہو تو علمائے کرام سے تحقیق کر کے اس کو بدل دینا چاہیے۔

باپ بیٹے کا ایک ہی نام ہو سکتا ہے

آج بھی بعض لوگ ایسا کرتے ہیں اور یہ کوئی عیب کی چیز نہیں ہے، دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث اور میرے استاذِ محترم حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری دامت برکاتہم کے ایک بیٹے کا نام بھی سعید احمد ہے، وہ سورت میں ایک مدرسے کے مدرس ہیں۔

بہر حال! یہ بھی ایک عجیب بات تھی کہ عبداللہ ابن اُبی کٹّر منافق اور اس کے بیٹے حضرت عبداللہ پکے صحابی اور حضور ﷺ کے وفادار تھے۔

کوئی صرف نام سے مسلمان نہیں ہوتا

مسلمان جیسے نام ہونے سے کوئی مسلمان نہیں ہو جاتا، اس سے ایک حقیقت یہ بھی سمجھ میں آئی کہ کوئی اپنا نام عبداللہ، عبدالرحمن رکھ لیوے، اس سے وہ مسلمان نہیں

ہوجاتا، بہت سے لوگ مسلمانوں جیسے نام رکھتے ہیں اس سے مسلمان نہیں ہوجاتے، انتخاب کے لیے رائے دینے والوں کی جو فہرست بنی ہے، اسی طرح سرکاری دفاتر میں کسی کا نام مسلمان جیسا ہو تو اس سے وہ مسلمان نہیں ہوجاتا، دل میں ایمان ہو اور زندگی اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری اور حضور ﷺ کے طریقے کے مطابق ہو وہ مسلمان کہلاتا ہے، بہت سے یہود، نصاریٰ، مجوسی، پارسی لوگوں کے نام بھی مسلمانوں جیسے ہوتے ہیں یا مسلمانوں کے نام ان کے جیسے ہوتے ہیں، تو صرف نام سے کوئی مسلمان نہیں ہوجاتا، ہاں! اسلامی نام اسلامی شناخت کا ذریعہ بنتے ہیں۔

اِس دور میں ایک غلط فہمی

آج کے دور میں لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ جو گوشت کھاوے وہ مسلمان ہے، خود مسلمان اپنے اسلام کی علامت صرف گوشت کھانا سمجھتے ہیں؛ حالاں کہ یہ غلط ہے، ہر گوشت کھانے والا مسلمان نہیں اور ہر مسلمان گوشت کھاتا ہو یہ ضروری نہیں۔

راستے میں چلتے ہوئے پانچ روپیے کی ٹوپی خرید لی، سر پر رکھ لی، اس سے کوئی واقعی مسلمان نہیں ہوجاتا، بعض لوگ جو اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرتے ہیں وہ اس طرح ظاہری اسلامی ہیئت اختیار کر کے لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں، لوگوں کو پریشان کرتے ہیں اور نام مسلمانوں کا بدنام کرتے ہیں؛ حالاں کہ وہ حقیقی مسلمان نہیں۔

منافقوں کی طرف سے تکلیف پہنچانے کی انتہا

ان منافقوں نے مدینہ میں آپ ﷺ کو اس قدر ستایا کہ پوری امت کی ماں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر نعوذ باللہ! زنا کی تہمت اور الزام لگایا، یہ بہت بڑی تکلیف

ان منافقین اور یہودیوں نے پہنچائی، اس تہمت کی وجہ سے آپ ﷺ تقریباً ایک ماہ تک بہت پریشان رہے اور آپ کو اس کا بہت رنج ہوا اور آپ کی پریشانی کی وجہ سے مدینہ کے تمام مسلمان پریشان تھے، پورے مدینہ میں غم کا ماحول چھایا ہوا تھا، تمام حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا کسی کام میں دل نہیں لگ رہا تھا۔

حضور ﷺ کو آخری روحانی تکلیف

خلاصہ یہ ہوا کہ دشمنوں نے نبیٔ کریم ﷺ کو پریشان کرنے کی ساری تدبیریں خرچ کر ڈالی، آپ ﷺ کو تکلیف پہنچانے کی جو صورت بھی جس کسی کے ذہن میں آئی، وہ سبھی جمع کر کے استعمال کی گئی، دشمنوں نے جو تکلیفیں آپ ﷺ کو پہنچائیں اس میں آخری یہ سب سے بڑی روحانی تکلیف تھی۔

ایک طرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جیسی ایک نیک، مقدس، عالمہ، فاضلہ عورت پر تہمت۔ دوسری طرف ایک، نیک، مقدس صحابی حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کی طرف غلط نسبت۔

غلط نسبت

حاصل کلام یہ کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام غلط طریقہ سے جوڑ دیا، وہ صحابی حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ تھے، جو بڑے نیک اور پرہیزگار تھے؛ لیکن ان منافقوں نے ان کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام جوڑ دیا اور ان پر نعوذ باللہ! زنا کی تہمت لگائی، آپ ﷺ پریشان، حضرت صفوان بھی پریشان اور سب سے زیادہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جیسی نیک صالحہ اور پاک دامن عورت بھی پریشان، تقریباً

پورا ایک مہینہ مدینہ میں غم کا ماحول رہا، یہ پوری سازش اور پلان منافقوں اور یہودیوں کا سردار اور ان کا لیڈر عبداللہ ابن ابی کا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خوبیاں

حضرتؔ عائشہ رضی اللہ عنہا بہت ہی نیک صالحہ اور پاک دامن عورت تھیں، ہم سب دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری تمام بہنوں کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جیسی پاکیزہ زندگی عطا فرمائے اور جنت میں حضرتؔ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ داخل ہونا نصیب فرمائے، آمین۔

ان کو اللہ تعالیٰ نے بڑی فضیلتیں عطا فرمائی تھیں اور ایسی ایسی خوبیاں دی تھیں کہ دنیا کی تمام عورتوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک خاص امتیازی درجہ رکھتی ہیں، حضرتؔ آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر قیامت تک آنے والی پوری دنیا کی تمام عورتوں میں حضرتؔ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اللہ کی طرف سے بعض وہ خوبیاں دی گئیں کہ ویسی خوبی کسی عورت کو نصیب نہیں ہوئی، ان کی بعض خوبیاں میں آپ کو بتا دیتا ہوں، اس سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ حضرتؔ عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقام کتنا اونچا ہے!!!

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پہلی خوبی

ان کی ایک خوبی یہ تھی کہ ان کی شادی سے پہلے اللہ کے فرشتے حضرتؔ جبرئیل امین علیہ السلام ایک دن ان کی تصویر ایک ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر حضرتؔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ: اے اللہ کے نبی! یہ عورت آپ کی بیوی بنے گی۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرتؔ جبرئیل علیہ السلام اپنی ہتھیلی میں ان کی

تصویر لے کر آئے تھے۔

ظاہر بات ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام جو کام کریں گے اللہ کے حکم کے مطابق کریں گے؛ گویا کہ اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شادی سے پہلے ہی ان کی تصویر بتادی تھی۔

شادی سے پہلے شادی کی نیت سے عورت کو ایک مرتبہ دیکھنا جائز ہے

اس سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ شادی کی نیت سے اگر عورت کو دیکھنا چاہیں تو دیکھنا جائز ہے؛ لیکن اس میں یہ خیال رہے کہ جو لڑکا ارادہ رکھتا ہے وہ دیکھے، اس کے والد، بھائی، چچا، ماموں، دوست وغیرہ کو دیکھنے کی اجازت نہیں، پھر دیکھنا بھی ایسا ہو کہ اس میں حد سے آگے نہ بڑھے، بعض جگہ لڑکی دیکھنے کے لیے لڑکا اپنے دوست کے ساتھ جاتا ہے، والد اور بھائی کو بھی لے کر جاتا ہے، سب مل کر دیکھتے ہیں، یہ غلط طریقہ ہے، اسی طرح بعض جگہ لڑکے لڑکی کو تنہائی میں ملنے بھی دیا جاتا ہے، طویل تفصیلی گفتگو اور خلوت کا موقع دیا جاتا ہے، یہ بھی غلط ہے، بس! شادی کرنے والا لڑکا دیکھ لیوے وہ کافی ہے، حدیث شریف میں ہے کہ:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے جب شادی کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ! اور اس عورت کو (جس سے نکاح کا ارادہ ہے) دیکھ لو۔ (مسند احمد بحوالۂ بدائع الصنائع)

مظاہرِ حق میں اسی طرح کی ایک حدیث شریف کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اپنی مخطوبہ کو دیکھ لینا ممکن نہ ہو تو پھر یہ مستحب ہے کہ کسی معتمد عورت کو بھیج دیا جائے تاکہ وہ اس مخطوبہ کو دیکھ کر مرد کو اس کے حالات بتاوے۔

دیکھنے میں ایک بے احتیاطی

جب لڑکی کو دیکھنے جاویں تب دونوں ایک دوسرے کے سامنے اپنے گزرے ہوئے دور کی تاریخ کھول کر بیٹھ جاتے ہیں، اس کے نتیجے میں دیکھنے ہی کے مرحلے سے بدگمانی کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، جس کے نتیجے میں بہت سی مرتبہ رشتہ بھی طے نہیں ہو پاتا، ان غلط طریقوں کو بند کرنا چاہیے۔

آج کے کہے جانے والے ترقی یافتہ دور میں بعض والدین تو اس مرحلے میں لڑکے لڑکی کو کچھ ایام، کچھ مہینے باقاعدہ ربط میں رہنے کی، ساتھ میں گھومنے پھرنے کی اجازت دیتے ہیں اور یوں کہتے ہیں: پہلے ایک دوسرے کو سمجھ لو، اچھی طرح جانچ لو کہ نباہ ہوگا کہ نہیں؛ تاکہ آگے کوئی مسئلہ کھڑا نہ ہو، یہ سب غلط اور ناجائز کام ہے، اس طرح غیر شرعی، غیر اسلامی طرز سے دیکھنے ملنے سے کبھی کوئی کام بنتا نہیں؛ بلکہ بگڑتا ہے۔

یہ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خوبی کی بات ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ان کی تصویر لے کر آئے اور حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی تھی اور ظاہر بات ہے اس زمانے میں کوئی کیمیرا، ویڈیو وغیرہ نہیں تھا، وہ کوئی روحانی، غیبی، مثالی اور قدرتی چیز تھی کہ جس سے ان کی تصوری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی گئی، اس کو کوئی تصویر کے جائز ہونے کی دلیل نہیں بنا سکتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دوسری خوبی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دوسری خوبی یہ ہے کہ سوائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنے بھی نکاح کیے وہ تمام کے تمام بیوہ اور مطلقہ عورتوں سے

کیے، کسی کے شوہر کی وفات ہوگئی تھی یا کسی کو ان کے شوہر نے طلاق دے دی تھی، ایسی مطلقہ بیوہ عورتوں سے آپ ﷺ نے شادی فرمالی، صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ سے شادی کرتے وقت کنواری تھیں۔

بیوہ اور مطلقہ عورت کو دوسری شادی کر لینی چاہیے

یہاں ایک دوسری بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ کوئی عورت بیوہ ہو جائے یا جس عورت کو طلاق ہو جائے تو شریعت کی تعلیم ہے کہ ایسی عورت کو کوئی مناسب رشتہ تلاش کر کے شادی کر لینا چاہیے، اس کو اپنے گھر میں بیٹھے نہ رہنا چاہیے، خاص طور پر جب کہ وہ جوان اور تندرست ہو، اور ایسی لڑکیوں اور عورتوں کے والیوں کو بھی چاہیے کہ شادی کرانے کی خاص فکر کریں، اسی طرح جس مرد کی بیوی کا انتقال ہو جاوے یا بیوی ایسی بیمار ہو جاوے کہ جسمانی ضرورت کی تکمیل کے قابل نہ رہی یا بیوی سے طلاق ہوگئی تو مرد کو بھی شادی کر لینی چاہیے۔

بیوہ کا نکاح کرانا کوئی عیب نہیں؛ بلکہ اچھی بات ہے

اس طرح کی شادی کو معیوب نہ سمجھیں، بعض جگہ نہایت خطرناک حال ہے، بیوی بیمار ہے، شوہر تندرست ہے، شوہر زنا میں مبتلا ہے پھر بھی دوسرا نکاح نہیں کرتا ہے یا اس کو کرنے نہیں دیا جاتا، روکا جاتا ہے، خود بیوی شوہر زنا کرے اس کے اسباب مہیا کرتی ہے؛ لیکن نکاح نہیں کرنے دیتی۔

اسی طرح بیوی کی وفات کے بعد شوہر کو ضرورت ہے پھر بھی دوسرا نکاح نہیں

کرتا یا بچے اس کو دوسرا نکاح نہیں کرنے دیتے، ڈر یہ ہے کہ دوسری آنے والی عورت میراث میں شریک ہوگی اور ہمارا حق کم کروادے گی، خوب سمجھ لو! جو رشتے دار رُکاوٹ بنیں گے اور گناہ کا ذریعہ بنیں گے وہ بھی گنہ گار ہوں گے اور اس طرح کرنے والا بھی گنہگار ہوگا، اولاد کو یہ سوچنا چاہیے کہ- خدا حفاظت میں رکھے- والد صاحب بڑے ضعیف، صاحبِ فراش ہو گئے، قضائے حاجت، استنجا، غسل سے بھی معذور ہو گئے، کسی کی مدد کی ضرورت ہے تو کیا اولاد، بیٹی، بہو اس طرح کی جسمانی خدمت- جن میں ستر دیکھنا ہو- کر سکے گی؟ پھر کیوں رکاوٹ بنیں؟

بلکہ خود تعاون کر کے نکاح کروادو؛ تاکہ سہولت رہے، قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَاۗىِٕكُمْ.

ترجمہ: تم میں سے جن (آزاد مردوں اور عورتوں) کا نکاح نہ ہو ان کا نکاح کراؤ اور تمھارے غلاموں اور باندیوں میں سے جو نیک ہوں ان کا بھی (نکاح کراؤ)۔ (النور)

اس آیت سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ جس کی شادی نہ ہوئی ہو یا وہ طلاق والی یا بیوہ ہوگئی ہو ایسی عورت کی شادی کرادینی چاہیے۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عکاف رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ نے سوال فرمایا: تمھاری بیوی ہے؟ انھوں نے عرض کیا: نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے سوال فرمایا: کوئی شرعی باندی ہے؟ انھوں نے عرض کیا۔ نہیں۔ پھر سوال فرمایا: تمھارے پاس گنجائش ہے کہ نہیں؛ یعنی بیوی کے ضروری خرچہ کا انتظام کر سکتے ہو؟ انھوں نے عرض کیا کہ: ہاں! تو

اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر تو تم شیطان کے بھائی ہو، ہماری سنت نکاح کرنا ہے، جو بغیر نکاح کے ہو وہ تم میں بدترین آدمی ہے، اور جو بے نکاح مر گیا وہ سب سے رذیل ہے۔ یہ شریعت کا حکم بھی ہے اور اللہ کے نبی کی سنت بھی ہے۔

دارالعلوم دیوبند کے بانی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کا اتباعِ سنت کا عجیب واقعہ

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ نے ایک واقعہ لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ دیوبند کے محلہ دیوان میں وعظ فرما رہے تھے، وعظ کا موضوع تھا ''بیوہ عورتوں کا نکاح''۔ اتفاق کی بات تھی کہ انہی دنوں میں حضرت نانوتویؒ کی بہن بیوہ ہوئی تھی اور ابھی تک اس کا دوسرا نکاح نہیں ہوا تھا۔ دورانِ بیان دیوبند کے معزز شیوخ حضرات میں سے ایک صاحب کھڑے ہوئے، حضرت مجھے کچھ عرض کرنا ہے، حضرت نانوتویؒ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی فراست سے سمجھ گئے کہ بیوہ بہن کا اب تک جو نکاح نہیں ہوا اس کے متعلق یہ اعتراض کرنا چاہتے ہیں۔

حضرت نے مجمع سے فرمایا: ذرا ٹھہریے مجھے ایک ضرورت پیش آئی ہے، میں ابھی حاضر ہوتا ہوں، یہ فرما کر حضرت اسٹیج سے نیچے اتر کر گھر تشریف لے گئے، مجلس اپنی جگہ جمی رہی، بیوہ بہن عمر میں آپ سے بڑی تھی، کافی ضعیف بھی ہو چکی تھی، ان کی اولاد بھی نہیں تھی، حضرت نے اپنی بہن کے پیر پکڑ کر بہت عاجزی کرتے ہوئے عرض کیا: بہن! آپ کی ایک ہمت سے آپ ﷺ کی ایک سنت زندہ ہو سکتی ہے اور میں سنت

زندہ کرنے کے قابل ہو سکتا ہوں۔

بہن گھبرا گئی اور کہا کہ: ایسی کیا بات ہے، میں اس قابل کہاں ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت زندہ ہونے کا سبب بن سکوں؟ حضرت نے عرض کیا! بہن آپ نکاح کر لیجیے۔ بہن نے عرض کر لیا کہ: بھائی! تم دیکھ رہے ہو، میں ضعیف ہو چکی ہوں، سر کے بال سفید ہو چکے ہیں، یہ عمر نکاح کرنے کی نہیں ہے۔ حضرت نے عرض کیا: یہ سب کچھ صحیح ہے؛ لیکن یہ نکاح کسی ضرورت کی وجہ سے نہیں ہے، محض بیواؤں کے نکاح کی سنت کو زندہ کرنے کے لیے ہے۔

وہ بہن بھی حضرت نانوتویؒ کی بہن تھی، سنت کا نام سن کر نکاح کے لیے تیار ہو گئی، حضرت نے اسی وقت گھر میں نکاح پڑھا دیا، حضرت باہر تشریف لائے، مجمع اسی طرح جم کر بیٹھا ہوا تھا، کسی کو کچھ معلوم نہیں کہ کیا ہو گیا اور آگے وعظ شروع فرمایا۔

وہ اعتراض کرنے والے صاحب دوبارہ کھڑے ہو کر کہنے لگے: آپ تو بیواؤں کے نکاح کا وعظ فرما رہے ہیں اور آپ کے گھر میں آپ کی بیوہ بہن بیٹھی ہوئی ہے۔

حضرتؒ نے جواب میں ارشاد فرمایا: کون کہتا ہے کہ وہ بیٹھی ہوئی ہے، اس کا نکاح تو ہو چکا ہے اور نکاح کے گواہ اسی مجلس میں موجود ہے، اسی وقت نکاح کے گواہوں نے کھڑے ہو کر گواہی دی کہ نکاح ہماری حاضری میں ہوا ہے، اس بات کو سن کر پورا مجمع متأثر ہو گیا اور اسی مجلس میں ساٹھ (۶۰) بیوہ عورتوں کے نکاح ہوئے۔

اللہ تعالیٰ کا مجھ پر فضل

اللہ کا فضل و کرم ہے میرے پر کہ اللہ نے مجھے بھی اس سنت کو ادا کرنے کا

موقع دیا (۵۸/۵۹) سال کی ہماری بیوہ بہن انگلینڈ میں کئی سالوں سے رہتی تھی، میرے والدِ مرحوم اپنی حیات میں ان کی شادی کے لیے بڑے فکرمند رہے، دعا بھی کرتے رہے اور کوشش بھی کرتے رہے؛ لیکن نہ ہوسکا، اِسی سال اللہ تعالیٰ نے ان کا نکاح کرانے کا مجھے موقع دیا اور صرف اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کرنے کی نیت سے میں نے تین دن کے لیے بمبئی سے لندن کا سفر کیا اور بہن کا نکاح کرایا، لندن کی مدینہ مسجد میں ایک بڑے مجمع کے سامنے نکاحِ بیوگان پر تفصیلی خطاب کیا اور اس کے بعد خود ولی بالنکاح بن کر نکاح کرایا۔

صبر کرنے والی عورت کی فضیلت

جس عورت کے شوہر کا انتقال ہوجائے؛ لیکن محض وہ اپنے چھوٹے بچوں کے خاطر صبر کرے اور عفت و پاک دامنی سے زندگی گذارے، اس کے متعلق حدیث شریف میں فضلیت وارد ہوئی ہے، حدیث شریف میں ہے کہ: اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کا ثواب ملے گا۔

اس لیے کہ بہت سی مرتبہ اس عورت نے جس شوہر سے دوسرا نکاح کیا وہ اس کے اگلے شوہر سے ہونے والے بچوں کے متعلق خیر خواہ نہیں ہوا کرتا، جس کی وجہ سے بچوں کی صحیح تعلیم وتربیت نہیں ہو پاتی؛ بلکہ بعض مرتبہ بچے ظلم کے شکار بنتے ہیں، اس لیے جس عورت کو گناہ کا غالب خطرہ ہو وہ تو دوسرا نکاح ضرور کرلے؛ لیکن اگر اپنی ذات پر اطمینان ہے اور گناہ سے حفاظت کی پوری امید ہے اور چھوٹی چھوٹی اولاد کی تعلیم وتربیت کا بھی مسئلہ ہے اور دوسرے نکاح کی صورت میں بچوں پر ظلم وزیادتی کا خطرہ

ہے اور ضروری اخراجات کی جائز شکلیں بھی موجود ہیں تو اس عورت کو تو صبر کر کے زندگی گذارنی چاہیے اور اپنے بچوں پر محنت کر کے گھر بیٹھے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کی فضیلت حاصل کرنی چاہیے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تیسری خوبی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تیسری خوش قسمتی یہ ہے کہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی وفات بھی ان کی گود میں ہوئی، حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ کا آخری دن اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کا دن تھا اور آپ ﷺ کا سر مبارک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سینہ پر رکھا ہوا تھا اور اسی حالت میں آپ ﷺ کا انتقال ہوا، یہ ان کی بڑی خوش قسمتی کی بات ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی چوتھی خوبی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی چوتھی خوش قسمتی کہ جس جگہ حضور ﷺ کا وصال ہوا وہ کمرہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تھا، ایسے حیاتِ طیبہ کے آخری دنوں میں مرض کی شدت کی وجہ سے آپ ﷺ نے ازواجِ مطہرات سے اجازت لے کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں قیام فرمایا تھا؛ لیکن قدرتی بات کہ وفات کے دن باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی تھی؛ گویا حضور ﷺ کی چاہتِ مبارکہ یہ تھی کہ آخری ایام بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں قیام ہو، آپ ﷺ نے سب ازواجِ مطہرات کے الگ الگ کمرے بنائے تھے۔

مکانات کی وسعت بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے

میری بہنو! اللہ نے ہم کو بڑی نعمتوں سے نوازا ہے، آپ ﷺ نے سب

ازواجِ مطہرات کے الگ الگ کمرے بنائے تھے، جو بہت ہی چھوٹے چھوٹے تھے، اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ تمام کو مدینہ شریف بار بار لے جائے، جب آپ مدینہ جاؤ تو جو وقت عورتوں کا سلام پڑھنے کا ہوتا ہے وہاں جا کر دیکھنا کہ تمام کے جو کمرے تھے، وہ جگہ کتنی چھوٹی ہے، مسجدِ نبوی میں جو جالی مبارکہ کا احاطہ ہے، جہاں ہم سلام پیش کرتے ہے، تقریباً بس اتنے ہی احاطے میں یا اس سے کم جگہ میں تمام امہات المؤمنین کے حجرات تھے۔

بعض احادیث میں ہے کہ جب آپ ﷺ تہجد کی نماز ادا فرماتے اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہاں آرام کرتی ہوتی اور جب آپ ﷺ سجدے میں جاتے تو وہ پاؤں سمیٹ لیتی تھیں، تب حضور ﷺ سجدہ کر سکتے، اتنے چھوٹے چھوٹے کمرے تھے کہ اطمینان سے ایک سوئے اور دوسرا نماز پڑھ سکے اتنی بھی جگہ نہیں ہوتی تھی، اللہ نے مجھے اور آپ کو مکان کی وسعت کی بڑی دولت سے نوازا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پانچویں خوبی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پانچوی خوبی: حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی قبر مبارک کسی قبرستان میں نہیں بنی؛ بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کمرے میں بنی؛ اس لیے کہ جس جگہ نبی کی وفات ہوتی ہے اسی جگہ ان کی قبر بنائی جاتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی چھٹی خوبی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی چھٹی خوبی: یہ کہ جب حضور ﷺ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

دونوں ایک ہی لحاف میں سوئے ہوئے ہوتے اسی حالت میں اللہ کی طرف سے قرآن نازل ہوتا تھا، اللہ اکبر! کیسی پاکیزہ زندگی تھی، یہ خوش نصیبی کسی اور بیوی کو نصیب نہیں ہوئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ساتویں خوبی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ساتویں خوبی یہ ہے کہ وہ ایسے باپ کی بیٹی ہیں جو تمام نبیوں کے بعد پہلے نمبر کے انسان ہیں؛ یعنی تمام پیغمبروں اور انسانوں کے بعد سب سے اونچا درجہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے؛ اس لیے ان کا لقب کتنا مبارک ہو گیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا لقب صدیق اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا لقب صدیقہ، عائشہ نام اور صدیقہ ان کا سیکنڈ نام، صدیقہ بنت صدیق۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آٹھویں خوبی

میری بہنو! اور تو کیا خوش قسمتی ان کی بتاؤں! ایک عجیب خوش نصیبی جو دنیا میں کسی عورت کو نصیب نہیں ہوسکتی کہ جب اللہ کے نبی حضرت یوسف علیہ السلام پر زلیخا نے تہمت لگائی کہ یوسف نے میرے ساتھ غلط کام کرنے کا پلان کیا تھا؛ حالاں کہ حضرت یوسف علیہ السلام پاک اور معصوم ہے، اس بات کو بتلانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک دودھ پیتے بچے کو بولتے سکھایا، اس بچے نے گواہی دی اور اعلان کیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام پاک ہے اور زلیخا جھوٹی ہے۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو لوگوں نے حضرت مریم پر تہمت لگائی: اے مریم! شادی سے پہلے یہ بچہ کیسے آ گیا؟ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بچپن

میں اپنی زبان سے بلوایا، جس وقت وہ اپنی ماں کے گود میں تھے، دودھ پی رہے تھے:

انی عبد اللہ. (مریم:۳۰) ترجمہ: میں اللہ کا بندہ ہوں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور بولے کہ: میری ماں مریم پاک ہے، میری ماں نے کوئی غلط کام نہیں کیا۔

میری بہنو! اللہ کی قدرت دیکھو کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام پر تہمت لگی تو ایک بچے نے ان کو پاک بتایا اور حضرت مریمؑ پر جب تہمت لگی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دودھ پیتے پیتے اپنی ماں کو پاک بتایا، خوش نصیب ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ ان پر جب منافقوں نے زنا کی تہمت لگائی تو اللہ نے آسمان سے خود اعلان فرمایا اور اللہ نے قرآنِ پاک میں ان کی پاک دامنی پر تقریباً ۲۰ آیتیں پورے دو رکوع نازل فرمائے، اللہ اللہ! کیسی خوش نصیب عورت کہ اللہ نے خود ہی ان کے پاک ہونے کا اعلان فرما دیا، اتنی بڑی خوش نصیبی کسی عورت کو نصیب نہیں ہوئی، اسی کے ساتھ اللہ نے دنیا ہی میں ان کے لیے مغفرت کا اعلان فرمایا:

أُولٰئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ، لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ۝۲۶ (النور:۲۶)

ترجمہ: جو (تہمت کی) بات وہ (منافق) لوگ کہتے ہیں وہ (نیک مرد اور عورتیں) اس سے بالکل بری (یعنی بے تعلق) ہیں، ان کے لیے (آخرت میں) مغفرت ہے اور عزت کی روزی ہے۔

اللہ تعالیٰ ماں عائشہ رضی اللہ عنہا جیسی پاکیزہ زندگی ہماری تمام بہنوں کو عطا فرماویں اور جنت میں ان کے ساتھ جانا نصیب فرمائیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک بڑی برکت: امت کو تیمم کی نعمت نصیب ہوئی

اسی غزوۂ بنی مصطلق میں اور کسی دوسرے سفر کے موقع پر بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہوگیا۔ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کو ہار تلاش کرنے کا حکم دیا، بعض حضرات پچھلی منزل تک ہار تلاش کرنے گئے، اس طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور پورا مجمع ٹھہرا ہوا ہے، صبح ہونے آئی، فجر کا وقت ہوگیا، جس جگہ قیام تھا وہاں پانی نہیں تھا اور نماز کے لیے پانی کی ضرورت تھی۔

مجمع میں سے بعض حضرات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، اور صاحب زادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق باتیں کہنے لگے کہ: عائشہ نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو روکا، پورے مجمع کو روکا اور ایسی جگہ روکا ہے جہاں لوگوں کے لیے پانی کا انتظام نہیں ہے، اس سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طبیعت پر بھی اثر ہوا، وہ اپنی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے، دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ران پر سر رکھ کر آرام فرما رہے ہیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پورے مجمع کی تکلیف کے خیال سے اپنی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ڈانٹنا شروع کیا اور ساتھ ہی اپنی انگلی سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کمر (کوکھ) پر کچوکے مارنے لگے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تکلیف تو ہوئی کہ ابا جان ڈانٹ بھی رہے ہیں؛ لیکن وہ ذرہ بھی نہیں ہلی، برداشت کرتی رہی؛ اس لیے کہ اگر وہ ہلتی تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند مبارک میں خلل واقع ہوتا، کیسی محبت تھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ تکلیف برداشت کر کے آرام دے رہی ہے!!!

خیر! جب صبح ہوئی اور نماز کا وقت آیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ: پانی نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت تیمم والی آیت اتاری اور تیمم کرنے کی اجازت مل گئی۔

اس پر حضرت اسید بن حضیر انصاری رضی اللہ عنہ خوشی سے کہنے لگے: جب بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خاندان میں کوئی ناگوار بات ہوئی ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے خاندان کے لیے اور عام مسلمانوں کے لیے برکت عطا فرمائی ہے؛ یعنی کوئی بھی ایسی بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہے جس میں مسلمانوں کا فائدہ ہی ہوا ہے۔

دیکھیے! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگی، وہ تکلیف کی چیز تھی؛ لیکن اس کی برکت سے براءت کی آیات نازل ہوئیں، جو قیامت تک پڑھی جائے گی، کتنی بڑی برکت!!! اور ہار گم ہونے کی وجہ سے رکنا پڑا، نماز کا وقت آیا تو پانی نہیں تھا تو تیمم کی نعمت امت کو مل گئی، کتنی بڑی نعمت مل گئی!!!

تیمم کا مطلب

جب پانی نہ ملے، قریب میں بھی نہ ہو، یا بیماری کی وجہ سے پانی استعمال نہ کر سکے تو مٹی وغیرہ سے تیمم کر لو، تیمم کی نیت کر کے دونوں ہتھیلی مٹی پر مار کر پورے چہرے پر پھراؤ، پھر دوسری مرتبہ مٹی پر دونوں ہتھیلی مار کر دونوں ہاتھوں پر کہنی سمیت پھرا دو، تیمم ہو گیا، کتنی آسانی ہو گئی۔ غسل اور وضو دونوں میں اس طرح کر سکتے ہیں۔

واقعۂ اِفک کی تفصیل

اب یہاں سے پوری بات بتا دوں کہ ان پر تہمت کیسے لگی اور اللہ نے ان کی

پاک دامنی کا کیسے اعلان کیا، یہ پورا قصہ بڑا عجیب وغریب ہے، اس کی ایک ایک بات پر دھیان دینے کی ضرورت ہے، قرآنِ مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے یہ واقعہ بیان فرمایا اور بخاری شریف میں تقریباً اٹھارہ (۱۸) جگہ پر یہ واقعہ آیا ہے، تین جگہ تفصیل سے ہے، باقی جگہ اجمالاً ذکر کیا ہے۔

جب حضور ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو ہجرت کے پانچویں سال (ابھی ۱۴۳۱ھ چل رہا ہے) اور میں ہجرت کے چھٹے سال کی بات کرتا ہوں، ہم کو اسلامی تاریخ اور سال بھی یاد ہونا چاہیے۔

سنہ ۵ھ میں عرب میں ''بنی مصطلق'' نام کا ایک خاندان تھا، یہ پورا خاندان غیر مسلموں کا تھا، مدینہ منورہ سے کچھ فاصلہ پر مریسع نامی ایک جگہ پر یہ لوگ رہتے تھے، اس خاندان کے لوگوں نے مدینۂ منورہ پر حملہ کرنے کی تیاری کی، جب آپ ﷺ کو پتہ چلا تو خود حضور ﷺ اس خاندان کے لوگوں کو ایمان کی دعوت دینے کے لیے تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ بہت بڑی جماعت تھی، با قاعدہ غزوہ ہوا۔

حضور ﷺ کا مثالی انصاف

آں حضرت ﷺ سفر کے موقع پر ازواجِ مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی کرتے، اور چٹھی میں جس کا نام نکلتا اس کو سفر میں ساتھ لے جاتے؛ حالاں کہ آپ کے لیے اس طرح کرنا کوئی ضروری نہیں تھا؛ لیکن اپنی بیویوں میں ناراضگی نہ ہو، ان کی دل جوئی ہو اس لیے چٹھی ڈال دی جاتی، اس مرتبہ چٹھی میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام نکلا تو حضور ﷺ نے ان کو ساتھ لے لیا۔

اس طرح چٹھی ڈالنے کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ کسی کو کسی کے متعلق ناانصافی کرنے کا گمان نہ رہے؛ بلکہ وہ خود اپنی قسمت پر روئے کہ میری قسمت میں نہ تھا اس لیے میرا نام نہیں نکلا، دل جوئی کرنے کا یہ بہترین طریقہ ہے۔

اس سفر میں منافقین بھی شریک ہوئے؛ چونکہ وہ جانتے تھے کہ مسلمانوں کو فتح ملنے ہی والی ہے، غنیمت کا مال ملے گا، اور منافقین تو مال کی لالچ میں رہتے تھے۔

اپنی بہن سے زیور عاریت کے طور پر لینا

سفر میں جانے کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس کوئی زیور نہیں تھے؛ کیوں کہ اس زمانے میں غربت بہت تھی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بڑی بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس سے گلے میں پہننے کے لیے عاریت کے طور پر ہار طلب کیا، یہ ہار یمن میں ''ظفار'' نامی ایک جگہ کا بنا ہوا تھا، جو دانے (મણકા) سے بنایا گیا تھا، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اظفار-ایک جمی ہوئی خوشبو- کے دانے سے بنا ہوا تھا۔

اس واقعہ پر میرے استاد حضرت مولانا سلیمان صاحب چوکسی سبق میں سنایا کرتے تھے کہ: یہ ہماری بہنوں کی پرانی عادت ہے کہ سفر میں جانے کے لیے اگر اپنے پاس کوئی زیور نہ ہو تو دوسرے کسی سے بھی لے کر پہن کر جاتی ہیں؛ لیکن بغیر زیور سفر کرنا ان کو عار معلوم ہوتا ہے۔ الحمد للہ! آپ کو تو اللہ نے ایسی چیزوں سے خوب نوازا ہے، جہاں غربت ہوتی ہے وہاں ایسے واقعات پیش آتے ہیں۔

بہر حال! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کی بہن کا زیور لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کے لیے روانہ ہوگئیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بہت دبلی پتلی تھیں؛ کیوں کہ بہت ہی چھوٹی

عمر میں ان کا نکاح ہوا تھا، حضور ﷺ نے ان کے لیے یہ انتظام کیا کہ اونٹ پر بیٹھنے کے لیے لکڑی کا ایک کجاوہ بندھوا دیا، جو اس زمانے میں ایک خاص طریقے سے بنایا جاتا تھا، جس کے چاروں طرف پردے لگاتے تھے، اس کو ہودج کہتے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس ہودج میں بیٹھ جاتی اور جہاں کہیں اترنا ہوتا تو اونٹ کو نیچے بٹھا کر اوپر سے وہ ہودج اتار دیا جاتا تھا، پھر جب سفر شروع ہوتا تو ہودج کو واپس اس پر رکھ دیا جاتا اور پردے ڈال دیے جاتے اور اونٹ کی رسی آگے سے کوئی پکڑتا اور لے کر چلتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس طرح حضور ﷺ کے ساتھ سفر میں روانہ ہوگئی، جب غزوہ مکمل ہوا اور آپ ﷺ واپس مدینہ تشریف لا رہے تھے، تو سفر کرتے کرتے رات ہوگئی، ایک جگہ جنگل میں حضور ﷺ اور تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے قیام فرمالیا، پھر جب آدھی یا پونی رات گزر گئی تو آپ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ: چلو! اب آگے سفر کرنا ہے۔

اس دور میں رات کے آخری حصے میں سفر کیا جاتا تھا، اور حضور ﷺ سب کو ایسے موقع پر وقت دیتے تھے کہ سفر میں آگے بڑھنے سے پہلے جس کو استنجا وغیرہ کا تقاضا ہو وہ فارغ ہو جائے اور سواری کے جانور کو تیار کرلے، آج کل کی طرح نہیں تھا کہ سفر شروع کرو؛ یعنی گاڑی شروع (Start) کی اور چل دو، اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تقاضا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رات کی اندھیری میں دور کسی جگہ استنجا کے لیے چلی گئی، جب استنجا کر کے واپس آئی تو پتہ چلا کہ گلے کا ہار غائب ہے تو واپس اس ہار کو تلاش کرنے کے لیے گئی اور تلاش کرنے میں دیر لگ گئی۔

جس جگہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم ٹھہرے ہوئے تھے، وہاں حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا والا ہودج رکھا ہوا تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہودج پر چاروں طرف سے پردے لگے تھے اور ہودج کے اٹھانے والے جو صحابہ تھے انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہودج اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیا؛ چوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وزن میں بہت ہی ہلکی تھی، جس کی وجہ سے صحابہ کو پتہ نہ چل سکا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہودج میں بیٹھی ہیں یا نہیں اور جلدی جلدی میں ہودج اٹھانے والے صحابہ یہ سمجھے کہ ماں عائشہ رضی اللہ عنہا ہودج میں بیٹھی ہوئی ہیں اور پورا قافلہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہو گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ سمجھ رہے تھے کہ عائشہ ہودج میں بیٹھی ہوئی ہے؛ چوں کہ اندھیری رات تھی، کچھ پتہ نہ چلا؛ حالاں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جنگل میں ہی تھیں اور اپنا ہار تلاش کرنے میں مشغول تھیں۔

اس دور میں دبلی پتلی عورتیں، اور آج کا زمانہ

بخاری شریف میں خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ اس دور میں عورتیں عام طور پر دبلی پتلی، ہلکے بدن کی ہوا کرتی تھیں، ان کے بدن پر زیادہ گوشت نہیں ہوتا تھا، کھانا معمولی اور اپنے ہاتھ سے گھر کے تمام کام کرنے ہوتے جس کی وجہ سے بدن موٹا نہیں ہوتا تھا۔

بخاری شریف کی ایک حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ خیبر کے فتح ہونے تک پیٹ بھر کر کھجوریں بھی کھانے کو نہیں ملیں؛ حالاں کہ کھجور مدینہ کی سب سے بڑی پیداوار ہے تو پھر دوسری چیزیں تو پیٹ بھر کر کیسے ملتی ہوں گی؟ آج تو ہماری بہنیں Dieting کرتی ہیں اور خود کو دبلا پتلا رکھنے کی محنتیں

کرتی ہیں، اس کے لیے دوا کرتی ہیں، باقاعدہ وزن کم کرنے کی دوا کے لیے اشتہارات آپ کو دیکھنے کو ملیں گے، دبلا پتلا رکھنے کا مقصد خود کو حسین دکھانا ہے؛ چوں کہ پتلا جسم (Single body) اِس دور کا ایک فیشن ہے، اس غلط مقصد سے عورتیں دوا کا سہارا لیتی ہیں، اس لیے ایک اچھی صفت؛ یعنی دبلا پتلا ہونا اس دور میں غلط نیت کی وجہ سے بہت سی خرابیوں کا ذریعہ بن گیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی واپسی اور حیرانی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا واپس آئی تو دیکھا کہ حضور ﷺ اور تمام صحابہ جا چکے ہیں، وہ پریشان ہوگئی، اکیلی نوجوان عورت، راستہ بھی معلوم نہیں، اور اس زمانے میں اونٹوں اور گھوڑوں کا بڑا مشکل سفر ہوتا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عقل مندی

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب واپس آئیں اور دیکھا کہ قافلہ روانہ ہو چکا ہے اور کوئی نہیں ہے، تو ادھر اُدھر نہیں دوڑی، اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی عقل وفہم سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فیصلہ کیا کہ میں اسی جگہ بیٹھ جاتی ہوں، اور خیال کیا کہ جب حضور ﷺ کو معلوم ہوگا کہ میں ہودج میں نہیں ہوں تو مجھے تلاش کرنے یہاں پہنچیں گے، میں ادھر اُدھر گئی تو ان کو تلاش میں مشکل ہوگی؛ اس لیے اپنی جگہ چادر لپیٹ کر بیٹھ گئی، رات کا آخری وقت تھا، نیند کا غلبہ ہوا؛ اس لیے آنکھ لگ گئی، عام طور پر ایسے موقع پر عورتیں ڈر جاتی ہیں، گھبرا جاتی ہیں؛ لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہمت اور عقل مندی کی بات ہے کہ وہ اسی جگہ بیٹھ گئیں گھبرا کر ادھر اُدھر نہیں گئیں۔

قافلہ کی روانگی کے وقت آپ ﷺ کا معمول مبارک

حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے روانگی کے وقت ایک صحابی کو پیچھے چھوڑ دیا کہ قافلہ روانہ ہونے کے بعد صبح کے وقت پیچھے پیچھے آئے؛ تاکہ کسی صحابی کی کوئی چیز اگر گرگئی ہو تو وہ اس کو لے کر محفوظ کرلے، اس موقع پر حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے اس کام کے لیے حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کو منتخب فرمایا تھا، وہ اس جگہ رکے ہوئے تھے، ان کو معلوم نہیں تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس جگہ پر ہیں؛ کیوں کہ رات کا اندھیرا تھا۔

جب صبح کی تھوڑی روشنی ہوئی تو ان کو دور سے کسی انسان کے ہونے کا اندازہ ہوا، وہ قریب گئے تو دیکھا کہ یہ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں، پردے کا حکم آنے سے پہلے انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا تھا؛ اس لیے پہچان گئے۔

حضرت صفوان رضی اللہ عنہ تعجب میں پڑ گئے اور انھوں نے زور سے ’’إنّا للّٰہ و إنّا إلیه راجعون‘‘ پڑھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نیند میں تھیں، جب حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کے منہ سے ’’إنّا للّٰہ و إنّا إلیه راجعون‘‘ نکلا تو اس کی آواز سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آنکھ کھل گئی اور جلدی سے چادر لپیٹ لی اور اپنا منہ ڈھانپ لیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عمل ہمارے لیے ایک سبق

بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان منقول ہے، خوب دھیان دینے کی ایک بات ہے، جب پرائے مرد کی نظر پڑی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فوراً بیدار ہوتے ہی اپنا منہ ڈھانپ لیا، کیسی پاک دامن، حیا اور شرم والی عورت ہوگی!!!

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قسم کھا کر بیان فرما رہی ہیں کہ: میں نے حضرت صفوان رضی اللہ عنہ سے ایک لفظ بھی نہیں سنا، صرف ''إنا للّٰہ وإنا إلیہ راجعون'' جو پڑھا تھا وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنا، اس کے سوا کوئی بات خود حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے بھی نہیں کی، یہ ہم سب کے لیے ایک مثالی سبق ہے۔

آج تو ایسا موقع کسی کو مل گیا تو بس بات کیسے لمبی لمبی ہو جاتی ہے، مضامین بھی ذہن میں برابر آتے چلے جاویں گے اور مدد کے عنوان سے نئے تعلقات پیدا ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں ان واقعات سے نصیحت حاصل کر کے عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت صفوان رضی اللہ عنہ اس موقع سے جو ضروری کام تھا صرف وہ کیا؛ یعنی اپنا اونٹ لائے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے بٹھا دیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس پر سوار ہو گئی، حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے اونٹ کی رسی پکڑ لی اور خود پیدل چلنے لگے، ان صحابی نے پورے سفر کے درمیان نہ کوئی بات کی، نہ ان کو ہاتھ لگایا، بس! چلتے گئے یہاں تک کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ جہاں تھے وہاں پہنچ گئے، قافلہ دوپہر کی سخت گرمی کے وقت کسی جگہ ٹھہرا ہوا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا دیا، بس قصہ تو یہ ہو گیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر عبد اللہ ابن اُبی کا تہمت لگانا

منافقوں کے سردار عبد اللہ ابن ابی کو جب اس بات کا پتہ چلا تو اس ظالم اور بدبخت نے لوگوں کے درمیان اس بات کو اس طرح مشہور کر دیا کہ نعوذ باللہ! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کے ساتھ غلط کام کیا اور اس وقت جتنے بھی منافق تھے ان لوگوں نے اس ظالم بدبخت کا تہمت پھیلانے میں ساتھ دیا اور یہ خبر بہت مشہور

ہوگئی، ایسے موقع پر لوگوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ جب اس طرح کی کوئی بات کسی سے سنتے ہیں تو بلا کسی تحقیق کے اس کو پھیلا دیتے ہیں۔

دشمن ہمیشہ موقع کی تلاش میں ہوتا ہے

اللہ تعالیٰ ہماری بیجا دشمنی سے حفاظت فرمائے، انسان کو جب کسی سے دشمنی ہوتی ہے تو وہ اندھا، بہرہ، گونگا ہوجاتا ہے، اپنے دشمن کے متعلق کوئی بھی موقع اس کو ملتا ہے تو وہ اس کو بدنام کرتا ہے، صحیح بات کو بھی غلط پیش کرتا ہے، ایسا نہیں ہونا چاہیے، انصاف انصاف ہے، سچائی سچائی ہے، کسی حال میں اس کو مت چھوڑو، کسی کے متعلق غلط بات مت چلاؤ، کوئی غلط بات چلتی ہو تو اس کو روکو، کسی پر غلط تہمت لگتی ہو تو اس کا دفاع کرو، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کسی کے سامنے اس کے مسلمان بھائی کی برائی بیان کی جارہی ہو اور وہ اس کی مدد کرنے پر (یعنی اس کی طرف سے اس غلط بات کے دفاع کرنے کی) قدرت رکھتا ہو اور اس کی مدد کی تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی مدد فرماویں گے اور اگر مدد کی قدرت کے باوجود اس کی مدد نہیں کی تو اللہ تعالیٰ دنیا آخرت میں اس سے بدلہ لیں گے۔

یہاں دشمن منافقین کو ایک موقع مل گیا اور انھوں نے افواہ پھیلانا، تہمت لگانا شروع کردیا۔

واقعہ سے عبرت: ایک نصیحت

میری بہنو! یہ قصہ صرف سنانے کی غرض سے بیان نہیں کرتا ہوں؛ بلکہ اس میں بہت بڑی نصیحت ہے، اس میں سے پہلی نصیحت آپ کو بتلادوں کہ: جب بھی کوئی بات

سنو تو فوراً اس کو آگے مت چلاؤ؛ بلکہ پہلے اس بات کی پوری تحقیق کرو کہ حقیقت کیا ہے، مسلم شریف میں روایت ہے:

كَفٰى بِالْمَرْأِ كَذِباً أَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَاسَمِعَ.

یعنی وہ انسان جھوٹا ہے جو ہر سنی ہوئی بات دوسروں کے سامنے بیان کردے۔ اس لیے پہلے بات کی تحقیق کرلے اور وہ بھی اس وقت جب کہ اس بات کی کوئی ضرورت ہو، اس سے خود آپ کا یا اپنے متعلقین کا کوئی معاملہ وابستہ ہو؛ ورنہ بلا کسی غرض اور مطلب کے ایسی باتوں میں نہ پڑنا چاہیے، اپنا کام بھلا اور اپنی آخرت کا فکر، اپنی زندگی، اپنی قبر، اپنی آخرت کا فکر کرو، دوسروں کی باتوں میں جانے کی ضرورت کیا ہے؟ میری دینی بہنو! غلط باتوں کا چرچا کرنا، اس کو پھیلانا یہ گناہِ کبیرہ میں شامل ہے، یہ ہماری شریعت میں حرام ہے، یہ عادت ہماری بہت ساری بہنوں اور بھائیوں میں ہیں۔

تہمت میں چند بھولے بھالے مسلمانوں کا شریک ہونا

بہر حال! جب یہ بات منافقوں نے پھیلائی اور مسلمانوں کے کانوں میں پہنچی تو بعض بھولے بھالے مسلمان بھی اس میں شامل ہو گئے، دو صحابی مرد: حضرت مسطح رضی اللہ عنہ اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ اور ایک صحابی عورت حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا اس بات کو مان لینے میں شامل ہو گئے، ان میں حضرت مسطح رضی اللہ عنہ اور حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا مہاجر ہیں اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ قبیلۂ خزرج سے یعنی انصاری ہے۔

پورے مدینے میں ماحول گرم ہو گیا، منافق لوگ جہاں بھی ہوتے بس اسی بات کا چرچہ کرتے تھے، خاص کر عبداللہ بن ابی اس بات کو خوب پھیلاتا، جان بجھ کر

لوگوں سے اس واقعے کے بارے میں سوال کرتا؛ تاکہ سوال وجواب کے ذریعہ بات کو خوب پھیلاوے۔

سوال کا غلط استعمال

کچھ فتنہ کرنے والے انسان ہوتے ہیں جو دوسروں سے کسی بات کا سوال کرتے ہیں، ان کا مقصد سوال کرنے سے کسی بات کو مشہور کرنا اور پھیلانا ہوتا ہے، آپس میں سوال کریں گے، تجھے معلوم ہوا کہ نہیں؟ پھر وہ سامنے سے پوچھے گا: کیا؟ بس پھر تفصیلات شروع ہوجاتی ہیں، اس طرح فتنہ کی نیت سے، افواہ کو پھیلانے کی نیت سے سوال کرنے سے اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرماوے، یہ گناہ کا کام ہے۔

حضور ﷺ کو جب پتہ چلا تو آپ کو بھی بہت غم ہوا کہ میری عائشہ کے بارے میں ایسی باتیں ہورہی ہیں، آپ کی طبیعت پر اس کا بہت اثر ہوا۔

منافقین کا اصل مقصد

بعض بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ: اس غلط افواہ کے پیچھے منافقین کا اصل مقصد حضرت نبی کریم ﷺ کی ذاتِ بابرکت تھی، وہ آپ ﷺ کو (نعوذ باللہ!) بدنام کرنا چاہتے تھے؛ اس لیے کہ میاں بیوی میں سے کسی پر بھی بدکرداری کا عیب آوے تو دوسرے کی شخصیت اور عزت پر بھی آنچ آتی ہے، لوگ ان کے بارے میں بھی شک میں مبتلا ہوتے ہیں، کم از کم عزت تو مجروح ہو ہی جاتی ہے اور خود وہ مرد بھی شرم محسوس کرتا ہے جس کی عورت پر تہمت لگی ہے اور وہ عورت بھی شرم محسوس کرتی ہے جس کے شوہر پر تہمت ہو۔

عورت کی پسندیدہ صفت

ادھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کچھ خبر نہیں کہ میرے بارے میں مدینہ میں یہ باتیں ہو رہی ہیں، وہ اپنے گھر کے کام کاج میں لگی ہوئی ہے، دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟ Talk of the town کیا ہے، ان کو کچھ معلوم نہیں اور ایمان والی عورتوں کی یہی حالت ہوتی ہے کہ وہ اپنے کام سے کام رکھتی ہیں، قرآن میں اللہ تعالیٰ نے ایسی عورتوں کا ذکر تعریف کے انداز میں فرمایا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ۪ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ﴿۲۳﴾ (النور)

ترجمہ: یقیناً جو لوگ پاک دامن، بھولی بھالی ایمان والی عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان کے لیے دنیا و آخرت میں لعنت کی جاتی ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

بہر حال! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس بات کا کچھ پتہ نہیں تھا کہ میرے بارے میں کیا چرچہ ہو رہا ہے۔

آپ ﷺ کے غم کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیمار ہونا

جب کہ حضور ﷺ کی طبیعتِ مبارکہ پر بڑا اثر تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی بیمار ہوگئی؛ اس لیے کہ حضور ﷺ کی طرف سے محبت اور لطف کے برتاؤ میں کچھ کمی آگئی اور وہ ایسے موقع پر ہو ہی جاتی ہے، ایسے موقع پر دل پر جو صدمہ اور رنج ہوتا ہے اس سے طبیعت پر اثر ہوتا ہے جس کے نتیجے میں محبت میں کمی ہوتی ہے، بس گھر میں آتے، سلام کرتے، خیریت پوچھتے اور چلے جاتے جس کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بہت ہی

صدمہ ہوا کہ حضور ﷺ مجھ سے ناراض کیوں ہے؟

مجھ سے محبت کم کیوں ہو رہی ہے؟

جو لطف و کرم پہلے تھا اس میں فرق کیوں آ گیا؟

اسی غم اور فکر میں وہ بیمار ہو گئیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس معاملے کی خبر بہت دنوں کے بعد ہوئی، اس دوران حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا غم میں گھلنے لگیں، کمزور ہو گئیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تہمت والے واقعہ کا پتہ کس طرح ہوا؟

اسی کمزوری کے زمانے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ایک مرتبہ استنجا کی ضرورت پیش آئی تو ایک بڑی عمر کی صحابیہ عورت حضرت ام مسطح رضی اللہ عنہا کے ساتھ جانا ہوا، حضرت امِ مسطح رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خالہ زاد بہن ہوتی ہے؛ اس لیے رشتے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پھوپھی ہوئیں، یہ بھی کامل احتیاط کی بات ہے کہ کسی بڑی عمر والی رشتے دار، ذمے دار عورت کے ساتھ جوان عورت گھر سے باہر جاوے، اس زمانے میں استنجا خانہ گھر میں بنا ہوا نہیں ہوتا تھا۔

حضرت ام مسطح رضی اللہ عنہا کا انوکھے انداز سے خبر دینا

جب استنجا سے فراغت کے بعد دونوں واپس آ رہی تھیں تو حضرت امِ مسطح رضی اللہ عنہا کا پاؤں ان کی چادر میں پھنس گیا جس کی وجہ سے وہ گرنے کے قریب ہو گئی، اور ان کی زبان سے عرب کے محاورے کے مطابق بددعا کا ایک جملہ نکل گیا ''تَعِسَ مِسْطَحْ'' یعنی اپنے بیٹے کے لیے بددعا کی، میرا بیٹا مسطح برباد ہو جائے، اور ایسے غم کے موقع پر چلنے

میں بے احتیاطی، کام کاج میں بے احتیاطی ہو ہی جاتی ہے اور اسی بے احتیاطی کی وجہ سے کوئی نقصان ہو جاتا ہے، تو انسان اس غم کے سبب کی طرف دھیان کرتا ہے اور یہاں امِ مسطح رضی اللہ عنہا کے لیے بڑی غم کی بات تھی کہ ان کے بیٹے حضرت مسطح رضی اللہ عنہ بھولے پن میں ایک افواہ کی بات میں آ گئے تھے۔

اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو کہا کہ: ارے! اپنے بیٹے کے لیے بد دعا کرتی ہو؟ آپ کا بیٹا تو بڑا نیک صالح ہے اور غزوۂ بدر میں آپ ﷺ کے ساتھ تھے، ان کا شمار تو بدری صحابہ میں ہوتا ہے اور بدری صحابی کا مقام تو بڑا اونچا ہوتا ہے۔

حضرت امِ مسطح رضی اللہ عنہا کہنے لگی: اے عائشہ! تجھے معلوم نہیں ہے کہ میرا بیٹا تیرے بارے میں لوگوں کے سامنے کیا کہتا پھرتا ہے؟ حضرت ام مسطح رضی اللہ عنہا کسی بھی بہانے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بہتان والے واقعے کی خبر دینا چاہتی تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ: مجھے کچھ بھی معلوم نہیں ہے، پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا: بتاؤ! کیا بات ہے؟

حضرت امِ مسطح رضی اللہ عنہا نے پورا قصہ ان کو سنایا کہ: عبداللہ ابن اُبی نے آپ کے لیے حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کے ساتھ زنا کی تہمت لگائی ہے اور میرا بیٹا بھی اس تہمت کو مان لینے والوں میں شامل ہے۔

جب یہ بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنی تو کہنے لگیں: کیا حضور ﷺ نے یہ بات سنی؟ کیا میرے ابا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی سنا؟ جب پتہ چلا کہ یہاں سب کو معلوم ہے، سب نے سنا ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اندازہ ہو گیا کہ حضرت نبیؐ

کریم ﷺ کی محبت مجھ سے کیوں کم ہوئی ہے، اب تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بیماری پہلے سے زیادہ ہوگئی؛ بلکہ دوگنی ہوگئی، ایک طرف حضور ﷺ کی توجہ مبارکہ میں کمی اور دوسری طرف اس منافق کی طرف سے خطرناک الزام۔

جب حضور ﷺ اپنی عادت کے مطابق گھر تشریف لائے اور سلام کیا، خیریت پوچھی اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے کہا کہ: اگر آپ اجازت دو تو میں اپنے امّاں ابا کے گھر چلی جاؤں؛ تاکہ اس خبر کی پوری تحقیق کروں؛ اس لیے کہ انسان کو ایسے موقع پر ایسی بھاری بات سن کر جلدی یقین نہیں آتا، جب اپنے کسی معتمد سے یا بہت سارے لوگوں سے سنے تب بات دل میں اترتی ہے، حضور ﷺ نے ان کو اجازت دی اور کہا کہ: ٹھیک ہے، تم کو اجازت ہے۔

گھروں میں بیت الخلا ہونا اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے

اُس دور میں گھروں میں بیت الخلا (Toilet) نہیں ہوتے تھے، گھر سے دور بلکہ آبادی سے باہر جانا ہوتا، خود ہمارے حضور ﷺ بھی باہر تشریف لے جاتے تھے، اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرو، آج ہمارے لیے گھروں میں بیت الخلا کا انتظام ہے، ایک ایک مکان میں چار چار پانچ پانچ بیت الخلا، ہر کمرہ کا الگ اور وہ بھی بہت شان دار؛ بلکہ بعض لوگوں کے بیت الخلا تو اتنے شان دار اور قیمتی ہوتے ہیں کہ ہم جیسے سادہ لوگوں کو تو اس میں قضائے حاجت مشکل ہو جاتی ہے۔

اب تو بیت الخلا میں عمدہ قسم کے مخملی، نرم ملائم قالین بچھائے جاتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ بہت سے علاقوں میں اس طرح کے عمدہ قسم کے عمدہ قالین مساجد میں

بچھانے کے لیے بھی میسر نہیں ہوتے جو آپ کے یہاں بیت الخلا میں ہوتے ہیں، اب تو بیت الخلا میں خوشبو والے Spray چھڑکاؤ اور گل دستے اور سجاوٹ کی چیزیں بھی ہوتی ہے؛ یعنی ہزاروں انسانوں کو اپنے استقبالیہ کمرہ (Sitting room) کے لیے جو چیزیں میسر نہیں وہ آپ کے بیت الخلا میں ہوتی ہے، مال و دولت یہ سب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں ان کی صحیح قدر کرو، ناشکری اور نا قدری نہ کرو۔

صحابیات کی بے مثال حیا و شرم

اس زمانے میں جب گھر سے دور آبادی سے باہر استنجا کے لیے جانا ہوتا تو مردوں کے لیے الگ جگہ متعین ہوتی اور عورتوں کے لیے الگ جگہ متعین ہوتی، جو جگہ عورتوں کے لیے متعین ہوتی اس طرف کوئی مرد جا نہیں سکتا، کسی مرد کی ہمت نہیں ہوتی تھی کہ اس طرف جاوے، اگر کوئی مرد کبھی بھولے چلا بھی گیا تو عورتیں اس کی خبر لے ڈالتی تھیں، آج بھی جن علاقوں میں استنجا کے لیے باہر جانا ہوتا ہے وہاں یہی ہوتا ہے۔

آپ ﷺ کے مبارک زمانے میں یہ جگہ بقیع قبرستان کی جانب تھی، اور قربان جاؤ اس دور کی عورتوں پر! خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے:

وَكُنَّا لَا نَخْرُجُ إِلَّا لَيْلاً إِلٰى لَيْلٍ. (بخاری شریف)

کسی مرد کی نظر نہ پڑ جاوے؛ اس لیے عورتیں آج رات سے آئندہ کل رات ہی استنجا کے لیے جاتی تھیں، رات کو فارغ ہو جاتیں، دن کے اجالے میں گھر ہی میں رہتیں، کیسی عجیب شرم و حیا کی بات ہے!!!

حقیقت کچھ ایسی تھی کہ کھانا بہت کم ملتا تھا اور کھانا بھی ایسا ہوتا تھا کہ جس میں

تیل، چکنائی بہت کم ہوتی؛ اس لیے ایک رات سے دوسرے رات تک استنجا کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔

شریعت پر عمل کا مبارک جذبہ

میری دینی بہنو! اس دور کی عورتوں کا کیا مبارک جذبہ تھا، اللہ تعالیٰ مدینۂ منورہ کی بار بار زیارت ہم کو نصیب فرماوے، نبی کریم ﷺ نے جو حجرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے بنوایا تھا اس کے ٹھیک سامنے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مکان تھا، مسجدِ نبوی میں جہاں آج کل "خوخة أبي بكر صديق" لکھا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے ابا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر پانچ دس منٹ میں جا کر واپس آسکتی تھی، کوئی دوری نہیں؛ لیکن پھر بھی حضور ﷺ کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہیں گئیں؛ چوں کہ شریعت کا حکم ہے کہ عورت شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہ جاوے، ایسے غم کے حالات میں بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بغیر اجازت گھر جانا مناسب نہ سمجھا، اجازت ملی تب ہی گھر گئیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے ابّا جان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مکان پر چلی گئیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نیت یہ تھی کہ گھر جا کر والدین سے اس معاملے کی تحقیق کریں۔ باقی آئندہ مجلس میں۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

نظم

(مکہ کی حاضری)

من جانب: مرتب (مفتی) محمود بارڈولی

بلدِ امین دکھایا	۱	کعبہ کا طواف کرایا
شکر ہے اللہ کا	۲	شکر ہے اللہ کا
پانی زم زم کا پلایا	۳	صفا مروہ پے چلایا
شکر ہے اللہ کا	۴	شکر ہے اللہ کا
کہاں یہ گنہگار قدم	۵	کہاں یہ شعائر الٰہ
یہ میدان عرفات کا	۶	یہ جبل رحمت کا
یہ ہے وادیٔ منیٰ	۷	یہ ہے مشعرِ حرام
یہ سب کچھ دکھایا	۸	یہ سب کچھ دکھایا
شکر ہے اللہ کا	۹	شکر ہے اللہ کا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی

پاک دامنی

اور منافقین کا الزام

(قسط دوم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی قابلِ رشک خصوصیات

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اللہ کی طرف سے بعض وہ جو خوبیاں دی گئیں کہ ویسی خوبی کسی عورت کو نصیب نہیں ہوئی، ان کی بعض خوبیاں میں آپ کو بتادیتا ہوں:

① شادی سے پہلے اللہ کے فرشتے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان کی تصویر اللہ کے رسول ﷺ کو بتائی۔

② سوائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے جتنے بھی نکاح کیے وہ تمام بیوہ اور مطلقہ تھیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کنواری تھیں۔

③ حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی وفات ان کی گود میں ہوئی۔

④ جس جگہ حضور ﷺ کا وصال ہوا وہ کمرہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تھا۔

⑤ حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی قبر مبارک کسی قبرستان میں نہیں؛ بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کمرے بنی۔

⑥ جب حضور ﷺ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دونوں ایک ہی لحاف میں سوئے ہوئے ہوتے اسی حالت میں اللہ کی طرف سے قرآن نازل ہوتا تھا۔

⑦ وہ ایسے باپ کی بیٹی ہے کہ تمام نبیوں کے بعد پہلے نمبر کے انسان ہیں۔

⑧ ان پر جب منافقوں نے زنا کی تہمت لگائی تو اللہ نے خود آسمان سے ان کے پاک ہونے کا اعلان فرمایا، اسی کے ساتھ اللہ نے دنیا ہی میں ان کی لیے مغفرت کا اعلان فرمایا:

لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا،مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَ نَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ شَفِیْعَنَا وَ حَبِیْبَنَا وَ اِمَامَنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ،صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَھْلِ طَاعَتِہٖ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ ۚ وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِکَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ ؕ لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ ﴿۲۶﴾ (النور)

ترجمہ: گندی عورتیں گندے مردوں کے لیے مناسب ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لیے مناسب ہیں اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے مناسب ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے مناسب ہیں، جو (تہمت کی) بات وہ (منافق) لوگ کہتے ہیں وہ (نیک مرد اور عورتیں) اس سے بالکل بری (یعنی بے تعلق) ہیں، ان کے لیے (آخرت میں) مغفرت ہے اور عزت کی روزی ہے۔

اپنے آپ کو برائی سے بچانا دنیا و آخرت میں عزت کا ذریعہ ہے

گذشتہ کل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ بیان کرنا شروع کیا تھا، اس واقعہ میں خاص بات یہ ہے کہ اگر ہماری بہنیں گناہ اور بُرائی سے اپنے آپ کو بچانے کی فکر کریں،

اسی طرح بے حیائی اور بے شرمی اور ناجائز اور حرام تعلقات سے اپنے آپ کو بچائیں تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں عزت عطا فرمائے گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پہلے تو اس واقعے کی خبر ہی نہیں تھی اور بہت سی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ جس کے متعلق غلط پروپیگنڈہ ہوتا ہے خود اس کو پتہ ہی نہیں ہوتا کہ میرے متعلق یہ چرچے ہو رہے ہیں اور یہاں بھی ایسا ہی ہوا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اپنے گھر جا کر خوب رونا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب اس بات کی خبر ہوئی کہ میرے بارے میں غلط باتیں مشہور ہوئی ہیں، تو حضرت نبی کریم ﷺ کی اجازت لے کر اپنے ابّا جان کے گھر چلی گئیں، جب اپنے گھر گئیں تو بہت رو رہی تھیں، ابّا اور امّاں نے ان کے رونے کی وجہ پوچھی، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی کو پہلے سے معلوم ہو گیا تھا کہ ہماری بیٹی پر زنا کی تہمت لگی ہے، خود والدین بھی اس کی وجہ سے بہت پریشان تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا تسلی دینا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے گھر جا کر اپنی والدہ سے کہا کہ: میری امی جان! لوگ میرے متعلق کیا کیا باتیں کر رہے ہیں؟ حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا نے۔ جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ہیں۔ تسلی دی کہ میری پیاری بیٹی! صبر کرو، اطمینان سے رہو؛ کیوں کہ تم جیسی عورت پر لوگ حسد کیا کرتے ہیں، تم خوب صورت ہو، تمھارے شوہر نبی کریم ﷺ تم سے زیادہ محبت فرماتے ہیں؛ اس لیے تم جیسی عورت کو پریشان کرنے والی بہت سی

عورتیں تو ہوتی ہیں، اور یہ بھی دنیا کا عجیب معاملہ ہے، ہر خیر والے کے ساتھ حسد ہوتا ہے، جس کسی کو کچھ عزت اور ترقی ملتی ہے تو لوگ اس پر حسد کرنے لگتے ہیں، بدنام کرنے کی فکر کرنے لگتے ہیں، اس لیے بیٹی عائشہ! اس فکر میں نہ پڑو، خود بخود معاملہ صاف ہو جائے گا، اس طرح غلط بات مشہور کرنے والوں کی بات پر دھیان مت دو۔

امی جان کی تسلی والی بات پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا جواب

جب ام رومان رضی اللہ عنہا نے تسلی دی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: سبحان اللہ! امی جان! لوگ مجھ پر تہمت لگا رہے ہیں، میں کب تک برداشت کروں؟ کب تک صبر کروں؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عجیب حالت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روتی رہیں، پوری رات نیند نہیں آئی، پوری رات رونے میں گزر گئی، صبح ہوئی پھر بھی رو رہی ہیں، روایت سے پتہ چلتا ہے کہ اس غم ناک تہمت کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بے ہوش ہو گئیں، ان کو کپکپی والا بخار ہو گیا، پورا دن رونے میں گزر گیا، نہ کھانے کی بات ہے اور نہ سونے کی بات ہے، آنسوں رُکنے کا نام نہیں لے رہے، ایک پاک باز عفیفہ عورت پر جب تہمت لگتی ہے تو اس کو جو غم ہوتا ہے وہ اس طرح کا ہوتا ہے۔

پھر دوسری رات آئی وہ بھی پوری رات رونے میں ہی گزر گئی، غرض دو رات اور پورا دن اس حال میں گزر گیا، نہ آرام، نہ چین بس رونا ہی رونا۔

اس سنگین موقع پر حضور ﷺ کا طرزِ عمل، مشورہ کی اہمیت

اس واقعے کی وجہ سے خود نبیٔ کریم ﷺ بھی بڑے غمگین تھے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی وحی بھی نازل نہیں ہو رہی تھی، جس سے حقیقت ظاہر ہو سکے؛ اس لیے حضور ﷺ نے خاص خاص حضرات سے مشورہ شروع کیا، گھر کے خاص لوگوں میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا کہ ایسی حالت میں کیا کرنا چاہیے۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا جواب

سب سے پہلے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: حضور! ہمارے جانکاری کے مطابق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کوئی بدگمانی نہیں، ان کی کوئی بات ایسی نہیں جس سے بدگمانی کا راستہ نکلے، آپ ان افواہ کی کوئی پرواہ نہ کریں؛ گویا انھوں نے عرض کیا کہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پاک ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عجیب حکمت بھرا جواب

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا تو انھوں نے عجیب انداز سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاک ہونے کو بیان کیا، اس کو ایک نفسیاتی انداز کا علاج بھی کہا جا سکتا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سمجھتے تھے کہ اگر میں بھی وہ بات کہوں جو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہی تو بات وہی کی وہی ہوگی؛ اس لیے انھوں نے حضور ﷺ کے سامنے بات کا انداز بدل دیا، غم اور بوجھ ہلکا کرنے کے لیے عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے شادی کے لیے آپ ﷺ کے لیے کوئی تنگی نہیں رکھی ہے، اگر افواہ کی وجہ سے آپ کی مبارک طبیعت پر اثر ہے تو دوسری

بہت ساری عورتیں ہیں یعنی دوسری عورت سے آپ شادی کرسکتے ہیں اوراخیر میں ایک بہت اہم بات کہی کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا جو گھر میں خدمت کرنے کے لیے آیا کرتی ہیں، گھر کے حالات سے اچھی طرح باخبر ہیں، ان سے حقیقت معلوم کرلو، وہ صحیح بات بتاویں گی؛ گویا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے پوچھ کر جو بات وہ بتاوے وہ ماننے کے لیے تیار کرلیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اندازہ تھا کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے صحیح رپورٹ دیں گی، اس بات کو بتا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بوجھ ہلکا کر دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بڑی عمدہ تدبیر اختیار کی، حکمت بھرا طریقہ اپنایا۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے معاملے میں سلامت رکھا اور آپ نے تہمت پھیلانے میں کوئی حصہ نہیں لیا، گویا حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ سمجھتے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی ایسی چیز ہے جو کسی دلیل کی محتاج نہیں ہے، وہ کھلی ہوئی حقیقت ہے۔

گھر میں خدمت کرنے آنے والوں کا حال

اس سے یہ بھی سمجھ میں آیا کہ گھر کی خادمہ گھروں کے رازوں کو جاننے والیاں ہوتی ہیں، ان سے حقائق معلوم کیے جاسکتے ہیں اور یہ بھی کہ گھریلو باتیں خادماؤں اور خادموں کے ذریعہ پھیلتی ہیں؛ اس لیے ان سے بہت احتیاط برتنا چاہیے، دشمن لوگ، پیچھے پڑنے والے لوگ ان کے ذریعہ جاسوسی بھی کرواتے ہیں؛ اس لیے ان پر اندھا اعتماد کرنے کے بجائے چوکنّا رہنے کی بہت ضرورت ہے۔

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے سوال

حضرت نبی کریم ﷺ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مشورہ بہت پسند آیا اور حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو بلوایا اور سوال فرمایا:

بریرہ! بتاؤ تم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں کوئی بات کبھی ایسی نظر آئی جس کی وجہ سے تم کو ان کے متعلق کسی برے کام کا شک بھی ہو؟

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا جواب

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ دنیا میں بھیجا! میں نے کبھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں کوئی ایسی بات نہیں دیکھی جس کی وجہ سے ان پر کوئی عیب لگایا جا سکے؛ یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نیک، پاک دامن، بھولی بھالی، سیدھی سادی عورت ہیں، ہاں! کم عمری اور بھولے پن کی وجہ سے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ روٹی بنانے کے لیے آٹا گوندھ کر رکھ دیتی ہیں اور ان کو نیند آجاتی ہے تو سو جاتی ہیں تو کوئی بکری آکر آٹا کھا جاتی ہے؛ گویا حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے قسم کے ساتھ بتا دیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پاک دامن ہیں۔

جو بات صحیح ہو وہ ظاہر کرو

کتنی سچی بات حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے کہہ دی۔ میری بہنو! یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ کوئی کچھ بھی کہے، کسی کی بات چاہے کیسی ہی چل پڑے؛ لیکن جو بات صحیح اور سچی ہو اسی کو ظاہر کرنا ہمارا کام ہے، حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے سچی بات بیان کر دی، اللہ تعالیٰ

ہمیں بھی ایسی نیک توفیق عطا فرمائے۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ کو پورا یقین اور اطمینان تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بالکل پاک ہیں؛ اسی لیے صحابہ کی ایک مجلس میں نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَا عَلِمْتُ عَلیٰ أَھلِي إلاَّ خَیْراً.

ترجمہ: میں میرے گھر والوں کے لیے خیر اور بھلائی جانتا ہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حالت

اس طرف نبیٔ کریم ﷺ مشورہ فرمارہے ہیں اور دوسری طرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ابھی تک غم میں ہیں، امّاں کے گھر ان کی نیند حرام ہوگئی تھی، کھانا بھی بند ہوگیا تھا، بس مسلسل رو رہی ہیں، اس رونے کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ کو خطرہ ہوا کہ کہیں کلیجہ پھٹ نہ جائے؛ چوں کہ رونے کی اسی حالت میں دو راتیں گزر گئی تھیں۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ کا منبر پر کھڑے ہوکر خطاب

جب حضور ﷺ ان مشوروں سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے ایک خطبہ دیا؛ یعنی بیان فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ خطبہ کھڑے کھڑے ہی دینا چاہیے، یہ افضل طریقہ ہے، اگرچہ بیٹھ کر خطبہ دینے سے بھی خطبہ ادا ہوجاتا ہے، حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ نکاح کا خطبہ بھی کھڑے ہوکر پڑھتے تھے۔

آپ ﷺ کے ارشادات کا خلاصہ

① اگر میں تہمت لگانے والے کو اس تہمت والے واقعے کی وجہ سے سزا دوں

تو مجھے معذور سمجھنا؛ یعنی سزا دی جاوے تو سمجھنا کہ یہ ضروری تھا؛ چوں کہ معاملہ تہمت کا ہے جو سنگین جرم ہے؛ لیکن قربان جاؤں نبیٔ کریم ﷺ پر آپ نے اس طرح تہمت لگانے والے سب سے بڑے منافق کا نام اپنے بیان میں نہیں لیا، نام لیے بغیر سزا کی بات ارشاد فرمائی۔

(۲) آپ ﷺ کو اس تہمت والے واقعہ سے تکلیف ہوئی ہے۔

(۳) مجھ میں اور میرے گھر والوں میں خاص کر عائشہ میں خیر ہی خیر ہے۔

(۴) جس مرد صحابی کی طرف غلط کام کی نسبت ہوئی ہے یعنی حضرت صفوان رضی اللہ عنہ وہ بھی نیک ہیں، بھلائی والے ہیں۔

حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کی سعادت

حضرت صفوان رضی اللہ عنہ پر تہمت تو لگی، ان کو تکلیف تو ہوئی؛ لیکن یہ بھی ان کی سعادت کی بات ہے کہ مسجدِ نبوی کے منبر مبارک سے ان کے نیک ہونے کا خود نبیٔ کریم ﷺ اعلان فرما رہے ہیں۔

خطبۂ مبارکہ کا باقی مضمون

(۵) آپ ﷺ کے فرمان میں یہ بات بھی تھی کہ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کبھی اکیلے میرے گھر نہیں آئے، کبھی کسی ضرورت کی وجہ سے آئے تو بھی میرے ساتھ اور وہ بھی ظاہری بات ہے پردہ کے تمام ضوابط کے ساتھ۔

آپ ﷺ نے اپنے بیان مبارک سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بھی اپنا خیال بتلا دیا کہ وہ تو خیر پر ہی ہیں۔

حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کا حال

دوسری طرف جس نیک صحابی حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف غلط نسبت کی جارہی تھی، ان کو جب اس تہمت کا پتہ چلا تو ان کی طبیعت پر بڑا اثر ہوا، ان کی تو ابھی تک شادی بھی نہیں ہوئی تھی، اس بات کو سن کر کہنے لگے: اس ذات (اللہ تعالیٰ) کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، آج تک میں نے کسی عورت کا ستر نہیں کھولا، غرض حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے بھی قسم کھا کر اپنی پاک دامنی کا اعلان کر دیا۔

تسلی دینے کا ایک اور طریقہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ام رومان رضی اللہ عنہا دونوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور تسلی دے رہے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رونا جاری ہی تھا، اسی دوران انصار کی ایک عورت گھر آئی اور گھر میں آنے کی اجازت مانگی اور اجازت ملنے پر گھر میں داخل ہوئی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھ گئی اور اس عورت نے بھی رونا شروع کر دیا؛ گویا یہ رونا بھی اس عورت کی طرف سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے تسلی تھی، یہ بھی تسلی دینے کا ایک انداز ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مثالی خوش قسمتی

اس دوران- کہ یہ چاروں یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا، اور وہ انصاری عورت بیٹھے ہوئے تھے- حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے، یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے

کتنی خوش قسمتی کی بات ہے کہ لوگ حضور ﷺ کو ملنے کے لیے آپ کے گھر جاتے ہیں؛ لیکن یہاں حضور ﷺ خود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔

جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مکہ سے ہجرت کا حکم ہوا اس وقت بھی حضور ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر پر تشریف لے گئے تھے اور وہاں سے ہجرت کے لیے روانہ ہوئے تھے اور ایسی خوش نصیبی مدینہ میں بھی نصیب ہوئی کہ مدینہ میں بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر پر نبیٔ کریم ﷺ تشریف لائے۔

خوخةُ ابي بكر رضی اللہ عنہ

مسجدِ نبوی میں آج بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مکان کی جگہ متعین ہے، وہاں عربی میں لکھا ہوا ہے "هذه خوخة سيدنا أبي بكر الصديق رضی اللہ عنہ" اس جگہ پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جھونپڑا تھا۔

آپ ﷺ کا عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک مہینہ کے بعد بیٹھنا

بہرحال! حضرت نبیٔ کریم ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھ گئے، عجیب بات کہ تقریباً ایک ماہ ہو گیا تھا، جب سے تہمت والی بات چل رہی تھی حضور ﷺ کی طبیعت پر اتنا اثر تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس نہیں بیٹھے تھے، صرف سلام اور مختصر خیر خیریت پوچھ کر تشریف لے جاتے، اس وقت حضور ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی وغیرہ سب بیٹھ گئے۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی عائشہ رضی اللہ عنہا سے خاص انداز سے بات چیت

پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پاس بیٹھ کر حضور ﷺ نے پہلے خطبہ پڑھا، اس سے سیکھنے کو ملا کہ ہر اہم کام کے موقع پر خطبہ یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد وتعریف اور صلاۃ وسلام پڑھنا چاہیے۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے عائشہ! مجھے آپ کے بارے میں اس طرح کی خبر ملی ہے، سنو! اگر تم پاک ہو اور تم نے یہ کام نہیں کیا ہے تو اللہ تعالیٰ تم کو ضرور بری کرے گا، اور تمھاری پاک دامنی کا اعلان کرے گا۔

پھر آگے فرمایا: اے عائشہ! اگر تم سے غلطی ہوگئی ہے تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لو؛ اس لیے کہ جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ کو معاف کر دیتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ سنا تو ان کے آنسو بند ہو گئے، اور ایسا ہوتا ہے کہ جب انتہائی درجے کا غم ہوتا ہے تب آنسوں بھی رک جاتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ابا جان سے درخواست

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبیٔ کریم ﷺ کی بات سن کر فوراً اپنے ابا جان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کہنے لگی کہ: ابا جان! حضور کی بات کا جواب دو۔

ابا جان نے کہا کہ: بیٹی! میں کیسے جواب دوں؟ خدا کی قسم! کیا جواب دینا میں نہیں جانتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی امی جان سے درخواست

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پھر اپنی امی جان سے کہا کہ: امی جان! حضور ﷺ نے جو بات پیش فرمائی ہے اس کا آپ جواب دو۔

امی جان نے بھی کہا کہ: اللہ تعالیٰ کی قسم! کیا جواب دینا میں بھی نہیں جانتی۔

جب ابا اور امی دونوں نے جواب دینے سے معذرت کردی تو اب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خود جواب دینا ہے۔

والدین نے جواب کیوں نہیں دیا؟

اس جگہ ایک سوچنے کی بات ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا نے جواب کیوں نہیں دیا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا درخواست کررہی ہیں پھر بھی دونوں نے جواب دینے سے معذرت کردی، ایسا کیوں ہوا؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مقام اور درجہ صدیقیت کا ہے، اس مقام کے تقاضے سے آپ نے جواب نہیں دیا، دونوں اپنی بیٹی کو پاک دامن مانتے ہیں، پاک دامنی کا یقین ہے؛ لیکن دونوں ظاہری حالات کے اعتبار سے جواب دیں گے۔

کوئی بھی انسان جب کسی دوسرے کی تعریف کرتا ہے، تو اپنے گمان اور خیال کے مطابق کرتا ہے، حقیقت تو ہر ایک کی اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے اور کسی بھی انسان کے اندرون کا حال تو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جواب دیتے تو اپنے خیال، گمان اور جان کاری کے مطابق جواب دیتے؛ اس لیے آپ نے جواب

دینا مناسب نہ سمجھا۔

اس میں یہ بھی ہوسکتا تھا کہ کوئی یہ سمجھے کہ اپنی بیٹی کی طرف داری کررہے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں ایسی بات کہوں جو میں نہیں جانتا تو کونسا آسمان مجھ پر سایہ کرتا اور کونسی زمین مجھ کو پناہ دیتی۔

ایک خاص نصیحت

ہم کو اس سے ایک بات سیکھنے کو ملی کہ جب ہم کسی کی تعریف کریں تو یوں کہیں کہ میرے خیال کے مطابق اس میں یہ خوبی ہے، پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ کوئی تعریف کی بات نہ کریں؛ اس لیے کہ دل کی بات تو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی غم کے وقت حکمت اور عقل بھری بات

اب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو کم عمر لڑکی تھیں، جواب دینے کے لیے پہلے سے کوئی تیاری بھی نہیں کی ہے، اس وقت تک انھوں نے قرآن بھی زیادہ نہیں پڑھا تھا، اپنے غم کو قابو میں کر کے جواب دینا شروع کیا اور بہت ہی فصیح وبلیغ اور بڑا پیارا جواب دیا:

حضور! آپ نے میرے بارے میں ایک بات سنی ہے اور وہ بات سنتے سنتے آپ کے دل میں بیٹھ گئی ہے اور آپ نے اس بات کو سچ بھی مان لیا ہے۔

یعنی جیسے کسی کی بات مان لی جاوے اور اس کے ساتھ جو برتاؤ ہوتا ہے وہ ہو رہا ہے؛ یعنی عملی طور پر مان لیا ہے؛ اس لیے کہ تہمت کو جھوٹا سمجھتے تو تہمت لگانے والوں کی جھٹلاتے۔

اور اگر میں انکار کردوں کہ میں نے برا کام نہیں کیا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے، تو آپ میری بات نہیں مانو گے۔

اور اگر میں کہہ دوں کہ: مجھ سے غلطی ہوئی تھی تو آپ میری بات مان لوگے، جب کہ میرا خدا جانتا ہے کہ میں نے یہ کام نہیں کیا ہے، بس! اس وقت میری مثال وہ ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کے ابا جان کی تھی کہ انھوں نے اپنے بیٹوں سے جھوٹی بات سنی تھی کہ دس بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کو جنگل میں لے گئے اور سب نے مل کر حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈال دیا اور اپنے ابا کی نظروں سے ان کو دور کردیا اور آکر جھوٹی بات باپ کے سامنے بیان کردی:

وَجَاءُوْا اَبَاهُمْ عِشَاءً يَّبْكُوْنَ﴿۱۶﴾ قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ﴿۱۷﴾

ترجمہ: اور (کنویں میں ڈالنے کی کارروائی کرکے) وہ رات کو روتے روتے اپنے ابا کے پاس آئے ﴿۱۶﴾ وہ (بھائی) کہنے لگے: اے ہمارے ابا! ہم سب دوڑنے کا مقابلہ کرنے چلے گئے تھے اور ہم نے یوسف کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا تھا، سو بھیڑیا (اکیلے پن اور بچپن کی کمزوری کا فائدہ اٹھا کر) اس (یوسف) کو کھا گیا اور ہم بالکل سچے ہیں پھر بھی آپ ہماری بات نہیں مانیں گے ﴿۱۷﴾

جب یہ جھوٹی بات بھائیوں نے کہی تو اس کے جواب میں حضرت یوسف علیہ السلام کے ابا جان نے فرمایا: ﴿فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۭ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰي مَا تَصِفُوْنَ﴾

ترجمہ: میں صبر کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتا ہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: جو بات حضرت یوسف علیہ السلام کے ابا جان نے فرمائی وہ بات میں کہتی ہوں کہ:

میں صبر کرتی ہوں اور میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتی ہوں۔ اتنا کہہ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مجلس سے چلی گئیں اور بستر پر جا کر سو گئیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر اس وقت ایسا غم تھا کہ ان کو حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام بھی یاد نہیں آیا؛ اس لیے ''حضرت یوسف علیہ السلام کے ابا جان'' ایسا کہا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: خدا کی قسم میں پاک دامن ہوں اور مجھے یقین تھا کہ میرے پاک دامن ہونے کا اللہ تعالیٰ اعلان فرماویں گے، مجھے یہ اندازہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب وغیرہ کے ذریعہ بتا دیا جاوے گا کہ میں پاک دامن ہوں۔

صبرِ جمیل

اِس آیت میں صبرِ جمیل کا لفظ آیا ہے، یہ ایسا صبر ہے کہ مصیبت پر کسی کے سامنے شکایت فریاد نہ کرے، جس کی طرف سے تکلیف پہنچی اس سے بدلہ لینے کے چکر میں نہ رہے، اس کو معاف کر دیوے، مصیبت کو بڑھا چڑھا کر لوگوں کے سامنے بیان نہ کرے، مصیبت پر لوگوں کے سامنے بلا وجہ شور وغل نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ کی نوازش بندے کے گمان سے بڑھ کر

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اللہ تعالیٰ کی قسم مجھے یہ یقین نہیں تھا کہ میرے

بارے میں وحی نازل ہوگی، قرآن میں آیتیں اتریں گی، میں اپنے آپ کو بہت کم درجہ سمجھتی تھی؛ لیکن اللہ تعالیٰ کی قسم! ابھی تو حضور ﷺ اپنی جگہ سے ہٹے بھی نہیں، اور گھر میں جتنے لوگ تھے ان میں سے کوئی بھی گھر سے نکلا نہیں اور قرآن اترنا شروع ہوا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی بذریعہ وحی

اسی وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو قرآنِ مجید کی آیتوں کو لے کر حضور ﷺ کے پاس بھیجا اور برأت کی آیتیں حضور کو سنائی، سخت سردی کے موسم میں حضور ﷺ کی پیشانی پر پسینے کے قطرے ٹپکنے لگے اور جب بھی حضرت جبرئیل علیہ السلام قرآن لے کر تشریف لاتے تھے تو حضور ﷺ کی بدن کی کیفیت عجیب ہو جاتی تھی، گرمی ہونے لگتی اور چہرہ مبارک پسینے اور پانی کے قطروں سے بھر جاتا تھا، اور ایسے موقع پر عام طور سے حضور ﷺ اپنے چہرے مبارک پر کپڑا ڈال لیا کرتے تھے۔

بہرحال! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں اللہ تعالیٰ نے کئی آیتیں اتاری:

اِنَّ الَّذِيْنَ جَاءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَخَيْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ⑪ (النور)

(ترجمہ) یقیناً جن لوگوں نے (عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر جھوٹی تہمت لگا کر) یہ طوفان کھڑا کیا ہے وہ تمھارے ہی اندر کا ایک ٹولہ ہے، تم اس بات کو تمھارے لیے برا مت سمجھو؛ بلکہ وہ تو تمھارے حق میں بہت بہتر ہے، ان میں سے ہر ایک شخص نے جتنا کیا اتنا گناہ اس کے حصے میں آیا، اور جس شخص نے ان میں سے اس (طوفان) میں

سب سے بڑا حصہ لیا اس کو بڑا عذاب ہوگا۔

یہاں سے آیت نمبر چھبیس ختم تک:

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۶﴾ (النور)

ترجمہ: گندی عورتیں گندے مردوں کے لیے مناسب ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لیے مناسب ہیں اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے مناسب ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے مناسب ہیں، جو (تہمت کی) بات وہ (منافق) لوگ کہتے ہیں وہ (نیک مرد اور عورتیں) اس سے بالکل بری (یعنی بے تعلق) ہیں، ان کے لیے (آخرت میں) مغفرت ہے اور عزت کی روزی ہے۔

نورانی چہرہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت

وحی کے اتر چکنے کے بعد حضور ﷺ جب اپنے چہرۂ مبارک سے کپڑا ہٹاتے تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کالے بادلوں کے بیچ میں سے چودھویں رات کا چاند نکل کر سامنے آیا ہو، پھر حضور ﷺ نے مسکراتے ہوئے خوش خبری دی اور پہلی بات جو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمائی وہ یہ تھی:

أَبْشِرِيْ يا عائشةُ! أَمَا اللهُ تعالىٰ فَقَدْ أَبْرَأَكِ.

اے عائشہ! خوش ہو جاؤ، اللہ تعالیٰ نے تیرے پاک ہونے کا اعلان فرما دیا۔

جب یہ خبر اللہ تعالیٰ کے رسول نے سنائی تو خوشی کا ایک ماحول بن گیا، اباجان

اور امی نے کہا: بیٹی عائشہ! کھڑی ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے نبی کا شکریہ ادا کرو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ: اللہ قسم! میں اس معاملے میں کسی کو کچھ نہیں کہوں گی، میں صرف میرے اللہ تعالیٰ کا احسان مانتی ہوں اور اسی کا شکر ادا کرتی ہوں کہ میرے اللہ نے میرے لیے میرے پاک ہونے کا اعلان قرآن میں فرما دیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے بڑی سعادت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: مجھے یقین تھا کہ میں پاک ہوں اور میں نے کوئی گناہ نہیں کیا اور میرا خدا میرے پاک ہونے کا اعلان ضرور کرے گا؛ لیکن مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ مجھے اتنا بڑا درجہ ملے گا، اتنی ساری آیتیں اللہ تعالیٰ میرے پاک ہونے کے بارے میں قرآن میں نازل کرے گا اور اس کو لوگ قیامت تک پڑھتے رہیں گے اور مجھ پر تہمت لگانے والوں کو لوگ قیامت تک ناراضگی سے یاد کرتے رہیں گے، اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ کتنا بڑا مقام عطا فرما دیا!!!

پاک دامن عورت پر اللہ تعالیٰ کی غیبی نصرت ہوتی ہے

میری بہنو! ایک عورت ذات جب اپنے آپ کو گناہ سے بچائے تو اللہ تعالیٰ اپنے غیبی طاقت سے اس کی نصرت اور مدد فرماتے ہیں۔

تہمت لگانے والوں کی اسلام میں سزا

براءت کی آیتوں کے اترنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تہمت کی سزا جاری فرمائی، جس میں عبداللہ ابن ابی جو تہمت لگانے میں سب سے آگے تھا اور اصل وہی تہمت کو

گھڑنے والا تھا، حضور ﷺ نے اس پر تہمت کی سزا لگوائی۔

ہمارے مذہب میں کسی پاک دامن عورت پر تہمت لگانے کی بہت خطرناک سزا آئی ہے: اگر کوئی کسی پر تہمت لگائے اور اس کے پاس چار گواہ نہ ہو تو اس طرح تہمت لگانے والے کو اسّی (۸۰) کوڑے مارے جاتے ہیں، یہ قرآن کا اعلان ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۴

ترجمہ: اور وہ لوگ جو پاک دامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں، پھر (زنا کو ثابت کرنے پر) چار گواہ نہیں لاتے، سو تم ان کو اَسّی کوڑے مارو اور کبھی بھی ان لوگوں کی گواہی تم قبول مت کرو اور یہی لوگ خود نافرمان ہیں۔

بہرحال! حضور ﷺ نے عبد اللہ ابن ابی منافق کو ڈبل سزا لگائی؛ اس لیے کہ وہ شروعات کرنے والا تھا، اس کے علاوہ دو مسلمان صحابی: حضرت حسان رضی اللہ عنہ اور حضرت مسطح رضی اللہ عنہ، اسی طرح ایک صحابی عورت: حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا ان تینوں کو بھی حضور ﷺ نے تہمت کی سزا میں اسّی اسّی (۸۰) کوڑے لگوائے، اگرچہ وہ مسلمان تھے پھر بھی ان کو کوڑے لگائے گئے، اب پورے مدینہ میں اس بات کا اعلان ہو گیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پاک دامن ہیں اور تہمت لگانے والے سراسر جھوٹے ہیں۔

چند اہم ہدایات

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ جَاءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا

تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ۭ بَلْ هُوَخَيْرٌ لَّكُمْ﴾

ترجمہ: یقیناً جن لوگوں نے (عائشہ رضی اللہ عنہا پر جھوٹی تہمت لگا کر) یہ طوفان کھڑا کیا ہے وہ تمھارے ہی اندر کی ایک جماعت ہے، تم اس بات کو تمھارے لیے برا مت سمجھو؛ بلکہ وہ تو تمھارے حق میں بہت بہتر ہے۔

یعنی یہ تو تمھارے لیے بڑی اچھائی کی بات ہوگئی کہ جس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقام و مرتبہ بلند ہوگیا اور ان کی اس پاک دامنی کو لوگ قیامت تک قرآن میں پڑھتے رہیں گے۔

پھر آگے فرمایا: ﴿لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾

ترجمہ: ان میں سے ہر ایک شخص نے جتنا کیا اتنا گناہ اس کے حصے میں آیا، اور جس شخص نے ان میں سے اس میں سب سے بڑا حصہ لیا اس کو بڑا عذاب ہوگا۔

یعنی جن لوگوں نے اس بہتان میں جتنا حصہ لیا اتنا اس کو تہمت میں حصہ لینے کا گناہ ہوگا۔

کُل چار طرح کے لوگ تھے

① جس نے تہمت گھڑی اور اس کو لوگوں میں پھیلایا اس کو سب سے زیادہ عذاب: ﴿وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ کہ جس ظالم (عبداللہ ابن ابی) نے اس تہمت کی شروعات کی تھی اس کے لیے بہت بڑا عذاب ہے دنیا اور آخرت میں کہ آخرت میں جہنم کی سزا ہے۔

② جنھوں نے اس تہمت کو سن کر اس کو مان لیا، ان کا دوسرے نمبر کا گناہ۔

③ جو لوگ اس تہمت کو سن کر خاموش رہے، ان کا تیسرے نمبر کا گناہ۔

④ اور جنھوں نے اس تہمت کو سن کر صاف کہہ دیا کہ: یہ خبر جھوٹی ہے، وہ اچھے لوگ ہیں، یہ خوش نصیب افراد ہیں۔

ایک خاص نصیحت

اس کے بعد آگے مسلمان مردوں اور عورتوں کو ایک خاص نصیحت ہے جو ہم سب کو دھیان رکھنے کی ہے، وہ نصیحت یہ ہے:

لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۲﴾

(ترجمہ) جب تم لوگوں نے اس (طوفان) کی خبر سنی تو ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں نے اپنے لوگوں کے ساتھ اچھا خیال کیوں نہیں کیا؟ اور (تہمت سنتے ہی) ایسا کیوں نہ کہا: یہ کھلی تہمت ہے۔

قاعدے کی بات بتادی کہ جب تم نے ایسی تہمت والی بات سنی تو فوراً یہ کہہ دینا چاہیے تھا کہ: یہ بات جھوٹی ہے؛ اس لیے میری بہنو! اس طرح کی کوئی بھی تہمت کی بات تم سنو تو بات کو رد کرنا اور جھٹلانا ضروری ہے۔

دوسرے پر تہمت لگانا اپنے پر تہمت لگانا ہے

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آگے کتنی پیاری بات فرمائی: ﴿بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا﴾

اس میں یہ نصیحت فرمائی ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان پر تہمت لگائے تو وہ کسی دوسرے پر تہمت نہیں ہے؛ بلکہ وہ تو اپنی ذات پر ہی تہمت ہے، تمام مسلمان مرد وعورت آپس میں بھائی بہن ہیں، اگر ایک بہن نے دوسری بہن پر تہمت لگائی تو وہ گویا اس نے اپنی ہی ذات پر تہمت لگائی اور وہ یہ سمجھتی ہے کہ میں نے دوسری عورت پر تہمت لگا کر اس کو ذلیل ورسوا کر دیا ایسا نہیں ہے، اس نے خود کو ذلیل اور رسوا کر دیا۔

بہت ضروری بات

ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے متعلق نیک اور اچھا گمان رکھے، بدگمانی نہ کرے؛ بلکہ کوئی دوسرا انسان ہمارے مسلمان بھائی پر تہمت لگاوے اور تہمت لگانے والے کے پاس کوئی شرعی ثبوت نہ ہو تو اس کی تہمت اور الزام والی بات کو رد کر دیوے اور کہہ دیوے کہ تو جھوٹ بولتا ہے، وہ مسلمان ایسا نہیں ہے، یہ ہمارے ایمان کا تقاضا ہے، ایک مسلمان کو بدنامی اور رسوائی سے بچانا یہ بھی ہمارے لیے ضروری ہے۔

چار گواہ کی حکمت

﴿لَوْلَا جَاءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ﴾

وہ (بہتان لگانے والے) اس (بات) پر چار گواہ کیوں نہیں لائے؟

یعنی جب تہمت لگانے والوں نے غلط بات پھیلائی تو مسلمانوں کو ضروری تھا کہ ان سے گواہ مانگتے، شریعت کا قانون ہے کہ کسی معاملے کو ثابت کرنے کے لیے دو گواہ چاہیے؛ لیکن زنا کے ثابت کرنے کے لیے چار گواہ۔ حکمت یہ سمجھ میں آتی ہے کہ

اس میں ایک مرد اور ایک عورت ہوتی ہے؛ اس لیے ہر ایک کی طرف سے دو دو ملا کر کل چار گواہ ہونا ضروری ہے۔

تہمت لگانے والے تین صحابہ پر اللہ تعالیٰ کا فضل

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾

ترجمہ: اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر دنیا اور آخرت میں نہ ہوتی تو جس (چرچے) میں تم پڑے ہوئے تھے اس کی وجہ سے تم پر بڑا عذاب آپڑتا۔

یہ تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہوگئی کہ جو مسلمان بھولے پن میں اس تہمت پھیلانے میں شامل ہوگئے تھے اللہ تعالیٰ نے مہربانی اور فضل فرمایا اور ان کو صرف اسّی اسّی کوڑے مارے گئے اور ان کو معاف کر دیا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: اگر اللہ تعالیٰ ان کو معاف نہ کرتا تو ان کو بھی بہت بڑا عذاب آکر پکڑ لیتا اور خدا کے عذاب کی پکڑ میں وہ لوگ بھی پھنس جاتے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ جو مسلمان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت میں شریک ہوگئے ان کو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ: تمھارا گناہ بہت بڑا تھا، دنیا و آخرت میں سزا اور عذاب آسکتا تھا؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے مہربانی اور فضل فرمایا، ایمان کی برکت، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہونے کی برکت سے تم کو سچی توبہ کی توفیق ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے تمھاری توبہ قبول فرمالی اور مغفرت کا وعدہ فرمایا۔

اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کبھی بھول سے کسی بھی مسلمان پر تہمت لگادی

تو اللہ تعالیٰ سے بھی معافی مانگ لو اور اس مسلمان سے بھی معافی مانگ کر بات کو صاف کر لو۔

اپنی پاکی اور بزرگی جتانے کی چیز نہیں

میری بہنو! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَلاَ تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ التَّقٰى.(النجم:۳۲)

ترجمہ: تم اپنے آپ کو پاکیزہ نہ ٹھہراؤ، وہ خوب جانتا ہے کہ کون متقی ہے۔

ہمیشہ اس آیت کو سامنے رکھنا، ہماری بہت ساری بہنیں اپنی نیکی، اپنی عبادت دوسروں کے سامنے فخر کے ساتھ بتلاتی ہیں، اللہ تعالیٰ کی نعمت کے خاطر ذکر کرنا الگ بات ہے اور فخر سے بتلانا کہ میں اتنی نیک ہوں اور اتنی ساری عبادت کرتی ہوں وغیرہ، یہ اللہ تعالیٰ کو بالکل پسند نہیں ہے۔

جس بات کی حقیقت معلوم نہ ہو اس کو کبھی بولنا نہیں چاہیے

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّالَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهُ هَيِّناً وَهُوَ عِنْدَ اللهِ عَظِيْمٌ.(النور)

ترجمہ: جب کہ تم اپنی زبانوں سے اس (تہمت) کو ایک دوسرے کے سامنے نقل کر رہے تھے اور تم اپنے منہ سے ایک ایسی بات کہہ رہے تھے جس کی خبر تم کو بالکل نہیں تھی اور تم اس (تہمت والی بات) کو معمولی سمجھ رہے تھے؛ حالاں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت بڑی (گناہ کی) بات تھی۔

آج بہت سے گناہ ایسے ہیں کہ ہم نے ان کو ہلکا اور آسان سمجھ رکھا ہے، اس لیے کسی بھی گناہ کو ہلکا نہ سمجھو، خاص کر جس کے ذریعہ دوسرے مسلمان کی آبرو برباد ہو رہی ہو، اس سے خود کو بچاؤ، جس بات کی حقیقت ہم کو معلوم نہ ہو ایسی بات کبھی بھی اپنی زبان سے مت نکالو۔

آج ہم کتنی باتیں بلاتحقیق بول دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ایسی باتوں سے ہماری حفاظت فرمائے، ایسی باتیں زبان سے بولنا یہ اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت خطرناک ہے، اس کا بہت گناہ ہے؛ بلکہ میں تو آپ سے کہتا ہوں کہ: اگر کوئی گندی چیز یا ایسی بات اپنی آنکھ سے دیکھ بھی لو تب بھی یہ سوچو کہ میری آنکھ غلط دیکھ رہی ہے، میری مسلمان بہن یا میرا بھائی یہ غلط کام نہیں کرسکتا۔

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی کی بات اللہ تعالیٰ کو بہت پسند آئی

آگے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا،سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ.(النور:١٦)

اور جب تم نے (اول) یہ (بہتان) سنا تو اسی وقت تم نے ایسا کیوں نہیں کہا کہ: ہم کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ ایسی بات ہم منہ سے نکالیں، اللہ تعالیٰ تو پاک ہیں (معاذ اللہ!) یہ تو بہت بڑا بہتان ہے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی تک جب یہ بات پہنچی تو ان دونوں نے سب کے سامنے کہہ دیا کہ یہ بات غلط ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ کام ہو ہی نہیں

سکتا ہے، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اوران کی بیوی کی یہ بات بہت ہی اچھی رہی، اورایسے بھی یہ دونوں میاں بیوی بہت خوش نصیب تھے کہ وہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ میں میزبان تھے۔آگے اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے:

يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ.(النور:۱۷)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تم کونصیحت کرتے ہیں کہ اگرتم واقعی ایمان والے ہوتو آئندہ ایسی بات کبھی مت کرنا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بہت صاف لفظوں میں فرمادیا کہ:اب نبی کی بیوی پراس طرح کی تہمت ہرگز نہ لگانا؛ بلکہ کسی بھی مسلمان عورت پراس طرح کی تہمت مت لگانا۔

غلط باتوں کے چرچہ کی وجہ سے دردناک عذاب

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ، وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ.(النور:۱۹)

ترجمہ: یقیناً جولوگ یہ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی پھیلے ان کے لیے دنیاوآخرت میں دردناک عذاب ہے اوراللہ تعالیٰ تو جانتے ہیں اورتم نہیں جانتے ہو۔

فائدہ: اہلِ ایمان کا معاشرہ بے حیائی والے کاموں اورباتوں سے پاک رہنا چاہیے،غلط باتوں کا چرچہ اوراس کوسیکھنا سکھانا اس کے نت نئے طریقے بتانا یہ سب اس میں شامل ہیں، اس دورمیں میڈیا کے ذریعہ بہت بے حیائی کی اشاعت کا کام ہورہا ہے

جو ہرگز مناسب نہیں ہے۔ (از تیسیر القرآن)

بری خبروں کو مشہور کرنا بھی برا ہے

آج بہت سے لوگوں نے اپنی زندگی کا کام یہ بنالیا ہے کہ وہ غلط باتوں کو پھیلاتے رہتے ہیں، گندی اور برائی کی خبروں کو مشہور نہ کرنا چاہیے، آج اخبارات اور ٹی-وی چینل اور انٹرنیٹ پر زنا یا زنا بالجبر، قتل، حملہ، ڈاکہ زنی کی خبریں روزانہ مشہور کی جاتی ہیں؛ بلکہ بعض لوگوں کے ناجائز تعلقات کو خاص انداز میں مشہور کیا جاتا ہے، جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ نوجوان لڑکے لڑکیاں اس کو پڑھتے ہیں، دیکھتے ہیں، سنتے ہیں تو وہ گندی چیزیں ان کے دل ودماغ میں بیٹھ جاتی ہیں اور برا کام ان کی سوچ میں ہلکا اور معمولی ہوجاتا ہے اور نفس میں ہیجان اور شہوت پیدا کرنے کا ذریعہ بنتا ہے اور گناہ اور برائیاں اس سے بڑھتی ہیں؛ اس لیے اس قسم کی خبروں کو نہ پھیلایا جائے، اس میں پورے معاشرے کی بھلائی ہے۔

گندی خبروں کے لیے احتیاط

آج ہمارا حال یہ ہے کہ اس طرح بری بات سن کر خاموش رہتے ہیں اور دل میں بدگمانی کرنے لگتے ہیں کہ: فلانی نے ایسا کیا وغیرہ وغیرہ۔

اس طرح بدگمانی کرنا بھی سنگین گناہ ہے، اس کو گناہِ کبیرہ بتایا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ، اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ﴾ (الحجرات: ۱۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! بہت گمان کرنے سے بچو؛ کیوں کہ بعض گمان گناہ

ہوا کرتے ہیں۔

بدگمانی شیطانی چکّر ہے

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ سب شیطانی چکّر تھا:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ، وَمَنْ یَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ فَاِنَّهٗ یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ.(النور:۲۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم شیطان کے قدموں پر مت چلو اور جو بھی شیطان کے قدموں پر چلتا ہے تو یقیناً وہ تو بے حیائی اور برائی کے کام کرنے کے لیے کہے گا۔

پاک دامن عورت پر تہمت لگانے والے ملعون ہیں

آگے اللہ تعالیٰ نے لعنت کی بات ارشاد فرمائی:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ، وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ.(النور:۲۳)

ترجمہ: یقیناً جو لوگ پاک دامن، بھولی بھالی (یعنی برے کاموں اور اس کے ارادے سے بے خبر) ایمان والی عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان کے لیے دنیا و آخرت میں لعنت کی جاتی ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کیسی خطرناک بات بیان فرمادی، میری بہنو! اللہ تعالیٰ ایسی لعنت سے ہماری حفاظت فرمائے، لعنت جس پر آتی ہے وہ دنیا و آخرت میں برباد ہو جاتا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق پاک دامنی کا اعلان ہو جانے کے بعد بھی جو لوگ ـــــ ابھی تک تہمت کو سچا مانتے ہیں، حقیقتاً وہ منافق ہی ہیں، ان کے لیے دنیا و آخرت میں لعنت

ہے، آج بھی جو لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کو سچا مانتے ہیں وہ کافر ہیں، اسلام سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

ایمان والی عورتوں کی ایک خوبی

اِس آیت میں ایمان والی عورت کی ایک خوبی ''غافلات'' بتائی گئی ہے؛ یعنی جو مسلمان عورتیں زنا کے کام سے اور اس کے ارادے سے بھی بے خبر ہیں، دور ہیں، خود کو بچائے ہوئے ہیں، وہ اچھی عورتیں ہیں، پہلے حدیث میں بھی سن لیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھولی بھالی عورت کہا گیا۔

ایک مؤمنہ عورت سیدھی سادی، بھولی بھالی ہوتی ہے، میرے مرشدِ ثانی شیخ الحدیث حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری مدظلہ العالی بخاری شریف کے درس میں فرماتے ہیں کہ: جو عورتیں زنا وغیرہ کے کام میں مبتلا ہوتی ہیں، وہ بہت ચંચળ ہوتی ہیں، اس طرح کے گندے کام اور اس کے لوازمات، مقدمات، مبادیات (یعنی زنا کی شروعات جن چیزوں سے ہوتی ہیں) یہ ایک مؤمنہ عورت کو زیبا نہیں دیتے، یہ جتنی بھی آیتیں بتائی گئیں اس میں اللہ تعالیٰ نے خاص خاص نصیحتیں بیان فرمائی ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے، اب ہمیں ان پر عمل کرنا چاہیے۔

لوگوں کے گناہوں کو مت اچھالو

میری بہنو! آج ہم دوسرے لوگوں کے گناہوں کو دیکھ کر اس کو بہت اُچھالتے ہیں، یہ بہت بری بات ہے، اپنی فکر کرو، خود کو گناہوں سے بچانے کی فکر کرو اور دوسروں

کو بھی سمجھا کر گناہ سے بچانے کی فکر کرو۔

آپ ﷺ کا حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے سوال کرنا

بخاری شریف کی ایک حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ نے اپنی بیویوں میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے بھی سوال کیا کہ: عائشہ کے متعلق ان باتوں میں تم کیا جانتی ہو؟ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے قسم کھا کر جواب دیا کہ: اللہ کی قسم! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں خیر ہی خیر ہے۔

بڑی نصیحت کی بات

حضور ﷺ کی بیویوں میں ایک حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہی ایسی ہیں جن کے متعلق خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: مجھ سے برابری کرسکتی ہیں؛ اس لیے کہ وہ حضور ﷺ ہی کے خاندان سے تھیں، پھوپھی زاد بہن تھیں، اور خوب صورت بھی تھیں؛ لیکن انھوں نے صحیح اور سچی بات کہہ دی، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ، حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے بھی صحیح اور سچی بات کہہ دی، اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی بہن حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا اپنی بہن کے خاطر تہمت والے معاملے میں آگئیں۔

دو خاص باتیں

یہاں دو باتیں خاص سمجھ کر عمل کرنے کی ہیں، کسی بہن کے متعلق ہم جانتے ہیں کہ وہ سچی ہے تو محض دشمنی نکالنے کے لیے صحیح اور حق بات کو غلط نہیں بتانا چاہیے، بعض لوگ دشمنی نکالنے کے موقع کی تلاش میں رہتے ہیں اور سامنے والے کے متعلق کوئی

موقع ملتا ہے تو غلط باتیں پھیلانے میں لگ جاتے ہیں، ایسا نہیں ہونا چاہیے، کسی انسان سے کسی وجہ سے ناراضگی ہو جاوے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم اس کی دشمنی میں اندھے ہو کر غلط باتیں پھیلانے لگیں، قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰہِ شُھَدَاءَ بِالْقِسْطِ، وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا، اِعْدِلُوْا، ھُوَاَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی ، وَاتَّقُوا اللّٰہَ ، اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ.(المائدۃ:۸)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ (کی خوشنودی اور رضا حاصل کرنے) کے لیے ہر وقت تیار رہو (اور) انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بنو، اور کسی قوم کے ساتھ دشمنی تم کو اس بات کے لیے نہ ابھارے کہ تم انصاف کرنا چھوڑ دو (بلکہ) تم انصاف کرو، وہ تقویٰ کے زیادہ نزدیک ہے اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو، یقینی بات ہے کہ جو کچھ (اعمال) تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ کو اس کی پوری خبر ہے۔

نوٹ: محبت کے جذبات میں مغلوب ہو کر بے جا طرف داری نہ کرنا اور عداوت کے غلبے میں بے انصافی نہ کرنا یہ تقویٰ حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ (از تیسیر القرآن)

دوسروں کے خاطر خود کی آخرت کو برباد نہ کریں

بعض مرتبہ لوگ دوسروں کے لیے اپنی آخرت برباد کرتے ہیں، کوئی اپنا بڑا ہے تو اس کو راضی کرنے کے لیے دوسروں پر ظلم و زیادتی کر کے خود کی آخرت برباد کرتے ہیں، ایسا نہیں ہونا چاہیے، بعض مرتبہ کسی امیر یا بڑے ذمے دار کے ماتحت لوگ اپنے بڑے کو راضی کرنے کے لیے دوسروں کی برائی کرنے لگتے ہیں، دوسروں پر

ظلم کرنے لگتے ہیں؛ حالاں کہ بہت سی مرتبہ وہ بڑا خود ان سے شفقت ونرمی اور محبت کرتا ہے؛ لیکن نیچے کے لوگ دوسروں سے بدسلوکی کرنے لگتے ہیں، یہ غلط طریقہ ہے۔

حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کا حسنِ خاتمہ

بخاری شریف کی حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے حسنِ خاتمہ کی دولت سے نوازا، ایک قول کے مطابق ۱۹ر ہجری میں آرمینیہ میں اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے، ان کی اللہ تعالیٰ کے راستے کی اچھی موت یہ بھی ایک علامت ہے کہ وہ نیک اور پاک دامن تھے؛ اس لیے کہ کوئی آدمی کوئی غلط کام کرتا ہو تو اس کو کبھی حسنِ خاتمہ اور شہادت جیسی نعمت نصیب نہیں ہوسکتی، اچھی زندگی گزارنے والوں کو اچھی موت نصیب ہوتی ہے، اللّٰهم ارزقنا منه۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے اپنے وقت پر ایمان پر حسنِ خاتمہ نصیب فرمائے، آمین۔

یہ بہترین قصہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ ہم کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اس کی اور دو آیتیں باقی ہیں جس میں خاص نصیحت ہے، اس کو ان شاء اللہ! آئندہ کل بیان کریں گے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی

پاک دامنی

اور منافقین کا الزام

(قسط سوم)

اس بیان کے چنندہ جواہر پارے

میں عام طور پر ساسوؤں کو کہا کرتا ہوں کہ: اللہ کے واسطے بہو کو تکلیف مت دو، آج تم بہو؛ یعنی دوسرے کی بیٹی کو تکلیف دوگی، پریشان کروگی تو کل تمھاری بیٹی بھی کسی کے یہاں بہو بن کر جائے گی اس دن کو سوچو!

اگر تم کسی کی بیٹی کو اچھی طرح رکھو گے تو تمھاری بیٹی بھی جب بہو بن کر جائے گی تو اس کو بھی اچھی طرح رکھا جاوے گا، بہو کو نوکرانی نہیں سمجھنا چاہیے؛ بلکہ اس کو اپنی بیٹی سمجھ کر اس کے ساتھ اچھا معاملہ کرنا چاہیے، ہماری شریعت میں کسی کو بلاوجہ تکلیف دینا حرام ہے۔

اسی طرح بہو کو بھی چاہیے کہ وہ بھی ساس کو نہ ستائے، وہ اس کو اپنی ماں سمجھے اور اس کی خدمت کرے تو ان شاء اللہ! ان کی زندگی خوشی اور محبت کے ساتھ گزرے گی، غرض یہ کہ ساس بہو کو بیٹی سمجھ کر اس کے ساتھ حسنِ سلوک کرے، اور بہو ساس کو اپنی ماں سمجھ کر اس کی خدمت کرے۔

ایک حدیث بتادوں، حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: جس کا حاصل یہ ہے کہ: جس قوم میں ایک مرد یا ایک عورت ایسی ہو جو قطع رحمی کرے؛ یعنی جو رشتے داری کے تعلق کو کاٹنے والے ہوں تو اللہ تعالیٰ اس قوم کو رحمت کی نظر سے نہیں دیکھتا ہے، پوری قوم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو جاتی ہے۔

صرف ایک آدمی کی وجہ سے بھی پوری قوم رحمت سے محروم ہو جاتی ہے اور آج تو گھر گھر میں رشتے کٹے ہوئے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہم پر کیسے آئے گی؟ اس لیے ہم اس گناہ کو چھوڑ دیں پھر دیکھیں! اللہ تعالیٰ آپس میں کیسی محبت عطا کرتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا،مَنْ یَّھدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہٗ فَلَاھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَ نَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ شَفِیْعَنَا وَ حَبِیْبَنَا وَ اِمَامَنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ،صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَ اَھلِ بَیْتِہٖ وَاَھلِ طَاعَتِہٖ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ ۚ وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِکَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ ؕ لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ ﴿۲۶﴾ (النور)

ترجمہ: گندی عورتیں گندے مردوں کے لیے مناسب ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لیے مناسب ہیں اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے مناسب ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے مناسب ہیں، جو (تہمت کی) بات وہ (منافق) لوگ کہتے ہیں وہ (نیک مرد اور عورتیں) اس سے بالکل بری (یعنی بے تعلق) ہیں، ان کے لیے (آخرت میں) مغفرت ہے اور عزت کی روزی ہے۔

مزاج اور طبیعت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق بات چل رہی تھی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا پورا

واقعہ آپ کو سنایا گیا اور ان کے متعلق جو آیتیں قرآن میں اتاری گئی وہ بھی سنائی گئی، میری بہنو! ان آیتوں میں ہمارے لیے چند عبرت کی باتیں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہیں، میں اس کو بیان کردوں، بہت ہی زبردست اور ایک فطری قانون اللہ تعالیٰ نے اس میں بیان فرمایا ہے، اس کا خلاصہ عرض کرتا ہوں۔

اگر کسی بہن کی زندگی میں نیکی اور اچھائی ہوتی ہے اور شریعت کے حکم پر وہ چلنے والی ہوتی ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے قانون کو پورا کرنے والی ہوتی ہے، تو اس کا ذہن اور اس کی سوچ بھی پاکیزہ ہوجاتی ہے تو وہ فطری طور پر اپنے ہی جیسے نیک اور شریعت کے پابند مرد سے شادی کرنا پسند کرتی ہے، اگر کسی بہن کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہوتی ہے تو وہ بہن بھی شادی کے لیے اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے مرد کو پسند کرتی ہے، اسی طرح اگر وہ بہن اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی سنتوں سے محبت کرتی ہے، تو وہ سنتوں کے پابند مرد کے ساتھ شادی کرنا پسند کرے گی، اگر کسی بہن کا (character) اچھا اور پاکیزہ ہوتا ہے تو وہ بھی ایسے ہی اچھے 'کیریکٹر' اور اچھے اخلاق والے مرد سے شادی کرنا پسند کرے گی۔

اسی طرح اگر کسی بہن نے اپنی زندگی کو بدفعلی اور زناکاری سے بچایا ہو اور اپنے آپ کو گناہ سے بچایا ہو تو شادی بھی ایسے مرد کے ساتھ پسند کرے گی جس نے اپنے آپ کو گناہوں سے بچایا ہو۔

لیکن اگر کسی بہن کی زندگی اور لائن خراب ہے تو وہ بہن ایسے ہی گندے اور گناہ کرنے والے مرد کو پسند کرتی ہے، اس کا دل اور اس کی طبیعت ایسے ہی مرد کے

ساتھ لگتی ہے۔

ایک عجیب فطری قانون

بہر حال! اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایک عجیب فطری قانون بیان فرمایا ہے کہ انسان کی رغبت اور اس کی پسند (Choice) بھی اپنے جیسے کی طرح ہوتی ہے، اگر خود اچھی ہے تو پھر اس کی پسند بھی اچھی اور نیک ہوتی ہے اور اگر وہ خراب ہے تو اس کی پسند بھی ایسے ہی خراب مردوں کی طرف ہوگی۔

پھر عجیب بات یہ ہے کہ جیسی تلاش ہوتی ہے ویسا ہی ملتا ہے، اس آیت میں ہمارے لیے ایک بہت بڑا سبق اور نصیحت ہے۔

میری بہنو! اللہ نہ کرے اگر ہمارے اخلاق و عادات خراب ہو گئے تو پھر ہمارا دل یہ چاہے گا کہ ایسے ہی مرد کے ساتھ شادی کریں۔

اس لیے جن بہنوں کی زندگی میں نماز، پردہ اور دین داری ہے وہ ایسے ہی دین دار شوہر کو تلاش کرتی ہیں، جو بہن اللہ تعالیٰ کو راضی کر کے زندگی گزارتی ہے وہ ایسا ہی چاہتی ہے کہ مجھے بھی ایسا شوہر ملے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرتا ہو اور جس عورت کی زندگی فیشن والی اور اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والی ہوتی ہے، وہ ایسا ہی فیشن پرست، آوارہ اور آزاد شوہر تلاش کرتی ہے۔

اسی طرح جس کی زندگی میں پردہ نہیں ہے، وہ ایسا ہی سوچتی ہے کہ مجھے ایسا شوہر ملے کہ اس کے چہرے پر شرعی ڈاڑھی نہ ہو، شریعت کے قانون کے خلاف لباس پہننے والا ہو۔

جوڑا بھی چاہت کے مطابق ملتا ہے

اس لیے جیسی تمھاری چاہت ہوگی ویسی ہی تمھاری زندگی ہوگی اور اسی کے مطابق Life partner جوڑا تلاش کیا جاتا ہے، اور ویسا ملتا بھی ہے۔

ہم رات دن دنیا میں دیکھتے ہیں اور ایسے قصے سامنے آتے رہتے ہیں، ہماری بہت ساری بہنیں ڈاڑھی والا شوہر دیکھ کر اس سے شادی کرنے سے انکار کرتی ہیں، اسی طرح اگر کوئی دین دار ہے، کُرتا، اِزار، اسلامی لباس پہنا ہوا ہوتا ہے تو ہماری بہن یہ سوچ کر شادی سے انکار کرتی ہے کہ اگر اس کے ساتھ میں شادی کروں گی تو مجھے بھی دین دار بننا پڑے گا، پردہ کرنا پڑے گا، یہ خیال کر کے شادی کرنے سے انکار کر دیتی ہے؛ کیوں کہ بہت ساری ہماری بہنیں شریعت پر عمل کرنے کو قید خانہ سمجھتی ہیں، ہم کو تو ایسا شوہر چاہیے جو ہم کو فیشن والی زندگی گزارنے دے، بغیر پردے ہم کو تفریح میں لے جائے اور ہمارے لیے ٹی وی اور انٹرنیٹ وغیرہ خرید کر لا کر دیوے۔

جو شوہر اللہ تعالیٰ کو راضی نہ کرے وہ تم کو کیسے راضی کرے گا

میری بہنو! جیسی سوچ ایسی پسند؛ لیکن ایک بات قاعدے کی یاد رکھو! بہت کام آئے گی، یہ بات خاص کر میں اپنی کنواری بہنوں کو کہتا ہوں کہ: اگر تم نے ایسا فیشن پرست شوہر پسند کیا کہ جس کی زندگی بے کار گزر رہی ہو اور اس کے چہرے پر ڈاڑھی نہ ہو، وہ آوارہ پھرتا ہو، آزاد زندگی گزارتا ہو، شریعت کے قانون پر عمل نہ کرے تو:

وہ شوہر جو اللہ تعالیٰ کو کو راضی نہیں کرتا وہ بیوی کو کیسے راضی کرے گا؟

جو اپنے پیدا کرنے والے کو راضی نہیں کرتا وہ ہونے والی بیوی کو کیسے راضی رکھ سکتا ہے؟

جو اللہ تعالیٰ کی بات نہیں مانتا ہے وہ اپنی بیوی کا کیا حق ادا کرے گا؟

یہ بہت بڑا Point آپ کو سوچنے کے لیے دیا ہے، اس کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھنا کہ جو شوہر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا غدار ہے، وہ کبھی بھی بیوی کا وفادار نہیں ہو سکتا۔

جو رزق دینے والے اللہ تعالیٰ سے وفاداری نہیں کر سکتا وہ اپنی بیوی سے بھی وفاداری نہیں کر سکتا ہے، چاہے شادی سے پہلے کتنے ہی بناوٹی اور دھوکے کے جھوٹے وعدے پھنسانے کے لیے کر گیا ہو۔

شادی سے پہلے ہونے والے وعدوں پر ایک لطیفہ

بعض نوجوان شادی سے قبل لڑکیوں سے ناجائز تعلقات قائم کرتے ہیں، اس وقت وہ لڑکا اس لڑکی کو پھنسانے کے لیے عجیب عجیب ناممکن چیزوں تک کے وعدے کرتا ہے، بعض مرتبہ کہتا ہے: تیرے لیے تو میں آسمان کے تارے توڑ کر لاؤں گا وغیرہ۔

میں اس پر کہتا ہوں کہ شادی کے بعد تارے کی ضرورت نہیں، تیل کا ڈبہ وقت پر لاتے رہنا تو کافی ہے۔

کوئی کہتا ہے: تیرے لیے تاج محل بناؤں گا۔

ارے بھائی! شادی کے بعد ایک سیدھا سادہ فلیٹ یا مکان کا انتظام کر دینا بیوی کے لیے کافی ہو جائے گا۔

ناجائز تعلقات (Love) پر ایک نکتہ

ہمارے نوجوان بھائی، بہن شادی سے پہلے کسی اجنبی مرد، عورت سے ناجائز محبت کرتے ہیں، اور جیسا آپ کو معلوم ہے کہ منگنی ہو جاوے، رشتہ طے ہو جاوے، پھر بھی نکاح سے پہلے تو وہ لڑکی پرائی ہی ہے، اس سے تعلق رکھنا گناہ ہے، ایک مرتبہ میں نے عرض کیا کہ:

No Love Before Marriage But Love After Marriage

یعنی محبت شادی سے پہلے نہیں، شادی کے بعد ہونی چاہیے، ان شاء اللہ! شادی کے بعد والی محبت میں ثواب بھی ملے گا۔

پسندیدگی دین داری کی وجہ سے ہونی چاہیے

ہمیشہ اپنی پسند دین دار شوہر کے لیے ہونی چاہیے؛ اس لیے کہ دین دار مرد سے اگر آپ کا نکاح ہوگا تو کبھی بھی وہ آپ پر ظلم نہیں کرے گا؛ بلکہ وہ حقوق اچھی طرح ادا کرے گا اور اگر کسی نامناسب مرد کے ساتھ تمھارا رشتہ ہو گیا ہے تو اس کے حق میں دعا کرو اور شادی کے بعد اس پر محنت کرو کہ وہ بھی دین دار بن جائے، اس کے چہرے پر ڈاڑھی آ جائے، سنت کے مطابق لباس پہننے والا بن جائے، جب وہ اللہ کا فرماں بردار بن جائے گا تو پھر وہ آپ کے حقوق کو بھی اچھی طرح ادا کرے گا، کبھی تکلیف نہیں دے گا۔

ناجائز تعلق گناہ ہے

میری بہنو! معافی کے ساتھ میں ایک بات آپ کو بتا دوں کہ بہت ساری ہماری

بہنیں شادی سے پہلے ناجائز تعلق میں ملوّث ہوجاتی ہیں، یہ حرام اور گناہِ کبیرہ ہے اور یہ بہت ہی بے حیائی اور بے شرمی کی بات ہے، اس بات کو سمجھ لو کہ جو لڑکا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے کسی سے غلط تعلق قائم کرے، کیا وہ کبھی اس کو راحت اور آرام دے سکتا ہے؟ کبھی نہیں، وہ اس کو پریشان ہی کرے گا۔

اجنبی عورتوں کے ساتھ حرام چیزیں

شریعت میں کسی پرائی عورت کو دیکھنا، اس سے ملنا، اس سے بات کرنا، اس کی طرف چل کر جانا، اس کے ساتھ فون پر بات کرنا، ''ای میل'' سے اس کے ساتھ تعلق میں رہنا، اسی طرح ''ٹیکس میسیج'' (sms) بھیجنا، انٹرنیٹ پر اس سے چیٹینگ کرنا، اور ایک پرائی لڑکی سے کسی طرح کا بھی رابطہ اور تعلق رکھنا حرام اور گناہِ کبیرہ ہے، اس سے اللہ تعالیٰ بہت ناراض ہوتے ہیں۔

میری بہنو! اللہ تعالیٰ کے واسطے ایسے گناہوں سے اپنے آپ کو بچاؤ، یہ بہت ہی بے حیائی کا کام ہے، اگر کسی سے ایسا گناہ ہو گیا ہو، تو دو رکعت توبہ کی نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لیوے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے خوب روئے۔

ایک اور حرام چیز

اسی کے ساتھ اور ایک بات آپ کو بتادوں کہ ہماری بہت ساری بہنیں منگنی کے بعد اپنے مستقبل (Future) میں ہونے والے شوہر کے ساتھ بات چیت شروع کر دیتی ہیں، میری بہنو! یہ بھی حرام اور کبیرہ گناہ ہے؛ اس لیے کہ منگنی کوئی حقیقت نہیں

رکھتی ہے؛ لیکن لوگ منگنی کو آدھا نکاح (Half marriage) سمجھتے ہیں، یہ بالکل غلط ہے؛ اس لیے کہ منگنی یہ تو نکاح کا ایک وعدہ ہے، شریعت میں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے؛ اس لیے منگنی کے بعد بات چیت وغیرہ کرنا سب حرام ہے۔

اللہ کو ناراض کر کے سکون نہیں مل سکتا

اگر کسی میں یہ عادت ہو تو اس کو چھوڑ دے اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے، تو پھر ان شاءاللہ! شادی کے بعد دونوں میں اللہ تعالیٰ محبت، چین، سکون عطا فرمائے گا، دنیا میں کوئی بھی آدمی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو ناراض کر کے چین سکون کی زندگی نہیں گزار سکتا۔

قرآنِ کریم کی ایک عجیب بات

قرآنِ مجید میں آئی ہوئی یہ عجیب بات ہے، جس کا نتیجہ میں عرض کرتا ہوں کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے صاف صاف ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والو! عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے سے پہلے سوچ لو کہ ان کے شوہر کون ہیں؟ ہم نے ان کی شادی کس کے ساتھ کرائی ہے؟ جس عائشہ کے شوہر حضرت نبیٔ کریم ﷺ جیسے معصوم اور پاک انسان ہوں، تو وہ عائشہ بھی کیسی پاک ہوگی!!!

شادی کے بعد عورت کا سب سے پہلا کام

شادی کے بعد سب سے پہلا کام یہ ہونا چاہیے کہ بیوی اپنے شوہر کی نیک کام کرنے میں مدد کرے اور گناہ سے بچانے میں بھی اس کی مدد کرے، اپنے شوہر کو سمجھا

کر کسی بھی طرح نمازی بنانے کی کوشش کرے، اسی طرح اس کو اسلامی لباس، شرعی ڈاڑھی رکھنے اور اچھی عادتیں اپنانے کے لیے سمجھاوے اور حرام کام کو چھوڑنے اور فلم وغیرہ کی عادت چُھڑوانے کی بھی کوشش کرے، اللہ تعالیٰ نے عورت کی بات میں یہ تاثیر رکھی ہے کہ وہ شوہر کو سمجھائے تو وہ مان لیتا ہے۔

ساتھ ہی شوہر کے حق میں دعا بھی کرو، شوہر نیک بن جاوے گا، اور دینی محنت کرنے کا بہت بڑا ثواب ان شاء اللہ! آپ کو ملے گا۔

نبی کی بیوی کافرہ ہو سکتی ہے، زنا کار نہیں ہو سکتی

اللہ تعالیٰ کے ایک نبی حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کافرہ تھیں، ایمان نہیں لائی تھیں اور اُس زمانے میں یہ بات جائز تھی کہ کافر عورت کے ساتھ کوئی نکاح کرنا چاہے تو کر سکتا تھا؛ لیکن ہماری شریعت میں اب اس طرح نکاح کرنا حرام ہو گیا ہے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس کو بیان کیا ہے: ﴿وَلَا تَنْكِحُ الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾ کسی کافرہ کے ساتھ نکاح مت کرو جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آوے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی اگرچہ کافرہ تھی؛ لیکن بہت سارے سیرت لکھنے والے محدثین، مفسرین فرماتے ہیں کہ: نبی کی بیوی کافرہ تو ہوئی ہے؛ لیکن کسی بھی نبی کی بیوی زنا کار نہیں ہوئی ہے؛ کیوں کہ زنا ایسی چیز ہے کہ اس سے نسب اور خاندان یہ سب برباد ہو جاتا ہے۔

پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے

میں رات دن یہ دیکھتا رہتا ہوں کہ ہمارے یہاں انڈیا میں جب کوئی لڑکا باہر

کے ملک سے شادی کے لیے آتا ہے تو اگر وہ آؤٹ لائن لڑکا ہوتا ہے، تو وہ ایسی ہی فیشن پرست اور آؤٹ لائن لڑکی کی تلاش کرتا ہے، اس کو دین دار اور پردے میں رہنے والی لڑکی پسند نہیں آتی، اسی طرح لڑکی کا حال ہے اگر وہ آؤٹ لائن ہے، ٹی شرٹ، جنس پینٹ پہننے والی ہوتی ہے تو ایسا ہی شوہر تلاش کرتی ہے، یہ سب اس فطری قانون کا نظارہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان کیا ہے، اللہ تعالیٰ ہماری سوچ اور ہماری زندگیوں کو نیک اور اچھا بنادے، آمین۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عجیب واقعہ

ایک دوسری بہت بڑی بات اسی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُّؤْتُوْا أُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ؕ أَلَا تُحِبُّوْنَ أَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲﴾

ترجمہ: اور جو لوگ تم میں بڑے درجے والے ہیں اور مال میں وسعت والے ہیں وہ ایسی قسم نہ کھالیویں کہ وہ رشتہ داروں کو اور محتاجوں کو اور اللہ کے راستے میں ہجرت کرنے والوں کو (کچھ) نہیں دیں گے؛ بلکہ (ایسے لوگوں کا) قصور معاف کردیں اور ان کو جانے دیں، کیا تم کو یہ پسند نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھارے گناہوں کو معاف کردے؟ اور اللہ تو بہت معاف کرنے والے، بڑے رحم کرنے والے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قصہ بیان ہوگیا اور ان کے پاک ہونے کا اعلان بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمادیا؛ لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ابا جان حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ کے دل کو بہت رنج ہوا، باپ کا دل بیٹی کی تکلیف کو دیکھ کر بے چین ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کے دل میں بیٹی کی عجیب محبت رکھی ہے۔

ساسوؤں کو ایک نصیحت

میں عام طور پر ساسوؤں کو کہا کرتا ہوں کہ: اللہ کے واسطے بہو کو تکلیف مت دو، آج تم بہو؛ یعنی دوسرے کی بیٹی کو تکلیف دوگی، پریشان کروگی تو کل تمھاری بیٹی بھی کسی کے یہاں بہو بن کر جائے گی اس دن کو سوچو!

اگر تم کسی کی بیٹی کو اچھی طرح رکھوگے تو تمھاری بیٹی بھی جب بہو بن کر جائے گی تو اس کو بھی اچھی طرح رکھا جاوے گا، بہو کو نوکرانی نہیں سمجھنا چاہیے؛ بلکہ اس کو اپنی بیٹی سمجھ کر اس کے ساتھ اچھا معاملہ کرنا چاہیے، ہماری شریعت میں کسی کو بلا وجہ تکلیف دینا حرام ہے۔

بہو کو ایک نصیحت

اسی طرح بہو کو بھی چاہیے کہ وہ بھی ساس کو نہ ستائے، وہ اس کو اپنی ماں سمجھے اور اس کی خدمت کرے تو ان شاء اللہ! ان کی زندگی خوشی اور محبت کے ساتھ گزرے گی، غرض یہ کہ ساس بہو کو بیٹی سمجھ کر اس کے ساتھ حسنِ سلوک کرے، اور بہو ساس کو اپنی ماں سمجھ کر اس کی خدمت کرے۔

شادی کے بعد فوری الگ ہونے کا مزاج

آج کل ایک بڑی بلا چل پڑی ہے کہ ابھی شادی ہوئی ہے اور دوسری طرف

بہو کا دل یہ چاہتا ہے کہ الگ رہنے چلی جائے، اور بہت سی لڑکیاں تو شادی سے پہلے ہی الگ رہنے کی شرط لگا دیتی ہیں، یہ مناسب بات نہیں ہے، ساس خسر کے تجربات سے فائدہ اٹھاوے، ان سے کچھ سیکھے، ان کی خدمت کر کے ان کی دعائیں حاصل کرے، آج تم ان کے بڑھاپے میں ان کی خدمت کروگی تو کل تمھاری بہو تمھاری خدمت کرے گی، اور اس طرح اجتماعی طور پر ساتھ رہیں تو اس میں دیور اور جیٹھ سے پردہ کا خصوصی اہتمام کیا جائے؛ اس لیے کہ وہ دونوں غیر محرم ہیں۔

بیرون ملک کا المیہ

سنا ہے کہ انگلینڈ وغیرہ میں بعض لڑکیاں شادی سے پہلے اپنے ہونے والے شوہر پر خود سے سوال کرتی ہیں، گھر میں کتنی Dustbin ہیں؛ یعنی بوڑھے کتنے ہیں، بہت ہی افسوس کی بات ہے، جس اسلامی معاشرہ اور سماج کے ستون ادب، احترام اور خدمت ہیں اس پاکیزہ معاشرے میں اس طرح کہ سوال کیے جاویں، ان سے نفرت کا اظہار کریں، بس! اللہ تعالیٰ ہی حفاظت فرماوے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا رنج

بہرحال! حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دل کو بہت تکلیف پہنچی کہ میری بیٹی بے گناہ تھی، اس نے کوئی گناہ نہیں کیا، پھر بھی میری بیٹی پر زنا کی تہمت لگائی، باپ کے دل پر اس کا بہت اثر ہوا، اب قدرتی بات ہے کہ تہمت لگانے والوں میں جو منافق تھے ان کو چھوڑ کر تین بھولے بھالے مسلمان بھی تھے جو منافقین کی بات میں آکر تہمت لگانے

میں شامل ہو گئے تھے، ان میں ایک حضرت مسطح رضی اللہ عنہ تھے، جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بہت قریبی رشتے دار تھے۔

رشتے دار یا ریشہ دواں

عربی میں ایک کہاوت ہے: بَعْضُ الْأَقَارِبِ كَالْعَقَارِبِ (ایک ''الف'' کے ساتھ اور ایک ''عین'' کے ساتھ) یعنی بعض رشتے دار سانپ بچھو کی طرح ہوتے ہیں، جو رشتے داری کے باوجود پریشان کرتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ ایسے رشتے داروں کو صحیح سمجھ عطا فرمائے، اور ان کے شر سے ہماری حفاظت فرمائے، آمین۔

غریب رشتہ داروں کی فکر کرو، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر واقعہ کا اثر

بہر حال! یہ صحابی حضرت مسطح رضی اللہ عنہ بہت ہی غریب آدمی تھے اور مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے تھے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے قریبی رشتے دار تھے اس لیے ان کا پورا خیال رکھتے تھے، ان کا خرچہ پانی وغیرہ بہت پابندی کے ساتھ ان کو پہنچایا کرتے تھے، اس سے ہم کو ایک بات یہ بھی سیکھنے ملی کہ اگر ہمارے رشتے میں کوئی غریب، مسکین ہو تو اس کے خرچے کی فکر کرنی چاہیے۔

رشتے داروں کو دینے کا ڈبل ثواب

جس طرح ہم دوسرے غریبوں کو دیتے ہیں اسی طرح ہمارے رشتہ دار غریب ہوں تو اس کا زیادہ حق ہے کہ ہم اس کو نفل صدقہ، زکوۃ دیں؛ کیوں کہ رشتے دار کو دینے میں ڈبل ثواب ملتا ہے: ایک صدقہ دینے کا ثواب اور دوسرا رشتے داری کے حق کو

نبھانے کا؛ اس لیے اپنے چچا کے لڑکوں میں، پھوپھی کے لڑکوں میں، خالہ کی اولادمیں، بھائی بہنوں میں کوئی غریب ہو تو ان کا خیال رکھا کرو۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کے خرچے کو بند کرنا

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کو ان کا پورا پورا خرچہ دیا کرتے تھے؛ لیکن اس واقعہ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسطح رضی اللہ عنہ کو ان کا خرچہ دینا بند کر دیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دو حیثیتیں

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں دو حیثیتیں تھیں:

ایک تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں۔

دوسرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہونے کی وجہ سے ام المؤمنین بھی ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تہمت کے معاملے میں جو حضرت مطسح رضی اللہ عنہ کا خرچہ بند کیا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ اور امت کی ماں ہونے کی وجہ سے کیا، یہ بھی ایک عشق و محبت کا حصہ ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مثالی عمل

اس میں بھی غور کرنے کا مقام ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خرچہ کب بند کیا؟ تہمت کے زمانے میں نہیں؛ بلکہ جب براءت نازل ہوگئی، فیصلہ ہوگیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بے گناہ ہیں، تب جا کر خرچہ بند کیا اور قسم کھائی کہ میں حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کو خرچہ نہیں دوں گا۔

سزا اور سفارش

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ آیت نازل فرمائی اور یہ آیت خاص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے:

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوْا أُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۭ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲﴾

ترجمہ: اور جو لوگ تم میں بڑے درجے والے ہیں اور مال میں وسعت والے ہیں وہ ایسی قسم نہ کھالیویں کہ وہ رشتہ داروں کو اور محتاجوں کو اور اللہ کے راستے میں ہجرت کرنے والوں کو (کچھ) نہیں دیں گے؛ بلکہ (ایسے لوگوں کا) قصور معاف کردیں اور ان کو جانے دیں، کیا تم کو یہ پسند نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھارے گناہوں کو معاف کردے؟ اور اللہ تو بہت معاف کرنے والے، بڑے رحم کرنے والے ہیں۔

بزرگی کا تقاضا معاف کرنا ہے

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جو بڑے درجے والے اور بزرگی والے لوگ ہیں، مراد اس سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، عمومی طور پر باقی نصیحت پوری امت کو ہے، اللہ تعالیٰ نے جن کو اونچا مقام دیا ہے، بزرگی دی ہے، ان کو چاہیے کہ وہ اپنے رشتے داروں کو خرچہ دیں۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنھوں نے ہجرت کی ان کو خرچہ دو اور جن لوگوں نے غلطی کی ہے ان کو معاف کردو، مثلاً حضرت مسطح رضی اللہ عنہ نے غلطی کی؛ لیکن بزرگی اور بڑے پن

کا تقاضہ یہ ہے کہ ان کو معاف کردو۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت قرآن میں

اس آیت میں ”اُولوا الفضل“ سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، خود اللہ تعالیٰ جن کو فضیلت اور بزرگی والا بتادیں اس انسان کا مرتبہ کتنا اونچا ہوگا!!!

دوسری ایک آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللهَ مَعْنَا.

ترجمہ: جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے کہ: غم نہ کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہیں۔

اِس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہونا صاف لفظوں میں بتا دیا گیا؛ اس لیے جو آدمی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صحابی نہ مانے وہ ایمان والا نہیں ہوسکتا۔

اللہ تعالیٰ کو معافی پسند ہے

﴿وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا﴾ معاف کردو اور درگزر کرو اور پھر آگے فرماتے ہیں: ﴿اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللهُ لَكُمْ﴾ کیا تم کو یہ بات پسند نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو معاف کردے؟

اللہ تعالیٰ کے فرمان کا حاصل یہ ہے کہ: اے میرے پیارے ابوبکر! مسطح رضی اللہ عنہ نے تمھاری بیٹی پر تہمت لگائی ہے، امت کی ماں پر تہمت لگائی ہے اور اس کا تم کو بہت رنج ہوا ہے اور اس کی وجہ سے تم نے ان کو خرچہ نہ دینے کی قسم کھالی ہے، تم ان کو معاف کردو اور ان کا خرچہ دینا شروع کردو۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قسم توڑ دی

دیکھو میری بہنو! اللہ تعالیٰ ہم کو کیسے اخلاق سکھا رہے ہیں؟

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سنا تو قسم توڑ دی اور قسم کا کفارہ ادا کر دیا اور حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کا خرچہ دینا شروع کر دیا اور اپنی زبان سے کہنے لگے کہ:

بَلٰی! وَاللّٰهِ إِني أَحِبُّ أَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ تَعَالٰى لي.

ہاں! قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ میں پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے گناہ کو معاف کر دے۔ ساتھ میں قسم کھالی کہ آج کے بعد کبھی خرچہ بند نہیں کروں گا۔

دو بڑی باتیں

ایک تو حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا اطاعت کا جذبہ دیکھو! اللہ تعالیٰ کے حکم پر مر مٹنے کا جذبہ دیکھو! اللہ تعالیٰ نے اپنی پیاری چیز آیت کے ذریعہ بتلا دی تو فوراً قسم توڑ دی اور خرچہ جاری کر دیا، ایک مؤمن کے لیے اللہ تعالیٰ کی چاہت اور مرضی سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔

دوسری بات خود باری تعالیٰ کی اپنے بندوں کے ساتھ مہربانی دیکھو کہ حضرت مسطح رضی اللہ عنہ سے بھولے پن میں ایک غلطی ہو گئی تو اس کی سزا بھی آئی اور خود اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے سفارش بھی فرما دی، اور خرچہ جاری کروا دیا۔

میری بہنو! سوچو! جس رشتے دار نے ستایا اللہ تعالیٰ کا حکم آیا کہ ان کو بھی معاف کر دو، اور انھوں نے اس حکم کو پورا کر کے دکھایا اور قسم کا کفارہ بھی ادا کر دیا۔

عورتوں کے نام ایک خاص بات

میری بہنو! بہت دھیان سے اس پوائنٹ کو سمجھو کہ جس رشتے دار نے ہم کو ستایا ہم اس کو پوری زندگی دل میں لیے نہ پھریں؛ بلکہ اس کو معاف کر کے اس کے ساتھ اچھا تعلق شروع کریں، اس کے ساتھ محبت سے پیش آویں، اگر اس دوسرے سے غلطی ہو گئی ہے تو ہم کیوں غلطی کریں؟ ایک ایمان والی عورت کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کو معاف کر دے، یہ تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی چاہت ہے اور یہی اسلامی اخلاق ہیں۔

اللہ تعالیٰ معاف فرماوے! آج ہمارے سماج میں کیسی بُرائی ہے کہ کسی بہن یا رشتے دار کے ساتھ معمولی جھگڑا ہو گیا تو سالہا سال گزر جاتے ہیں ہم اس سے اپنا تعلق قائم نہیں کرتے، اور اس سے بات چیت بند کر دیتے ہیں۔

قطع رحمی کی وعید

میری بہنو! ایسی عادت اللہ تعالیٰ کو بالکل پسند نہیں ہے، میں آپ کو ایک بات بتلادوں اس کو دل میں اتارلو، اگر آپ قطع رحمی کرو گی؛ یعنی کسی رشتے دار سے بلاوجہ تعلق توڑ دو گی تو یاد رکھو کہ اس طرح تعلق توڑنے والوں کی شبِ قدر میں بھی اللہ تعالیٰ مغفرت نہیں کرتا، ممکن ہے کہ آنے والی رات شبِ قدر ہو، ستائیسویں (۲۷) رات شبِ قدر ہو سکتی ہے۔

ایک درد بھری درخواست

میری بہنو! کیا آپ چاہتی ہو کہ اس رات میں تمھاری مغفرت ہو جائے، یقیناً

ہم سب چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کی مغفرت فرمادے اور ہمارے گناہوں کو معاف کردے، میں آپ سے دردِدل کے ساتھ ایک درخواست کرتا ہوں کہ اگر کسی رشتے دار، یا کسی بہن سے آپ کی بات چیت بند ہو، یا اس سے تعلق توڑ دیا ہے تو آج اسی مجلس سے نکلنے سے پہلے سلام کرکے بات چیت کرکے جاؤ؛ تاکہ آج کی رات اللہ تعالیٰ ہماری مغفرت فرمادے، اللہ کو خوش کرنے کے لیے اپنے آپ کو نیچا کردو۔

تواضع درجات کی بلندی کا ذریعہ ہے

جو بہن سامنے چل کر سلام اور ملاقات میں شروعات کرے گی اس کو ثواب زیادہ ملے گا، حدیث میں آتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے واسطے جُھک جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اونچا کرتا ہے۔ میری یہ چاہت ہے کہ آج آپ یہ کام کرکے جاؤ، جس اخلاص اور محبت سے ملاوی (Malawi) کے مسلمان مجھے بلاتے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کی محبت کا بہترین بدلہ دنیا اور آخرت میں عطا کرے، میں چاہتا ہوں کہ یہاں رہنے والے تمام مسلمان بھائی بہن آپس میں خوب محبت سے رہیں، کوئی کسی سے ناراض نہ رہے۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا درجہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے

ایک بات اور بھی سنو! اِن تین بھولے بھالے مسلمانوں میں ایک حضرت حسان رضی اللہ عنہ بھی تھے، یہ بھی بڑے صحابی تھے اور شاعر تھے، انھوں نے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بہت اچھے اچھے اشعار پڑھے ہیں۔

ایسے زبردست شاعر تھے کہ جب کفار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بُرائی اور بے ادبی میں

اشعار کہتے تھے تو حضرت حسان رضی اللہ عنہ ان کو زبردست اشعار سے جواب دیتے تھے، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہیتے اور لاڈلے شاعر سمجھے جاتے تھے، ان کی شاعری کتاب کی شکل میں چھپی ہوئی ہے جس کا نام ہے ''دیوانِ حسان بن ثابت'' جو عربی زبان میں ہے۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے میں شامل تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جانتی بھی تھیں کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ بھی تہمت لگانے میں شامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارا دل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جیسا بنادے

لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دریا دلی دیکھو، اللہ اکبر! اللہ تعالیٰ ایسا دل ہماری تمام بہنوں کا بنادے، حضرت حسان رضی اللہ عنہ ان کے پاس ملاقات کے لیے آتے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہیں بہت عزت سے (پورے شرعی پردے کے ساتھ) گھر میں بٹھاتیں، بخاری شریف کی حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کسی نے کہا بھی کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو کیوں تمھارے پاس آنے کی اجازت دیتی ہو؟ ان کو روک دینا چاہیے۔

کہنے والے کا مقصد یہ تھا کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ تہمت والے واقعہ میں شامل تھے؛ اس لیے ان سے تعلق مت رکھو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جواب دیتی ہیں: کافر لوگ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کرتے، بُری شاعری آپ کے لیے کہتے تو حضرت حسان رضی اللہ عنہ ان کی بری شاعری کا جواب دیتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دفاع (Difence) کرتے تھے۔

میری بہنو! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ عمل ہم کو دعوت دیتا ہے کہ جس نے غلطی کی ہو اور جس نے ہم کو ستایا ہو اس کو معاف کردو اور اس کے ساتھ عزت سے پیش آؤ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اخلاقِ عالیہ

روایت میں ہے کہ اگر کوئی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی برائی کرتا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس برائی کرنے کو بالکل پسند نہ کرتیں؛ یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو معاف کر دیا۔

دیکھو! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا دل کیسا تھا، ان کے خلاف کسی کو بولنے بھی نہیں دیتی تھیں جب کہ حسان رضی اللہ عنہ سے بھی غلطی ہوئی تھی، اب ہم اپنے حالات کے بارے میں سوچیں کہ اگر ہم کو کسی نے ستایا ہو تو ہم اس کی بُرائی کرنے میں پہلے نمبر پر ہو جاتے ہیں، اور جب کوئی اس کی برائی ہمارے سامنے کرے گا تو ہم خوش ہوں گے، جب کہ یہ اسلامی اخلاق نہیں ہے، ہمارا کام ہے کہ ہم اس کو معاف کر دیں۔

رشتے داروں سے صلہ رحمی

ایک حدیث آپ کو بتا دوں، اللہ کرے اس حدیث پر میرا اور آپ سب کا عمل ہو جائے، کوئی رشتے دار ہمارے ساتھ صلہ رحمی کرے؛ یعنی رشتے داری کو نبھائے، اس کا حق ادا کرے، وہ آپ کے ساتھ اچھا تعلق رکھے اور اس کے بدلے میں تم بھی اس کے ساتھ اچھا تعلق کرو، تو یہ کوئی اونچے کمال کی بات نہیں ہے، ایسا کرنا تو عام ہے، کمال تو یہ ہے جو نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

کوئی رشتے دار ہمارے ساتھ تعلق کو توڑے، تو ہم اس کے ساتھ تعلق جوڑیں اور محبت کا معاملہ کریں، جو رشتے داری کو کاٹے ہم اس کو جوڑیں۔

میری بہنو! اپنے دلوں کو ایسی گندگی سے پاک کردو، کسی کے بارے میں کوئی بُرائی، عداوت اپنے دل میں نہ رکھو، ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑو؛ اس لیے اسی مجلس میں آپسی سلام، مصافحہ کر کے جاؤ۔

قطع رحمی کی وعید

ایک حدیث اور بتادوں، حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: جس کا حاصل یہ ہے کہ: جس قوم میں ایک مرد یا ایک عورت ایسی ہو جو قطع رحمی کرے؛ یعنی جو رشتے داری کے تعلق کو کاٹنے والی ہو تو اللہ تعالیٰ اس قوم کو رحمت کی نظر سے نہیں دیکھتا ہے، پوری قوم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو جاتی ہے۔

صرف ایک آدمی کی وجہ سے بھی پوری قوم رحمت سے محروم ہو جاتی ہے اور آج تو گھر گھر میں رشتے کٹے ہوئے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہم پر کیسے آئے گی؟ اس لیے ہم اس گناہ کو چھوڑ دیں پھر دیکھو! اللہ تعالیٰ آپس میں کیسی محبت عطا کرتا ہے۔

عورت کیسی ہو؟

ان آیتوں میں سے ایک آیت یہ بھی تھی:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾

ترجمہ: یقیناً جو لوگ پاک دامن، بھولی بھالی، ایمان والی عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان کے لیے دنیا و آخرت میں لعنت کی جاتی ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

اِس میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی تین خوبیاں، تین کمال بیان کیے ہیں:

(۱) الْمُحْصَنٰتِ؛ یعنی پاک دامن، جس کی زندگی حرام کام، زنا سے پاک ہو۔

(۲) الْغٰفِلٰتِ؛ یعنی جو گناہ کے ارادے سے بھی پاک ہو اور ایسے گندے کاموں کی اس کو خبر تک نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کو عورتوں کا ایسا بھولا پن پسند ہے؛ اس لیے آیت میں ''غافلات'' کا لفظ ارشاد فرمایا ہے، اس پر تھوڑی بات کر دوں کہ عورت کی یہ خوبی اللہ تعالیٰ نے پسند فرمائی ہے کہ عورت ''محصنات اور غافلات'' ہو۔

عورتوں کو زیادہ تعلیم دینا اچھا نہیں ہے

اسی آیت کے حوالے سے ایک بات اور کہہ دوں کہ: لڑکیوں کو زیادہ تعلیم (Education) دینا یہ بھی اچھی چیز نہیں ہے کہ لڑکیوں کو لوگ کالجوں میں بھیج کر ان کو ڈگریاں حاصل کرائیں؛ کیوں کہ آج کل کالج اور اسکولوں کا جو ماحول ہے اس کو آپ خوب اچھی طرح جانتی ہوں کہ بے حیائی، بے پردگی اور گناہ عام ہے، ایسے ماحول میں ایسی اونچی اونچی ڈگریاں حاصل کرنے کے لیے بھیجنا مناسب نہیں ہے۔

عورتوں کو پردے کے ساتھ تعلیم دینا درست ہے

ہاں! اگر کسی جگہ دین داری کا ماحول ہو اور پردے کا نظم ہو، اسلامی شریعت کے قوانین کا پورا لحاظ ہو تو ہم لڑکیوں کو پردے کے ساتھ 'گائینک' (Gaenik) بنائیں تو اچھی بات ہے؛ اس لیے کہ عورتوں کو عورتوں کے لائن کی بیماریاں، عورتوں کی ولادت کے مسائل وغیرہ میں مدد ہو سکے؛ اس لیے اس طرح اچھے ماحول میں ڈاکٹری کروادیویں،

اس کے علاوہ دوسری ڈِگریاں دلوانا اوراس کے لیے کالجوں کے بے حیائی والے ماحول میں رکھ کرتعلیم حاصل کروانا، یہ ہرگز مناسب نہیں ہے۔

آگے تیسری صفت بیان فرمائی:

③ الْمُؤْمِنٰتِ؛ یعنی جن کے دلوں میں ایمان مضبوط ہو۔

یہ تین صفتیں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی بیان فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ اس واقعے میں جتنی نصیحتیں اور عبرت کی باتیں بیان کی ہیں اس پر ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

شیعہ کا عقیدہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ واقعہ کہ ان پر زنا کی تہمت لگائی گئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے پاک ہونے کا اعلان بھی کردیا؛ لیکن دنیا میں ایک جماعت ہے جو شیعہ کے نام سے مشہور ہے، یہ جماعت آج بھی یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نَعُوْذُ بِاللّٰہِ! غلط کام کیا۔ اللہ تعالیٰ ایسے غلط عقیدوں سے ہماری حفاظت فرمائے، وہ انسان کیسا بدبخت ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں زنا کا عقیدہ رکھے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں شیعہ لوگوں کی بدتمیزیاں

بلکہ ہم کو تو اچھی طرح معلوم ہے کہ شیعہ لوگ اپنی مجلسوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نام کے ساتھ ان پر لعنت بھیجتے ہیں، اوران کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نفرت اتنی زیادہ ہے کہ وہ اپنی لڑکیوں کا نام عائشہ نہیں رکھتے۔

اس لیے جو جماعت ایسے گندے عقیدے والی ہو اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دشمنی رکھتی ہو تو ان کے سامنے صحیح بات رکھو، ان کو سمجھاؤ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں آپ یہ عقیدہ رکھتے ہو ”آپ کا یہ عقیدہ غلط ہے“، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تو پاک اور نیک تھیں، اگر ایسا ہی گندہ عقیدہ رکھو گے تو آپ کا ایمان باقی نہیں رہے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو کامل اور مکمل ایمان نصیب فرمائے اور ایسے گندے عقیدے رکھنے والوں کو بھی اللہ تعالیٰ صحیح سمجھ عطا فرمائے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کامل محبت عطا فرمائے، ان کے پاکیزہ طریقے پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، ہماری دینی بہنوں کو جنت میں ان کی معیت عطا فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

نعت

(مدینہ طیبہ کی حاضری)

من جانب: مرتب (مفتی) محمود بارڈولی

کہاں یہ شہرِ طیبہ	۱	کہاں یہ امتی عاصی
صلی اللہ علی سیدنا محمد	۲	صلی اللہ علی سیدنا محمد
کہاں یہ گنبدِ خضریٰ	۳	کہاں یہ نگاہِ عاصی
صلی اللہ علی سیدنا محمد	۴	صلی اللہ علی سیدنا محمد
دیدار ہو جو شہرِ طیبہ کا	۵	کرم ہے اس کا، فضل ہے اس کا
جس نے دیکھا شہرِ طیبہ	۶	صلی اللہ علیہ وسلم
کیا دولتِ عظمیٰ ہاتھ لگی	۷	سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت نبی کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات کا پاکیزہ واقعہ

اس واقعے کے وقت نو (۹) موجود ازواجِ مطہرات:

① حضرت عائشہ بنت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا۔

② حضرت حفصہ بنت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہا۔

③ حضرت ام حبیبہ بنت حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہا۔

④ حضرت ام سلمہ بنت امیہ رضی اللہ عنہا۔

⑤ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا۔

⑥ حضرت زینت بنت جحش رضی اللہ عنہا۔

⑦ حضرت میمونہ بنت حارث ہلالی رضی اللہ عنہا۔

⑧ حضرت صفیہ بنت حیی اسرائیلی رضی اللہ عنہا۔

⑨ حضرت جویریہ بنت حارث مصطلقی رضی اللہ عنہا۔

ان کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک بیویوں میں سے دو کا انتقال ہو چکا تھا:

① حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا۔

② حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ نَحْمَدُہ وَنَسْتَعِیْنُہ وَنَسْتَغْفِرُہ وَنُؤْمِنُ بِہ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہ مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا،مَنْ یَّھدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہ وَمَنْ یُّضْلِلْہ فَلَاھادِیَ لَہ وَنَشْھدُ اَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہ لَاشَرِیْکَ لَہ وَنَشْھدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ شَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہ وَرَسُوْلُہ،صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبارَکَ وَتَعالٰی عَلَیْہ وَ عَلٰی اٰلِہ وَاَصْحَابِہ وَذُرِّیَّاتِہ وَ اَھلِ بَیْتِہ وَاَھلِ طَاعَتِہ، وَبارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا ﴿۲۸﴾ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۲۹﴾ یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ یُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا ﴿۳۰﴾ (احزاب)

ترجمہ: (اے نبی!) تم اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ: اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی رونق چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو کچھ مال سامان (تحفہ میں) دے دوں اور میں تم کو اچھی طرح رخصت کر دوں ﴿۲۸﴾ اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہو تو یقیناً اللہ نے تم میں سے نیک عورتوں کے لیے بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے ﴿۲۹﴾ اے نبی کی عورتو! جو تم میں سے کھلی بے حیائی کا کام کریں تو ایسی عورت کی سزا

بڑھا کر دوگنا عذاب کر دیا جائے گا اور ایسا کرنا تو اللہ تعالیٰ کے لیے بہت آسان ہے۔

یہ قرآنِ مجید کی اکیسویں پارے میں سے ''سورۂ احزاب'' کی آیتیں میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہیں، ان آیتوں میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایک خاص واقعہ بیان فرمایا ہے، وہ واقعہ آپ کی خدمت میں بیان کرنا ہے اور اس واقعے میں جو نصیحت اور عبرت کی باتیں ہیں اللہ تعالیٰ ان پر آج کے زمانے میں مجھے، آپ کو اور پوری دنیا کے مسلمان بھائی، بہنوں کو عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

آج کے زمانے میں کچھ حالات مسلمانوں میں ایسے ہیں کہ جس کی وجہ سے یہ قصہ سننا اور اس میں آئی ہوئی جو نصیحت ہے اس کو زندگی میں اپنانا ہمارے لیے ضروری ہوگیا ہے، خاص طور پر آج ہمارے مسلمان مردوں میں اور ہماری دینی بہنوں میں بھی، ایک بہت بڑی فکر کی بات ہے کہ گھر کے خرچے بہت زیادہ بڑھ رہے ہیں، گھر میں پہننے اوڑھنے کا سامان، استعمال کے برتن، کپڑے، کھانے پینے کی چیزیں اس سب کے پیچھے ہمارا روپیہ بہت زیادہ خرچ ہو رہا ہے اور مال خرچ ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے پیچھے ہمارا وقت بہت زیادہ برباد اور ضائع ہوتا ہے، ساتھ ہی ساتھ ہماری دماغی صلاحیتیں: ذہن اور سوچ اس کے پیچھے لگے رہتے ہیں، گویا بے ضرورت خرچ اچھی چیز نہیں ہے۔

پانچ طرح کے بڑے نقصانات

اس میں پانچ طرح کے بڑے نقصان ہیں:

① مال و دولت، روپیہ و پیسے کا برباد ہونا۔

② اپنا وقت برباد ہونا۔

③اس کے پیچھے اپنی صلاحیت اور سوچ برباد ہونا۔ یہ تین تو بڑے خطرناک نقصان ہیں۔

④اس کی وجہ سے ہم خود کو بڑا اچھا، اونچا، مال والا سمجھتے ہیں اور دوسروں کو اس کی وجہ سے نیچا، حقیر سمجھتے ہیں۔

⑤ آج ہم نے ان چیزوں کو دکھلاوے کا ذریعہ بنا دیا۔

ان پانچ خطرناک برائی، گناہ، نقصان میں آج تقریباً پوری دنیا کے مسلمان مبتلا ہو رہے ہیں، ایسے حالات میں یہ آیت اور اس آیت میں آیا ہوا قصہ اور اس میں آئی ہوئی نصیحت سننا اور اس پر عمل کرنا ہمارے لیے بہت ضروری ہو جاتا ہے۔

ام المؤمنین؛ یعنی امت کی مائیں

یہ قصہ خود میرے اور آپ کے آقا تاج دارِ مدینہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے مبارک گھرانے کا ہے۔

حضور ﷺ کی پاک بیویوں کو ہم ''ماں'' کہتے ہیں۔ عربی میں ''أم المؤمنین'' کہتے ہیں، أم المؤمنین کا معنیٰ ہوتا ہے: تمام مسلمان کی ماں۔ اور جب ہم جمع کا صیغہ بولتے ہیں تو کہتے ہیں: أمهات المؤمنین؛ یعنی نبیٔ کریم ﷺ کی عورتیں جو قیامت تک آنے والے تمام ایمان والوں کی مائیں ہیں، اللہ تعالیٰ حضورِ پاک ﷺ کی پاک بیویوں کو، ہماری ماؤں کو امت کی طرف سے بہترین جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔

قصے میں بڑی حکمت ہے

یہ بات اچھی طرح ذہن میں رکھ لو کہ ان کے اس قصے ایک بڑی حکمت ہے،

ایسا سمجھو کہ ان سے یہ کروایا گیا؛ تاکہ قیامت تک آنے والے مسلمان مردوں اور عورتوں کو ایک سبق مل جائے؛ ورنہ اس دنیا میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی مبارک بیویوں جیسی کوئی عورت نہیں ہوسکتی، خود اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ﴾

ترجمہ: اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔

اِس آیت میں اللہ نے یہ بتلایا کہ: پوری دنیا کی عورتوں میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی بیویوں کا ایک خاص درجہ اور ایک خاص فضیلت ہے۔

آپ ﷺ کے گھر میں فقر و فاقہ رہتا تھا

حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے گھر میں ہمیشہ فقر و فاقہ رہتا تھا، جس کی وجہ سے گھر میں لوگوں کو بھوکا رہنا پڑتا تھا، خود حضرت نبیٔ کریم ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے تھے:

اللّٰهم أَحْيِنِي مِسْكِيْنا وأَمِتْنِي مسكينا وَاحْشُرْنِي فِي زُمْرَةِ المساكين.

(ابن ماجه شريف ص: ۳۰۴، رقم ۴۱۲۶)

ترجمہ: اے اللہ تعالیٰ! آپ مجھے ساری زندگی مسکین بنائے رکھو اور مسکین کی حالت میں موت دینا اور مساکین کے گروہ میں ہی میرا حشر کرنا۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ چاہتے تو اللہ تعالیٰ مکہ، مدینہ کے پہاڑوں کو سونے کا بنا دیتے؛ لیکن حضور ﷺ نے پوری زندگی کبھی مال داری کی دعا نہیں مانگی۔

آپ ﷺ کا فقر اختیاری تھا

حضور ﷺ کی یہ حالت اختیار تھی، لوگ جو ہدیہ دیتے تھے آپ ﷺ اس کو زیادہ

تو فوراً صدقہ فرما دیتے تھے، اپنے پاس رکھتے نہیں تھے۔

حضور ﷺ نے کبھی دو وقت پیٹ بھر کر نہیں کھایا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: حضور ﷺ کے گھر والوں نے حضور ﷺ کی وفات تک دو دن تک مسلسل جَو کی روٹی سے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔

حالاں کہ اس زمانے میں جَو گیہوں کے مقابلے میں سستا ہوتا تھا اور خود آپ ﷺ کی پاک بیویوں کا یہ حال تھا کہ حضور ﷺ گھر کے خرچ کے لیے جو عنایت فرماتے تو وہ بھی ثواب کے شوق میں صدقہ کر دیتی تھیں اور کچھ اندازہ ایسا بھی ہے کہ حضور ﷺ سال بھر کا جو خرچہ دیتے تھے وہ اتنا زیادہ نہیں ہوتا تھا کہ روزانہ روٹی بنائی جا سکے، ایک روز روٹی تو ایک روز کھجور کھا کر دن گذارنا پڑتا۔

آج کھجور کھا کر دن گزارنے کی بات تو سمجھ میں بھی نہیں آتی، کھجور کو تو ہم کھانے کے بعد یا پہلے لذت اور مزہ کے طور پر یا ناشتے یا تبرک کے طور پر کھاتے ہیں۔

حدیث شریف میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ ﷺ کے گھر والے کئی کئی رات لگاتار بھوکے گزار دیتے، رات کو کھانے کے لیے کچھ نہیں ملتا تھا۔

میدے کی روٹی

ایک عجیب بات سنو! حدیث شریف سے پتہ چلتا ہے کہ حضور ﷺ کے سامنے پوری زندگی میدہ آیا بھی نہیں ہوگا، آج کل ہمارے یہاں میدہ کی روٹیاں کیسی عام ہو رہی ہیں؛ حالانکہ اس کا ہضم ہونا بھی مشکل ہے؛ اس لیے میں آپ کو بھی مشورہ دیتا ہوں

کہ میدہ استعمال نہ کرو تو اچھا ہے۔

چھلنی میں آٹا

حضور ﷺ کے مبارک زمانے میں عام طور پر گھروں میں چھلنیاں تک نہیں ہوتی تھی، آٹا گھروں میں ہاتھوں سے پیستے تھے، اسے پھونک مار دیتے جس کی وجہ سے تنکے وغیرہ اڑ جاتے، پھر روٹی بنا لیتے۔ اور بغیر چھانے ہوئے آٹے کی روٹی ہضم بھی جلدی ہوتی ہے، مفید بھی ہے، مکہ، مدینہ اور دوسرے بعض ملکوں میں آج بھی ایسی روٹی ملتی ہے، الحمد للہ! میں اس کو بڑے شوق سے کھاتا ہوں۔

اگرچہ چھلنی سے آٹا چھاننا کوئی گناہ نہیں ہے، استعمال کر سکتے ہیں، گھریلو کیچن کے سامان میں سب سے پہلی نئی چیز جو امت میں آئی وہ چھلنی ہے۔

گھریلو حالات پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رونا

حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا تو انھوں نے میرے لیے کھانا منگوایا اور فرمانے لگیں کہ: میں کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھاتی ہوں؛ مگر میرا رونے کو دل چاہتا ہے اور رونے لگتی ہوں؛ یعنی حضرت نبی کریم ﷺ کی زندگی میں گھریلو کھانے، پینے میں جو تکلیف کے دن گزرے ہیں اس کو یاد کر کے رونا آتا ہے۔

حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ: تمھارا دل کیوں رونے کو چاہتا ہے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں کہ: حضور ﷺ ہم سے جدا ہو کر دنیا سے تشریف لے گئے؛ لیکن کبھی ایک دن میں دو مرتبہ گوشت اور روٹی سے یا گوشت یا روٹی سے

پیٹ بھرنے کا موقع نہیں آیا۔

آج ہمارے گھروں کے حالات یہ ہیں کہ ناشتہ، دوپہر، شام تینوں اوقات قسم قسم کا کھانا تیار کیا جاتا ہے اور اس کے لیے مال اور وقت کی بڑی قربانیاں دی جاتی ہیں۔

آپ ﷺ کا قرض کی حالت میں دنیا سے تشریف لے جانا

حضورِ اکرم ﷺ نے ایک یہودی کے یہاں اناج، غلہ ادھار خریدا، یہ اناج دینے والا یہودی تھا؛ اس لیے اس نے اس اناج ادھار دینے پر رہن (گروی) میں کوئی چیز مانگی، آپ ﷺ کے پاس ایک زرہ تھی؛ یعنی لوہے کا لباس تھا جس کو آپ جنگ کے موقع پر استعمال فرماتے، آپ ﷺ نے وہ زرہ اس یہودی کے یہاں گروی رکھ دی، اور حالت یہ ہوئی کہ جب آپ ﷺ کی وفات ہوئی تو وہ آپ کا لوہے کا لباس اسی یہودی کے پاس تھا، اندازہ لگاؤ کہ اناج بھی ادھار لینا پڑا، کیسی فقر والی زندگی ہوگی۔

اب تو قرض کے مقاصد ہی بدل گئے

آج کے زمانے میں حالات ایسے ہیں کہ لوگ مزے کے لیے قرض لیتے ہیں، شاندار مکان، شاندار گاڑیاں، شاندار شادیاں کرنے کے لیے قرض لیے جاتے ہیں، اور بہت سے تو ایسے ہوتے ہیں کہ قرض واپس کرنے کی نیت بھی نہیں ہوتی اور بہت سارے لوگ گنجائش کے باوجود نہیں دیتے، یہ کتنی بری عادت ہے، اس کی اصلاح کرنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کے نیک بندے فرماتے ہیں کہ کوئی واقعی ضرورت پیش آ گئی اور خود کے پاس انتظام نہیں ہے تو واپس کرنے کی نیت سے قرض لے لو اور دعا اور کوشش میں

لگے رہو ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ ادا کروا دیں گے۔

مکان

حضور ﷺ کا مدینے میں کوئی خاص قسم کا عمدہ مکان نہیں تھا، ازواجِ مطہرات کے لیے مٹی کے بنے ہوئے چھوٹے چھوٹے کمرے ہوا کرتے تھے، اسی میں زندگی گزاری؛ لیکن ان سیدھے سادے حجروں کا حال دینی اعتبار سے نرالا تھا کہ خود اللہ تعالیٰ نے ان حجروں کا قرآن میں ذکر فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ۝۴

ترجمہ: (اے نبی!) جو لوگ آپ کو حجروں کے پیچھے (یا باہر) سے آواز دیتے ہیں ان میں سے اکثر کو عقل نہیں ہے۔ (الحجرات)

غربت کا حال

بخاری شریف کی ایک روایت ہے، ہم سب کو ہلا دینے والی عجیب حدیث ہے، ماں عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: اس زمانے میں ہمارے پاس عام طور پر ایک ہی کپڑا پہننے کے لیے ہوا کرتا تھا، جب میلا ہو جاتا تو اسی کپڑے کو گھر میں رہ کر صاف کرتی تھی، پھر اسی کپڑے کو پہن لیتی۔

میری دینی بہنو! ذرا سوچو تو سہی! آج دنیا میں غریب سے غریب کے پاس بھی پندرہ، بیس جوڑی کپڑے ہوتے ہیں اور یہ ماں عائشہ رضی اللہ عنہا جن کے لیے اللہ نے قرآن میں آیات اتاریں وہ بیان فرماتی ہیں کہ: اس زمانے میں عورتوں کے پاس ایک ہی کپڑا ہوتا تھا، ذرا سی دیر کے لیے اللہ کی نعمت کو سوچو! آج اللہ تعالیٰ نے ہم کو کتنے کپڑے

دیے ہیں۔

حضور ﷺ کے زمانے کی عورتیں کمزور تھیں

یہ روایت بھی بخاری شریف میں ہے کہ کھانے پینے کے لیے سامان نہیں ملتا تھا تو جس کی وجہ سے عورتیں اس زمانے میں ایک دم کمزور، دبلی پتلی ہوا کرتی تھیں، پہلے میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عفت کا واقعہ سنایا تھا، اس میں آپ نے سنا تھا کہ جس اونٹ پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بٹھایا جاتا تھا اور بیٹھنے کے لیے جو ہودج باندھا جاتا تھا، وہ ہودج اٹھانے والے صحابہ یہ سمجھے کہ ماں عائشہ اندر ہیں؛ اس لیے اٹھا کر اس کو رکھ دیا، ان کو وزن کا اندازہ ہی نہیں ہوا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اتنی کمزور تھیں، اتنی دبلی پتلی تھیں۔

غربت کی عجیب حالت

ایسے حالات بھی ہوتے کہ حضور ﷺ فجر کی نماز پڑھ کر
گھر آتے تو بالکل بھوکے ہوتے، گھر آکر اپنی بیویوں سے پوچھتے: کسی کے گھر میں کوئی کھانے کی چیز ہے؟

اگر کسی بیوی کے پاس کوئی کھانے کی چیز ہوتی تو حضرت نبیٔ کریم ﷺ کھالیتے تھے اور بہت سی مرتبہ ایسا بھی ہوتا تھا کہ تمام بیویوں کے گھر میں سے جواب ملتا کہ آج کسی کے گھر میں کچھ نہیں ہے، تو حضرت نبیٔ کریم ﷺ فرماتے: آج میں روزے کی نیت کرلیتا ہوں۔ اور نفل روزہ رکھ لیتے تھے۔

نو-نو بیویوں کے مکان ہیں؛ لیکن کسی کے گھر کوئی کھانے کی چیز نہیں جس کی وجہ سے آپ ﷺ روزہ رکھ لیتے تھے، ایسی غریبی میں زندگی گزرا کرتے تھے۔

ہجرت کے چوتھے یا پانچویں سال مدینہ منورہ میں کچھ ایسے حالات آئے کہ پورے عرب کے کافروں نے آپس میں اتحاد کر کے مدینہ منورہ پر حملہ کیا، جس کو ہم غزوۂ احزاب؛ یعنی احزاب کی لڑائی کہتے ہیں، اسی ''احزاب'' کی نسبت سے قرآن میں اللہ تعالیٰ نے پوری سورت اتاری، جس کو ''سورۃ الاحزاب'' کہتے ہیں۔

امہات المؤمنین کی ایک درخواست؛ عجیب واقعہ

اس احزاب کی لڑائی کے بعد فوراً مدینہ کے یہودیوں کے ساتھ جنگ ہوئی، مدینہ میں دو بڑے یہودی خاندان رہتے تھے: ایک بنو قریظہ اور ایک بنو نضیر۔

ان دونوں یہودی خاندان کو جب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ہرا دیا تو وہاں سے بہت سارا مال ملا، حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے اس کو صحابہ میں تقسیم کر دیا، اس کی وجہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے گھروں میں خوش حالی آئی، ان کی عورتوں کو کچھ راحت ہوگئی۔

تو حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی پاک بیویوں نے سوچا کہ غنیمت میں اتنا سارا مال آیا اور حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے اتنا سارا صحابہ کو دیا تو خود آپ ﷺ نے بھی اپنا حصہ سنبھال کر رکھا ہوگا؛ لہذا ہمیں آپ ﷺ سے کہنا چاہیے کہ آپ کو جو حصہ ملا ہے اس میں سے ہم کو کچھ دیجیے؛ تاکہ ہمارے گھروں میں جو فقر کی حالت ہے وہ ختم ہو جائے۔

امہات المؤمنین آپ ﷺ کو تکلیف دینا نہیں چاہتی تھیں

تمام ازواجِ مطہرات کے دلوں میں آپ ﷺ کی محبت تھی، اور آپ ﷺ بھی ان سے بڑی محبت فرماتے تھے، آپ ﷺ ان سے بہت خوش تھے اور یہ بھی آپ ﷺ سے بہت خوش تھیں، یہ عورتیں آپ ﷺ کو تکلیف دینا نہیں چاہتی تھیں، بس! وہ یوں چاہتی

تھیں کہ تھوڑی راحت اور سہولت ہو جائے۔

ازواجِ مطہرات کے کمرے

اس وقت سب کے کمرے الگ الگ تھے، آج جہاں مسجدِ نبوی میں ہم صلوۃ وسلام پڑھنے جاتے ہیں اور جتنا جالی مبارک کا احاطہ ہے، اتنے احاطے میں تمام نو کے نو بیویوں کے کمرے بنے ہوئے تھے۔

میری دینی بہنو! اندازہ لگاؤ! کتنی کم جگہ میں یہ تمام عورتیں رہا کرتی تھیں، سب عورتیں اپنے گھر سے نکل کر آپ ﷺ کے پاس آئیں اور آکر آپ ﷺ کے پاس بیٹھ گئیں، اور بات چیت کرنا شروع کی۔

قیصر وکسریٰ کی بیویوں کا حال

اس زمانے میں دنیا میں دو بڑی حکومتیں تھیں: ایک عیسائی لوگوں کی جس کا سب سے بڑا بادشاہ ''قیصر'' کہلاتا تھا۔

دوسری آگ کی عبادت کرنے والے مجوسی، پارسی لوگوں کی حکومت، جس کا مرکز فارس تھا، جس کے بادشاہ کو ''کسریٰ'' کہتے تھے۔

ازواج مطہرات نے اللہ کے رسول سے بات چیت کے دوران یہ کہا، اے اللہ کے نبی! یہ قیصر وکسریٰ کی بیویاں کتنے شاندار کپڑے پہنتی ہیں، کتنے اچھے زیورات وغیرہ پہنتی ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو دونوں جہاں کا بادشاہ بنایا ہے، اور ہم جیسی فقر والی زندگی گزارتی ہیں، وہ آپ کے سامنے ہیں۔

دوسری بات یہ کہی کہ: قیصر وکسریٰ کی بیویوں کے لیے خدمت اور گھر میں کام

کرنے کے لیے باندیاں ہیں، اور ہم کو خود کام کرنا پڑتا ہے، خود آٹا بنانا پڑتا ہے، ہاتھ سے چکی چلانی پڑتی ہے، خود کپڑے دھونے پڑتے ہیں، خود برتن دھونے پڑتے ہیں، خود اپنے گھر میں جھاڑو دینا پڑتی ہے، خود پانی نکالنا پڑتا ہے، خود جانوروں کو دانہ چارہ ڈالنا پڑتا ہے، خود گھر کے سب کام کرنے پڑتے ہیں، اے اللہ کے نبی! بہت زیادہ تکلیف والی زندگی ہم گزارتی ہیں۔

مطالبہ کا خلاصہ

امہات المؤمنین اس درخواست سے کوئی بڑی زیب وزینت والی زندگی نہیں چاہتی تھیں، شاندار عمدہ مکان نہیں چاہتی تھیں، بہت سے قیمتی لباس نہیں چاہتی تھیں، بس! ان کے عرض کرنے کا خلاصہ یہ تھا کہ گھر کا جو ضروری خرچہ ملتا ہے اس میں کچھ زیادتی ہو جائے۔ یہ بات انھوں نے بشری تقاضے سے عرض کی تھی۔

مطالبہ پر آپ ﷺ کو تکلیف

اب یہ بات حضرت نبیٔ کریم ﷺ کو ناگوار معلوم ہوئی، جس گھرانے میں اللہ تعالیٰ کی وحی اترتی ہو وہاں کی معمولی غلطی بھی بڑی سمجھی جاتی ہے۔

آپ ﷺ کو اس سے بہت غم ہوا، اتنا غم ہوا کہ آپ ﷺ بالکل خاموش ہو گئے۔

حضور ﷺ کی شادیوں کا ایک اہم مقصد

آپ ﷺ کو غم اس لیے ہوا کہ ان عورتوں نے میرے ساتھ جو شادی کی ہے اس کی قیمت انھوں نے نہیں سمجھی کہ: نبی کے ساتھ ہماری شادی یہ کوئی دنیا کی راحت کے

لیے نہیں ہوئی؛ بلکہ ہماری یہ شادی اللہ کو خوش کرنے اور اللہ کے دین کی خاطر ہوئی ہے؛ تاکہ آپ ﷺ کی گھریلو زندگی یہ پاک بیویاں سیکھیں اور سیکھ کر قیامت تک آنے والے مردوں اور عورتوں کو پہنچا دیں، اس مبارک مقصد سے اتنی ساری شادیاں ہوئی ہیں۔

آپ ﷺ کا بیویوں سے الگ ہونے کی قسم کھانا

تو آپ ﷺ کو اتنا غم ہوا، اتنے ناراض ہوئے کہ آپ ﷺ نے قسم کھالی کہ: میں ایک مہینے تک تم لوگوں کے پاس نہیں آؤں گا، تم سے دور رہوں گا۔

حضور ﷺ کی قسم کی وجہ

آپ ﷺ ان کی تربیت کرنا چاہتے تھے، ان کو سکھانا چاہتے تھے اور ان کے ذریعہ سے قیامت تک آنے والی امت کی عورتوں کو سکھانا چاہتے تھے کہ اپنے شوہر کی طرف سے جو کچھ ملے اس پر شکر ادا کرو، قناعت کرو، مطالبے کرنا مناسب نہیں ہے۔

اس کی کوشش کہ دنیا میں راحت ملے، دنیا میں مزا ملے، یہ اللہ اور اس کے رسول کو پسند نہیں ہے۔ آپ ﷺ عملی طور پر یہ چیز سکھانا چاہتے تھے؛ اس لیے کہ یہ ازواجِ مطہرات قیامت تک آنے والی امت کے لیے یہ ایک نمونہ ہے؛ اس لیے آپ ﷺ نے ان کی تربیت کے عظیم مقصد سے اس طرح ایک مہینے تک جدا رہنے کی قسم کھائی؛ تاکہ امت کی عورتیں ان کو دیکھ کر سیکھیں۔

تربیت سے چمک

میری بہنو! گلے کے ہار میں جو ہیرا ہوتا ہے اس کو بہت گھسا جاتا ہے، تب وہ

چمک کر آپ کے گلے میں آتا ہے، آپ کو معلوم ہے کہ ہیرے کو جتنا گھستے ہیں اتنا چمکتا ہے، امت کی ان ماؤں کی تربیت کر کے حضرت نبیٔ کریم ﷺ روحانی طور پر ان کو چمکانا چاہتے تھے؛ تاکہ قیامت تک آنے والی امت کو ان کا نور اور ان کی روشنی نصیب ہو۔

قسم کھانے کے بعد آپ ﷺ مسجدِ نبوی کے بالا خانہ (First Floor) پر چلے گئے اور فیصلہ کر لیا کہ میں ایک مہینے تک یہیں رہوں گا، اور وہیں سے حضور ﷺ نماز پڑھانے مسجد میں آتے، کسی کام کے لیے جانا ہوتا تو تشریف لے جاتے۔

طلاق دینے کی غلط افواہ

پورے مدینے میں یہ افواہ پھیل گئی کہ آپ ﷺ نے اپنی عورتوں کو طلاق دے دی اور سب لوگ گھبرانے لگے، ڈرنے لگے کہ: اب کیا ہوگا؟ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی تو بہت فکر میں آ گئے کہ میری بیٹی عائشہ کو طلاق ہو گئی اور اللہ کے نبی ﷺ ناراض ہو گئے تو میری بیٹی کی آخرت خراب ہو جائے گی، اللہ ناراض ہو جائیں گے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی فکر ہو گئی کہ اگر میری بیٹی حفصہ کو طلاق ہو گئی اور حضور ﷺ ان سے ناراض ہو گئے تو میری بیٹی کی آخرت خراب ہو جائے گی، اللہ ناراض ہو جائیں گے۔

لڑکی کے ماں، باپ کو اس سے عبرت لینا چاہیے

اسی فکر میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے، اور اپنی بیٹی کو ڈرایا اور سمجھایا۔

میری دینی بہنو! یہ حدیث ہم کو یہ سکھاتی ہے کہ: اگر ہماری بیٹی کے سسرال

میں سے کوئی شکایت آوے تو ہم پہلے اپنی بیٹی کو سمجھاویں، بیٹی کو ڈراویں، یہ نہیں کہ اپنی بیٹی کی غلط طرف داری لے کر اس کے سسرال والوں کے ساتھ جھگڑنے لگ جاویں۔

ضروری دنیوی تقاضے کے وقت دین سیکھنے کا آسان طریقہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ: میں اپنے گھر پر تھا اور مسجدِ نبوی سے مکان دور بھی تھا۔ مدینہ میں جو ''عوالی'' کا حصہ ہے وہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مکان تھا۔ میرے ایک انصاری پڑوسی تھے، ہم نے انصاری پڑوسی کے ساتھ باری بنا رکھی تھی کہ ایک دن وہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی خدمت میں جاتے اور حضور ﷺ جو باتیں بیان فرمائیں وہ سن کر وہ مجھے بتلا دیتے تھے، دوسرے دن میں جاتا تھا اور آپ ﷺ کی مبارک باتوں کو سن کر ان کو بتلا دیتا تھا، اسی طرح کوئی خاص واقعہ پیش آیا ہو تو بھی ایک دوسرے کو بتا دیتے تھے، چونکہ ہمیشہ مجلس میں پہنچنا ہمارے لیے مشکل تھا۔

یہ بھی دین سیکھنے کا طریقہ ہے کہ اگر اپنا کوئی اہم اور ضروری کام ہو اور اس ضروری کام کی وجہ سے ہم دین کی مجلس میں نہ جاسکیں تو ہم اپنی دوسری بہن کو، پڑوسی بہن کو، سہیلی کو کہہ دیں کہ: دینی مجلس میں جو باتیں بیان کی جائیں وہ مجھے بعد میں آکر سنا دینا، یہ طریقہ بھی حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔

حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوریؒ کا طرز

اس سلسلے کی ایک بات آنکھ سے دیکھی ہوئی عرض کروں:

ایک مرتبہ ایک تبلیغی اجتماع میں خصوصی بیان چل رہا تھا، پرانے کام کرنے والے ذمہ دار احباب کا مجمع تھا اور حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوریؒ بڑی قیمتی اصولی

باتیں بیان فرما رہے تھے تو مجمع میں اکثر حضرات اس بیان کے اقتباسات اپنے اپنے طور پر لکھ رہے تھے، مرحوم یوسف بھائی ڈرائیور بھی بڑے فکرمند ذمے داروں میں سے تھے، ان کو کوئی اہم شدید تقاضے سے دورانِ مجلس جانا تھا، انھوں نے کرسی سے قریب جا کر حضرت مولانا محمد عمر صاحبؒ سے اجازت طلب کی اور وجہ بتلائی، اس پر مولانا محمد عمر صاحبؒ نے فرمایا: یہاں جو حضرات موجود ہیں ان سے بعد میں بقیہ باتیں سن لینا۔

یہ ترتیب سب کے لیے مفید ہے، کوئی طالب علم، اسٹوڈنٹ مجلس سے کسی عذر سے غیر حاضر رہے تو بعد میں حاضرین سے استفادہ کر لیوے۔

بے فائدہ باتیں نہ کرنا

یہاں یہ اہم بات ذہن میں رہے کہ فضول اور بے فائدہ باتوں میں نہ پڑے، ضروری اور دینی باتوں کا مذاکرہ ہو۔

میاں بیوی میں نفرت کا پیدا ہونا

اسی طرح میاں بیوی کو بھی بہت ہی احتیاط کرنا چاہیے، آپس میں بعض مرتبہ بعض فضول اور لغو باتوں کا مذاکرہ اس طرح ہو جاتا ہے کہ وہ ناراضگی اور نفرت تک پہنچنے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

اس لیے دل لگی کی باتوں میں بے جا فضول باتیں جو جھگڑے کا باعث بن سکتی ہیں اس سے خاص طو پر پرہیز کریں، آج کل یہ دیکھ رہے ہیں کہ میاں، بیوی ایک دوسرے کے سامنے اپنے ماضی کے واقعات اور حالات کا مذاکرہ کرتے ہیں، اپنے گزرے ہوئے زمانے میں کیا کیا کارنامے انجام دیے اس کی وجہ سے شادی کے چند

دنوں کے بعد ہی طلاق تک نوبت آجاتی ہے، ہاں! اگر کوئی اپنی فائدہ کی بات ہے تو ٹھیک ہے؛ ورنہ اپنا گزرا ہوا زمانہ، خاص کر اس میں جو گناہ سرزد ہوئے اس کا ہرگز تذکرہ نہ کریں؛ بلکہ توبہ، ندامت، اور اخفا سے کام لیویں، اسی میں خیر ہے۔

کیا غسّانی آگئے؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس دن مجلس میں پہنچ نہیں سکے تھے، ان کے پڑوسی ساتھی اس دن مجلس میں حاضر ہوئے تھے، عشا کے وقت وہ گھر پر واپس آئے اور آکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دروازہ انھوں نے کھٹکھٹایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بڑا تعجب ہوا کہ اتنی دیر رات سے ہمارے پڑوسی نے کیوں دروازہ کھٹکھٹایا؟ دروازہ کھولنے میں تھوڑی سی تاخیر ہوئی تو وہ پڑوسی صحابی باربار دروازہ کھٹکھٹاتے رہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں گھبرا گیا کہ کوئی بڑی بات ہے جس کی وجہ سے میرے پڑوسی نے باربار دروازہ کھٹکھٹایا ہے، میں نے گھبرا کر دروازہ کھولا اور اپنے پڑوسی کو پوچھا: بھائی! کیا بات ہے؟

انھوں نے کہا کہ: ایک بڑا زبردست قصہ ہوگیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ پوچھا کہ: کیا غسان کے بادشاہ نے حملہ کردیا ہے؟

غسان کا بادشاہ عیسائی تھا، اور یہ بات چلتی رہتی تھی کہ وہ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے والا ہے۔

اس انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں! اس سے بھی بڑی بات ہوئی ہے۔

حدیث شریف میں لفظ ہے ”بل اعظم منہ واطول“یعنی حملے سے زیادہ لمبا

چوڑا واقعہ پیش آ گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ: حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی، ایسی خبر مجھے پہنچی ہیں۔

جنگ اور حملے سے بھی بڑی بھاری چیز طلاق ہے

دیکھو! اس روایت کے الفاظ وہ انصاری صحابی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہہ رہے ہیں کہ: دشمن کے حملے سے بھی بڑا خطرناک واقعہ پیش آیا؛ یعنی طلاق کا۔

ان حضرات کی نظر میں طلاق دشمن کے حملے سے بھی خطرناک بات تھی۔

اس لیے دینی بہنو! طلاق مانگنے سے بچو، اور جن اسباب سے طلاق ہو سکتی ہے اس سے بچو اور مردوں کو بھی سخت احتیاط کرنا چاہیے، طلاق اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت ہی ناراضگی کی چیز ہے، ان شاء اللہ! اس پر تفصیلی بیان کسی دوسرے موقع پر کروں گا۔

رات کے وقت شدید ضرورت کے بغیر کسی کے گھر نہیں جانا چاہیے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتیں ہیں کہ: میں نے فوراً کپڑے بدلے؛ چونکہ آدمی گھروں میں معمولی کپڑے کے ساتھ ہوتا ہے؛ اس لیے کپڑے پہنے اور میں گھر سے نکلا اور فجر کی نماز حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے ساتھ پڑھی۔

یہ ادب بھی سیکھنے کا ہے کہ رات کو دیر سے کسی کے گھر جا کر پریشان نہ کریں، کوئی نہایت اہم اور Emergency معاملہ ہو تو ٹھیک ہے، رات میں اطلاع دے دی جاوے؛ البتہ کوئی اہم بات نہیں ہے، فوری بتلانا ضروری نہیں ہے تو خواہ مخواہ کسی کے آرام میں خلل نہ کریں، صبح بتلا دیویں۔

بعض لوگوں کا مزاج ہوتا ہے کہ: معمولی معمولی باتوں میں بھی لوگوں کو رات،

آدھی رات پریشان کرتے ہیں، صبح ہونے تک کا بھی انتظار نہیں کرتے؛ حالاں کہ بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ: اگر صبح بتائیں گے تو بھی کوئی تکلیف نہیں ہوگی، کوئی کام رُکا ہوا نہیں ہے؛ لہذا ان باتوں کا لحاظ کرنا چاہیے۔

حضور ﷺ کا طرزِ عمل

غزوۂ تبوک کے وقت حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور ان کے جو ساتھی شریک نہ ہو سکے ان حضرات کی توبہ پچاس (۵۰) روز بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی، رات کا ایک تہائی حصہ گذر چکا تھا، حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے پاس حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا موجود تھیں، انھوں نے عرض کیا کہ: حضور! اجازت ہو تو حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو اسی وقت توبہ کے قبول ہونے کی خبر دی جائے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا ہوا تو ابھی لوگوں کی بھیڑ ہو جائے گی اور رات کی نیند مشکل ہو جائے گی۔ اس لیے رات کے وقت خبر نہ دی گئی، ہاں! جب فجر کی نماز ہوئی تب اس توبہ کے قبول ہونے کی خبر دی گئی۔

اس مبارک عمل سے ہم کو یہ نصیحت ملی کہ اس طرح رات میں لوگوں کی نیند خراب نہ کریں، مناسب وقت پر خبر دی جائے۔

بے وقت فتویٰ پوچھنے کے متعلق ایک عجیب واقعہ

میرے استاذ حضرت مولانا قاری رشید احمد بزرگ سملکی رحمۃ اللہ علیہ ایک واقعہ سنایا کرتے تھے، مولانا مرحوم پہلے کوساڑی میں دینی خدمات کی نسبت سے مقیم تھے، ذی الحجہ کی دوسری رات تھی، مولانا عشا کے بعد آرام فرما رہے تھے، رات میں تقریباً گیارہ

بجے کے بعد ایک صاحب مولانا کی قیام گاہ پر آئے اور آواز دے کر مولانا مرحوم کو نیند سے بیدار کیا کہ: حضرت! ایک بہت ہی اہم مسئلہ ہے، میں بہت پریشانی میں ہوں، ذرا تشریف لائیے۔

مولانا تیار ہو کر مکان سے باہر آئے اور وہ آنے والا آدمی ہاتھ میں ٹارچ لے کر آیا تھا، وہ مولانا کو لے کر روانہ ہوا، کچے پرانے راستے، اندھیری رات، بارش کا موسم، راستے پر کیچڑ، کافی دور بستی سے باہر کھیت میں مولانا کو لے کر گیا اور کھیت میں اس نے ایک بھینسا (پاڈا) باندھا ہوا تھا، اس کے کان پر ٹارچ کے ذریعہ روشنی ڈال کر کہنے لگا: مولانا! اس کے کان پک گئے ہیں اور کچھ پیپ اور خون بھی نکل رہا ہے، ذرا بتائیے کہ یہ جانور قربانی کے لیے چل جاوے گا یا نیا خریدنا ہوگا؟

حضرت مولانا مرحوم نے فرمایا: بھائی! کیا صبح ہونے والی نہیں تھی؟ ابھی تو عید میں پورے آٹھ دن باقی ہیں، ابھی اس وقت فوری اس مسئلہ کی کیا ضرورت تھی؟

تو دیکھیے! جو کام صبح بھی ہو سکتا تھا، اس کے لیے رات میں اس طرح پریشان کرنا مناسب نہیں ہے۔

پیرس میں بندے کا ایک ذاتی واقعہ

جب حضرت شیخ الحدیث مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم کے ساتھ فرانس جانا ہوا تو ایک صاحب پیرس میں مجھے ملے، جب بیان ختم ہوا تب وہ ملاقات کے لیے آئے اور ہمارا بیان اور مصافحوں کے بعد آگے کا دوسرا نظام بھی بنا ہوا تھا، مجھ سے فرمانے لگے کہ: بیٹھو! بات کرنی ہے۔

میں نے ان سے عرض کیا کہ: کوئی ضروری بات ہوتو فرماؤ، آگے جانا ہے۔

کہنے لگے: نہیں! ذرا تفصیل سے بات کرنی ہے۔

میں نے ان سے کسی دوسرے وقت قیام گاہ پر آنے کے لیے بتایا تو اس پر وہ ناراض ہوگئے اور ایک جگہ کا نام لے کر کہنے لگے کہ: تم گجرات کے مفتی لوگ بھی فلاں جگہ کے مفتیوں کی طرح ہوگئے کہ یوں کہتے ہو کہ: ابھی وقت نہیں ہے، دوسرے وقت آنا۔ میں نے ان کو آگے کے پہلے سے طے شدہ پروگرام کے متعلق بتایا پھر بھی ناراضگی بھرے ملفوظات کا سلسلہ جاری رہا۔

ملاقات کے لیے اوقات کی رعایت

اسی لیے کسی بزرگ، عالمِ دین کی ملاقات کرنے کے لیے پہلے ان کے متعینہ اوقات اور نظام کو جان لینا چاہیے، پھر اس کے مطابق ان کی خدمت میں حاضری دینی چاہیے، ہر آدمی اپنی فرصت اور سہولت سے جاوے گا تو ان علما کا کیا ہوگا؟ ان کے ذمے بہت سارے کام ہوتے ہیں، سبق پڑھانا ہے، اس کے لیے مطالعہ کرنا ہے، فتاویٰ یا دینی کتاب لکھنی ہے، ذاتی ضروریات ہیں، دوسری ذمے داریاں ہوتی ہیں، اور عام طور پر علما صبح جلدی اٹھ جاتے ہیں، دوپہر میں تھوڑا سا مسنون قیلولہ کا تقاضا ہوتا ہے، ان سب باتوں کو سامنے رکھنا بہت ضروری ہے۔

متعلقین اور احباب مختلف مزاج اور طبیعت کے ہوتے ہیں، بعض لوگ صبح سویرے اٹھنے والے اور صبح جلدی فجر کے وقت حاضری چاہتے ہیں؛ حالاں کہ اس وقت معمولات اور ضروریات دونوں سلسلے ہوتے ہیں، پھر مدرسہ کے تدریسی اوقات

ہوتے ہیں۔

خاص کر اتوار اور چھٹی کے دن خود تو دیر سے آرام فرما کر اٹھیں گے، ناشتے سے شکم سیر ہوں گے اور پورے نشاط کے ساتھ مدرسہ کی چھٹی ہوئی کہ حاضرِ خدمت ہو جاتے ہیں کہ: چلو! آج چھٹی ہے تو حضرت سے مل کر آویں، ذرا دعا کی درخواست کر کے آویں اور خود چونکہ ہر طرح فارغ ہوتے ہیں؛ اس لیے بلاوجہ ادھر اُدھر غیر ضروری سوالات میں وقت گذارتے ہیں، یہ نہیں سوچتے کہ حضرت درس سے ابھی فارغ ہوئے، دوپہر کا کھانا کھانا ہے، آرام کرنا ہے، پھر ظہر کے بعد دوسری ذمے داری ہے۔

بہت سے حضرات کو رات دیر تک نیند نہیں آتی تو وہ عشا کے بعد تشریف لا کر عالموں کی صحبت میں سکون حاصل کر کے نیند آوے وہاں تک ٹلنے کا نام نہیں لیتے؛ اس لیے ملاقات اور مسائل پوچھنے کے اوقات کی خاص رعایت کرنی چاہیے، اہم، فوری، ضروری مسئلے کے لیے آنے میں حرج نہیں؛ لیکن اس وقت میں بھی ''بس کام سے کام''، سلام، ضروری بات پوچھیں، فوراً واپس ہو جائیں، یا فون سے یا ٹیکس میسیج لکھ کر بھی مسئلہ پوچھ سکتے ہیں، یہ سب صورتیں ہیں، ان کا لحاظ کیا جائے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا رونا

بہر حال! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فجر کی نماز مسجدِ نبوی میں پڑھی، آپ ﷺ فجر کی نماز پڑھا کر فوراً مسجد کے بازو والے کمرے کی پہلی منزل پر تشریف لے گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی نماز پڑھنے کے بعد اپنی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ: کیا حضرت نبیٔ کریم ﷺ

نے تم کو طلاق دے دی ہے؟

اس وقت حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا رو رہی تھیں۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں کہ: ہم کو معلوم نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے ہم کو طلاق دی کہ نہیں دی؛ لیکن بات اتنی ہے کہ حضور ﷺ ہمارے پاس نہیں آتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میری بیٹی رو رہی تھیں اور رونا آنا بھی ضروری بات تھی کہ اپنے شوہر اللہ کے نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ناراض ہیں اور ناراض ہو کر گھر میں آتے نہیں، اس بات پر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا رو رہی تھیں۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا رونا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں اپنی بیٹی کے گھر سے باہر نکلا اور نکل کر مسجدِ نبوی میں گیا، مسجد میں ممبر کے پاس گیا تو دیکھا کہ بہت سارے صحابہ وہاں بیٹھے ہیں اور وہ سب رو رہے ہیں، میں تھوڑی دیر ان رونے والوں کے پاس بیٹھا رہا۔

کوئی خبر ملے تو پہلے اس کی تحقیق کرنی چاہیے

لیکن تھوڑی دیر کے بعد میرے دل میں یہ خیال آیا کہ میں سیدھا آپ ﷺ کے پاس جاؤں، اور خود آپ ﷺ سے پوچھوں کہ: بات کیا ہے؟

میری دینی بہنو! یہی اصل طریقہ ہے، کوئی بھی خبر ہم سنیں تو اس کو دوسروں کو کہنا شروع نہ کردیں؛ بلکہ جن کے بارے میں وہ خبر ہے، پہلے جا کر ان کو پوچھنا چاہیے کہ ہم نے ایسا سنا ہے، پتہ نہیں یہ بات صحیح ہے کہ غلط ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد سے باہر نکلے اور حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی ملاقات کے لیے

پہنچے، آپ ﷺ کے کمرے کے دروازے پر ایک حبشی غلام چوکی کر رہے تھے، ان کا نام حضرت رافع رضی اللہ عنہ تھا، حضرت عمر نے ان سے کہا کہ: میں آپ ﷺ سے ملنا چاہتا ہوں، تم جا کر میرے لیے اجازت لے کر آؤ۔ وہ اندر گئے، حضور ﷺ کو کہا کہ: عمر آپ سے ملنا چاہتے ہیں، آپ ﷺ خاموش رہے، کوئی جواب نہیں دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں واپس چلا گیا، اور مسجد میں ممبر کے پاس جو صحابہ تھے وہاں بیٹھ گیا، تھوڑی دیر بعد پھر میرے دل میں آیا کہ: میں آپ ﷺ کے پاس جاؤں، میں دوسری مرتبہ حضور ﷺ کے دروازے پر گیا اور جا کر میں نے رافع رضی اللہ عنہ سے کہا کہ: حضور سے اجازت لے لو، مجھے ملنا ہے۔

میری دینی بہنو! حدیث میں آتا ہے کہ اس طرح تین مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گئے، حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو پوچھا، حضور ﷺ نے کوئی جواب نہیں دیا، خاموش رہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ واپس چلے گئے، اس طرح تین مرتبہ ہوا۔

کسی کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت لینا چاہیے

اس سے ایک بات یہ سیکھنے کو ملی کہ کسی کے گھر میں ایسے نہیں چلے جاتے، پہلے اجازت لی جائے، جب اجازت ملے تو اندر جاویں۔

اجازت نہ ملے تو واپس ہو جانا چاہیے

دوسری بات یہ سیکھنے کو ملی کہ جب کسی گھر میں جانے کی اجازت نہ ملے تو گھر میں گھس نہیں جانا چاہیے؛ بلکہ واپس چلے جانا چاہیے۔

جب تیسری مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ واپس جا رہے تھے تو حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے

آواز دے کر بلایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: اب مجھے اجازت مل گئی، آپ ﷺ نے مجھے بلایا اور میں آپ ﷺ کے پاس مکان میں داخل ہوا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی اجازت لے کر پہلے پہنچ چکے تھے، دیکھا کہ حضور ﷺ بہت غمگین اور خاموش ہیں، اس وقت تک حضور ﷺ کی بیویاں وہاں جمع ہو گئیں تھیں، شاید یہ منظر دیکھنے کے لیے کہ کیا بات ہوگی، کیا مشورہ ہوگا؛ چونکہ یہ دونوں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے بہت ہی پیارے اور چہیتے تھے، جب بھی کوئی مسئلہ آتا تو نبیٔ کریم ﷺ ان دونوں سے مشورہ کرتے، تمام بیویاں حضور ﷺ کے اردگرد بیٹھی ہوئیں ہیں اور آپ ﷺ چپ چاپ بیٹھے ہوئے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات سے آپ ﷺ کا ہنسنا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دل دل میں سوچنے لگے کہ: مجھے کچھ بات کرنی چاہیے جس سے حضرت نبیٔ کریم ﷺ کو ہنسی آجائے، آپ ﷺ خوش ہو جائیں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمت کر کے بولنا شروع کیا اور سب سے پہلے اپنی بیوی کے بارے میں بولے کہ: اے اللہ کے نبی! اگر خارجہ کی بیٹی میری بیوی میرے پاس زیادہ خرچہ مانگے تو میں تو اس کی گردن توڑ دیتا۔

جب آپ ﷺ یہ بات سنی تو آپ ﷺ کو ہنسی آگئی، اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ: تم دیکھ رہے ہو یہ میری بیویاں میرے پاس خرچہ زیادہ مانگ رہی ہیں۔

حضرت ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کا اپنی بیٹی کو مارنے کے لیے کھڑا ہونا

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس وقت کھڑے ہوئے اور کھڑے ہو کر ارادہ کیا

کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گردن پر مارے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ارادہ کیا کہ کھڑے ہوکر اپنی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی گردن پر ماریں؛ لیکن حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی حاضری میں یہ حضرات ایسا کر نہیں سکتے تھے، بس! زبان سے اپنی بیٹی کو سمجھا دیا، بیٹی! جو غلطی ہوگئی سو ہوگئی؛ لیکن آج سے نیت کرلو کہ آئندہ کبھی بھی آپ ﷺ کے پاس تم زیادہ خرچہ کا مطالبہ نہیں کروگی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی کو عجیب بات کہی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو اپنی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے یہاں تک فرمایا: بیٹی! اگر کوئی مجبوری آجائے تو میرے پاس سے لے لینا؛ لیکن کبھی بھی آپ ﷺ سے مطالبہ مت کرنا؛ اس لیے کہ تمھارے مانگنے سے آپ ﷺ کے دل مبارک کو تکلیف ہوگی، اور حضور ﷺ کے دل کو جو رنج اور غم ہوا تو تمھاری آخرت خراب ہوجائے گی۔

مدینہ کا عجیب ماحول

دوسری طرف پورے مدینہ میں ایک عجیب ماحول ہے، ہر جگہ یہ بات چل رہی ہے کہ حضرت نبیٔ کریم نے ﷺ اپنی بیویوں کو طلاق دے دی؛ حالاں کہ حقیقی بات یہ ہے کہ طلاق نہیں دی تھی، ناراض ہوگئے تھے اور اوپر کے کمرہ میں چلے گئے تھے اور کوئی بھی آپ ﷺ کو پوچھنے کی ہمت نہیں کرتا تھا۔

آپ ﷺ کی کمر پر چٹائی کے نشان

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جب میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے پاس پہنچا تو

دیکھا کہ آپ ﷺ ایک چٹائی پر آرام فرما رہے ہیں، وہاں پر ایک پلنگ تھا، جس پر رسی بندھی ہوئی تھی اور اس کے اوپر کوئی بستر نہیں تھا۔ اندازہ یہ ہے کہ چٹائی اس پلنگ پر بچھی ہوئی تھی اور بستر نہ ہونے کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: اس رسی کے نشان آپ ﷺ کے بدن مبارک پر پڑے ہوئے تھے، اس وقت حضور ﷺ کے بدن پر صرف نیچے لنگی تھی، اوپر کپڑا نہیں تھا اور حضور ﷺ اس پلنگ پر آرام فرما رہے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں کھڑا رہا اور کھڑے کھڑے آپ ﷺ کو پوچھا: حضور! کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟

آپ ﷺ نے میری طرف نظر اٹھائی اور ارشاد فرمایا: نہیں! میں نے اپنی بیویوں کو طلاق نہیں دی ہے۔

پھر میں نے آپ ﷺ کو پوچھا: حضور! مدینہ میں تو سب یہ سمجھتے ہیں کہ آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی، آپ مجھے اجازت دیجیے، میں جا کر اعلان کروں کہ آپ نے اپنی بیویوں طلاق نہیں دی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔

اچھی اور سچی بات لوگوں کو بتانا چاہیے

اِس سے ہم کو ایک سبق سیکھنے کو ملا کہ کوئی سچی، اچھی بات ہم کو معلوم ہو تو وہ سچی اور اچھی بات دوسروں کو بتلانی چاہیے، کوئی غلط بات، غلط افواہ، جھوٹی بات چل رہی ہو اور ہم کو سچی بات معلوم ہو تو ہمیں بتلا دینا چاہیئے کہ ایسا نہیں ہے، سچائی ایسی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبیٔ کریم ﷺ کے پاس سے نکلے اور مسجد کے دروازے پر پہنچے

اور بہت اونچی آواز سے اعلان فرمایا: اے مسلمانو! آپ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق نہیں دی ہے، صرف ایک مہینے تک اپنی بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھائی ہے۔

کوئی بھی بات ہو پہلے اپنے بڑوں کے سامنے رکھنی چاہیے

ایسے موقع کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں آیت اتاری ہے:

وَإِذَا جَآءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِۦ ۖ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰٓ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنۢبِطُونَهُۥ مِنْهُمْ. (نساء:۸۳)

ترجمہ: اور جب ان کو کوئی بھی خبر پہنچتی ہے، چاہے وہ امن کی ہو یا خوف پیدا کرنے والی، تو یہ لوگ اسے (تحقیق کے بغیر) پھیلانا شروع کر دیتے ہیں۔ اور اگر یہ اس (خبر) کو رسول کے پاس یا اصحابِ اختیار کے پاس لے جاتے تو ان میں سے جو لوگ اس کی کھوج نکالنے والے ہیں، وہ اس کی حقیقت معلوم کر لیتے۔

یعنی منافقین کے پاس کوئی بات پہنچتی ہے، گھبرانے کی، ڈر کی، خوف کی، یا کوئی امن، سکون کی؛ یعنی کوئی اچھی بات آوے یا کوئی فکر والی کی بات آوے، تو وہ منافق لوگ اس کو پھیلا دیتے ہیں؛ حالاں کہ اس خبر کو پہلے نبیٔ کریم ﷺ کے پاس لے جانا چاہیے، اور سمجھ دار لوگوں کے پاس لے جانا چاہیے؛ تاکہ صحیح واقعہ کیا ہے، صحیح بات کیا ہے وہ سامنے آجاوے۔

میری دینی بہنو! اس آیت نے ہم کو بہت بڑا سبق دیا کہ کوئی بھی بات سنو تو فوراً اس کو دوسروں کے سامنے مت پھیلاؤ، پہلے بڑے لوگوں کے پاس، ذمہ دار لوگوں کے پاس جا کر اس کی تحقیق کر لو، اس سے بہت سارے فتنوں سے حفاظت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے، آمین۔

کسی کی بات معلوم ہو تو کیا کریں؟

اگر کسی انسان کی کوئی خاص بات ہے، اور ایسی بات کے بارے میں اگر تم کو تحقیق کرنا کسی وجہ سے ضروری ہے تو خود ان سے ملاقات کر کے ادب، محبت اور نرمی کے ساتھ پوچھ لو کہ: میں نے تمھارے بارے میں ایسی بات سنی ہے، کیا صحیح ہے؟۔

سب کے سامنے زور زور سے نہیں پوچھنا چاہیے، غصے کے ساتھ اور طنز کرتے ہوئے نہیں پوچھنا چاہیے۔

تو بات چل رہی تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد کے دروازے پر اعلان کیا، تمام صحابہ کو اطمینان ہو گیا، صحابہ کا غم دور ہو گیا، رونا بند ہو گیا اور سب صحابہ اپنے اپنے کام میں لگ گئے۔

حضور ﷺ کے کمرے کا آنکھوں دیکھا منظر

اب جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات ہے میری بہنو! دھیان سے سننے کے لائق ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کے پورے کمرے کو دیکھا، اس کمرے میں ایک چیز بھی ایسی نہیں تھی جس پر نظر جم سکے؛ یعنی دیکھنے کے لائق چیز ہو، بس! صرف جانور کے تین چمڑے وہاں رکھے ہوئے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرے دل میں خیال آیا کہ یہ قیصر اور کسریٰ دنیا کے بڑے بڑے بادشاہ کتنے آرام میں زندگی گزارتے ہیں؟ اور آپ ﷺ کو تو اللہ نے دنیا اور آخرت دونوں کا سردار بنایا ہے، اور آپ ﷺ کے بدن مبارک پر رسی والی چٹائی

پر سونے کی وجہ سے نشان پڑے ہوئے ہیں!!!

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دنیا کے لیے عجیب سوال

میں نے ہمت کی اور حضرت نبیٔ کریم ﷺ سے عرض کیا کہ: حضور! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کر دیجیے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت پر روزی کو کھول دیوے، اللہ آپ کی امت کو مال و دولت سے نواز دیوے اور فقیری و غریبی دور ہو جاوے، یہ فارس کے لوگ بڑے مال دار ہیں؛ حالاں کہ وہ اللہ کی عبادت بھی نہیں کرتے۔

عرض کرنے کا حاصل یہ ہے کہ وہ رومی عیسائی اور فارسی لوگوں کے پاس اتنا سارا مال ہے، اتنی ساری دولت ہے، عالی شان بنگلوں میں رہتے ہیں، نرم نرم بستر پر سوتے ہیں، اور آپ تو دونوں جہاں کے سردار ہیں، پھر بھی آپ ایسی غریبی میں زندگی گزار رہے ہیں، آپ اللہ سے دعا کر دو، اللہ آپ کی دعا قبول کر لیں گے۔

دنیا کے متعلق حضور ﷺ کا جواب

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: اس وقت آپ ﷺ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے، جیسے ہی میں نے یہ درخواست کی تو آپ ﷺ سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا:

اے خطاب کے بیٹے! کیا تجھ کو ابھی شک ہے کہ ان کافروں کو جو نعمت ملی ہے وہ نعمت ہم کو نہیں ملی؟ یاد رکھو! ان کافر، یہود و نصاریٰ کو جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے دنیا میں دی ہیں تو ان کو دنیا میں اچھی چیزیں اللہ تعالیٰ نے دے دیں اور آخرت میں ان کے لیے کوئی نعمت نہیں ہے۔

میری دینی بہنو! حدیث میں یہ جو جملہ آیا ہے وہ دھیان دینے کے قابل ہے،

کتنی زبردست بات فرمائی کہ ان کافروں کو اللہ نے دنیا میں جو راحت و آرام دیا، جو مال و دولت دیا یہ اس لیے کہ سب کچھ ان کو دنیا میں مل جاوے اور وہ آخرت کی نعمتوں سے محروم کردیے جاویں۔ حدیث میں یہ بھی آیا ہے:

الدنیا سجن المؤمن و جنت الکافر.

ترجمہ: دنیا مؤمن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت ہے۔

آج ہمارے گھر میں کام کرنے والوں کے گھروں میں جیسا پلنگ ہوتا ہے، ایسا پلنگ بھی ہمارے حضور ﷺ کے گھر میں نہیں تھا، ہمارے گھر کے کام والوں کے پاس جیسے گدے، تکیے ہوتے ہیں، اللہ پاک کی قسم! آپ ﷺ کے پاس ایسا نہیں تھا۔

میری دینی بہنو! گھر میں خوب صورت قالین اور غالیچے اور کارپیٹ نہیں تھی، گھر میں چمڑے ہوتے تھے، اس پر اللہ کے نبی ﷺ بیٹھتے تھے اور لکڑی کا پلنگ اور پلنگ بھی رسی والا اور اس رسی کے اوپر بچھانے کے لیے چادر بھی نہیں ہوتی تھی، اس پر آرام کرنے کی وجہ سے میرے حضور ﷺ کے بدنِ مبارک پر نشان پڑ جاتے تھے، کیسی غریبی میں زندگی گزاری؟

کیسی فقیری میں زندگی گزار دی؟

حضور ﷺ نے کبھی دنیا کی فراوانی کی دعا نہیں مانگی

میری دینی بہنو! اگر حضور ﷺ چاہتے تو دعا کردیتے اور اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کے لیے صفا پہاڑ کو سونے کا بنا دیتے، مروہ پہاڑ کو سونے کا بنا دیتے، اللہ چاہتے تو مدینہ پاک میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے لیے سونے کا محل بنا دیتے، چاندی کا محل بنا دیتے؛ لیکن

حضور ﷺ نے پوری زندگی کبھی اللہ تعالیٰ سے دنیا کی دعا نہیں مانگی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا اور جنتی دستر خوان

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے دعا مانگی تھی، قرآن میں وہ دعا موجود ہے:

رَبَّنَآ اَنۡزِلۡ عَلَيۡنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوۡنُ لَنَا عِيۡدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنۡكَ‌ ۚ وَارۡزُقۡنَا وَاَنۡتَ خَيۡرُ الرّٰزِقِيۡنَ ﴿۱۱۴﴾ (مائدہ)

ترجمہ: مریم کے بیٹے عیسیٰ نے دعا کی: اے اللہ! ہمارے رب! آپ ہم پر آسمان سے (کھانے کا بھرا ہوا) خوان اتار دیجیے جو ہمارے لیے یعنی ہمارے پہلے اور بعد (کے زمانے میں آنے) والے سب لوگوں کے لیے عید کا دن رہے اور وہ (خوان) آپ کی (قدرت کی) نشانی ہو جاوے اور آپ ہم کو روزی دیجیے اور آپ تو روزی دینے والوں میں سب سے اچھے ہیں۔

میری دینی بہنو! آپ ﷺ تمام نبیوں میں افضل، تمام نبیوں کے سردار ہیں، اگر آپ ﷺ دعا مانگتے تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو دنیا میں جنت کا محل عطا فرما دیتے؛ لیکن آپ ﷺ نے اللہ سے دعا نہیں مانگی۔

فضول دنیا کا خیال آنا بھی بُری بات ہے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میرے دل میں خیال آیا کہ مجھ سے غلطی ہو گئی، مجھ سے بھول ہو گئی کہ میں نے حضور ﷺ کو جو درخواست کی، میں نے فوراً عرض کیا: حضور! آپ میرے لیے استغفار کیجیے۔

میری دینی بہنو! سوچنے کی چیز ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میرے

دل میں جو یہ خیال آیا کہ: ہمارے پاس ان کے جیسی دنیا نہیں ہے ایسا خیال آنا یہ بھی بہت بڑی غلطی تھی؛ اس لیے کبھی اپنے دل میں یہ خیال بھی مت لانا کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں کو بنگلہ دیا، مجھے جھونپڑا دیا، جس مکان میں میرے اللہ نے مجھے رکھا، میں میرے اللہ سے خوش ہوں، کبھی دل میں بھی فریاد بھی مت کرنا۔

اس لیے کہ اس طرح کا خیال لانا اللہ کے سامنے فریاد ہے، اور اللہ تعالیٰ کو ایسی چیز سے ناراضگی ہوتی ہے، جس میں اللہ کی خوشی اس میں ہماری خوشی، ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ جنت میں عالی شان نعمتوں سے نوازیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہماری سوچ کو حضور ﷺ جیسی بنا دے

میری دینی بہنو! جو آپ ﷺ کی سوچ اور چاہت مبارک تھی اللہ تعالیٰ میری اور آپ کی چاہت کو ایسا بنا دے، آج جو ہماری سوچ ہے کہ: ہمارا گھر اچھا ہو جائے، ہمارا سامان اچھا ہو جائے، ہمارے برتن اچھے ہو جائیں، پس! ہماری تمام سوچ دنیوی ترقی میں لگی رہتی ہے، اور آخرت اور دینی کاموں کی طرف کوئی توجہ ہی نہیں ہے۔

دنیا سے زیادہ اس کی فکر کرو کہ ہماری قبر اچھی ہو جائے، ہماری جنت اچھی ہو جائے اور جنت میں ہمارا محل اچھا ہو جائے؛ اس لیے اپنی سوچ، فکر، محنت، اور اپنی کوشش جنت کمانے کے پیچھے لگاؤ، عبادت میں لگاؤ، نیکی میں لگاؤ، اچھے کاموں میں لگاؤ، ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ ہم سے راضی اور خوش ہو جائیں گے۔

ایک بزرگ کی عجیب بات

ایک بزرگ کی بات سنا کر آج کی مجلس کی دعا کر لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے

خوش ہیں یہ کیسے پتہ چلتا ہے؟

ایک اللہ کے ولی نے فرمایا کہ: تم اپنے دل میں سوچو کہ دل کے اندر تم اللہ سے راضی ہو کہ نہیں؟ اگر تم دل میں اللہ سے راضی ہو تو سمجھ لو کہ اللہ بھی تم سے راضی ہیں، اور اگر تمھارے دل میں اللہ کے لیے فریاد ہے تو سمجھو کہ اللہ کو بھی تم سے فریاد ہے۔

ہم سب اپنے دل کو دیکھ لیں، اللہ نے ہم کو جو دیا، جیسی زندگی میں رکھا اس زندگی سے ہم خوش ہیں کہ نہیں؟

اللہ ہم سب کے دل کو ایسا بنا دیں کہ وہ مالک جس حال میں رکھے اس حال میں ہم راضی رہیں۔

ایک پیاری دعا

میری دینی بہنو! حدیث میں ہم کو ایک دعا بتلائی گئی، بہت پیاری دعا ہے، آپ یاد کرلو اور اللہ تعالیٰ سے مانگا کرو:

اَللّٰهُمَّ لاَ تَجْعَلِ الدُّنْيَا أَكْبَرَ هَمِّنَا وَ لاَ مَبْلَغَ عِلْمِنَا. (الترمذي)

ترجمہ: اے اللہ! دنیا کو نہ ہمارا مقصودِ اعظم اور نہ ہمارا منتہائے علم بنا۔

آج ہماری فکر، ہماری سوچ میں اگر کوئی سب سے بڑی چیز ہے تو دنیا ہے، دنیا کی راحت ہے، دنیا کا آرام ہے، دنیا کا مال وسامان ہے، دنیا کے کپڑے ہیں، دنیا کی عیش وآرام کی چیزیں ہیں، ہماری ہر وقت کی فکر اسی کی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا غم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: میں ایک ایک دن کو گنتی تھی، ایک ایک دن

پہاڑ توڑنے سے زیادہ مشکل کہ اللہ کے نبی ناراض ہوکر الگ چلے جاویں، کتنا رنج، کتنا غم؟ حضور ﷺ نے ایک مہینہ کی قسم کھائی ہے، کیسے مہینہ نکلے گا؟ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم مسجدِ نبوی میں جمع ہوتے، جمع ہوکر بات کرتے، مشورہ کرتے، پھر اپنے اپنے کام پر، اپنے اپنے گھروں پر چلے جاتے۔

اسلامی مہینہ کبھی انتیس دن کا اور کبھی تیس دن کا ہوتا ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تو فرماتی ہیں کہ: قدرتی بات ایسی ہوئی کہ انتیس (۲۹) دن ہوئے، اور نبیٔ کریم ﷺ اچانک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تشریف لائے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خوش تو ہوگئیں: لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ: آپ نے قسم کھائی تھی کہ: آپ ایک مہینہ تک نہیں آئیں گے اور آج تو انتیس دن ہوئے ہیں؟

حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس مہینے میں ۲۹/دن پر چاند ہوگیا ہے، یہ خوش نصیبی کی بات تھی کہ ایک مہینے کی قسم کھائی تھی اور قدرتی بات ہوئی کہ ۲۹/دن پر چاند ہوگیا، پورے ۳۰/دن نہیں ہوئے۔

اللہ تعالیٰ کے یہاں سے قرآنِ مجید میں آیت اتری، عجیب آیت ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۲۸﴾ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: جب یہ آیت اللہ تعالیٰ نے اتاری تو نبیٔ کریم ﷺ سب سے پہلے میرے پاس تشریف لائے، آپ ﷺ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

سے بڑی محبت تھی، اور حضور ﷺ نے آکر پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دور دور سے بات کی؛ کیوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کم عمر لڑکی تھیں، چھوٹی عمر میں ان کی شادی ہوئی تھی۔

ساس، سسر کو ہدایت

درمیان میں ایک خاص نصیحت کرنا مناسب سمجھتا ہوں، عام طور پر چھوٹی لڑکیوں میں زیادہ تجربہ نہیں ہوتا ہے، اپنے شوہر کو کیا جواب دینا، اپنے ساس۔سسر کو کیا جواب دینا، اس کا تجربہ نہیں ہوتا ہے، وہ بے چاری کم عمر، بھولی بھالی لڑکی، جو چاہے منہ سے بول لیتی ہے، اسکول میں پڑھ رہی تھی، تعلیم پوری ہوئی، ماں۔باپ نے شادی کرادی، مدرسہ میں پڑھنے گئی تھی، مدرسہ پورا ہوا، ماں۔باپ نے شادی کرادی، اور وہ سسرال میں آگئی۔

لہذا اب ساس اور سسر کی ذمے داری ہے کہ ایسی کم عمر بہو گھر میں آئی ہو تو ذرا اس کو سنبھال لیویں، یہ سمجھیں کہ یہ بے چاری میری بیٹی کی طرح ہے، اپنی اسکول، اپنا مدرسہ، اپنا کورس پورا کر کے فوراً شادی کر کے آئی ہے، ابھی گھر میں زندگی کیسے گزارنا ہے اس نے سیکھا نہیں ہے۔

بہو کو ہدایت

بہو کو بھی یہ سوچنا چاہیے کہ میری ساس تجربہ رکھتی ہے، وہ اگر مجھے کوئی بات کہے تو میں محبت سے سن لوں اور اس کے مطابق کام کروں تو میری زندگی میں ہی فائدہ ہونے والا ہے، مجھے ہی کچھ سیکھنے کو ملے گا، دونوں طرف سے سمجھ داری ہوگی تو ساس اور

بہو کے درمیان ان شاء اللہ! جھگڑے نہیں ہوں گے۔

آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دو چیزوں کا اختیار دیا

بہر حال! حضرت نبیٔ کریم ﷺ جانتے تھے کہ: عائشہ کی عمر بہت کم ہے؛ اس لیے حضور ﷺ نے ان کو پہلے دور دور سے سمجھانا شروع کیا اور سمجھا کر حضور ﷺ نے فرمایا کہ: عائشہ! میں تم کو ایک بات کہنے والا ہوں؛ لیکن جواب دینے میں کوئی جلدی مت کرنا؛ بلکہ پہلے اپنے والدین کے پاس جانا، ان سے مشورہ کرنا اور مشورہ کر کے مجھ کو جواب دینا۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے یہ بات اس لیے فرمائی کہ: آپ ﷺ جانتے تھے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کی امی جدائی کا مشورہ نہیں دیں گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: یہ مجھ پر خاص عنایت تھی کہ مجھے والدین سے مشورہ کیے بغیر رائے ظاہر کرنے سے حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے منع فرمایا۔

ماں باپ توجہ دیں

میری دینی بہنو! اس زمانے کے ماں، باپ ایسے ہوتے تھے کہ وہ ایسی بات کہتے تھے کہ جس کی وجہ سے بیٹی کا گھر نہ ٹوٹے، آج کے ماں، باپ کو بھی یہی طریقہ اپنانا چاہیے، سسرال ہے اونچ، نیچ تو ہوتی ہی ہے؛ لیکن ماں، باپ کو ہمیشہ اپنی بیٹی کو سمجھا سمجھا کر رکھنا چاہیے، ماں باپ کبھی بیٹی کی محبت میں جذبات میں آ کر کوئی بات کہہ دیتے ہیں اور لڑکی وہ بات اپنے دل پر لے لیتی ہے، یہی چیز اختلاف کو بڑھا دیتی ہے، اور پھر

گھر ٹوٹ جاتا ہے؛ اس لیے ماں، باپ کو اس کا خاص لحاظ رکھنا چاہیے۔

ازواجِ مطہرات کو ہدایت

حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے آیت کے مطابق اختیار والی بات بتائی، جس کا حاصل یہ تھا کہ: دیکھو! اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا کہ: اے نبی! تم اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ: اگر تم چاہتی ہو کہ دنیا میں آرام ملے، دنیا میں رونق ملے، دنیا میں شاندار گھر ملے، دنیا میں شاندار کپڑے ملے، تو نبی کے گھر میں تو تم کو نہیں ملے گا؛ اس لیے میں تم کو کچھ دے دوں، اور اچھی طرح سے رخصت کر دوں؛ یعنی میں تم کو طلاق دے دوں، پھر عدت پوری کر لو، اور پھر مزے سے زندگی گزارو۔

اور اگر تم اللہ کے رسول کو چاہتی ہو، آخرت کو چاہتی ہو اور نبی کے ساتھ اسی غریبی میں زندگی گزارنا چاہتی ہو تو یاد رکھو! تم میں سے جو بھی نیکی پر ہوگی، اللہ تعالیٰ ان کو آخرت میں بڑا ثواب عطا فرمائیں گے، یہ دو باتیں ہیں، ان میں سے ایک اختیار کر لو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا پیارا جواب

میری دینی بہنو! قربان جاؤں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر، ہزار مرتبہ قربان جاؤں، اللہ پوری امت کی طرف سے اس نیک عورت کو جزائے خیر عطا فرمائے، جب نبیٔ کریم ﷺ نے ان کے سامنے اختیار کی بات فرمائی تو کتنا پیارا جواب دیا:

اے اللہ کے نبی! یہ کوئی ایسی بات ہے کہ میں اپنے ماں، باپ کو پوچھنے جاؤں، ہرگز نہیں! میں بالکل اپنے ماں، باپ کو پوچھنے نہیں جاؤں گی، مجھے ماں باپ سے مشورہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں: فإني اريد الله ورسوله والدار الآخرة.

میرا فیصلہ یہ ہے کہ میں اللہ کو چاہتی ہوں، اللہ کے نبی کو چاہتی ہوں، آخرت کو چاہتی ہوں؛ یعنی دنیا میں جیسا ملے اس پر خوش رہوں گی، جو غریبی، فقیری ہوگی، اس میں رہوں گی؛ لیکن حضور! میں آپ کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاسکتی۔

یہ اتنا پیارا جواب تھا کہ بڑی بڑی تجربہ والی عورتیں بھی ایسا جواب نہیں دے سکتیں۔

حضور ﷺ نے یہ جواب سنا تو خوش ہو گئے، آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک پر خوشی آ گئی، اور رنج وغم دور ہو گیا۔

شادیاں ہمیشہ کے لیے ہوتی ہیں

میری دینی بہنو! شادیاں جو ہوتی ہیں وہ ہمیشہ کے لیے ہوتی ہے، چند دنوں کے لیے نہیں ہوتی، یہ دنیا اور آخرت کا معاملہ ہے، جب کبھی کسی کے گھر میں شادی کر کے جاؤ تو یہ نیت لے کر جاؤ کہ اب تو جنازہ بھی اسی گھر سے نکلے گا اور آخرت میں جنت میں اسی شوہر کے ساتھ زندگی گزاریں گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی درخواست

پھر حضور ﷺ اپنی تمام بیویوں کے پاس باری باری تشریف لے جانے والے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک درخواست کی:

حضور! میں نے آپ کو جو جواب دیا ہے، میں نے جو فیصلہ کیا ہے، آپ اپنی دوسری بیویوں کو میرا جواب مت بتلانا۔

اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ: اگر کسی نے مجھے سوال کیا کہ: عائشہ نے کیا

جواب دیا؟ تو میں ان کو بتلادوں گا اور میں چھپاؤں گا نہیں، اللہ نے مجھے فتنہ کھڑا کرنے کے لیے دنیا میں نہیں بھیجا؛ بلکہ خوش خبری سنانے کے لیے، تعلیم دینے کے لیے، معلّم اور استاذ بنا کر بھیجا ہے۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی مبارک تعلیم دیکھو کہ ایک اچھی بات اس کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا: میں چھپاؤں گا نہیں، بتلادوں گا۔

اچھی بات چھپانی نہیں چاہیے

میری دینی بہنو! کوئی بھی اچھی بات ہم کو معلوم ہو تو اس کو مت چھپاؤ، دوسروں کو بتلادو، دوسروں کو بھی فائدہ ہوگا، دوسرے بھی عمل کریں گے، اور اس کا ثواب ہم کو ملے گا، اچھی چیز، اچھی بات کبھی چھپانے کی نہیں ہوتی۔

تمام بیویوں کا ایک ہی جواب

پھر آپ ﷺ دوسری بیویوں کے گھر تشریف لے گئے، اور سب کو یہ دو اختیار بتلائے۔

قربان جاؤں میں امت کی ان ماؤں پر، تمام بیویوں نے ایک ہی جواب دیا: اے اللہ کے نبی! ہم تو اللہ کو چاہتی ہیں، اللہ کے رسول کو چاہتی ہیں، آخرت کو چاہتی ہیں، ہم کو دنیا کا آرام نہیں چاہیے، دنیا کی غریبی چلے گی؛ لیکن اللہ کے نبی کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاسکتیں۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ اس جواب سے بہت خوش ہوئے اور قرآن کی آیتوں

سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کا یہ جواب پسند فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے امہات المؤمنین کو انعام

اللہ تعالیٰ نے ان تمام عورتوں کو بڑے بڑے انعام دیے، ایسی ایسی نعمتیں عطا فرمائی کہ ہماری عقل حیران رہ جاتی ہے:

① سب سے پہلا انعام اللہ تعالیٰ نے یہ دیا کہ: ان تمام بیویوں کو جنت میں آپ ﷺ کے ساتھ سب سے اونچے مقام پر رہنا نصیب ہوگا۔

② ان کے لیے اللہ کی طرف سے اعلان ہوگیا کہ تم جو بھی نیک کام کروں گی، اللہ تعالیٰ تمھاری نیکی پر تم کو دوگنا ثواب عطا فرمائیں گے۔

③ قیامت تک آنے والے مسلمانوں کی ماں بن گئیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو ہم سب کی ماں بننے کا خاص اعزاز عطا فرمایا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نسبی اعتبار سے باپ ہیں؛ لیکن امتی ہونے کے اعتبار سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ماں ہیں۔

اسی طرح حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نسبی اعتبار سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں؛ لیکن امتی ہونے کے اعتبار سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ماں ہوتی ہیں۔

④ اللہ تعالیٰ ان کو آخرت میں بڑا اجر اور ثواب عطا فرمائیں گے۔

⑤ پانچواں عجیب انعام دیا کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ: تمھارے نکاح میں یہ سب بیویاں وفادار ہیں، آپ کو دل سے چاہنے والی ہیں، اب آپ آئندہ کسی دوسری نئی عورت سے شادی نہیں کریں گے۔

⑥ چھٹا انعام یہ ملا کہ یہ جب پوری امت کی مائیں بن گئیں تو آپ ﷺ کے انتقال کے بعد کوئی مرد ان کے ساتھ شادی نہیں کرسکتا؛ گویا آپ ﷺ کسی عورت سے شادی نہیں کرسکتے اور یہ کسی مرد سے شادی نہیں کرسکتیں۔

⑦ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی خوشی مل گئی، سبحان اللہ! یہ بہت بڑا انعام ہے۔

⑧ ان کو آخرت میں بہترین روزی عطا فرمائیں گے۔

⑨ اب ان کو نبیٔ کریم ﷺ کے ساتھ بہترین زندگی گزارنے کا موقع ملے گا، ایسی بہترین زندگی کہ حضور ﷺ سے دین سیکھ کر قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو آپ کے واسطے سے دین سیکھنے کو ملے گا کہ نبی کی گھریلو زندگی کیسی ہوتی ہے؟

گویا امت کے لیے ان کو معلمہ اور سکھانے والی بنادی۔

ازواجِ مطہرات تمام مسلمانوں کی معلمہ ہیں

خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ. (احزاب: ۳۴)

ترجمہ: اور تمھارے گھروں میں اللہ کی جو آیتیں اور حکمت کی جو باتیں سنائی جاتی ہیں، ان کو یاد رکھو۔

یعنی تم اللہ تعالیٰ کی آیتیں اور اس علم کو یاد رکھو جس کا تمھارے گھروں میں چرچا رہتا ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کی آیتیں یعنی قرآن کی آیتیں اور حکمت سے مراد رسول ﷺ کی سنتیں ہیں، اس کو تم سیکھو اور عمل کرو اور امت تک پہنچاؤ۔

اس لیے نبیٔ کریم ﷺ کے انتقال کے بعد بڑے بڑے صحابہ حضور ﷺ کی

بیویوں کے پاس آتے اور پردے کے پیچھے بیٹھ کر حضور ﷺ کا دین سیکھتے۔

دوسروں کو دین سکھانا ضروری ہے

ابھی جو آیت میں نے درمیان میں آپ کو پڑھ کر سنائی، اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جو شخص چاہے مرد ہو یا عورت رسول ﷺ سے کوئی آیت یا حدیث سنے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ امت کو پہنچاوے، حضور ﷺ کے صحابہ اور صحابیہ عورتوں نے اس حکم کو پورا کر کے دکھایا، اب ہمارے لیے ضروری ہے کہ دین کی جو بات ہم سیکھیں، وہ ہم دوسروں کو ضرور پہنچائیں، ان شاء اللہ! تبلیغ کا ثواب بھی ملے گا اور جس کو پہنچایا اگر وہ عمل کرے تو اس کا ثواب بھی ملے گا۔

ازواجِ مطہرات کی ایک اور فضیلت

انھی آیتوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک بات اور فرمائی:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾ (الأحزاب)

ترجمہ: اے نبی کے اہل بیت! (گھر والو) اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم سے گندگی کو دور رکھے، اور تمھیں ایسی پاکیزگی عطا کرے جو ہر طرح مکمل ہو۔

اس آیت میں آپ ﷺ کے تمام گھر والے شامل ہیں، اور آپ ﷺ کی تمام پاک بیویاں بھی شامل ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو شیطان کے اغوا سے محفوظ اور سلامت رکھیں گے، اللہ تعالیٰ نے ان کو تہذیبِ نفس، دل کی صفائی، باطنی نورانیت عطا فرمائی۔

ازواجِ مطہرات کا تمام عورتوں میں ایک امتیازی مقام

ازواجِ مطہرات کا تمام عورتوں میں ایک خاص امتیازی مقام بیان فرمایا:

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ. (الاحزاب)

ترجمہ: اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔

یعنی حضور ﷺ کے نکاح میں ہونے کی نسبت سے عالم کی تمام عورتوں سے یقیناً افضل ہو، یہ ان کا ایک خاص امتیازی مقام بھی ظاہر ہو گیا۔

میری بہنو! یہ مقام اللہ نے امہات المؤمنین کو عطا فرمایا، بڑے بڑے صحابہ، بڑے بڑے تابعین آتے تھے اور امت کی یہ مائیں ان کو سبق پڑھاتی تھیں، نصیحت کرتی تھیں، اللہ تعالیٰ کا دین سکھایا کرتی تھیں، اتنا اونچا مقام اللہ نے ان کو عطا فرمایا۔

میری دینی بہنو! یہ قصہ جو قرآن میں آیا، بخاری شریف میں آیا، یہ قصہ میں نے آپ کو سنایا، اس کے بیچ میں بہت سی نصیحت کی باتیں آئیں۔

ایک خاص نصیحت

لیکن اخیر میں اس قصے کے نتیجے میں ایک خاص نصیحت دینا چاہتا ہوں، وہ یہ کہ جیسی ماں ہوتی ہے ایسی بیٹی ہوتی ہے، بیٹی جو ہوتی ہے اپنی ماں کے راستے پر چلا کرتی ہے، ہم سب کی مائیں حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی پاک بیویاں ہیں، آؤ! ہم سب یہ سبق لیویں کہ جیسی ہماری ماؤں کی پسند تھی ہماری پسند بھی ایسی ہو جائے۔

ہم دنیا کے دیوانے نہ بنیں، دنیا کا مال، دنیا کی دولت، دنیا کا سامان، دنیا کے کپڑے، دنیا کی راحت کے چکر میں نہ پڑیں؛ بلکہ اللہ اور اس کے رسول کو راضی کر کے

زندگی گزارنے کی فکر کریں، ہماری سب سے بڑی فکر، ہماری سب سے بڑی کوشش، ہماری سب سے بڑی سوچ اللہ اور اس کے رسول کو راضی اور خوش کرنے والے کاموں کی ہونی چاہیے، جیسا نمونہ ہم کو ہماری ماؤں سے ملا، وہ ہماری زندگی میں آ جاوے۔

میری دینی بہنو! قناعت، شکر، صبر یہ تین چیزیں اگر ہماری زندگی میں آ گئیں تو اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہوں گے، اور ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ ماں عائشہ رضی اللہ عنہا، ماں خدیجہ رضی اللہ عنہا، ماں زینب رضی اللہ عنہا، فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ کو جنت کا داخلہ عطا فرمائیں گے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زندگی، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی زندگی، حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی زندگی، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی زندگی، حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کی زندگی یہ سب آپ کے لیے نمونہ ہے، ان کے جیسی سادگی والی زندگی بناؤ۔

دوسری نصیحت

دوسری بات یہ امہات المؤمنین حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے بالکل قریب تھیں، حضور ﷺ سے قریب کا رشتہ رکھتی تھیں، میری دینی بہنو! ایک نکتے کی بات سمجھ لو! اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ جو میرے نبی کے قریب کے لوگ ہیں ان کی زندگی میں سادگی دیکھنا چاہتا ہوں، یہ اللہ تعالیٰ کی پسند ہے، اس واقعے کے بیان میں یہ حکمت سمجھ میں آتی ہے کہ زندگی سادگی والی گزارو، اللہ تعالیٰ کو یہی پسند ہے۔

تیسری نصیحت

تیسری نصیحت یہ ملی کہ نبیٔ کریم ﷺ کی محبت ان پاک بیویوں کے دلوں میں دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ تھی، دنیا کی راحت اور آرام سے بھی زیادہ نبیٔ کریم ﷺ کی

محبت تھی، میری دینی بہنو! اس قصے کو سن کر نیت کر کے اٹھو، ہم بھی ہمارے دلوں میں نبی کریم ﷺ کی محبت سب سے زیادہ پیدا کریں گے۔

اور جس کے دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت زیادہ ہوگی وہ زندگی کا ہر کام نبیٔ کریم ﷺ کی مبارک سنت کے مطابق کرے گا؛ اس لیے سنتیں سیکھو، اور سنت کو زندگی میں لاؤ، اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس کی توفیق اور سعادت عطا فرمائے، آمین۔

شادیاں سنت کے مطابق ہوں

میری دینی بہنو! ماشاء اللہ! ہم عبادت بہت کرتے ہیں، نیکیاں بہت کرتے ہیں، ذکر، تسبیح، تلاوت بہت کرتے ہیں؛ لیکن جب کبھی ہمارے گھر میں کوئی پروگرام آتا ہے، منگنی آجاوے، شادی آجاوے تب امتحان ہوتا ہے کہ ہمارے دل میں حضور ﷺ کی محبت کتنی ہے؟ لہذا نیت کر کے جاؤ! ہم اپنی شادیوں کو، اپنی منگنیوں کو، ہمارے گھر کے پروگراموں کو بھی نبیٔ کریم ﷺ کی مبارک سنت کے مطابق بنائیں گے تو ان شاء اللہ! حضور ﷺ کی محبت ملے گی، حضور ﷺ کا پیار ملے گا اور قیامت کے دن نبیٔ کریم ﷺ کے نورانی، مبارک ہاتھوں سے حوضِ کوثر کا پانی ملے گا، حضور کی شفاعت ملے گی۔

اِس واقعے کے وقت کی ازواجِ مطہرات کے مبارک نام

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس واقعے کے وقت نبیٔ کریم ﷺ کے نکاح میں نو (۹) بیویاں تھیں، پانچ ان میں سے قریشی خاندان کی تھیں:

(۱) حضرت عائشہ بنت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا۔

(۲) حضرت حفصہ بنت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہا۔

③ حضرت ام حبیبہ بنت حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہا۔

④ حضرت ام سلمہ بنت امیہ رضی اللہ عنہا۔ ⑤ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا۔

اس سے یہ بھی سمجھ میں آیا کہ اپنے خاندان میں نکاح کرنے سے کوئی بیماری پیدا نہیں ہوتی، جیسا کہ آج کل بعض ڈاکٹر لوگوں کو ایسی غلط باتیں بتاتے ہیں۔

اور دوسری چار دوسرے خاندان کی تھیں:

① حضرت زینت بنت جحش رضی اللہ عنہا۔

② حضرت میمونہ بنت حارث ہلالی رضی اللہ عنہا۔

③ حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا۔ ④ حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا۔

اور یہ نو بیویاں حضور ﷺ کی وفات کے وقت بھی حیات تھیں۔

ان کے علاوہ آپ ﷺ کی پاک بیویوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مکی زندگی میں انتقال ہو گیا تھا اور دوسری حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کا مدنی زندگی میں انتقال ہو گیا تھا۔

یہ سب نام اس لیے بھی بتائے کہ ہمارے گھر میں اولاد ہوں تو ان مبارک ناموں کے مطابق ہم نام رکھیں۔

اللہ تعالیٰ ان تمام ہماری ماؤں کو جزائے خیر عطا فرمائے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، ان شاء اللہ! کسی موقع پر ان تمام امہات المؤمنین کے واقعات آپ کو بتاؤں گا۔

واٰخر دعوانا عن الحمد للہ رب العالمین

شہرِ طیبہ (از مرتب)

کہاں شہرِ طیبہ	۱	کہاں یہ گنبدِ خضریٰ
کہاں یہ گنبدِ خضریٰ	۲	کہاں ظلوم جہول
صلی اللہ علی سیدنا محمد	۳	صلی اللہ علی سیدنا محمد
کہاں روضۂ اقدس	۴	کہاں عاصیٔ و خاطی
کہاں ریاض الجنۃ	۵	کہاں حقیر وضعیف بندہ
کہاں محراب و منبر	۶	کہاں ندامت کے آنسو
صلی اللہ علی سیدنا محمد	۷	صلی اللہ علی سیدنا محمد
کہاں مقامِ اصحاب	۸	کہاں دلِ بے قرار
کہاں بابِ جبرئیل	۹	کہاں مقرالذنوب والخطایا
کہاں یہ گنہگار آنکھیں	۱۰	کہاں دیدارِ طیبہ
صلی اللہ علی سیدنا محمد	۱۱	صلی اللہ علی سیدنا محمد
کہاں جالی مبارک	۱۲	کہاں مواجہۂ منور
صلی اللہ علی سیدنا محمد	۱۳	صلی اللہ علی سیدنا محمد
کہاں جبلِ احد	۱۴	کہاں جنت البقیع
صلی اللہ علی سیدنا محمد	۱۵	صلی اللہ علی سیدنا محمد

یا رب صل وسلم دائما ابدا ۱۶ علی حبیبک خیر الخلق کلھم

حضور ﷺ کی گھریلو زندگی

کا ایک عجیب واقعہ

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور عائشہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا مختصر تعارف

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تعارف پیچھے گذر چکا۔

نام: حفصہ۔

نسب اس طرح ہے: حفصہ بنت عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبد العزی بن ریاح بن عبد اللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی غالب بن فہر بن مالک القرشیہ العدویہ۔

والدہ کا نام: زینب بنت مظعون تھا۔

پیدائش: بعثتِ نبوی سے پانچ سال قبل جب کہ قریش خانۂ کعبہ کی تعمیر میں مصروف تھے۔ اس وقت نبیٔ کریم ﷺ کی عمر مبارک ۳۵ سال تھی۔

نکاح: حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا پہلے حضرت خنیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، حضرت خنیس رضی اللہ عنہ سابقین اولین میں سے تھے، انھوں نے ہجرتِ حبشہ اور ہجرتِ مدینہ دونوں کی تھیں، غزوۂ احد میں زخمی ہوکر مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

اپنے شوہر خنیس رضی اللہ عنہ اور اپنے والدین کے ساتھ مسلمان ہوئیں۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ سے نکاح کا مہر: ۴۰۰ درہم۔

شادی کے وقت عمر: ۲۰ سال۔

وفات: ۶۳ سال کی عمر پا کر شعبان ۴۵ سنہ ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مدینہ منورہ میں انتقال فرما گئیں، اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

۞۞۞

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی،اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ ۚ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ ؕ
وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱﴾ قَدْ فَرَضَ اللّٰہُ لَکُمْ تَحِلَّۃَ اَیْمَانِکُمْ ۚ وَاللّٰہُ مَوْلٰکُمْ ۚ
وَھُوَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ ﴿۲﴾ وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِہٖ حَدِیْثًا ۚ فَلَمَّا
نَبَّاَتْ بِہٖ وَاَظْھَرَہُ اللّٰہُ عَلَیْہِ عَرَّفَ بَعْضَہٗ وَاَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَھَا
بِہٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَکَ ھٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ ﴿۳﴾ اِنْ تَتُوْبَآ اِلَی اللّٰہِ
فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا ۚ وَاِنْ تَظٰھَرَا عَلَیْہِ فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلٰہُ وَجِبْرِیْلُ
وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ بَعْدَ ذٰلِکَ ظَھِیْرٌ ﴿۴﴾ (التحریم)

ترجمہ: اے نبی! جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے حلال کی ہیں تم اپنی بیویوں کی خوشی حاصل کرنے کے لیے (قسم کھا کر) ان کو کیوں حرام کرتے ہو؟ اور اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والے، بہت رحم کرنے والے ہیں ﴿۱﴾ پکی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے تمھاری قسموں (کی پابندی) سے نکلنے کا طریقہ مقرر کردیا ہے اور اللہ تعالیٰ تمھارے کام بنانے والے ہیں اور وہ (اللہ تعالیٰ ہر کام کو) پوری طرح جاننے والے، بڑی حکمت والے ہیں ﴿۲﴾ اور (وہ واقعہ بھی یاد کرو) جب نبی نے اپنی کسی بیوی (یعنی حفصہ رضی اللہ عنہا) کو (راز کے طور پر) چپکے سے ایک بات کہی تھی، پھر جب وہ بات اس بیوی نے (کسی دوسری بیوی یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا کو) بتلادی اور اللہ تعالیٰ نے اس

بات کی اس (نبی) کو خبر دی تو اس (نبی) نے (اس راز کو ظاہر کرنے والی بیوی کو) کچھ بات جتلادی اور کچھ بات نظر انداز کردی (یعنی نہیں بتلائی) پھر جب اس (نبی) نے اس (راز ظاہر کرنے والی) بیوی کو (کچھ) بات بتلادی تو وہ (تعجب سے) کہنے لگی کہ: آپ کو یہ بات کس نے بتلادی؟ تو اس (نبی) نے کہا کہ: مجھے تو (اس اللہ تعالیٰ نے جو) بڑے جاننے والے، بڑی خبر رکھنے والے نے اطلاع دی ﴿۳﴾ (اے نبی کی دونوں بیویاں!) اگر تم اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرلو (تو یہ تمھارے لیے بہتر ہے) کہ تم دونوں کے دل اس کی طرف مائل ہو ہی گئے ہیں اور اگر تم دونوں نے اس (نبی) کے مقابلے میں ایک دوسرے کی مدد کی تو (یاد رکھنا کہ) یقیناً اللہ تعالیٰ اس (نبی) کا ساتھ دینے والے ہیں اور جبرئیل اور نیک ایمان والے بھی (ساتھ دینے والے ہیں) اور ان کے علاوہ فرشتے بھی مدد کرنے والے ہیں ﴿۴﴾

سورۂ تحریم

قرآنِ مجید کے اٹھائیسویں (۲۸) پارے میں ایک سورت ہے جس کا نام ''سورۃ التحریم'' ہے، یہ سورت مدنی ہے؛ یعنی حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے ہجرت کے بعد یہ سورت نازل ہوئی ہے، اِس سورت میں ایک واقعہ بیان کیا گیا جو خود حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے گھرانے، فیملی لائف میں پیش آیا تھا۔

اِس واقعے میں بڑی کام کی اور بڑی قیمتی نصیحت کی باتیں ہیں، اللہ تعالیٰ اس کو سمجھ کر اپنی زندگی میں اپنانے کی اور دوسروں تک پہنچانے کی ہمیں توفیق عطا فرماوے، آمین۔

کسی حلال کو حرام کرنا اور حرام کو حلال کرنا ہمارے اختیار میں نہیں ہے

پہلے شریعت کا ایک مسئلہ سمجھ لو! جو چیز اللہ تعالیٰ نے حرام کی ہے اسے کوئی اپنی مرضی سے حلال نہیں کرسکتا، ہمارے دین میں حلال اور حرام کا اصلی اختیار اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، اسی طرح جو چیز شریعت میں حلال ہو اس کو کوئی مرد یا عورت عقیدے کے اعتبار سے حرام ماننے لگے تو یہ بہت بڑا گناہ ہے اور کفر کا خطرہ ہے، مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے بکری، گائے اور بھینس کا دودھ حلال کیا ہے، اب کوئی کہے کہ: میرا عقیدہ ایسا ہے کہ میں دودھ کو حرام مانتا ہوں۔ تو یہ بہت بڑا گناہ ہے، اِس سے انسان کے کافر ہوجانے کا خطرہ ہے؛ بلکہ بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ: وہ کافر ہو ہی گیا۔

کسی ضرورت کی وجہ سے حلال کو حرام سمجھنا؟

ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ کسی حلال چیز کو اپنے عقیدے کے اعتبار سے حلال سمجھے؛ لیکن کسی ضرورت یا کسی مصلحت کی وجہ سے قسم کھا کر اس کو اپنے اوپر حرام کرلیوے تو ایسا کرنا جائز تو ہے؛ لیکن اچھا نہیں ہے اور قسم توڑ کر کفارہ دینا ضروری ہے، جیسے کسی نے قسم کھالی کہ میں آج سے دودھ نہیں پیوں گا تو کسی ضرورت اور مصلحت کی وجہ سے قسم کھائی ہے تو یہ جائز تو ہے؛ لیکن بہتر نہیں ہے، قسم توڑ دیوے، دودھ پینا شروع کر دیوے اور قسم کا کفارہ ادا کر دیوے اور بغیر ضرورت اس طرح کی قسم کھا کر کسی حلال چیز کو حرام سمجھ لینا یہ گناہ کا کام ہے۔

ثواب کی نیت سے حلال چیز کو عملاً چھوڑ دینا؟

ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ کسی حلال چیز کو ثواب کی نیت سے ہمیشہ کے لیے عملاً چھوڑ دینا بدعت اور گناہ کا کام ہے، یہ ''رہبانیت'' کا ایک حصہ ہے جو ہمارے دین میں جائز نہیں ہے، جیسے بہت سارے لوگ - جو غلط سمجھ رکھتے ہیں - بعض چیزوں کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیتے ہیں اور اس چھوڑنے کو ثواب سمجھتے ہیں، یہ بدعت ہے اور گناہ کا کام ہے۔

بیماری کی وجہ سے کوئی حلال چیز چھوڑ دینا؟

البتہ جسمانی یا روحانی بیماری کی وجہ سے، کسی میڈیکل پروبلم کی وجہ سے اگر کوئی حلال چیز استعمال کرنا چھوڑ دیوے تو یہ جائز کام ہے، جیسے بعض لوگوں کو دودھ سے ایلرجی ہوتی ہے، دودھ پیا تو بیمار ہو گئے یا پیٹ میں کوئی تکلیف ہو گئی، اب وہ اس کو حلال سمجھے؛ لیکن جسمانی بیماری کی وجہ سے چھوڑ دیوے تو یہ جائز ہے۔

واقعہ کی ابتدا

حضرت نبی کریم ﷺ کی فیملی میں ایک عجیب قصہ ہو گیا، اس قصے میں آپ کو فیملی لائف کی بہت ساری چیزیں - إن شاء اللّٰہ - سیکھنے کو ملے گی۔

خاندان کے اعتبار سے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی خوش نصیبی

حضور ﷺ کی بیویوں میں ایک مبارک نام ''حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا'' کا ہے، یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں، یہ وہ خوش نصیب عورت ہے کہ ماں اور باپ دونوں کی طرف سے ان کا خاندان آگے جا کر حضرت نبی کریم ﷺ کے ساتھ مل جاتا ہے، ان

کے ابا حضرت عمر رضی اللہ عنہ قریشی ہیں اور ان کی ماں ''زینب بنت مظعون رضی اللہ عنہا'' بھی قریش کے خاندان سے ہیں؛ یعنی ماں اور باپ دونوں کی طرف سے یہ قریشیہ عورت ہیں۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی پیدائش

حضرت نبیٔ کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے علی الاعلان نبی بنایا اس سے پانچ (۵) سال پہلے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی پیدائش ہوئی تھی، جس وقت مکہ کے قریشی کافروں نے کعبہ شریف کو پورا نیا بنایا تھا، اس وقت حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی عمر مبارک پینتیس (۳۵) سال کی تھی؛ گویا کہ اس بیوی اور حضور ﷺ کی عمر کے درمیان پینتیس (۳۵) سال کا فرق تھا۔ آپ کے ماموں حضرت عثمان ابن مظعون رضی اللہ عنہ چودھویں ۱۴/ نمبر پر ایمان لائے تھے۔ آپ کی اماں حضرت زینب بنت مظعون رضی اللہ عنہا بالکل شروع میں اسلام لائی تھیں اور ہجرت سے پہلے ہی ان کا انتقال ہوگیا تھا۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی پہلی شادی ایک صحابی حضرت خُنَیس بن حُذافہ سَہمی رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی، حضرت خنیس مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں، جو شاعر بھی تھے، بڑے بہادر بھی تھے، حضرت خنیس رضی اللہ عنہ بھی بالکل شروع شروع میں اسلام لائے تھے، انھوں نے حبشہ (ethiopia) کی طرف اور مدینہ کی طرف بھی ہجرت کی تھی، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر حضرت خنیس رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئی تھیں۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے شوہر کی وفات اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی بیٹی کے دوسرے نکاح کا فکر

حضرت خُنیس رضی اللہ عنہ اُحد کی لڑائی میں زخمی ہوئے اور مدینۂ منورہ آکر ان کا انتقال ہوگیا۔

جب بیٹی بیوہ ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کے بارے میں بہت فکر ہوئی، ان ہی دنوں میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی۔ حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی صاحب زادی۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا۔ کا بھی انتقال ہوا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بغیر بیوی کے تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے نکاح کی پیش کش

اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اِس سلسلے میں سامنے سے جا کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ: میری بیٹی حفصہ بیوہ ہوگئی ہے، تم ان کے ساتھ شادی کرلو؛ لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یوں کہا کہ: میں سوچ کر جواب دوں گا۔ اس لیے کہ یہ شادی کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے کہ جلدی جلدی آدمی جواب دے دیوے۔

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دوسری ملاقات میں کہا: میرا شادی کا ارادہ نہیں ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے نکاح کی پیش کش

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور جا کر کہا کہ: میری بیٹی حفصہ بیوہ ہوگئی ہے، تم ان کے ساتھ نکاح کرلو۔

دیکھو! ایک باپ سامنے سے جا کر اپنی بیٹی کی شادی کرانے کے لیے پیش کش

(offer) کر رہا ہے، کوئی نیک اور دین دار لڑکا نظر آوے تو سامنے سے اس طرح پیش کش کرنا جائز ہے، کوئی بری بات نہیں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے؛ لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کوئی جواب نہیں دیا کہ، میں شادی کروں گا کہ نہیں کروں گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دل میں بڑی تکلیف بھی ہوئی کہ ابو بکر تو کوئی جواب بھی نہیں دیتے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی شادی عثمان رضی اللہ عنہ سے بہتر شخص سے

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے منع کر دیا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی منع کر دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبیٔ کریم ﷺ کے پاس آئے اور پوری بات کہہ سنائی۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے بہت پیارا جواب دیا، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: حفصہ کی شادی ایک ایسے انسان سے ہوگی جو عثمان سے بھی بہتر ہے اور عثمان کی شادی ایسی عورت سے ہوگی جو حفصہ سے بھی بہتر عورت ہے۔

ہوا بھی ایسا کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بھی افضل؛ یعنی حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے ساتھ ہوگئی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے بھی بہتر؛ یعنی حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی دوسری بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہوئی، اس طرح یہ جوڑے سیٹ ہوگئے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا جب نبیٔ کریم ﷺ سے نکاح ہوا تو یہ ہجرت کا تیسرا سال تھا اور چار سو درہم ان کا مہر رکھا گیا، ۴۱ھ میں جمادی الاول کے مہینے میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا مدینۂ منورہ میں انتقال ہوا، اس وقت مروان مدینہ کے گورنر تھے، انھوں

نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی جنازے کی نماز پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کی گئیں، آج بھی وہاں ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک موجود ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جواب نہ دینے کی وجہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جواب نہ دینے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پتہ چل گیا تھا کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ خود حضرت نبیٔ کریم ﷺ شادی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؛ لیکن حضور ﷺ کا ارادہ ایک راز کی بات تھی؛ اس لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی راز کی بات ظاہر نہیں کی۔

پھر بعد میں جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے ساتھ ہو گئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتلایا کہ مجھے حضور کا ارادہ معلوم تھا؛ لیکن میں حضور ﷺ کا راز ظاہر نہیں کر سکتا تھا؛ اس لیے میں نے آپ کو کوئی جواب نہیں دیا تھا، آپ میری طرف سے کوئی رنج نہ کریں، اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یوں کہا کہ: اگر حضرت نبیٔ کریم ﷺ شادی نہ کرنے والے ہوتے تو میں ضرور تمھاری بیٹی سے شادی کر لیتا۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی ایک خوش نصیبی

جب حضور ﷺ سے نکاح ہو گیا تو اب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین بن گئی؛ یعنی تمام ایمان والوں کی ماں، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بہت نیک عورت تھیں، ان کی نیکی کا اندازہ اس سے لگاؤ کہ خود حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے سامنے سے ان کے ساتھ شادی کا ارادہ کیا، یہ ان کی خوش نصیبی کی بہت بڑی نشانی ہے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی دوسری خوش نصیبی

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی ایک دوسری خوش نصیبی یہ ہے کہ اِس قصے کے اخیر میں ایک روایت یہ ہے کہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ان کو طلاق دینے کا ارادہ کرلیا تھا، اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا اور کہا کہ: تم میرے نبی سے جا کر کہو کہ: حفصہ کو طلاق نہ دیویں۔

دیکھو! حضور ﷺ نے طلاق کا ارادہ کیا تھا؛ لیکن خود اللہ تعالیٰ نے جبرئیل امین کو بھیج کر یوں کہلوایا کہ: حفصہ بہت نماز پڑھنے والی ہے، بہت روزے رکھنے والی ہے، جنت میں ان کا نام تمھاری بیویوں میں ہے؛ اس لیے تم ان کو طلاق مت دو۔

چنانچہ جب اللہ کے یہاں سے یہ پیغام آیا تو حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ان کو طلاق دینے کا ارادہ ختم کردیا اور ان کو اپنی بیویوں میں باقی رکھا۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ سے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا تقریباً ساٹھ (۶۰) احادیث نقل کرتی ہیں، اِس سے اندازہ لگاؤ کہ ان کے حدیث نقل کرنے سے امت کو کتنا بڑا فائدہ ہوگیا۔

اصل واقعہ

اب ذرا اصل واقعہ سنو! حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی جتنی بھی بیویاں تھیں ہر ایک بیوی کو حضور ﷺ سے بڑی محبت تھی، نیز ہر بیوی کی یہ چاہت تھی کہ حضور ﷺ میرے ساتھ محبت زیادہ رکھے؛ تاکہ حضور ﷺ کا دھیان اور توجہ ان کی طرف زیادہ ہو، حضور ﷺ کی برکت ان کو زیادہ ملے۔

ہر بیوی کے ساتھ محبت کا برتاؤ کرنا بہت بڑا امتحان

انسان کی جب ایک بیوی ہوتی ہے تو اس کے ساتھ مکمل حسن سلوک کرنا اور اچھا برتاؤ کرنا آسان ہوتا ہے؛ لیکن ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو ہر بیوی کے ساتھ محبت کا برتاؤ کر کے نبھانا بہت بڑا امتحان ہوا کرتا ہے، ایسے موقع پر بڑے بڑے انسان ہل جاتے ہیں، اس معاملے میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ بڑے مضبوط اور ثابت قدم تھے، حضور ﷺ نے برابر ہر ایک بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کر کے دکھایا، حضور ﷺ ذرہ برابر ہلے نہیں، یہ بھی حضرت نبیٔ کریم ﷺ کا ایک معجزہ تھا، تمام بیویوں کا حق ادا کرتے تھے، ہر بیوی حضور ﷺ سے خوش رہتی تھی، ہر ایک کو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ حضور ﷺ کو میرے ساتھ بڑی محبت ہے۔

عصر کے بعد آپ ﷺ کا معمول

حضور ﷺ کے یہاں رات گزارنے کے لیے ہر ایک بیوی کی باری مقرر تھی، جس کی باری ہوتی اس کے گھر پر تشریف لے جاتے؛ لیکن عصر کی نماز سے جب فارغ ہو جاتے تو آپ ﷺ تمام بیویوں کے گھر پر تھوڑی تھوڑی دیر تشریف لے جاتے، ہر بیوی کی خبر پوچھتے، دل جوئی کرتے، اس کے بعد آپ ﷺ اپنے کام میں مشغول ہو جاتے، روزانہ عصر کے بعد کا آپ کا معمول تھا، رات کو سونے کی باری الگ ہوتی تھی۔

ام المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے یہاں شہد کا شربت

ایک مرتبہ آپ ﷺ ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ــ جن کا پورا

قصہ گذشتہ سال آپ کو سنایا تھا۔ کے گھر تشریف لے گئے، ان کو کسی نے شہد (honey) ہدیے میں دیا تھا، انھوں نے اس شہد کا شربت بنا کر حضرت نبئ کریم ﷺ کو پلایا، دو چار دن وہ شربت پلایا ہوگا، شربت پینے کی وجہ سے تھوڑی دیر لگ گئی؛ گویا دوسری بیویوں کے یہاں عصر بعد جتنا وقت حضور ﷺ رُکتے تھے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے یہاں شربت پینے کی وجہ سے تھوڑا زیادہ رُکے، حضور ﷺ کے ان کے یہاں زیادہ رُکنے کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو رشک آیا۔

سوکنوں کا آپس میں مشورہ

سوکنوں کے درمیان ہر زمانے میں کچھ نہ کچھ کھینچا تانی ہوتی ہے اور یہ چیز کوئی بری اور غلط بھی نہیں ہے۔

اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی دوسری سوکن حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے مشورہ کیا، دونوں بڑے باپ کی بیٹیاں تھیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی، دونوں نے آپس میں مشورہ کیا اور مشورہ کر کے یوں طے کیا کہ: جب حضور ﷺ ہمارے یہاں تشریف لاوے تو ہم یوں کہیں گے کہ: حضور! آپ کے منہ میں سے ''مَغافِر'' کی بدبو آ رہی ہے۔

یہ مغافر ایک قسم کا گوند ہوتا تھا جس میں تھوڑی سی بدبو ہوا کرتی تھی۔

آپ ﷺ بدبو سے نفرت فرماتے تھے

حضرت نبئ کریم ﷺ کو بدبو بالکل پسند نہیں تھی؛ یہاں تک کہ حضور ﷺ پیاز اور لہسن بھی نہیں کھاتے تھے، جب آپ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے اور حضرت ابوایوب انصاری

رضی اللہ عنہ کے مکان پر ٹھہرے تو ایک دن ان کی بیوی ام ایوب رضی اللہ عنہا نے کھانے میں لہسن استعمال کیا، حضور ﷺ نے اس دن کھانا نہیں کھایا اور ارشاد فرمایا کہ: لہسن اور پیاز میں بدبو ہوتی ہے اور میرے پاس اللہ کے فرشتے آتے ہیں اور بدبو سے فرشتوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ بس اس دن سے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی نے ہمیشہ کے لیے کھانے میں پیاز اور لہسن ڈالنا چھوڑ دیا۔

بدبو ختم کر کے استعمال کرنا چاہیے

لیکن ہمارے یہاں اس کو پکا کر اس کی بدبو ختم کر دیتے ہیں؛ اس لیے اس طرح استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اگر کوئی کچی پیاز سلاڈ میں کھائے اور اس کے بعد منہ صاف کر لیوے اور بدبو ختم کر دیوے تو اچھی بات ہے کہ نماز میں فرشتوں کو تکلیف نہ ہو، گھر میں کسی کو تکلیف نہ ہو۔

آپ کے منہ سے ''مَغافِر'' کی بو آرہی ہے

جب حضرت نبیٔ کریم ﷺ عصر کے بعد ازواجِ مطہرات کے یہاں پہنچے تو بیویوں میں سے دو چار بیویوں نے کہا کہ: حضور! آپ کے منہ میں سے مغافر کی بدبو آرہی ہے۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے کہا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا۔

حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے مغافر نہیں کھائی ہے، میں نے تو شہد کا شربت پیا ہے۔
انھوں نے کہا: ہوسکتا ہے کہ وہ شہد کی مکھی مغافر پر بیٹھ کر آئی ہو، اس کی وجہ

سے اس کا اثر شہد میں بھی آ گیا ہو۔

جیسے جو شہد کی مکھی نیم کے درخت پر بیٹھتی ہے تو اس شہد میں اس کے کڑوے پن کا اثر آتا ہے جس علاقے کا شہد ہوتا ہے اس علاقے میں جو پھل فروٹ زیادہ ہوں تو اس کا اثر شہد میں آتا ہے۔

آپ ﷺ کا شہد استعمال نہ کرنے کی قسم کھانا

جب یہ بات حضرت نبی کریم ﷺ نے سنی تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے سامنے قسم کھالی کہ: آئندہ میں شہد نہیں کھاؤں گا اور ساتھ میں حضور ﷺ نے یوں فرمایا: حفصہ! یہ بات تم کسی کو نہ بتلانا کہ میں نے شہد نہ کھانے کی قسم کھائی ہے؛ اس لیے کہ زینب کو پتہ چل جائے گا تو ان کا دل دکھے گا۔

بات صاف صاف کرنی چاہیے

یہاں حضور ﷺ کے طرزِ عمل سے ایک بات سیکھنے کو ملی کہ جب ان بیویوں نے کہا کہ: آپ کے منہ سے بدبو آ رہی ہے تو حضور ﷺ نے بناوٹی بات نہیں کی، صاف فرما دیا کہ: میں نے شہد پیا تھا، معلوم ہوا کہ اِس طرح صاف صاف بات جو کہی جاتی ہے اس میں بڑی خیر اور بھلائی ہوتی ہے، گول مول کرنے سے بات بگڑتی اور زیادہ خراب ہو جاتی ہے۔

اپنی بیوی کا دل خوش کرنا

حضرت نبی کریم ﷺ نے اپنی بیویوں کا دل خوش کرنے کے لیے یہ قسم کھائی

تھی۔

بیویوں کا دل خوش کرنا بہت اچھی بات ہے، بیویوں سے حسنِ سلوک کرنا بہت اچھی بات ہے؛ لیکن یہ تو نبی کی فیملی ہے، قیامت تک کے لیے نمونہ ہے، کوئی ایسی بات نہ ہو جائے جس میں قیامت تک امت کے لیے تنگی ہو جائے، امت کے لیے تکلیف کی چیز ہو جائے؛ اس لیے اس بات کو اللہ تعالیٰ آگے چلنے نہیں دینا چاہتے تھے: اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں سورۂ تحریم کی یہ آیاتِ کریمہ نازل فرمائیں جو میں نے آپ کو پڑھ کر سنائی۔

واقعہ کے سلسلے میں دوسری روایت

بعض روایتوں میں یہ بھی آتا ہے کہ آپ کے پاس ایک باندی تھی، جن کا نام ''ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا'' تھا، وہ مصر کی تھی، مصر کے بادشاہ مقوقس نے حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے لیے ہدیے میں بھیجی تھی اور ان سے حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے ایک بیٹے ''حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ'' پیدا ہوئے تھے، حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کی قبر مدینہ میں مسجدِ قبا کے قریب ہے، ان کے ساتھ حضرت نبیٔ کریم ﷺ اپنی ضرورت پوری فرماتے تھے، اس کی وجہ سے دوسری بیویوں کے دل میں تھوڑی سی ناراضگی ہوئی۔

بعض روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ اسی بنا پر حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے قسم کھالی کہ: اب میں ماریہ کے ساتھ نہیں سوؤں گا، اس پر اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کی یہ سورت نازل فرمائی، جس میں ارشاد فرمایا: ﴿يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ﴾

اے نبی! اللہ تعالیٰ نے جو چیز آپ کے لیے حلال کی ہے وہ آپ نے قسم کھا

کر کیوں چھوڑ دی؟

یعنی شہد آپ کے لیے حلال ہے، ماریہ قبطیہ آپ کی باندی ہے، آپ کے لیے حلال ہے تو آپ نے اس کو کیوں چھوڑ دیا؟

پھر آگے اللہ فرماتے ہیں: ﴿تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ﴾ آپ اپنی بیویوں کا دل خوش کرنا چاہتے ہیں۔

اس پر کوئی نکیر نہیں کی گئی، معلوم ہوا بیویوں کا دل خوش کرنا بہت اچھی بات ہے؛ لیکن بیویوں کا دل خوش کرنے میں شریعت کے خلاف کام نہیں ہونا چاہیے، اللہ کا کوئی حکم ٹوٹنا نہیں چاہیے۔

داڑھی کی تشکیل

میں نے آتے ہی جمعہ کے دن مسجد میں مردوں کے سامنے داڑھی کے متعلق مسئلے بیان کیے تھے کہ داڑھی منڈوانا بھی حرام اور ایک مٹھی سے کم کٹوانا یہ بھی حرام اور ناجائز ہے۔ بہت سے مرد - اللہ جانے! صحیح بات یا بناوٹی بات، وہ تو آپ جانتے ہیں - بیویوں کا نام لیتے ہیں کہ ہماری بیوی ہم کو اجازت نہیں دیتی۔

آپ پر تہمت باقی نہ رہے؛ اس لیے آج ہی اپنے شوہروں کی تشکیل کرو کہ: دیکھو! ایک مٹھی پوری داڑھی رکھنا شریعت کا حکم ہے؛ اس لیے تم داڑھی رکھو، ہم کو اس پر کوئی اشکال نہیں ہے، تم داڑھی نہیں رکھو گے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں گنہگار بنو گے۔

آگے فرمایا: وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ① قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ②

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والے، بہت رحم کرنے والے ہیں ﴿۱﴾ پکی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے تمھاری قسموں (کی پابندی) سے نکلنے کا طریقہ مقرر کردیا ہے اور اللہ تعالیٰ تمھارے کام بنانے والے ہیں اور وہ (اللہ تعالیٰ ہر کام کو) پوری طرح جاننے والے، بڑی حکمت والے ہیں ﴿۲﴾

اللہ تعالیٰ کا منشا یہ تھا کہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ شہد پینا بھی شروع کردیں اور ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ سونا بھی باقی رکھیں؛ چنانچہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے قسم کا کفارہ دیا اور یہ دونوں چیزیں اپنے استعمال میں جاری رکھی۔

انسان اپنے فائدے کی چیز زیادہ دیر تک چھپاتا نہیں ہے

حضور ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو یہ کہا تھا کہ: کسی کو کہنا مت؛ لیکن اپنے فائدے کی چیز زیادہ منہ میں رہتی نہیں ہے، دوسروں کے سامنے بیان کر ہی دیتے ہیں، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے فوراً یہ بات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بتلا دی، یہ ایک غلط بات ہوگئی کہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ کا راز ظاہر کردیا، یہ چیز اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں آئی۔

بڑی بے شرمی کی بات

اِس سے ہم کو ایک بہت اہم سبق ملتا ہے کہ میاں بیوی کے درمیان جو باتیں ہوتی ہیں وہ کسی اور کو نہیں بتلانا چاہیے، خاص طور پر خانگی زندگی (پرسنل لائف) اور بیڈ روم کی باتیں کبھی کسی عورت کے سامنے ہرگز ہرگز نہیں بتلانا چاہیے، یہ بڑی بے شرمی کی بات ہے اور یہ بڑا خطرناک اور گناہ کا کام ہے۔

اللہ سے کوئی چیز چھپا نہیں سکتے

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کے راز کی بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتلادی، اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے توبہ کا حکم آیا کہ تم کو اس پر توبہ کرنا چاہیے، اب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے چپکے چپکے بتا دیا تو حضرت نبیٔ کریم ﷺ کو کیسے پتہ چلا؟ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھیج کر حضرت نبیٔ کریم ﷺ کو بتلا دیا؛ اس لیے کہ انسان کسی بات کو چھپانے کی کتنی بھی کوشش کرے؛ لیکن اللہ تعالیٰ اس کو ظاہر کرنا چاہیں تو وہ چیز چھپ نہیں سکتی، وہ چیز ظاہر ہو ہی جاتی ہے۔

دوسروں کی غلطی کو چھپانا چاہیے

اس لیے دینی بہنو! آج دنیا میں تم دوسروں کی نامناسب بات کو چھپاؤ، تم سے کوئی غلطی ہو جائے گی اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اسے چھپائیں گے، اگر کسی کی بات لوگوں کے سامنے ظاہر کردی تو یاد رکھو! ہوسکتا ہے ہم سے کوئی غلطی ہو جائے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے سامنے اس کو ظاہر کردیوے، دنیا میں ظاہر کرے یا آخرت میں ظاہر کردے۔

ایسے موقع پر انسان کا دماغ کہاں جاتا ہے؟

حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو بہت اچھے انداز میں کہا: حفصہ! میں نے تم سے کہا تھا: میں نے قسم کھائی ہے کہ میں شہد نہیں کھاؤں گا یا ماریہ کے پاس نہیں جاؤں گا وہ بات تم کسی کو مت کہنا، تم نے دوسری بیوی کو کیوں بتلا دیا؟

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے فوراً سوال کیا کہ: حضور! آپ سے کس نے کہا؟

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا ذہن ادھر گیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کو کہہ دیا ہوگا، ایسے موقع پر اسی طرح دماغ چلتا ہے۔

آپ ﷺ کے خاندان کے مقدس ہونے کی ایک نشانی

حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے بڑا پیارا جواب دیا، میری بہنو! قربان جاؤں اس خاندان پر!

حضور ﷺ اور حفصہ رضی اللہ عنہا کے درمیان میں جو بات ہو رہی ہے، وہ سوال و جواب بھی اللہ تعالیٰ قرآن میں بطور آیت اتار رہے ہیں، یہ ان کے مقدس، ان کے پاکیزہ، نیک ہونے کی بہت بڑی نشانی ہے، ارشاد فرمایا:

﴿فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ﴾

پھر جب وہ بات اس بیوی نے (کسی دوسری بیوی یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا کو) بتلادی اور اللہ تعالیٰ نے اس بات کی اس (نبی) کو خبر دی تو اس (نبی) نے (اس راز کو ظاہر کرنے والی بیوی کو) کچھ بات جتلادی اور کچھ بات نظر انداز کردی (یعنی نہیں بتلائی)۔

﴿فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ﴾

پھر جب اس (نبی) نے اس (راز ظاہر کرنے والی) بیوی کو (کچھ) بات بتلادی تو وہ (تعجب سے) کہنے لگی کہ: آپ کو یہ بات کس نے بتلادی؟ تو اس (نبی) نے کہا کہ: مجھے تو (اس اللہ تعالیٰ نے جو) بڑے جاننے والے، بڑی خبر رکھنے والے نے اطلاع دی۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے صاف ایسا جواب عنایت فرمایا کہ پوری بات دب

گئی؛ کہ سب سے زیادہ جاننے اور خبر رکھنے والے اللہ نے مجھے بتلایا ہے، حضور ﷺ نے فوراً جھگڑا ختم کردیا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہی مجھے خبر دی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کے یہاں سے یہ حکم نازل ہوا:

﴿اِنۡ تَتُوۡبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدۡ صَغَتۡ قُلُوۡبُكُمَا﴾

(اے نبی کی دونوں بیویاں!) اگر تم اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرلو (تو یہ تمھارے لیے بہتر ہے) کہ تم دونوں کے دل اس کی طرف مائل ہو ہی گئے ہیں۔

تم دونوں نے ایک معمولی غلطی اور چوک کرڈالی جو نامناسب بات تھی؛ یعنی اس طرح آپس میں مشورہ کرکے حضور ﷺ کو شہد پینے سے روکنا، ماریہ سے روکنا یہ ایک نامناسب بات تھی اور پھر حضور ﷺ کے راز کی بات دوسرے کو بتلا دینا یہ بھی ایک نامناسب بات تھی، تم دونوں اعتدال کے راستے سے ہٹ گئیں؛ اس لیے تم دونوں کو توبہ کرنا چاہیے۔

واقعے کو نقل کرنے کی ایک توجیہ

ظاہر بات ہے کہ یہ حضور ﷺ کی بیویاں ضرور اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرنے ہی والی تھیں، سچی پکی توبہ کے لیے اپنے آپ کو اللہ کے سامنے پیش کرنے والی یہ عورتیں تھیں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نبی کے گھرانے کی ایسی خفیہ (personal) باتوں کو ظاہر فرما کر پوری امت کو یہ بات بتلادی کہ: یہ گھرانہ، یہ خاندان باہر سے بھی پاک ہے، اندر سے بھی پاک اور صاف ہے، کوئی بھی ان کے بارے میں دل میں گندا اور میلا خیال نہ لاوے، یہ نیک اور نورانی گھرانہ ہے۔

حسنِ اخلاق کا بہترین درس

اس میں ایک بہت بڑا سبق ہمیں یہ دیا گیا کہ حسنِ معاشرت اور اچھے اخلاق یہ ہیں کہ اگر بیوی کو شوہر کی طرف سے اور شوہر کو بیوی کی طرف سے کوئی ناگوار بات پیش آجاوے، اپنی مرضی اور اپنی خوشی کے خلاف بات پیش آجاوے تو اس کو چلا لینا چاہیے، عفوودرگذر اور معاف کردینا چاہیے، اگر اس پر ہنگامہ کھڑا کیا اور شور مچایا تو ہوسکتا ہے کہ یہ چیز آگے بڑھ کر بڑا جھگڑا ہو کر۔نعوذ باللہ۔طلاق تک نوبت پہنچ جائے؛ اس لیے اپنی طبیعت کے خلاف، مزاج کے خلاف کوئی بات آوے تو معاف کردینا چاہیے، نرمی سے کام لینا چاہیے، بات کو ٹال دینا چاہیے۔

کسی سے غلطی ہوجائے تو اس کو بدنام نہیں کرنا چاہیے

دوسری ایک اہم بات یہ ہے کہ: جس بیوی نے حضرت نبیٔ کریم ﷺ کا راز کھول دیا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کا نام قرآنِ مجید میں ذکر نہیں فرمایا، اس سے ہمیں یہ سبق دیا کہ اچھے اخلاق یہ ہے کہ جن کی طرف سے کوئی غلطی ہوجاوے تو اس غلطی والے کا نام ظاہر نہیں کرنا چاہیے۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ جب کبھی کسی کی غلطی بیان کرتے تھے تو عمومی بیان کرتے تھے کہ: کچھ لوگ ایسے ہیں، کچھ لوگوں سے ایسا ہوگیا، نام نہیں لیتے تھے۔

ایک چنگاری پورے آشیانے کو ویران کرسکتی ہے

نیز دیکھیے! شکایت اور فریاد کے موقع پر بھی حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے الزام

نہیں لگایا؛ اس لیے کہ فیملی لائف میں چھوٹی چھوٹی باتیں کبھی کبھی خطرناک ہو جاتی ہیں، جیسے ایک چنگاری پورے آشیانے اور گھرانے کو جلا سکتی ہے۔

بڑے گھرانے کی عورتوں کو نصیحت

خاص کر کوئی عورت کسی بڑے گھرانے کی ہو تو اس کو اپنے ماں باپ، بھائی وغیرہ پر گھمنڈ نہیں کرنا چاہیے کہ میں تو بہت بڑے خاندان کی ہوں، بعض بہنیں بڑے خاندان کی ہوتی ہیں تو سسرال میں جانے کے بعد وہ اپنا بڑے گھر کا ہونا بتلاتی ہیں اور وہاں ایک خاص انداز میں رہتی ہیں، یہ عادت مناسب نہیں ہے، سسرال میں آکر نرمی کے ساتھ رہنا چاہیے، ان شاء اللہ! اس کی وجہ سے تمھاری شادی والی زندگی بہت اچھی طرح گزرے گی۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم سب کو فیملی لائف میں بہت اعتدال، بہت نرمی کے ساتھ زندگی گذارنے کی توفیق عطا فرماوے، اور جیسے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بڑی نماز پڑھنے والی، روزہ رکھنے والی تھیں اللہ ایسے صفات زندگی میں اپنانے کی توفیق اور سعادت نصیب فرمائے، آمین۔

ایک اہم بات

ایک اور بات بھی سن لو! حدیث میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن بعض لوگوں کو لایا جائے گا، ان کو دیکھ کر لوگ کہیں گے کہ: اَکَلَ عِیَالُهُ حَسَنَاتِهِ۔ اس کی نیکی اس کے گھر والوں نے کھالی۔

بہت سی مرتبہ انسان اپنے گھر والوں کی وجہ سے، بچوں کی وجہ سے نیکی کو برباد کردیتا ہے، بخیل بن جاتا ہے، بزدل بن جاتا ہے؛ اس لیے اولاد سے کبھی کوئی غلطی ہو جائے، گھر والوں سے کبھی کوئی غلطی ہو جائے تو بددعا نہیں کرنی چاہیے؛ بلکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کے لیے دعا کرنی چاہیے، اور اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو امہات المؤمنین سے سچی پکی محبت وعقیدت نصیب فرماوے۔

نظر سے حفاظت کی دو دعائیں

ایک بات مضمون سے ہٹ کر بتاتا ہوں، گھروں میں بہت سی مرتبہ بچوں کو نظر لگ جاتی ہے تو نظر کی دو دعائیں میں آپ کو بتلاتا ہوں جو حدیث میں آئی ہیں، ایک دعا یہ ہے: أُعِيْذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَ هَامَّةٍ وَ مِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ۔

یہ بہت اچھی دعا ہے، حضرت نبیٔ کریم ﷺ اپنے دونوں نواسے حضرت حسن اور حضرت حسین کی نظر سے حفاظت کے لیے یہ دعا پڑھتے تھے۔

دوسری دعا یہ آئی ہے: اَللّٰهُمَّ ذَا السُّلْطَانِ الْعَظِيْمِ وَالْمَنِّ الْقَدِيْمِ ذَاالْوَجْهِ الْكَرِيْمِ وَلِيِّ الْكَلِمَاتِ التَّامَّاتِ وَ الدَّعَوَاتِ الْمُسْتَجَابَاتِ، عَافِ الْحَسَنَ وَ الْحُسَيْنَ مِنْ اَنْفُسِ الْعَيْنِ وَاَعْيُنِ الْاِنْسِ۔

حسن حسین کی جگہ پر اپنے بچے کا نام بول دیجیے، اللہ تعالیٰ اس دعا کی برکت سے بھی نظر سے حفاظت فرماتے ہیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

حضرت عکرمہ ابن ابی جہل رضی اللہ عنہ کی بیوی:

حضرت ام حکیم بنت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہا

کا واقعہ

اقتباس

ایمان کی برکت سے اللہ کا عجیب ڈر

عکرمہ پہلے سے کشتی میں بیٹھے بیٹھے نیت کر چکے تھے، اب بیوی بھی سمجھا رہی ہے؛ اس لیے مان گئے اور پھر مکہ آنے کے لیے روانہ ہو گئے۔

یمن سے مکہ کا راستہ لمبا ہے، کتنے دنوں سے دونوں میاں بیوی الگ الگ تھے، راستے میں عکرمہ نے اپنی بیوی سے کہا کہ: مجھے تمھارے ساتھ اپنی ضرورت پوری کرنی ہے؛ یعنی جماع کرنا ہے۔

حضرت ام حکیم رضی اللہ عنہا کا ایمان دیکھو! سفر میں کوئی اور دیکھنے والا نہیں؛ لیکن صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ: تو کافر ہے اور میں ایمان لا چکی ہوں؛ اس لیے ابھی تو مجھے چھو بھی نہیں سکتا، تو اپنی ضرورت مجھ سے پوری نہیں کر سکتا۔

ایمان اور حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک صحبت کی برکت سے دل میں اللہ کا کیسا ڈر آ چکا تھا!!! اللہ تعالیٰ امت کے تمام مسلمان بھائی بہنوں کو اپنا ڈر، اپنا خوف عطا فرماوے، آمین۔

اگر اللہ کا ڈر آ جاوے تو ہر طرح کے ناجائز تعلقات سے بچنا آسان، حرام کاموں سے بچنا آسان، گناہوں سے بچنا آسان، غیر مردوں سے دور رہنا آسان ہو جائے گا۔

❁❁❁

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى.

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۵﴾

ترجمہ: سو جب وہ لوگ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اسی (اللہ تعالیٰ) پر خالص عقیدہ رکھ کر اللہ تعالیٰ کو پکارنے لگتے ہیں، پھر جب ہم ان کو بچا کر زمین کے کنارے لے آتے ہیں تب وہ شرک کرنے لگتے ہیں۔

وَقَدْ سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الدِّيْنِ،مَا الدِّيْنُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ۔

ترجمہ: اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا گیا: دین کس چیز کا نام ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: دین خیر خواہی کا نام ہے۔

خوشی ،غمی ہر موقع پر اللہ کی طرف متوجہ ہونا چاہیے

اللہ تعالیٰ نے ہم ایمان والوں کو اسی کے سامنے مانگنے اور دعا کرنے کا حکم دیا ہے، چاہے مصیبت اور تکلیف کا موقع ہو، یا راحت اور امن کا موقع ہو، خوشی کا موقع ہو، یا غمی کی حالت ہو، ہر موقع پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی سے دعا کرنی چاہیے، اللہ ہی کی طرف متوجہ رہنا چاہیے۔

مکہ کے کافر بھی مصیبت کے وقت اللہ ہی کو پکارتے تھے

جن لوگوں کے دل میں ایمان نہیں ہوتا ایسے لوگ جب کسی مصیبت میں پھنستے ہیں، پریشانی کے عالم میں آ جاتے ہیں تو ایسے موقع پر وہ بھی ایک اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہیں، حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے مبارک زمانے میں مکہ کے کافرتین سو ساٹھ کے قریب بتوں کی عبادت کرتے تھے؛ لیکن اس کے باوجود بھی وہ اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے، ان کا عقیدہ یہ تھا کہ: یہ چھوٹے چھوٹے جو پتھر کے بنے ہوئے بت ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں، اتنی بڑی دنیا، اتنا بڑا نظام اللہ تعالیٰ کے لیے۔نعوذ باللہ۔اکیلے چلانا مشکل ہے، یہ ہمارے پتھروں کے معبود اللہ کی مدد کرتے ہیں، یہ سب اس دنیا کو چلانے میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ہیں۔

مکہ کے کافروں کے بت اور ان میں سے بعضوں کے نام

مکہ میں کافروں کے بڑے بڑے بت تھے: لات، منات، عزّیٰ، بعل، ہُبُل، یہ سب بڑے بڑے دیوتا تھے، کوئی پتھر کا بنا ہوا تھا، کوئی سونے کا بنا ہوا تھا، کوئی لکڑی کا بنا ہوا تھا، قرآن میں بتوں کا تذکرہ آیا ہے:

اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ﴿۱۹﴾ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ﴿۲۰﴾ (النجم)

ترجمہ: کیا بھلا تم نے لات اور عزیٰ ﴿۱۹﴾ اور اس ایک تیسرے منات (کے حال) پر غور کیا؟ ﴿۲۰﴾

اِس آیت میں ''لات، عزّیٰ'' اور ''منات'' تین بتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

اَتَدۡعُوۡنَ بَعۡلًا وَّتَذَرُوۡنَ اَحۡسَنَ الۡخَالِقِیۡنَ ﴿۱۲۵﴾ اللّٰهَ رَبَّكُمۡ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۱۲۶﴾ (الصافات)

ترجمہ: کیا تم بعل (دیوتا) کو پکارتے ہو اور سب سے اچھے بنانے والے (اللہ تعالیٰ) کو تم لوگ چھوڑ دیتے ہو؟ ﴿۱۲۵﴾ اللہ تعالیٰ تو تمھارے رب ہیں اور تمھارے اگلے باپ دادوں کے (بھی) رب ہیں ﴿۱۲۶﴾

اِس آیت میں ''بعل'' نامی بت کا تذکرہ ہے۔

بخاری شریف ''بابُ غزوۃِ اُحُد'' میں ایک حدیث ہے کہ: جب احد کی جنگ ختم ہوگئی اور قریش نے واپسی کا ارادہ کیا تو ابوسفیان نے پہاڑ پر چڑھ کر پکارا:

أَفِي الْقَوْمِ مُحَمَّدٌ؟

کیا تم لوگوں میں محمد ﷺ زندہ ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی جواب نہ دے۔

اسی طرح ابوسفیان نے تین بار آواز دی؛ مگر کوئی جواب نہ ملا۔

اس کے بعد یہ آواز دی:

أَفِي الْقَوْمِ ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ؟

کیا تم لوگوں میں ابن ابی قحافہ (یعنی ابوبکر صدیق) زندہ ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی جواب نہ دے۔ اس سوال کو بھی تین بار کہہ کر خاموش ہوگیا۔

پھر یہ آواز دی: أَفِي الْقَوْمِ ابْنُ الْخَطَّابِ؟

کیا تم میں عمر بن الخطاب زندہ ہیں؟

اِس فقرہ کو بھی تین مرتبہ دہرایا؛ مگر جب کوئی جواب نہ آیا تو اپنے رفقا سے خوش ہوکر یہ کہا:

أَمَا هٰؤُلَاءِ فَقَدْ قُتِلُوْا، فَلَوْ كَانُوْا أَحْيَاءً لَأَجَابُوْا۔

بہر حال! یہ سب قتل ہوگئے، اگر زندہ ہوتے تو ضرور جواب دیتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ تاب نہ لا سکے اور اونچی آواز سے کہا:

كَذَبْتَ وَاللّٰهِ يَا عَدُوَّ اللّٰهِ! أَبْقَى اللّٰهُ عَلَيْكَ مَا يُحْزِنُكَ۔

اے اللہ کے دشمن! خدا کی قسم! تو نے بالکل غلط کہا، تیرے رنج و غم کا سامان اللہ تعالیٰ نے ابھی باقی رکھ چھوڑا ہے۔

اس کے بعد ابوسفیان نے (وطن اور قوم کے ایک بت کا نعرہ لگایا) اور یہ کہا:

أُعْلُ هُبُلْ، أُعْلُ هُبُلْ۔

اے ہبل! تو بلند ہو، اے ہبل! تیرا دین بلند ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: اس کے جواب میں یہ کہو:

اَللّٰهُ اَعْلٰى وَاَجَلُّ۔

اللہ ہی سب سے اعلیٰ اور ارفع اور بزرگ اور برتر ہے۔

پھر ابوسفیان نے کہا:

إِنَّ لَنَا عُزّٰى وَلَا عُزّٰى لَكُمْ۔

ہمارے پاس عزّیٰ ہے، تمھارے پاس عزّیٰ نہیں؛ یعنی ہم کو عزت حاصل ہوئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: یہ جواب دو:

اَللّٰہُ مَوْلٰنَا وَلَا مَوْلٰی لَکُمْ۔

اللہ ہمارا آقا اور والی معین اور مددگار ہے، تمھارا کوئی والی نہیں۔

فَنِعْمَ الْمَوْلٰی وَ نِعْمَ النَّصِیْرِ۔

یعنی عزت صرف اللہ سبحانہ تعالیٰ سے تعلق میں ہے، عزٰی کے تعلق میں عزت نہیں؛ بلکہ ذلت ہے۔ (از سیرتِ مصطفیٰ)

اس میں ''ہبل اور عزّٰی'' نامی بتوں کا تذکرہ ہے۔

بہر حال! اِس طرح ان کے تین سو ساٹھ (۳۶۰) کے قریب الگ الگ بت تھے جن میں بعض کے نام قرآن میں آئے ہیں اور بعض کے حدیث میں بھی آئے ہیں۔

کعبہ کی دیوار پر زیادہ تر کانچ کے بت تھے

ان تین سو ساٹھ بتوں کو انھوں نے کعبہ کی چاروں دیواروں پر چپکا کر رکھا تھا، یہ زیادہ تر کانچ کے بنے ہوئے تھے، جب کعبہ کا طواف کرتے تھے تو ساتھ میں ان بتوں کی بھی نیت کرتے تھے اور تین سو ساٹھ خدا اس لیے تھے کہ سال میں تین سو ساٹھ دن ہوتے ہیں تو ہر دن وہ الگ الگ دیوتا اور بت کی عبادت کرتے تھے۔

جب مصیبت ختم ہو جاتی تو پھر شرک کرنے لگتے

قرآن کی بہت ساری آیتوں میں یہ مضمون آیا ہے کہ جب یہ کافر لوگ کسی مصیبت میں پھنستے تو ان کو اس وقت ان کے یہ پتھروں کے بت یاد نہیں آتے؛ بلکہ وہ

ایک اللہ کو پکارتے تھے اور ایک اللہ سے مدد مانگتے تھے، یہ ان لوگوں کا ایک مجبوری کے درجے کا حال تھا؛ جیسے سمندر کے سفر میں نکلے، اُس زمانے میں بھی جدہ بندرگاہ (Port) تھی، وہاں سے سٹیمر (Steamer)، کشتیاں جاتی تھیں، کبھی بیچ سمندر میں طوفان آجاتا، ہوا کی آندھی آجاتی تو ایسے موقع پر وہ ایک اللہ کو پکارتے اور جب امن و سلامتی کے ساتھ دریا کے کنارے پہنچ جاتے تو پھر اللہ کے ساتھ شرک کرنے لگتے، بتوں کو پکارنے لگتے؛ گویا مجبوری میں اللہ کو پکارا، مجبوری ختم ہوگئی تو بتوں کی عبادت کرنا شروع کردیتے۔

ہمارا ایمانی تقاضا

ہمارے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ ہم مصیبت میں ہوں یا امن کی حالت میں، خوشی میں ہوں کہ غم میں، تنگی میں ہوں کہ راحت میں، ہر حال میں ایک اللہ کو پکارنے والے بنیں، یہ ہر ایمان والے مرد اور ایمان والی عورت کے ایمان کا تقاضا ہے، ایسا نہیں کہ تکلیف آئی تو اللہ کو پکارا، اور خوشی کی حالت آئی تو اللہ کو بھول گئے، یہ ایمان والوں کا کام نہیں ہے، اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ہمیشہ راحت، سلامتی، امن، سکون، چین عطا فرماوے اور ہر موقع پر اللہ تعالیٰ اس کی طرف انابت، رجوع، اس کی بارگاہ میں مانگنا، اس کے دربار میں دعا کرنے والا ہم سب کو بنادیوے، آمین۔

دین خیر خواہی کا نام ہے

ایک دوسرا مضمون بھی سمجھو! یہ حدیث مشکوۃ شریف میں موجود ہے، حضرت

نبیٔ کریم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ: ما الدين يا رسول الله!

دین کس کو کہتے ہیں؟۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے جواب دیا: الدين النصيحة۔

دین خیر خواہی کا نام ہے۔

یعنی ہر ایک کے لیے بھلائی چاہنا، اس جذبے کا نام دین ہے، بڑا پیارا سوال ہوا اور بڑا اعلیٰ جواب ہوا!!!

اولاد کی خیر خواہی

مثال کے طور پر آپ کا بیٹا ہے، آپ کی بیٹی ہے، اللہ نے اولاد جیسی نعمت عطا فرمائی ہے تو ان کے حق میں بھلائی یہ ہے کہ وہ دین دار بن جاویں، اللہ کا دین سیکھ لیویں، ماں اپنی اولاد کو اللہ کا نام سکھاوے، نماز سکھاوے، دعائیں سکھاوے، حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی سیرت بتلاوے، ان کو اچھے اخلاق سکھلاوے، اولاد کو بری چیزوں سے روکے، اولاد کو ٹیلی وِژن (TV) سے روکے، گانا بجانے (Music) سے روکے، ناجائز اور حرام کھیلوں سے روکے، یہ ہے اپنی اولاد کے بارے میں خیر خواہی۔

مسلمان بھائی بہن کی خیر خواہی

اسی طرح ہماری کوئی مسلمان بہن ہے، چاہے رشتے کی بہن ہو یا ایمانی بہن ہو، اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہماری وہ بہن کیسے دین دار بن جاوے؟ کیسے نمازی بن جاوے؟ برقع پہننے والی بن جاوے اور گناہ سے بچنے والی بن جاوے، اس کی فکر اور کوشش کرنا یہ اس کے ساتھ خیر خواہی ہوئی، یہی جذبہ ہمارے گھر پر جو کام کرنے کے

لیے آتے ہیں ان کے لیے بھی ہو۔

افریقہ والوں کے لیے بہت بڑی اللہ کی نعمت

دینی بہنو! آپ کے گھروں میں یہاں کے مقامی (African) لوگ جو کام کاج کرتے ہیں، خدمت کرتے ہیں یہ اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے، اللہ کی اس نعمت کی ہمیشہ قدر کرنا، دنیا کے کئی ملکوں میں ہم نے دیکھا: انگلینڈ، کینیڈا، پناما، نیوزی لینڈ اور دوسرے ملکوں کے سفروں میں دیکھا کہ ہماری دینی بہنوں کو خود گھر میں جھاڑو دینا، کارپیٹ پر مشین چلانا، برتن دھونا، کھانا پکانا، بچوں کو نہلانا، کپڑے پہنانا، ان کو وقت پر اسکول، مدرسہ لے جانا اور لانا، مہمانوں کے لیے کھانا پکانا، یہ سب کام ہماری دینی بہنیں خود کرتی ہیں، اللہ کا احسان مانو! اللہ تعالیٰ نے مرد، عورت کی شکل میں یہ خادم کی بہت بڑی نعمت عطا فرمائی ہے، اب ان کے لیے خیر خواہی کیا ہے؟

گھروں میں کام کرنے والوں نوکروں کی خیر خواہی

ان کے لیے خیر خواہی یہ ہے کہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام اور باندیوں کے لیے ارشاد فرمایا: جیسا تم کھاؤ ویسا ان کو کھلاؤ، جیسا تم پہنو ویسا ان کو پہناؤ، جیسے تم اپنے لیے مکان کی فکر کرو ان کے لیے بھی مکان کی فکر کرو۔

حدیث میں آیا ہوا ایک عجیب واقعہ

اس سلسلے میں حدیث میں ایک عجیب واقعہ آیا ہے:

وَعَنِ الْمَعْرُورِ بن سُوَيْدٍ قَالَ: رَأَيْتُ اَبَا ذَرٍ رضی اللہ عنہ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ وَعَلٰى غُلَامِهِ

مِثْلُهَا، فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذٰلِکَ، فَذَکَرَ أَنَّهُ قَدْ سَابَّ رَجُلاً عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَعَيَّرَهُ بِأُمِّهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِنَّکَ إِمْرَؤٌ فِيْکَ جَاهِلِيَّةٌ. هُمْ إِخْوَانُکُمْ وَخَوَلُکُمْ، جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ أَيْدِيْکُمْ. فَمَنْ کَانَ أَخُوْهُ تَحْتَ يَدِهِ، فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ، وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ، وَلَا تُکَلِّفُوْهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ، فَإِنْ کَلَّفْتُمُوْهُمْ فَأَعِيْنُوْهُمْ. (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت معرور بن سوید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ان کے جسم پر ایک جوڑا (سوٹ) تھا، ان کے غلام کے جسم پر بھی اسی جیسا جوڑا تھا، اس سلسلے میں میں نے ان سے پوچھا: (کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ یعنی آپ کا اور غلام جوڑا الگ الگ ہوتا، آپ مکمل عمدہ اعلیٰ قسم کا پہنتے؟)

بعض روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ ایک جوڑا اعلیٰ قسم کا تھا اور دوسرا جوڑا گھٹیا قسم کا تھا، دونوں میں کی ایک ایک چادر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے جسم پر تھی، اور دوسری ایک اس غلام کو دے رکھی تھی، ان کے اوپر بھی ایک چادر اعلیٰ تھی اور ایک چادر گھٹیا تھی اور غلام کے اوپر بھی ایسا ہی تھا، اس طرح دونوں برابر ہو گئے تھے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے بتلایا: نبیٔ کریم ﷺ کے زمانے میں ایک مرتبہ میرا ایک غلام کے ساتھ جھگڑا ہوا تھا، تو میں نے اس کو ماں کا نام دے کر عار دلائی تھی، اس پر حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم ایک ایسے آدمی ہو کہ تمھارے اندر جاہلیت کی خو بو اور خصلت موجود ہے، یہ (غلام) انسان ہونے کے ناطے تمھارے بھائی ہیں (اگر ابھی تمھارے خادم ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنی کسی حکمت کی بنیاد پر) ان کو تمھارے ماتحت کر دیا ہے؛ لہذا جس کے

ماتحت اس کا بھائی ہو(دیکھیے! غلام کو بھائی سے تعبیر کیا) تو اس کو چاہیے کہ خود جو کھاتا ہے اسی میں سے اس کو بھی کھلائے، اور جو خود پہنتا اسی میں سے اس کو بھی پہنائے اور ان غلاموں کو ایسے کام نہ سونپیں جو ان پر غالب آجائیں (یعنی جس کے انجام دینے میں ان کو تکلیف اور اگر مشقت والا کوئی کام کبھی سونپ دیا ہو) تو تم بھی ان کی مدد کرو۔

دوسرا واقعہ

روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا کچھ جھگڑا ہو گیا تھا، اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ چوں کہ سیاہ فام اور کالے تھے اس لیے انھوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ کہہ دیا کہ: ”یا ابن السّوداء“ ”اے کالی عورت کے بیٹے“ اور ظاہر ہے کہ رنگ و نسل کی بنیاد پر کسی کو عار اور شرم دلانا اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جا کر حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کر دی کہ: اے اللہ کے رسول! ان کے ساتھ میرا یہ معاملہ ہوا تو انھوں نے مجھے یہ کہہ کر عار دلائی (گویا ماں کی گالی دی) تو چونکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ پہلے غلام بھی رہ چکے تھے، اور جو آدمی پہلے غلام رہ چکا ہو اس کو بھی اس کے حق میں عار کی چیز سمجھا جاتا تھا؛ اس لیے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم ایک ایسے آدمی ہو کہ تمھارے اندر جاہلیت کی خو بو اور خصلت موجود ہے۔

مسلم شریف کی روایت میں ہے: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ ارشاد فرمایا تو میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس بڑھاپے میں جبکہ میری عمر اتنی زیادہ ہو گئی ہے، پھر بھی ابھی تک میرے اندر یہ بات موجود ہے؟

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جی ہاں، اب بھی موجود ہے۔

روایتوں میں آتا ہے کہ یہ سن کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فوراً وہیں لیٹ گئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہا کہ: میرے گال پر پاؤں رکھو، اور جب تک حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ان کے رخسار پر پاؤں نہیں رکھے وہاں تک انھوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو نہیں چھوڑا۔ (از حدیث کے اصلاحی مضامین، جلد: ۱۲)

بہر حال! بڑی بات یہ ہے کہ گھر میں رہنے والوں کو اللہ کا دین سکھاؤ، اللہ کی پہچان کراؤ، اسلام کی پہچان کراؤ، ہماری محنت اور کوشش کی برکت سے وہ جہنم سے جنت میں جانے والے بن جاویں، یہ ان کے حق میں بہت بڑی خیر خواہی ہے۔

بڑے افسوس کی بات!

میری دینی بہنو! کبھی تو دل میں سوچو! بے چارے پوری زندگی ہمارے گھروں میں لگا دیتے ہیں، کوئی بیس سال، کوئی تیس سال، کوئی پچاس سال، کوئی بچپن سے لے کر موت تک کام کرتا ہے، ہم نے ان کو کھلایا، پلایا، ان کو تنخواہ دی؛ لیکن کبھی ہم نے ان کی قبر اور آخرت کی فکر نہیں کی؛ لہذا ان کی آخرت کی فکر کرو، محبت سے ان کو ایمان سمجھاؤ، اسلام سمجھاؤ، اللہ کا دین سمجھاؤ، یہ ہے خیر خواہی، یہ ہے بھلائی چاہنا جو حدیث میں حضرت نبئ کریم ﷺ نے فرمائی۔

شوہر کی خیر خواہی

جو بہنیں شادی شدہ ہیں، ان کے شوہر ہیں، ان کے لیے کیا خیر خواہی ہے؟

ان کا شوہر بھی نمازی بن جاوے، ان کا شوہر بھی چہرے پر سنت کے مطابق داڑھی رکھنے والا بن جاوے، حلال روزی کماوے، حرام روزی سے اپنے آپ کو بچاوے، دین دار بن جاوے، یہ آپ کے شوہر کے حق میں آپ کی خیر خواہی ہوئی۔

اگر ایک بہن دین دار ہے؛ لیکن وہ اپنے شوہر کے لیے ذرہ برابر بھی فکر نہیں کرتی، شوہر کو سمجھاتی بھی نہیں ہے، شوہر کو اللہ و رسول کی دو باتیں بھی نہیں سناتی، تو یہ بہن اپنے شوہر کے لیے اچھا سوچنے والی نہیں ہے، اپنے شوہر کی بھلائی کے بارے میں خیانت کرنے والی ہے، خیر خواہی کا تقاضہ یہ ہے کہ آپ اپنے شوہر کو بھی دین دار بنانے کی محنت کرو، ان کی زندگی میں دین آجاوے اس کی کوشش کرو۔

اصل قصہ

اب آپ کو ایک قصہ سناتا ہوں، حضرت نبیٔ کریم ﷺ کا مبارک زمانہ ہے، ہجرت کا آٹھواں سال ہے، اُس وقت تک مکہ کافروں کا مرکز تھا، حضرت نبیٔ کریم ﷺ تقریباً دس ہزار صحابہؓ کی جماعت کو لے کر مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔

مکہ مکرمہ کی حرمت

قرآن میں ہے: لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝۱ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝۲

میں اس (مکہ) شہر کی قسم کھاتا ہوں ﴿۱﴾ اور تمھارے لیے اس شہر میں لڑائی حلال ہونے والی ہے۔

(دوسرا ترجمہ) اور تم (ابھی) اس شہر میں اترے ہوئے (یعنی مقیم) ہو (مکہ

شہر پہلے سے ہی بابرکت ہے؛ لیکن حضرت نبئ کریم ﷺ کی اس شہر میں ولادت باسعادت اور پھر آپ ﷺ کے مکہ میں قیام نے مکہ شہر کی برکتوں کو بڑھا دیا۔

(تیسرا ترجمہ) اور تمھارا (قتل) اس شہر والوں (کی نظر میں) حلال (سمجھا جارہا) ہے (یعنی مکہ والوں نے حرم کا بھی لحاظ نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ کے آخری نبی کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا جس کے نتیجہ میں ہجرت کا واقعہ پیش آیا۔ (از تیسیر القرآن)

یہ مکہ شہر جو حرم؛ یعنی احترام والا ہے، اس مکہ میں جس دن حضور ﷺ تشریف لے گئے تو تھوڑے سے وقت کے لیے اس حرمت کو اللہ نے اٹھا کر حضور ﷺ کے لیے حلال کیا تھا، فتحِ مکہ سے پہلے بھی ادب واحترام والا اور اس کے بعد بھی قیامت تک ادب واحترام والا؛ لیکن ایک دن اور اس میں بھی تھوڑے سے وقت کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت نبئ کریم ﷺ کے لیے مکہ کو حلال کیا تھا۔

لیکن جنگ کی نوبت نہیں آئی

حضرت نبئ کریم ﷺ کی کوشش یہ تھی کہ لڑائی نہ ہو، جنگ نہ ہو، اطمینان کے ساتھ مکہ سے کافروں کی حکومت ختم ہو جائے اور مکہ دار الاسلام بن جاوے، اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی مراد پوری فرمائی اور بہت اطمینان سے مکہ فتح ہو گیا۔ جس کا واقعہ تفصیل سے ان شاء اللہ! پیش کیا جاوے گا۔

عام معافی کا اعلان

حضور ﷺ نے عام معافی کا اعلان کر دیا کہ جو میری چچا زاد بہن ام ہانی رضی اللہ عنہا

کے مکان میں داخل ہوجاوے اس کو امن ہے، اس کو ہم قتل نہیں کریں گے، جو حرم میں داخل ہوجاوے اس کو بھی امن ہے، جو لوگ اپنے گھر کے دروازے بند کرلیویں ان کو بھی امن ہے، ہر ایک لیے امن، معافی اور جان بخشنے کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کردیا۔

اس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تو مکہ میں مرد، عورت، بچے، بوڑھے ہر ایک کو قتل کروا دیتے: اس لیے کہ مکہ کی عورتیں بھی ظالمہ تھیں، اللہ کے نبی کے راستے میں کانٹے بچھایا کرتی تھیں، اللہ کے نبی پر کچرا ڈالا کرتی تھیں، نبی کا مذاق اُڑایا کرتی تھیں؛ لیکن حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو معاف کردیا۔

گیارہ مرد اور تین عورتوں کو معافی نہیں

البتہ گیارہ مرد اور چار عورتیں بڑی خطرناک تھیں، ان کے لیے اعلان ہوا کہ ان کو معافی نہیں ہے، ان گیارہ مردوں میں ایک بہت بڑا نام "عکرمہ" ہے، یہ عکرمہ کون ہے؟ اِس امت کے فرعون ابوجہل کا بیٹا ہے، ابوجہل تو بدر کی لڑائی میں مار دیا گیا تھا؛ لیکن اس کا بیٹا عکرمہ، جیسا باپ ویسا بیٹا، ابوجہل بھی اللہ کے نبی کو ستاتا تھا، اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا عکرمہ بھی حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ستاتا تھا۔

ان گیارہ میں سے ایک عکرمہ یمن کی طرف بھاگ گیا

عکرمہ کو پتہ چل گیا کہ میرے لیے معافی نہ ہونے کا اعلان ہو چکا ہے، اگر ایمان لے آتا، توبہ کرلیتا تو معافی ہوجاتی؛ لیکن اس وقت وہ ایمان نہیں لایا اور اپنی جان بچا کر مکہ سے یمن کی طرف بھاگ گیا، یمن جا کر اس کی نیت یہ تھی کہ کشتی میں بیٹھ

کر حبشہ یا کسی دوسرے ملک میں چلا جاؤں، وہ یمن گیا، وہاں سے کشتی کرایہ پر لی، اس میں بیٹھ گیا اور کشتی روانہ ہوگئی۔

سمندر میں طوفان

کشتی دریا میں چل رہی تھی کہ اچانک طوفان آیا، آندھیاں چلنے لگیں اور ایسی حالت ہوگئی کہ وہ کشتی ڈوب جاوے، اس نے کشتی میں بیٹھے بیٹھے پتھر، مٹی اور لکڑی کے اپنے بنائے ہوئے خداؤں کو پکارنا شروع کیا کہ: میری مدد کرو۔

سمندر میں لات وعزّیٰ مدد نہیں کر سکتے

کشتی کے ملاح (کپتان) نے کہا کہ: اس دریا میں پتھر کے خدا: لات اور عزّیٰ تیری مدد نہیں کر سکتے، ایک اللہ کو پکارو وہ مدد کریں گے۔

عکرمہ کی اچھی نیت

عکرمہ بڑا ہوشیار آدمی تھا، سردار کا بیٹا تھا، اس نے سوچا کہ دریا میں لات و عزّیٰ نہیں بچا سکتے اور ایک اللہ ہی بچا سکتے ہیں تو زمین پر بھی ایک اللہ ہی بچا سکتے ہیں اور اللہ ہی حفاظت کر سکتے ہیں، اس نے اپنے دل میں نیت کی کہ اگر میں صحیح سلامت زمین پر پہنچ گیا اور یہ طوفان ختم ہوگیا تو میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤں گا اور شرک وکفر سے توبہ کر کے ایمان قبول کرلوں گا۔

اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہوا، طوفان ختم ہوگیا، کشتی اطمینان سے کنارے پر پہنچ گئی، اِدھر یہ قصہ ہوا۔

ام حکیم رضی اللہ عنہا کا ایمان اور اپنے شوہر کے لیے امان طلب کرنا

اُدھر دوسری طرف اس کی بیوی ام حکیم ۔ جو اس کے سگی چچا کی لڑکی تھی وہ ۔ فتحِ مکہ کے موقع پر ایمان لے آئی، حضرت ام حکیم رضی اللہ عنہا کا جذبہ تو دیکھو! یہی میں آپ کو سنانا چاہتا ہوں، وہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور آکر کہتی ہے کہ: حضور! میرا شوہر عکرمہ ایمان نہیں لایا، وہ جان بچانے کے لیے بھاگ گیا ہے؛ کیوں کہ آپ نے اس کے قتل کرنے کا حکم دیا ہے، میں آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ آپ میرے شوہر کو بھی امان دے دیجیے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عکرمہ کو امان دینا

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم بڑے رحم والے تھے، ایک عورت جو ایمان لائی وہ اپنے شوہر کے لیے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے درخواست کر رہی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی درخواست قبول کر لی اور فرمایا: ٹھیک ہے، تمھارا شوہر عکرمہ کافر ہے؛ لیکن ہم اس کو معاف کر دیتے ہیں۔

بیوی شوہر کی تلاش میں

اس کے بعد ان کی بیوی اپنے شوہر کو تلاش کرنے کے لیے نکلی ۔ مکہ سے یمن دور ہے ۔ بیوی تلاش کرتے کرتے یمن پہنچی، اللہ اکبر!

شوہر اور بیوی کی ملاقات ہو گئی، بیوی ام حکیم رضی اللہ عنہا نے عکرمہ کو کہا کہ: میں تیرے لیے تیری جان بچانے کا پروانہ (certificate) لے کر آئی ہوں، اللہ کے

نبی ﷺ نے تجھے معاف کر دیا ہے۔

حضور ﷺ کی تین خوبیاں

اِس موقع پر حضرت ام حکیم رضی اللہ عنہا نے اپنی زبان سے اپنے شوہر عکرمہ کے سامنے بڑی زبردست بات کہی جس میں حضور ﷺ کی تین خوبیاں بیان کی، ام حکیم رضی اللہ عنہا نے کہا:

جِئْتُكَ مِنْ اَوْصَلِ النَّاسِ، وَاَبَرِّ النَّاسِ، وَخَيْرِ النَّاسِ،لَا تُهْلِكْ نَفْسَكْ،وَقَدِ اسْتَأْمَنْتُ لَكَ مِنْهْ،فَاَمَّنَكَ۔

یعنی میں تیرے لیے ایسے انسان کے پاس سے معافی کا سرٹیفکیٹ لے کر آئی ہوں: ① جو تمام لوگوں میں سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے (یعنی رشتے داروں کے ساتھ تعلق کو جوڑنے) والے ہیں۔

② جو تمام لوگوں میں سب سے زیادہ نیکی کرنے والے ہیں۔

③ جو تمام لوگوں میں سب سے بہتر ہیں۔

قطع رحمی کرنے والی کی شبِ قدر میں بھی مغفرت نہیں ہوتی

میری دینی بہنو! یہ تینوں خوبیاں اپنی زندگی میں اتارو، پہلی خوبی: صلہ رحمی۔ رشتے داروں کے ساتھ اچھا تعلق رکھنا یہ ہمارے دینِ اسلام میں بہت بڑی نیکی کا کام ہے؛ بلکہ جو لوگ رشتے داریوں کو کاٹتے ہیں، رشتے داروں کے ساتھ بات تک نہیں کرتے ایسے لوگوں کی لیلۃ القدر میں بھی مغفرت نہیں ہوتی ہے۔

آئندہ کل سے اخیری عشرہ شروع ہو رہا ہے، کوئی بھی رات شبِ قدر ہو سکتی ہے؛ اس لیے اگر کسی رشتے دار کے ساتھ جھگڑا ہو گیا ہے، بات چیت بند ہے تو پہلی فرصت میں سلام کرلو، بات شروع کر دو، رشتے داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی بہت بڑی فضیلت آئی ہے، تمام رشتے دار خواہ اپنے شوہر کی طرف کے ہوں یا اپنے والدین کی طرف کے ہوں، دونوں طرف کے رشتے داروں کے ساتھ اچھا سلوک اور برتاؤ کرو۔

اپنے اندر نیکی لاؤ

دوسری خوبی: نیکی۔ اپنے اندر نیکی لاؤ، گناہ سے اپنے آپ کو بچاؤ، رمضان کا مبارک مہینہ زندگیوں میں تبدیلی لانے کا مہینہ ہے، آج تک کی زندگی گناہوں میں اور نافرمانی میں گذر گئی، اب رو دھو کر سچی پکی توبہ کر کے اپنی زندگیوں کو بدلو اور گناہ سے نیکی کے راستے پر آجاؤ، اِس کو کہتے ہیں ''أَبَرُّ النَّاسِ''؛ یعنی لوگوں میں سب سے زیادہ نیکی کرنے والے۔ اللہ تعالیٰ مجھے، آپ کو اور پوری دنیا کے اہلِ ایمان کو نیکی والی صفت اپنانے کی توفیق عطا فرماوے، آمین۔

اور تیسری خوبی: خیر الناس؛ یعنی لوگوں میں سب سے اچھے ہیں۔

اس کے بعد حضرت ام حکیم رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر سے کہا کہ: میرے ساتھ مکہ واپس چلو اور حضرت نبی کریم ﷺ کے سامنے حاضر ہو جاؤ اور اپنے شرک و کفر سے توبہ کر لو، ایمان قبول کرلو۔

ایمان کی برکت سے اللہ کا عجیب ڈر

عکرمہ پہلے سے کشتی میں بیٹھے بیٹھے نیت کر چکے تھے، اب بیوی بھی سمجھا رہی ہے؛ اس لیے مان گئے اور پھر مکہ آنے کے لیے روانہ ہو گئے۔

یمن سے مکہ کا راستہ لمبا ہے، کتنے دنوں سے دونوں میاں بیوی الگ الگ تھے، راستے میں عکرمہ نے اپنی بیوی سے کہا کہ: مجھے تمھارے ساتھ اپنی ضرورت پوری کرنی ہے؛ یعنی جماع کرنا ہے۔

حضرت ام حکیم رضی اللہ عنہا کا ایمان دیکھو! سفر میں کوئی اور دیکھنے والا نہیں؛ لیکن صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ: تو کافر ہے اور میں ایمان لا چکی ہوں؛ اس لیے ابھی تو مجھے چھو بھی نہیں سکتا، تو اپنی ضرورت مجھ سے پوری نہیں کر سکتا۔

ایمان اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک صحبت کی برکت سے دل میں اللہ کا کیسا ڈر آ چکا تھا!!!

اللہ تعالیٰ امت کے تمام مسلمان بھائی بہنوں کو اپنا ڈر، اپنا خوف عطا فرماوے، آمین۔

اگر اللہ کا ڈر آ جاوے تو گناہوں سے بچنا آسان ہو جائے

اگر اللہ کا ڈر آ جاوے تو ہر طرح کے ناجائز تعلقات سے بچنا آسان، حرام کاموں سے بچنا آسان، گناہوں سے بچنا آسان، غیر مردوں سے دور رہنا آسان ہو جائے گا۔

عکرمہ آرہے ہیں تم ان کے باپ کو برا مت کہنا

بیوی شوہر کو سمجھا بجھا کر مکہ لے آئی، حضرت نبیٔ کریم ﷺ کو پتہ چل گیا کہ عکرمہ آرہے ہیں تو وہاں جو صحابہ مجلس میں موجود تھے ان کو حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لِأَصْحَابِهِ: يَأْتِيْكُمْ عِكْرَمَةُ بْنُ أَبِي جَهْلٍ مُهَاجِرًا، فَلَا تَسُبُّوْا أَبَاهُ، فَإِنَّ سَبَّ الْمَيِّتِ يُؤْذِيْ الْحَيَّ، وَلَا يَبْلُغُ الْمَيِّتَ۔

دیکھو: عکرمہ ہجرت کر کے ایمان قبول کرنے کے لیے آرہے ہیں، جب وہ آجاوے تو تم اس کے باپ کو گالی مت دینا؛ اس لیے کہ۔ اگرچہ اس کا باپ اِس امت کا فرعون، نبی کا دشمن اور اسلام کا دشمن تھا؛ مگر۔ تم اس کے مرے ہوئے باپ کو گالی دو گے تو اس کے زندہ بیٹے کو تکلیف پہنچے گی اور مرے ہوئے کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

گالی دینا کتنی بری بات ہے؟

اندازہ لگاؤ! ایک مرا ہوا انسان جو کافر تھا، کافروں کا لیڈر تھا، اِس امت کا فرعون تھا، نبی کو ستانے والا تھا اس کو بھی حضور ﷺ نے گالی دینے سے منع فرمایا۔

آج ہم چھوٹی چھوٹی باتوں میں گالیاں تک دیتے ہیں، گندی گندی باتیں بولتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔

اس لیے گالی گلوچ سے اپنے آپ کو بچاؤ، اپنی اولاد کو بچاؤ، اپنی زبان کو کنٹرول میں رکھو۔

اللہ تعالیٰ ہماری ایسی گندی عادت سے حفاظت فرمائے، آمین۔

کافروں کے بتوں کو بھی گالی مت دو؛ ورنہ وہ تمھارے معبود کو گالی دیں گے

اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ قرآن میں فرمایا: وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ (الأنعام: ۱۰۸)

ترجمہ: اور (اے مسلمانو!) جن (بتوں) کی وہ (مشرکین) اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں تم ان کو برا مت کہو؛ ورنہ (کہیں ایسا نہ ہو کہ جہالت سے) بغیر سمجھے ہوئے حد سے آگے بڑھ کر وہ بھی اللہ تعالیٰ کو برا کہنے لگیں۔

یعنی جو کافروں کے بت ہیں، کافروں کے دیوی دیوتا ہیں ان کو بھی گالی مت دو، تم ان کے بتوں کو گالی دوگے تو وہ جہالت کی وجہ سے جواب میں اللہ کو گالی دیں گے اور اللہ کو گالی دینے کا ذریعہ تم بنوگے۔

دوسروں کے ماں باپ کو گالی مت دو؛ ورنہ!!!

اسی طرح دوسروں کے ماں باپ کو برا بھلا مت کہو؛ کیوں کہ سامنے والا تمھارے ماں باپ کو برا بھلا کہے گا اور تم اپنے ماں باپ کے لیے گالی کا ذریعہ بنوگے۔ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کی چیزوں سے منع فرمایا ہے۔

پاکیزہ جذبہ

دینی بہنو! عکرمہ آئے، ایمان قبول کرلیا، اب عکرمہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بن گئے۔

حضرت ام حکیم رضی اللہ عنہا کیسی وفادار، نیک جذبے والی اور خوش نصیب عورت تھیں کہ ان کی بدولت شوہر کو ایمان نصیب ہوا!!!

اللہ تعالیٰ ہماری دینی بہنوں کو ایسے پاکیزہ جذبات عطا فرماوے، جو اپنے شوہر، اپنی اولاد، اپنے خاندان کے لیے دین داری کے آنے کا ذریعہ بنے، ان شاء اللہ! یہ چیز آپ کے لیے جنت کا ذریعہ بنے گی، اللہ کی رضا کا ذریعہ بنے گی، اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے عزت کی دولت سے مالا مال فرمائیں گے۔

معافی مانگنے والا کبھی نیچا نہیں ہوتا

دینی بہنو! رمضان کا مبارک مہینہ ہے، زندگیوں میں کچھ تبدیلی لاؤ، آج تک جس کے ساتھ گالی گلوچ ہوگئی، تعلق توڑ دیا، لڑائی جھگڑا ہو گیا تو معافی مانگ لو، معافی مانگنے والا کبھی نیچا نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ اس کو اونچا مقام عطا فرماتے ہیں، آپ بات چیت، سلام شروع کردو، وہ اگر نہ کرے تو آپ کی ذمے داری ادا ہوگئی، اگر زیادہ بات کرنے میں جھگڑے کا خطرہ ہے تو صرف سلام کردو؛ لیکن دل میں میل، کینہ ہوگا تو لیلۃ القدر میں بھی مغفرت نہیں ہوتی ہے۔

ستر ہزار (70000) مرتبہ کلمۂ طیبہ پڑھنے کی فضیلت

روزوں کا مقصد ''دل میں اللہ کا ڈر آنا'' ہے، یہ آخری عشرہ ہے، روزانہ سحری کے وقت چار آٹھ رکعت تہجد پڑھ کر رو رو کر اللہ سے دعائیں کرو، افطار سے پہلے بھی دس پندرہ منٹ بیٹھ کر دعائیں کرو اور کلمہ طیبہ ''لا الٰہ الا اللہ'' ستر ہزار (۷۰۰۰۰) مرتبہ پورا

کرلو، حدیث میں آتا ہے کہ: جو کلمۂ طیبہ ستر ہزار مرتبہ پڑھ کر اپنے مرحومین کو ایصالِ ثواب کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کر دیتے ہیں۔

اسی طرح ہم اپنے لیے پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے یہاں محفوظ (reserve) کروا دیویں؛ تاکہ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے ہماری مغفرت کر دیوے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو رمضان کی برکت سے اپنی رضا کی دولت سے مالا مال فرما وے، آمین۔

سورۂ اخلاص اور سورۂ کافرون کی فضیلت

اخیر میں ایک سنت ذکر کر دوں: حضرت نبیٔ کریم ﷺ فجر سے پہلے کی دو رکعت سنتِ مؤکدہ میں اور مغرب کے بعد کی دو رکعت سنتِ مؤکدہ میں؛ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ''سورۂ کافرون'' اور دوسری رکعت میں ''الحمد'' کے بعد ''سورۂ اخلاص'' پڑھا کرتے تھے۔

اس کی عادت بنالو، اس کا بہت بڑا فائدہ ہے۔

ترمذی شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ ایک صحابی نے حضرت نبیٔ کریم ﷺ سے پوچھا کہ: میں رات کو سوتے وقت کیا پڑھوں؟

آپ ﷺ نے جو بات ارشاد فرمائی اس کا خلاصہ یہ ہے:

بستر پر پہنچ کر ایک مرتبہ ''سورۂ کافرون'' پڑھو؛ اس لیے کہ اس میں شرک سے براءت ہے۔

نکتہ یہ نکلا کہ اس کی برکت سے ایمان شرک سے پاک ہو جاتا ہے اور ''قل ہو

اللہ احد'' میں ایمان کی تازگی ہے؛ اس لیے اس سنت کو زندہ کرو، اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان کو شرک سے بچائے، ہمارے ایمان کو مضبوط اور تازہ بنا دیوے، ہمارے اس جمع ہونے کو اور کہنے سننے کو قبول فرمائے، اپنی رضا اور اپنی خوشنودی کا ذریعہ بنا دئے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کا

ظہار کا واقعہ

(حصہ:۱)

مختصر تعارف

نام: خولہ۔

نسب: خولہ بنت ثعلبہ بن اصرم بن فہر بن ثعلبہ بن غنم بن عوف الانصاریہؓ۔

زبردست فصاحت و بلاغت کی مالک تھیں۔

خوب سیرتی کے ساتھ خوب صورت بھی تھیں۔

آپ کے شوہر کا نام اوس بن صامت رضی اللہ عنہ تھا، جو کہ مشہور صحابی حضرت عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے واقعے کو قرآنِ کریم میں بیان کر دینے سے ان کی فضیلت اور شرف وعزت میں نہایت اضافہ ہو گیا ہے۔

❁❁❁

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى. اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِىْ تُجَادِلُكَ فِىْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِىْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ① اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔىْ وَلَدْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ② (المجادلۃ)

ترجمہ: (اے نبی!) یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس عورت کی بات سن لی جو اپنے شوہر کے بارے میں تم سے بحث کر رہی تھی اور اللہ تعالیٰ کے سامنے فریاد کر رہی تھی اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کے سوال و جواب (یعنی بات چیت) کو سن رہے تھے، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر بات کو سننے والے، ہر چیز کو دیکھنے والے ہیں ﴿۱﴾ جو لوگ تم میں سے اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں تو (اس کہنے سے) وہ بیویاں (حقیقت میں) ان کی مائیں نہیں ہو جاتیں، ان کی (حقیقی) مائیں وہی عورتیں ہیں جنھوں نے ان کو جنم دیا اور یقیناً وہ (ظہار کرنے والے) بہت بُری اور جھوٹی بات کہتے ہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ تو بہت ہی معاف کرنے والے، بڑے بخشنے والے ہیں (تیسیر القرآن)۔

سورۂ مُجادلہ کی وجہِ تسمیہ اور ایک خوبی

یہ اٹھائیسویں پارے کی آیتیں ہیں، یہاں سے ایک نئی سورت شروع ہوتی ہے جس کا نام ''سورۃُ المُجَادَلَۃ'' ہے۔ مجادلہ کا مطلب ہوتا ہے: بحث و مباحثہ، جھگڑا۔

ایک صحابیہ عورت نے اپنے شوہر کے ساتھ ہوئی لڑائی کے بارے میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے ساتھ بحث ومباحثہ کیا تھا، اللہ تعالیٰ نے اِس سورت میں اُس واقعے کو بیان فرمایا ہے؛ اِس لیے اِس پوری سورت کا نام ''سورۂ مجادلہ'' ہوگیا۔ وجہِ تسمیہ کی یہ ایک حکمت سمجھ میں آتی ہے۔

اِس سورت کی ایک خوبی یہ ہے کہ اس کی تمام کی تمام بائیس (۲۲) آیتوں میں ہر ہر آیت میں اللہ تعالیٰ کا مبارک نام آیا ہے۔

اِس واقعے سے ایک بات یہ سمجھ میں آتی ہے کہ عورت اور اس کے شوہر کے درمیان کچھ بحث ومباحثہ اور جھگڑے کا ہونا یہ پرانی بات ہے اور ایسے جھگڑے کی باتیں عورتیں دوسروں کو بتلاتی بھی ہیں۔

زمانۂ جاہلیت میں عورتوں پر مظالم

اِس واقعے سے پہلے ایک بڑی اہم بات سمجھ لینی چاہیے کہ آپ ﷺ جس زمانے میں نبی بنا کر بھیجے گئے تھے اس وقت عورتوں پر بہت زیادہ ظلم ہوتے تھے، معصوم لڑکیوں کو زندہ زمین میں دفن کر دیتے تھے، ظلم کرنے کے لیے خواہ مخواہ عورتوں کو ایسے ہی چھوڑ دیتے تھے، نکاح کرنے کے بعد نہ اس کا حق ادا کرتے تھے، نہ اس کو خرچ دیتے تھے، نہ اس کے ساتھ سوتے تھے، اس کو ایسے ہی چھوڑے رکھتے تھے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ ایک طلاق دے دی اور عورت کو لٹکائے رکھا، طلاق دینے کے بعد اس کا نکاح ختم بھی نہ کرتے کہ وہ بے چاری دوسری جگہ شادی کر لیوے، نہ اپنی بیوی بنا لیتے کہ شوہر کی خوشی اور سکھ دیکھنے کو ملے، طلاق کی کوئی حد متعین نہ تھی، جتنی

چاہے طلاق دیتے تھے اور پھر رجوع کر لیتے تھے، اور بعض مرتبہ اس سے بھی خطرناک ظلم کرتے تھے اور وہ خطرناک ظلم ''ظِہار'' کی شکل میں ہوتا تھا۔

ظہار کا مطلب

''ظہار'' یہ عربی لفظ ہے۔ عربی زبان میں پیٹھ اور کمر کے حصے کو ''ظَھْرٌ'' کہتے ہیں، اسی سے یہ لفظ ''ظہار'' بنا ہے۔ ظہار کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شوہر اپنی بیوی کو کسی ایسی عورت کے ساتھ جو اس پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہے، جس سے وہ کبھی شادی نہیں کرسکتا، جیسے: ماں، بہن، بیٹی، خالہ، پھوپھی، ان میں سے کسی کے بدن کے ساتھ یا بدن کے کسی ایسے حصے کے ساتھ تشبیہ دیوے جس کی طرف دیکھنا اس مرد کو منع ہو، مثلاً اپنی بیوی کو اپنی ماں یا بہن کی پیٹھ کی طرح بتلا وے اور بیوی کو یوں کہے: تو میرے لیے میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے، میری بہن کی پیٹھ کی طرح ہے، اِس کو شریعت کے قانون (LOW) میں ''ظہار'' کہتے ہیں۔

اُس زمانے میں ظہار کی حیثیت

حضرت نبیٔ کریم ﷺ جس زمانے میں تشریف لائے اس وقت یہ ظہار طلاقِ مغلظہ سے بھی زیادہ سنگین اور خطرناک چیز تھی، اگر کسی مرد نے اپنی بیوی کے ساتھ ظہار کردیا تو اس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام سمجھا جاتا تھا۔ غرض لوگ اس زمانے میں عورتوں پر قسم قسم کے ظلم کرتے تھے، آج بھی ایسے بیوقوف مرد ہیں جو عورتوں پر ظلم کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کے دلوں میں اپنی بیوی کے لیے محبت پیدا فرمائے، حقوق ادا کرنے کا جذبہ پیدا فرمائے، ظلم سے توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

”ظہار“ زبانی ظلم ہے

ایک ظلم تو ہاتھ اور بدن، عمل اور کام سے ہوتا ہے، اور ایک ظلم زبان سے ہوتا ہے، جیسے عورت کو بلا وجہ گالیاں دے رہا ہے، بلا وجہ عورت پر غصے ہو رہا ہے، بلا وجہ جھگڑے کر رہا ہے، بلا وجہ طلاق دے رہا ہے، بلا وجہ ظہار اور لعان کر رہا ہے، یہ سب چیزیں زبانی ظلم ہیں اور اسلام ہر طرح کے ظلم سے منع کرتا ہے۔

ظہار کرنا زبان سے ظلم کرنے کی ایک خطرناک شکل تھی اور اس کے علاوہ بھی غلط طریقے سے عورتوں پر ظلم ہوتے تھے۔

آپ ﷺ کی پیاری تعلیمات میں ہر مصیبت کا علاج ہے

اللہ تعالیٰ نے حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے ذریعے اتنی پیاری تعلیم دی، اتنا پیارا سبق دیا جس کے ذریعے زندگی کے کسی بھی شعبے میں کوئی بھی مصیبت ہو وہ مصیبت ختم ہو جاتی ہے، ظلم مٹ جاتا ہے، عورتوں کو اطمینان سے زندگی گذارنے کا موقع ملتا ہے اور ظلم، مصیبت اور تکلیف سے اس کی حفاظت ہوتی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑی عنایت اور بہت بڑی مہربانی ہے۔

ظہار جاہلیت کے زمانے میں عورت کے لیے ایک بہت بڑا ظلم تھا، اسلام میں ظہار کے لیے جو قانون اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان کیا اس کے ذریعے حقیقت میں اس ظلم کو ختم کیا گیا اور مرد جو غلط بات بولتا تھا اس غلط بات کے بولنے کی اس کو سزا دی گئی؛ تاکہ آئندہ وہ خود کو غلط بات بولنے سے بچاوے۔

بیوی سے محبت کے اظہار میں بھی شریعت کی حد میں رہنا ضروری ہے

ساتھ میں ایک اہم ہدایت مرد، عورت دونوں کے واسطے یہ دی کہ شادی کے بعد کی زندگی میں مرد اور عورت دونوں کو اپنی زبان کی بہت زیادہ حفاظت کرنی چاہیے، کوئی بھی بات بولنے سے پہلے سوچنا چاہیے کہ اس بات کی وجہ سے کوئی بڑا حادثہ نہ ہو جائے، شوہر اپنی بیوی کے ساتھ محبت رکھے اور رکھنی چاہیے؛ لیکن محبت کو ظاہر کرنے کے لیے جب کوئی بات بولے تو بہت احتیاط سے سنبھل سنبھل کر بولے، شریعت کی حد میں رہ کر محبت کی بات بولے۔

ہر ایک سے محبت کا طریقہ الگ ہوتا ہے

یہی چیز دیکھ لو! آپ کے شوہر کو اپنی سگی ماں سے بھی محبت ہوتی ہے؛ لیکن ماں کی محبت اور بیوی کے محبت میں بہت بڑا فرق ہے، اب اگر ایک شوہر محبت کے اندر ڈوب کر اپنی بیوی کو اپنی ماں جیسے الفاظ بول دیوے کہ: تو میری ماں جیسی ہے، تیری پیٹھ میری ماں کی پیٹھ جیسی ہے، تو یہ محبت کے بجائے بہت بڑا نقصان ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ نے محبت کی بھی حد بتلا دی، محبت ظاہر کرنے کا طریقہ بھی سکھلایا۔

بیوی کو اچھے الفاظ سے بلانا چاہیے، خود حضرت نبیٔ کریم ﷺ اپنی چہیتی اور لاڈلی بیوی ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ’’حمیراء‘‘ کہہ کر پکارتے تھے، حمیراء یہ پیار بھرا لفظ ہے، محبت بھرا لفظ ہے؛ لہذا شوہر اپنی بیوی کو محبت سے بلاوے، بیوی شوہر کو

محبت سے بلاوے؛ لیکن جو بات بولے اس میں حد ہے، اگر اس کے بولنے میں قابو نہیں رہا تو محبت ظلم میں بدل جائے گی اور بڑا نقصان ہو جائے گا۔

نبیوں کی زبان پر بیوی کے لیے ادب بھرے الفاظ

قرآنِ کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے:

وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ⑨ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ⑩ (طه)

ترجمہ: اور (اے محمد!) کیا تمھارے پاس موسیٰ (علیہ السلام) کا واقعہ پہنچا؟ ﴿۹﴾ جب ان (موسیٰ) کو (طور پہاڑ پر ایک) آگ نظر آئی تو اپنی بیوی سے کہا کہ: تم یہیں ٹھہرو، میں نے ایک آگ دیکھی ہے، شاید کہ میں اس میں سے تمھارے پاس کوئی شعلہ لے آؤں یا آگ کے پاس مجھے راستے کا پتہ (بتانے والا کوئی) مل جائے ﴿۱۰﴾

اس میں ''امکثوا'' جمع کا صیغہ ہے، اسی طرح ''اٰتیکم'' میں ''کُم'' جمع کی ضمیر ہے۔

اس کی توجیہ حضراتِ مفسرین نے یہ کی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی بیوی کو جمع کے صیغے سے خطاب کر رہے ہیں، جس کا ترجمہ ہماری زبان میں ''آپ'' ہوتا ہے۔

ہم بھی اپنی بیوی کو اس طرح بلاوے: ''آپ یہاں تشریف لائیں''۔

یعنی ''آپ'' کے لفظ سے بلاوے، یا کم از کم ''تم'' کہیں۔

ہمارے یہاں توتوہین کے جتنے بھی الفاظ ہو سکتے ہیں اس کا اول خطاب بیوی سے ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ ہماری زبان کی اصلاح فرمائے، آمین۔

نکاح کے خطبہ میں پڑھی جانے والی آیتوں میں تقوے کی تاکید

ہمارے یہاں جب نکاح ہوتے ہیں تو تین آیتیں پڑھنا سنت ہے اور تینوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم دیا گیا اور ڈرنے میں ایک خاص بات یہ ہے کہ شادی سے پہلے مرد جیسا چاہا ویسا بولا، عورت جیسے چاہے ویسے بولی، اگرچہ اس میں بھی شریعت کے قانون کا لحاظ رکھنا تھا؛ لیکن شادی کے بعد شوہر کو بہت سنبھل سنبھل کر بولنا ہے، اگر بولنے میں ذرا سی بھی غلطی ہوگئی تو پوری زندگی کا نقصان ہوسکتا ہے۔

طلاق کوئی گالی نہیں ہے

طلاق کوئی گالی تھوڑی ہے؟ بعض مردوں نے طلاق کو گالی سمجھ رکھا ہے کہ کسی انسان کے ساتھ جھگڑا ہوتا ہے تو گالی بولتے ہیں؛ اگرچہ یہ منافق کی نشانی ہے، حدیث میں آتا ہے کہ: منافق کی چار نشانیاں ہیں، اس میں ایک نشانی یہ ہے کہ کسی کے ساتھ لڑائی جھگڑا ہوجاوے تو گالی گلوچ کرے، فسق وفجور کی باتیں بولے؛ اس لیے دینی بہنو! ہم کو کسی کے ساتھ جھگڑا ہی نہیں کرنا اور اگر خدانہ خواستہ کسی سے جھگڑا ہوجائے تو گالی گلوچ اور ادھر اُدھر کی باتیں نہیں بولنی چاہیے، سچی بات بولیں۔

بہرحال! جب مرد کسی پرائے مرد سے لڑتا ہے تو گالی بولتا ہے اور بیوی سے لڑتا ہے تو طلاق بولتا ہے؛ گویا۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہ۔ طلاق کو بھی گالی سمجھ لیا، یہ بہت بڑا ظلم ہے، بہت بڑا غلط کام ہے۔ اسلام سے پہلے ایسے بڑے بڑے ظلم ہوا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے حضرت نبیٔ کریم ﷺ کو بھیج کر ایسے ظلم ختم کروائے، عورتوں کو حقوق عطا فرمائے، عورتوں کو عزت کے ساتھ زندگی گزارنے کا مقام عطا فرمایا۔

صاحبِ واقعہ کا نام اور تعارف

اِس آیت میں جس عورت کا قصہ ہے ان کا نام اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان نہیں فرمایا؛ لیکن نام جان لینا ایک فضیلت کی چیز ہے، عزت اور شرافت کی چیز ہے؛ اس لیے کہ ان کا واقعہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمایا ہے، اُس عورت کا نام ''حضرت خولہ رضی اللہ عنہا'' تھا۔ آج کل لوگ بیٹیوں کے نئے نئے نام ڈھونڈتے ہیں اور ایسے ایسے نام ہم کو بتلاتے ہیں جس میں کوئی دم بھی نہیں ہوتا ہے، ایک دم معمولی نام ہوتے ہیں، نئے نام رکھنے ہوں تو صحابیہ عورتوں کے نام رکھو۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے ابّا کا نام ''ثعلبہ'' تھا، انصاریہ عورت تھیں، ان کی شادی حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی۔

مرد کا بھی نیا نام آ گیا، یہ صحابی کا نام ہے، اِس آیت میں ان کا قصہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے، مشہور صحابی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے سگے بھائی ہوتے ہیں۔

خوب صورتی اور مال داری خدا کی بہت بڑی نعمت ہے، اس پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے

روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا خوب صورت تھی؛ لیکن مزاج میں تھوڑا غصہ تھا اور ایسا ہوتا ہے؛ حالاں کہ ایسا کرنا نہیں چاہیے، اللہ تعالیٰ نے خوب صورتی دی ہے، مال دار گھر کی بیٹی بنایا ہے تو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے، اس کی وجہ سے مزاج میں غصہ نہیں لانا چاہیے اور اپنے آپ کو بڑا نہیں سمجھنا چاہیے۔

صورتِ واقعہ

ایک مرتبہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نماز پڑھ رہی تھی، نماز کے درمیان ان کے شوہر حضرت اوس رضی اللہ عنہ کی نظر ان پر پڑی۔ اندازہ ایسا ہے کہ رکوع یا سجدے کی حالت میں بیوی کو انھوں نے پیچھے کی طرف سے دیکھا ہوگا۔ حضرت اوس رضی اللہ عنہ کے دل میں اپنی بیوی کے ساتھ اپنی ضرورت پوری کرنے کا ارادہ پیدا ہوا۔ محبت ایسی چیز ہے کہ کون سی ادا پسند آ جاوے ہم کہہ نہیں سکتے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئی تو انھوں نے اپنی بیوی کو اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے بلایا، حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے انکار کر دیا۔

بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت اوس رضی اللہ عنہ کو کچھ بیماری تھی؛ شاید دماغ کی کمزوری تھی اور دماغ کی کمزوری میں ان کو کبھی کبھی دورہ پڑتا تھا اور اسی حالت میں انھوں نے اپنی بیوی کو بلایا اور بیوی نے انکار کر دیا، اس پر حضرت اوس رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا اور غصے میں انھوں نے اپنی زبان سے بول دیا کہ: تو میرے لیے ایسی ہے جیسی میری ماں کی پیٹھ ہے۔

پھر حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ شرمندہ ہوئے کہ میں نے یہ کیا بول دیا۔

ہمیشہ سوچ سمجھ کر بولنا چاہیے؛ ورنہ بعد میں افسوس ہوتا ہے

عموماً ایسا ہی ہوتا ہے کہ غصے میں میاں بیوی کچھ بول دیتے ہیں، کوئی نامناسب بات ہو جاتی ہے اور بعد میں دونوں کو پچھتاوا ہوتا ہے۔ حضرت اوس رضی اللہ عنہ نے بول تو دیا؛ لیکن ان کو بعد میں بہت افسوس ہوا، اور نہایت شرمندگی ہوئی۔

میاں بیوی کا آپس میں مباحثہ اور معاملہ آپ ﷺ کی خدمت میں

حضرت اوس رضی اللہ عنہ اپنی بیوی خولہ رضی اللہ عنہا سے کہنے لگے کہ: میرے خیال میں مسئلہ ایسا ہے کہ اب تو میرے لیے ہمیشہ حرام ہوگئی ہے۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کہنے لگی: نہیں! اللہ کی قسم! طلاق نہیں ہوئی۔

شوہر کہہ رہے ہیں: تو ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی۔ دونوں میں تکرار ہونے لگی۔

یہ وہ زمانہ تھا جب کہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ دنیا میں موجود تھے، قرآن اتر رہا تھا؛ لہذا حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے سوچا کہ میں نبیٔ کریم ﷺ کے پاس جاؤں اور حضور ﷺ کو پوری بات بتلاؤں؛ تاکہ حضور ﷺ سے مجھے کوئی رہنمائی ملے، فوراً وہ حضور کو پوچھنے کے لیے روانہ ہوگئیں۔

کیسے پاکیزہ جذبے والی وہ عورت تھی کہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی خدمت میں جا کر اپنا معاملہ پیش کر کے شریعت کا حکم معلوم کرتی ہے!!!

شریعت کے مطابق عمل کرنے کا جذبہ اپنے اندر پیدا کرو

اِس سے یہ بات سیکھنے کو ملی کہ اگر ازدواجی زندگی (FAMILY LIFE) میں ایسا کوئی مسئلہ (PROBLEM) ہو جائے تو شریعت کا قانون مسئلے مسائل کے جاننے والوں سے پوچھنا چاہیے۔

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ ہمارا پرائیویٹ معاملہ ہے، اس میں کسی ''مولوی، مفتی'' سے کیا پوچھنا؟ اللہ تعالیٰ ایسے پاگل پنے سے ہماری حفاظت فرماوے، آمین۔

آج ایسا غلط طریقہ چل پڑا ہے کہ شوہر طلاق دے دیتا ہے، پھر بھی میاں بیوی

ساتھ میں رہتے ہیں، بیس بیس، پچیس پچیس برس ساتھ میں رہتے ہیں، کتنا بڑا غلط کام ہے! کیا دل میں اللہ کا ڈر نہیں ہے؟ شریعت کے قانون کا ڈر نہیں ہے؟

کہتے ہیں کہ: طلاق دی، اس کو کسی نے نہیں سنا، کوئی اس وقت موجود نہیں تھا۔

کسی نے نہیں سنا تو اللہ تعالیٰ نے تو سنا ہے، اِس بات کا ڈر نہیں ہے؟

شوہر نے کوئی غلط بات بول دی تو یقیناً وہ ظالم ہے؛ لیکن شریعت کا مسئلہ مسئلہ ہے، کوئی غلطی سے گولی مار دے تو سامنے والا مر جاتا ہے، وہ گولی یہ نہیں دیکھتی کہ بھول سے ماری ہے، اسی طرح طلاق دے دی تو وہ پڑ گئی، چاہے بھول سے دی ہو، چاہے غلطی سے دی ہو۔

لہذا شریعت کے مطابق عمل کرنے کا جذبہ اپنے اندر پیدا کرو کہ اللہ اور رسول کا حکم ہر حال میں پورا کرنا ہے، دنیا کی زندگی بہت معمولی اور چھوٹی سی ہے، اصل آخرت کے جواب کی فکر رکھو۔

اِس لائن کے چند ضروری مسائل

آگے کا واقعہ سننے سے پہلے چند ضروری دینی باتیں بتلانا مناسب سمجھتا ہوں، اِس لائن کے مسئلے مسائل بہت کھل کر پہلے مسجد میں مردوں کے سامنے بیان کر چکا ہوں؛ لیکن شریعت کی کچھ ضروری باتیں جو آپ کے متعلق ہیں وہ بہت احتیاط کے ساتھ آپ کو بھی سنا دیتا ہوں۔

اللہ کی ناراضگی اور پوری رات فرشتوں کی لعنت

بخاری شریف اور مسلم شریف میں ایک حدیث ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں کہ: حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ رَجُلٍ يَدْعُوْ إِمْرَأَتَهُ إِلٰى فِرَاشِهَا فَتَأْبٰى عَلَيْهِ إِلَّا كَانَ الَّذِيْ فِيْ السَّمَاءِ سَاخِطًا عَلَيْهَا حَتّٰى يَرْضٰى عَنْهَا وَفِي رِوَايَةٍ: بَاتَ غَضْبَانَ عَلَيْهَا لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ۔

جب کوئی شوہر اپنی بیوی کو بستر پر اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے بلاوے اور بیوی انکار کردے تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتے ہیں؛ یہاں تک کہ وہ شوہر اس عورت سے راضی ہوجائے۔

ایک حدیث میں یہ آیا ہے کہ: فرشتے اس عورت پر لعنت کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ عورت انکار کرنا چھوڑ دیوے اور شوہر کی بات مان لیوے۔

حدیث میں ''رات'' کا لفظ ہے؛ اس لیے کہ عام طور پر میاں بیوی اپنی ذاتی جسمانی ضروریات رات کو ہی پوری کرتے ہیں۔

لیکن حدیث کے شارحین لکھتے ہیں کہ: مطلب ہے انکار کرنا، چاہے دن میں منع کرے یا رات میں منع کرے، کسی بھی وقت انکار کیا تو اللہ کے فرشتے اس عورت پر لعنت یعنی بددعا کرتے ہیں؛ اس لیے شوہر کا دل چاہے اور وہ جماع کے لیے بلاوے تو انکار نہیں کرنا چاہیے۔

بیوی کے انکار کے سخت نقصانات

① اگر بیوی انکار کرتی ہے تو شوہر دوسرا راستہ سوچنے لگتا ہے؛ یعنی گناہ کا راستہ سوچتا ہے۔

② یہ چیز شوہر کے دل میں نفرت پیدا کرسکتی ہے۔

③ بعض مرتبہ یہ چیز طلاق تک چلی جاتی ہے۔

میرے پاس ایک میاں بیوی کا معاملہ حل (SOLUTION) کے لیے آیا، میں اللہ کو راضی کرنے کی نیت سے بیٹھا، شوہر اپنی بیوی کی شکایتیں کرنے لگا، جتنی بھی شکایتیں تھیں میں نے اس کو سمجھایا کہ اتنی صحیح ہیں اور اتنی غلط ہیں۔

اخیر میں اس نے مجھے کہا کہ: میری بیوی مجھے اپنی ضرورت بھی پوری نہیں کرنے دیتی۔ میں نے کہا کہ: اس شکایت پر میں کوئی تبصرہ (COMMENTS) نہیں کرتا؛ چوں کہ یہ چیز ایسی ہے جو شوہر کے دل میں نفرت پیدا کرسکتی ہے، بعض مرتبہ یہ چیز طلاق تک لے جانے کا ذریعہ بنتی ہے۔

صرف روٹی ہی جلے گی، ہماری زندگی نہیں جلے گی

روایتوں میں تو یہاں تک آیا ہے: عن طلق بن علی رضی الله عنه أن رسولَ الله صلى الله عليه و سلم قال: إِذَا دَعَا الرَّجُلَ زَوْجَتَهُ لِحَاجَتِهِ فَلْتَأْتِهِ وَإِنْ كَانَتْ عَلَى التَّنُّوْرِ. (الترمذي والنسائی)

یعنی اگر عورت چولہے پر روٹی بنارہی ہے اور شوہر کی طرف سے اس کو بلایا گیا تو اس کو چاہیے کہ شوہر کی بات پوری کرے۔

اِس میں یہ ہوسکتا ہے کہ روٹی جل جاوے، کھانا بگڑ جاوے؛ لیکن وہ شوہر کی ضرورت پوری کرے، روٹی ہی تو بگڑے گی؛ لیکن ہماری زندگی نہ بگڑے، شوہر طلاق تک نہ چلا جاوے، پوری زندگی خطرے میں نہ پڑ جاوے، اس کا خاص لحاظ رکھنا چاہیے۔

وہ اعذار جن کی وجہ سے عورت انکار کرسکتی ہے

① ہاں! اگر کوئی شرعی رکاوٹ ہے، مثلاً عورت حیض (m.c) یا نفاس (l.c) کے دنوں میں ہے اور منع کردیوے تو یہ شریعت کی طرف سے حق ہے۔

② اسی طرح اتنی بیمار ہے کہ اس کی طبیعت تیار نہیں ہے تو منع کرسکتی ہے۔

③ دن میں بے موقع بلایا جب خلوت اور جماع بظاہر مشکل ہو، تب بھی انکار کی گنجائش ہے۔

④ رمضان کا مہینہ ہے اور فرض روزہ رکھا ہے اور انکار کردیوے تو کوئی گناہ نہیں ہے، شریعت نے یہ اجازت دی ہے۔

شوہر کے دل میں بیوی کے متعلق نفرت پیدا نہ ہو اس کے لیے شریعت کا اہتمام

سفر سے واپسی پر پہلے سے گھر والوں کو اطلاع

ہماری شریعت تو ایسی پاکیزہ ہے کہ اگر کوئی شوہر گھر سے کہیں گیا ہو اور گھر واپس آرہا ہو تو حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا کہ: اچانک گھر مت پہنچو؛ بلکہ پہلے سے اطلاع دے دو؛ تاکہ بیوی کچھ ٹھیک ٹھاک ہوجاوے، صاف ستھری ہوجاوے۔

عن جابر بن عبدِ الله رضى الله عنهما قال: كُنَّامَعَ رسولِ الله صلى الله عليه و سَلَّمَ فِي غَزَاةٍ فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ ذَهَبْنَا لِنَدْخُلَ فَقَالَ رسولُ الله صلى الله عليه وسلم: أَمْهِلُوْا حَتّٰى نَدْخُلَ

لَيْلًا أَيْ عِشَاءً كَيْ تَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ وَتَسْتَحِدَّ الْمُغِيْبَةُ (البخاری والمسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جہاد میں تھے، جب ہم مدینہ کے قریب پہنچ گئے تو ہم نے اپنے گھروں میں داخل ہونے کی اجازت چاہی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھہر جاؤ! تم رات کو یعنی شام کے وقت داخل ہونا؛ تاکہ پراگندہ بالوں والی عورت کنگھی کرلے اور جس کا شوہر گھر سے غائب تھا وہ زیرِ ناف بالوں کو صاف کرلے۔

پرانے زمانے میں آج کی طرح یہ موبائل، ٹیلی فون سب انتظامات نہیں تھے کہ آنے کی اطلاع دے دی جائے، شوہر سفر سے واپس آرہا ہے تو اچانک گھر پہنچنے سے منع فرمایا، اس کا ایک نقصان یہ ہوسکتا ہے کہ شوہر کے گھر میں نہ ہونے کی وجہ سے بیوی میلی کچیلی ہو، زیب وزینت نہ کی ہو اور شوہر اچانک گھر آگیا اور میلے کپڑوں میں بیوی کو دیکھا تو ہوسکتا ہے کہ شوہر کے دل میں بیوی کے لیے نفرت پیدا ہوجاوے اور یہ چیز ان کے لیے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہ ۔ طلاق کا ذریعہ بن جاوے۔

اندازہ لگاؤ! حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی احتیاط کی بات فرمائی!!!

شوہر کے دل میں بیوی کے بارے میں نفرت پیدا نہ ہو اس کے لیے شریعت کتنا اہتمام کرتی ہے!!!

’’ظہار‘‘ کی وجہ سے عورت ہمیشہ کے لیے حرام سمجھی جاتی تھی

بہر حال! حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نماز پڑھ رہی تھیں، ان کی کوئی ادا پر شوہر کے دل میں ارادہ پیدا ہوا، اپنی بیوی کو بلایا، انھوں نے انکار کر دیا تو اس پر حضرت اوس رضی اللہ عنہ

نے یہ ظہار کے الفاظ بول دیے اور جاہلیت کے زمانہ میں اس طرح کے الفاظ بولنے کی وجہ سے بیوی کو ہمیشہ کے لیے حرام سمجھا جاتا تھا، اب یہ بیوی حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچتی ہے۔

شوہر کا سر دھونا خدمت بھی اور محبت بھی

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر پر تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کا ایک حصہ دھو رہی تھی۔

دیکھو! اندازہ لگاؤ! یہ کوئی مسئلہ نہیں؛ لیکن یہ خدمت بھی ہے، محبت بھی ہے کہ بیوی اپنے شوہر کا سر دھو دیوے، خدمت کی خدمت بھی ہے، محبت اور پیار بھی اس میں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کا دُکھڑا

خود ماں عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک دھو رہی تھی، اتنے میں خولہ رضی اللہ عنہا آئیں اور کہنے لگیں کہ:

اے اللہ کے رسول! میں میرے شوہر اوس رضی اللہ عنہ کے لیے آئی ہوں، انھوں نے میرے ساتھ نکاح کیا جب میں نوجوان تھی، مال دار تھی، خاندان والی تھی، شادی کے بعد انھوں نے میرا مال کھایا۔ بیوی مال دار ہو تو شوہر کو کھلاتی ہے۔ میری جوانی ختم کر دی، میرا خاندان چھوٹ گیا۔

شادی کے بعد اپنے خاندان والوں سے تعلق باقی رکھنا چاہیے

بعض مرتبہ سسرال جانے کے بعد لڑکی سسرال کی ایسی ہو جاتی ہے کہ اپنے

خاندان کو بھی بالکل چھوڑ دیتی ہے، یہ بھی غلط عادت ہے، خاندان والوں کے ساتھ، ماں باپ کے ساتھ، بھائی بہن کے ساتھ، چچا، نانا، ماموں کے ساتھ تعلق رکھنا چاہیے، ہاں! اپنے سسرال کی وجہ سے کم ہو جاوے تو کوئی حرج نہیں؛ لیکن بالکل ختم نہ ہو۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ: حضور! میں جوان سے بوڑھی ہوگئی، اب میرے شوہر نے میرے ساتھ ظہار کیا اور ظہار کرنے بعد وہ پچھتا رہے ہیں، بتلائیے! کیا میں اور میرا شوہر پھر سے جمع ہو سکتے ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب اور حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کی حالت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ظہار والے معاملے میں اللہ تعالیٰ نے کوئی حکم نہیں اتارا ہے اور میرا خیال یہ ہے کہ تو اپنے شوہر کے لیے حرام ہوگئی، اب تم دونوں نہیں مل سکتے۔

جب حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زبان سے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے یہ جواب سنا تو سنتے ہی وہ رونے لگی، شکوہ شکایت کرنے لگی، کبھی حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی بات کہتی اور یوں کہتی: اے اللہ کے رسول! میرے شوہر نے مجھے طلاق نہیں دی ہے؛ بلکہ صرف ظہار کیا ہے، پھر حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے آسمان کی طرف منہ اٹھایا اور کہنے لگیں: اے میرے اللہ! اب میں کیا کروں؟ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، اگر باپ کو دے دوں تو برباد ہو جائیں گے اور باپ کو بچے نہ دوں تو میں عورت ذات کہاں سے بچوں کو کھلاؤں گی؟ روتی رہی، سر پر ہاتھ مارتی رہی۔

ایک عجیب حکمت کی بات

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس عورت کی بات اطمینان سے سنتے رہے اور یہ بھی فلسفہ ہے،

حکمت ہے کہ کوئی اپنی فریاد سناوے، دکھڑے سناوے، غم کی بات سناوے تو سن لینا چاہیے، اِس سے سامنے والے کا دکھ اور غم ہلکا ہو جاتا ہے۔

بعض روایتوں میں آتا ہے کہ وہ کہنے لگی: أَللّٰهُمَّ أَشْكُو بَثِّي إِلَيْكَ۔ اے اللہ! میں آپ کی بارگاہ میں فریاد کرتی ہوں اور یوں کہا: اے اللہ! اپنے نبی کی مبارک زبان سے میری پریشانی کو آسان کر دیجیے۔

بعض روایتوں میں ایک عجیب بات بھی آئی ہے کہ: جب حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کو یوں فرمایا کہ: اللہ نے تیرے بارے میں کوئی چیز نہیں اتاری ہے تو اس عورت نے غم میں جواب دیا کہ: حضور! آپ پر ہر چیز کا حکم اترتا ہے میرے بارے میں کیا ہوا کہ کوئی وحی آپ پر نہیں آئی؟

اِس طرح کی باتیں عورتیں غصے میں بے قابو ہو کر بولتی ہیں، پھر بھی حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے اطمینان کے ساتھ ان کی بات سن لی، اللہ اکبر!

شوہر کی شکایت؛ لیکن آہستہ آواز سے

دینی بہنو! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: میں حضور ﷺ کے بالکل قریب تھی؛ لیکن میں نے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کی پوری بات نہیں سنی، تھوڑی سنی اور تھوڑی نہ سن سکی۔

اِس سے اندازہ لگاؤ کہ! حضرت خولہ رضی اللہ عنہا حضور کے پاس اپنے شوہر کی شکایت کرنے گئی ہے؛ لیکن اتنا آہستہ آہستہ بول رہی ہے کہ ماں عائشہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کا سر مبارک دھو رہی ہیں، اتنی قریب ہے پھر بھی ماں عائشہ رضی اللہ عنہا کو آواز سنائی نہیں دی؛ حالاں

کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی عورت تھی، وہاں آواز میں پردے کی کوئی بات نہیں تھی۔

عورتوں کے لیے اہم سبق اور نصیحت

اِس میں عورتوں کے لیے ایک بہت بڑی نصیحت ہے کہ فریاد اور شکایت کرتے وقت آواز بہت اونچی نہیں ہونی چاہیے، ہر حال میں آواز دھیمی رکھنی چاہیے، شریعت نے عورت کی آواز میں بھی پردہ رکھا ہے۔

آج تو ہماری بہنیں بچوں کو ڈانٹتی ہیں تو وہ بھی محلے میں سنائی دیتا ہے، شوہر بیوی میں ''تو تو، میں میں'' ہوتی ہے تو اڑوس پڑوس اور محلے میں آواز سنائی دیتی ہے، یہ بہت غلط طریقہ ہے، حضرت خولہ رضی اللہ عنہا سے یہ ادب سیکھو۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت

آگے اللہ کی قدرت سنو! اللہ تعالیٰ کیسی زبردست قدرت اور طاقت والے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اتنی قریب ہیں؛ مگر ان کو آواز سنائی نہیں دی؛ لیکن میرے اللہ نے ان کی بات سن لی، اللہ تعالیٰ نے ان کی فریاد سن لی اور فوراً حضرت جبریل علیہ السلام کو قرآن کی آیت لے کر بھیجا:

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝۱

ترجمہ: (اے نبی!) یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی جو اپنے شوہر کے بارے میں تم سے بحث کررہی تھی اور اللہ تعالیٰ کے سامنے فریاد کررہی

تھی اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کے سوال وجواب (یعنی بات چیت) کو سن رہے تھے، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر بات کو سننے والے، ہر چیز کو دیکھنے والے ہیں۔ (تیسیر القرآن)

دعا کی قبولیت اور قیامت تک کے لیے آسانی

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر لی اور قیامت تک آنے والی عورتوں کے لیے آسانی ہوگئی۔

میری دینی بہنو! اپنی خوش نصیبی پر جتنا بھی شکرادا کرو وہ کم ہے، ایک شوہر بیوی کا معاملہ ہوا، اللہ تعالیٰ نے ان کی برکت سے قیامت تک آنے والی عورتوں کے لیے آسانی کردی اور ایک دم آسان قانون قرآن میں نازل فرمادیا۔

نزولِ وحی اور اس کی کیفیت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: جب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کا دوسرا حصہ دھونے لگی تو حضرت خولہ رضی اللہ عنہا بولی کہ: اے اللہ کے رسول! میں آپ پر قربان جاؤں، میرے معاملے میں غور کیجیے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: اب میں حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے سامنے بولی کہ: اے خولہ! اپنی بات بند کر، بحث کرنا بند کر، کیا تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک چہرے کو دیکھتی نہیں ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک چہرے پر تجھے وحی اور قرآن اترنے کے آثار نظر نہیں آرہے ہیں؟

اس لیے کہ جب قرآن اترتا تھا تو حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا چہرۂ مبارک بدل

جاتا تھا، کبھی کبھی تو ایسی حالت ہو جاتی تھی جیسے کہ نیند جیسی حالت ہو، کبھی ایسی حالت ہوتی تھی کہ سخت ٹھنڈی میں پورے چہرے پر پسینہ آجاتا تھا۔

صرف منہ سے بولنے سے کوئی ماں نہیں بن جایا کرتی

جب وحی کا اترنا بند ہو گیا تو حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا: تمھارے شوہر کو بلاؤ، میں ان کو سنا دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں سے کیا حکم آیا ہے؟ چناں چہ کہا کہ: جاؤ! شوہر کو کہو کہ: اللہ تعالیٰ نے آسانی کر دی کہ ظہار کرنے کی وجہ سے بیوی ہمیشہ حرام نہیں ہوگی، طلاق بھی نہیں ہوگی اور شوہر نے جو غلط بات بولی کہ اپنی بیوی کو اپنی ماں جیسا کہہ دیا، صرف منہ سے بولنے سے کوئی ماں نہیں بن جایا کرتی؛ اس لیے کہ ماں وہ ہوتی ہے جس کے پیٹ سے وہ پیدا ہوا: اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ وَلَدْنَهُمْ ؕ

ترجمہ: ان کی (حقیقی) مائیں وہی عورتیں ہیں جنھوں نے ان کو جنم دیا۔

آج دنیا میں بہت سارے لوگ دوسری عورتوں کو بھی ''ماں، ماں'' کہتے رہتے ہیں، اس سے کوئی حقیقت میں ماں نہیں بن جایا کرتی، یہ شریعت کا قانون ہے۔

بیوی جو سگی ماں نہیں ہے اس کو ماں بولنا ایک منکر اور نامناسب بات ہے؛ لہٰذا انھوں نے جو غلط بات بولی تھی اس کی سزا یہ ہے کہ کفارہ دینا پڑے گا اور کفارے یہ ہے کہ: ایک غلام کو آزاد کر دیوے۔

ظہار کے مختلف کفارے

غلام کو آزاد کرنا کوئی آسان نہیں تھا، پیسوں کے ذریعے ایک انسان کو خریدنا

اور اس کو آزاد کرنا یہ بڑا کام تھا؛ اس لیے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ: اے اللہ کے رسول! میرے شوہر تو غریب آدمی ہے، اس میں غلام آزاد کرنے کی طاقت نہیں ہے۔

اندازہ لگاؤ کہ! ایک عورت کے دل میں شوہر کی کتنی محبت ہوتی ہے کہ شوہر نے غلط بات بول دی تو بھی وہ اپنے شوہر کی سفارش کرتی ہے، حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے دل میں اپنے شوہر کے معاملے میں کیسا محبت کا جذبہ ہے!!!

حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے شوہر کو کہو: دو مہینے کے لگا تار روزے رکھے۔ سزا تو بھگتنی پڑے گی، بیوی کو غلط بات بولی ہے، ایسے ویسے تو معاف نہیں ہوگا۔

اللہ اکبر! حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے دل میں اپنے شوہر کی بھلائی کا کیسا جذبہ ہے! اگر ہر بیوی کے دل میں اپنے شوہر کے لیے ایسا جذبہ آجاوے تو کبھی ازدواجی زندگی میں لڑائی جھگڑا نہ ہو۔

کہتی ہیں کہ: اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! میرے شوہر تو بہت بوڑھے ہیں، روزہ رکھنے کی طاقت نہیں ہے، کہاں وہ دو مہینے لگا تار روزے رکھ سکیں گے؟

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کا

ظہار کا واقعہ

(حصہ:۲)

اقتباس

میاں بیوی کی اِزدواجی زندگی میں مسائل کھڑے ہوجاویں تو اس آیت میں پہلے اس کے تین علاج بتائے گئے: (۱) نصیحت کرنا۔ (۲) بستر الگ کرنا۔

(۳) بہت نرمی کے ساتھ، تنبیہ کے انداز میں معمولی ہاتھ چلانا۔

اس کے بعد بھی مسئلہ حل نہ ہوسکے تو آگے فرمایا:

وَاِنۡ خِفۡتُمۡ شِقَاقَ بَيۡنِهِمَا فَابۡعَثُوۡا حَكَمًا مِّنۡ اَهۡلِهٖ وَحَكَمًا مِّنۡ اَهۡلِهَا ۚ اِنۡ يُّرِيۡدَاۤ اِصۡلَاحًا يُّوَفِّـقِ اللّٰهُ بَيۡنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيۡمًا خَبِيۡرًا ۝۳۵

قرآن میں ''حَکَم'' کا لفظ ہے، یعنی: [۱] جھگڑوں میں فیصلہ کرنے کی صلاحیت ہو۔ [۲] علم ہو۔ [۳] دیانت دار ہو۔ [۴] سب سے بڑی اور اہم بات یہ ہے کہ حَکَم کی نیت اور جذبات اچھے ہوں۔ آج تکلیف یہ ہے کہ جن لوگوں کو خاندان میں سے بلایا جاتا ہے پہلے سے ہی ضد والی نیت لے کر آتے ہیں کہ شوہر بیوی کو الگ کرکے رہیں گے اور ہماری بیٹی کو یا بہن کو گھر لا کر رکھیں گے، ایسی غلط نیت لے کر آتے ہیں تو برکت نہیں ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: اصلاح اور جوڑ کی نیت سے آوے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کی مدد کریں گے، میاں بیوی کے جھگڑوں کو ختم کروا دیں گے اور دونوں کے خاندان میں ۔ اِنْ شاءَاللہ ۔ جوڑ ہوجائے گا۔

ازدواجی زندگی میں رطب ویابس چلتا رہتا ہے، اس کی اصلاح کی یہ چار تدبیریں بتائی گئی؛ البتہ کوئی شخص ان چاروں باتوں پر عمل نہ کرے اور سیدھا طلاق ہی دے ڈالے تو واقع ہوجائے گی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى.اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ٥بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ٥

اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔيْ وَلَدْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۞۲ وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۞۳ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ؕ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۞۴ (المجادلۃ)

ترجمہ: جو لوگ تم میں سے اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں (مثلاً بیوی کو کہے: تو میرے لیے ماں کی طرح ہے) تو (اس کہنے سے) وہ بیویاں (حقیقت میں) ان کی مائیں نہیں ہوجاتیں، ان کی (حقیقی) مائیں وہی عورتیں ہیں جنھوں نے ان کو جنم دیا اور یقیناً وہ (ظہار کرنے والے) بہت بُری اور جھوٹی بات کہتے ہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ تو بہت ہی معاف کرنے والے، بڑے بخشنے والے ہیں ﴿۲﴾ اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں پھر وہ اپنی کہی ہوئی بات سے رجوع کرنا چاہتے ہوں تو ان کے ذمے ایک غلام کو آزاد کرنا (ضروری) ہے اس سے پہلے کہ وہ دونوں (میاں بیوی) آپس میں ایک دوسرے کو ہاتھ لگاویں، اس (کفارے کے حکم) سے تم کو نصیحت کی جارہی ہے اور جو کام بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کی پوری خبر رکھتے ہیں ﴿۳﴾ پھر جس کو (غلام

یا باندی) نہ ملے تو اس کے ذمے دو مہینے کے لگاتار روزے ہیں اس سے پہلے کہ وہ دونوں (میاں بیوی) آپس میں ایک دوسرے کو ہاتھ لگاویں، پھر جس شخص کو روزے کی بھی طاقت نہ ہو تو اس کے ذمے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے، یہ (حکم) اس لیے (دیا جا رہا) ہے تاکہ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور یہ (احکام) اللہ تعالیٰ کی (مقرر کی ہوئی) حدیں ہیں اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے (تیسیر القرآن)

گذشتہ سے جاری بیان

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ چل رہا تھا، بات یہاں تک پہنچی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں سے آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کو شریعت کا مسئلہ بتلایا اور پوری بات ان کو سمجھائی، اس میں ایک بات یہ کہی کہ: اپنے شوہر سے کہو کہ: ایک غلام آزاد کرے، حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کہنے لگی کہ: اے اللہ کے رسول! میرے شوہر تو غریب آدمی ہے۔

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ان سے کہو کہ دو مہینے لگاتار روزے رکھے، تو حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ کی قسم! وہ تو بہت بوڑھے ہیں، روزے رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے ہیں۔

پھر حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: تم اپنے شوہر کو کہو کہ: ایک وسق کھجور ساٹھ مسکینوں کو کھلا دیوے، تو حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کہنے لگی کہ: میرے شوہر غریب ہے، ان کے لیے یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ وہ ایک وسق کھجور ساٹھ مسکینوں کو کھلا وے۔

نوٹ: ایک وسق کا حجازی صاع کے حساب سے جدید وزن ۱۲۵ر کلو، ۱۷۱ر ۹ر

گرام، ۲۰۰ رملی گرام ہوتا ہے اور عراقی صاع کے حساب سے ۱۸۸ رکلو، ۹۵۶ ر گرام، ۸۰۰ رملی گرام ہوتا ہے۔

آپ ﷺ کی عجیب رحمت

حضرت نبیٔ کریم ﷺ کتنے مہربان تھے، اللہ کے یہاں سے جو قانون آیا، جو کفارے کا حکم آیا اس کو بھی بتلا رہے ہیں اور اس کفارے کو ادا کرنے کے لیے مدد بھی کر رہے ہیں، کتنی بڑی مہربانی کہ حضرت اوس رضی اللہ عنہ کی زبان سے ایک بات غلط نکل گئی تھی، اس غلط بات کی جو سزا بھگتنی طے پائی تو اس پر بھی خود حضرت نبیٔ کریم ﷺ مدد فرما رہے ہیں، جب ان کی بیوی نے کہا: حضور! ان میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ ساٹھ مسکینوں کو ایک وسق کھجور دیوے تو حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: کوئی بات نہیں، ایک عرق کے برابر کھجور میں ان کو دوں گا؛ لیکن جو کفارہ ہے وہ تو دینا ہی پڑے گا۔

نوٹ: ایک عرق کا حجازی صاع کے حساب سے جدید وزن ۶۲ رکلو، ۹۴۳ ر گرام، ۶۰۹ رملی گرام ہوتا ہے اور عراقی صاع کے حساب سے ۹۴ رکلو، ۴۸۷ ر گرام، ۴۰۰ رملی گرام ہوتا ہے۔ (از: اوزان ومساحت مولانا اسماعیل صاحب کاپودروی)

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کی محبت کا جذبہ پھر جوش میں آیا اور کہنے لگی کہ: ایک عرق کھجور آپ دیں گے اور ایک عرق کھجور میں خود دوں گی اور میرے شوہر کو کفارہ ادا کرنے میں مدد کروں گی۔ حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: تم نے بہت اچھا کیا۔

پریشان حال شوہر پر خرچ کرنا بھی صدقہ ہے

دیکھو! کتنی پیاری بات فرمائی کہ شوہر بے چارہ کمزور ہے، کفارہ ادا نہیں کرسکتا

تو خود بیوی ان کی مدد کر رہی ہے، حضرت نبیٔ کریم ﷺ ان کی مدد کر رہے ہیں، اِس واقعے میں حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے جب شکایت کی تھی وہ الفاظ آپ نے سنے، اس میں ایک بات یہ بھی کہی تھی کہ: انھوں نے میرا مال کھایا۔ اندازہ یہ ہو رہا ہے کہ حضرت اوس رضی اللہ عنہ مالی اعتبار سے کمزور تھے تو بیوی اپنی طرف سے اپنے شوہر پر بھی خرچ کرتی تھی۔

میری دینی بہنو! کبھی ایسا موقع ہو کہ شوہر پریشانی میں ہو اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو مال و دولت والا بنایا ہے تو آپ بھی شوہر کی ضرورت پورا کرنے میں مدد کرو، اللہ تعالیٰ اس پر آپ کو صدقہ کرنے کا ثواب عطا کریں گے، یہ بھی صدقے کی ایک قسم ہے۔

ہماری شریعت تو اتنی اچھی ہے کہ کوئی شوہر اپنی بیوی کو ضروری خرچہ دیتا ہے اس میں بھی اچھی نیت کرے گا تو اللہ تعالیٰ شوہر کو بھی صدقہ کرنے کا ثواب عطا کریں گے۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: جاؤ! اتنی کھجوریں ان کی طرف سے صدقہ کردو۔

اِس سے وکالت کا مسئلہ بھی ثابت ہو جاتا ہے، اس طرح کسی کو وکیل اور نائب بنانا جائز ہے۔

شوہر کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید

پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ: اپنے چچا کے لڑکے یعنی اپنے شوہر سے اچھا برتاؤ کرتے رہنا۔

اندازہ یہ ہے کہ حضرت اوس رضی اللہ عنہ اور حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے درمیان رشتے داری بھی ہوگی، جیسا کہ ہمارے یہاں ہوتا ہے کہ چچا کے لڑکے کے ساتھ شادی ہوگئی تو وہ شوہر بھی ہے اور چچا زاد بھائی بھی ہے، ماموں کے لڑکے سے شادی ہوگئی تو وہ ماموں

زاد بھائی بھی ہے، ساتھ میں شوہر بھی ہے۔

خود حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے شوہر کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تاکید فرمائی اور اس طرح دونوں کی زندگی پھر سے خوش وخرم اور مزے کے ساتھ گزرنے لگی۔

جب نااتفاقی ہوجائے تو ایک دوسرے سے معافی مانگ لیوے

دینی بہنو! اِس آیتِ کریمہ میں ایک جملہ ہے ﴿وَإِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے، بڑے بخشنے والے ہیں، اِس سے پہلے مضمون ہے ﴿وَإِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا﴾ یعنی جو لوگ اپنی زبان سے بری بات بول دیوے، جھوٹ بات بول دیوے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے تو اللہ تعالیٰ ان کے گناہ کو معاف کر دیتے ہیں، تو اسی طرح میاں بیوی کے درمیان گرما گرمی، بول چال ہوتی رہتی ہے، شوہر بیوی سے معافی مانگ لیوے اور بیوی شوہر سے معافی مانگ لیوے، تو اللہ تعالیٰ ان کو زندگی میں بڑی خوشیوں سے مالا مال فرمائیں گے۔

ندامت اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے

پھر آیت میں ایک لفظ ہے ﴿ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا﴾ اِس ''يَعُوْدُوْنَ'' کا مشہور ترجمہ تو سب کو معلوم ہے؛ لیکن ایک ترجمہ ہے ''يندمون'' یعنی اپنی بولی ہوئی بات پر ان کو ندامت ہوئی، شرمندگی ہوئی تو یہ چیز اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے، اللہ تعالیٰ اس سے بہت خوش ہوتے ہیں؛ اس لیے میری دینی بہنو! کبھی کوئی غلط بات زبان سے نکل جائے تو سچے دل سے ندامت کے ساتھ شوہر سے معافی مانگ لو، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لو اللہ سبحانہ وتعالیٰ معاف کر دیں گے، شوہر کی طرف سے بھی معافی ہوجائے گی

اور آپ کی زندگی بڑی خوشی والی ہو جائے گی۔

ایک علمی نکتہ

آیت میں ایک اور لفظ ہے ﴿مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّتَمَآسَّا﴾ یعنی دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کو ہاتھ لگاوے؛ یعنی پھر سے میاں بیوی والا تعلق شروع کرے اس سے پہلے ان کو کفارہ ادا کرنا ہے۔

اِس آیت میں ''یَتَمَآسَّا'' کا لفظ استعمال ہوا، قرآن میں دوسری جگہ پر بھی اس طرح کی تعبیر آئی ہے، ''مَسّ'' جس کو ہماری زبان میں چھونا (ہاتھ لگانا) کہتے ہیں، اِس لفظ سے ایک علمی نکتہ نکلتا ہے کہ شریعت اس معاملے میں ہمیں یہ تاکید کرتی ہے کہ کوئی پرایا مرد کسی عورت کو، کوئی عورت کسی پرائے مرد کو شہوت کے ساتھ ہاتھ نہ لگائے، یہی چیز گناہ کا ذریعہ بن سکتی ہے، اسی طرح گناہ شروع ہوتے ہیں، اِس سے بھی اپنے آپ کو بچانے کی بہت سخت ضرورت ہے، شریعت ہم کو دور دور سے بھی گناہوں سے بچانے کا اہتمام کرتی ہے۔

اس واقعے سے حاصل ہونے والے فوائد

اِس واقعے سے اور بھی بہت ساری نصیحتیں ہم کو حاصل ہوتی ہیں:

اپنے حق کے لیے بحث ومباحثہ کرنا جائز ہے

ایک بات یہ سیکھنے کو ملی کہ حق اور سچائی کو ظاہر کرنے کے لیے حق کے ارادے سے پورے اخلاص کے ساتھ بحث ومباحثہ کرنا جائز ہے، دیکھو! حضرت خولہ رضی اللہ عنہا حق

کی بنیاد پر حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تھی، اس سے معلوم ہوا کہ اپنا حق حاصل کرنے کے لیے شریعت کی حد میں رہ کر بحث ومباحثہ کرنا جائز ہے۔

میاں بیوی کے درمیان نا اتفاقی کا قرآنی حل

دوسری ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ اگر شوہر کے ساتھ کچھ نا اتفاقی ہو جائے تو اس کو پہلے آپس میں حل کرنا چاہیے اور اگر گھر میں حل نہیں ہوسکتا تو ذمے داروں کے پاس اور خاندان کے بڑے لوگوں کے پاس اور جو لوگ اس معاملے کو حل کر سکتے ہیں ان کے پاس جا کر اپنے جھگڑوں کو حل کروانا چاہیے، خود قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف ہماری رہنمائی فرمائی:

وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیًّا كَبِیْرًا ۝۳۴ (النساء)

ترجمہ: اور جن عورتوں کی شرارت کا تم کو ڈر ہو تو تم ان (عورتوں) کو (پہلے) نصیحت کرو اور (اس سے کام نہ چلے تو) تم ان کو بستروں میں تنہا چھوڑ دو (یعنی مکان چھوڑ کر نہ چلے جاؤ؛ بلکہ بستر الگ کر دو) اور (اس سے بھی اصلاح نہ ہو تو) تم ان کو مارو، پھر اگر وہ تمھاری بات ماننے لگیں تو ان کے خلاف کارروائی کا کوئی راستہ تلاش نہ کرو، یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کے اوپر، سب سے بڑے ہیں۔ (از تیسیر القرآن)

نوٹ: مارنے میں ان باتوں کا لحاظ ضروری ہے: ① بدن پر نشان نہ پڑے۔ ② ہڈی نہ ٹوٹے۔ ③ زخم نہ ہو۔ ④ چہرے پر نہ مارے۔

مزید تفصیلات کے لیے بندہ کے ''پرسنل لاء'' والے خطبات ضرور دیکھیں۔

میاں بیوی کی اِزدواجی زندگی میں مسائل کھڑے ہوجاویں تو اس آیت میں پہلے اس کے تین علاج بتائے گئے:

① نصیحت کرنا۔ ② بستر الگ کرنا۔

③ بہت نرمی کے ساتھ، تنبیہ کے انداز میں معمولی ہاتھ چلانا۔

اس کے بعد بھی مسئلہ حل نہ ہو سکے تو آگے فرمایا:

وَاِنۡ خِفۡتُمۡ شِقَاقَ بَيۡنِهِمَا فَابۡعَثُوۡا حَكَمًا مِّنۡ اَهۡلِهٖ وَحَكَمًا مِّنۡ اَهۡلِهَا ۚ اِنۡ يُّرِيۡدَاۤ اِصۡلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيۡنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيۡمًا خَبِيۡرًا ﴿۳۵﴾

ترجمہ: اور اگر تم کو ان دونوں (یعنی میاں بیوی) کے درمیان آپس میں کش مکش بڑھ جانے کا ڈر ہے تو ایک انصاف کرنے والا، مرد کے گھر والوں میں سے اور ایک انصاف کرنے والا عورت کے گھر والوں میں سے (منتخب کر کے) بھیجو، اگر وہ دونوں (سچے دل سے) اصلاح کا ارادہ کرلیں گے تو اللہ تعالیٰ ان دونوں (میاں بیوی) کے درمیان موافقت (یعنی جوڑ) کردیں گے (اچھی نیت پر اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ جوڑ ہوجاوے گا) یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑے جاننے والے، بڑے خبر رکھنے والے ہیں۔

قرآن میں ''حَکَم'' کا لفظ ہے، یعنی:

① جھگڑوں میں فیصلہ کرنے کی صلاحیت ہو۔ ② علم ہو۔ ③ دیانت دار ہو۔

④ سب سے بڑی اور اہم بات یہ ہے کہ حَکَم کی نیت اور جذبات اچھے ہوں۔

قرآن میں یہ حَکَم کے لیے فرمایا گیا یعنی شوہر کے خاندان میں سے ایک ذمے

دار آدمی آجاوے اور بیوی کے خاندان سے ایک ذمے دار سمجھ دار آدمی آجاوے، وہ دونوں بیٹھ کر میاں بیوی کی بات سن کر اس کا حل نکالنے کی کوشش کرے، ان دونوں ذمے داروں کی نیت اصلاح کی ہونی چاہیے، دونوں کے درمیان جوڑ کرانے کی نیت ہونی چاہیے تو اللہ تعالیٰ جوڑ کا کوئی راستہ بنا دیں گے۔

آج تکلیف یہ ہے کہ جن لوگوں کو خاندان میں سے بلایا جاتا ہے پہلے سے ہی ضد والی نیت لے کر آتے ہیں کہ شوہر بیوی کو الگ کر کے رہیں گے اور ہماری بیٹی کو یا بہن کو گھر لا کر رکھیں گے، ایسی غلط نیت لے کر آتے ہیں تو برکت نہیں ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: اصلاح اور جوڑ کی نیت سے آوے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کی مدد کریں گے، میاں بیوی کے جھگڑوں کو ختم کروا دیں گے اور دونوں کے خاندان میں۔ إِنْ شاءَاللہ۔ جوڑ ہو جائے گا۔

ازدواجی زندگی میں رطب و یابس چلتا رہتا ہے، اس کی اصلاح کی یہ چار تدبیریں بتائی گئی؛ البتہ کوئی شخص ان چاروں باتوں پر عمل نہ کرے اور سیدھا طلاق ہی دے ڈالے تو واقع ہو جائے گی۔ (از تیسیر القرآن)

ضرورت کے موقع پر عورت گھر سے باہر نکل سکتی ہے

تیسری ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ ضرورت کے موقع پر عورت گھر سے باہر نکل سکتی ہے، جیسا کہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئی، لہٰذا اگر کوئی دینی ضرورت ہے، تعلیم میں جانا ہے، جماعت میں جانا ہے، مدرسے میں جانا ہے، مسئلہ پوچھنے کے لیے جانا ہے یا یہ کہ کوئی دنیوی ضرورت ہے، مثلاً بیمار ہے یا اپنے

ماں باپ سے ملنے جانا ہے تو ایسے موقع پر گھر سے نکل سکتی ہے؛ لیکن مکمل پردے کے اہتمام کے ساتھ نکلے، شرعی مسائل کی رعایت کے ساتھ جاوے۔

مجبوری کی وجہ سے غیر محرم سے ضروری بات کرسکتی ہے

اس سے ایک بات یہ بھی سیکھنے کو ملی کہ ایسی ضرورت کے موقع پر کسی غیر محرم سے مجبوری کے درجے میں ضروری بات چیت بھی کرسکتی ہے، جیسے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی؛ لیکن اس میں شریعت کے قانون کا لحاظ رہے:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۳۲﴾ (الأحزاب)

ترجمہ: اے نبی کی عورتو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔

(نوٹ: آیت میں جو حکم ہے وہ تمام مسلمان عورتوں کے لیے عام ہے؛ لیکن امہات المومنین کو اس حکم پر عمل خصوصی اہتمام کے ساتھ کرنا ہے)

اگر تم (اللہ تعالیٰ سے) ڈرتی ہو (امہات المومنین میں تقویٰ کا ہونا یہ ایک ظاہری بات ہے؛ لیکن یہ یاددہانی کرانی ہے کہ تمھاری فضیلت کی بنیاد تقویٰ ہے جس کا ہمیشہ لحاظ رہے) تو تم نزاکت (یعنی لچک) کے ساتھ بات نہ کیا کرو، سو (اس کی وجہ سے) جس کے دل میں روگ ہوتا ہے (منافقوں کے دلوں کے اندر ناپاک شہوت ہوتی ہی تھی؛ لیکن اگر کوئی مخلص ایمان والے کا دل حرام شہوت کی طرف مائل ہوا تو وہ بھی نفاق کا ایک شعبہ ہے اور دل کا ایک گناہ ہے) وہ لالچ کرنے لگے گا اور بھلائی والی باتیں تم کہا کرو۔

یعنی ایسی پھیکی بات جس میں نرمی نہ ہو، نزاکت نہ ہو، چوں کہ نزاکت والی بات سے سننے والے کے دل میں غلط شہوت پیدا ہوتی ہے؛ اس لیے عفت اور پاک دامنی کے قانون کے مطابق اُکھڑے ہوئے انداز میں بات کریں؛ تاکہ سامنے والے کے دل میں کوئی گندی لالچ پیدا نہ ہو۔ ظاہر بات ہے کہ ایسی نزاکت والی نرم بات امہات المومنین کر ہی نہیں سکتی (ان کو سنا کر اُمّت کی عام عورتوں کو خاص تاکید ہے)

اس لیے عورت کی آواز میں جو ایک عام فطری، طبعی نرمی اور مٹھاس ہوتی ہے ایسے لہجے سے اجنبی مردوں کے سامنے ہرگز نہ بولیں؛ لیکن اتنا ضرور لحاظ رکھیں کہ سامنے والے کو اذیت اور تکلیف پہنچے اس انداز سے بھی کوئی عورت کسی مرد سے بات نہ کرے، یہ بداخلاقی ہے) (تیسیر القرآن)

نیز ضرورت سے زیادہ بات نہ کرے، صرف کام کی مقدار میں بات کرے، جیسے کہ ڈاکٹر کے پاس گئے تو صرف اپنی بیماری کی بات کرے، اس سے زیادہ بات نہ کرے، نرم و نازک لہجے میں بات نہ کرے، ذرا اکھڑے ہوئے لہجے میں بات کرے، اس کا بھی خصوصی لحاظ رہنا چاہیے، بہتر تو یہ ہے کہ ایسے موقع پر بھی محرم مرد کے ساتھ ہی گھر سے باہر جاوے اور اگر شرعی سفر ہو تو مسئلے کے اعتبار سے بھی محرم کا ہونا ضروری ہے۔

مصیبت کے موقع پر اللہ ہی سے شکایت کرنی چاہیے

ایک بات یہ بھی سیکھنے کو ملی کہ چاہے کوئی بھی تکلیف پیش آئے دنیا میں کسی اور کو کہنے کے بجائے پہلے اللہ کی بارگاہ میں دعا کرنی چاہیے، اللہ کے دربار میں شکایت کرنی چاہیے، یہاں پر بھی وہ عورت حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی خدمت میں آئی اور اللہ کی بارگاہ

میں فریاد کررہی ہے" وتشتکی الی اللّٰہ " اللہ کی بارگاہ میں شکایت کررہی ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا قصہ قرآن میں موجود ہے:

قَالَ اِنَّمَآ اَشۡكُوۡا بَثِّىۡ وَحُزۡنِىۡۤ اِلَى اللّٰهِ (یوسف: ۸۶)

ترجمہ: (یعقوب علیہ السلام نے) کہا: میں اپنے رنج وغم کی فریاد صرف اللہ تعالیٰ ہی کے سامنے کرتا ہوں۔

اس لیے دینی بہنو! زندگی میں کوئی مصیبت کا موقع آئے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرنا چاہیے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی ضرورت کو ضرور پورا فرماتے ہیں، ان کی مشکلات کو اللہ تعالیٰ دور فرماتے ہیں۔

مسئلہ کا حل جاننے والوں سے ہی حاصل کرنا چاہیے

اِس واقعے سے ایک بات یہ بھی سیکھنے کو ملی کہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا اپنے ماں باپ یا اپنے بھائی یا اپنے کسی رشتے دار کے پاس فریاد کرنے نہیں گئیں؛ بلکہ سیدھی حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں؛ لہٰذا جو علم والے ہوں، اللہ والے ہوں ان کی خدمت میں جا کر اپنے مسائل کا حل ڈھونڈنا چاہیے، قرآن میں بھی ہے:

فَسۡـَٔلُوۡۤا اَهۡلَ الذِّكۡرِ اِنۡ كُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۝۴۳ (النحل)

ترجمہ: اگر تم کو خبر نہیں ہے تو جو علم والے ہیں ان سے پوچھ لو۔

یعنی تم اگر جانتے نہیں ہو تو جاننے والوں سے پوچھو، جن کے پاس علم ہے، سمجھ کا نور ہے، تقویٰ کا نور ہے ان کو اپنی مصیبت، تکلیف بتا کر ان سے رہنمائی حاصل کرو، ان سے مشورہ کرو تو – إن شاءَ اللّٰہ – اللہ تعالیٰ تمھارے کام کو آسان فرما دیں گے۔

گناہ یا دنیوی مفاد کے لیے شوہر پر دباؤ ڈالنا مناسب نہیں

اِس سے پہلے جو سورۂ تحریم والا واقعہ گذرا تھا، اس میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ کا اپنی بعض ازواج کے ساتھ ایک معاملہ ہوا تو اُس واقعے کے اندر ایک نصیحت یہ بھی تھی کہ کسی طرح بھی اپنے شوہر کے اوپر دباؤ کا ماحول بنانا مناسب نہیں ہے، اگر کوئی دین کی بات ہے، شریعت کی بات ہے، اس میں تم اچھے طریقے سے، شریعت کی حد میں رہ کر دباؤ ڈالو تو اچھی بات ہے، جیسے شوہر کو نمازی بنانے کے لیے، شوہر کو ڈاڑھی رکھوانے کے لیے، اسلامی لباس پہنانے کے لیے اچھے انداز سے دباؤ ڈالو تو یہ کسی درجے میں مناسب بھی ہے؛ لیکن اپنے دنیوی مطالبے پورے کرانے کے لیے اور شوہر کو شریعت کے خلاف کام کروانے کے لیے دباؤ ڈالنا یہ ہرگز ہرگز مناسب نہیں ہے۔

شریعت کی جامعیت: سزا میں بھی غریبوں کا فائدہ

اللہ تعالیٰ کا احسان مانو کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو ایسا دین عطا فرمایا کہ اس کے اندر کفارہ اور سزائیں جو رکھی گئیں اُس میں بھی غریبوں کا فائدہ ہے، جیسے اِس قصے میں آپ نے سن لیا کہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے اور حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ایک ایک عرق کھجور سے مدد کی اور غریبوں کو تقسیم کرنے کے لیے فرما دیا، اتنا پیارا ہمارا مذہب ہے اور اتنا پیارا ہمارا دین ہے کہ اس میں سزاؤں میں بھی غریب کا فائدہ سامنے رکھا گیا:

روزے کا کفارہ ہے تو غریب کو کھلاؤ، غریب کو کپڑے پہناؤ۔

ظہار کا کفارہ ہے تو غریبوں کو کھجور تقسیم کرو، اناج تقسیم کرو، کھانا کھلاؤ۔ کتنا پیارا

مذہب ہے کہ سزا کی سزا ہے، ساتھ ساتھ میں غریبوں اور مسکینوں کا فائدہ ہے۔

روزے والے کفارے میں نفس کی اصلاح

جہاں روزے آتے ہیں، جیسے قسم میں روزے کا بھی حکم ہے، ظہار میں بھی پہلے روزے رکھنے کا حکم آیا تو روزے کے ذریعے اپنے نفس کی اصلاح ہے؛ اس لیے کہ جب آدمی روزے رکھتا ہے تو نفس کمزور ہوتا ہے، نفس کی شہوت ٹوٹتی ہے، اتنا پیارا ہمارا دین ہے کہ سزا اگر روزے کی ہے تو بدن کا فائدہ اور اگر مال والی سزا ہے تو اس میں غریبوں کا فائدہ۔

غلام اور باندی جس زمانے میں آزاد کیے جاتے تھے۔ ہوسکتا ہے قیامت سے پہلے ایسا زمانہ پھر سے آجائے۔ تو اس کفارے میں دیکھو! غلام باندی آزاد ہو رہے ہیں، انسان آزاد ہو رہے ہیں، انسانوں پر رحم ہو رہا ہے، کتنا پیارا ہمارا مذہب ہے!!!

اللہ تعالیٰ ہم سب کو مذہبِ اسلام پر یقین عطا فرمائے اور زندگی کی آخری گھڑی تک ایمان، اسلام، دین پر قائم فرمائے اور دنیا و آخرت میں ایمان والوں میں، اسلام والوں میں اللہ تعالیٰ ہمارا شمار فرمائے، کامل ایمان، کامل اسلام والوں میں قیامت کے دن ہمارا حشر و نشر فرمائے، اپنے فضل سے ہم سب کو اللہ جنت الفردوس عطا فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

عورتوں کے
بناؤ سنگار کے مسائل

اس بیان کے چندہ جواہر پارے

ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ: امت کے آخری دور میں تین قسم کے خطرناک عذاب آئیں گے:

① زمین میں دھنسا دیا جانا۔

② شکل وصورت کا بدل جانا۔

③ پتھروں کی بارش کا ہونا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ بات سنی تو عرض کیا کہ: اے اللہ کے رسول! کیا اس وقت نیک لوگ دنیا میں نہیں ہوں گے؟ حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نیک لوگ اس وقت موجود ہوں گے؛ لیکن اللہ کی نافرمانی جب ہونے لگے گی تو اللہ کے نیک بندے موجود ہونے کے باوجود بھی اللہ کا عذاب آئے گا۔

اسی طرح ایک حدیث میں یہ مضمون بھی آیا ہے کہ جب گانے والیاں بڑھ جائیں گی، اس زمانے میں بھی اللہ کی طرف سے خطرناک عذاب آئے گا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى.اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِيْ الْحِلْيَةِ وَهُوْ فِيْ الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ.(الزخرف:۱۸)

ترجمہ:اور کیا وہ (لڑکی) جو زیوروں میں پرورش پاتی ہے اور جو بحث ومباحثہ میں (عادتاً) اپنی بات صاف طور پر بتا بھی نہیں سکتی ﴿۱۸﴾

آج جمعہ کا دن ہے، پھر بھی یہ مجلس رکھی گئی ہے، اللہ تعالیٰ ہمارے اس جمع ہونے کو قبول فرمائے، اپنی رضا اور خوشنودی کا ذریعہ بنائے، کچھ سولات یہاں پہنچے ہیں ان کے جوابات بھی دینے ہیں؛ لیکن اس سے پہلے کچھ ضروری مسائل آپ کے سامنے پیش کر دیتا ہوں؛ اس لیے کہ بعض مسائل ایسے ہیں کہ جن کی بار بار ضرورت پیش آتی ہے، اللہ تعالیٰ اپنے دین کے احکام پر ہم سب کو صحیح سمجھ کر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

دین کے متعلق ہر مؤمن کی تین ذمے داریاں ہیں:

① صحیح دین سیکھنا۔ ②اس پر عمل کرنا۔

③ دوسروں کو پہنچانا۔

زمین میں زلزلہ کب آتا ہے؟

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب امت میں بے حیائی، بے شرمی اور فحش کام ظاہر ہونے لگیں گے تو پھر اللہ تعالیٰ زلزلہ کا عذاب امت پر بھیجیں گے۔

آخری دور میں تین قسم کے خطرناک عذاب

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا کہ: امت کے آخری دور میں تین قسم کے خطرناک عذاب آئیں گے:

① زمین میں دھنسا دیا جانا۔ ② شکل وصورت کا بدل جانا۔

③ پتھروں کی بارش کا ہونا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ بات سنی تو عرض کیا کہ: اے اللہ کے رسول! کیا اس وقت نیک لوگ دنیا میں نہیں ہوں گے؟ حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نیک لوگ اس وقت موجود ہوں گے؛ لیکن اللہ کی نافرمانی جب ہونے لگے گی تو اللہ کے نیک بندے موجود ہونے کے باوجود بھی اللہ کا عذاب آئے گا۔

اسی طرح ایک حدیث میں یہ مضمون بھی آیا ہے کہ جب گانے والیاں بڑھ جائیں گی، اس زمانے میں بھی اللہ کی طرف سے خطرناک عذاب آئے گا۔

جسم اللہ تعالیٰ کی امانت ہے

دینی بہنو! اللہ تعالیٰ نے ہم کو یہ جو بدن دیا ہے وہ اللہ کی امانت ہے، ہم اس بدن کو جس طرح چاہیں استعمال نہیں کر سکتے، جس طرح چاہیں اس کی زیب وزینت، اور نمائش نہیں کر سکتے۔

خودکشی حرام ہے

اس لیے جب کوئی مسلمان عورت یا مرد خودکشی کرے تو اللہ کے یہاں ہمیشہ

کے لیے اس کے لیے جہنم کی آگ ہے، اس سے بھی معلوم ہوا کہ ہمارے اس بدن میں ہم جس طرح چاہیں تصرف بھی نہیں کر سکتے ہیں۔

عورت شریعت کی حد میں رہ کر زینت اختیار کرے

عورت کی ذات میں فطری اور طبعی طور پر زینت کی محبت رکھی ہوئی ہے، ہماری شریعت اتنی پاکیزہ ہے کہ وہ زینت کرنے سے عورتوں کو منع نہیں کرتی؛ لیکن اس کے لیے حد (Border) بتائی ہے۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی پاک بیوی حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو عورت اپنے شوہر کے علاوہ کسی دوسرے کے لیے زینت اختیار کرے اس کی مثال قیامت کے دن ایک اندھیرے کی طرح ہے۔

قیامت کے دن کا جو اندھیرا ہوگا اس میں ذرہ برابر روشنی نہیں ہوگی۔

اِس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ بہنوں کے لیے زینت کرنا جائز ہے؛ لیکن شریعت میں اس کی حد یہ ہے کہ وہ اپنے شوہر کے لیے زینت اختیار کرے، ہماری بہنیں شوہر کے سامنے میلی کچیلی رہیں گی، گھر میں خادمہ اور نوکرانی کی طرح رہیں گی، بدن سے لہسن، پیاز، ادرک کی بدبو آتی ہوگی اور جب گھر سے باہر جانا ہو تو زیب و زینت، بناؤ سنگھار کے ساتھ جاویں گی، یہ غلط طریقہ ہے، گھر میں شوہر کے سامنے زینت سے رہو، جب بھی وہ گھر سے باہر جاوے تو تمھاری یاد اس کو ستاوے اور جلدی وہ لوٹ کر گھر واپس آجاوے، اور تم جب بھی گھر سے باہر نکلو تو ایسی سادگی سے اسلامی پردہ کے ساتھ کہ کوئی تم کو نظر اٹھا کر نہ دیکھے۔

بیوٹی پارلر جانا جائز نہیں ہے

آج کل بیوٹی پارلروں میں جانے کا رواج بڑھ رہا ہے، بیوٹی پارلر میں قسم قسم کے نقصانات ہیں، اس میں جو بیوٹیشین ہوتا ہے اگر وہ مرد ہے تو اس کے پاس جانا اور اس سے زینت کروانا شریعت میں ناجائز اور حرام ہے؛ اس لیے کہ عورت کا پورا بدن ستر؛ یعنی چھپانے کی چیز ہے، عورت کے لیے سر سے پیر تک ہر عضو کو پرائے مرد سے چھپانا ضروری ہے، اور اگر بیوٹیشین عورت ہے، اور وہ مسلمان نہیں ہے تو اس سے بھی زیب و زینت کروانا جائز نہیں، اور اگر وہ عورت مسلمان ہے تو جائز طریقے سے شریعت کی حد میں رہ کر زینت کروانے کی اجازت ہے۔

نیز اس میں کام کرنے والی جو عورتیں ہوتی ہیں وہ آزاد زندگی (Free life) گزارنے والی ہوتی ہیں، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ناراض کرنے والی ہوتی ہیں، ان کی ذہنیت اور سوچ غیروں کی طرح ہوتی ہے اور جو عورت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ناراض کرنے والی ہو، اس سے زینت کروانا اور اپنے بدن پر اس کو ہاتھ لگانے دینا یہ ایمانی غیرت کے بالکل خلاف ہے۔

اسی طرح بیوٹی پارلر میں کام کرنے والی جو عورتیں ہوتی ہیں عامۃً ان کا ایک شوہر نہیں ہوا کرتا اور جو عورت اس طرح کی ہو کہ ایک شوہر کو خوش کر کے ازدواجی حدود میں رہ کر زندگی گزارنے کا اس کا مزاج نہیں ہے، وہ آپ کو ہرگز ایسا تیار نہیں کر سکتی جس سے آپ کے شوہر کا دل خوش ہو جائے؛ اس لیے اگر بیوٹی پارلر میں کام کرنے والی عورتیں بھی ہوں تو بھی ان کی آزاد زندگی کو دیکھ کر ان کے پاس جانا ایمانی غیرت کے خلاف ہے۔

میک اپ میں استعمال ہونے والی چیزوں کے جسمانی نقصانات

میک اپ کرنے اور سجانے کے لیے جو پاؤڈر یا کریم یا تیل استعمال کیا جاتا ہے اس میں ایسے خطرناک کیمیکل ہوتے ہیں کہ وہ آپ کے بالوں کو بہت جلد خراب کردیتے ہیں، اس سے آپ کے بال دھیرے دھیرے گرنے لگتے ہیں، چمڑی کی اصل خوب صورتی آہستہ آہستہ کمزور ہوجاتی ہے، ایسی خطرناک کیمیکل والی دوائیں اپنی چمڑی اور بالوں پر استعمال کروانا یہ بھی تندرستی کے لحاظ سے ہرگز مناسب نہیں ہے۔

بیوٹی پارلر میں مالی نقصانات

اس میں جو فیس ادا کرنی ہوتی ہے یقیناً وہ فضول خرچی اور اسراف میں داخل ہوتی ہے، جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے اور مال والی نعمت کی ناقدری ہے، اگر اتنے پیسے ہم بچا کر کسی غریب کو دے دیں تو ان شاء اللہ! اس کا بہت بڑا اجر اور ثواب ملے گا۔

زینت میں اسراف کے نقصانات

آج کل ہماری بہت ساری بہنوں کو فیشن والے کپڑے اور موبائل اور میک اپ میں فضول خرچی کی عادت ہوگئی ہے، جس کی وجہ سے باپ پر پیسوں کے لیے دباؤ ڈالتی ہیں، شادی کے بعد شوہر کے لیے بوجھ بن جاتی ہیں اور اس کی وجہ سے جھگڑے وجود میں آتے ہیں؛ بلکہ بعض مرتبہ اپنے اخراجات پورے کرنے کے لیے دوسرے گناہوں کا راستہ اپنانے لگتی ہیں۔

اسی طرح ان چیزوں میں زیادہ مشغولی نماز، تلاوت، ذکر وغیرہ سے محرومی کا

ذریعہ ہے؛ اس لیے ایسی بری عادت زندگی میں نہ آنے دیویں، شریعت نے آپ کو اجازت دی ہے کہ آپ اپنے آپ کو اچھا رکھو، اچھی طرح اپنے آپ کو سنوارو اور خاص کر اپنے شوہر کا دل خوش کرنے کے لیے اپنے آپ کو اچھا بناؤ۔

ایک مسئلہ

بہشتی زیور میں ''حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ'' نے مسئلہ لکھا ہے کہ: اگر کوئی عورت میلی کچیلی رہتی ہے اور شوہر کو نفرت ہوتی ہے، پھر شوہر اس کو حکم کرے کہ بن ٹھن کر رہو، بناؤ سنگھار سے رہو، تو اس وقت شوہر کی بات ماننا عورت کے لیے ضروری ہے، اگر اس وقت عورت شوہر کی بات نہ مانے تو ایسی صورت میں شوہر کو مارنے کی بھی اجازت ہے۔

اِس مسئلہ سے آپ اندازہ لگاؤ کہ شوہر کے سامنے تمھارا اچھا رہنا کتنی اچھی اور پسندیدہ بات ہے؛ لیکن بہت زیادہ اپنے آپ کو ٹِپ ٹاپ اور میک اپ میں رکھنا اور ہر وقت اسی میں آپ کا دھیان رہے اور اسی میں آپ کا خیال رہے یہ بھی اچھی بات نہیں ہے؛ اس لیے کہ ایک ایمان والی عورت کی زندگی بہت قیمتی ہے کہ اپنے اوقات میں وہ نماز، ذکر، اور قرآن کی تلاوت کرے، اللہ کی عبادت کرے؛ یعنی نیک کاموں میں اپنے اوقات زیادہ لگائے، حاصل یہ ہے کہ ہر وقت زینت ہی کے پیچھے اپنے آپ کو لگانا بھی شریعت کی نظر میں پسند نہیں۔

بال کٹوانا شریعت کی رو سے جائز نہیں

بہنو! بہت سارے ضروری مسائل میں ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ بہت ساری

عورتیں اپنے سر کے بال کٹواتی ہیں، چاہے بال زیادہ کٹائیں چاہے سیٹنگ کے لیے تھوڑے تھوڑے کٹائیں، اس طرح بال کٹوانا چاہے سامنے سے ہو یا آس پاس سے، یا پیچھے سے، کسی طرح شریعت میں جائز نہیں ہے، اگر شوہر بال کٹوانے کا حکم کرے تب بھی شوہر کی بات ماننا جائز نہیں ہے، شریعت میں قانون ہے: لَاطَاعَةَ لمخلوقٍ في معصية الخالق. یعنی جس میں اللہ کی نافرمانی ہوتی ہو ایسی بات میں کسی مخلوق کی بات نہ مانی جائے، چاہے شوہر ہو چاہے باپ ہو، شریعت کے قانون کے خلاف ان کی بات کو مت مانو؛ اس لیے کہ اللہ کا حکم پہلے اور شوہر کا حکم بعد میں ہے۔

بے پردہ باہر نکلنا

اگر شوہر تم کو حکم کرے کہ تم بغیر پردے کے باہر جاؤ تب بھی اس کی بات مت مانو، آج کل بہت ساری عورتیں اپنے شوہر کے ساتھ تفریح کے لیے یا کسی ضرورت سے باہر نکلتی ہیں اور وہ بن ٹھن کر نکلتی ہیں، یہ غلط بات ہے، خاص کر دو پہیے والی گاڑی، بائک پر شوہر کے ساتھ بیٹھ کر جاوے، اس میں پیچھے وہ عورت ہو، بال ہوا میں اڑ رہے ہوں اور بیٹھنے کا انداز بھی بے حیائی والا ہو، یہ سب غلط کام ہیں، شریعت میں ایسے کاموں کو پسند نہیں کیا گیا ہے، ہمارے محترم یوسف بھائی گودھراوالے ثم بارڈولی والے (خلیفۂ مجاز حضرت شیخ قمر الزماں الہ آبادی دامت برکاتہم) فرماتے ہیں کہ: وہ جو بندری کی طرح چمٹ کر جاتی ہے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ گاڑی پر کیسے قابو ہوتا ہے۔

یہ بیٹھنے کا انداز بھی نہایت بے حیائی والا ہے، ایسی حرکت گناہ کا کام ہے، اس سے بچنا بہت ضروری ہے۔

مردوں جیسے کپڑے

اسی طرح ہماری بہت ساری بہنوں کو مردوں جیسے کپڑے پہننے کا شوق ہوتا ہے، اس کے متعلق بخاری شریف میں حدیث ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے ان مردوں پر جو عورتوں جیسی مشابہت اختیار کریں اور لعنت ہے ان عورتوں پر جو مردوں جیسی مشابہت اختیار کریں۔

اس لیے دینی بہنو! مردوں جیسا لباس، مردوں جیسی اسٹائل اختیار مت کرو، حدیث شریف میں اس پر لعنت آئی ہے۔

ایک واقعہ

آج تو عورتوں کے کپڑے ہی ایسے ہو گئے ہیں کہ مرد اور عورت میں فرق ہی کرنا دشوار ہو گیا ہے، ہمارے جامعہ ڈابھیل کے ایک مخلص بھولے بھالے اللہ والے مدرس کا واقعہ ہے، وہ مرولی ریلوے اسٹیشن پر تھے، ٹرین آنے میں تاخیر ہو رہی تھی، وہ سمجھے کہ پتہ نہیں میں جلدی آ گیا یا ٹرین زیادہ تاخیر سے آ رہی ہے، وہاں ایک نوجوان جیسا نظر آیا، مولانا مدظلہ نے اس کے قریب جا کر بھولے پن سے سادگی میں سوال کیا: بھائی! گھڑی میں کتنا وقت ہوا؟ تو اس نوجون جیسی شکل والی نے ناراضگی کے لہجے میں کہا کہ: نظر نہیں آتا کہ میں لڑکی ہوں؟

عورتوں نے آج یہ جو جینس، ٹی شرٹ وغیرہ لباس اپنائے ہیں وہ کیسے ہیں کہ پتہ ہی نہیں چلتا کہ مرد ہیں یا عورت؟ فرق کرنا دشوار ہو گیا ہے۔

ایک نصیحت بھرا لطیفہ

اردو میں ایک محاورہ ہے ''دامن داغدار ہونا''، کسی کی عزت اور پاک دامنی پر آنچ آوے تو کہتے ہیں ''دامن پر دھبہ لگ گیا، دامن داغدار ہو گیا اور نصیحت کے طور پر کہتے ہیں: اپنے دامن کو داغدار مت بناؤ، دامن پر دھبہ مت لگنے دو۔

میرے استاذِ محترم شیخ الحدیث حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری دامت برکاتہم فرماتے ہیں: آج تو دامن ہی نہیں رہا کہ دامن داغدار ہو۔

اس لیے کہ آج کل عورتوں میں ٹی شرٹ میں دامن ہوتا ہی نہیں، خاص کر جوان بہنوں میں، اس طرح بے حیائی والے لباس سے اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے، آمین۔

بے بی کٹ بال فیشن آگ کا انگارہ ہے

اسی طرح یہ مسئلہ بھی سمجھ لو! ہماری بہت ساری بہنیں اپنے خود کے اور اپنی لڑکیوں کے بال بے بی کٹ رکھتی ہیں، یہ بھی جائز نہیں ہے۔

ایک خاص نصیحت

سمجھ لو! آپ بچپن سے چھوٹی چھوٹی اولاد کو دین کا عادی بناؤ، بچپن سے ان کی فیشن والی زندگی کی عادت ڈالنا آگے چل کر بڑا خطرناک ہوگا، دیکھو! آگ کا انگارہ اگر کوئی بڑا آدمی پکڑے گا تو بھی اس کا ہاتھ جلے گا اور چھوٹا بچہ پکڑے گا تو اس کا ہاتھ بھی جلے گا، یہ فیشن اور مغربی تہذیب والی زندگی آگ کا انگارہ ہے، اگر چھوٹی بچیاں اس کو

ہاتھ میں لیں گی تو وہ ان کی حیا اور شرم کو جلا کر خاک بنا دے گا۔

اپنی چھوٹی بچیوں کے بال، کپڑے فیشن والے ہرگز ٹھیک نہیں ہیں؛ اس لیے ''بچہ بچہ'' کہہ کر بات کو بھول مت جاؤ، غلط چیز چلنے مت دو، بچوں کو بھی بچپن ہی سے شریعت کے احکام پر عمل کا عادی بناؤ۔

قدرتی بال کو سنوارنا جائز ہے

ہاں! اتنی بات ضرور ہے کہ اللہ نے آپ کو جو قدرتی بال دیے ہیں، آپ ان بالوں کو شوہر کو خوش کرنے کے لیے اچھے انداز میں ٹھیک ٹھاک رکھو، اس میں تیل ڈالو، سر کے بال میں تیل ڈالنا نبیٔ کریم ﷺ کی سنت ہے اور تیل لگانا بال اور دماغ کے لیے فائدہ مند بھی ہے۔

بس! اتنی بات ملحوظ رہے کہ فاسقہ عورتوں کے ساتھ مشابہت نہ ہونے پائے، فلمی عورتیں اور مغربی عورتوں کی نقل نہ اتاری جائے، ضروری دینی کام میں خلل نہ آئے، اور نیت شوہر کا دل خوش کرنا ہو، اس کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔

آئی برو (i bro) کروانا جائز نہیں ہے

اسی طرح ہماری بہت ساری بہنوں کو آئی برو کروانے کا شوق ہوتا ہے، آئی برو میں یہ ہوتا ہے کہ آنکھوں کے اوپر جو بھنویں ہیں اس کے بال اکھاڑے جاتے ہیں، کاٹے جاتے ہیں اور پھر بالوں کی لکیر بنائی جاتی ہے، اس کو پتلا کیا جاتا ہے، دھار دار بنا دیا جاتا ہے، اور اس پر قسم قسم کے رنگ لگائے جاتے ہیں، اس طرح آئی برو کروانا ہماری شریعت میں ہرگز جائز نہیں ہے، اس قسم کی عورتوں پر بخاری شریف کی ایک

حدیث میں لعنت آئی ہے، چاہے شوہر کو خوش کرنا ہو، چاہے دلہن کو سنوارنا ہو۔

عورت داڑھی کے بال نکال سکتی ہے

دوسری بات یہ بھی سمجھ لو کہ بعض مرتبہ بہت سی عورتوں کو داڑھی کے بال نکل آتے ہیں تو اس کو کسی پاؤڈر یا Cream سے صاف کر دینا چاہیے، اسی طرح ہونٹوں پر اگر بال نکل آئیں تو اس کو بھی صاف کر دینا بہتر ہے۔

مصنوعی بالوں کو اصل بالوں کے ساتھ ملانا جائز نہیں

ایک اور اہم مسئلہ جان لو! عورت کے بدن کے قدرتی بالوں کے ساتھ بناوٹی بالوں کو ملانا شریعت میں بالکل جائز نہیں ہے، چاہے وہ بناوٹی بال مرد کے ہوں یا عورت کے ہوں، یہ ایک قسم کا دھوکہ ہے کہ بناوٹی بال اصل بال کے ساتھ ملا کر دھوکہ میں ڈالنا چاہتی ہے، عام طور پر بناوٹی بال جوڑنے میں نیت یہ ہوتی ہے کہ بال لمبے نظر آئیں۔

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث جو بخاری شریف اور مسلم شریف میں موجود ہے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ کی لعنت ہے اس عورت پر جو اپنے بالوں کے ساتھ کسی دوسرے کے بال ملا دے۔

اسی طرح جو عورت کسی دوسری عورت کو کہے: تو میرے بال کے ساتھ دوسرے بال ملا دے تو اس ملانے والی عورت پر بھی اللہ کی لعنت ہے؛ لہٰذا اس طرح بالوں کو جڑوانے سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے، اللہ تعالیٰ نے جو بال آپ کو دے رکھے ہیں اسی کو حفاظت سے رکھو۔

اللہ تعالیٰ کی لعنت کی حق دار عورتیں، وِگ (Wig) پہننا

① بعض عورتیں وِگ پہنتی ہیں، یہ اگر انسانوں کے بالوں کی وِگ ہے تو ہرگز جائز نہیں ہے، حرام ہے، ایسی وِگ اپنے سر پر لگانے سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے۔

② بعض بہنیں بیوٹی پارلر میں جا کر اپنے دانتوں کو خاص طور پر گھسوا کر سجاتی ہیں، یعنی دو دانتوں کے بیچ میں گھسوا کر درمیان میں جگہ کھلواتی ہیں؛ تاکہ دو دانت کے درمیان جگہ کھلے اور دو دانتوں کے بیچ میں کشادگی نظر آوے اور حسن میں زیادتی نظر آوے، سن لو! جو عورت اس طرح دانتوں کے بیچ میں جگہ کھلواتی ہے ایسی عورت پر اللہ کی لعنت ہے، بخاری شریف میں حدیث ہے کہ:

لعنت ہے اس عورت پر جو اس طرح حُسن اور خوب صورتی کے لیے دانتوں کے درمیان میں کشادگی کروائے۔

یہ اللہ کی خلقت بدلنے والی عورت ہے؛ اس لیے اس طرح دانتوں کے درمیان میں گھسوا کر جگہ کروانا جائز نہیں ہے۔

میک اپ (Make up) کی جائز مقدار

ہاں! چہرے پر میک اپ کرنا جائز ہے؛ لیکن اس میں ایک بات کا خیال رہے کہ جو کریم لگائی جائے اس میں خنزیر یا مردہ جانور کی چربی نہ ہو، حرام چربی ملا ہوا ہرگز استعمال نہ کریں، اگر کوئی حرام چیز ملی ہوئی نہ ہو تو ایسا پاؤڈر یا کریم استعمال کرنا جائز ہے، اور اگر اس میں حرام چیز ملائی تو گئی؛ لیکن اس کو کیمیکل وغیرہ سے بدل دیا گیا ہو جس کو حقیقت یا ماہیئت بدلنا کہتے ہیں، تو پھر ایسی کریم بھی استعمال کرنا جائز ہے۔

لپسٹک (Lipstick) لگانا کیسا ہے؟

ہماری بہت ساری بہنیں لپسٹک (لالی) استعمال کرنے کی شوقین ہیں، اس میں بھی مسئلہ اچھی طرح سمجھ لو کہ اگر حرام چیز کی بنی ہوئی ہے تو اس سے اپنے آپ کو بچاؤ، ایسی لالی مت لگاؤ، اور اگر حلال چیز کی ہے تو اس میں یہ مسئلہ دھیان میں رکھیں کہ لپسٹک (لالی) اتنی زیادہ لگا دے یا اس طرح ہو کہ وضو اور غسل کا پانی ہونٹ کی چمڑی کو نہ لگے تو ایسی لپسٹک استعمال نہ کریں، اس سے وضو اور غسل نہ ہوگا، ہاں! اگر پانی پہنچ جاتا ہو، تہ نہ جمتی ہو تو لگا سکتے ہیں، باقی استعمال کر سکتے ہیں یا پہلے وضو اور غسل کر لے اس کے بعد تھوڑی تھوڑی ہلکی ہلکی لپسٹک شوہر کے لیے استعمال کرے تو یہ جائز ہے۔

ناخن پر لال رنگ (Nail polish)

اسی طرح بہت ساری بہنوں کو نیل پالش کا شوق ہے کہ وہ اپنے ناخن کو رنگ والا بناتی ہیں، اور قسم قسم کے کلر سے ناخن کو رنگا جاتا ہے، تو اس میں بھی یہی مسئلہ ہے کہ جو نیل پالش مارکیٹ میں ملتی ہے، وہ اگر Oil Colour والا ہو، جس کی وجہ سے ناخن پر کلر کی تہ جم جاوے، جس کی وجہ سے وضو اور غسل کا پانی ناخن تک نہ پہنچتا ہو، تو ایسی نیل پالش کو استعمال نہ کریں، اس کی وجہ سے وضو اور غسل نہیں ہوتا اور عورت ناپاک ہی رہتی ہے اور نماز صحیح نہیں ہوتی، مہندی سے اپنے ناخن کو لال رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

چالیس دن سے زیادہ ناخن رکھنے کی اجازت نہیں

بعض بہنیں اپنی انگلیوں کے ناخن لمبے رکھتی ہیں، خاص کر پہلی اور آخری انگلی

کے، ہر ہفتے میں ایک مرتبہ ناخن کاٹ لینے چاہییے اور زیادہ سے زیادہ چالیس/۴۰ دن رکھنے کی اجازت ہے، اس کے اوپر اکتالیسواں دن نہیں ہونا چاہیے اور اگر ناخن لمبے رکھے ہوئے ہیں تو اس میں خاص خیال رکھو کہ اس کے نیچے پانی پہنچ جانا چاہیے؛ تاکہ وضو اور غسل مکمل ہوجائے۔

مہندی استعمال کرنا جائز ہے

مہندی لگانے کی اجازت ہے؛ بلکہ عورتوں کو مہندی لگانی چاہیے اور یہی مہندی اگر کسی کے بال سفید ہو گئے ہوں تو سر پر لگانا بھی جائز ہے اور اس میں کوئی چیز ملادی جائے جس سے رنگ گہرا (Dark) ہوجاوے، تو وہ بھی جائز ہے؛ البتہ کالا نہ ہوجاوے اس کا خیال رہے۔

زیورات کس حد تک جائز ہیں؟

اس کے بعد زیورات کا بھی مسئلہ سمجھ لو! عورت کے لیے سونے اور چاندی کے زیورات پہننا جائز ہے؛ لیکن یہ یاد رہے کہ زیور پہن کر تکبر اور گھمنڈ نہ آئے کہ میں بہت مال دار کی عورت ہوں اور بہت مال دار کی بیٹی ہوں، میں نے کتنا اچھا زیور پہن رکھا ہے، زیور پہن کر کسی غریب عورت کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے، حدیث میں ہے: حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرماتے ہیں کہ: جو عورت ظاہر کرنے یعنی دکھلاوے کے لیے زیورات کو پہنتی ہے ایسی عورت کو عذاب دیا جائے گا۔

ہماری بعض بہنیں دوسروں کو اپنے زیورات دکھانے میں اتنی ماہر ہوتی ہیں کہ اگر لمبی آستین والا کرتہ پہنا ہوا ہو اور اس کے نیچے اگر چوڑیاں پہنی ہوئی ہوں تو اس کو

ظاہر کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی بہانہ کریں گی ''بہت گرمی لگتی ہے'' اس طرح بول کر اپنی آستین کھولیں گی اور اس طریقے سے اپنے زیور دوسروں کو دکھلائیں گی۔

بعض مرتبہ عورتوں کے مجمع میں بیٹھ کر گرمی کا عذر کر کے کان اور گلا کھول دیں گی اور زبان سے بولے گی بہت گرمی لگ رہی ہے اور مقصد زیور دکھانا ہوتا ہے۔

ایک اور بات آپ کو بتاؤں: دکھاوا اور نمائش کی نیت نہ ہو تو عورتوں کے لیے زیوارت پہننا جائز ہے؛ لیکن نبیٔ کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ: اگر تم جنت کا زیور اور جنت کا ریشم پہننا چاہتے ہو تو دنیا میں اس کو مت پہنو۔

اگر ہمت ہو تو اس پر بھی عمل کر کے دیکھ لو! یہ بہت بڑی اور اونچی ہمت والی بہنوں کی بات ہے۔

کونسا زیور پہننا جائز ہے؟

زیورات میں ایک خاص بات یہ ہے کہ جس زیور میں سے آواز نکلتی ہو؛ یعنی جو زیور بجتا ہو ایسا زیور نہیں پہننا چاہیے، جیسا کہ پاؤں میں پازیب پہنی ہو اور اس میں سے آواز نکلتی ہو تو ایسی پازیب پہننا شریعت میں جائز نہیں ہے۔

گھنٹی والے پازیب پہننا منع ہے

حضرت بُنانہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ: میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر تھی کہ ایک عورت اپنی لڑکی کو لے کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی، وہ لڑکی پاؤں میں چھانجھن پہنے ہوئی تھی اور اس میں سے آواز آرہی تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: اس لڑکی کے چھانجھن کو جب تک نہ کاٹے

جائیں اس کو میرے پاس آنے مت دینا؛ اس لیے کہ حضرت نبی کریم ﷺ سے میں نے سنا ہے کہ جس کے گھر میں گھنٹی ہو اس کے گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ جس کے گھر میں گھنٹی ہو وہ شیطان کے باجے ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ ہر گھنٹی کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔

اس لیے اس قسم کے آواز والے زیور مت پہنو، اس میں یہ خیال بھی رکھو کہ بعض زیور ایسے ہوتے ہیں کہ ایک دوسرے کے ساتھ ٹکرا کر اس میں سے آواز نکلتی ہے، تو اس قسم کے زیور پہننے سے بھی اپنے آپ کو بچانا چاہیے، سورۂ نور میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ﴾ کہ اپنے پیر کو زمین پر چلتے وقت اتنے زور سے مت مارو کہ جس سے تمھاری زینت سامنے آجائے۔

بہنو! شیطان بہت خطرناک ہے، جب عورت کے زیور میں سے آواز نکلتی ہے تو وہ مردوں کے دلوں کو للچاتا ہے اور مردوں کے دلوں میں حرام خواہش پیدا کرتا ہے۔

سونے چاندی کے علاوہ کے زیورات

آج کل مصنوعی چیزوں کا دور ہے، پلاسٹک، ایلومینیم، تانبے، پیتل وغیرہ کے زیورات آرہے ہیں، اس کے متعلق ضروری ہدایات:

① پلاسٹک اور کانچ اور دیگر دھاتوں کی چوڑیاں پہننا جائز ہے۔

② انگوٹھی صرف سونے اور چاندی کی جائز ہے، اس کے سوا کسی بھی دھات کی انگوٹھی جائز نہیں ہے؛ اس لیے اگر ہماری کسی بہن کے پاس سونے چاندی کے علاوہ دوسری دھات کی انگوٹھی ہو تو اس کو گھر جا کر پھینک دو، آج ہی اس کو گھر سے نکال دو۔

③ انگوٹھی میں پتھر کا نگینہ لگانا جائز ہے؛ لیکن پتھر کے بعض نگینے کے لیے غلط عقیدے بھی چلتے ہیں؛ اس لیے خاص خیال رکھو کہ کسی پتھر کے نگینہ میں ذاتی طور پر کوئی تاثیر نہیں ہے، ہاں! اللہ تعالیٰ جب اور جس چیز میں چاہتے ہیں تاثیر پیدا فرما دیتے ہیں اور جب چاہیں تاثیر ختم فرما دیتے ہیں، بعض عامل لوگ اس طرح کی باتیں لوگوں کو کہتے ہیں جس سے لوگوں کے عقیدے بگڑتے ہیں، ان کی طرف دھیان نہ دیں۔

عورتوں کو خریداری کرتے وقت احتیاط کرنی چاہیے

ایک اور خاص بات یاد رکھنا چاہیے کہ جب بازار میں زیور وغیرہ خریدنے کے لیے جائیں تو دکان والے سے ہنس ہنس کر باتیں نہیں کرنی چاہیے اور اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دینا کہ وہ اپنے ہاتھ سے آپ کے ہاتھ میں چوڑیا پہنائے یہ ہرگز ہرگز صحیح نہیں ہے، اس میں دونوں طرف سے حرام اور شہوت بھری لذت اور بلاضرورت ستر والے اعضا کو کھولنا لازم آتا ہے، جس سے ناجائز تعلقات بھی وجود میں آتے ہیں۔

رمضان کے آخری عشرہ میں ہماری بہنیں عید کے لیے زیورات کی خریدی میں بازاروں کے چکر لگاتی ہیں، اور دوسرے دنوں میں بھی یہ چکر چلتے رہتے ہیں، اس میں بے پردگی، ضرورت سے زیادہ چکر، یہ سب غلط اور گناہ کے کام ہیں۔

اسی طرح Matching کے چکر نے تو وقت اور مال دونوں نعمت کو بہت ضائع کر رکھا ہے، ان چیزوں سے بچنے کی سخت ضرورت ہے، محرم مرد کے ساتھ مکمل شرعی پردہ میں بوقتِ ضرورت بقدرِ ضرورت بازار جانا چاہیے، پرائے مرد سنار کا ہاتھ بدن سے نہ لگے یہ بہت ضروری ہے۔

بہرحال! دوسری دھاتوں کے زیور پہننا جائز ہے۔

ناک کان میں سوراخ اور گلے میں لاکیٹ پہننا کیسا ہے؟

ناک اور کان میں سوراخ کروا کر زیور پہننا جائز ہے؛ بلکہ ہمارے ایک بزرگ یوں فرماتے تھے کہ: ہماری بہنوں کو زیورات کی محبت ایسی ہے کہ پورے بدن میں سوراخ کروانے پڑیں تو بھی اس کے لیے تیار ہو جاویں گی۔

اسی طرح گلے میں ہار کے ساتھ لاکیٹ پہننا بھی جائز ہے، اس میں خاص خیال رکھو کہ آج کل ہماری بہت ساری بہنیں قرآن کی آیت والا، اللہ کے نام والا لاکیٹ پہنتی ہیں، یہ مناسب نہیں ہے، لاکیٹ پہن کر بیت الخلاء یا غسل خانہ میں جانا یہ بہت بڑی بے ادبی کی بات ہے، ایسے لاکیٹ کے ساتھ ستر کھولنا بھی بے ادبی ہے، اس لیے ایسا لاکیٹ نہیں پہننا چاہیے۔

حروفِ مقطعات والی انگوٹھی

ایک انگوٹھی تعویذ والی ہوتی ہے جس میں حروفِ مقطعات لکھے رہتے ہیں اور اس کے بڑے بڑے فائدے بیان کیے جاتے ہیں، تو ایسی انگوٹھی ہمارے ہاتھ میں ہوتی ہے تب بھی ہم کو یاد نہیں رہتا اور ہم اسی کے ساتھ غسل خانہ، بیت الخلاء میں چلے جاتے ہیں؛ اس لیے بہتر یہی ہے کہ اس کو بھی نہ پہنا جائے۔

عورتوں کو کیسی خوشبو استعمال کرنی چاہیے

خوشبو اور پرفیوم کے بارے میں حدیث میں آتا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

کی حدیث ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: مردوں کی خوشبو ایسی ہو جس کی خوشبو ظاہر ہو؛ یعنی دوسروں کو بھی پہنچ رہی ہو اور اس کا رنگ ظاہر نہ ہو، اور عورتوں کی خوشبو ایسی ہونی چاہیے کہ جس کی خوشبو کا رنگ نظر آوے؛ لیکن اس کی خوشبو ظاہر نہ ہو۔

ابوداؤد شریف اور ترمذی شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ہر آنکھ زنا کار ہے؛ یعنی جو آنکھ گندی نظر ڈالتی ہے وہ زنا کار ہے اور آگے حدیث میں ارشاد فرمایا: کوئی عورت ایسی خوشبو لگا کر (جس کی خوشبو پھیلتی ہو اور مردوں کے ناک میں جاتی ہو، اور وہ) مردوں کی محفل سے گزرے وہ عورت ایسی ایسی ہے؛ یعنی زنا کار ہے۔

طبرانی میں ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: جب کوئی عورت خوشبو لگا کر گھر سے باہر جاتی ہے اور مرد اس کو دیکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ایسی عورت سے مسلسل ناراض رہتے ہیں جب تک کہ وہ عورت واپس گھر میں نہ آجائے۔

کونسا پرفیوم استعمال کر سکتے ہیں؟

اس لیے بہنو! بہت لائٹ خوشبو جو صرف آپ کا شوہر سونگھ سکے، ایسی خوشبو کے علاوہ دوسرا کوئی پرفیوم استعمال نہ کریں اور پرفیوم میں بھی یہ خیال رکھو کہ اس میں حرام چیز نہ ہو۔

بالوں کو چالیس دن سے زیادہ چھوڑے رکھنا جائز نہیں ہے

ناف کے نیچے کے بال ہر ہفتہ صاف کر لینا چاہیے، زیادہ سے زیادہ چالیس

دن تک اس کی گنجائش ہے، اس کے بعد جائز نہیں ہے، گناہ ہے؛ اس لیے ان بالوں کو اور بغل کے بالوں کو ایک ہفتے میں یا زیادہ سے زیادہ پندرہ دن میں صاف کر لینا چاہیے، عورتوں کے لیے ان بالوں کو صاف کرنے کے لیے پاؤڈر یا کریم استعمال کرنا زیادہ اچھا ہے، اگرچہ بلیڈ استعمال کرنا بھی جائز ہے؛ لیکن افضل نہیں ہے۔

عورتیں مردوں کی مشابہت اختیار نہ کریں

ہماری بہت ساری بہنوں کو ہِل والے جوتے پہننے کا شوق ہوتا ہے کہ اونچی اونچی ہِل والے جوتے پہنتی ہیں تو ایسا جوتا پہننا جائز تو ہے؛ لیکن یاد رکھو کہ ہمارے جوتے ایسے ہوں کہ جو مردوں جیسے نہ ہوں؛ اس لیے جو جوتے خاص عورتوں کے لیے بنے ہوئے ہوتے ہیں اسی کو استعمال کرنا چاہیے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے سوال کیا کہ ایک عورت ایسی ہے کہ جو مردوں جیسے جوتے پہنتی ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی عورت پر لعنت فرمائی ہے، یہ حدیث میں موجود ہے۔

خلاصۂ کلام

دینی بہنو! یہ کچھ موٹے موٹے ضروری مسائل جو آپ کے متعلق تھے عرض کر دیے، ہمیشہ یاد رکھو کہ اللہ نے عورت کو فطری طور پر حُسن دیا ہے اس حسن کی قدر و قیمت سمجھو اور غلط زینت اور غلط راستے پر مت جاؤ، ان شاء اللہ! اللہ دنیا اور آخرت میں عزت عطا فرمائے گا، آج جو ماحول بن رہا ہے کہ ہماری بہنیں دوسرے مردوں کو للچانے اور اپنے آپ کو حسینہ دکھانے کے لیے فیشن اور میک اپ کرتی ہیں اور اچھے کپڑے پہنتی

ہیں یہ سب خطرناک گناہ اور برائی کے کام ہیں، اس سے اپنے آپ کو بچاؤ اور یہ مسائل جو بتائے ہیں وہ بہت ہی اہم بھی ہیں اور بہت نازک بھی؛ لہٰذا ان مسائل کو خوب اچھی طرح سمجھ کر اس پر عمل کرو اور جو بات سمجھ میں نہ آئے اس کو پوچھ لینا چاہیے، اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

جمعہ کے چند فضائل، جمعہ کے چند اعمال

① حدیث میں آتا ہے جمعہ کا دن بہت فضیلت والا دن ہے؛ اس لیے گھر جا کر یہ کوشش کرو کہ صلاۃ التسبیح پڑھیں، یہ نماز بہت برکت والی نماز ہے، اور جمعہ کے دن اس کو پڑھنے میں ثواب زیادہ ملتا ہے، اگر اس نماز کا طریقہ معلوم نہ ہو تو جاننے والی بہنوں سے اس کا طریقہ سیکھ کر جاؤ۔

سورۂ کہف کی فضیلت

② سورۂ کہف کی تلاوت کا اہتمام کرو، حدیث میں آتا ہے: جو جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھے اس کے ایک ہفتہ کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں؛ یعنی پچھلے جمعہ سے اس جمعہ تک کے گناہ معاف ہوتے ہیں، اور قدم سے لے کر آسمان کی بلندی تک نور ہوگا اور وہ نور قیامت کے دن اس کو کام آئے گا، اور جمعہ کو سورۂ کہف پڑھنے سے اللہ تعالیٰ اس کی آٹھ روز تک ہر فتنوں سے حفاظت کرے گا، اور اگر دجال نکلا تو اس کے فتنے سے حفاظت ہوگی؛ اس لیے ہر جمعہ کو اس کے پڑھنے کی عادت بنا لو۔

سورۂ کہف کی اور ایک بڑی فضیلت یہ ہے کہ سورۂ کہف کی پہلی دس آیتیں اور

ایک حدیث میں آخری دس آیتوں کا ذکر ہے کہ اس کو زبانی یاد کرلو تو اس کا فائدہ اتنا بڑا ہے کہ دجال کے فتنے سے اللہ تعالیٰ حفاظت فرماویں گے۔ ان بیس آیتوں کو یاد کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے (یعنی پہلی اور آخری دس دس آیتوں کو یاد کرلو)

درود شریف کی فضیلت

③ جمعہ کے دن زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھنے کا اہتمام کرو، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ: جو شخص جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد اپنی جگہ سے اٹھنے سے پہلے اسّی (۸۰) مرتبہ اس درود شریف کو پڑھے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ سَلِّمْ تَسْلِیْما.

اللہ تعالیٰ اس کے ۸۰/ سال کے گناہوں کو معاف کریں گے اور ۸۰/ کی سال عبادت کا ثواب لکھا جائے گا۔ یہ ہمیشہ کی عادت بنالینی چاہیے۔

جمعہ کی ایک مقبول گھڑی

④ جمعہ کے ایک دن ایک گھڑی آتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ دعا قبول فرماتے ہیں، تجربہ کار اہلِ دل علما فرماتے ہیں کہ: وہ گھڑی جمعہ کی اذان کے بعد، اسی طرح خطبہ سے پہلے اور عصر اور مغرب کے درمیان ہونے کی بڑی امید ہے؛ اس لیے ان اوقات میں دعا میں مشغول رہو اور اس کا اہتمام ہر جمعہ کو ہونا چاہیے چاہے رمضان ہو چاہے نہ ہو، اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح عمل کی توفیق عطا فرمائیں اور جمعہ کا دن وصول کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

جمعہ کی سنتیں

جامعہ ڈابھیل اور دارالعلوم دیوبند سے تحصیلِ علم کے بعد ۱۹۹۳ء میں جب اللہ تعالیٰ کے فضل سے تدریس کا سلسلہ شروع ہوا، دارالعلوم ہدایت الاسلام عالی پور میں پہلے سال طحاوی شریف کے درس کا موقع ملا، حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی مرتب کی ہوئی شرح ''امانی الاحبار'' سے استفادہ کا موقع ملا، حضرت نے جمعہ کا باب جہاں شروع ہوتا ہے وہاں جمعہ کی سنتیں تفصیل سے بتلائی ہیں، وہ صرف آپ کو گنوا دیتا ہوں، اللہ تعالیٰ عمل آسان فرمائیں۔

① جمعہ کے دن فجر کی نماز میں الم تنزیل اور سورۂ دھر یعنی ھل اتی پڑھنا یا سورۂ جمعہ یا سورۂ منافقون پڑھنا۔

② غسل کرنا۔

③ خوشبو لگانا۔

④ مسواک کرنا۔

⑤ اچھے کپڑے پہننا۔

⑥ مسجد میں جلدی جانا۔

⑦ امام کے نکلنے اور خطبہ دینے کے وقت تک ذکر و عبادت میں مشغول رہنا۔

⑧ سورۂ کہف پڑھنا۔ (امانی الاحبار: ۲/ ۱۳۸)

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

دعا

اللّٰھم صل علی سیدنا محمد و علی اٰل سیدنا محمد کما تحب و ترضی عدد ما تحب و ترضی، ربنا اٰتنا في الدنیا حسنة و في الاٰخرة حسنة وقنا عذاب النار، ربنا لا تزغ قلوبنا بعد إذ ھدیتنا و ھب لنا من لدنک رحمة إنک انت الوھاب، فاطر السمٰوٰت و الارض! انت ولي في الدنیا و الاٰخرة توفني مسلما و الحقني بالصالحین۔

اے اللہ! ہمارے گناہوں کو معاف فرما دیجیے۔

اے مالک الملک! ہم ظاہر میں، باطن میں، باہر اور اندر سے گنہگار ہیں، مجرم اور خطا کار ہیں، اے مولائے کریم! آپ بڑے معاف کرنے والے اللہ ہیں، آپ ہمارے ظاہری، باطنی، جسمانی، ذہنی ہر طرح کے گناہوں کو اپنے فضل سے معاف فرما دیجیے، ہماری مکمل مغفرت فرما دیجیے۔

اے اللہ! آپ ہم سب کی زندگی کو تیری مرضی والی بنا دیجیے۔

جن کاموں سے آپ ناراض ہوتے ہیں ان سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔

جن کاموں سے آپ راضی ہوتے ہیں ان کاموں کو زیادہ سے زیادہ کرنے کی توفیق عطا فرما دیجیے۔ اے اللہ! ہماری عمروں میں برکت عطا فرما۔

ہماری اولادوں کو نیک اور صالح بنا۔ ان کی اسلامی تعلیم اور تربیت فرما دے۔ ہماری اولاد میں ذاکرین، شاکرین، علماء، صلحاء، اولیاء اللہ پیدا فرما۔ ان کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سرور بنا دے۔ برے ماحول، بری صحبت، بری دوستی سے ہماری اولاد کی مکمل حفاظت فرما۔ ہم کو، ہماری اولادوں کو، اور ہماری نسلوں کو اپنے دین

کی مقبول خدمات کے لیے قبول فرمالیجیے۔

اے اللہ! جو بیمار ہیں ان کو شفا عطا فرمادے۔ جو جس پریشانی میں ہیں اپنے کرم سے ان کی پریشانی کو دور فرما۔ ہمیں زندگی میں بار بار مکہ مدینہ کی حاضری نصیب فرما۔ ہمیں ایمانِ کامل، یقینِ کامل عطا فرما۔

اے اللہ! حضرت نبی کریم ﷺ سے سچی، پکی اور کامل محبت اور پیار عطا فرما۔ زندگی کا ہر کام حضور ﷺ کی سنت کے مطابق کرنے کی توفیق وسعادت عطا فرما۔

اے ہمارے اللہ! ان مجالس کو قبول فرمالیجیے، ہماری بہنوں کے لیے اور پورے عالم کے مسلمانوں کے لیے اِس کو ہدایت، خیر، اور آپ کی رضا کے حاصل ہونے کا ذریعہ بنادیجیے۔

اے اللہ! جہنم کی آگ سے چھٹکارا عطا فرما۔ قبر کے عذاب سے حفاظت فرما۔ سکراتِ موت سے حفاظت فرما۔ دنیا وآخرت کی ذلتی اور رسوائی سے حفاظت فرما۔ دنیا آخرت کی پریشانیوں سے حفاظت فرما۔

اے اللہ! اپنے فضل وکرم اور مہربانی سے ہم سب کو جنت الفردوس کا اولین داخلہ نصیب فرما۔

پورے عالم کے مسلمانوں کی اجتماعی و انفرادی تکلیفوں کو دور فرمادیجیے۔ پورے عالم میں ہدایت کی ہواؤں کو چلادیجیے۔ ہم سب کی دلی جائز تمناؤں کو پورا فرمادیجیے۔ اے اللہ! حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے جتنی بھلائیاں مانگیں اور بتلائیں ہمیں اور پوری امت کو عطا فرما۔

جن شرور سے پناہ چاہی ہماری اور پوری امت کی حفاظت فرما، آمین۔

قرآنی خواتین ایک نظر میں

۱	دنیا کی سب سے پہلی خاتون ماں حوّا رضی اللہ عنہا
۲	حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی
۳	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پہلی زوجۂ محترمہ: حضرت سارہ رضی اللہ عنہا
۴	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری بیوی حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا
۵	حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی
۶	حضرت یوسف علیہ السلام کی والدۂ محترمہ
۷	عزیزِ مصر کی بیوی زلیخا
۸	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ
۹	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن
۱۰	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیوی حضرت صفورا رضی اللہ عنہا
۱۱	فرعون کی بیوی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا
۱۲	بنی اسرائیل کی مظلوم عورتیں
۱۳	سورۂ کہف میں آیا ہوا ایک لڑکے کی ماں کا قصہ
۱۴	سبا کی رانی: بلقیس

۱۵	حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی حضرت لیا رضی اللہ عنہا
۱۶	حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی
۱۷	حضرت عمران کی بیوی حضرت حنہ رضی اللہ عنہا
۱۸	حضرت مریم رضی اللہ عنہا
۱۹	اصحابِ اخدود کی ایک عورت
۲۰	ابولہب کی بیوی ام جمیل
۲۱	مکہ مکرمہ کی ایک سوت کاتنے والی بے وقوف عورت
۲۲	مکہ کی کمزور مومن عورتیں
۲۳	ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا
۲۴	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
۲۵	حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کا پاکیزہ واقعہ
۲۶	حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا
۲۷	عکرمہ ابن ابی جہل رضی اللہ عنہ کی بیوی: ام حکیم بنت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہا
۲۸	حضرت خولہ رضی اللہ عنہا

مؤلف کی دیگر مساعیٔ جمیلہ

نمبر شمار	اسمائے کتب	لغت
۱	عرفات کی دعائیں اور اعمال	گجراتی
۲	ظہورِ مہدی	اردو، گجراتی، ہندی، انگریزی
۳	ہر مسلمان مرد وعورت کے لیے ضروری مسنون دعائیں	گجراتی
۴	خاص خاص فضیلتوں والی مسنون دعائیں	اردو، گجراتی، ہندی، انگریزی
۵	مختصر سیرتِ نبوی ﷺ پہلا حصہ (اسٹوڈنٹس کے لیے)	گجراتی
۶	ہندستان کی جنگ آزادی اور جمعیتِ علمائے ہند (زیرِ طبع)	گجراتی
۷	احمدیہ قادیانی جماعت کا تعارف	گجراتی
۸	ترتیبِ مبادیاتِ حدیث	اردو
۹	ماہِ رمضان کو وصول کرنے کا جامع مختصر نسخہ	گجراتی
۱۰	عیدالاضحیٰ مسائل وفضائل (پمفلٹ)	گجراتی
۱۱	مرزا غلام احمد قادیانی کی شخصیت کا تعارف	گجراتی
۱۲	مرزا غلام احمد قادیانی کے متضاد دعوے	گجراتی
۱۳	قادیانی غیر مسلم (دیوبندی، بریلوی، غیر مقلد اور جماعتِ اسلامی کے علما کے فتاوی)	گجراتی

۱۴	ختمِ نبوت، قرآن وحدیث کی روشنی میں	گجراتی
۱۵	دیکھی ہوئی دنیا (اول، دوم، سوم)	اردو، گجراتی
۱۶	خطباتِ محمود (اول تانہم)	اردو
۱۷	دینی بیانات (اول تاہشتم)	گجراتی
۱۸	مسنون وظائف	اردو، گجراتی
۱۹	منتخب مسنون دعائیں	اردو
۲۰	بیعت	اردو، گجراتی
۲۱	آسان حج	گجراتی
۲۲	اسلام کا امن اور شانتی کا پیغام	گجراتی، ہندی
۲۳	حج کے پانچ ایام	گجراتی
۲۴	ممبئی سے مکہ مکرمہ۔زیارت مدینہ منورہ	گجراتی
۲۵	مختصر عرفات کے اعمال اور دعائیں	اردو
۲۶	مکتب کے بچوں کے لیے منتخب مسنون دعائیں	اردو، گجراتی، ہندی
۲۷	تذکرۂ قاریان بارڈولی	اردو
۲۸	حضرت شیخ الہندؒ اور ریشمی رومال	گجراتی
۲۹	مسلمانوں کا خزانہ	گجراتی
۳۰	فیضِ سلیمانی (سوانح والد ماجدؒ)	اردو، گجراتی
۳۱	تیسیر القرآن (آسان ترجمۂ قرآن) مکمل دوجلد	اردو، گجراتی

''نورانی مکاتب'' کے مقاصد

(۱) چھوٹے چھوٹے دیہات جہاں مسلمانوں کے چند ہی مکانات ہوں اور نماز تعلیم کا کوئی نظم نہ ہو، وہاں نماز اور تعلیم کا نظم کرنا۔

(۲) شہروں کی کالونیوں اور جھونپڑوں میں بسنے والے غریب مسلمانوں اور ان کی اولاد میں دینی تعلیم اور نماز کی فکر کرنا۔

(۳) مرتد یا مرتد جیسے دین سے دور مسلمانوں میں دین اور ایمان بچانے کی فکر کرنا۔

(۴) جہاں کہیں مکتب، مسجد یا عبادت خانہ نہیں ہے، وہاں اُس کے قیام کی فکر کرنا۔

(۵) پہلے سے جاری مکاتب میں تعلیم و تربیت کی ترقی کے لیے کوشش کرنا۔

(۶) مکتب کے معلمین کی تربیت کے لیے قیام وطعام کا نظم کرنا۔

(۷) انوکھا، آسان عام فہم، قابلِ دید و قابلِ ترویج طریقۂ تعلیم و تربیت کو امت کی خدمت میں پیش کرنا۔

(۸) یتامیٰ، بیوگان کی خدمات اور غریب علما اور مسلمانوں کی طبی خدمات اور غریب لڑکے لڑکیوں کی شادی میں معاونت۔

(۹) شعبۂ نشر و اشاعت کے ماتحت اردو، ہندی، گجراتی، انگریزی زبانوں میں چھوٹی بڑی کتابیں، رسائل اور پمفلٹ شائع کروانا۔

اِس وقت اکابر کے مشورہ سے پورے گجرات میں یہ خدمات کا سلسلہ جاری ہے، آپ بھی اِس مبارک سلسلے میں شامل ہوسکتے ہیں۔ مزید تفاصیل ہماری ویب سائٹ (www.nooranimakatid.com) پر ملاحظہ فرمائیں۔

لقد كان في قصصهم عبرة لأولي الألباب

قرآن میں آئے ہوئے خواتین کے واقعات

مع

عبر ونصائح

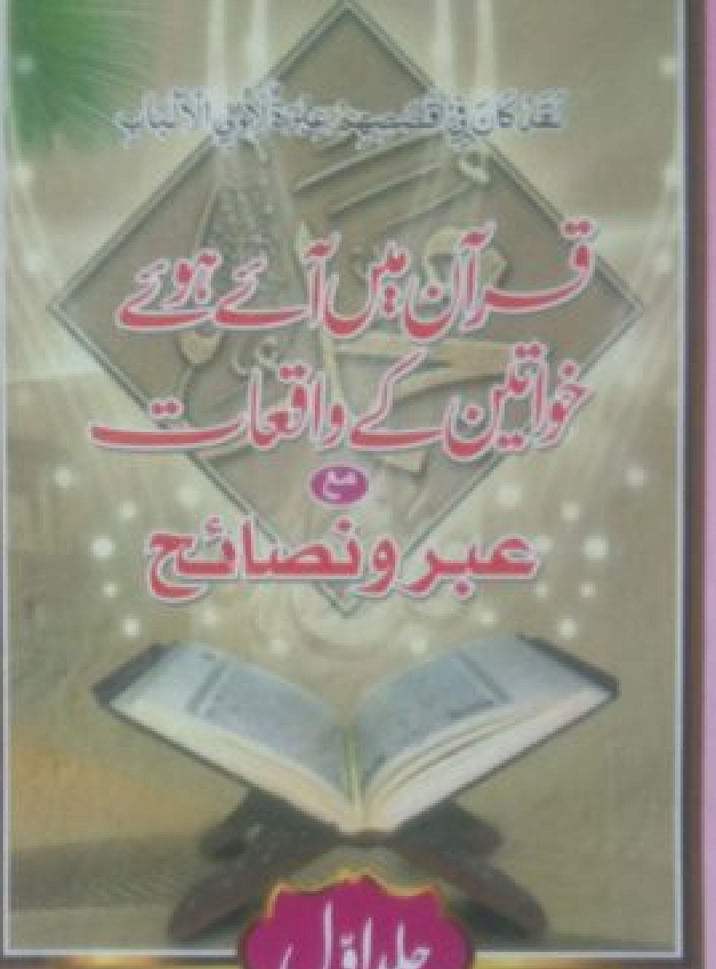

جلد اوّل

مفتی محمود بن مولانا سلیمان حافظ جی بارڈولی

مدرس: جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل گجرات

ناشر نورانی مکاتب